www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آج کی صبح بڑی خوشگوار اور نکھری نکھری لگ رہی تھی، جانے یہ اُس کے اندر کی خوشگواریت تھی یا پھر واقعی آج موسم ہی سہانا تھا۔

اُس نے کھڑکی سے باہر لان میں کھلے رنگ برنگے پھولوں پر نظر ڈالی اور مسکرا کر واش روم کا رُخ کیا۔

شاور لینے کے بعد استری کیے ہوئے کپڑے جو ماما اُس کے اُٹھنے سے پہلے ہی پریس کروا کر رکھوا دیتی تھیں، پہنے اور تولیے سے بال خشک کرتے ہوئے ڈیک پر ہلکی آواز میں اپنا من پسند کیسٹ لگا دیا۔

تقریباً روزانہ کا یہ معمول تھا۔ مدھم سروں میں گنگناتے ہوئے وہ اطمینان سے تیار ہوتا حتیٰ کہ ماما اسے ناشتے کے لیے پکار لیتیں۔

اس وقت بھی سیٹی پر دھن بجاتے ہوئے ٹائی کی ناٹ درست کرنے میں مصروف تھا کہ ماما کی حسبِ معمول آواز آ گئی۔

"آ رہا ہوں ماما۔" جواباً اُس نے کہا اور خود پر اسپرے کر کے بریف کیس میں رکھی فائلز چیک کیں اور گھڑی کلائی پر باندھتا باہر نکل آیا۔

چونکہ اسے اطمینان تھا کہ آج پاپا جلد نکل گئے ہوں گے۔ اس لیے بھی وہ عجلت میں نہیں تھا البتہ باہر ماما اس کے ناشتے کے لیے پریشان بیٹھی تھیں۔ ذرا بھی چائے ٹھنڈی ہو جاتی تو وہ ہاتھ بھی نہ لگاتا تھا جب کہ ڈرائنگ روم تک آتے آتے وہ اتنی دیر ضرور لگا دیتا تھا کہ ناشتا ٹھنڈا ہونے لگتا تھا۔

"صبح بخیر ماما۔" نفیس کولون کی خوشبو بکھیرتا چہرے پر مسکراہٹ لیے وہ اندر داخل ہوا۔

"صبح بخیر۔ تم بہت دیر کر دیتے ہو سمعان۔ آج تو بہت ہی لیٹ جاگے ہو تم۔" ماما نے جواب دیتے ہی سرزنش کی تو وہ سر کھجا کر ہنس پڑا۔

"دراصل ماما، فرہاد کی فلائیٹ کل اتنی دیر سے آئی کہ واپسی کافی رات گئے ہوئی، بقیہ وقت اس سے باتوں میں نکل گیا لہٰذا جلدی آنکھ نہیں کھل سکی۔" وہ بریف کیس ساتھ والی کرسی پر رکھتے ہوئے انہیں بتانے لگا۔

"کب واپسی ہوئی تھی تمہاری؟" انہوں نے چائے کپ میں انڈیلتے ہوئے پوچھا۔

"یہی کوئی تین ساڑھے تین بجے۔" سلائس پر مکھن لگاتے ہوئے اُس نے بتایا۔

"ٹھیک تو تھا فرہاد، پورے دو مہینے بعد آیا ہے۔" ماما کے لہجے میں فرہاد کے لیے محبت تھی۔ کیوں نہ ہوتی بھلا۔ آخر کو وہ سمعان کے بچپن کا دوست تھا۔ دونوں میں بے حد پیار تھا لہٰذا ماما بھی اسے سمعان کی طرح چاہتی تھیں، وہ بھی انہیں اپنی والدہ کی طرح سمجھتا تھا۔"

"ہوں۔ بالکل ٹھیک۔ اس بار بہت اچھا پرافٹ لے کر آیا ہے وہ۔"

"ماشاء اللہ۔ اللہ اسے اور ترقی دے۔" ماما کے لبوں پر ہمیشہ دعائیں رہتی تھیں وہ مسکرا دیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہیلو بھائی۔" وہ ناشتے میں مصروف تھا کہ سفیان چلا آیا۔

"ارے تم اسکول نہیں گئے پارٹنر۔" وہ اسے دیکھ کر ٹھٹکا۔

"نہیں۔" سفیان نے اطمینان سے نفی میں جواب دیا اور اُس کے ساتھ والی کرسی پر ٹک گیا۔

"بس آپ کی وجہ سے نہیں گیا۔"

"کیوں؟"

"سمجھاؤ تم اسے۔ کہہ رہا تھا کہ بھائی چونکہ رات کو دیر سے آئے ہیں لہٰذا وہ بھی گھر پر رہیں گے اور ہم کرکٹ میچ کھیلیں گے۔" ماما نے اسے سفیان کا خیال بتایا۔

"ارے نہیں یار۔ آج تو پاپا نے ٹیچرز کے انٹرویوز کال کیے ہیں سو آج تو جانا بے حد ضروری ہے۔" اُس نے آخری سپ لے کر چائے کا کپ پرچ میں رکھ دیا اور سفیان کی طرف دوستانہ انداز میں دیکھا۔

"رہ گئی میچ کی بات۔ تو تم اب کھیل کو چھوڑ کر اسٹڈی کی طرف توجہ دو۔ یہ ناینتھ کلاس ہے بہت اہم ہوتی ہے، معلوم ہے کچھ۔" وہ اسے حلاوت سے سمجھا رہا تھا۔

"معلوم ہے مجھے۔" سفیان نے ناک سکوڑی۔ "مگر اتنا پڑھنے کا بھی کیا فائدہ؟ آپ نے اتنی ڈھیر ساری تعلیم حاصل کی اور اب بھی اسکول جاتے ہیں۔ بھلا آپ میں اور مجھ میں کیا فرق ہے۔ میں بھی اسکول جاتا ہوں اور آپ بھی۔" بظاہر سنجیدگی سے کہتے ہوئے سفیان کی آنکھوں میں شرارت کی پرچھائیاں تھیں۔

ماما اور وہ مسکرا دیے۔

"اسٹوپڈ۔ میں اسکول پڑھنے نہیں بلکہ ایڈمنسٹریشن سنبھالنے جاتا ہوں۔ آئی ایم پرنسپل ڈیئر، تمہاری طرح اسٹوڈنٹ نہیں ہوں۔" اُس کے کندھے کو تھپتھپاتے ہوئے اُس نے کہا تو سیفی ہنس پڑا۔

"بات تو ایک ہی ہے ناں۔" سیفی بضد تھا۔

وہ یوں سر ہلا کر اٹھ کھڑا ہوا جیسے کہہ رہا ہو کہ تم سے بحث کرنا فضول ہے۔ سیفی اپنی فتح پر نازاں ہو گیا اُس کی خاموشی سیفی کی فتح جو تھی۔

"اوکے ماما۔ اب چلتا ہوں۔" وہ ماما کی طرف مڑا۔

"دوپہر کے کھانے پر آؤ گے؟" انہوں نے سوال کیا۔

"مشکل ہے۔ اسکول آف ہونے کے بعد مجھے فرہاد کی طرف جانا ہے۔ پھر شام کو انسٹیٹیوٹ سے ہی گھر واپس آؤں گا۔" اُس نے پورے دن کا شیڈول بتا دیا۔

شام کو وہ ایم بی اے کی کلاسز لیتا تھا کیونکہ صبح تو پاپا کے ساتھ اسکول جانا پڑتا تھا۔ پرنسپل ہونے کے باعث بہت ذمہ داری تھی اُس پر۔

"اوکے پارٹنر۔ رات کو ملاقات ہوگی۔" اُس نے منہ بناتے ہوئے سیفی کو ساتھ لگایا جس کا پروگرام خراب ہو گیا تھا، ساتھ ہی موڈ بھی۔

"رات کو آنے کی بھی کیا ضرورت ہے؟" سیفی خفا تھا۔

"اوہو۔ یہ تو خالصتاً خواتین والا انداز ہے۔" وہ ہنسا تو سیفی نے مزید چڑ کر تیکھی نظروں سے اسے دیکھا۔

"اوکے بابا۔ کل چھٹی کا دن ہے، پورا تمہارے ساتھ گزاروں گا۔" سیفی کو وہ ناراض نہیں دیکھ سکتا تھا۔ آخر وہی تو بھائی تھے۔ یوں بھی سیفی اس سے سات برس چھوٹا تھا۔ اُس کا لاڈلا بھی تھا اور بہت اچھا دوست بھی۔

"پرامس۔" سیفی نے جھٹ ہاتھ بڑھایا۔

"پرامس۔" کچھ سوچ کر اس نے کندھے ڈھیلے چھوڑتے ہوئے لامحالہ وعدہ کر لیا۔

"فرہاد بھائی کو بھی مت بلائیے گا کل۔ آپ کی ساری توجہ وہ اپنی طرف کر لیتے ہیں۔" سیفی نے مزید فرمائش کی۔ اسے بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ وہ دونوں چلتے ہوئے پورچ تک آ گئے۔

"اور کوئی حکم ملکۂ عالیہ۔" وہ شرارت سے جھکا۔

"بھائی۔" سیفی جھلا گیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اوئے یار۔ ناراض تو مت ہو۔" اُس نے ہنس کر اُسے منایا۔

"اب جانے دو، وقت نکلا جا رہا ہے۔ گیارہ بجے مجھے ٹیچرز کے انٹرویوز کرنے ہیں۔" اُس نے گھڑی دیکھی تو جلدی سے بولا۔

"اچھا جائیں۔ مگر یاد رکھیں اچھی اچھی ٹیچرز اپائنٹ کیجیے گا۔"

"کیا مطلب؟" وہ کار کا فرنٹ ڈور کھولتے کھولتے رُکا۔

"مطلب یہ کہ خرانٹ قسم کی بددماغ ٹیچرز سخت زہر لگتی ہیں مجھے۔" سیفی نے ناک سکوڑی۔

"بھلا تمہیں ان سے کیا مطلب، وہ تمہارے اسکول کے لیے تو نہیں آ رہیں۔" اُس کے لبوں پہ مسکراہٹ تھی۔

"پھر بھی اسٹوڈنٹس تو سارے میرے جیسے ہی معصوم ہوتے ہیں ناں، اسکول چاہے کوئی بھی ہو۔" سیفی نے سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے طلبا ہمدردی کا مظاہرہ کیا۔

"اچھا!" اس نے گاڑی میں بیٹھ کر اگنیشن میں چابی ڈال دی۔

"اور ہاں۔ ذرا مسکرا کر بھی دیکھ لیا کیجیے کسی کو۔ لوگ آپ کو دیکھ کر سمجھتے ہیں جیسے آپ کوئی بھوت ہیں۔ پرنسپل کی کرسی پر بیٹھ کر فرعون نہ بنا کریں۔" سیفی اب ناصحانہ انداز اختیار کر چکا تھا۔

اُس نے سر ہلا کر جلدی سے گاڑی ریورس کی اور اسکول کے رستے پر ڈال دی۔

سیفی کا کہنا غلط بھی نہ تھا۔ وہ صرف گھر والوں خصوصاً سیفی کے لیے اتنا ہنس مکھ اور شوخ تھا۔ کیونکہ اُس کے خیال میں اس کا یہ دوستانہ رویہ سیفی کی شخصیت بنانے میں بڑا معاون ہو سکتا تھا جب کہ گھر سے باہر خصوصاً اسکول میں تو وہ ایک سخت گیر سنجیدہ اور اپنے کام سے کام رکھنے والا پرنسپل تھا۔ ساری ٹیچرز اس کا بے حد احترام کرتی تھیں بلکہ اُس کے مزاج سے ریزرو بھی رہتی تھیں۔ اس کا اصول تھا کہ اپنے ماتحتوں سے سختی کے بجائے نرمی سے مگر ایک فاصلہ رکھ کر کام کروانا چاہیے۔

یہی وجہ تھی کہ اسکول میں اس کا امیج ایک لیے دیے رہنے والے پرنسپل کا تھا گو کہ وہاں —— عمر رسیدہ اور نوعمر ہر طرح کی خواتین اساتذہ موجود تھیں مگر کسی سے اُس کی بے تکلفی نہ تھی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ سب کو برابر کا سمجھتا تھا بلاوجہ کسی کو کسی پر فوقیت دینے کی عادت نہ تھی اُسے۔

پاپا کو اس کی صلاحیتوں پر اعتماد تھا، جب ہی ہمیشہ اُس سے ٹیچرز اپائنٹ کرواتے تھے۔ وہ انٹرویو کے ذریعے ہی سامنے موجود شخصیت کو پہچان کر فیصلہ کر لیتا تھا اور پھر اس سے کام لینا اس کے لیے مشکل نہ ہوتا تھا۔ سب کو ان کی صلاحیتوں اور رُجحان کے مطابق پوسٹ سونپتا تھا۔

آج کل میٹرک کے لیے دو تین اساتذہ کی ضرورت تھی۔ ایک سیکشن کو تو وہ خود دیکھ لیتا تھا مگر دو سیکشنز کی ٹیچرز جانے والی تھیں سو اُس نے اس سے پہلے ہی انٹرویو کال کر لیا تھا۔

جس وقت وہ اسکول پہنچا، ساڑھے دس بج رہے تھے۔ وہ تھوڑی دیر پاپا کے پاس بیٹھ کر اپنے آفس آ گیا۔ ابھی انٹرویو میں آدھا گھنٹہ تھا، وہ دوسری فائلوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔

● ● ●

"بس کرو، اب کیا تکتے تکتے سڑک ہی نگلو گی؟" زوہا ٹیرس پر کھڑی تھی کہ صہیبہ کی آواز پہ اپنے خیالات سے چونکی۔

"کیا مطلب؟" اُس نے گھورا۔

"مطلب یہ محترمہ کہ جتنی دیر سے آپ سڑک تک رہی تھیں اتنی دیر میں تو فرہاد نے دودھ کی نہر کھود ڈالی تھی۔"

"صہیبہ پلیز۔" اُس نے لجاجت سے کہا۔

اُس کے ہاتھ جوڑنے پہ صہیبہ کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔

"سچ کہہ رہی ہوں؟" وہ شوخی سے مسکرائی پھر بولی۔ "اور ہو سکتا ہے کہ آج کل فرہاد علی صاحب بھی یہی کچھ کر رہے ہوں۔" قدرے رازداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُس کی آنکھیں شرارت سے چمک

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اُٹھی تھیں۔

"فار ہیون سیک صبیہ، مجھے پریشان مت کرو۔" زوہا اُسی سنجیدگی سے بولی تھی جو کہ گزشتہ دو ہفتوں سے فرہاد کی غیر موجودگی کے باعث اس کی ذات کا حصہ بن گئی تھی۔

زوہا کی پریشانی وہ سمجھتی تھی جب ہی شوخ فقرے اُچھال کر اس کا ذہن بٹانے کی کوشش کرتی مگر اکثر یہ سعی لاحاصل ہی رہتی تھی، اب بھی یہی حال تھا۔

"دفع ہو جاؤ تم۔ قسم سے زندگی کو آزار بنا کر رکھ دیا ہے۔" زوہا کے بیزار کن لہجے پہ وہ بھنا گئی تھی، سخت چڑ کر کہا۔

"دیکھو صبیہ۔" زوہا نے کچھ کہنا چاہا مگر اس نے فوراً ٹوک دیا۔

"ایسا نامراد اور روتا بسورتا عشق کرنے سے تو بہتر تھا تم گھاس کھود لیتیں۔"

وہ سخت برافروختہ تھی۔ زوہا نادم ہو اٹھی۔ ایک وہی تو اس کی رازداں اور غم گسار تھی۔

"پلیز صبیہ خفا مت ہو۔" اب کے زوہا کے لہجے میں آنسوؤں کی آمیزش بھی تھی اور عاجزی و ندامت بھی۔ اس کے کندھوں پہ نرمی سے ہاتھ رکھتے ہوئے وہ بولی تو اسے بھی اپنا بگڑا موڈ ٹھیک کرنا پڑا۔

"اچھا، اب رو تو مت۔" دھیرے سے اس کا رخسار چھوتے ہوئے وہ بولی۔

"چلو نیچے چل کر فرہاد صاحب کو فون کرتے ہیں۔ بتاتے ہیں انہیں کہ ایران کے علاوہ پاکستان میں بھی ایک عدد شیریں جنم لے چکی ہے لہٰذا وہ اپنا تیشہ لے آئیں تاکہ سنگِ گراں کھود کر دودھ کی نہر نکال سکیں۔"

وہ بڑی روانی سے بول رہی تھی، جبھی زوہا نے گھبرا کر اس کے ہونٹوں پہ ہتھیلی رکھ دی۔

"خدا کے لیے صبیہ، ذرا اپنا لاؤڈ اسپیکر بند بھی رکھا کرو۔"

اور اس سے پہلے کہ وہ خفگی سے گھور کر کوئی جوابی کارروائی کرتی، صغراں نے آ کر اسے پکار لیا۔

"صبیہ بی بی، آپ کا فون ہے۔"

"کس کا ہے؟" وہ پلٹی۔

"آپ کے دادا جان کے گھر سے ہے جی۔" صغراں نے بتایا۔

"دادا جان کے گھر سے۔" وہ خوشی سے چہک اٹھی اور شوخی سے کھنکار کر زوہا کی جانب دیکھا۔

"تم چلو میں آتی ہوں۔"

اس نے پہلے صغراں کی چھٹی کی پھر اس کی جانب پلٹی۔

"لگتا ہے ٹارزن کی واپسی ہو گئی ہے۔" وہ ہنس کر بولی تو زوہا بے طرح جھینپ گئی۔

"بہت بدتمیز ہو تم۔"

"اچھا بس بقیہ تعریفیں نیچے چل کر۔" وہ اسے کھینچتی نیچے آ گئی۔

حسبِ توقع دادا جان کے گھر سے فرہاد کا فون تھا۔ وہ فوراً سیٹ اپنے کمرے میں اُٹھا لائی اور ایکسٹینشن بھی۔

"السلام علیکم۔" بمشکل اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے جو کہ زوہا کی قابلِ دید حالت دیکھتے ہوئے اسے آئے جا رہی تھی، اس نے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔ اور بھئی سنائیے مس صبیہ علی کیسی ہیں؟"

دوسری جانب فرہاد کا مخصوص انداز تھا، وہ پھر ہنس دی۔

"ایسے ویسے ہی۔ بلکہ آپ سنائیے کہ کہاں کہاں کی خاک چھانی۔ کس کس دشت کی سیاحی کی ہے؟"

وہ بڑی ترنگ میں تھی۔ جواباً فرہاد کا قہقہہ ائیر پیس پر گونجا۔

"ارے ہمیں کہاں جانا ہے۔ بس مُلّا کی دوڑ مسجد تک۔"

"یہ مُلّا ایک ہی ہے ناں۔ کہیں دو مُلّاؤں میں مرغی حرام نہ ہو جائے۔"

بڑا برجستہ انداز تھا اس کا، فرہاد ہنس کر لاجواب ہو گیا۔

"نہیں انشاءاللہ ایسا نہیں ہوگا۔ ان فیکٹ میں کچھ مصروف رہا۔ پھر واپسی پر سمعان مجھے اپنے ساتھ لے گیا لہٰذا آج وقت نکال سکا ہوں۔"

"صد شکر۔" لہجہ شوخ تھا۔

"شرمندہ نہ کریں۔" وہ تابعدارانہ لہجے میں بولا۔

"ارے بھئی، میں کہاں شرمندہ کر رہی ہوں۔ آپ اپنے مریض کا حال دیکھیں تو پشیمانی خود بخود آبشار کی صورت امنڈ آئے گی۔"

"کیا مطلب؟ زوہا ٹھیک تو ہے ناں؟" سرعت سے اس کا لہجہ بے چین ہوا تھا۔

لمحہ بھر کے لیے رشک کی ایک لہر اس کا حصار کر گئی۔

"آپ اپنے دل سے پوچھیے۔ سنتے ہیں کہ ایسے معاملوں میں یعنی دل کے معاملوں میں دلوں کو خبر ہو جاتی ہے۔ ہارٹ بیٹس (Heart Beats) اسٹیبل نہیں رہتیں یعنی بقول شاعر۔

دل سے دل کو راہ ہوتی ہے
دونوں جانب سے چاہ ہوتی ہے

وہ بولنے پر آئی تو بولے چلی گئی، زوہا نے اسے ایک تھپڑ لگایا تو۔۔ اسے بریک لگا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے زوہا کی بچی۔ یہاں میں تمہارا حالِ دل سنا رہی ہوں اور تم ہو کہ مجھے ہی مار رہی ہو یعنی نیکی کر بدی حاضر۔" وہ ریسیور پر ہاتھ رکھ کر سخت تیوروں سے زوہا کی جانب مڑی تھی۔

"چپ کرو، خدا کے لیے۔" زوہا نے جلدی سے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھا۔

"کیا ہوا صبیحہ۔ پلیز بولیے۔" دوسری جانب سے فرہاد کی متفکر سی آواز آئی۔

"لو پکڑو۔ مرو میری طرف سے۔ اب خود فرہاد کی شیریں بنو، مجھے بخشو۔"

ریسیور اس کے ہاتھ میں زبردستی تھماتے ہوئے وہ ناراضگی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"صبیحہ میری بات تو سنو۔" پھر زوہا نے کتنا ہی پکارا وہ کمرے سے نکل گئی تھی۔

ناچار اسے فون کی جانب متوجہ ہونا پڑا کیونکہ فرہاد اس جانب کی صورتحال سے بے خبر جانے کیا کیا کہے جا رہا تھا۔

"ہیلو۔" بمشکل اوسان بحال کر کے بولی۔

"زوہا۔ تم کیسی ہو؟" بے قراری فرہاد کے لہجے سے چھلک رہی تھی۔

"فرہاد آپ۔۔"

اور اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتی، جانے کیوں ڈھیر سارے آنسو آنکھوں سے بہہ نکلے، سسکیاں آپ ہی آپ لبوں سے نکل آئیں۔

"زوہا۔ یار پلیز، دیکھو رونا نہیں۔" فرہاد نے گھبرا کر کہا۔

مگر اس جانب تو دو ہفتوں کا غبار تھا۔ آنسوؤں کے طوفان ——— کو روکنا آسان تر تھا۔

"اوکے بابا۔ بے حد معذرت۔ آئندہ تمہیں اپنی خیریت کی اطلاع پہنچاتا رہوں گا۔"

وہ جانتا تھا اس کی ناراضگی اور آنسوؤں کی وجہ، جبھی بڑی ندامت سے بولا۔

"میں نے یہ کب کہا۔" وہ سوں سوں کرتی گویا ہوئی۔

"مگر مجھے معلوم ہے۔" فرہاد کا انداز بڑا قطعی تھا۔

وہ شرما کر ہنس پڑی۔

صبیحہ نے ذرا دیر بعد اندر جھانکا، بھیگی پلکوں سمیت زوہا جانے کیا کہہ کر ہنسی تھی کہ ڈھیر سارے خوشی کے جگنو اس کے چہرے پر آ ٹھہرے تھے۔ آنسو اور تبسم کا عجیب سنگم تھا اس کے چہرے پر۔

واقعی غالب ٹھیک ہی کہہ گئے ہیں کہ۔۔

عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا
درد کی دوا پائی، دردِ لادوا پایا!

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چائے کا موڈ ہو رہا تھا۔ وہ کچن کی طرف آ گئی۔ جہاں چھوٹی چچی شام کی چائے کا انتظام کرنے میں لگی ہوئی تھیں۔ وہ بھی اُن کے ساتھ شامل ہو گئی البتہ دھیان ابھی بھی زوبا کی طرف تھا جس سے وہ ساری تفصیل رات میں پوچھتی۔

● ● ●

اسکول کا ایڈریس بہت آسان تھا۔ وہ بنا کسی دشواری کے وہاں تک پہنچ گئی تھی۔ ابھی گیارہ بجنے میں کچھ وقت تھا، وہ ویٹنگ روم تک پیون کی ہمراہی میں چلی آئی۔

کافی اُمیدوار پہلے سے موجود تھے، جن میں اکثریت لڑکیوں کی تھی، وہ سب سے آخر میں آئی تھی۔

ایک نظر اس نے سب لڑکیوں کو دیکھا۔ جدید تراش خراش کے کپڑوں میں ملبوس ہیوی میک اپ اور قدرے نمایاں قسم کی جیولری سے سجی سجائی لڑکیوں کے مقابلے میں اسے اپنا آپ بے حد سادہ سا لگا۔

کوبالٹ بلیو کلف لگے سوٹ میں ملبوس ہم رنگ بڑے سے دوپٹے کے ہالے میں اس کا میک اپ سے عاری سادہ چہرا سب سے منفرد محسوس ہو رہا تھا۔

جیولری پہننے کی اسے عادت نہیں تھی البتہ کانوں میں گولڈ کی چھوٹی چھوٹی بالیاں وہ مستقل پہنی رہا کرتی تھی مگر اس وقت سامنے موجود تمام لڑکیوں کی تیاری سے ایسا ہرگز بھی نہیں لگ رہا تھا کہ وہ اسکول میں ٹیچنگ کی غرض سے آئی ہیں۔

ان سب کو اگر وہ کہیں اور دیکھتی تو یہی سمجھتی کہ کسی فنکشن میں مدعو ہیں وہ سب، مگر یہاں ان کی موجودگی اس اَمر کی گواہ تھی کہ وہ تدریس کے مقدس پیشے کو اپنانے کی متمنی ہیں۔

گیارہ بجتے ہی ایک ایک کر کے سب اپنی اپنی باری پر اندر جاتی رہیں۔ وہ چونکہ سب سے آخر میں آئی تھی لہٰذا اپنی جگہ پر منتظر بیٹھی آتے جاتے لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔

زیادہ تر لڑکیاں بڑی خوش باش اور خوش مزاج لگ رہی تھیں۔

"کتنے خوش قسمت ہیں یہ لوگ کہ اتنی خوبصورت مسکراہٹیں اُن کے لبوں پر سجی ہوئی ہیں۔" بے ساختہ ہی اس کے ذہن میں خیال آیا۔

ابی سے جس مشکل سے اسے یہ جاب کرنے کی اجازت ملی تھی، بس وہی جانتی تھی آج صبح بھی ناشتے کی ٹیبل پر ان کی خفگی کا برملا اظہار ہوا تھا۔

اگر شرمین نے اس کا ساتھ نہ دیا ہوتا تو آج اسے یہاں آنے کی اجازت کبھی نہ ملتی کیونکہ ابی سے بات کرنے ان سے بحث کرنے کی جرأت اس میں کبھی نہ رہی تھی حتیٰ کہ جب انہوں نے پوچھا کہ وہ جاب کیوں کرنا چاہتی ہے تب بھی جواب شرمین نے ہی دیا تھا۔

"ابی چونکہ آج کل یہ فارغ ہیں اس لیے سوچا کہ۔۔۔"

"کیا سوچا ہے؟" اس کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی وہ گرج اٹھے تھے۔ شرمین سمیت وہ بھی سہم گئی۔
"یہی کہ وقت گزاری کے لیے جاب کی جائے۔ گھر سے باہر نکلنے کا کوئی نہ کوئی موقع ہونا چاہیے۔"
لفظ تھے کہ انگارے، وہ آنکھوں کی سطح بھیگنے سے نہ بچا سکی تھی۔

"آئی سوری ابی۔۔۔ یہ بات نہیں، ٹیچنگ میرا شوق ہے۔ میں اپنا علم پھیلانا چاہتی ہوں۔"
رُندھے ہوئے لہجے میں وہ بمشکل کہہ سکی تھی۔

"پلیز ابی، آپ مان جائیے۔۔۔" یہ شرمین کا ہی دل گردہ تھا کہ ان سے بول لیتی تھی۔
وہ اپنی جگہ خاموش کھڑی تھی ابی کے سامنے جان نکلتی تھی اس کی۔

"کون سا اسکول ہے، ٹائمنگ کیا ہیں وہاں کے؟" لہجے کی درشتی ابھی بھی قائم تھی البتہ الفاظ خلافِ توقع نرم تھے۔

"اب بولو بھی۔۔۔" شرمین نے ٹہوکا دیا۔
"جی وہ سلمان انکل کا اسکول ہے۔ صبح آٹھ بجے سے ایک بجے دوپہر تک کا۔" کپکپاتی آواز میں اس نے بدقت بتایا۔
"ٹھیک ہے میں وہاں کی ریپوٹیشن معلوم کروں گا، پھر دیکھی جائے گی۔" بے نیازی سے انہوں نے کہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پہلی بار میں تو جواب وہ کبھی بھی نہ دیتے تھے۔ سوچی بہت تھا کہ صاف انکار نہیں ہوا تھا گویا اُمید باقی تھی۔

"میرا خیال ہے ابی مان جائیں گے۔" شرمین نے باہر نکلتے ہی تبصرہ کیا تھا۔ البتہ وہ ــ ناامید نہیں تو پُرامید بھی نہ تھی۔ ابی کے فیصلے آخری لمحے تک مشکوک ہی رہتے تھے۔

ایک ہفتے بعد انہوں نے اسے اجازت دے دی تھی۔ بہت سی ہدایتوں اور پابندیوں میں جکڑتے ہوئے اسے اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے انٹرویو کی اجازت مل گئی تھی البتہ ناکامی کی صورت میں کسی اور جگہ اپلائی کے لیے انہوں نے اسے صاف منع کر دیا تھا۔

"مجھے لگتا ہے ابی نے سلمان انکل کو منع کر دیا ہوگا۔ جبھی مجھے اتنی مشروط اجازت دی ہے۔" اس نے شرمین سے اپنے خدشے کا اظہار کیا۔

"ہوں ــ ہو سکتا ہے کہ ایسا ہی ہو مگر تم ناامید مت ہو۔ اللہ مالک ہے، ویسے بھی سلمان انکل سے ابی کے ٹرمز اتنے ریے بھی نہیں ہیں۔ وہ تو سالوں پرانی بات تھی کہ ان دونوں کے اچھے تعلقات تھے۔"
شرمین ہر حال میں مورال ہائی رکھتی تھی۔

پُرسوچ لہجے میں کہہ کر اس کا ہاتھ نرمی سے تھپکتے ہوئے اس نے پُراُمید لہجے میں کہا۔
شرمین کا خیال آتے ہی ایک خوبصورت اچھوتی سی مسکراہٹ محبت کے حسین رنگ لیے اس کے لبوں پر آ ٹھہری۔

جانے کس کام سے سمعان اپنے کمرے سے باہر نکلا تھا ویٹنگ روم کے سامنے سے گزرتے ہوئے جونہی اس پر نظر پڑی، وہ ٹھٹک گیا۔

جانے کیا تاثر تھا اس کے چہرے پر۔ سمعان کی نظریں اس پر اٹک سی گئیں۔ وہ آخری اُمیدوار تھی۔ کمرے میں اس کے سوا کوئی نہ تھا۔ تھوڑی سنجیدگی اور قدرے حسرت کے رنگ تھے ملال اور مسرت بھی تھی چہرے پر۔

یہ شاید سمعان کی نظروں کی تپش تھی کہ وہ حال میں لوٹ آئی۔ جلدی سے نظر رسٹ واچ پر دوڑائی سمعان بھی واپس لوٹ گیا۔

"آئیے بی بی ــ" اسی لمحے چپڑاسی نے آکر اُسے بلایا۔
وہ شولڈر بیگ کندھے پر لٹکائے چپڑاسی کی تقلید میں پرنسپل کے آفس تک چلی آئی۔
"کم اِن ــ" ناک کرنے پر اندر سے بھاری مردانہ آواز آئی۔
وہ اندر داخل ہوئی تو سلام کرتے کرتے ٹھٹک گئی۔
"السلام علیکم ــ" سمعان کو پہل کرنا پڑی۔
"ج ــ جی ــ" اس کی بوکھلاہٹ عروج پر تھی۔

سمعان کے لبوں پر خفیف سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ دراصل وہ یہاں یہی سمجھ کر آئی تھی کہ اندر بارعب اور باریش معمر سے سلمان انکل بیٹھے ہوں گے جب حقیقت اس کے متضاد تھی۔

اسے اپنے اوسان بحال کرنے میں چند ثانیے لگے۔ سمعان کے اشارہ کرتے ہی وہ سامنے کی کرسی پر ڈھے گئی اور فائل اس کے سامنے کھسکا دی۔

سمعان نے ایک طائرانہ نظر اس کے چہرے پر ڈال کر فائل کھول لی۔
"جی مس نرمین یاور خان اپنے بارے میں کچھ بتائیے ــ" قدرے توقف کے بعد وہ بولا۔
سامنے رکھی فائل اس نے بند کر دی تھی اور بڑے اطمینان سے سوالیہ نظریں اس پر مرکوز کر دیں۔

"جی ــ؟"
"مطلب یہ کہ آپ کی کوالیفیکیشن وغیرہ، اکیڈمکس سے متعلق کچھ۔"
"وہ سب تو اس میں موجود ہے۔" اس نے فائل کی طرف اشارہ کیا۔
سمعان کے نرم لہجے پر اعتماد قدرے بحال ہوا تھا جبھی وہ بے اختیار کہہ گئی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اچھا۔" اُس نے قصداً حیرت کا اظہار کیا۔ وہ شپٹا کر نادم ہوگئی۔

"کیا کہتی، خاموشی سے لب چبا ڈالے۔

"چلیں یوں سمجھ لیں کہ میں نے آپ کا بائیوڈیٹا پڑھا ہی نہیں۔ اب کہیے کون ہیں آپ اور کیا کچھ کر چکی ہیں۔" ذرا سی مسکراہٹ نے اُس کے لبوں کو چھوا، پھر وہ سنجیدہ ہوگیا۔

اُس کا مقصد تو یوں بھی مخاطب کو کنفیوژ کرنا ہرگز نہ تھا بلکہ وہ تو انٹرویو کے درمیان اسی طرح اُمیدوار کا اعتماد پرکھتا تھا۔

پُراعتماد اُستاد ہی ایک اچھا طالب علم بنا سکتا ہے۔ یہ اس کا نظریہ تھا جو سو فیصد درست تھا۔

"جی۔ میں زرمین یاور خان ہوں۔ حال ہی میں میں نے اپنا بی ایس سی کلیئر کیا ہے فرسٹ ڈویژن میں۔"

سمعان کے دوستانہ انداز پر بالآخر وہ خود کو سنبھالنے میں کامیاب ہوگئی تھی۔

بقیہ انٹرویو اُس نے بڑے اعتماد سے دیا تھا۔ سمعان کو پہلی مرتبہ دیکھ کر جو حیرت کا شدید جھٹکا اسے لگا تھا وہ اب جاتا رہا۔

اس کا پروفیشنل انداز واقعی اتنا پُراعتماد تھا کہ یہ خیال کہ وہ اور اتنے اہم عہدے پر کیسے بیٹھا ہے، خود بخود پس منظر میں چلا گیا۔

"ہوں۔ تو آپ کیا سمجھتی ہیں، آپ کو یہ جاب مل جائے گی یا نہیں؟"

رسمی سوالوں کے بعد جانے کیوں وہ کہہ بیٹھا تھا۔ وہ متحیر سی اسے دیکھنے لگی، پھر کچھ سوچ کر نپے تلے انداز میں گویا ہوئی۔

"میں مستقبل کے بارے میں پیشن گوئی کرنے کی عادی نہیں۔ یوں بھی میرے سمجھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔"

"پھر بھی ہر شخص کے ذہن میں مستقبل کا کوئی خاکہ تو ہوتا ہے۔" وہ بات بڑھاتے ہوئے بولا۔

"جس چیز پر ہمارا اختیار نہ ہو، اُس کے بارے میں کوئی خاکہ نہیں بنانا چاہیے، ورنہ دل میں یہ خواہش بھی سر اُٹھانے لگتی ہے کہ اس خاکے میں حسبِ منشا رنگ بھر جائیں جو کہ ناممکن ہوتا ہے۔"

وہ ایک بار پھر کہیں گم ہوگئی تھی۔ ذرا دیر پہلے والی وہی کیفیت جس نے سمعان کو ٹھٹک جانے پر مجبور کر دیا تھا، ایک بار پھر اس کا حصار کر گئی۔

چند ثانیے وہ یونہی اسے دیکھتا رہا جو اس کے پاس ہوتے ہوئے بھی کہیں اور تھی۔

"میں سمجھتا ہوں مس زرمین، دنیا میں کوئی چیز، کوئی کام ناممکن نہیں ہوتا۔"

سامنے رکھے پیپر ویٹ کو گھماتے ہوئے اُس نے کچھ اس انداز سے کہا کہ زرمین گم صم کیفیت سے واپس لوٹ آئی۔ اُس نے ایک رشک بھری نظر قطعیت سے کہتے ہوئے سمعان پر ڈالی۔

"ہو سکتا ہے کہ آپ ٹھیک کہہ رہے ہوں مگر ہر صحیح بات سے میرا متفق ہونا کچھ ایسا ضروری بھی نہیں۔"

وہ خود میں لوٹی تو جلدی سے بات ختم کرنے کی غرض سے بولی۔

گود میں رکھا شولڈر بیگ کندھے پر منتقل کرتے ہوئے اُٹھنے کا ارادہ کیا جب کہ سمعان کی مسکراتی توصیفی نظریں اسی پر رُکی ہوئی تھیں۔

"ہو سکتا ہے کبھی ضروری بھی ہو۔" اب کے وہ بڑی سنجیدگی سے بولا تھا۔

کندھے پر بیگ ڈالتے ڈالتے ہاتھ رُک گئے، اُس نے سنبھل کر سمعان کو دیکھا جس کی ڈارک براؤن آنکھوں میں اعتماد کی چمک تھی۔

"کیا مطلب؟" وہ سوالیہ انداز میں بولی۔

"مطلب یہ کہ ایک اُستاد کا ہر صحیح بات سے متفق ہونا بہت ضروری ہوتا ہے، جبھی تو وہ اپنے اسٹوڈنٹس کو صحیح اور غلط کی پہچان کرواتا ہے ورنہ یہ کام تو اُس کے لیے بھی مشکل ہو جائے۔"

اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ اپنے مخصوص انداز میں کہہ رہا تھا۔

"یوں بھی صحیح یا غلط، پسند، ناپسند کی طرح Relative Terms نہیں کہ ہر شخص کے لیے ان کا پیمانہ مختلف ہو۔ سچ اور جھوٹ تو بس سچ اور جھوٹ ہی ہوتا ہے۔ ہم اس استثنا سے ہٹ کر سوچیں تو ایک واضح

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شکل ہے ہمارے سامنے۔"

بڑا مدلل طرزِ گفتگو تھا اس کا۔ نرمین دل میں قائل ہو گئی مگر جواباً بولی۔

"مگر بعض لوگ تو ہوتے ہی Exception ہیں، ان کے لیے مستثنیات سے نظر چرانا مشکل ہوتا ہے۔"

اس کا جملہ واضح اور چیلنجنگ تھا کہ وہ بے ساختہ ہنس دیا۔

بڑی روشن روشن ہنسی تھی اس کی۔

"تو گویا آپ Exception ہیں۔ چلیں مان لیا۔" کرسی کی بیک سے سر ٹکاتے ہوئے اس نے کہا۔

"میں اب جاؤں۔" اس کی بات کے جواب میں سوال تھا۔

"جی ضرور۔" وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

"اوکے۔ اللہ حافظ۔"

وہ سر پر جمے دوپٹے کو مزید آگے کھینچتی باہر نکل آئی۔

گہری سانس لبوں سے خارج کرتے ہوئے اس نے ذرا دیر کے لیے اپنی گفتگو یاد کی اور یہ فیصلہ کیے بنا کہ اس کا ردِعمل سمعان کے فیصلے پر اثر انداز ہو گا یا نہیں، خاموشی سے گیٹ کراس کر گئی۔

● ● ●

اس نے جب مجھ سے کیا عہدِ وفا آہستہ
دل کے ویرانے میں اک پھول کھلا آہستہ

زوہا کی گنگناہٹ اسے کمرے سے باہر بھی سنائی دے رہی تھی جبھی وہ اندر چلی آئی۔

"ماشاء اللہ بھئی۔ اللہ کرے زورِ گلوکاری اور زیادہ۔" کاؤچ پر دھم سے بیٹھتے ہوئے وہ بولی تو زوہا کی زبان کو بریک لگ گئے۔

"گاؤ بھئی۔ آخر میں بھی تو سنوں کہ اور کیا کیا ہوا ہے آہستہ آہستہ!" اس کا لہجہ بے حد شوخ تھا۔

"انتہائی فضول لڑکی ہو تم صبحی۔ جب بولو گی، کفر ہی تولو گی۔"

بڑا بھاری کشن تھا جو زوہا نے اس پر اچھالا تھا مگر وہ چوکنی تھی لہٰذا بچ گئی۔

"توبہ کرو زوہا علی۔ میں پکی مسلمان لڑکی ہوں۔ کفر و شرک سے قطعی پاک۔ الحمدُللہ۔"

زوہا نے اسے ایسی بے چارگی سے دیکھ کر سر جھٹکا جیسے اس کے سدھرنے کی قطعی امید نہ ہو۔۔۔ اور خاموشی سے آئرن اسٹینڈ کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"کیا ہوا بھئی نشریاتی رابطے میں کچھ خرابی ہو گئی ہے۔ تصویر تو آ رہی ہے البتہ آواز ندارد ہے۔"

زوہا کی خاموشی پر وہ اٹھ کر اس کے پاس چلی آئی۔

"تمہارے سامنے بھلا جرأتِ سخن ہو سکتی ہے میری۔" وہ طنزیہ بولی۔

"ویل سیڈ۔" اس کا قہقہہ بڑا بے ساختہ تھا، زوہا بھی مسکرا دی۔ یہ اس کی عادت تھی جب کوئی اسے شرمندہ کرنے کو کچھ کہتا، وہ یونہی ہنس کر مخاطب کو الٹا ندامت سے دوچار کر دیتی۔

"بہت ڈھیٹ ہو۔" زوہا ہار کر ہمیشہ یہی کہتی تھی۔ اب بھی مسکرا کر چپ ہو رہی۔

شرٹ پریس کر کے ہینگر میں لٹکاتے ہوئے زوہا نے ہتھیار ڈال دیے۔

"ہاں، اب تو تم یونہی طوطا چشمی کا مظاہرہ کرو گی۔ ظاہر ہے مشکل وقت تو کٹ گیا ناں۔ بقول ناصر کاظمی۔۔۔

؎ اب سنبھلنے لگی ہے جاں بھی، بدل چلا دورِ آسماں بھی
جو رات بھاری تھی ٹل گئی وہ جو دن کڑا تھا گزر گیا وہ

فرہاد علی صاحب کی واپسی نے بے نیازی جو عطا کر دی ہے موصوفہ کو۔"

وہ تو لڑنے مرنے پر تیار تھی۔ زوہا نے سر پیٹ لیا۔

"معاف کر دو صبحی۔ میری توبہ جو اب لب کشائی کی۔"

"ہوں۔ اب آئی ہو ناں راہِ راست پر۔" زوہا نے صرف دیکھنے پر اکتفا کیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ویسے یہ بتاؤ، میرے پاس آئی کس لیے تھیں تم؟" اسے سر پہ سوار دیکھ کر اس نے پوچھا۔

"وہ دراصل مجھے تمہارا آلیو گرین سوٹ چاہیے تھا۔" اسے بھی فوراً یاد آگیا۔

"کیوں؟"

"مجھے دادا جان کے یہاں جانا ہے۔"

"کیا؟" زوہا کا چیخنا حسب توقع تھا۔

"آرام سے بولو بھئی۔ کوئی محاذ سر کرنے نہیں جا رہی میں۔" وہ بھنا گئی۔

"تو پھر اب کس بات پر ناراض ہوئی ہو اچھی جان سے؟" دوبدو سوال ہوا۔

"جی نہیں۔ میں کوئی ناراض نہیں ہوئی۔ تم کیا سمجھتی ہو، میں دادا جان کے پاس ہمدردیاں جمع کرتے جاتی ہوں۔" وہ بڑبڑا گئی تھی۔

"مجھے کیا معلوم، تم زیادہ جانتی ہو اپنے متعلق۔" اس کے جلانے والے لہجے پر وہ پھر طیش میں آگئی۔

"جی ہاں۔ میں ہی زیادہ جان بھی سکتی ہوں خود کو۔ محبت بھی کوئی چیز ہوتی ہے آخر، جس سے تم ناواقف ہو۔" غصہ اور جھلاہٹ یکساں سوار تھے اس پر۔

"وہ تو ہے۔" زوہا نے مزے سے سر ہلا کر مزید جلایا۔

"میرا مطلب دادا جان سے تھا۔ عاشقوں کے عاشق فرہاد سے نہیں۔ خیر ان سے عشق کرنے میں تو تمہارا کوئی ثانی نہیں ہے۔" وہ سنجیدگی سے کہتی ہوئی شروع ہو گئی۔

اب کے بُرا ماننے کی باری زوہا کی تھی، تیکھے چتون سے اسے گھورا۔

"بہت بدتمیز ہو صبی۔ میں تو تمہیں رازدار بنا کر پچھتائی۔" وہ روہانسی ہونے لگی تھی۔ اس پر کیا خاک اثر ہوتا، قہقہہ لگا کر ہنس دی۔

"رازدار نہ بناتیں تو اور کیا کرتیں۔ دادا جان کے یہاں میرے سوا جاتا کون تھا۔ بس ایک بار ہی تم گئی تھیں، بے چارے معصوم سے فرہاد علی صاحب کو گھائل کر کے خود کو بھی مائل کر ڈالا اُن کی جانب۔"

زوہا نے بے بسی سے سر تھام لیا تو وہ چپ ہو گئی۔

"اچھا خیر۔ بحث چھوڑو۔ مجھے اپنا سوٹ دے دو۔ جانا ہے مجھے۔" قدرے توقف کے بعد وہ دوبارہ اصل موضوع کی طرف لوٹی تھی مگر زوہا نے جنبش نہ کی۔

"کیا سماعتیں رہن رکھ دی ہیں؟" اس نے بلند آواز میں پوچھا۔

کوئی جواب نہ پا کر اسے جھنجوڑ ڈالا تو زوہا کو ناچار اس کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

"چلی جاؤ صبی۔ میں تم سے سخت خفا ہوں۔"

"ارے ارے یار، پلیز ناراض مت ہو۔" اس نے منانے کی خاطر زوہا کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

زوہا غصے میں بیٹھی رہی۔

"فارگاڈ سیک زوہا، تم خفا مت ہو۔ ایک تو جب دادا جان کے ہاں جانے کا پروگرام بتاؤ، گھر میں سب اپوزیشن کا رول پلے کرنے لگتے ہیں۔ ایسے میں تم تو میرا ساتھ دیا کرو یار۔

یہ راز بھی کھلا تیری ناراضگی کے بعد
تُو مہرباں نہیں تو کوئی مہرباں نہیں"

اس کے بے ساختہ انداز پہ زوہا نے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے اسے ایک دھپ رسید کی۔

"خدا کی قسم ڈرامہ ہی بنی ہو۔" اسے مجبوراً موڈ ٹھیک کرنا پڑا۔ وہ تفاخر سے کالر کھڑے کرنے لگی۔

"وارڈروب کھلی ہے، لے لو جو لینا ہے۔"

"اوہو۔ بڑا فراخدلانہ اعلانِ شاہی ہے۔ اللہ خیر کرے۔" اس نے شوخ چمکتی نظروں سے زوہا کو دیکھا، پھر بے نیازی سے شانے اچکا دیئے۔

"بہر حال ہمیں کیا۔ بہتی گنگا میں ہاتھ دھو لیں۔ بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔"

"ویسے تمہیں یہ بیٹھے بٹھائے سوجھی کیا ہے دادا کی طرف جانے کی؟" وہ خاموشی سے کپڑے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سلیکٹ کر رہی تھی تو زوہا پوچھ بیٹھی۔

"بس یونہی سوچا فرہاد علی صاحب آئے ہوئے ہوں گے وہاں۔ چل کر قسمت آزمائی کی جائے۔ ہو سکتا ہے اس بار ان کا دلِ ناداں مجھ جیسی حسین لڑکی کے لیے مچل اٹھے۔"

"باز آجاؤ صبی کی بچی۔" زوہا چیخی۔

جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی ایک اور وزنی کشن اسے عقب سے مارا گیا تھا مگر وہ بولتی رہی۔

"باز بھی آجاؤں گی۔ فی الحال تو ایک بار ٹرائی ضرور کروں گی اور تم دیکھنا۔"

اس کا جملہ مکمل نہ ہو سکا تھا کیونکہ اب کے زوہا کے نازک ہاتھوں کی مضبوط گرفت میں اس کی بلوریں گردن آچکی تھی اور ہتھیار ڈالنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔

● ● ●

سمعان آخری کلاس لے کر آفس واپس آیا تو فرہاد کو اپنا منتظر پایا۔

"ارے، تم چلے آئے۔ میں تو تمہاری طرف ہی جا رہا تھا۔" فرہاد کے مقابل اپنی راکنگ چیئر پہ بیٹھتے ہی وہ بولا۔

"ہوں۔ مجھے معلوم تھا مگر چونکہ گھر پہ خاصی بوریت ہو رہی تھی لہٰذا ادھر آنکلا۔"

"چلتے ہو گے یا کولڈ ڈرنک؟" اس نے بیل بجا کر پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں۔ اس وقت موڈ نہیں ہو رہا۔"

فرہاد نے کسلمندی سے دونوں ہاتھوں کا تکیہ سا بنا کر کرسی کی پشت پہ ٹکا دیا۔

"خیریت۔؟ یہ موڈ کو کیا ہوا ہے تمہارے؟" وہ چونکا۔

فرہاد اس کا بچپن کا دوست تھا۔ ایک دوسرے کے مزاج سے اتنی آشنائی تھی ان دونوں کی کہ بنا کہے جان لیتے تھے کہ کوئی بات ہے ضرور۔

"کچھ ایسا خاص نہیں۔" فرہاد بیزار کن لہجے میں بولا۔

"ہوں۔ لگتا ہے زوہا سے بات ہوئی ہے تمہاری۔" اس کا قیافہ سو فیصد درست تھا۔ فرہاد پھیکی سی ہنسی ہنس دیا۔

"تو یار، اس میں اس قدر دردناک شکلیں بنانے کی کیا ضرورت ہے؟" وہ میز پہ جھک کر بولا "میرا تو خیال ہے کہ زوہا سے بات کرنے کے بعد تو تمہاری شکل پہ ساڑھے بارہ نہیں بجنے چاہئیں۔"

جواباً فرہاد نے انگلیاں بالوں میں پھنسا لیں۔ یہ انداز ذہنی خلفشار کی غمازی کر رہا تھا۔ سمعان نے بے چین ہو کر اسے دیکھا اور خاموشی سے اس کے بولنے کا انتظار کرتا رہا۔

"کیا کہوں یار سمانی۔ زوہا سے بات کر کے تو میں مزید پریشان ہو جاتا ہوں۔ اپنے راستے کی کٹھنائیوں اور مشکلات کا خیال آتا ہے تو پریشان ہو اٹھتا ہوں۔" فرہاد کا لہجہ اور چہرہ دونوں شدید اندرونی خلفشار کی ترجمانی کر رہے تھے۔

"کیوں؟۔ انہوں نے کچھ کہہ دیا کیا؟" وہ حد درجے سنجیدگی سے استفسار کر رہا تھا۔

"نہیں۔ مگر وہ لڑکی ـــــ ذرا سی آنچ سے جھلس جاتی ہے۔ وہ بہت نازک اور حساس ہے ماتی، میں اسے سیکیور کرنا چاہتا ہوں۔" فرہاد کا لہجہ بہت کچھ بولتا ہوا تھا۔

"میں جانتا ہوں فرہاد اور تمہارے ساتھ ہوں۔" ـــــــــــ وہ فرہاد کے قریب ہی میز پہ ٹک گیا اپنا مضبوط ہاتھ اس کے شانے پہ دوستانہ انداز میں رکھتے ہوئے ذرا سا دباؤ ڈال کر بولا۔

"ہمتِ مرداں مددِ خدا یار۔ یوں بھی تم تو فرہاد ہو۔ روایتی عاشق۔ تیشہ ملے نہ ملے جوئے شیر تو نکال ہی سکتے ہو۔" اس نے ہنس کر بوجھل فضا کی پژمردگی دور کرنے کی سعی کی۔

"ہاں شاید ـــــ ایسا کر تو سکتا ہوں مگر یہ جو اختلافات اور مخالفتوں کا سمندر ہے نا بیچ میں اسے پاٹنا بہت مشکل لگتا ہے مجھے۔"

"کم آن فرہاد، تم مرد ہو کر یہ بات کہہ رہے ہو۔ سوچو، زوہا کا کیا حال ہوتا ہوگا۔" اس نے ہمت بڑھائی۔

"یہی بات تو مجھے متفکر کرتی ہے۔ مسئلہ صرف پالینے کا ہی نہیں، زوہا کو اس کا حق دلانے کا بھی ہے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں نے کہا ناں کہ وہ بہت حساس ہے۔ ذلت برداشت نہیں کر سکے گی۔"

اسے احساس تھا، فرہاد واقعی بے حد پریشان ہے اور اسے مورل سپورٹ کی سخت ضرورت ہے۔

"ہوں۔" وہ کچھ سوچ کر خاموش ہو گیا، پھر بولا۔

"تم نے دادا جان سے بات کی؟"

"نہیں۔ ان سے بات کرنے کا بھلا کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ نہ میری ممی مانیں گی اور نہ زوہا کے گھر والے۔ یوں بھی زوہا کی والدہ تو اپنی دادی کی بھتیجی بھی ہیں اور ظاہر ہے ایسی صورت میں ان کا ووٹ آف فیور تو پھر زوہا کی دادی کے ساتھ ہی ہوگا ناں، جو کبھی بھی اس رشتے پر راضی نہ ہوں گی۔"

فرہاد اس وقت بڑا مایوس لگ رہا تھا۔

"چھیڑ اپ یار۔ اب ایسی بھی کیا مایوسی۔ کوئی کام ناممکن نہیں ہوتا۔ سمجھے۔" اس نے شانہ تھپتھپا کر اسے سمجھایا۔

"شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔" فرہاد کا انداز کھویا کھویا سا تھا۔

اسے یک دم نرمین یاور خان یاد آ گئی۔ چند گھنٹے پہلے وہ بھی تو کچھ ایسی ہی مایوس کیفیت کے زیر اثر اس کے فقرے کے جواب میں اسی طرح بولی تھی۔

شاید مایوسی اور اندر کا خوف انسان کو اسی طرح متذبذب کر دیتا ہے۔ وہ اپنے اندر کی کمزوری کے غالب آ جانے سے خوفزدہ ہو کر دوسروں کے اخلاقی سہارے اور لفظی بہلاوے ڈھونڈنے لگتا ہے۔

"کیا ہوا، تم کہاں کھو گئے؟"

فرہاد نے اسے ٹوکا تو وہ غیر مرئی نقطے پر جمی اپنی نگاہ اس کی جانب پھیر کر قصداً مسکرایا اور پھر مضبوط لہجے میں بولا۔

"کچھ نہیں۔ یہی سوچ رہا تھا کہ ایک رستہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ بس ہمیں اسے تلاش کرنا پڑتا ہے۔ زندگی کے اس معمے کو حل کرنا مشکل سہی پر ناممکن نہیں۔"

اس کے لہجے سے زندگی اور امید کی روشنی پھوٹ رہی تھی۔

"جہاں چاہ وہاں راہ۔ بس قدم اٹھانے کی دیر ہے۔"

فرہاد اس کے انداز پر بالوں پر ہاتھ پھیر کر ہنس دیا۔

"اچھا۔"

"بالکل۔ آزما لو۔"

"او کے۔ تم کہتے ہو تو یہ بھی کر دیکھیں گے۔ فی الحال تو اٹھو۔" فرہاد اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیوں؟"

"بھوک لگ رہی ہے بھئی۔ کچھ پیٹ پوجا کا اہتمام کیا جائے۔" فرہاد یک دم موڈ بدل کر بولا۔

وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

"کمال ہے۔ ہم نے تو سنا تھا کہ محبت میں صرف دل دھڑکتا ہے، معدہ نہیں تڑپتا۔" اس نے بڑی معصوم حیرت کا مظاہرہ کیا۔

"کر کے دیکھ لو تم بھی ایک مرد عشق۔ پتا چل جائے گا گویا۔

؎ آ جاؤ گے حالات کی زد پہ جو کسی روز
ہو جائے گا معلوم خدا ہے کہ نہیں ہے

"ارے ارے تم تو بددعاؤں پر اتر آئے ہو بھائی۔" فرہاد کے بڑے جذب سے شعر پڑھنے پر وہ قصداً بوکھلایا۔

"یہ بددعا نہیں ہے میرے یار، بہت بڑی دعا ہے یعنی بقول شاعر۔

؎ عشق، مجھ جیسا دشمن سبھی کو ملے
مار کر زندگی کا پتا دے گیا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جواباً وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"واہ — واہ — بلکہ مکرر — چلو یہ کریڈٹ تو زوہا بی بی کو جاتا ہے جس نے تم جیسے اَن رومانٹک اور شعر و شاعری سے بدکنے والے بندے کو شاعر بنا دیا۔"

وہ ہنسے جا رہا تھا، ساتھ فرہاد کی ——— مسکراہٹ بھی شامل تھی۔

"اب یہ دیوانِ درد و عشق بند کرو اور چلو، کسی ریسٹورنٹ کا رُخ کرتے ہیں۔" وہ اُس کے کندھے پہ ہاتھ مار کر بولا تو فرہاد نے مسکرا کر شانے اُچکا دیے۔

اسکول کی چھٹی میں ابھی کچھ منٹ باقی تھے مگر وہ پاپا کو بتا کر فرہاد کے ساتھ نکل آیا۔

● ● ●

"بے کار بحث مت کرو صبی، ایک بار میں ہی بات سمجھ لیا کرو۔" رُخسانہ بیگم تیزی سے سوئیٹر بُنتے ہوئے اسے سمجھا رہی تھیں۔

"مگر کیوں امی — آخر اس میں حرج ہی کیا ہے؟"

وہ جھنجلا رہی تھی۔ کسی طرح بھی امی کو قائل کرنے میں کامیابی نہیں ہو رہی تھی۔

"میں نے کب کہا کہ حرج ہے۔" وہ ذرا کی ذرا رُکیں۔

"تو پھر —؟"

"پھر سے کیا مطلب؟" رُخسانہ بیگم کی تیوریاں چڑھ گئیں۔

"پلیز امی — صرف دو دن کی تو بات ہے۔"

وہ کارپٹ پر ان کے قدموں کے پاس آ بیٹھی اور ٹانگیں دباتے ہوئے ——— بڑی لجاجت سے کہا مگر رُخسانہ بیگم کے تیور ہرگز ماننے والے نہیں لگ رہے تھے۔

"صبی —" اب کے وہ تادیبی لہجے میں رُک کر بولیں۔

"اُفوہ — میں دادا جان کے یہاں جانے کی اجازت مانگ رہی ہوں، کوئی سیاچن پہ تو نہیں جانا مجھے۔" اس نے بھی جھلا کر بلند لہجے میں کہا۔

"تو میں نے اُن کے ہاں جانے سے کب منع کیا ہے۔ ہمیشہ جاتی رہی ہو تم۔ اب بھی جاؤ اور جا کر مل آؤ اُن سے مگر دو دن تو کیا، ایک دن بھی وہاں رُکنے کی اجازت نہیں ملے گی تمہیں۔"

انہوں نے دوٹوک فیصلہ بڑے قطعی اور حتمی انداز میں کر ڈالا۔

"مگر کیوں؟" وہ روہانسی ہونے لگی تھی۔ رُخسانہ بیگم کا دل پسیجا مگر وہ نظر انداز کر گئیں۔

"اگر مگر کرنے کی تم مجاز نہیں ہو صبی — جو کہہ دیا جائے اسے سُن لیا کرو — یوں بھی گھر میں بہت کام ہوتے ہیں، تم مدحت اور سمرہ کا ہاتھ بٹایا کرو۔"

انہوں نے فوراً بہو اور چھوٹی بیٹی کا حوالہ دیا۔

"میں بھی کام تو کرتی ہوں امی —" اُس نے دُہائی دی۔

"معلوم ہے مجھے کیا کام کرتی ہو تم ——— سارا دن کتابیں پڑھتی ہو یا پھر زوہا کا دماغ کھاتی ہو۔ یونیورسٹی سے گھر آ کر تھکن تو ایسی طاری ہوتی ہے تم پر جیسے پہاڑ کاٹ کر آئی ہو۔" انہوں نے بھی فوراً سُنا دیا۔

"ہاں تو اتنی تھکن بھی تو ہو جاتی ہے — سارا دن چل چل کر دماغ خراب ہو جاتا ہے میرا۔"

"تبھی کہہ رہی ہوں بے کار کاموں میں مت پڑا کرو — اب جا کر سو جاؤ، صبح جلدی اٹھنا ہوگا تمہیں۔" وہ بھی اُون سلائیاں شاپر میں ڈالتے ہوئے اُٹھ کھڑی ہوئیں۔

وہ ان کے ساتھ ساتھ چلتی دروازے تک آ گئی۔ رُخسانہ بیگم نے خفیلی نظروں سے پلٹ کر اسے دیکھا تو وہ کارڈیگن کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر کندھے اُچکاتی باہر نکل گئی۔

صبح زوہا نے اُس کا منہ پھُلا دیکھا تو بات سمجھ گئی مگر بولی کچھ نہیں۔ ڈائننگ روم میں دادی جان، امی، پاپا، چچا جان، چچی جان، چھوٹی پھپھو اور چھوٹے چچا کی موجودگی میں کوئی سوال کرنا اپنی شامت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ ناشتے کے دوران باتیں کرنے سے سب چڑتے تھے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دادی جان کا مزاج البتہ ذرا سلجھا ہوا تھا مگر صبیحہ کے والد امتیاز علی صاحب کے رعب کی وجہ سے بچے وغیرہ ذرا حد میں رہتے تھے۔

"کیا بات ہے؟۔ موڈ کچھ آف لگ رہا ہے۔"

بزرگ حضرات ناشتا کر کے چلے گئے۔ کمرے میں صرف ینگ پارٹی رہ گئی تھی کہ بھابی نے اسے متوجہ کر کے سوال کر ڈالا۔ زوہا کی گہری نظریں اسی پر جمی ہوئی تھیں۔

"نہیں۔ ایسی تو کوئی بات نہیں۔" اس نے ٹالنے کی خاطر جبراً مسکرا کر کہا۔

"خیر کوئی بات تو ضرور ہے۔ ورنہ تم اور اس قدر خاموش رہو۔ مشکل ہے۔" بڑے بھیا کا کہنا درست تھا، جبھی ساجد، مدحت، شفق اور عمر وغیرہ نے فوراً تائید کی۔

"بس ایسے ہی سر میں درد تھا میرے۔"

وہ بہانہ بنا کر اٹھ گئی۔ پوائنٹ نکل جانے کا ڈر بھی تھا، اس لیے بنا کسی کو خدا حافظ کہے باہر نکل آئی۔ آج پروگرام تو یہی تھا کہ یونیورسٹی سے واپسی پر گھر آنے کے بجائے دادا جان کی طرف نکل جائے گی مگر امی سے اجازت ہی نہ ملی سو کپڑوں کا بیگ جو تیار کیا تھا گھر پر چھوڑ دیا۔

"آج بہت جلدی ہے کیا تمہیں؟" پیچھے زوہا ہانپتی ہوئی چلی آ رہی تھی۔ قریب آتے ہی غصے سے پوچھنے لگی۔

"بات مت کرو مجھ سے، موڈ آف ہے میرا۔" وہ سختی سے بول کر اس جانب دیکھنے لگی جہاں سے پوائنٹ کو آنا تھا۔

"ہوں۔ تو گویا بھیا ٹھیک ہی کہہ رہے تھے۔"

زوہا کے مزے سے سر ہلا کر بولنے پر اس نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورا۔

"لگتا ہے چچی جان نے تمہیں دادا جان کے گھر جانے سے منع کر دیا ہے۔" کچھ دیر سوچ کر زوہا نے قیاس کیا جو کہ سو فیصد درست تھا۔

"ہوں۔ یہی بات ہے۔" اس نے اقرار کر لیا۔

"تو تم نے اصرار کیا ہوتا۔"

گو کہ زوہا کو خود اس بات میں دلچسپی نہیں تھی کہ وہ وہاں جا کر رہے کیونکہ صبیحہ کے بغیر تو وہ خود کو بہت اکیلا محسوس کرتی تھی مگر اس وقت اس کا ساتھ دینا بھی ضروری تھا۔

"کیا تھا اصرار میں نے۔ قدرے ضد بھی کی تھی مگر امی کی وہی ایک نہ تھی جو ہاں میں نہ بدلی۔

میرا تو خون ہو گیا ہے پانی، ستم گروں کی پلک نہ بھیگی
جو نالہ اٹھا تھا رات دل میں نہ جانے کیوں بے اثر گیا وہ!

اس کے اس قدر درد بھرے انداز میں شعر پڑھنے پر زوہا منہ پھیر کر مسکرا دی، اس کی طرف رخ پھیرا۔ اور کہا۔

"بہت بری بات ہے صبی۔ چچی جان کو ستم گر تو نہ کہو۔"

"تو پھر تمہیں کہوں یا خود کو۔؟" وہ جھلائی ہوئی تھی۔

"سچ سچ صد افسوس۔ والدین ہماری بھلائی ہی کو کہتے ہیں صبیحہ۔" زوہا نے قدرے سنجیدگی سے ملامتی لہجے میں کہا تو وہ نادم ہو گئی۔

"بہرحال۔ میں بھی یہی کہوں گی کہ چچی جان غلط نہیں کہہ رہی تھیں۔"

"کیا مطلب؟۔ یو ٹو بروٹس۔"

"بکو مت۔" زوہا نے منہ بنایا۔ "بات کو سمجھا کرو، تمہیں بھی دادی جان کا خیال کرنا چاہیے۔"

"یعنی کہ تم سب کے ساتھ مل کر دادا جان کو سزا دینی چاہیے۔ قید تنہائی کی سزا۔" وہ یک دم اکھڑ گئی تھی، غصے سے بولی۔

"سزا کی بات نہیں صبی، دادا جان نے یہ تنہائی خود چنی تھی۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ماضی کی تلخ باتیں فراموش کرنا ہی بہتر ہوتا ہے زوہا۔"

تمام گھر والوں کی طرح زوہا کا نظریہ بھی وہی تھا جس سے اسے سخت اختلاف تھا ——— اسے گھر والوں کے اس طرزِ سلوک پر افسوس تو بہت ہوتا مگر وہ کر کچھ نہیں سکتی تھی۔

"ہر بات بھلائی نہیں جا سکتی صبیحی۔ جب زخم ناسور بن جائیں تو زخم لگانے والے کو فراموش کرنا ناممکن ہو جاتا ہے، یہ بات وہی سمجھ سکتا ہے جو زخم اٹھاتا ہے۔" زوہا کی آنکھوں میں گہری سوچ کی پرچھائیاں تھیں۔

"مگر پھر بھی امی کو میری فیلنگز نظرانداز نہیں کرنی چاہئیں۔"

"اور تمہیں بھی تو سب کے احساسات کا خیال ہونا چاہیے صبیحی۔"

اُس کا محاسبہ صرف زوہا کر سکتی تھی سو فوراً اسے ڈپٹ کر بولی۔ لمحے بھر کے لیے وہ چپ کی چپ رہ گئی۔ اسی لمحے دُور سے پوائنٹ بھی آتا نظر آ گیا۔ صبیحہ ہونٹ چبانے لگی۔

"میں جانتی ہوں، تم سب کا خیال رکھتی ہو۔ خصوصاً داداجان کا بھی تمہیں بہت احساس ہے صبیحی، مگر کبھی کبھی بہت سارے لوگوں کی خاطر کسی ایک کو نظرانداز کرنا پڑتا ہے۔"

جانے زوہا کے لہجے میں کیا تھا کہ وہ ٹھٹھک کر اسے پوائنٹ میں سوار ہوتا دیکھتی رہی اور پھر خود بھی سر جھٹکتی اُس کے پیچھے چلی آئی۔

● ● ●

"السلام علیکم۔" شرمین کی آواز پر اُس نے سامنے دیکھا۔ گلاس ڈور سے اُسے اندر آتا دیکھ کر دُور سے ہی شرمین نے سلام کر ڈالا تھا۔

"وعلیکم السلام۔" وہ دھیرے سے مسکراتی اس کے پاس چلی آئی۔

"کیسا رہا انٹرویو؟" بنا تمہید کے ہی شرمین نے اپنی بے چینی ایک جملے میں کہہ ڈالی۔

"انٹرویو۔" وہ کچھ سوچتے ہوئے سامنے پڑے صوفے پر ڈھے گئی۔ "بس ٹھیک ہی رہا۔"

"کیا مطلب؟" شرمین نے گہری نظروں سے اس کی مایوس آنکھوں میں دیکھا اور کوئی نتیجہ اخذ کرنے کے بجائے چہرے پر سوالیہ نشان سجا لیا۔

"مطلب یہ ہے کہ بس سو سو رہا انٹرویو۔ میں شاید بہت فضول بول گئی تھی۔"

شولڈر بیگ ایک طرف ڈال کر اُس نے پاؤں اُوپر رکھتے ہوئے ہاتھ سے بکھری لٹوں کو سمیٹ کر کان کے پیچھے کیا اور دھیمے لہجے میں کہا۔

"انٹرویور کون تھا۔ سلمان انکل یا کوئی اور ___؟" شرمین نے استفسارانہ نظریں اس پر جمائیں۔

شرمین کے سوال پر سمعان گردیزی کا سراپا اُس کے تصور میں در آیا۔

"پتا نہیں وہ کون تھا۔ مگر بہت مشکل سوال کیے تھے اُس نے۔"

"تمہارے مطلب، کوئی ینگ شخص تھا؟"

"ہوں۔" اُس نے سر ہلا دیا تو شرمین اُٹھ کر اس کے پاس آ بیٹھی۔

"مایوس ہو رہی ہو؟" نرمی سے اُس کا ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے وہ محبت سے پوچھ رہی تھی۔

"نہیں تو۔" وہ قصداً مسکرائی۔

"پھر اُداس کیوں لگ رہی ہو؟"

"میرا خیال ہے، میں ہمیشہ سے ایسی ہی لگتی ہوں۔" اس کا لہجہ بجھا بجھا سا تھا۔

"یعنی اُداس؟" شرمین نے برجستہ کہا۔

"ارے نہیں۔ اُداسی وغیرہ کیا۔ بس ہم پر تو ہمیشہ ایک ہی موسم غالب رہتا ہے خاموشی اور خدشوں کا موسم۔" اُس کا انداز گہری سنجیدگی لیے ہوئے تھا۔

شرمین کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے وہ اپنے مخصوص لہجے میں غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے کہہ رہی تھی۔ شرمین چند ثانیے خاموش رہی پھر توقف کر کے بولی۔

"کوئی بھی موسم ہمیشہ کے لیے نہیں ہوتا۔ وقت کے ساتھ ساتھ ہر موسم بدل جاتا ہے زینیا۔ بس انسان

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کو اپنے اندر خوشی قبول کرنے کی جس کو ختم نہیں ہونے دینا چاہیے۔ اپنی ول (Will) زندہ رکھنی چاہیے ہر حال میں۔"

ہمیشہ کی طرح زندگی اور اُمیدوں کے چراغ سے منور لہجہ شرمین اس کی سماعتوں کو بخش رہی تھی۔ زمین نے سادہ سے نظروں سے اُسے دیکھا اور کندھے جھٹک کر مسکرا دی۔

"ارے بھئی، ایک ذرا سی بات پر تم نے تو فلسفے کا دفتر ہی کھول لیا۔" وہ لہجہ بدل کر بولی تھی۔ شرمین نے قدرے تعجب اور تیکھی نظروں سے اُسے دیکھا۔

"اب اُٹھ کر کچھ کھانے وغیرہ کا بھی بندوبست کرو گی یا یونہی بھوکا مارو گی مجھے؟" وہ شرمین کو دھکیلتی صوفے سے اُٹھی اور پاس پڑے کورٹ شوز پیروں میں پہن لیے۔

"دے رہی ہوں کھانا بھی۔ صبر کرو ذرا۔ میں نے بھی یونیورسٹی سے آکر کچھ نہیں کھایا ہے۔" وہ دونوں ساتھ ہی کچن میں چلی آئیں۔

"امی جی نے کھا لیا کھانا۔۔۔؟" مائیکروویو اوون میں کھانا گرم کرتے ہوئے زمین کو خیال آیا تو فوراً پوچھا۔

"ہاں تمہارے آنے سے کچھ دیر پہلے ہی سمیر کے ساتھ کھانا کھایا تھا۔"

شرمین نے میز پر برتن رکھتے ہوئے سرسری انداز میں بتایا۔

"اوہ۔ تو اس کا مطلب ہے سمیر آج ۔۔۔ گھر پر ہی تھا۔" وہ خاصی متعجب تھی۔

"ہاں سوئے اتفاق۔" شرمین اُس کی بات سن کر تلخ اور استہزائیہ انداز میں بولی۔

"چلو آؤ بھئی۔ کھانا شروع کرو۔ کس مراقبے میں ہو؟" اسے گم سم دیکھ کر شرمین نے بآوازِ بلند پکارا تو وہ چپ چاپ کرسی کھسکا کر بیٹھ گئی۔ مگر ذہن اب سمیر کی طرف منتقل ہو چکا تھا۔

"کوئی بات ہوئی تمہاری سمیر سے؟" اُس کے سوال پر شرمین کا ہاتھ رُک گیا۔

"بے کار سوال ہے۔ بھلا ہم دونوں سے بات کرنا بھی گوارا کرتا ہے۔ ابھی کی بحث میں امی جی نے اسے ہم دونوں کے خلاف بھی یوائزن کر دیا ہے۔" کانٹا واپس پلیٹ میں رکھتے ہوئے شرمین تلخی سے بولی ۔۔۔ زمین خاموشی سے میز کھرچنے لگی۔

"اب کس سوچ میں پڑ گئی ہو، کھانا شروع کرو۔ پھر اندر چل کر مجھے تفصیل بتانا کہ انٹرویو میں کیا کیا سوال ہوئے۔" اُس کا شانہ ہلا کر شرمین نے کہا۔

"تم کیا کرو گی ساری تفصیل پوچھ کر؟" وہ بھی سر جھٹک کر کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی۔ اور تھوڑے سے چاول، کباب کے ساتھ پلیٹ میں نکالتے ہوئے دھیمے سُروں میں پوچھا۔

"بس یونہی۔ معلومات میں اضافہ کروں گی اپنی۔۔۔ ویسے بھی ہو سکتا ہے کبھی مجھے اس کی ضرورت پڑ جائے اور تمہاری طرح میں بھی کسی جگہ انٹرویو کے لیے جاؤں۔" بات کا رُخ بدلنے سے ماحول کا بوجھل پن ختم ہو گیا تھا۔

"اور میری طرح مایوس لوٹائی جاؤں۔" وہ برجستہ بولی۔

"جی نہیں، ایسا نہیں ہوگا۔۔۔ میں شرمین یاور خان ہوں، مجھے نظر انداز کرنا قطعی آسان نہیں۔" شرمین کے سنجیدہ لہجے میں غرور نہیں بلکہ یقین بول رہا تھا۔ وہ یونہی سر اُٹھا کر اسے دیکھنے لگی، جبھی شرمین بے اختیار کہہ اُٹھی۔

"بلکہ نظر انداز تو تمہیں کرنا بھی آسان نہیں زمین یاور۔"

جانے اس کی آنکھوں اور چہرے پر کیا تحریر تھا کہ شرمین کہے بنا نہ رہ سکی۔ اس کی بات پر ایک بے ساختہ مسکراہٹ نے زمین کے لبوں کا احصار کر لیا۔

"واقعی؟" اُس نے گلاس لبوں سے لگاتے ہوئے شوخی سے پوچھا تو شرمین نے سر ہلانے میں ذرا تاخیر نہ کی۔

"تھینک یو سو مچ۔" وہ کرسی دھکیل کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"کیا ہوا؟۔ اتنی جلدی کھانا کھالیا؟" شرمین متحیر تھی۔

"ہاں۔ بس دل نہیں چاہ رہا۔"

اور اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتی۔ کال بیل بج اٹھی۔

"کون ہوسکتا ہے؟" نظروں ہی نظروں میں دونوں نے ایک دوسرے سے سوال کیا، جواب ندارد۔

"میں دیکھتی ہوں۔" زمین کچن سے باہر نکل آئی۔

بیل جس مستقل مزاجی سے بجائی جا رہی تھی اس سے بھی اندازہ ہو رہا تھا کہ نووارد بہت عجلت میں ہے۔

"جلدی جاؤ، لگتا ہے لب دم ہے مسافر۔" شرمین نے ہانک لگائی۔

وہ مسکراتی ہوئی جلدی جلدی لاؤنج کراس کر کے باہر نکلی۔ پورٹیکو کی روش سے گزرتے ہوئے اسے لاؤنج میں گونجتی آواز سنائی دے رہی تھی۔

"کون ہے؟" گیٹ کھولنے سے پہلے اس نے پوچھا۔ اور جواب نہ پاکر گیٹ تھوڑا کھول دیا۔

"آپ۔؟"

● ● ●

باہر کھڑے ایزد ہمدانی کو دیکھ کر وہ قدرے حیران ہوئی۔

"السلام علیکم۔"

ایزد نے فارمل انداز اختیار کیا ہوا تھا۔

"وعلیکم السلام۔" وہ دھیرے سے بول کر سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگی۔ جبھی وہ بولا۔

"ان فیکٹ یاور انکل نے مجھے گرین فائل لانے کے لیے بھیجا ہے۔ آپ کا فون شاید بزی ہے۔"

اس نے تھوڑی دیر رک کر خاموش کھڑی زمین کو دیکھا۔

"نہیں فون تو بزی نہیں ہے ہمارا۔ شاید خراب ہو گا۔" اس نے فوراً جواب دیا۔

"بہرحال۔ آپ پلیز مجھے وہ گرین فائل لا دیں۔" وہ شاید بہت عجلت میں تھا تیزی سے بولا۔

"جی ابھی لائی۔"

وہ جلدی سے کہہ کر آگے بڑھی، پھر کچھ یاد آنے پر دوبارہ اس کی طرف رخ پھیرا جو جانے کیا سوچتے ہوئے جوتے کی نوک سے زمین کھرچ رہا تھا۔

"کون سی فائل کہی تھی آپ نے؟"

وہ متذبذب سی پوچھ رہی تھی۔ دراصل وہ اس کی اچانک آمد پر حیران ہو رہی تھی جب ہی ٹھیک سے سن نہیں سکی۔

"گرین فائل۔ پراپرٹی والی۔" ایزد نے چونک کر سر اٹھایا اور قدرے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جی۔ میں تلاش کر کے لاتی ہوں۔ آپ جب تک اندر تشریف رکھیے۔"

اس کے روکھے انداز کے باوجود وہ بڑی متانت سے بولی۔

"نہیں شکریہ۔ میرے پاس اس وقت اتنی فرصت نہیں ہے۔ بہت ارجنٹ کام نہ ہوتا تو یہاں آنا بھی نہیں۔ انکل کل خود فائل لے آتے۔"

وہ اپنے مخصوص رکھائی سے بھرپور لہجے میں کہہ رہا تھا۔ خفت اور خجالت سے اس کا چہرا سرخ پڑ گیا۔ بہت کچھ جتانے والا انداز تھا ایزد کا۔ اسے اس کا یہ اہانت آمیز لہجہ ناگوار گزرا۔

"کون ہے زمین؟" شرمین اس اثنا میں باہر آگئی تھی۔

وہ خاموشی سے لان کی نرم گھاس پیروں تلے روندتی شرمین کی طرف چلی آئی۔

"ایزد ہمدانی صاحب ہیں۔ ابو نے پراپرٹی والی گرین فائل منگوائی ہے۔"

ایزد کے نام پر شرمین کے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں۔

"انہیں بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ ابی فون کر دیتے، میں نذیر کے ہاتھ بھجوا دیتی۔"

شرمین نے ملازم کا نام لے کر کہا۔ ایزد کو شاذونادر ہی ابی گھر میں کسی کام سے بھیجتے تھے۔ اس لیے وہ دونوں اس کے لہجے کی کڑواہٹ اور ترشی سے خائف رہتی تھیں۔

"شاید فون خراب ہے ہمارا، ابی نے ٹرائی کیا تھا، انگیج ملا انہیں۔ بہرحال تم امی جی سے پوچھو فائل کے بارے میں، میں اسٹڈی میں دیکھتی ہوں۔" وہ شرمین کی ناگواری محسوس کرنے کے باوجود رسانیت سے بولی۔

"نہیں۔ میں امی جی سے بات نہیں کروں گی، تم جا کر خود ان سے معلوم کرلو، میں اسٹڈی میں دیکھ لیتی ہوں۔" شرمین قطعیت سے دو ٹوک انکار کر کے اسٹڈی کی طرف بڑھ گئی۔

ناچار اسے اوپر امی جی کے بیڈروم کی طرف جانا پڑا۔

"آجاؤ۔" اس کے دستک دینے پر اندر سے آواز آئی۔

امی جی کی مخصوص بیزارکن آواز پر وہ چند ساعتوں کے لیے باہر ہی رک گئی۔ پھر دھیرے سے دروازہ کھول کر اندر چلی آئی۔

"کیا بات ہے؟" وہ بیڈ پر نیم دراز اپنی نظروں کے فوکس میں اسے لیے ہوئے استفسار کر رہی تھیں۔

"وہ دراصل ایزد ہمدانی صاحب آئے ہیں۔ پراپرٹی والی فائل منگوائی ہے ابی نے۔"

اس نے دھیرے سے ساری بات بتادی۔ خیال تو یہی تھا کہ پہلے انہیں سلام کرے گی مگر انہوں نے مہلت نہ دی اور سوال داغ دیا سو اسے بھی جواب دینا پڑا۔

"مجھے کیا معلوم، کہاں ہیں اُن کی فائلز۔ میں کوئی سیکرٹری لگی ہوں اُن کی۔" حسب سابق وہ چڑ گئی ہوگئی تھیں۔

"مجھے بھی پتا نہیں ہے۔ اسی لیے آپ سے پوچھنے آگئی تھی۔" وہ نظریں جھکائے ہوئے خفت سے بولی۔

"کہہ دو جا کر نہیں ہے یہاں کوئی فائل۔ خود دیکھا کریں اپنی چیزیں، میرے پاس اتنی فرصت نہیں کہ فضول کاموں میں ہلکان ہوتی پھروں۔"

وہ تو اُن کے پاس آکر پچھتا رہی تھی، جانے کتنے دنوں کا غبار نکل رہا تھا ان کا۔

"اور ایزد کو بھیجنے کی بھلا کیا ضرورت تھی۔ ذرا خیال نہیں انہیں کہ گھر میں صرف لڑکیاں موجود ہیں۔ جس کو دل چاہتا ہے، اُٹھا کر بھیج دیتے ہیں۔ یہ گھر ہے یا سرائے؟"

وہ اُن کے غصے کا اصل محرک جاننے سے قاصر تھی سو یونہی خالی نظروں سے انہیں دیکھتی رہی۔

"مگر اُن کے لیے تو سرائے ہی ہے، یہاں سے کیا ان کا جڑا نہیں گھر آنے کا خیال ہو۔ دیکھ لینا رات سے پہلے نہیں لوٹیں گے وہ۔ اور جب آئیں گے تو اٹکوائری شروع کر دیں گے میری۔"

وہ مخاطب تو بظاہر اس سے ہی تھیں مگر انداز بڑبڑانے والا تھا۔

وہ تردید یا تائید میں بھلا کیا کہتی کہ یہ تو تقریباً روز کا معمول تھا۔ ابی اور امی جی کے درمیان جو خلیج حائل تھی، اُس کا اندازہ سب کو بخوبی تھا۔ شاید اس لیے کہ ان دونوں نے اپنے مابین موجود ناراضگیوں اور رنجشوں کو مخفی رکھنے کی کبھی کوشش ہی نہیں کی تھی۔

"کیا ہوا ثمین، کیا فائل مل گئی؟" شرمین خالی ہاتھ کمرے میں داخل ہوئی اور سوال کر ڈالا۔ گویا اسٹڈی میں وہ موجود نہ تھی۔

"نہیں۔" وہ پلٹ کر مختصراً بولی۔

شرمین نے نظروں ہی نظروں میں بگڑے تیور لیے بیٹھی امی جی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سوال

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کیا انہیں کیا ہوا ہے؟"

"پتا نہیں۔" جواباً اس نے شانے اچکا دیئے اور امی جی کی طرف رُخ پھیرا۔

"آپ مجھے لاکر کی چابیاں دے دیں، میں اس میں دیکھ لیتی ہوں۔"

"نہیں ہے اس میں بھی، تم جا کر بتا دو اُن کے قاصد کو۔" اس کی بات پر وہ بھڑک گئی تھیں۔

"مگر ایک بار چیک کر لینے میں کیا حرج ہے؟" شرمین سے رہا نہ گیا تو فوراً بولی، شاید جانتی تھی کہ امی جی محض ابی کو زچ کرنے کے لیے منع کر رہی ہیں۔

"شرمین۔" امی جی نے اسے تادیبی اور تنبیہی نظروں سے گھورا۔ "اپنے کام سے کام رکھا کرو سمجھیں۔ جب کہہ دیا کہ نہیں ہے لاکر میں فائل تو پھر بحث مت کرو اور جاؤ کہہ دو جا کر جو میں نے تم سے کہا ہے۔"

وہ آنکھوں پہ بازو رکھ کر لیٹ گئیں۔ گویا سگنل تھا کہ اب جاؤ۔ مزید بحث کی گنجائش نہیں تھی۔

"چلو۔" نرمین اس کا بازو پکڑ کر باہر لے آئی۔

"مجھے یقین ہے، فائل موجود ہے لاکر میں مگر امی جی محض۔" شرمین باہر آتے ہی دبے دبے لہجے میں غصے سے بولی۔

"پلیز شرمین۔ تم کچھ مت بولا کرو۔" وہ اس کی بات کاٹ کر منت سے بولی۔

"کیوں نہ بولوں۔ وہ دونوں بلاوجہ برسرِ پیکار رہتے ہیں۔"

"یہ ان دونوں کا آپس کا معاملہ ہے۔" وہ سیڑھیاں اترتے ہوئے یوں بولی جیسے اس بات سے اس کا کوئی سروکار ہی نہ ہو۔

"نہیں۔" شرمین نے اس کا بازو جھٹکے سے پکڑتے ہوئے اس کا رُخ اپنی جانب پھیرا۔

"یہ ہمارے گھر کا معاملہ ہے نرمین یاور اور میں تمہاری طرح کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر آنکھیں موندے حقیقت سے فرار نہیں حاصل کرنا چاہتی۔"

شرمین درحقیقت سخت برافروختہ ہو رہی تھی۔ متاسف اور آزردہ تو وہ بھی تھی مگر نرمین کے سامنے خود کو کمپوز رکھنا اس کی مجبوری تھی۔

"جب ہم منظر بدلنے پر قادر نہیں تو نگاہ پھیر لینے کے علاوہ اور کیا کر سکتے ہیں؟" وہ تھکے اور اکتائے ہوئے انداز میں کہہ کر اسے دیکھنے لگی جو اس وقت سخت جلال میں تھی۔

"تم اسے نگاہ پھیر لینا کہتی ہو جب کہ میں اسے نگاہ چرانے کے مترادف سمجھتی ہوں نرمین یاور۔"

شرمین ہمیشہ کی جذباتی تھی، اس وقت بھی سخت جھنجلاہٹ اور کوفت کا شکار تھی۔ امی جی اس اس ترش روئی اور صاف گوئی سے خائف رہتی تھیں۔ شاید اسی لیے ابی اس کی بات کو اہمیت دیا کرتے تھے، وہ تھی ہی ایسی، صحیح کو صحیح کہہ کر ڈٹ جانے والی، سامنے کوئی بھی ہو۔

جب کہ نرمین اپنی فطری خاموش طبعی اور حالات کے باعث پیدا شدہ بزدلی کی وجہ خاموشی اختیار کیے رہتی تھی، اسی لیے ابی اور امی جی دونوں اس کے معاملے میں ہمیشہ کوتاہی ہی برتتے تھے۔

یہاں بھی شرمین ہی اس کے کام آیا کرتی تھی ورنہ وہ تو خود اپنے لیے کچھ نہیں کہہ پاتی تھی۔

"پلیز شرمین، ریلیکس ہو جاؤ۔ ہو سکتا ہے امی جی ٹھیک ہی کہہ رہی ہوں، ابی واقعی کہیں اور فائل رکھ کر بھول گئے ہوں۔" وہ نرم لہجے میں اسے سمجھا رہی تھی۔

"حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ یہ بات تم بھی جانتی ہو اور میں بھی۔" شرمین اسے ٹوک گئی۔

اسی اثنا میں ڈور بیل دوبارہ بلکہ سہ بارہ بج اٹھی۔

"چلو جا کر ان موصوف کو یہ مژدہ سناؤ۔ پھر جب ابی آ کر طوفان کھڑا کریں تو کمرے میں بیٹھی کانپتی رہنا۔" شرمین اسے سخت نظروں سے دیکھتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

اس کا دل چاہا، اسے روک لے مگر وہ اس وقت سخت بھنائی ہوئی تھی، اس سے کچھ کہنا فضول تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اوہ خدایا۔" وہ گہری سانس بھر کر چند ثانیے لاؤنج میں رُکی۔ پھر الفاظ ترتیب دیتے ہوئے باہر نکل آئی۔

ایزد ہمدانی گیٹ کے باہر سخت برافروختہ کھڑا تھا۔ اسے دیکھتے ہی غضبناک ہو اٹھا کیونکہ اس کے ہاتھ خالی تھے۔ جب کہ وہ اتنی دور سے ایک اہم میٹنگ کوئز کروا کر آیا تھا۔

"ان فیکٹ امی جی کو لاکر کی چابی نہیں مل رہی اور فائل لاکر میں ہی ہے۔"

وہ یوں نظریں جھکا کر مجرمانہ انداز میں بولی کہ ایزد کا ٹمپر بالکل ہی لوز ہو گیا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟ میں یہاں یہ معذرتی کلمات سننے آیا ہوں۔" وہ بالکل ابی کا پرتو تھا۔ سیکنڈوں میں قہر برسانے لگا۔

"دیکھیے۔ میں کیا کر سکتی ہوں جب کہ چابی ہی موجود نہیں۔"

وہ اس کے غصیلے انداز سے گھبرائی تھی۔ سخت گیر، ترش رو لوگوں سے اسے ہمیشہ خوف محسوس ہوتا تھا، جبھی وہ ابی سے بھی دور دور ہی رہتی تھی۔

"یہ میرا نہیں آپ کا مسئلہ ہے سمجھیں آپ۔ میں جا کر انکل کو بتاتا ہوں، وہ خود ہی نبٹ لیں گے اس مسئلے سے۔" وہ تند نظروں سے دیکھتا رخنت اور رعونت بھرے لہجے میں اُسے سخت سست سناتا ہوا اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ وہ تھکے تھکے انداز میں دروازہ بند کر کے اندر چلی آئی۔

اسکول سے واپسی پر ویسے ہی تھکن ہو رہی تھی۔ اگر ایزد نہ آتا تو وہ جا کر اب تک سو بھی چکی ہوتی۔ اس نے شرمین کے کمرے میں جھانکا، وہ تکیے میں سر منہ لپیٹے لیٹی تھی سو وہ اسے ڈسٹرب کیے بغیر اپنے کمرے میں آ گئی۔

"اب کیا ہو گا؟" کی گردان نے سخت پریشان کر رکھا تھا۔

یہ تو طے تھا کہ شام کو ابی نے گھر آ کر ایک ہنگامہ کھڑا کر دینا تھا اور شاید اسی لیے امی جی نے قصداً یہ حرکت کی تھی۔ سو وہ دل ہی دل میں بہت سہمی ہوئی اور ہراساں تھی۔

گو کہ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ بچپن سے یہ سب کچھ تو وہ دیکھتی آ رہی تھی مگر ہر بار اس کے اندر اتنا ہی خوف جنم لے لیتا تھا جتنا کہ بچپن میں ڈر پیدا ہوتا تھا۔

اس وقت تو وہ کم سن تھی لہٰذا ڈر جاتی تھی مگر اب جب کہ وہ باشعور لڑکی تھی، اب بھی ایسی باتوں پہ اس کا دل خزاں رسیدہ پتے کی مانند کانپتا تھا۔

وہ سمیر نہیں تھی کہ "Who cares" کہہ کر شانے اچکاتی، اِدھر سے اُدھر ہو جاتی۔ وہ شرمین بھی نہیں تھی کہ غصے سے بک جھک کر اپنا غبار نکال لیتی۔

وہ زرمین یاور خان تھی جسے لمحے لمحے خدشوں کا عفریت ڈراتا تھا۔ وہ کچھ کہتی نہیں تھی کہ اتنی جرأت ہی نہیں تھی اس کی مگر سب کچھ دیکھتے ہوئے خود کو سب باتوں سے علیحدہ رکھ کر مضبوط بھی نہیں بنا سکتی تھی۔

بچپن سے جو خوف اس کے اندر کنڈلی مارے بیٹھا تھا، وہ آج بھی اس پہ حکمران تھا۔

● ● ●

"سنو زوہا۔ میں تمہارے ساتھ گھر نہیں جا رہی۔" وہ دونوں پوائنٹ کی طرف بڑھ رہی تھیں کہ اس نے بڑے سکون سے اعلان کیا۔

"ہا۔ نہیں۔ دماغ تو درست ہے تمہارا؟" زوہا پہلے سٹپٹائی پھر قدرے گھور کر اسے دیکھا۔

"جی ہاں۔ بالکل درست ہے۔" جواباً وہ بھی شعلہ بار نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"پاگل ہوئی ہو۔ گھر نہیں جانا تو کہاں جانا ہے تمہیں؟" زوہا اس نئی افتاد پہ بوکھلا رہی تھی۔

"دادا جان کے ہاں جا رہی ہوں میں۔ تم امی اور دادی کو بتا دینا۔"

اس کا اطمینان قابلِ دید تھا، مزے سے چیونگم چباتے ہوئے اس نے یوں کہا جیسے یہ کوئی بات ہی نہ ہو جب کہ گھر سے بتا کر بھی نہیں آئی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"پلیز صبیحہ فضول باتیں مت کرو اور میرے ساتھ گھر چلو۔" اُس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑتے ہوئے زوہا نے قطعیت سے کہا۔

"نہیں۔" اُس نے ہٹ دھرمی سے ہاتھ چھڑا لیا۔

زوہا نے غصیلی نظروں سے تنگ کر اُسے دیکھا۔

"میں شام کو آجاؤں گی دادا جان سے مل کر۔ تم پلیز امی کو سمجھا دینا۔"

اب کے ذرا وہ نرم لہجے میں بولی مگر زوہا یونہی کھڑی تھی لال بھبھوکا چہرا لیے جیسے اسے سن ہی نہ رہی ہو۔

"سن رہی ہو ناں؟" اُس نے زوہا کا شانہ ہلایا۔

"نہیں۔" وہ بھی اُسی کی طرح ہٹیلے پن سے بولی۔

"فار گاڈ سیک زوہا۔" لمحے بھر میں وہ سنجیدہ ہوگئی۔

زوہا نے اسے دیکھا تو پسپائی اختیار کرنے کے علاوہ کوئی راستا نظر نہیں آیا مگر پھر بھی ایک اور کوشش کرتے ہوئے اسے سمجھانے لگی۔

"تم بعد میں آجانا صبی۔ بھیا یا بھابی کے ساتھ بلکہ چچا جان خود تمہیں لے آئیں گے۔ اس وقت گھر چلو کیونکہ تم نے کسی کو گھر پہ بتایا بھی نہیں ہے۔"

"تو تم بتا دینا۔" اُس کا اطمینان ہنوز وہی تھا۔

"پھر وہی بات۔" زوہا بھنا گئی۔ "تنہا جانا ٹھیک نہیں لگتا، تم گھر چلو، بعد میں تمہیں کوئی ڈراپ کر دے گا۔" غصہ تو اسے بہت آیا مگر پھر بھی نرمی اختیار کی کیونکہ صبیحہ ذرا ٹیڑھی کھیر تھی۔ یوں بھی وہ یونیورسٹی میں موجود تھیں لہٰذا خود پہ کنٹرول کرنا پڑ رہا تھا۔

"اکیلی تو میں ہمیشہ ہی آتی تھی زوہا۔ آج کیا کوئی خاص بات ہے۔ یوں بھی دادا جان کے ہاں میرے علاوہ کون جانا چاہتا ہے؟" وہ آزردگی سے بولی۔

زوہا نے خفیف ہو کر نظر جھکا لی، وہ بھی تو اوروں کی طرح دادا جان کے یہاں جانے سے کتراتی تھی۔ اور اب تو فرہاد کی وجہ سے یوں بھی جانے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔

بقول صبیحہ "فرہاد کے چوبیس گھنٹوں میں سے چودہ گھنٹے تو دادا جان کی طرف ہی گزرتے تھے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر۔"

"اگر مگر کچھ نہیں۔ بس تم امی کو بتا دینا۔"

زوہا کو تذبذب میں دیکھ کر اُس نے جلدی سے کہا اور پھر مسکرا کر شوخی سے اسے دیکھتے ہوئے قدرے نزدیک آکر بولی۔

"البتہ تمہیں اگر کوئی پیغام دینا ہو تو بتا دو، میں پہنچا دوں گی۔" بڑا فراخدلانہ انداز تھا اُس کا، زوہا بمشکل مسکراہٹ ضبط کر سکی۔

"کوئی ضرورت نہیں مجھے کچھ کہنے کی، سمجھیں۔"

غصے کے اظہار کے طور پر اُس نے ماتھے پر شکنیں ڈال لیں تو صبیحہ ڈھٹائی سے ہنس پڑی۔

"چچ۔ چچ۔ بڑے افسوس کی بات ہے، وہ بے چارے تمہارے عشق میں سچے فرہاد بنے جا رہے ہیں اور تم ہو کہ کوئی پرواہ ہی نہیں اُن کی۔ ٹھیک ہے ملیں گے تو کہہ دوں گی کہ چھوڑیں تم جیسی فضول لڑکی کو، ہزاروں اچھی اور خوبصورت لڑکیاں۔"

"چپ کرو تم بی جمالو۔"

اُس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی زوہا نے اُس کے ماتھے پر بکھری شرارتی لٹیں بے دردی سے کھینچ ڈالیں تو اُس کی زبان کو بریک لگ گئے۔

"سوچ لو، مجھ سے بیر لے کر تم اچھا نہیں کر رہیں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ مسکراتے ہوئے سر جھٹک کر چڑانے کے لیے بولی تو زوہا کا دل چاہا سر پیٹ لے۔ خوامخواہ کی کمزوری ہاتھ آگئی تھی اس کے۔ سارا دن فرہاد کا نام لے لے کر زندگی آزار بناتی رہتی تھی۔ اگر زوہا کچھ کہہ دیتی تو غضب ہو جاتا تھا۔

"دفع ہو تم۔ جاؤ جہاں جانا ہے۔ بھگتنا پھر شام کو واپسی پر۔ بھابی جان ایسی کلاس لیں گی کہ نانی یاد آجائیں گی۔" زوہا جھلاہٹ سے تمتماتے چہرے سمیت بولی۔

"خیر نانی کو تو ہم بعد میں یاد کریں گے، فی الحال دادا جان سے شرفِ ملاقات حاصل کر لیں۔" فائل بیگ میں ٹھونستے ہوئے اُس نے لاپروائی سے کہا۔

زوہا سوائے بے چارگی سے گھورنے کے کچھ کر نہیں سکتی تھی۔ اسی اثناء میں پوائنٹ بھی آگیا۔

"تم کہو تو صرف سلام کہہ دوں تمہارا؟" وہ اسے چھیڑنے سے باز نہیں آرہی تھی۔

"کوئی ضرورت نہیں۔" زوہا کا موڈ اب واقعی آف ہو چکا تھا۔

"دادا جان کو بھی نہیں ہو؟" معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائیں تو زوہا کا کرارا ہاتھ ساری معصومیت ہوا کر گیا۔

واۓ دیوانگیٔ جوشِ جنوں
کبھی پتھر کبھی سر یاد آیا!

جواب میں اُس نے اپنے مخصوص لب و لہجے میں شعر پڑھا تو زوہا مسکراہٹ دباتے ہوئے بظاہر مایوسی سے سر ہلاتے ہوئے پوائنٹ میں سوار ہو گئی۔

● ● ●

ابی کی غیض و غضب سے بھری آواز سن کر وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ کمرے کا دروازہ بند ہونے کے باوجود ان کا قہر برساتا لہجہ اس کی سماعتوں کو جھلسا رہا تھا۔

لمحے بھر کے لیے تو اسے سمجھ ہی نہیں آیا کہ ہو کیا رہا ہے پھر کھڑکی پر نظر پڑی تو اترتی شام کو دیکھ کر دن کا تمام منظر آنکھوں میں آ کھڑا ہوا۔

"اوہ کیا ابی آگئے؟"

بکھرے بال سمیٹ کر سہمی ہوئی نظروں سے اس نے دروازے کی جانب دیکھا۔

ابی کا غصیلا لہجہ اور امی جی کی طیش سے بھری آوازیں اُس کے اندر سراسیمگی پیدا کر رہی تھیں۔

یقیناً فائل والی بات پر دونوں میں تکرار ہو رہی تھی۔

ایک لمحے کو اُس نے سوچا، اُٹھ کر باہر جائے مگر ہمت جواب دے گئی۔

گو کہ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ ہمیشہ سے ہی ابی اور امی جی کی کبھی نہیں بنی تھی۔ شعور کی سیڑھیوں پر قدم رکھتے ہی شرمین اور نرمین کے اذہان اس صورتحال سے واقف ہو گئے تھے۔ اور پھر سارا بچپن اس کشیدگی کے سائے میں پروان چڑھا تھا۔

مگر اب بھی امی جی اور ابی کے اختلافات اسے اسی طرح خوفزدہ اور ہراساں کر دیتے تھے جیسے کہ سالوں پہلے بچپن میں وہ سہم جاتی تھی۔

"ارے تم اُٹھ گئیں؟" وہ ہاتھوں میں سر تھامے بیٹھی تھی کہ شرمین دروازہ کھول کر اندر چلی آئی۔

"ہوں۔" اُس نے سر اُٹھا کر گلابی ہوتی آنکھوں سے اُسے دیکھا۔

"ظاہر ہے جب صورِ اسرافیل پھونکا جائے تو بھلا مردے کیسے سوئے رہ سکتے ہیں؟"

شرمین کے کاٹ دار اور متاسف لہجے اور طنزیہ جملے پر وہ لب کاٹنے لگی۔ اپنے ہی سوال کے جواب پر وہ استہزائیہ ہو گئی تھی۔

"کیا ہوا؟" اُس نے جرأت کر کے پوچھ لیا۔

"کچھ ایسا خاص نہیں۔ روٹین کی کارروائی مکمل ہو رہی ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بظاہر شرمین بہت نارمل انداز میں بولی تھی۔ مگر وہ جانتی تھی کہ اس کے اندر اس وقت کتنے گرداب بن رہے تھے۔ درونِ دل زبردست طوفان آیا ہوتا تو بھی وہ یونہی ساکت سمندر کی مانند نظر آتی تھی۔ پُرسکون اور مطمئن۔

"فائل مل گئی کیا؟" اُس نے شرمین کا لہجہ اور جملہ نظرانداز کرتے ہوئے دریافت کیا۔

"ہاں مل گئی۔"

"کہاں سے؟"

"وہیں۔ لاکر میں سے۔" طنز بھری مُسکراہٹ شرمین کے لبوں پر آٹھہری تھی۔

"اوہ۔" وہ افسردہ ہوگئی۔

گو کہ اسے بھی یقین تھا کہ اتی جی کا مقصد صرف ابی کو زچ کرنا ہے اسی لیے انہوں نے فائل چھپا لی تھی مگر ساتھ ہی دل میں یہ خواہش بھی تھی کہ کاش یہ بات غلط ثابت ہو جائے۔

"کمال ہے تم تو یوں متاسف نظر آ رہی ہو جیسے تمہیں یہ سُن کر حیرت ہوئی ہو۔"

شرمین کی آنکھوں میں نمی اور لبوں پر تمسخر بھری مُسکراہٹ تھی۔ وہ اُسے دیکھ کر جانے کیوں بکھرنے لگتی تھی۔

اُسے دُکھ اور ملال کے اظہار کے لیے اس کا بھی اپنا ہی طریقہ تھا۔ خود کو جھٹلاتی، اپنے آنسوؤں کی نفی کرتی اور زمین کے سامنے اپنا دل جلاتی تھی۔

"پلیز شرمین۔ ایسے لہجے میں بات مت کیا کرو۔" وہ ملتجی ہوئی۔

"کیوں؟" اب کے وہ باقاعدہ ہنسی۔

آزردگی اور شکستگی سے بھری اُس کی کھوکھلی ہنسی زمین کا درد بڑھا دیتی۔

"اپنے اوپر اتنے خول مت چڑھاؤ شرمین، خود سے بچھڑ جاؤ گی۔"

شرمین کا ہاتھ پکڑ کر وہ رو دی تو ایک ثانیے کے لیے شرمین بھی جیسے منجمد ہوگئی مگر اگلے ہی لمحے اُس نے خود کو سنبھالا اور اپنے ہاتھ پر رکھے زمین کے ہاتھ پر دھیرے سے دباؤ ڈال کر اس کا چہرا اوپر کی طرف کیا۔

"پلیز زمین یہ آنسو صاف کرو، میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

اس کے آنسوؤں سے وہ پگھل جاتی تھی ورنہ ایسی کٹیلی باتیں کر کے اپنا کتھارسس کرنا اس کی عادت اور اب تو مجبوری بنتا جا رہا تھا۔

"نہ میں خود پر خول چڑھاتی ہوں اور نہ ہی خود سے بچھڑی ہوں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ میں اپنا آپ تلاش کرنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی ہوں۔" شرمین کا انداز کھویا کھویا سا تھا۔

"تم خود بتاؤ زمین یا ور کہ ہم کیا ہیں؟۔ ہمارے والدین ہمیں اپنی اولاد مانتے ہوئے بھی ہماری عزتِ نفس خودی اور ہماری جذباتی ضروریات سے قطعی بے پرواہیں؟ انہیں تمام عمر اپنے اختلافات سے سروکار رہا اور اس سارے کھیل میں ہمارا کیا نقصان ہوا، انہیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ تو ہم بھی رو کر کیوں خود کو کمزور ثابت کرنے کی کوشش کریں؟"

زمین کا شانہ ہلاتے ہوئے وہ سوال پوچھ رہی تھی جس کا جواب زمین کے پاس بھی نہیں تھا۔

"مگر ہمیں اپنی ذات کے ساتھ یہ ظلم نہیں کرنا چاہیے، ہم جو ہیں ویسا نظر بھی آنا چاہیے ہمیں۔ خود کو بظاہر مضبوط ثابت کرنے کی اس کوشش میں اپنا آپ اندر سے کھوکھلا مت کرو۔"

زمین آنسو صاف کر کے جیسے اس سے التجا کر رہی تھی۔

"تمہارے اندر آنسو جمع ہوتے ہیں تو انہیں بہہ جانے دیا کرو شرمین۔ نہیں تو یہ اندر رہ کر وجود کی عمارت کو سیلن زدہ کر دیں گے۔"

وہ شرمین کے اندر جمع ہونے والے لاوے سے ڈرتی تھی جو کسی بھی روز پھوٹ سکتا تھا۔ شرمین

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس کی بات پر یک دم بے حد ملول نظر آنے لگی۔ امی جی اور ابی کی تکرار ابھی تک جاری تھی۔ آوازیں جیسے سماعتوں کا بوجھ بن رہی تھیں۔

"میرے اندر آنسو نہیں ایک سمندر ہے زمین، اسے اندر ہی رہنے دو، اگر یہ باہر آ گیا تو سب کچھ تہس نہس کرتا چلا جائے گا۔" وہ درد میں ڈوبے ہوئے لہجے میں بولی اور پھر بھیگی پلکوں سے زمین کی طرف دیکھا۔ "شاید مجھے بھی۔"

زمین نے اذیت کی شدت سے مغلوب ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔

"ہمیں خود کو بکھرنے نہیں دینا زمین کیونکہ ہمیں سمیٹنے والا کوئی نہیں۔ ہم اگر ٹوٹ کر ریزہ ریزہ بھی ہو گئے تو ہمیں بچانے کوئی نہیں آئے گا۔ سمجھیں۔"

زمین کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑتے ہوئے اس نے کہا تو زمین نے تڑپ کر اسے دیکھا۔

"ہاں۔ ٹھیک کہہ رہی ہوں میں۔ ہمیں خود کو کمپوز رکھنا ہے۔ چاہے کتنا ہی دکھ ہو، خود کو، اپنے حوصلے کو بحال رکھنا ہے۔ اپنے دکھوں کا بھرم رکھنا ہے یعنی۔

وہیں تک آبروئے ضبطِ غم ہے

جہاں تک مسکرایا جا رہا ہے!

یہ جانے زمین کے اشکوں کا کرشمہ تھا یا کچھ اور، وہ واپس اپنے ہمت افزا اور حوصلہ بڑھانے والے لہجے کو بحال کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

زمین نے چند ثانیے حیرت اور خاموشی سے اس کے پل پل بدلتے موڈ کو دیکھا اور پھر اس کے اٹھنے پر خود بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ کتنی جلدی خول چڑھا لیتی تھی شرمین خود پر۔ وہ حیران تھی۔

"تم جاؤ۔ منہ دھوؤ۔ تھوڑا فریش ہو جاؤ، دیکھو تو رو رو کر تم نے اپنی کیا حالت بنالی ہے۔" وہ کمرے سے جاتے جاتے پلٹ کر اسے ہدایت دیتے ہوئے بولی۔

"نہیں پہلے میں ذرا ابی اور امی جی کو دیکھ آؤں۔"

گالوں پہ ٹھہری بوندوں کو انگلی سے صاف کرتے ہوئے اس نے باہر جانے کا قصد کیا تو شرمین نے آگے بڑھ کر اسے روک لیا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ابی یقیناً اسٹڈی میں پناہ لے چکے ہوں گے اور امی جی اپنی خواب گاہ کا دروازہ بند کر کے لیٹ گئی ہوں گی۔ لہٰذا تم زحمت نہ کرو اور اب اپنے گھر کی روایات کو سمجھ لو، ہمیشہ جنگ کے بعد میدانِ کارزار کا یہی نقشہ ہوتا ہے۔ آج کوئی نئی بات نہیں ہوئی ہے۔ تم فریش ہو کر کچن میں آ جاؤ، شام کی چائے اور رات کا کھانا ہمارا منتظر ہے۔"

شرمین نے تیزی اور روانی سے کہتے ہوئے اسے واش روم میں دھکیلا تو اسے امی جی اور ابی کے پاس جانے کا ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔

● ● ●

"انٹرویوز اور بائیو ڈیٹا دیکھنے کے بعد میں نے مس زمین کا سلیکشن کیا ہے بابا۔" وہ سلمان گردیزی کے کمرے میں بیٹھا انہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کرتے ہوئے بتا رہا تھا۔

"ہوں۔" سلمان صاحب نے فائل اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا۔

"یہ قطعی ناتجربہ کار ہیں اور فرسٹ ٹائم ٹیچنگ کریں گی مگر مجھے یقین ہے کہ یہ خود کو منوا لیں گی آئی تھنک شی از انٹیلیجنٹ۔"

وہ اپنی پروفیشنل رائے دیتے ہوئے بولا تو سلمان صاحب نے زمین کا بائیو ڈیٹا پڑھتے ہوئے یکدم سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"یہ زمین کون ہے، پہچانے تم۔"

عینک اتار کر ایک طرف رکھتے ہوئے بابا نے اس سے سوال کیا تو وہ قدرے چونکا اور پھر لاعلمی کے اظہار کے طور پہ شانے اچکا کر جواب طلب نظریں ان پہ مرکوز کر دیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"یہ یاور خان یعنی میرے پرانے دوست یاور کی بیٹی ہے۔"

انہوں نے اسے بتایا تو وہ حیرت سے بھنویں اچکا کر رہ گیا جب کہ سلمان صاحب کے چہرے پر پسندیدگی کا رنگ صاف پڑھا جا سکتا تھا۔

"تم نے اچھا کیا اس کا سلیکشن کر لیا۔ واقعی یہ بچی بہت سمجھدار اور حساس ہے۔ ایک حساس ٹیچر علم کے فروغ اور ترسیل کے لیے بے حد موزوں ہوتا ہے۔"

وہ اسے سمجھا رہے تھے اور وہ پاپا کی ایک ایک بات کسی اہم نکتے کی مانند ذہن میں محفوظ کرتا جا رہا تھا۔

"اب تو یاور سے میرے ٹرمز رہے نہیں۔"

"کیوں؟" وہ بے اختیار پوچھ بیٹھا۔ پاپا نے چند ثانیے رک کر اسے دیکھا اور پھر بولے۔

"وہ ٹھہرا ایک لمیٹڈ بزنس مین۔ جب کہ میرے اپنے اصول و ضوابط تھے جن کی تکمیل کے لیے میں نے یہ اسکول قائم کیا تھا سو اس کی اور میری بن نہ سکی البتہ اس کی دونوں بیٹیاں مجھے ہمیشہ اچھی لگتی تھیں خصوصاً یہ ترمین تو بہت معصوم لڑکی ہے۔ آج سے پانچ چھ سال پہلے جب میں کبھی یاور کی طرف جاتا تو یہ بچی ضرور ملتی تھی مجھے۔ ان کی سیڑھیوں پہ اکثر وہ بیٹھی رہتی تھی، کبھی تنہا، کبھی اپنی کتابوں کے ساتھ۔"

سلمان صاحب اتنی محویت سے اس کا تذکرہ کر رہے تھے کہ وہ یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ آج بھی اتنے سال گزرنے کے باوجود اس کا نقش ان کے دل میں موجود تھا۔ ان کی آنکھوں میں پدرانہ محبت اور شفقت تھی اس کے لیے جو کہ ان کے سامنے موجود بھی نہ تھی۔

"واقعی بعض لوگوں میں مقناطیسی کشش ہوتی ہے اور ترمین یاور کا شمار بھی۔"

اچانک رک کر وہ بولے۔

"کیا ہوا، تم کیا سوچنے لگے؟" وہ جانے کیا سوچے جا رہا تھا کہ پاپا نے اسے ٹوک دیا۔

"نتھنگ۔ صرف یہ خیال آ رہا تھا کہ آپ نے انہیں اب تک یاد رکھا ہوا ہے۔"

وہ خود میں بہت جلد لوٹ آتا تھا، ابھی بھی سرعت سے حاضر دماغی کا مظاہرہ کیا۔

"ہاں۔" سلمان صاحب کرسی کی بیک سے سر ٹکا کر مسکرا دیے۔ "وہ بچی مجھے بہت اچھی لگتی تھی بلکہ میں نے اس کے لیے جانے کیا کیا پلان بنا رکھے تھے مگر۔ بہر حال۔" وہ خود کلامی سے نکل کر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"تم نے ترمین کو اپائنٹمنٹ لیٹر بھجوا دیا؟"

"نہیں، ابھی تک تو آپ سے ڈسکس نہیں کیا تھا۔"

"ٹھیک ہے، اب تم اسے فون پر اطلاع دے دو کہ کل سے جوائن کر لے۔ مزید تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔"

"او کے۔" وہ تیزی سے بولے تو وہ مسکرا کر فائل بند کرتا اٹھ گیا۔

"اوکے سر۔" تابعداری سے کہہ کر وہ اپنے آفس کی طرف آیا اور ساتھ والے کمرے میں بیٹھی کوآرڈینیٹر کو ہدایت کی کہ وہ ترمین کے گھر فون کر کے اسے جوائن کرنے کا کہے اور ساتھ ہی اپائنٹمنٹ لیٹر بھی ٹائپ کروا دے۔

● ● ●

علی ولاز پہنچ کر اس نے کال بیل پہ ہاتھ رکھا تو ہٹانے کا نام ہی نہیں لیا یہاں تک کہ خان بابا نے آ کر دروازہ کھول دیا۔

"آہا۔ صہیبہ بیٹی آئی ہے۔ آؤ آؤ۔" خان بابا اس کی آمد پر ہمیشہ خوش ہوتے تھے۔ فوراً راستہ دیتے ہوئے بڑی محبت سے بولے۔

"داجان کہاں ہیں؟" وہ سخت جھنجلائی ہوئی تھی، اندر آتے ہی با آواز بلند پوچھا۔

"اپنے کمرے میں ہیں۔ تم بیٹھو میں بلاتا ہوں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"نہیں، میں ان سے وہیں مل لوں گی۔"

وہ لاؤنج میں رکنے کا ارادہ موقوف کرتے ہوئے خود ہی گیلری کی طرف بڑھی اور پھر کچھ یاد آنے پر ٹھٹھک کر خان بابا کی طرف رخ پھیرا۔

"داجان کی طبیعت کیسی ہے؟" اس کے انداز میں تشویش تھی۔

"ٹھیک ہیں پہلے سے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ان کے دوست بھی آئے ہوئے تھے۔"

خان بابا نے شفقت سے مسکرا کر کہا تو وہ سر اثبات میں ہلا کر داجان کے کمرے میں آ گئی۔

داجان حسب سابق اور حسب توقع راکنگ چیئر پر بیٹھے کسی کتاب کے مطالعے میں محو تھے۔

"ہیلو۔" وہ آہستہ قدموں سے چلتی ان تک پہنچی اور پھر یک دم چلا کر انہیں چونکا دیا۔

"یا خدا۔" وہ حقیقتاً متوحش ہو کر چونک اٹھے تھے۔

ان کے ری ایکشن پر اس کا بے ساختہ قہقہہ گونج اٹھا۔

"اوہو۔ صبحی بیٹی آئی ہے۔"

وہ اسے دیکھتے ہی کتاب ایک طرف رکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے تو وہ جھٹ سے ان کے کندھے سے لگ گئی۔

"میں ہی ہمیشہ آ جاتی ہوں۔ آپ تو کبھی رخ بھی نہیں کرتے ادھر کا۔" وہ سر اٹھا کر انہیں دیکھتے ہوئے شکایتی انداز میں بولی۔

"بیٹا۔ میں وہاں آ نہیں سکتا، تم جانتی ہو۔" یک دم وہ سنجیدہ ہو گئے۔

"مگر فون تو کر سکتے ہیں یا اس پر بھی دادی جان نے پہرہ لگا رکھا ہے؟" اس نے ناراضگی کے اظہار کے طور پر سر ان کے کندھے سے اٹھا لیا۔

"پہرا تو انہوں نے دروازے پر بھی کبھی نہیں لگایا۔" وہ گہری سانس لے کر بولے۔

"جب ہی تو ان کے گھر میں 'دوسری خاتون' داخل ہو گئی تھیں۔" وہ آنکھوں کو گھماتے ہوئے شرارت سے مسکرائی۔

"نہ بیٹا۔ ایسی باتوں پر خوش نہیں ہونا چاہیے۔ وہ واقعی ایک سانحہ تھا۔" سامنے صوفے پر بیٹھ کر انہوں نے سر اس کی پشت سے ٹکا دیا۔

"آپ کو افسوس ہے اس بات کا؟" وہ حیرت سے کہتی ہوئی ان کے پاس آ بیٹھی۔

"پتا نہیں۔" وہ گم سم ہو گئے۔

"کیا آپ نے دادی جان سے مصالحت کی کوشش کی تھی؟"

"ہوں۔ مگر تمہاری دادی جان ایک اصول پرست اور انا پسند خاتون تھیں۔" انہوں نے گہری سانس بھر کر ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا اور پھر بات جاری رکھتے ہوئے بولے: "ایک بار جو گھر چھوڑا تو پھر لوٹ کر نہ آئیں۔"

"جب چھوٹی دادی کا انتقال ہوا تب بھی نہیں؟"

"نہیں۔" ان کی آنکھوں میں ماضی کی پرچھائیں ابھریں۔ "شاید انہوں نے ٹھیک ہی کیا۔"

"جی نہیں، انہوں نے بالکل غلط کیا۔ جب جھگڑے کی وجہ ہی ختم ہو گئی تھی تو جھگڑا کس بات کا؟ پھر تو دادی کو گھر آ جانا چاہیے تھا، صرف اپنی انا کی خاطر انہوں نے آپ کو اکیلا کر دیا۔"

وہ پر سوچ لہجے میں انہیں محبت سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"نہیں بیٹا۔ زندگی کے بعض لمحے بڑے فیصلہ کن ہوتے ہیں، ان سے مفر حاصل کرنا ممکن نہیں ویسے بھی تمہاری دادی کا اختلاف تو میرے ساتھ تھا، انہوں نے ٹھیک ہی کیا جو مجھے چھوڑ دیا۔ میں نے خود اپنے آپ کو تنہا کر لیا ہے، اس میں ان کا قصور نہیں۔" داجان کے لبوں پر ایک مجروح مسکراہٹ ابھری۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"داجان، آپ کتنے گریٹ ہیں" وہ ان کے گلے میں جھول گئی۔ "دادی جان نے آپ کو آپ کی اولاد سے دور کر دیا پھر بھی آپ اُن کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کرتے بھلا آپ جیسا بھی کوئی ہوگا۔"

اس کی محبت اور معصومیت سے کہنے پر وہ چپ سے ہو گئے۔ اب اسے کیا بتاتے کہ وہ کسی کی محبت ٹھکرانے کا نتیجہ بھگت رہے ہیں۔

"خیر تم یہ بتاؤ، گھر کا کیا حال ہے؟ سب ٹھیک ہیں؟" انہوں نے موضوع بدلا تو وہ فوراً شرارتی نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

"آپ بتائیں، آپ کس کو پوچھ رہے ہیں؟"

"بھئی سب کو، خصوصاً تمہارے ننھے بھتیجے کو۔" وہ اس کی شوخی نظر انداز کرتے ہوئے بظاہر سادگی سے بولے تو وہ ہنسنے لگی۔

"اونہوں۔ بُری بات، بڑوں کو زچ نہیں کیا کرتے۔" ان کا انداز ہمیشہ کا دوستانہ تھا۔ خصوصاً اس سے اور فرہاد سے تو وہ بے حد محبت کرتے تھے اس لیے دونوں کی دوستی بھی بہت تھی ان سے سو ہر بات بلا تکلف کہہ ڈالتے تھے۔

"اچھا جلیئے معاف کیا۔" اُس نے فراخدلی دکھائی اور سنجیدہ ہو کر بیٹھ گئی۔

پھر ایک ایک کا نام لے کر اس کا احوال سناتی رہی اور داجان بہت اشتیاق اور محبت سے سُنتے رہے۔ اُس نے دادی جان کا ذکر خصوصاً بڑھا چڑھا کر کیا مگر انہوں نے کوئی ردعمل ظاہر نہ کیا۔

بہت اچھا لگتا تھا انہیں جب وہ اپنے گھر والوں کا تذکرہ کرتی تھی۔ ایسے میں محبت اور چاہت کے ان گنت رنگ اس کے چہرے پر سجے ہوتے تھے۔ مسکراہٹ ہر لمحہ لبوں کا احاطہ کیے رہتی تھی۔ واقعی گھر اور گھر والوں کی سنگت میں بیتنے والے لمحے اس قدر حسین ہوتے ہیں ان کی قدر وہی محسوس کر سکتا ہے جو ان سے دُور رہا ہو۔

اور داجان نے ایک طویل عرصہ اپنی اولاد اور بیوی سے دُور رہ کر گزارا تھا سو وہ ان سب چیزوں کو بُری طرح مِس کرتے تھے۔

داجان سے اسے بہت محبت تھی اور وہ بھی اپنی سب سے لاڈلی پوتی سے بہت پیار کرتے تھے، اس لیے بھی کہ ایک صرف وہی ان سے ملنے آتی تھی اور اس لیے بھی کہ وہ انہیں چاہتی بھی بہت تھی گو کہ اس کے اور بھی کزنز اور بہن بھائی تھے مگر سب دادی جان کے حامی تھے۔

ان سب کے خیال میں داجان نے دوسری شادی کر کے دادی جان کو ایک ایسا دُکھ دیا تھا کہ اُن کے لیے معافی اور محبت کے جذبات کم از کم ان سب کے دلوں میں ناپید ہو چکے تھے۔

مگر وہ اپنے دل سے مجبور تھی جسے داجان سے انتہائی عقیدت اور پیار تھا۔ صرف دادی جان کی حمایت میں وہ اس محبت کو نظر انداز نہیں کر سکتی تھی جو اس کے دل میں ایک خاص جگہ بنا چکی تھی۔ اور اپنے دل سے نظر چرانا آسان کام نہیں۔

یہی حال داجان کا بھی تھا۔ سب سے بڑھ کر اسے عزیز رکھتے تھے۔ پھر یہ تو انسانی فطرت ہے کہ اگر کوئی آپ سے محبت کرے تو اس کا جواب بھی محبت ہی سے دینے کو دل چاہتا ہے۔

گو دوروں کی طرح اُسے دادی جان سے بھی ہمدردی تھی مگر صرف ایک فریق کی بات سُن کر اس کی حمایت کرنے کے بجائے انصاف کے تقاضوں کو نبھاتے ہوئے وہ دوسرے فریق کی بات بھی سننا چاہتی تھی تاکہ اصل صورتحال واضح ہو۔ یوں کسی ایک کو موردِ الزام ٹھہرانا اسے منظور نہ تھا۔

یہی وجہ تھی کہ وہ داجان اور دادی جان کے لیے مساوی عزت اور محبت رکھتی تھی۔ گو کہ اُس نے داجان سے کئی مرتبہ اصل وجوہات معلوم کرنے کی کوشش کی مگر وہ کبھی اس کے سوالوں کا جواب نہ دیتے بلکہ اِدھر اُدھر کی باتوں میں اس طرح اُلجھاتے کہ وہ خود ہی اپنا سوال بھول جاتی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہر بار ہی سوچتی کہ اس مرتبہ داجان کے سینے کا راز ضرور حاصل کرے گی مگر ہر مرتبہ وہ بڑی خوبصورتی سے ٹال جاتے تھے۔

ابھی بھی وہ اسے اِدھر اُدھر کی باتوں میں لگا چکے تھے۔ اسی اثناء میں خان بابا نے کھانا لگا دیا تو وہ اٹھ کر ڈائننگ روم چلے گئے۔

وہ واش روم سے منہ ہاتھ دھو کر بالوں کو برش کرتی جب ڈائننگ روم پہنچی تو داجان کے ساتھ والی کرسی پہ فرہاد کو دیکھ کر کھل اٹھی۔

"السلام علیکم۔" گلا کھنکار کر اس نے اپنے آنے کی اطلاع دی۔

فرہاد نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر خوشدلی سے جواب دے کر خیر و عافیت پوچھی۔

"الحمدللہ بالکل ٹھیک ہوں۔ بس کچھ لوگ ہیں کہ بیمار ہیں۔"

کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے بظاہر وہ سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔ بڑبڑاہٹ خاصی ہلکی تھی بمشکل فرہاد سن سکا۔ اور پہلو بدل کر رہ گیا۔

"کیا مطلب ہے؟" سوال اس کی آنکھوں میں صاف پڑھا جا سکتا تھا، صبیحہ کو ہنسی ضبط کرنا مشکل ہو گئی۔

"کھانا کھاؤ بیٹا، کیا سوچ رہے ہو؟"

داجان نے ان دونوں کو ٹوکا تو وہ فوراً اپنی جانب چاول کی ڈش کھسکا کر پلیٹ پر جھک گئی جبکہ فرہاد اسے شاکی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ کبھی کبھی اس کا مذاق جان پر بنا دیتا تھا۔

کھانا داجان کی ہلکی پھلکی اور صبیحہ کی پُرلطف ذومعنی باتوں کے دوران کھایا گیا۔ اس کے بعد داجان کوئی فون سننے اٹھ گئے تو وہ چائے بنانے کی غرض سے کچن میں آ گئی۔ فرہاد بھی اس کے ساتھ چلا آیا۔

وہ تنہائی میں اس سے کچھ بات کرنا چاہتا تھا۔ وہ جانتی تھی جبھی اسے مکمل طور پر نظرانداز کیے، داجان کی باتوں میں مشغول رہی مگر اب جونہی موقع ملا، فرہاد اس کے پاس آ گیا۔

"ہاں تو کیا کہہ رہی تھیں تم اس وقت؟" اس نے کسی قدر تشویش سے بلا تمہید ہی پوچھا تو وہ حیرت سے آنکھیں پٹپٹانے لگی۔

"کب، کس وقت کی بات کر رہے ہیں آپ۔؟ میں تو ہر وقت ہی۔"

"پلیز صبیحہ۔"

وہ اسے ستانے کے موڈ میں تھی کہ فرہاد نے اسے ٹوک دیا اور ملتجی نظروں سے اسے دیکھا۔ گویا آنکھوں ہی آنکھوں میں درخواست کی۔

"میں پہلے ہی سخت اپ سیٹ ہوں، تم مزید پریشان مت کرو۔"

اس کے عاجزی سے کہنے پر صبیحہ نے چند سیکنڈ اسے سنجیدگی سے دیکھا اور پھر رازداری سے بولی۔

"آپ ایک کام کریں۔"

"کیا؟" فرہاد نے سینے پہ بازو لپیٹتے ہوئے نگاہوں ہی نگاہوں سے سوال کیا۔

"گانا گا لیں ایک۔ وہ کیا خوبصورت گیت ہے کہ۔۔۔

؎ میں پریشاں ہوں مجھے اور پریشاں نہ کرو
آواز نہ دو آواز نہ دو

وہ شوخی سے گنگنائی مگر فرہاد یونہی کوئی ردعمل ظاہر کیے بغیر کھڑا رہا۔ یہ اس کی ناراضگی کا اظہار تھا۔

"اچھا بابا سوری۔" وہ ہنس پڑی تو اس کے سنجیدہ چہرے کی طرف ذرا کی ذرا توجہ دی اور کیتلی میں پتی ڈال کر اس کی طرف پلٹی۔

"اب کہیے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" اس نے بمشکل سنجیدہ شکل بنائی۔

"میں زوہا کے متعلق سوچ رہا تھا۔" وہ سنجیدہ ہوئی تو فرہاد نے اس موقع کو ہاتھ سے گنوایا نہیں کیونکہ ایسے نادر مواقع شاذونادر ہی آتے تھے۔

"تو یہ کون سی نئی بات ہے۔ وہ آپ کے متعلق سوچتی ہے۔ یعنی دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی۔"

زیادہ دیر اپنے مزاج سے بغاوت کرنا اس کے بس کا کام نہیں تھا۔ فرہاد نے مسکراہٹ لبوں میں دبالی اور سلسلۂ کلام وہیں سے جوڑا جہاں سے ٹوٹا تھا۔

"کیا اس نے گھر میں کسی سے اس سلسلے میں بات کی؟ آئی مین مجھ سے متعلق۔" اس نے جھجک کر پوچھا۔

"نہیں تو۔" اس نے دو کپ بنا کر ایک اسے تھمایا اور دوسرا خود لے کر چسکیاں بھرنے لگی۔ ساتھ ہی آنکھوں میں استعجاب تھا۔

بھلا زوہا فرہاد کے بارے میں کسی کو بتا سکتی تھی۔ ہرگز بھی نہیں۔ وہ تو اپنے سائے سے خوفزدہ رہتی تھی، اس میں اتنی جرأت نہیں تھی جب کہ فرہاد کئی بار اسے کہہ بھی چکا تھا کہ اپنی بڑی شادی شدہ بہن نمیرہ کو تھوڑا بہت اشارتاً بتا دے مگر کبھی اس کی ہمت نہیں ہوئی۔

"ہوں۔" وہ کپ تھام کر چپ ہو گیا۔

"میرا خیال ہے فرہاد بھائی کہ یہ کام آپ کو کرنا چاہیے۔ میرا مطلب ہے کہ آپ ثمر آنٹی سے بات کرلیں۔ زوہا کی بات تو بعد میں آتی ہے۔ پہلے آپ تو اپنی ماما کو کنونس کریں۔"

وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔ فرہاد چند ثانیے کسی ادھیڑبن میں گم رہا۔ وہ گہری نظروں سے فرہاد کا جائزہ لینے لگی جس کی آنکھوں سے پریشانی مترشح تھی۔ یقیناً کوئی بات تھی ضرور۔

"کہتی تو تم ٹھیک ہو صہیبہ بلکہ میں اس سلسلے میں ماما سے بات بھی کرنا چاہتا تھا مگر آج کل وہ بابر بھائی کی شادی کی تیاریوں میں مصروف ہیں، ساتھ ہی مجھے بھی فورس کر رہی ہیں کہ ان کی منتخب کردہ کسی بھی لڑکی کے لیے ہاں کہہ دوں۔"

بالآخر وہ سچ کہہ ہی گیا جس نے اسے اتنے دنوں سے پریشان کر رکھا تھا۔ اس کا سکون سبوتاژ کر کے رکھ دیا تھا اس ٹینشن نے۔

"کیا۔۔۔؟" وہ حقیقتاً پریشان ہو اٹھی۔

فرہاد نے ایک نظر اس کے حد درجے پریشان چہرے پر ڈالی اور اسے ریلیکس ہونے کا اشارہ کرتے ہوئے دھیمے انداز میں کہنے لگا۔

"میں بہت سارے دنوں سے صرف اسی لیے پریشان تھا۔"

"آپ نے زوہا کو بتایا؟" وہ بات کاٹ کر تیزی سے بولی۔

"نہیں۔ وہ پریشان ہو جائے گی مگر پلیز تم کچھ کرو۔"

"مثلاً کیا؟" وہ خود متفکر ہو گئی تھی۔ فرہاد کو اس کے خلوص پہ پیار آگیا۔

"صرف اتنا کہ زوہا کی سائیڈ سنبھالنے کی کوشش کرو۔ میں ماما سے بات کرتا ہوں مگر مجھے اندازہ ہے کہ یہ سب اتنی سہولت سے ہینڈل نہیں ہو سکے گا۔" فرہاد مردہ ہو کر سخت اپ سیٹ لگ رہا تھا۔

صہیبہ نے اس لمحے دل ہی دل میں محبت جیسی خرافات میں نہ پڑنے کا عہد کیا۔

"تم نمیرہ آپی کے ذریعے یہ بات گھر کے بڑوں تک پہنچانے کی کوشش کرو۔ میں ادھر سے ماما کو کنونس کر کے پرپوزل بھیج دیتا ہوں۔ شاید کوئی راہ نکل ہی آئے۔"

"آپ داجان سے بات کر کے دیکھیں۔" اس نے مشورہ دیا۔ گھر والوں سے کچھ کہنے سے پریشانی بھی ہو سکتی تھی۔

"کوئی فائدہ نہیں۔ خود داجان کے لیے اس گھر کے مکینوں کے دلوں میں جگہ نہیں تو پھر ان کی رائے یا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فیصلے کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے؟" وہ تلخی سے حقیقت کو لفظوں کا جامہ پہنا گیا تو وہ نظر چرانے لگی۔

"بس اسی لیے میں زوہا سے ملنا چاہتا ہوں۔ کیا تم اس سلسلے میں کچھ کر سکتی ہو؟"

وہ بڑی آس سے پوچھ رہا تھا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ اسے بہت ستاتی، دس شرطیں باندھتی پھر تعاون کا وعدہ کرتی مگر اس وقت چپ چاپ سوچنے لگی کہ کیا کیا جائے کیونکہ گھر میں فی الحال کسی سے بات کرنا مشکل تھا۔

"اسے یہاں لے آؤں؟"

"نہیں۔ داجان کی موجودگی میں اس کے لیے مجھ سے بات کرنا مشکل ہوگا۔"

"تو پھر یونیورسٹی آجائیں۔" اس نے نیا مشورہ دیا۔

"وہاں۔" وہ کچھ جھجک گیا۔ کیونکہ زوہا کو یونیورسٹی میں اس سے ملنا سخت ناپسند تھا۔

"ہاں وہاں۔ آپ اگر احد بھائی کی وجہ سے گریز کر رہے ہیں تو بالکل پریشان نہ ہوں۔ بھئی وہ تو سائنس فیکلٹی کے بندے ہیں۔ پھر آپ کے چھوٹے بھائی ہیں، ڈانٹ ڈپٹ کر چپ کروا دیجیے گا بلکہ کوئی اچھا سا لالچ دے دیجیے گا۔" اس نے بالوں کو سمیٹتے ہوئے جھٹ مشورے سے نوازا۔

"مثلاً کیا لالچ دوں اُسے؟" فرہاد مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے معنی خیز لہجے میں بولا تو وہ سٹپٹا سی گئی۔ فوراً نل کھول کر سنک پر رکھے کپ دھونے لگی۔

"بولو ناں، کوئی مشورہ نہیں دو گی۔" فرہاد قدرے ریلیکس ہو گیا تھا شاید زوہا سے ملنے کی تدبیر مل گئی تھی اس لیے۔ سو اُسے ستانے کی غرض سے بولا۔

"بڑے افسوس کی بات ہے فرہاد بھائی یعنی ہمدردوں کے ساتھ یہ سلوک؟"

وہ اس کی شوخ مسکراہٹ کے جواب میں شاکی لہجے میں پلٹ کر بولی تو فرہاد بے اختیار ہنس پڑا

"کیا بات ہے بھئی؟ کس بات پر ہنسا جا رہا ہے؟" اسی لمحے داجان چلے آئے اور فوراً ہی سوال کر ڈالا۔ فرہاد نے اسے شوخ نظروں سے دیکھا۔

"کچھ ایسی خاص بات نہیں داجان، فرہاد بھائی اپنے اس بار کے ٹور کی رُوداد سُنا رہے تھے۔"

اس سے پہلے کہ وہ کوئی معنی خیز بات کہتا، وہ فوراً کہہ گئی اور ساتھ ہی خفگی بھری نظر فرہاد پر ڈالی جو اب بھی اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

● ● ●

"کم آن زمین۔ تم اتنی ٹینس کیوں ہو رہی ہو؟ جسٹ ریلیکس۔ کسی محاذ پر تو نہیں جا رہی ہو تم؟"

صبح ناشتے کی ٹیبل پر وہ سخت گھبرائی ہوئی لگ رہی تھی۔

شرمین نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے حوصلہ دیا تو وہ فکرمندی سے اسے دیکھنے لگی

"مسئلہ اسکول کا نہیں، گھر کا ہے۔" وہ انگلیاں چٹخاتے ہوئے بولی۔

"کیوں، کیا گھر تمہارے بغیر نہیں چل سکتا؟"

"نہیں یہ بات نہیں۔ مگر اب ابی اور امی جی سے کون کہے گا کہ مجھے آج سے اسکول جانا ہے۔" ذرا سی بات پر وہ سخت متفکر نظر آ رہی تھی۔

"تم کہنا اور کون کہے گا۔ بھئی ابی سے اجازت لے کر تو تم نے انٹرویو دیا تھا، اب کیا مسئلہ ہے؟" شرمین حسبِ سابق مطمئن تھی۔

"اور امی جی جو خفا ہوں گی۔" اس کی پریشانی کسی طور کم نہیں ہو رہی تھی۔

"بھلا کیوں؟" شرمین متعجب ہوئی۔

"ابی نے اجازت جو دے دی ہے۔" اس نے کچھ ایسے مجرمانہ انداز میں کہا جیسے ان دونوں کے اس رویے کی قصوروار وہی ہے۔ شرمین گہری سانس بھر کر ایک سیکنڈ کے لیے رُکی۔

زمین کا کہنا بھی ٹھیک تھا۔ امی جی اور ابی کے اختلافات عجیب نوعیت کے ہوتے تھے۔ ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار رہنے کے وہ اس قدر عادی تھے کہ اپنے تنازعوں میں بچوں کے معاملا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بھی اتوالو کر لیتے تھے۔

"خیر۔ تم فکر مت کرو، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ہم ابی جی کو کنوینس کر لیں گے جب کہ ابی نے تو خود اجازت دی ہے۔" شرمین نے اسے تسلی دی تو وہ قدرے مطمئن نظر آنے لگی۔

مگر یہ اطمینان اس وقت غارت ہو گیا جب اس کے مطلع کرنے پر کہ وہ آج سے اسکول جوائن کر رہی ہے، امی جی نے اسے سخت تیوروں سے گھورا۔

"کیوں، ایسی کیا ضرورت ہے تمہیں نوکری کی؟" ان کا غضیلہ لہجہ اسے بوکھلا گیا۔

"وہ ۔ وہ ۔"

"میں نے اجازت دی ہے اسے۔" ابی نے اس کے اٹکنے پر دوٹوک اور حاکمانہ لہجے میں کہا تو بیگم یاور کا غصہ دوچند ہو گیا۔ انہوں نے قہر بھری نظروں سے باری باری دونوں بیٹیوں اور شوہر کو دیکھا۔

سمیر ہمیشہ کی طرح رات دیر سے آنے کے باعث اپنے کمرے میں مزے سے سو رہا تھا۔ اس کے ساتھ ناشتا کرنے کی نوبت بہت کم آتی تھی۔

"تو اب اس گھر میں یہ بھی ہوگا۔ یعنی اجازت لینے کا تکلف ہی کیا، مجھے بتانا تک گوارا نہیں کیا گیا۔" بیگم یاور نے پلیٹ میں کانٹا پٹخ کر زمین پہ تیکھی نظریں جما دیں۔

"میں نے کہا تو ہے کہ میں نے اجازت دی ہے اسے۔" ابی کا لہجہ تلخ اور آواز بلند ہوئی تو وہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"پلیز آپ دونوں میری وجہ سے آپس میں خفا مت ہوں۔ میں نے تو صرف ۔"

"ہاں ہاں، اب تم مسکین بن کر ایسی ہی باتیں کرو۔" وہ کچھ کہنا چاہ رہی تھی کہ بیگم یاور نے بری طرح اسے جھڑک دیا۔

اس کی بھیگی پلکیں نمی کے بوجھ سے جھکنے لگیں۔ ان کا کاٹ دار لہجہ اس کے دل کی رگوں کو جیسے رگید سے ڈال رہا تھا۔ شرمین کا بس چلتا تو زمین کو لے کر وہاں سے چلی جاتی۔

"تم دونوں بہنوں کی تو عادت ہی ایسی ہے۔ ہونہہ بحث میں چنگاری ڈال جلا کر دور کھڑی اب ہمدردی جتائی جا رہی ہے جب کہ پہلے مجھ سے پردہ پوشی کی جاتی رہی۔"

وہ نفرت سے بھرے غضبناک لہجے میں سنانے پر آئیں تو سناتے چلی گئیں۔ زمین سے ضبط نہ ہو سکا تو لب بھینچ کر رونے لگی۔ شرمین نے کچھ کہنا چاہا مگر زمین نے اس کے ہاتھ پہ دباؤ ڈال کر اسے بولنے سے باز رکھا۔

"زہرہ بیگم۔" بالآخر یاور صاحب کے غصے سے دھیخ پڑنے پر وہ شعلہ بار نظروں سے انہیں دیکھتی خاموش ہو گئیں۔

"یہ میری بیٹیاں ہیں، ان سے متعلق تمام فیصلے بھی میں ہی کروں گا، سمجھیں آپ؟۔ لہٰذا آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"میری" پر زور دیتے ہوئے انہوں نے زہرہ بیگم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا تو وہ دونوں متوحش ہو گئیں جب کہ زہرہ بیگم تلملا کر اٹھیں اور ان سے زیادہ بلند لہجے میں کہنے لگیں۔

"اب یہ دونوں بیٹیاں آپ کی ہو گئیں۔ اور میرا کوئی حق نہیں رہا، جس نے پالنے اور جنم دینے کی کڑی آزمائشیں سہیں، جن کی پیدائش پر غصے اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا، آج وہ آپ کی ہو گئیں اور مجھے مکھن سے بال کی طرح نکالا جا رہا ہے۔ سن رہی تم دونوں اپنے والد بزرگوار کی منصفانہ گفتگو۔"

یاور صاحب پر اچھی طرح برس کر انہوں نے ایک طرف کھڑی خاموش زمین اور شرمین کو مخاطب کیا طنزیہ لہجہ اور آنکھوں سے ٹپکتا جلال انہیں رعونت اور کرختگی بخش رہا تھا۔

"میں کہتا ہوں زبان کو لگام دو زہرہ بیگم ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔"

جواباً یاور صاحب بھی دھیمے پن کو پس پشت ڈال کر کاٹ دار لہجے میں بولے تو شرمین روتی سسکتی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نرمین کو کھینچتی ڈائننگ ہال سے باہر لے گئی۔

اسے اپنے کمرے میں بٹھایا اور دروازہ بند کر کے پانی کا گلاس اسے تھماتے ہوئے محبت اور نرمی سے اس کے کندھے کو چھوا۔

"شرمین۔" وہ اس کا ہاتھ آنکھوں سے لگا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"کیوں رو رو کر زندگی کو آزار بنا رہی ہو، پلیز خاموش ہو جاؤ۔"

جانے شرمین واقعی بہادر اور مضبوط تھی یا اسے کمزور پڑتا دیکھ کر خود کو سنبھال لیتی تھی۔ بچپن سے وہ یونہی اسے دلاسا اور تسلی دیتی چلی آ رہی تھی سو اب بھی اس کی اشک شوئی میں لگی تھی۔

"اب کیا کروں شرمین؟" کتنی دیر بعد وہ اپنے اوسان بحال کر سکی۔

"تمہارا دل کیا چاہتا ہے؟" اس نے الٹا سوال کر دیا۔

"یہی کہ گھر میں سکون قائم ہو جائے۔" وہ بڑی حسرت سے بولی۔

"اونہہ۔ خواب مت دیکھو، احمقوں کی جنت سے نکلو اور پھر کہو۔ جاب کرنا چاہتی ہو کہ نہیں؟" اس کی بات پر شرمین نے تیزی سے استہزائیہ انداز میں کہا اور پھر اس کی خواہش دریافت کرنے لگی۔

"کرنا تو میں چاہتی ہوں شرمین مگر امی جی۔"

"فار ہیونز سیک نرمین، اب زندگی کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا شروع کرو۔ اگر اب بھی تم امی جی اور ابی کی طرف منتظر نظروں سے دیکھتی رہیں تو یقین کرو خوشی تمہارے دروازے پر دستک دینا چھوڑ دے گی، اپنے فیصلے خود کرو، جب انہیں تمہاری خوشی کی، تمہارے دل کی خواہشات کی پروا نہیں تو تمہیں بھی ان کے اختلافات کے حل کے لیے خود کو اذیت نہیں دینی چاہیے۔"

شرمین اس کی بات کاٹ کر سمجھانے والے انداز میں بولی تو وہ ملول ہو گئی۔ کتنے دکھ کی بات تھی کہ اس کے والدین آپس کی رنجشوں اور انا کی جنگ کی خاطر انہیں اذیت دیے جا رہے تھے۔

"اگر اسی طرح تم اس بند گھر کے گھٹے ہوئے ماحول میں قید رہیں تو بہت جلد پاگل ہو جاؤ گی۔ ان دونوں کا کیا ہے، وہ تو اپنی زندگی گزار چکے بقیہ اپنی اختلافات و تنازعات کی نذر کر دیں گے مگر ہمیں ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ اپنے ذہن کو اگر کسی قابل رکھنا چاہتی ہو تو اس گھر سے باہر نکلو۔ یہاں تمہیں سوائے نفسیاتی اذیت اور تشدد کے کچھ نہیں ملے گا۔"

نرمین کی بھیگی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے شرمین بہت ترش لہجے میں صاف گوئی سے کہہ رہی تھی۔ اس کے الفاظ سچے تھے، برہنہ حقیقتیں اس کے سامنے بھی ہمیشہ سے یونہی بے نقاب رہی تھیں مگر وہ خود سے بھی نظر چرا جاتی تھی۔ لیکن جب بھی شرمین کے لفظ اسے حقیقت بتاتے تو اسے خود پر ترس آنے لگتا۔

"شاید تم ٹھیک ہی کہتی ہو۔" ہاتھ میں پکڑا گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اس نے گہری سانس بھر کر کہا۔ اور شرمین کی طرف دیکھا۔

"شاید نہیں یقیناً۔ خود کو روگ مت لگاؤ۔ امی جی اور ابی کے درمیان جو ایک غیر اعلانیہ جنگ چھڑی ہے اس میں اپنا دفاع تمہیں خود کرنا ہے۔ تم سمجھ رہی ہو ناں کہ میں کیا کہہ رہی ہوں۔"

شرمین کے استفسار پر اس نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر سر اثبات میں ہلا دیا۔

"تو پھر اب کیا پروگرام ہے؟"

"میں یہ جاب ضرور کروں گی۔" اس نے ایک عزم سے کہا۔

"دیٹس دی اسپرٹ۔" شرمین مسکرائی۔ "باقی تم امی جی کی فکر مت کرو۔ انہیں صرف آج کے لیے ایک بہانے کی ضرورت تھی۔ شام تک ابی کوئی ریزن نکال لیں گے لڑنے کا۔ ان کی تو یہ روٹین ہے سو تم ذہن پر بوجھ مت ڈالو اور اسکول جانے کی تیاری کر لو۔"

شرمین نے اٹھتے ہوئے اس سے کہا تو وہ پھر سہم گئی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"آج نہیں، کل سے چلی جاؤں گی۔ فی الحال میں خود کو بہت ان ایزی محسوس کر رہی ہوں۔" شرمین کے خفگی سے دیکھنے پر اس نے انکار کر کے جلدی سے وجہ بتائی تو وہ کندھے اچکاتی باہر نکل گئی۔
ڈرائنگ روم سے آوازیں آنا بند ہو گئی تھیں مگر وہ شرمین کی طرح بہادر نہیں تھی کہ کمرے سے باہر نکلتی سو بیٹھی ابا کے آفس اور شرمین کے یونیورسٹی جانے کا انتظار کرتی رہی۔

● ● ●

"آخر ایسی کیا بات ہے جو فرہاد فون پر نہیں کر سکتے۔ مجھ سے ملنے آ رہے ہیں؟"
جب سے اس نے یونیورسٹی پہنچ کر اسے بتایا تھا کہ فرہاد اس سے ملنا چاہتا ہے، وہ مستقل سوالیہ نشان بنی ہوئی تھی۔
"اوہو — بھئی ان کا دل چاہ رہا ہوگا تمہیں دیکھنے کو، آنکھوں کے رستے دل میں اتارنے کا۔"
"اسٹاپ اٹ صبحی۔" وہ اسٹارٹ لے رہی تھی کہ زوہا نے سُرخ ہو کر اسے ٹوک دیا۔
"لو — وہ حضرت خود آ گئے ہیں، اب کر لینا سارے سوال و جواب، میں چلی۔" دُور سے فرہاد کو آتا دیکھ کر وہ بولتے ہوئے جانے کے لیے اُٹھ کھڑی ہوئی۔
"تت — تم کہاں جا رہی ہو؟" زوہا نے بوکھلا کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔
"واپس کوہ قاف — جہاں سے میں آئی تھی۔" اس نے اُنگلی دانتوں تلے دباتے ہوئے شرمانے کی ایکٹنگ کی۔
"صبحی پلیز۔" شعلہ بار نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے اس نے منت کر کے اسے روکا۔
یوں تو فرہاد سے اکثر فون پہ بات ہوتی رہتی تھی مگر اسے سامنے دیکھ کر جانے کیوں حواس ساتھ چھوڑنے لگتے تھے۔ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ جاتے تھے۔
"توبہ ہے زوہا — تمہارا تو یوں دم نکل رہا ہے جیسے سامنے فرہاد بھائی نہیں بلکہ حضرت عزرائیلؑ کھڑے ہوں۔" اس نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی۔
وہ جب بولتی تھی، کھل کر بولتی تھی۔ زوہا نے تیکھی نظروں سے اسے گھورا اور اس کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کر دی۔
"ہیلو" اسی دوران فرہاد ان دونوں کے قریب آ گیا تھا۔
"وعلیکم ہیلو —" وہ خوشدلی سے جواباً بولی اور شوخ نظروں سے ہونٹ چباتی نظریں جھکائے کھڑی زوہا کو دیکھا جو کہ اب بھی خاموش کھڑی تھی، سلام بھی نہیں کیا تھا جب کہ اسے دیکھ کر فرہاد کے اندر ڈھیروں سکون اتر آیا تھا۔
"لیجیے فرہاد بھائی، آپ کی امانت۔" اس نے زوہا کا پسینے سے بھیگتا ہاتھ اچانک ہی فرہاد کے مضبوط ہاتھ میں تھما دیا۔ زوہا بُری طرح بوکھلا گئی۔ ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی مگر بے کار تھا، دوسری طرف گرفت جو بے حد مضبوط تھی۔ وہ جیسے پگھلنے لگی۔
"میں اب چلتی ہوں۔" معنی خیز مسکراہٹ اُن کی طرف اُچھالتے ہوئے وہ جانے کے لیے پر تولنے لگی۔ زوہا نے بڑی آس اور بے چارگی سے اسے دیکھا مگر اس نے نوٹس نہیں لیا۔
"تم کیسے گھر جاؤ گی؟" فرہاد نے سوال کیا۔
"پوائنٹ سے۔ فی الحال تو کلاس ہے میری۔ اور آپ کو تو معلوم ہے کہ میں کتنی اچھی اسٹوڈنٹ ہوں، کوئی کلاس بنک (Bunk) نہیں کرتی، بھلے کتنا ہی اہم کام منتظر ہو میرا۔"
بظاہر سنجیدگی سے کہتی در پردہ وہ زوہا کو چھیڑ رہی تھی۔ فرہاد محض مسکرا دیا۔
"اوکے ڈیئر زوہا، میں داجان کی طرف تمہارا انتظار کروں گی جلد آ جانا کیونکہ پہلے ہی اتّی مجھ سے اس روز بنا بتائے داجان کے گھر جانے والی بات پر سخت خفا ہیں، آج دیر ہو گئی تو کچھ خیر نہیں، چٹنی بنا دیں گی میری۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فرہاد انہیں لے کر آگے بڑھا تو اُس نے مُنہ پھلا کر ساتھ چلتی ہوئی زوہا کو مخاطب کیا جواباً اُس نے کھا جانے والی نظروں سے اُسے گھورا۔

"اچھا ہو گا۔" وہ جھنجھلائی ہوئی تھی۔ صبیحہ اس کے اس طرح کہنے پر ہنس دی۔

"ویسے بہت بُرا زمانہ آ گیا ہے، محسنوں کے ساتھ دُشمنوں کا سا سلوک ہونے لگا ہے۔"

فرہاد کی گاڑی پارکنگ لاٹ کی طرف تھی، اُس تک پہنچ کر اُس نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"فکر نہ کرو ڈئیر سسٹر سارے قرض چکا دوں گا۔" فرہاد نے ہلکی سی چپت اُس کے سر پہ لگائی۔ اور گاڑی کا فرنٹ ڈور کھول کر زوہا کو بٹھایا اور خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر خدا حافظ کہتا ہوا زن سے کار بڑھا لے گیا۔

کچھ فرہاد کی معیت اور کچھ گھر والوں کے خوف سے زوہا بالکل خاموش بیٹھی تھی۔ فرہاد نے دو تین بار اسے دیکھا مگر وہ سہمی ہوئی سمٹی سمٹائی خود میں گم بیٹھی تھی سوائے چھیڑنا مناسب نہ سمجھا اور دھیمی آواز میں کیسٹ لگا دی۔ جگجیت کی آواز گاڑی میں گونجنے لگی۔

ہم تو یوں اپنی زندگی سے ملے
اجنبی جیسے اجنبی سے ملے
ہر وفا ایک جرم ہو گویا
یار کچھ ایسی بے رُخی سے ملے

غزل کے بول زوہا کو نادم کر گئے۔ تبھی سر کو خفیف سی جنبش دے کر کن انکھیوں سے فرہاد کو دیکھا۔

"ہوں، تو واپسی ہو گئی خیالوں کے سفر سے۔" وہ ہنسا تو اُسے بھی مُسکرانا پڑا۔ بقیہ راستے وہ اُس سے اس کی اسٹڈی کے بارے میں پوچھتا رہا اور وہ جواب دیتی رہی۔

"چلو آؤ۔" "بڑا ہٹ" پہنچ کر فرہاد نے دروازہ کھولا اور اسے باہر آنے کی دعوت دی۔

وہ کچھ جھجکتی ہوئی باہر نکل آئی۔ فرہاد گھوم کر واپس گیا اور گاڑی لاک کر کے اس کے پاس آیا تو وہ بُری طرح بوکھلائی ہوئی تھی۔

"فرہاد وہ سامنے۔"

فرہاد کا بازو تھام کر اُس نے سامنے اشارا کیا تو فرہاد بھی سامنے دیکھتے ہوئے ایک دم ساکت رہ گیا۔

● ● ●

سامنے کھڑے پاپا کو دیکھ کر زوہا تھر تھر کانپ رہی تھی۔ فرہاد نے حاضر دماغی سے کام لیتے ہوئے زوہا کو اپنے عقب میں چھپا لیا اور خود اُس کے سامنے کچھ ایسے کھڑا ہوا کہ نازک سی زوہا اس کے کشادہ شانوں کے پیچھے جا چھپی۔

"پزاہٹ" کی سیڑھیوں پر کھڑے انعام صاحب کسی سے خوشدلی کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے۔ زوہا کا دل تو جیسے کانوں میں دھڑک رہا تھا۔ ایک ہاتھ سے سامنے کھڑے فرہاد کی شرٹ کو مٹھی میں دبائے ہوئے وہ لرزتی بمشکل اپنے قدموں پر کھڑی تھی۔ چہرے پر زلزلے کے آثار موجود تھے۔

اس سے چند گز کے فاصلے پر پاپا موجود ہیں، یہ خیال ہی رُوح فنا کیے دے رہا تھا جب کہ فرہاد کا چہرا پُرسکون تھا۔ انعام صاحب شاید کسی بزنس ڈیلنگ کے سلسلے میں یہاں آئے تھے۔ جبھی چند مختصر الوداعیہ کلمات کہہ کر اُن کے سامنے سے گزرے، وہ بھی شاید عجلت میں تھے۔

فرہاد نے جونہی انہیں آتے دیکھا، فوراً جیب سے والٹ نکال کر اس میں سے پیسے نکالتے ہوئے خود کو مصروف ظاہر کرنے لگا۔ انعام صاحب کی نظر اس پر کافی فاصلے سے پڑی۔

اگر وہ متوجہ ہوتا تو انہیں ضرور سلام کرتا لہٰذا انہوں نے چلتے ہوئے سرسری سی نگاہ ذرا کی ذرا اس پہ ڈالی اور اسے غیر متوجہ دیکھ کر اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گئے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"تھینکس گاڈ۔ چلو۔"

انعام صاحب کی گاڑی ریورس ہوتے، ٹریفک کے ہجوم میں گم ہوتے ہی فرہاد نے طمانیت سے بھرپور گہری سانس بھر کر شکر ادا کیا اور اس کی جانب پلٹا۔

"کک۔ کہاں؟"

ابھی تک زوہا کے حواس معطل تھے۔ ہراساں نظریں فرہاد کے چہرے پر جماتے ہوئے اس نے انتہائی سراسیمگی سے استفسار کیا تو فرہاد کو اس کے زرد پڑتے چہرے کو دیکھ کر سخت تاسف ہوا۔ وہ اس وقت اس بری طرح گھبرائی ہوئی تھی کہ سہارا لینے کے لیے ابھی بھی اس کا شانہ لرزتے ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھی۔

ایک دوبار ہی وہ اسے اپنے ساتھ کسی ریسٹورنٹ میں لے گیا تھا۔ ہر بار اس کی ایسی ہی حالت ہوتی تھی۔ خوف اور ڈر سے تمام وقت وہ یونہی کانپتی رہتی۔ فرہاد جانتا تھا کہ وہ بہت بزدل لڑکی ہے۔ اس کی رفاقت بھی اسے پوری طرح خوش نہ کر پاتی تھی مگر آج اسے یہاں لانا بہت ضروری تھا۔

"اندر چلو، کولڈ ڈرنک پی کر خود کو ذرا کمپوز کرو۔"

فرہاد نے نرمی سے کہا تو وہ لب بھینچ کر سر ہلاتے ہوئے اس کی معیت میں آگے بڑھی۔ پیروں میں تو گویا، ابھی تک جان نہیں ہے۔ کئی بار عقب میں رواں دواں ٹریفک کی جانب اس نے لرزیدہ نظروں سے دیکھا اور پھر اندر داخل ہو گئی۔

مخصوص مہک اور خوبصورت ماحول نے ایک لمحے کو اس کی پریشانی خود میں جذب کر لی مگر اگلے ہی لمحے وہ غائرانہ نظروں سے ہال کا جائزہ لے رہی تھی۔ جب کوئی شناسا چہرا نظر نہیں آیا تو آنکھوں میں اطمینان در آیا۔

"کوئی نہیں ہے یہاں، تم آرام سے بیٹھ جاؤ۔"

فرہاد نے اس کے چہرے کے تاثرات بھانپ کر نرمی سے بھاری لہجے میں کہا تو وہ ذرا سی خفیف ہو کر اس کے مقابل سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ دل البتہ اس وقت بھی بری طرح دھڑک رہا تھا۔

زوہا کی آنکھوں میں ابھی بھی سہمی سہمی سی کیفیت تھی۔ فرہاد نے اسے اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے ٹیبل پر رکھے اس کے ہاتھوں کو اپنے بھاری ہاتھوں سے تھام لیا۔

اس کے لمس کا الٹا ہی اثر ہوا، وہ اس کی ہتھیلی کی پشت پر ماتھا ٹکا کر بے اختیار رو پڑی۔ وہ چند منٹ جو اب سے ذرا دیر پہلے وہ گزار کر آئی تھی، کس قدر جان لیوا تھے، صرف وہی جانتی تھی۔

"زوہا پلیز۔ دیکھو اس طرح تو مت کرو۔"

فرہاد اس غیر متوقع بن بادل برسات پر پریشان ہو اٹھا۔ بہت نرمی اور پیار سے اسے سمجھایا بھی مگر وہ یونہی روتی رہی۔

"پلیز یار۔ اگر تم خاموش نہ ہوئیں تو میں کچھ کر گزروں گا۔"

اسے روانی سے گھٹے گھٹے انداز میں آنسو بہاتا دیکھ کر آخر وہ جھنجھلا کر رہ گیا۔ زوہا نے گھبرا کر تیزی سے سر اٹھایا۔ سرخ سرخ متورم آنکھوں میں ٹھہری جھیلیں لمحے بھر کے لیے فرہاد کو خود میں ڈبو گئیں۔

"دیکھو، اس طرح رونے سے کوئی فائدہ تو نہیں۔ لوگ متوجہ ہو جائیں گے اور پھر اب تو کوئی خطرہ بھی نہیں ہے۔"

اس نے خاموش ہو کر بے دردی سے آنسو صاف کیے، انداز سے برہمی جھلکتی محسوس ہو رہی تھی۔ تو وہ دوبارہ بے حد رسانیت سے بولا۔ زوہا کو بھی موقع محل کا احساس ہوا۔

فرہاد نے یخ کولڈ ڈرنک کا آرڈر دے دیا، جسے پی کر دونوں کچھ دیر کے بعد اپنے معطل ہوتے اوسان بحال کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

"اب کیسا فیل کر رہی ہو؟" ذرا دیر بعد فرہاد نے اسے استفہامی نظروں سے دیکھا۔

"ٹھیک ہوں۔" وہ بدقت مسکرائی۔

؎ وہ مسکرائے تو ہنس ہنس پڑیں کئی موسم
وہ گنگنائے تو بادِ صبا ٹھہر جائے

فرہاد نے بے ساختہ شعر پڑھا۔ زوہا کی پلکیں جھک گئیں۔ اس کا گلابی ہوتا سادہ اور سوہنا چہرا فرہاد کو سارے غم بھلا دیتا تھا۔ اس وقت بھی گلابی عارض پر لرزتی پلکوں کا سایا کیے وہ تشویش سے کھیلتی ہوئی فرہاد کو یک دم اچھی اپنی سی لگی۔

دل تو یہی چاہا کہ اسے دل میں چھپائے ساری دنیا کی نظروں سے چُرا کر کہیں دور لے جائے مگر یہ ممکن نہیں تھا۔ وہ جتنے قریب تھے اس سے کئی گنا زیادہ فاصلے اُن کے درمیان حائل تھے۔

اور فاصلے بھی وہ جن کا کوئی سرا نہیں تھا، جانے کہاں سے کہاں تک پھیلے ہوئے تھے۔

"آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں؟۔ کوئی خاص بات ہے کیا؟"

وہ جانے کیا سوچ رہا تھا۔ زوہا کا دل بُری طرح دھڑک گیا۔ فرہاد کی آنکھوں میں گہری سوچ اور تھکن کی تحریر واضح طور پر پڑھی جا سکتی تھی، جبھی وہ متوحش ہو کر فکرمندی سے پُر لہجے میں پوچھ بیٹھی۔

"ہوں۔" فرہاد گہری سوچ سے نکل کر سیدھا ہو بیٹھا۔

ذرا دیر پہلے جن آنکھوں میں بہت وارفتگی تھی، اب وہاں سنجیدگی ڈیرہ جمائے بیٹھی نظر آئی۔

"ماما نے بابر بھائی کی شادی کی تاریخ طے کر دی ہے۔" اُس نے بتایا اور توقف کر کے اس کی جانب دیکھا، جانے وہ کیا سمجھی کہ کہنے لگی۔

"بہت مُبارک ہو آپ کو۔ بلکہ آپ کی پوری فیملی کو۔"

"تمہیں بھی مبارک ہو۔ آخر کو تم بھی تو کزن ہو اور ہونے والی۔"

"پلیز۔" وہ شوخی اور کچھ سنجیدگی سے کہنے لگا تو وہ بے اختیار اسے ٹوک گئی۔

اس لمحے زوہا کے چہرے پر اتنے خوبصورت رنگ بکھلے تھے کہ فرہاد چند ثانیے والہانہ نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ اپنے چہرے پر اس کی نظروں کی تپش محسوس کر رہی تھی، جبھی انگلیاں چٹخانے لگی۔

"صرف یہی بتانا تھا؟" بالآخر نظر اُٹھا کر اُس نے ہی طلسم توڑا۔

"نہیں۔" فرہاد نے ایک لمحہ رُک کر الفاظ ترتیب دیے۔ "بلکہ اصل بات تو یہ کہنا تھی کہ وہ ساتھ ساتھ مجھے بھی نپٹانے کی فکر میں ہیں۔"

اس کے سپاٹ لہجے میں کہے گئے جملے پر زوہا نے گھبرا کر اسے دیکھا۔ آنکھوں میں ڈھیر سارے سوال اُتر آئے تھے۔

"تو پھر۔؟"

"اِن فیکٹ میں یہ چاہ رہا تھا کہ تم اپنے گھر میں کسی طریقے سے میرے بارے میں بتا دو کیونکہ اگر میں نے ماما کو کسی طرح راضی کر کے بھیج دیا اور تمہارے گھر میں غیر متوقع طور پر ماما کو دیکھ کر کسی نے کچھ کہہ دیا یا نامناسب رسپانس دیا تو مشکل ہو جائے گی۔" فرہاد خود اپ سیٹ ہو رہا تھا۔

زوہا اس انکشاف اور نئی افتاد پر بُری طرح بوکھلا گئی۔ اب اسے سمجھ آیا تھا کہ صبیحہ کیوں بتانے سے گریزاں تھی۔ بات ہی اس قدر مشکل تھی کہ وہ خود اُلجھ گئی تھی۔

"کیا آپ کی ماما مان گئی ہیں؟" کتنی ہی دیر وہ خاموشی سے ناخن سے ٹیبل کھرچتی، سوچتی رہی، پھر دھیرے سے مدھم لہجے میں سوال کیا۔

"نہیں، میں نے ابھی ان سے بات نہیں کی۔ مگر میں جلد ہی ان کو یہ سب بتانے والا ہوں۔"

اسے فرہاد کے لہجے میں اُمید اور مضبوطی محسوس ہوئی مگر جانے کیوں دل بیٹھا جا رہا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ بیگم ثمر کبھی بھی اس کی نہیں سنیں گی۔

اُن کی نخوت اور خودسری کے تو قصے مشہور تھے، چھوٹی دادی کی زندگی میں ہی وہ انہیں اور داجان کو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چھوڑ کر شوہر اور بیٹوں سمیت الگ گھر میں شفٹ ہو گئی تھیں۔

ہاں یہ الگ بات ہے کہ اس کے باوجود بچے اب بھی دادا جان سے ملنے جاتے تھے خصوصاً فرہاد کا تو زیادہ تر وقت اُن کے پاس گزرتا تھا۔

اُس نے بے یقین نگاہوں سے فرہاد کی جانب دیکھا تو وہ تھوڑا سا جھک کر اُس کی جانب دیکھنے لگا۔

"تمہیں میرا اعتبار نہیں ہے؟" وہ بہت مان اور اپنائیت سے وہ پوچھ رہا تھا۔

"یہ بات نہیں فرہاد۔ مگر میں گھر میں کسی سے بھی یہ بات نہیں کہہ سکتی۔"

وہ ازحد تشویش زدہ تھی، اس دوران اشتہا انگیز خوشبو بکھیرتا مینو بھی اُن کے آگے چُن دیا گیا تھا مگر وہ دونوں متوجہ نہ ہوئے۔

"یہ بہت متردد سی ہے زوہا۔ تم ماما کو نہیں جانتیں۔ بلیومی، انہیں کنوینس کرنا ویسے بھی بہت مشکل ہے، اس پر مستزاد اگر تمہارے گھر میں کوئی بات ان کے خلافِ مزاج ہو گئی تو پھر اس معاملے کا منتج ہونا دشوار ترین ہو جائے گا۔"

فرہاد بھی کچھ کم پریشان نہیں تھا۔ اپنی ماں کو بھی جانتا تھا اور "نفیسہ لاج" کے مکینوں سے بھی واقف تھا لہٰذا خوش نہیں کسی درز سے بھی داخلِ دل نہ ہوئی تھی۔

"مگر میں کس سے کہوں؟" وہ تردد سے بولی۔

"نیرہ آپی کو صاف صاف بتا دو اور کہو کہ وہ تمہاری امی کو اشارتاً سمجھا دیں تاکہ جب میں ماما کو بھیجوں تو کوئی مسئلہ کھڑا نہ ہو۔" فرہاد نے رسان سے کہا۔

"آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اس طرح یہ مسئلہ حل ہو جائے گا؟" وہ قدرے مایوس تھی۔

"گھی سیدھی انگلی سے نہیں نکلا تو دوسرا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔" وہ بہت مضبوط اور سرکش لہجے میں بولا تو زوہا نے خوف سے جھرجھری لی۔

"کک۔ کیا مطلب؟ آپ کیا کریں گے؟" ہراساں سی زوہا مزید خوفزدہ ہو گئی۔

"تمہیں اٹھا کر لے جاؤں گا۔"

بالکل غیر ارادی طور پر اُس نے شوخی سے کہا تو زوہا کی رنگت زرد پڑ گئی۔ تیکھی نظروں سے اسے گھور کر برہمی کا اظہار کیا تو ایک بے ساختہ سی مسکراہٹ فرہاد کے لبوں پر آ گئی۔

"آپ کو مذاق سوجھ رہا ہے اور یہاں۔" وہ غصے سے بولے جا رہی تھی مگر جب فرہاد نے گہری اور معنی خیز نظروں کا حصار اُس کے گرد باندھا تو اسے چپ ہونا پڑا۔

"میری جان پر بھی بنی ہے ڈیئر۔ تم کیا سمجھتی ہو، میں آتش مین ہوں، مجھ پر اثر نہیں ہوتا۔"

وہ قدرے شاکی لہجے میں گویا ہوا تو وہ بھی نادم ہو گئی۔

"میں یہ نہیں کہہ رہی فرہاد مگر۔" وہ تذبذب کا شکار ہو کر خاموش ہو گئی۔ بھلا وہ گھر میں کیسے بات کر سکتی ہے۔

"اگر ایسا نہیں کر سکتیں تو صبیحہ سے کہو۔ وہ بات کرے نیرہ آپی سے، یا پھر تمہاری دادی جان سے۔" کچھ دیر بعد فرہاد نے سوچ بچار کر کہا۔ تو وہ جیسے اُچھل ہی پڑی۔

"کیا۔ صبیحہ؟" وہ استعجابیہ انداز سے بولی۔ "اُس کی غیر سنجیدگی کو دیکھنے کے بعد بھی آپ یہ کہہ رہے ہیں؟"

"وہ غیر سنجیدہ سہی مگر بے حد پُر خلوص ہے۔ تمہارے اور میرے لیے جتنی جدوجہد وہ کرتی ہے، کوئی نہیں کر سکتا۔ یہ فون کالز اور کبھی کبھی کی ملاقات بھی بس اسی کے توسط سے ہے۔" فرہاد اس کا بے حد ممنون تھا۔ متشکر تو وہ بھی تھی مگر صبیحہ کی لاابالی طبیعت سے کسی سنجیدہ عمل کی توقع نہیں رکھتی تھی۔

یوں بھی صبیحہ حماقت کی حد تک بہادر تھی جو ٹھیک سمجھ لیتی، اُس کے لیے ڈٹ جاتی۔ بظاہر بے حد لاپروا مگر دل میں پختہ عزم رکھنے والی تھی۔ زوہا اس کی رگ رگ سے واقف تھی، جانتی تھی، اس سے بعید نہیں کہ پورے گھر کو ہمنوا بنانے کے لیے کنوینسنگ مہم چلا دے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"وہ تو ٹھیک ہے مگر۔"

"اگر مگر رہنے دو۔ اگر تم ہمت نہیں کر سکتیں تو پھر میں خود صبیحہ سے بات کروں گا۔" وہ دو ٹوک لہجے میں اسے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا تو زوہا نے ہتھیار ڈالنے کے سے انداز میں اس کی جانب دیکھا۔

"دیکھو زوہا، ہم چلنا شروع کریں گے تو سفر ختم ہوگا ناں۔ منزل پہ پہنچنا ہے تو مسافتیں تو طے کرنی ہی پڑتی ہیں، بس اگر تم میرا ساتھ دو تو میں تمہارے اور اپنے اس جائز حق کے لیے لڑ بھی سکتا ہوں، بولو۔ ساتھ دو گی میرا؟" اس کے خاموش ہونے پر فرہاد نے اپنا مضبوط ہاتھ اس کے سامنے کیا تو اس نے دھیرے سے سر اثبات میں ہلا کر اس کے ہاتھ میں جھجکتے ہوئے اپنا نازک سا ہاتھ دے دیا۔

"تھینک یو زوہا۔ آئی ریئلی لو یو۔"

بھاری اور گمبھیر لہجے میں کیا گیا اعتراف زوہا کے دل کو جہاں اطمینان دلا گیا، وہیں ماتھے پر نمی بھی آ گئی۔ اور اس کا خاموش تائیدی انداز فرہاد کے دل میں پھول کھلا گیا۔

● ● ●

یہاں آتے ہوئے تو وہ کافی پر اعتماد تھی مگر جونہی گیٹ کے اندر قدم رکھا، سارا کانفیڈنیس دودھ کے ابال کی طرح بیٹھ گیا۔ اسکول کے وسیع کمپاؤنڈ میں اسٹوڈنٹس ٹولیوں کی صورت میں ادھر ادھر گھوم رہی تھیں۔ ابھی اسمبلی شروع ہونے میں کچھ وقت تھا۔

اس نے گھڑی پر نظر دوڑائی اور خاموشی سے کوریڈور کی طرف چلی آئی۔ آج اس کا پہلا دن تھا، اسی لیے وہ کچھ نروس تھی۔ چپڑاسی سے پتا چلا کہ سمعان ابھی آیا نہیں تھا۔ وہ کوآرڈینیٹر کے کمرے میں چلی آئی۔ ہنس مکھ سی مس ہما اس سے بڑے تپاک سے ملی۔ اس کا انداز قطعی پروفیشنل نہیں تھا۔ دوستانہ لہجے میں وہ اس سے یوں ملی جیسے عرصے سے شناسائی ہو۔

"آپ آج آ رہی ہیں، سمعان سر نے تو آپ سے کل جوائن کرنے کو کہا تھا؟"

"جی۔ بس وہ میں کچھ مصروف رہی۔" غیر متوقع سوال پر وہ ٹھیک طرح سے بات بھی نہ بنا سکی۔

"او کے۔ او کے۔" ہما دھیرے سے ہنس پڑی۔

زمین نے کسی قدر حیرت اور حسرت سے اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھا۔ بعض لوگ کس قدر فضول خرچ ہوتے ہیں، بے دریغ اپنی ہنسی لٹاتے جاتے ہیں۔

"آپ کچھ نروس لگ رہی ہیں۔" ہما نے اس کا چہرا بغور دیکھ کر متبسم انداز میں تجزیہ کیا تو وہ خاموش نظروں سے اسے دیکھنے لگی، سمجھ میں نہیں آیا کیا کہے۔

"ارے فکر نہ کریں، یہاں کا ماحول بے حد اچھا ہے۔ یقین کریں مجھے ڈیڑھ سال ہونے کو آیا ہے، کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ سر سمعان اور سر سلمان یوں تو ڈسپلن کے معاملے میں بڑے سخت گیر ہیں مگر بہت کوآپریٹو ہیں۔ لڑکیاں بھی بہت اچھی ہیں، جلد آپ سے دوستی کر لیں گی۔"

ہما اس کا خاموش رویہ دیکھتے ہوئے خود ہی بتانے لگی۔ وہ اس کے دوستانہ انداز سے تھوڑی ریلیکس ہو گئی تھی لہٰذا پُرسکون ہو کر اس کی بات سننے لگی۔

"آپ کو اوّل تو کوئی مسئلہ نہیں ہوگا اور اگر ہو بھی تو یہاں کی انچارج ہیں مس نگین ان سے کہیے گا۔ منٹوں میں سر سلمان سے کہہ کر حل کرا دیں گی۔" وہ اسے معلومات بہم پہنچا رہی تھی۔

"اور سمعان صاحب۔" وہ بے اختیار پوچھ بیٹھی۔

"وہ۔" ہما ذرا کی ذرا رکی۔ "آپ کا انٹرویو تو انہوں نے ہی کیا تھا ناں؟" اس نے سوالیہ انداز میں کہا تو زمین نے ذرا سا سر اثبات میں ہلا دیا۔

"ان سے تو شاذ و نادر ہی بات ہوتی ہے۔ ان فیکٹ وہ کچھ ریزرو قسم کے شخص ہیں، آپ سے تو ان کا کافی واسطہ رہے گا کیونکہ وہ صرف میٹرک کی ہی کلاسز لیتے ہیں اور آپ بھی انہیں ہی Assist کریں گی۔ مزاج تو خیر ان کا بھی بہت اچھا ہے مگر یہاں زیادہ تر لوگوں پہ ان کا بڑا رعب ہے۔ ٹیچرز وغیرہ ان سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کم ہی مخاطب ہوتی ہیں۔ وہ ہیں بھی ایسے۔ دوٹوک لہجے میں بات کہہ کر ختم کر دینے والے۔"

اسے لگا ہما سمیت سب ہی لوگ شاید سمعان سے گھبراتے ہیں حالانکہ پہلی ملاقات میں اس پر بھی کچھ ایسا ہی امپریشن پڑا تھا۔ جو کہ بعد میں اس کی نرم اور محبت بھری گفتگو نے زائل کر دیا تھا۔ اسی لیے اسے ہما کی فراہم کردہ معلومات پر کچھ حیرت ہوئی۔

کچھ دیر تک ہما اسے مختلف ٹیچرز سے غائبانہ متعارف کراتی رہی۔ اسی اثنا میں اسمبلی کے لیے بیل بج گئی تو وہ اس کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اسمبلی میں سمعان سر شامل نہیں ہوتے۔ آپ ان سے مل کر اپنا شیڈول وغیرہ ڈسکس کر لیں۔ شاید آج وہ آپ کو ٹرائل بھی دیں۔" ہما نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے بتایا اور اسے سمعان کے پرنسپل روم کے قریب چھوڑ کر آگے بڑھ گئی۔

اس نے ایک نظر اسکول کمپاؤنڈ پر ڈالی، ساری اسٹوڈنٹس بے حد ڈسپلن کے ساتھ لائن اپ ہو رہی تھیں۔ جانے انہیں دیکھ کر اس کا ذہن پیچھے کی جانب کیوں سفر کرنے لگا اور وہ شاید یونہی مراقبے میں کھڑی رہتی، اگر سلمان صاحب آکر اسے چونکا نہ دیتے۔

"ایکسکیوزمی بیٹا، آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟"

انہوں نے اسے عقب سے دیکھ کر پکار لیا۔ غالباً وہ اسے کوئی اسٹوڈنٹ سمجھے تھے مگر چونکہ یونیفارم نہیں تھا لہٰذا نرم روی سے سوال کیا، وہ ان کی آواز پر چونک کر مڑی۔

"السلام علیکم۔" اس نے بعجلت سلام کیا۔

سلمان صاحب نے اسے بغور دیکھا تو آنکھوں میں شناسائی کی چمک لہرائی۔ وہ بھی انہیں پہچان چکی تھی مگر جھجک کر کچھ کہنے سے خود کو باز رکھا۔

"بیٹا آپ۔" ان کے لہجے میں سوال سے زیادہ یقین تھا۔

"جی۔ میں زمین ہوں انکل۔ زمین یاور خان۔"

وہ بہت کم مسکراتی تھی

مگر جب اس کے لبوں کو تبسم چھوتا تو چہرے پر ڈھیر سارے رنگ اتر آتے تھے، آنکھوں کی مدھم لو دیتی چمک کچھ یوں اجاگر ہوتی کہ ناظر کی نگاہیں سیراب ہونے لگتیں۔ اس وقت بھی وہ انہیں سامنے پاکر بے اختیار مسکرائی تھی۔

اور عین اسی لمحے سمعان کمرے سے باہر نکلا۔ شاید باہر سے آتی آوازوں نے اسے متجسس کیا تھا، جبھی وہ سوالیہ چہرہ لیے باہر آیا تو نظر سامنے آتش بلیو ـــــــ کاٹن کے کڑھائی والے کلف لگے شلوار سوٹ میں ملبوس زمین یاور پر جا رکیں۔ بڑا سا کلف لگا دوپٹہ پورے وجود پر پھیلا ہوا تھا۔

وہ اور پاپا ایک دوسرے سے رسمی بات چیت کر رہے تھے۔ سمعان خاموشی سے پاپا کے ساتھ آکھڑا ہوا۔ زمین نے اسے دیکھا تو دوبارہ اپنے خول میں بند ہو گئی۔

ابھی ذرا دیر پہلے وہ کسی حد تک نارمل اور بے تکلف انداز میں ان کی باتوں کا جواب دے رہی تھی مگر جب سمعان پر نظر پڑی تو وہ یک دم فارمل ہو گئی۔

"لو بھئی سمعان بیٹا، ان سے ملو یہ زمین ہے، میری بہت پیاری بیٹی۔"

"جی پاپا۔ میں ان سے مل چکا ہوں۔" وہ دھیمے سے نرم مسکراہٹ لبوں پر سجا کر بولا تو زمین نے اسے دیکھ کر نظر جھکا لی۔

"وہ تو تم ایک کینڈیڈیٹ (Candidate) کی حیثیت سے متعارف ہوئے تھے مگر آج تو میں تمہیں اپنی بیٹی سے ملوا رہا ہوں۔"

اسے اتنے عرصے بعد سامنے پاکر سلمان صاحب بے حد خوش ہو رہے تھے ورنہ جب سے یاور صاحب سے ان کے اختلافات ہوئے ان کا ملنا جلنا ختم ہو گیا تھا۔ انہیں یاور سے تو کوئی لگاؤ نہیں تھا۔ البتہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

زمین انہیں بہت یاد آتی۔ اس کی ساحرانہ معصوم کشش انہیں ابھی تک اپنے حصار میں مقید کیے ہوئے تھی، اس لیے وہ اسے دیکھ کر حد درجہ مسرور نظر آ رہے تھے۔

"جی پاپا۔" سمعان نے قدرے رشک اور مرعوب سے انداز میں اسے دیکھا۔

سلمان صاحب کی محبت اور شفقت پر وہ بہت خفیف سا مسکرائی تھی۔ آنکھوں میں ٹھہری نمی جو کہ ہمیشہ ہی اس کے نین کنول کا حصہ رہی تھی جانے کیوں اس لمحے کچھ بڑھی ہوئی محسوس ہوئی۔

"آپ کل آئی نہیں تھیں مس زمین۔ میں نے کل آپ کا انتظار بھی کیا تھا۔"

وہ براہ راست اس سے پوچھ بیٹھا تو وہ بری طرح سٹپٹا گئی۔ گو کہ اس کے لہجے میں کوئی خاص گہرائی یا ذومعنویت نہیں تھی مگر پھر بھی آنکھوں میں کوئی تاثر تھا ضرور۔ جو زمین یاور خان کی ہتھیلیاں نم کر گیا۔

"جی وہ۔ میں۔" وہ ایک بار پھر گڑبڑا گئی۔

"اِٹس آل رائٹ۔ اٹس نیور ٹو لیٹ (It never too late)۔" وہ یکدم ہی اسے نروس دیکھ کر مسکراتے ہوئے بات کا رُخ بدل گیا تو وہ ممنونیت کے اظہار کے طور پر دوستانہ انداز میں ہلکے سے مُسکرا دیا۔

"بیٹا، آپ انہیں ان کا شیڈول سمجھا دیں۔ آئی ایم شیور یہ جلد پک کر لیں گی اور اگر کوئی غلطی کر بھی دیں تو میں آپ کو ان سے باز پرس کرنے کا قطعی حق نہیں دوں گا۔ سمجھے۔"

سلمان صاحب نے ہنستے ہوئے سمعان کو وارننگ دی، ان کے لہجے میں اس کے لیے بے پناہ شفقت تھی۔

"سوچ لیجیے پاپا، آپ اقربا پروری کر رہے ہیں؟"

سمعان نے گو کہ مذاق میں کہا تھا مگر اس کے لہجے کی سنجیدگی زمین کو سہما گئی جب کہ سلمان صاحب بے حد خوشدلی سے قہقہہ لگا کر کہنے لگے۔

"کوئی بات نہیں بیٹا، تھوڑی بہت ہیرا پھیری تو ہمیں بھی جائز ہے؟"

"اوکے سر۔" سمعان نے بھی ہنس کر ان کا ساتھ دیا تو وہ اسے ضروری ہدایات دیتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔

سمعان اس کی طرف بڑھا تو وہ اب تک باپ بیٹے کے اس دوستانہ انداز پر متحیر سی کھڑی جانے کن حسرتوں کی چنگاریاں ماضی کی راکھ سے کریدنے میں مصروف تھی۔

وہ ہی مخصوص تاثر اس کی آنکھوں میں آ ٹھہرا تھا، جس نے پہلے ہی روز سمعان کو چونکا کر اپنی جانب کچھ اس شدت سے متوجہ کیا تھا کہ وہ اب تک اسے بھلا نہیں پایا تھا۔

"مِس زمین۔" اس نے کھنکار کر اسے متوجہ کیا تو وہ چونکی۔

"جی۔" اپنی بے خودی پر وہ خفیف سی ہو گئی۔

"آئیے۔" وہ اسے گہری نظروں سے دیکھتا آگے بڑھا تو وہ خاموشی سے اس کی تقلید میں چلی آئی۔

● ● ●

کچھ تو فرہاد کی باتوں کا اثر تھا کہ وہ خاصی پُر اُمید تھی اور کچھ اس کے ساتھ کا کہ وہ چند لمحوں پہلے کے واقعے کو اس وقت تک کے لیے بھول گئی۔ جب تک کہ فرہاد اس کے ساتھ رہا مگر جونہی فرہاد نے اسے داجان کے گھر ڈراپ کیا، وہ نئے سرے سے پریشان ہو گئی۔

صہیبہ بھی اسی وقت پہنچی تھی لہٰذا داجان کو پتا ہی نہیں چلا کہ وہ فرہاد کے ساتھ آئی ہے۔ انہوں نے اسے دیکھتے ہی محبت اور خوشی کا اظہار کیا تو وہ دل ہی دل میں نادم ہوتی رہی۔ وہ اس سے کس قدر شفقت سے پیش آ رہے تھے جب کہ وہ یہاں آنے میں پس و پیش سے کام لیتی تھی۔

کھانے کا تو خیر وقت نہیں تھا۔ صہیبہ کے سر پہ امی کی ڈانٹ کی تلوار لٹک رہی تھی لہٰذا وہ بمشکل داجان کو ٹال کر گھر کے لیے ییلو کیب میں سوار ہو گئیں۔

"خیریت۔ یہ تمہاری شکل پر ساڑھے بارہ کیوں بج رہے ہیں۔ فرہاد بھائی نے کوئی خوفناک سی کہانی سنا دی ہے یا پھر ڈریکولا سے ملاقات کر کے آ رہی ہو؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صہبیہ نے اس کے چہرے کے تشویش سے لبریز تاثرات دیکھ کر تجزیہ کرتے ہوئے سوال کیا جس کا جبرا اندرونی خلفشار کی غمازی کر رہا تھا۔ زوہا نے بے بسی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ آنسو گویا پلکوں پر تھے بہہ نکلے۔

ارے۔۔رے۔۔ یہ کیا کر رہی ہو بیوقوف لڑکی۔ کمال ہے بھئی میں تو سمجھی تھی تم فرہاد بھائی سے مل کر زعفران کا کھیت بن جاؤ گی مگر یہاں تو معاملہ ہی الٹا ہے۔ صاف کہو، کہیں موصوف نے انکارِ وفا اور اقرارِ جفا تو نہیں کر لیا۔ یقین کرو اگر ایسا ہوا ہے تو ان کی اور تمہاری جان ایک کر دوں گی۔"

وہ کچھ بوکھلا کر اس روانی سے بولی کہ زوہا نے بھیگی ہوئی آنکھوں سے خشمگیں نظریں اس پر ڈالیں۔

"اُفوہ ناراض کیوں ہوتی ہو؟۔ اچھا چلو آنسو صاف کر لو۔ میں فرہاد بھائی کی فون پر اچھی طرح خبر لوں گی۔" اس نے زوہا کو بچوں کی طرح پچکار کر کہا۔

"نہیں پلیز، انہیں کچھ مت کہنا۔" زوہا نے جھٹ آنسو بہاتے ہوئے کہا تو اس نے ایک گہری اور سرد آہ بھری۔

"ہائے ری مشرقی لڑکیاں۔ محبوب چاہے بارہویں منزل سے دھکا دے دے مگر ان کی وفاداریاں یونہی قائم رہتی ہیں۔" صہبیہ کا انداز صاف مذاق اڑانے والا تھا۔

"ارے، میں کہتی ہوں سدھر جاؤ لڑکی۔ اس وقت سخت بھوک لگی ہے۔ اگر تم نے سیدھی طرح نہ بتایا کہ مسئلہ کیا ہوا ہے تو تمہیں ہی نعمتِ غیر مترقبہ سمجھ کر بسم اللہ کر دوں گی۔"

اس نے غصے میں آنکھیں نکالیں تو زوہا کو بتانا ہی پڑا اور چونکہ کسی حد تک وہ بھی اس مسئلے سے واقف تھی اس لیے مطمئن بیٹھی رہی۔ البتہ گھر میں کسی کو اس معاملے کے بارے میں بتانے والی بات پر وہ بھی اُلجھ گئی تھی۔ درحقیقت "نفیسہ لاج" میں داجان یا ان کی دوسری بیوی کے بیٹے سے متعلق کبھی کوئی تذکرہ زیرِ بحث نہیں آتا تھا۔

گو کہ یہ بات انہیں کبھی کسی نے حکمیہ نہیں کہی تھی مگر اسے سبھی ــــ از خود جانتے تھے۔ ایک صرف وہ تھی کہ امی اور پاپا سے ضد کر کے چلی آتی۔ البتہ دادی جان سے تو وہ بھی داجان کا ذکر نہیں کرتی تھی۔ امی کی تاکید کرتی نظریں ہمہ وقت اس کا گھیراؤ رکھتیں۔ ورنہ امی جان کی طبیعت تو اتنی نرم اور حلیم تھی کہ وہ جانے کب کی ان سے ساری رُوداد سُن چکی ہوتی۔

وہ سب صرف اتنا جانتے تھے کہ داجان نے چھوٹی دادی یعنی ثریا بیگم سے نفیسہ خانم کی اور چار بچوں، تین بیٹے اور ایک بیٹی کی موجودگی میں بنا بتائے شادی کی تھی اور جس وقت نفیسہ خانم اس بات سے واقف ہوئیں، ثریا بھی ایک بیٹے کی ماں بن چکی تھیں۔

یہ انکشاف بڑا جان لیوا تھا۔ نفیسہ خانم اتنا تو جانتی تھیں کہ ان کے شوہر علی صاحب انہیں اتنا نہیں چاہتے جتنا کہ ان کا حق تھا مگر یہ بات اس حد تک آگے بڑھ جائے گی ان کے سان و گمان میں بھی نہ تھا۔ وہ اچھے خاندان کی بیٹی تھیں، لہٰذا جگ ہنسائی کے خوف سے طلاق تو نہ لی البتہ بنا کوئی شکایت کیے خاموشی سے بچوں سمیت علیحدہ ہو گئیں۔

اس وقت امتیاز، اکرام اور انعام اپنی تعلیم مکمل کر چکے تھے۔ ان کے لیے بھی یہ انکشاف ایک بڑا سانحہ اور صدمہ تھا، سو انہوں نے بھی ماں کے پیٹھ پھیرنے پر دل سے ان کا ساتھ دیا اور باپ کو چھوڑ آئے۔ داجان نے صرف ایک بار انہیں منانے کی کوشش کی اور جب نفیسہ خانم نہ مانیں تو اپنی دوسری بیوی اور بیٹے کو "علی ولاز" میں لے آئے۔

دُکھ گو بہت زیادہ تھا مگر وقت زخم مندمل کرنے کی زبردست صلاحیت رکھتا ہے ـــ گزرتے دنوں کے ساتھ ساتھ درد میں کمی آتی چلی گئی۔ داجان کی خطا ایسی تھی کہ پورا خاندان نفیسہ خانم کے ساتھ تھا بلکہ ان کی نند جو کہ ان کی بھابی بھی تھیں، اپنے بھائی کے مقابلے میں ان کی حامی تھیں۔

یوں نفیسہ خانم شوہر سے علیحدہ ہو کر بھی خاندان سے جڑی رہیں اور انہوں نے اپنی تینوں بہوئیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

خاندان سے ہی منتخب کیں۔ صہیبہ کی والدہ رخسانہ تو ان کی نند کی اولاد تھیں، اسی لیے دا جان سے اُن کا دُہرا رشتہ بنتا تھا، سو وہ صہیبہ کے معاملے میں زیادہ سختی نہیں کرتی تھیں کہ بہر حال وہ ان کے ماموں اور پھوپھا ہونے کے علاوہ سسر بھی تھے اور یہی وہ پوائنٹ تھا جسے صہیبہ خوب کیش کراتی تھی۔

چھوٹی بہو رضیہ بیگم، نفیسہ خانم کی بھانجی تھیں، خالہ کے ساتھ بڑی محبت سے رہتی تھیں اور سب سے آخری بہو رومانہ تھیں جو نفیسہ خانم کے سب سے چھوٹے بھائی کی بیٹی تھیں۔ کیونکہ ساری بہوئیں آپس میں بھی خالہ زاد اور ماموں زاد کے رشتوں سے بندھی ہوئی تھیں، اس لیے بڑے اخلاق سے رہتیں۔ کچھ نفیسہ خانم کے پُروقار اور تمکنت بھرے اصول بھی ایسے تھے کہ کسی کو کوئی شکایت نہ ہوتی۔

اکلوتی بیٹی سعدیہ انہوں نے قریبی عزیزوں میں بیاہی —— تھی جو چند گھر چھوڑ کر قریب ہی رہتی تھیں۔ ان کی ایک بیٹی شفق اور بیٹا عمر تھے۔ جب کہ امتیاز صاحب کی دو بیٹیاں صہیبہ اور مدحت اور ایک بیٹا نعیم علی تھے جو کہ سب کے بڑے بھیا تھے۔ اُن کی بیوی سمرہ بھی خاصی اچھی خاتون تھیں۔

امتیاز صاحب سے چھوٹے انعام تھے، جن کے دو بیٹے ساجد اور احمر تھے اور دو بیٹیاں نمیرہ اور زوہا تھیں۔ نمیرا سعدیہ پھوپھو کے بیٹے عمر سے بیاہی گئی تھیں وہ بھی قریب ہی رہتی تھیں۔ اور سب سے آخر میں اکرام صاحب کی ایک بیٹی فوزیہ اور ایک بیٹا آذر تھا۔

سب ہی ایک دوسرے کے اُوپر تے تھے، چند بہنوں کی چھوٹی چھوٹی لڑائی تھی یوں سارے کزنز کی آپس میں دوستی بھی بہت تھی اور جھگڑتے بھی خوب تھے۔

مگر ان تمام باتوں کے باوجود فرہاد علی کے بارے میں گھر میں کسی کو نہیں بتایا جا سکتا تھا۔ زوہا کی بات پر وہ بھی متفکر ہو گئی۔ جب کہ ادھر فرہاد کا اصرار تھا کہ وہ جب اپنی ماما کو راضی کر کے بھیجے تو نفیسہ لاج میں ان کا استقبال مناسب طریقے سے کیا جائے۔ یہ نہ ہو کہ سب شاک میں گھر کر کوئی حتمی فیصلہ جذبات میں آ کر کر ڈالیں۔

"ہوں — یہ ایک توجہ طلب مسئلہ ہے۔ اینی وے اس پر بھی غور و فکر کریں گے بہر حال تم یہ بتاؤ کہ تم لوگ کہاں گئے تھے اور کتنا مزا کیا؟"

صہیبہ خود بھی پریشان تھی مگر زوہا کو ریلیکس کرنے کے لیے یونہی مسکرا کر پوچھنے لگی، جواباً اُس نے پاپا سے مڈ بھیڑ کی پوری کہانی کہہ سنائی۔

"کیا؟" وہ حیرت سے چیخ پڑی۔

"آہستہ بولو —" زوہا نے ڈرائیور کو متوجہ دیکھا تو اسے ڈپٹ دیا۔

"رئیلی زوہا — کیا چچا جان نے تمہیں دیکھ لیا؟"

"پتا نہیں — ویسے فرہاد نے مجھے کور تو کر لیا تھا اور میرا خیال ہے میں انہیں نظر نہ آ سکی ہوں گی۔ مگر جوں جوں گھر نزدیک آ رہا ہے، میرا دل بُری طرح گھبرا رہا ہے صبی۔ لگتا ہے پاپا دروازے پہ ہی گن لیے کھڑے ہوں گے۔" زوہا کی حالت ناگفتہ بہ تھی، پریشانی سے بولی۔

صہیبہ کو افسوس ہوا، ناحق اُس نے فرہاد کے کہنے میں آ کر اسے باہر بھیجا۔ اچھا ہوتا جو دونوں یونیورسٹی میں یا دا جان کے گھر ہی بات کر لیتے۔ مگر جو ہونا تھا، وہ تو ہو چکا تھا۔

"نہیں — انشاء اللہ ایسا نہیں ہوگا — تمہارا کیا خیال ہے چچا جان نے اگر تمہیں دیکھ لیا ہوتا تو کیا وہیں چھوڑ کر خاموشی سے چلے جاتے — نہیں زوہا، وہ تمہیں اور فرہاد بھائی کو وہیں شوٹ کر کے فرہاد دوم کی المیہ کہانی کو لوک عشقیہ داستانوں میں شامل کر کے تاریخ میں ایک نیا باب رقم کر ڈالتے۔"

سنجیدہ اور گھمبیر صورتحال میں صہیبہ کا اندازِ گفتگو وہی ہوتا تھا۔ زوہا نے جھنجھلاہٹ اور غصے پر قابو پانے کے لیے کھڑکی کی جانب رُخ کر لیا تو صہیبہ کو احساس ہوا کہ وہ کیا کہہ گئی ہے۔

"کم آن یار، آئی ایم ساری — میں تو مذاق کر رہی تھی۔"

اچھی طرح ہنس لینے کے بعد اُس نے معذرت خواہانہ التجا کی تو زوہا نے بے حد سنجیدگی سے اُسے دیکھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"تمہیں تو ہر وقت مذاق سوجھتا رہتا ہے صہبی۔ اور اُدھر فرہاد کہتے ہیں کہ تم سے کہوں کہ تم نمیرا آپی یا دادی جان سے بات کرو۔ بھلا تم پر کس طرح اتنے پیچیدہ اور سنجیدہ معاملے کی ذمہ داری ڈالی جا سکتی ہے۔"

زوہا بہت مایوس اور دلگرفتہ لگ رہی تھی۔ صہبیہ کو اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہوا تو خاموشی سے چند ثانیے نظر جھکا کر کچھ سوچا اور پھر آہستگی سے زوہا کا ہاتھ تھام لیا۔ گرفت بڑی مضبوط تھی جو اس کی سنجیدگی کی غماز تھی، زوہا نے کسی قدر سکون محسوس کیا۔

مگر دل کی بے چینی سوا تھی جو گھر پہنچ کر اور بھی بڑھ گئی۔ انعام صاحب ابھی گھر نہیں لوٹے تھے۔ اُس کے دل پر انتظار کی اذیت ناک گھڑیوں کا بوجھ آ گرا۔ اب جب تک ان کی واپسی نہ ہوتی، اسے چین نہیں آ سکتا تھا۔ گو کہ اسے صہبیہ نے بہت سمجھایا، تاویلیں دیں کہ بھلا اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو کیسے وہاں چھوڑ آتے وغیرہ وغیرہ مگر اس کے دل کو کسی پل قرار نہ تھا۔

"ٹھیک ہے، مر و تم یونہی ٹہل ٹہل کر۔" جب وہ اسے سمجھا سمجھا کر تھک گئی تو چادر سر تک تان کر زوہا کے بیڈ پر ہی دراز ہو گئی۔ اور جاگی تو اس وقت جب زوہا نے باقاعدہ اسے جھنجھوڑ کر بتایا کہ پاپا سے وہ مل لی ہے۔ وہ بالکل نارمل ہیں گویا کہ انہوں نے اسے نہیں دیکھا تھا۔

"سچ کہہ رہی ہو۔" اُس نے بے یقینی سے اسے دیکھا اور پھر بے ساختہ اس سے لپٹ گئی۔

زوہا نے ہنس کر اُس کا ہاتھ تھام لیا۔

"تھینکس گاڈ۔" وہ بھی خوش ہو گئی۔

"اچھا، اب ذرا یہ شکل ٹھیک کرو اور کمرے سے باہر نکلو۔ شفق اور نمیرا آپی آئی ہیں نیچے۔" زوہا اس کا گال تھپتھپا کر چلی گئی تو وہ بھی بالوں میں برش پھیر کر کپڑوں کو تنقیدی نگاہوں سے دیکھتی۔ باہر لان کی طرف چلی آئی۔ جہاں وہ تینوں فوزیہ اور مدحت کے ساتھ بیٹھی تھیں۔

"آداب عرض ہے ڈیئر کزنز۔" وہ موڈ کو خوشگوار بنا کر بولی۔

"تسلیمات۔ تسلیمات۔"

سب کے اجتماعی جواب پر مسکرا کر وہ اُن کے پاس گھاس پر ہی بیٹھ گئی۔ گرمیوں کے دن تھے ہوا میں ہلکی سی خوشگوار ٹھنڈک تھی۔

"ارے بھئی نمیرا باجی، آج آپ کیسے آ گئیں؟" وہ نمیرا کی طرف متوجہ ہوئی۔

"ہاں۔ ہم تو خود حیران تھے کہ عمر بھائی نے انہیں کیسے آنے دیا۔ وہ بھی تین دن کے لیے۔" فوزیہ شوخی سے ہنسی۔

"کہیں لڑائی تو نہیں ہو گئی بہنوئی صاحب سے۔" زوہا نے جھک کر رازداری سے پوچھا۔

"بکو نہیں۔" نمیرہ ہنسی۔ "عمر مجھے کبھی منع نہیں کرتے۔ بس۔ مجھے ہی فرصت نہیں ملتی۔" نمیرا کے سادگی سے کہنے پر ان سب کے لبوں پر شوخ مسکراہٹ بکھر گئی۔

"تم یہ بتاؤ۔ اِدھر کی کیا خبریں ہیں، داجان کیسے ہیں؟" نمیرا اُن کی شوخی سے گھبرا کر بولی تو وہ ایک دم افسردہ ہو گئی۔

"بہت اکیلے۔ بہت تنہا۔" اُس نے گہری سانس چھوڑتے ہوئے کہا۔

"سچ تو یہ ہے کہ میرا دل اب تک وہیں پڑا ہے۔ دادی جان کے پاس تو سب لوگ ہیں مگر وہ کس قدر اکیلے ہیں کسی کو احساس نہیں۔" اُس کے لہجے میں درد سمٹ آیا۔

"مگر انہیں کون سی کمی ہے۔ ان کے ایک بیٹے بھی تو ہیں۔ اب تو اُن کے بھی دو تین بچے ہیں۔ وہ کیوں نہیں آ جاتے، ان کی تنہائی دور کرنے۔" شفق نے کٹھور پن سے کہا۔ داجان کے لیے اس کے دل کی کدورت چھپی ہوئی نہ تھی۔ شاید ہی وہ کبھی انہیں ملنے گئی ہو۔ زوہا نے اس کی بات پر سر جھکا لیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"وہ تو ٹھیک ہے مگر ہمارا بھی تو کچھ فرض بنتا ہے کہ نہیں۔ کیا ہمیں ان کا خیال نہیں کرنا چاہیے۔" اس نے لتاڑنے والے انداز میں کہا تو سب نظریں چرا گئیں۔

"اور جہاں تک ان کے بیٹے کا تعلق ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ ان کی بہو ایک خود پرست عورت تھیں۔ اب وہ نہ اپنے شوہر کو داجان سے ملنے دیتی ہیں نہ اپنی اولاد کو۔ یہ الگ بات کہ ان کے بیٹے آج بھی داجان سے ملنے آتے ہیں، ان کا خیال رکھتے ہیں۔"

"نانا جان کو اپنے کیے کی سزا ملی ہے۔ ان کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔" شفق نے زمانے بھر کی تلخی لہجے میں سمو کر کہا۔

"کیوں، انہوں نے ایسا کون سا جرم کیا تھا؟" شفق کی بات پر اسے بے طرح غصہ آگیا۔

"دوسری شادی۔" مدحت نے جھٹ کہا۔

"دوسری شادی گناہ یا جرم نہیں۔ ہمارے مذہب میں اس کی آزادی ہے۔" اس نے متانت سے جواب دیا۔

"مگر پہلی بیوی سے اجازت لینا بھی ضروری ہے۔ یہ قانون کا حکم ہے۔" شفق نے کہا۔

"لیکن داجان نے دوسری شادی کے بعد بھی دادی جان کے ساتھ ایسا کوئی برا سلوک بھی نہیں کیا تھا کہ انہیں دین و دنیا کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔" صبیحہ نے بھی فوراً حمایت کی۔

"یہ بات تم کس طرح کہہ سکتی ہو۔ جو کچھ دادی جان نے برداشت کیا ہے، وہ ہی جانتی ہیں۔" نمیرا نے افسردگی سے کہا۔

"مگر ان کے لبوں سے تو آج تک ایک لفظ بھی داجان کے خلاف نہیں نکلا۔" وہ حیرانی سے بولی۔

"یہ تو ان کی اعلیٰ ظرفی ہے کہ اب تک اپنے دکھوں کو چھپا کر جیے جا رہی ہیں حالانکہ اگر وہ چاہتیں تو اپنے بچوں کے ذہن داجان کی طرف سے بدظن کر سکتی تھیں۔ مگر انہوں نے کبھی ایسا نہیں کیا۔" مدحت نے سنجیدگی سے کہا۔

"بہرحال جو کچھ بھی ہوا اس میں سراسر نقصان دادی جان کا ہوا ہے۔ ان کا گھر تو اجڑ گیا ناں؟" نمیرا نے ٹھنڈی سانس بھری۔ گھروں کے ٹوٹنے کا دکھ وہ ان سب سے زیادہ سمجھتی تھی کیونکہ ان سب میں صرف وہ ہی شادی شدہ تھی اور جانتی تھی کہ گھر بنانا، بگاڑنے سے زیادہ مشکل ہے۔

"یہ ان کی تقدیر تھی۔" فوزیہ بھی دکھی تھی۔

"تقدیر ہی سب کچھ نہیں ہوتی، تدبیر بھی اپنی جگہ ایک اہمیت رکھتی ہے۔ دادی جان اگر تدبیر سے کام لیتیں اور گھر چھوڑ کر نہ آتیں تو آج حالات مختلف ہوتے۔" اس نے مدلل انداز میں کہا۔

"تقدیر کے آگے تدبیر کا بس نہیں چلتا۔ جو کچھ ہونا ہوتا ہے، وہی ہو کر رہتا ہے۔" شفق نے بحث کی۔

"ہرگز نہیں۔ میں یہ بات نہیں مانتی، انسان چاہے تو اپنی تقدیر سے لڑ سکتا ہے۔ قسمت بدل سکتا ہے، استدلال اور تدبر کے ذریعے۔" وہ میز پر مکا مار کر پرزور انداز میں بولی۔

"یہ محض خام خیالی ہے ورنہ انسان کی کیا بساط کہ وہ خدا کی بنائی ہوئی تقدیر سے ٹکرا سکے۔ اس کا کوئی فعل اللہ کی مرضی کے بغیر انجام نہیں پا سکتا۔" شفق بضد تھی۔

"تو پھر انسان کو اچھے کام پر جزا اور برے کام پر سزا کیوں ملتی ہے؟ اسی لیے ناں کہ وہ اپنے فعل پر قادر ہوتا ہے۔ گویا انسان اپنے عمل کا مختار ہے۔ اور اسی نکتے کی روشنی میں گناہ کی وعید اور ثواب کے لیے نوید سنائی گئی ہے۔" اس نے دلیل کے ساتھ کہا۔

"مگر بعض معاملات میں انسان تقدیر کے آگے مجبور اور بے بس ہے۔ تم نے حضرت علیؓ کا وہ قول نہیں سنا کہ آپؓ نے فرمایا تھا "میں نے اللہ کو اپنے ارادوں کی شکست سے پہچانا ہے۔" یعنی انسان کی تدبیر عقل اور فہم و فراست اللہ کے حکم کے آگے اس کی منشا کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔" شفق کے دلائل پرزور تھے۔

"اور میر کیا خوب کہہ گئے ہیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ناحق ہم مجبوروں پہ تہمت ہے مختاری کی
جو چاہے ہیں سو آپ کریں، ہم کو عبث بدنام کیا

فوزیہ نے گفتگو سنگین اور سنجیدہ ہوتے ہوئے دیکھی تو مسکرا کر کہا۔
"لیکن دادی جان کو اپنا گھر نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔" وہ اپنی بات پر بضد تھی۔

"گھر اپنا رہا کب تھا۔ نانا جان کی دوسری بیوی نے ہر چیز اپنے قبضے میں لے لی تھی۔ یہاں تک کہ نانا جان کو بھی اپنی مٹھی میں کر لیا تھا۔" شفق نے فوراً کہا۔ یہ حمایت اسے اپنی ماں سے ورثے میں ملی تھی ویسے بھی اسے دادی جان سے بہت محبت تھی شاید اس لیے کہ وہ ان کی اکلوتی نواسی تھی۔

"لیکن اس طرح ہار مان لینے سے بھی تو کچھ حاصل نہ ہوا۔ ویسے بھی ہمارے معاشرے میں مرد تو دو، دو شادیاں کرتے ہی ہیں۔ اس میں گھر چھوڑ دینے والی بات بالکل غلط تھی۔" وہ داجان کی مکمل حمایتی تھی اور باوجود اس کے کہ مخالف پارٹی اس سے زیادہ بڑی تھی مگر وہ پھر بھی ڈٹی ہوئی تھی۔

"تم حالات کی نوعیت اور محبت کے فطری تقاضوں کو نہیں سمجھ سکتیں۔ تمہیں کیا معلوم کہ سوتن کا خوف ہر عورت کے سر پر تلوار کی طرح لٹکتا رہتا ہے۔ اس کے وجود میں سوئیاں چبھو دیتا ہے۔ محبت میں بٹوارہ ہر ایک برداشت نہیں کر سکتا۔ خصوصاً عورت جس کا دل سمندر کی طرح فراخ ہوتا ہے، اس معاملے میں بہت کم ظرف بن جاتی ہے۔ وہ کسی کو اپنی محبت میں شریک نہیں بنا سکتی۔" نمیرا نے سمجھانا چاہا۔

"مگر یہ بات صرف وہی سمجھ سکتا ہے جو اس دور سے گزرا ہو۔ ہم تم نہیں۔" فوزیہ نرمی سے بولی۔

"مگر یہ بات تو سمجھ سکتے ہیں ناں کہ اس طرح اولاد کو بھی ان سے دور کر دینا ٹھیک نہ تھا۔ داجان نے دوسری شادی ہی تو کی تھی۔ کوئی عذاب میں تو نہیں ڈال دیا تھا دادی جان کو۔ انہیں کمپرومائز کرنا چاہیے تھا۔" وہ قدرے دھیما پڑتے ہوئے بولی۔

"بعض معاملات میں اعتبار ہی بنیاد بنتا ہے۔ اگر وہ ہی نہ رہے تو سمجھوتے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی مگر یہ بات تم نہیں جان سکو گی۔ کیونکہ ابھی تم عمر کے اس دور سے گزر رہی ہو جو صرف اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا سبق دیتا ہے اور جذباتیت کے باعث بعض حقائق نظر انداز ہو جاتے ہیں۔" نمیرا نے مسکرا کر اسے دیکھا جو داجان کی محبت میں جذباتی ہو رہی تھی۔

"یہ بات تو تم صرف اسی وقت جان سکو گی جب خود اپنا گھر بساؤ گی۔ اپنا گھر اور شوہر بانٹنا آسان نہیں، ہر لمحے دھڑکا لگا رہتا ہے۔ گھر بنانا اور اس میں قدم جمانا بہت صبر آزما کام ہے۔" نمیرا نے اس کا ہاتھ تھام کر نرمی سے کہا۔

"پھر دادی جان جیسی عورت جس کو اپنی انا بھی عزیز تھی۔" زوہا نے سنجیدگی سے کہا۔

"تو یوں کہو کہ دادی جان نے اپنی انا پر رشتوں اور اپنے گھر کو قربان کر دیا۔"

"ظاہر ہے ایک ایسے گھر میں جہاں کسی کی عزتِ نفس کو ٹھیس لگائی جائے وہاں رہنا اپنی توہین کے مترادف ہے۔ نانی جان نے اچھا کیا جو وہ گھر چھوڑ آئیں۔ اب نانا جان کو اندازہ ہوا ناں اپنی ناانصافی کا۔" شفق نے زہر خند لہجے میں جواب دیا۔

"ناانصافی کی کیا بات ہے، ہو سکتا ہے کہ ان دونوں کی ذہنی ہم آہنگی نہ ہوئی ہو۔" اس نے ایک نیا نکتہ اٹھایا۔ وہ ہر طرح سے داجان کا دفاع کرنا چاہ رہی تھی۔

"محبتیں ذہن کی ہم آہنگی سے بڑھ کر ہوتی ہیں۔ دادی جان نے تمام بچپن ان کے نام پر گزارا اور شادی کے بعد بھی اپنی ہر خوشی داجان کے لیے تج دی، مگر ان کی نظروں میں سما نہ سکیں۔ جب ہی تو انہوں نے دوسری شادی کر لی۔" نمیرا نے دلگیر لہجے میں کہا۔

"تو انہیں ان کی نظروں میں سمانے اور دل میں جگہ بنانے کی کوشش کرنی چاہیے تھی نہ کہ گھر چھوڑ آتیں۔" وہ جھلا کر بولی۔

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔ داجان کی بیوی کی حیثیت سے محبت اور عزت ان کا حق تھا اور

www.iqbalkalmati.blogspot.com

محبتیں اعزاز کی طرح حاصل کی جاتی ہیں۔ خیرات کی طرح مانگی نہیں جاتیں سمجھیں؟" شفق نے آگ بگولہ ہوتے ہوئے غصے میں کہا تو وہ بھی ڈٹ گئی۔

"گویا محبت حق ہے اور حق تو مانگا ہی جاتا ہے ناں یا چھین لیا جاتا ہے۔ اس کے لیے لڑنا پڑتا ہے' کوئی ٹرے میں سجا کر تو پیش نہیں کرتا؟"

"یعنی تمہارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ دادی جان نے اپنا گھر بچانے کی کوشش نہیں کی اور بخوشی و رضا اسے چھوڑ آئیں۔" شفق نے طنزیہ انداز میں کہا تو وہ تلملا گئی۔

"میں نے یہ نہیں کہا مگر اتنا ضرور کہوں گی کہ دادی جان کو تھوڑا صبر کرنا چاہیے تھا۔ ضبط کر کے اس وقت کا انتظار تو کرتیں جب۔۔۔"

"جب نانا جان ان کی جھولی میں تمام تر محبت کی بھیک ڈال دیتے۔ تب تک وہ یونہی دست دراز کیے' کشکول تھامے ان کے قدموں میں پڑی رہتیں۔" شفق نے اس کی بات کاٹ کر کٹیلے لہجے میں کہا

"تم ایک لڑکی ہو کر یہ بات کہہ رہی ہو صبیحہ، کیا تم اپنی کسی چیز میں شرکت برداشت کر سکتی ہو؟" فوزیہ نے استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"ہرگز نہیں۔۔۔ اور اگر ایسا ہوتا ہے تو میں وہ چیز ہی ختم کر دیتی ہوں تاکہ وہ میری نہ رہے تو کسی اور کے قبضے میں بھی نہ جا سکے اور میرا خیال بھی یہی ہے کہ دادی جان کو بھی یوں شکست نہیں ماننا چاہیے تھی۔۔۔"

"گویا تمہارے فلسفے کے مطابق انہیں داجان کو قتل کر دینا چاہیے تھا تاکہ نہ رہے بانس' نہ بجے بانسری۔" فوزیہ کو بے وقت کی شوخی سوجھی۔

"تم الفاظ کو توڑ موڑ کر غلط رخ مت دو۔" اسے طیش آ گیا! "مجھے دادی جان سے محبت ہے اور میں داجان کے فعل سے بھی متفق نہیں تاہم مجھے دادی جان کی حکمت عملی سے بھی اختلاف ہے۔ انسان کو ہر حال میں اپنی چیز پہ اپنی گرفت مضبوط رکھنی چاہیے۔ جو شخص اپنی جگہ چھوڑ دیتا ہے' اس کی جگہ کوئی اور لے لیتا ہے۔" اس نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"چلو خیر چھوڑو ان باتوں کو۔" زوہا نے ماحول کے بوجھل پن کو محسوس کرتے ہوئے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

"ویسے بھی کسی کی زندگی کے بارے میں بے لاگ تبصرہ کرنے سے پہلے خود کو اس کی جگہ رکھ کر سوچنا چاہیے۔ درد کی شدت کو صرف وہی محسوس کر سکتا ہے جو اس کو سہتا ہے۔"

نمیرا نے بیچ بچاؤ کرانے کی خاطر جلدی سے کہا اور گفتگو کا رخ دادی جان کے مسئلے سے موڑ کر دوسری طرف پھیر دیا اور تھوڑی ہی دیر میں باتیں کپڑوں اور جیولری سے ہوتی ہوئی جدید فیشن تک جا پہنچیں۔

اکثر ایسا ہی ہوتا تھا کہ وہ سب متحد ہو کر داجان کے خلاف اور دادی جان کی حمایت میں دلائل دے کر اسے قائل کرنے کی کوشش کرتیں جس نے جانے کب اپوزیشن لیڈر کی حیثیت قبول کر لی تھی۔ اسے دادی جان سے اختلاف نہیں تھا۔ ان کے گھر چھوڑنے پر اعتراض تھا کیونکہ اس طرح داجان اولاد کے ہوتے ہوئے بھی اکیلے ہو گئے تھے۔ امتیاز، اکرام، انعام صاحب اور سعدیہ بیگم اپنے والد سے کھنچے کھنچے رہتے مگر عزت و احترام اپنی جگہ تھا۔ اپنے بچوں کو بھی انہوں نے داجان کے متعلق بتا رکھا تھا اور ان سے ملنے کی آزادی بھی دے رکھی تھی مگر سب اپنے خیالات کے مالک تھے، کوئی ان سے نہ ملنا چاہتا سوائے صبیحہ کے۔

اور چونکہ سب بچوں کے والدین ہی جب داجان سے ملنے شاذونادر ہی جاتے تھے تو بھلا انہیں کیسے اپنے فرض کا احساس ہوتا۔ سب کی ہمدردیاں نفیسہ خانم کے ساتھ تھیں اور بلاشبہ جائز بھی تھیں۔

• • •

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"فرہاد۔ بیٹا، تم کب آئے آفس سے؟"
وہ لاؤنج میں رکھے صوفے پر نیم دراز آنکھیں موندے کسی سوچ میں گم تھا کہ ثمر بیگم کے پکارنے پر اٹھ بیٹھا۔

"بس ماما۔ ابھی آیا ہوں۔" بالوں میں انگلیاں پھنسا کر اس نے سر کو ہولے سے دبایا۔

"کیا بات ہے فرہاد بیٹا، کوئی مسئلہ ہے؟ تم پریشان لگ رہے ہو؟"

ثمر بیگم ممتا کے جذبے سے مغلوب ہو کر اس کے نزدیک چلی آئیں۔ ذرا ذرا سی بات پر بچوں کے لیے فکر مند ہو جانا تو ساری ماؤں کی عادت ہوتی ہے مگر ثمر بیگم ذرا مختلف قسم کی خاتون تھیں۔ اولاد اور اپنے درمیان ایک مخصوص فاصلے کی قائل، وہ بہت کم بچوں کے ساتھ بے تکلف ہونے کی عادی تھیں۔

مگر اس لمحے فرہاد کے چہرے پر تفکر کا ایسا جال بچھا تھا کہ وہ بے چین ہو اٹھیں۔ قریب آ کر اس کے ماتھے کو نرمی سے چھو کر تشویش سے سوال کیا۔

"پریشان؟" وہ دھیرے سے مسکرایا۔

"پریشان میں کب نہیں رہتا ماما۔" وہ دل ہی دل میں ان سے مخاطب تھا۔

اس کے لبوں پر سجی تھکی ہوئی مسکراہٹ ثمر بیگم کو لمحہ فکریہ کا احساس دلا گئی۔

"کیا ہوا ہے بیٹا؟ تم مجھ سے بھی نہیں کہو گے؟"

ماما اس کے لیے فکر مند ہو رہی تھیں، وہ جانے کیوں خوش ہو گیا۔ ایک لمحے کو یہ خواہش جاگی کہ وہ دل کھول کر ان کے سامنے رکھ دے مگر ابھی وقت نہیں آیا تھا۔

"آپ سے اپنا مسئلہ کہہ بھی دوں تو آپ اسے حل نہیں کر سکیں گی ماما۔"

اس نے ان کا ہاتھ محبت سے تھام کر انہیں اپنے قریب بٹھا لیا۔ ثمر بیگم کچھ گھبرائی ہوئی سی اس کے پاس صوفے پر ٹک گئیں۔ سوالیہ نظریں اسی پر مرکوز تھیں۔

"کیا مطلب؟ کوئی آفس پرابلم ہے؟"

"یونہی سمجھ لیں۔" اس نے گہری سانس بھر کر کہتے ہوئے انہیں ٹالا۔

"تو بیٹا، اسے اپنے اعصاب پر سوار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ بزنس تمہارے لیے ہے، تم بزنس کے لیے نہیں ہو۔ اپنا خیال رکھو، جان ہے تو جہان ہے بیٹا۔ ہمیں تم سے زیادہ کوئی عزیز نہیں۔"

انہوں نے اس کی بات سنتے ہی قدرے سکون کا سانس لیا اور نرمی سے سمجھایا تو وہ ان کی محبت پر ہنس دیا۔

"میں جانتا ہوں ماما۔ دیٹ آل آف یو لو می (That all of you love me)۔"

"تو پھر آئندہ پریشان مت ہونا۔ ہم ہیں ناں تمہارے ساتھ۔ شیئر کر لیا کرو۔ اس سے بہت سے مسئلے حل ہو جاتے ہیں۔"

وہ اسے سمجھا رہی تھیں۔ اس نے سر جھکا کر اثبات میں گردن ہلا دی تو ثمر بیگم مطمئن ہو کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور جاتے جاتے پلٹ کر سوال کیا۔

"تم ابھی کھانا کھاؤ گے یا احد کا انتظار کرو گے؟"

"میرا خیال ہے، احد آ جائے تو پھر ایک ساتھ ہی کھا لیں گے۔" اس نے گھڑی پر نظر دوڑائی اور کسلمندی سے کہا تو وہ تاکید کرتی چلی گئیں۔

"اب آپ سے کیا شیئر کروں ماما کہ سب سے بڑا مسئلہ تو آپ کو ہی منانا ہے اور میں بابر بھائی کی شادی کا فنکشن سکون سے گزر جانے دینا چاہتا ہوں۔"

ان کے جاتے ہی وہ کارپٹ پر ہاتھوں کا تکیہ بنا کر لیٹ گیا۔ خیالات کے تانے بانے بننے میں وہ اس قدر منہمک تھا کہ احد کے آنے کا بھی احساس نہ ہوا۔ چونکا تو اس وقت جب وہ دھم سے اس کے قریبی کشن پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہیلو۔ کیا حال ہے بھئی، کیسے مزاج ہیں؟"

احد نے اسے چونک کر متوجہ ہوتے دیکھا تو سستی سے سوال کیا۔

"ٹھیک ہوں۔ تم سناؤ۔ یہ تمہاری آنکھیں کون سی داستان سنا رہی ہیں؟"

وہ خیالات کی دنیا سے نکل کر پوری طرح احد کی طرف متوجہ تھا۔ سیکنڈوں میں اس کے چہرے کی تحریر پڑھ کر سوال کر ڈالا۔

"کیوں میری آنکھوں میں کیا لکھا ہے؟"

احد نے چہرے پر ہاتھ پھیر کر جیسے کچھ ٹٹولنا چاہا۔

"کچھ پسپائی کی سی کیفیت لگ رہی ہے۔ لگتا ہے جنگ لڑ رہے ہو آج کل۔"

اب وہ باقاعدہ تجزیہ نگاری پر اتر آیا تھا، مسکرا کر گہرے لہجے میں استفسار کیا تو احد نے قدرے چونک کر اسے دیکھا اور ڈھیلا ڈھالا انداز چھوڑ کر اٹھ بیٹھا۔

"ہاں جنگ ہی تو لڑ رہا ہوں آج کل۔" وہ بھی تھکی تھکی سی ہنسی ہنس دیا۔

فرہاد اس کے انداز پر ٹھٹھک گیا۔ ابھی چند لمحوں پہلے کچھ ایسی ہی مضمحل اور مجروح ہنسی اس کے لبوں پر بھی بکھری تھی۔ اس نے کھوجتی نظریں احد کے چہرے پر جما دیں۔

"کس سے جاری ہے یہ جنگ؟"

"ہے ایک۔" اس نے شوخی سے شانے اچکا دیے۔

"اوہو۔ تو یہ بات ہے۔" فرہاد نے اس کی آنکھوں میں اتری کیفیت محسوس کر کے معنی خیزی سے "اوہو" پر زور دیتے ہوئے کہا تو احد کھل کر مسکرا دیا۔

"ہوں۔ تو آپ بھی اس دشت کی سیاحی میں مصروف ہیں؟"

اس کا موڈ بھی کسی حد تک خوشگوار ہو گیا تھا۔

"آپ بھی۔ کیا مطلب؟" احد نے فوراً بات پکڑی۔ ایک لمحے کو فرہاد گڑبڑایا پھر فوراً سنبھل کر حاضر دماغی سے کام لیا۔

"بھی سے مراد بابر بھائی ہیں جو آج کل اپنی ہونے والی زوجہ کا دم بھرتے نظر آ رہے ہیں اور زوجہ اُن کا۔" وہ ہنسا۔

"ہاں۔ بڑے ہی لکی ہیں۔" احد کے انداز میں حسرت پنہاں تھی۔

"گویا کہ آپ کا ٹریفک ون سائیڈڈ ہے۔" اس نے اپنے طور پر بات سمجھ لی۔ جواباً احد نے گہری سرد آہ بھری۔

"شرم کرو فرہاد کے بھائی ہو اس پر یہ عالم ہے۔" اس نے آنکھیں نکال کر اسے گھر کا۔

"مسئلہ تو یہی ہے ناں کہ فرہاد کا بھائی ہوں، خود فرہاد نہیں ہوں اور وہ موصوفہ شرمین ہیں شیریں نہیں۔" احد جھنجلایا ہوا تھا، بولتا گیا۔

"آئی سی۔ تو محترمہ کا نام شرمین ہے۔" فرہاد نے سنجیدگی سے دلچسپی لی۔

"شرمین یاور خان۔" احد نے یوں کہا جیسے وہ کوئی بے حد معروف شخصیت ہو، اس کا نام لیتے ہوئے خاصی مرعوبیت تھی اُس کے لہجے میں۔

"پھر مسئلہ کیا ہے؟ یہ اس قدر شکست خوردہ انداز کیوں ہے ہمارے سپہ سالار کا؟" اُس کے شانے پر اس نے دوستانہ انداز میں ہاتھ رکھا اور تردد سے سوال کیا۔

شکستہ پائی ارادوں کے پیش و پس میں نہیں
دل اس کی چاہ میں گم ہے جو میرے بس میں نہیں

احد کے انداز میں لاچاری تھی، جانے کیوں وہ بے ساختہ ہنس دیا۔ احد نے کسی قدر اچنبھے سے اسے دیکھا اور جھینپ گیا۔ پھر کچھ یاد آنے پر پوچھنے لگا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"خیر یہ ذکر چھوڑیں۔ آپ بتائیے آج یونیورسٹی کیوں آئے تھے جناب؟"

"بس کچھ کام تھا وہاں۔" وہ حسبِ عادت ٹالنے کے موڈ میں تھا۔

گو کہ احد سے اس کی بہت بنتی تھی۔ ہر بات وہ شیئر کرتے مگر زوہا کے معاملے میں اُس نے اسے ابھی تک لاعلم رکھا تھا۔ جب کہ احد اُس کے سامنے کھلی کتاب کی مانند تھا، دل کی ہر بات کہہ ڈالتا۔

شرمین اس کی کلاس فیلو تھی۔ گزشتہ ایک سال سے وہ بی ایس سی آنرز میں ساتھ پڑھتے تھے مگر پچھلے چند دنوں میں ہی اسے اندازا ہوا تھا کہ وہ شرمین کے لیے کچھ مختلف احساسات رکھتا ہے اور چونکہ ان دنوں فرہاد شہر سے باہر تھا سو اس سے کہہ نہ سکا لہٰذا آج پہلی فرصت میں رازِ دل عیاں کر دیا۔

بابر بھائی کی اپنی الگ دنیا تھی، وہ اس میں مگن رہتے تھے جب کہ مزاج کی یکسانیت اور چند سالوں کی چھوٹائی بڑائی کی وجہ سے فرہاد اور احد میں کافی بے تکلفی تھی۔

"کام کی نوعیت بتانا پسند کریں گے آپ؟ یا میں خود ہی قیاس کر لوں؟"

احد کی آنکھوں میں بے پناہ شوخی تھی۔ فرہاد نے اسے دیکھا اور پھر مصنوعی غصے سے آنکھیں دکھائیں۔

"مسٹر آپ اپنی پڑھائی سے غرض رکھیں۔ میری فکر چھوڑیں، حد ہو گئی، پوری یونیورسٹی میں اپنے جاسوس پھیلا رکھے ہیں۔"

وہ اسے ٹال نہیں سکتا تھا، سو بڑبڑاتا ہوا ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا جب کہ احد کی کھلکھلاتی ہنسی اسے بہت کچھ سمجھا گئی تھی۔

● ● ●

اس کی سب کولیگز کافی کوآپریٹو تھیں۔ ہما نے اس کی سب سے دوستی کرا دی تھی۔ کچھ وہ بھی ان میں جلد ہی گھل مل گئی۔ ہما کے توسط سے تقریباً ہر کوئی جان گیا تھا کہ وہ سلمان صاحب کے دوست کی بیٹی ہے۔۔۔ کچھ لوگ اس سے مرعوب ہو گئے تھے اور کچھ جیلس بھی۔

خصوصاً جب سمعان اس سے مخاطب ہوتا تو بہت سی نظروں پر آپ ہی آپ مایوسی کی دھند چھا جاتی اور وہ ان تمام باتوں سے بے خبر، بے نیاز خود کو اپنی اسٹوڈنٹس کے ساتھ ایڈجسٹ کرنے میں مگن تھی اور چونکہ اس کی فطرت میں نرم خوئی کا عنصر ننانوے فیصد موجود تھا لہٰذا سب طالبات جلد اس سے گھل مل گئیں اور فزکس جیسا خشک اور بور سبجیکٹ بھی انہیں اچھا لگنے لگا حتیٰ کہ وہ اس پیریڈ کا انتظار کرنے لگیں۔

سمعان نے دو سیکشنز اُس کے سپرد کیے تھے۔ ایک کو وہ خود پڑھاتا البتہ اس کی کلاس کو میتھس پڑھانا بھی زمین کی ذمہ داری تھی۔ جب وہ پہلا پیریڈ لے کر نکلتا تو زمین کی کلاس ہوتی۔ یوں آتے جاتے ایک دوسرے سے آمنا سامنا ہوتا رہتا تھا۔

اُس نے کئی بار نوٹ کیا وہ نہایت درجے کی سنجیدہ اور ریزرو رہنے والی لڑکی تھی خصوصاً سمعان سے بات کرتے ہوئے تو اس قدر محتاط رہتی جیسے کوئی اس کی نگرانی کر رہا ہو۔ خود وہ بھی مزاجاً بڑا ریزرو تھا مگر جانے کیوں زمین کے خاموش لب اور ڈھیروں کہانیاں سناتی، بولتی، احتجاج کرتی غلافی آنکھیں اسے مخاطب ہونے پر مجبور کر دیتیں۔

پہلی ملاقات میں اُس نے ٹھیک ہی کہا تھا، وہ ایک Exeption تھی، سب سے الگ اور قدرے مختلف اور منفرد۔ کوئی کرزما (Charisma) تھا اس میں جو اسے اپنی طرف کھینچتا تھا۔

البتہ سلمان انکل کی شفقت اور محبت پر وہ زیادہ دن اپنے خول میں بند نہ رہ سکی کہ بہر حال وہ اسے ہمیشہ سے یوں ہی محبت کرتے تھے جس شفیق اور دوستانہ رویے کی وہ ابی سے طالب تھی۔ وہ سلمان انکل کے مزاج کا حصہ تھی۔

نرم خوئی اور نرم روی ان کی شخصیت کے وہ پہلو تھے جو اسے سب سے زیادہ اپیل کرتے۔ اس کا کامپلیکس انہیں دیکھ مزید بڑھ جاتا۔ ابی اور امی جی کی ذات سے منسوب تمام شکوے اور بھی بڑھ جاتے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شہر مینا نے جانے کس طرح امی جی کو منایا تھا کہ پھر انہوں نے اس کی جاب پر کوئی نکتۂ اعتراض نہ اٹھایا البتہ اب بھی وہ بہت کانشس رہتی کہ کہیں کوئی ایسی بات نہ ہو جائے کہ ابی اور امی جی اس سے زندگی کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی یہ رعایت بھی چھین لیں۔

اس روز وہ پریکٹیکل لیب میں موجود سب کو پریکٹیکل سمجھانے اور کروانے کے بعد سکون سے بیٹھی جرنل چیک کر رہی تھی کہ سمعان چلا آیا۔

"آپ ابھی تک یہیں بیٹھی ہیں مس زمین؟"

اس کی آواز پر اس نے چونک کر سر اٹھایا اور نظروں کا زاویہ بدل کر وال کلاک پر نظر ڈالی، اسکول آف ہونے میں دس منٹ باقی تھے۔

"اوہ۔ میں چیکنگ میں مصروف تھی، خیال نہیں رہا۔" وہ جلدی جلدی جرنل بند کر کے ترتیب سے رکھتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں نے آپ سے ایک کام بھی کہا تھا، غالباً آپ کے ذہن سے نکل گیا۔"

وہ اس کے مصروف ہاتھوں کو دیکھ کر اپنے مخصوص لہجے میں بولا تو اس کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے' بے حد گھبرا کر اس کی جانب نگاہ ڈالی۔

سمعان کی ڈارک براؤن آنکھیں بظاہر نارمل انداز میں اس پر مرکوز تھیں مگر وہ ایک لمحے سے زیادہ اسے دیکھ نہ سکی۔ ہونٹ کاٹتے ہوئے نظر جھکا لی۔

"جی۔ وہ آپ نے رزلٹ سلپ منگوائی تھی۔ آئی ایم سوری، مجھے خیال نہیں رہا۔"

وہ نادم اور کسی حد تک سراسیمہ سی لگ رہی تھی۔ سمعان کے لبوں پر مسکراہٹ رینگ گئی جسے اس نے جلد ہی سنجیدگی سے چھپا لیا۔

پچھلی ٹیچر نے ٹیسٹ تو لے لیے تھے مگر رزلٹ بنانے سے پہلے ہی چلی گئیں۔ لہٰذا اب یہ ذمہ داری زمین پر آ گئی تھی۔ سمعان نے پیون کے ذریعے یہ بات اسے کہلوا دی تھی مگر پریکٹیکل لیب میں آ کر وہ بھول گئی۔

"اِٹس آل رائٹ۔ آئندہ خیال رکھیے گا۔" اس نے کہا۔

"جی۔ میں ابھی بنا دیتی ہوں۔" اس نے پین کا کیپ کھولا۔

"نہیں۔ اب بہت وقت ہو چکا ہے۔ آپ اب گھر جانے کی فکر کریں۔ یہ کام کل بھی ہو سکتا ہے۔"

رِسٹ واچ والا ہاتھ سامنے کرتے ہوئے اس نے کچھ حکمیہ انداز میں کہا تو وہ سر ہلا کر رہ گئی۔

"بائی دا وے آپ جائیں گی کس طرح۔؟"

اچانک جاتے جاتے وہ پلٹا اور سوال کیا تو وہ جو اس کے پیچھے سر جھکائے کسی سوچ میں گم چلی آ رہی تھی، بمشکل خود کو چند قدموں کے فاصلے پر روک سکی اور سر اٹھا کر —— اس کی آنکھوں میں دیکھا ایک لمحے کو سخت غصہ آیا تھا اسے۔

سمعان اس کی نظریں پڑھ کر خفیف سا ہو گیا گو کہ اس نے قصداً ایسا نہیں کیا تھا مگر زمین کی آنکھوں میں ڈولتا ناگوار تاثر اسے پشیمان کر گیا۔

"آئی ایم سوری۔ ان فیکٹ مجھے پتا چلا تھا کہ آپ نے اسکول وین جوائن نہیں کی، اس لیے پوچھنے رک گیا تھا۔" اس نے وضاحت کی تو ناگواری کے رنگ آپ ہی آپ مٹ گئے۔

"جی میں اپنی کنوینس سے جاتی ہوں کیونکہ اسکول وین سے بہت ٹائم ویسٹ ہو جاتا ہے۔"

واپسی پر اسکول وین دس جگہوں پر ٹھہرتی ہوئی جاتی اور اسے گھر پہنچنے میں دیر ہو جاتی۔ شروع میں امی جی نے ٹوکا تو اس نے وین چھوڑ دی۔ وہ کوئی مخالفت افورڈ نہیں کر سکتی تھی۔

"تو آپ پاپا سے کہہ دیتیں، وہ ڈرائیور کے ذریعے آپ کو ڈراپ کرا دیتے۔"

سمعان نے خلوص سے کہا تو وہ متحیر رہ گئی۔ ایک لمحے کے لیے خوف اور سراسیمگی کی لہر اس کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چہرے پر آ کر گزر گئی تھی۔ سمعان نے یہ بات بہت محسوس کی تھی۔

"نن۔ نہیں۔ شکریہ آپ کا۔ میں خود چلی جاتی ہوں۔"

وہ کچھ ایسے گھبرا کر بولی کہ سمعان کا ذہن اٹک کر رہ گیا جب کہ وہ جبراً مسکرا کر کہتی تیزی سے باہر نکل گئی تھی۔

"کمال ہے۔ عجیب لڑکی ہے۔ جانے کیا Mystery ہے اس کی ذات میں۔"

وہ سوچے بنا نہ رہ سکا اور خاموشی سے اس کے رویے کا تجزیہ کرتا ہوا سیڑھیاں پھلانگتا نیچے آ گیا، جہاں سامنے ہی وہ اپنی چند کولیگز کے ساتھ کھڑی نظر آئی۔

وہ اسے گہری نظروں سے دیکھتا اپنے کمرے میں چلا آیا اور ضروری کام نبٹا کر جس وقت باہر نکلا، وہ غائب تھی۔ گویا جا چکی تھی۔

اس نے گہری سانس بھر کر ایک لمحے کے لیے اسے سوچا اور پاپا کو بتا کر اپنی گاڑی اسکول کے پارکنگ لاٹ سے نکال کر مین روڈ پر لے آیا۔

ذہن ابھی بھی زمین کے چہرے پر لہرانے والے ان گنت سایوں کا پس منظر سمجھنے میں مصروف تھا کہ روڈ سائڈ پر بنے شیڈ کے پاس کھڑی زمین کو دیکھ کر اس نے کافی دور بریک لگا دیے۔

وہ کسی گاڑی میں بیٹھ رہی تھی جس کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص کسی لحاظ سے بھی شوفر نہیں لگ رہا تھا۔ زمین کا انداز بھی مالکانہ تھا مگر اتنے فاصلے سے وہ اس کے چہرے کے تاثرات نہ دیکھ سکا اور گاڑی کرولا تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

سمعان اسٹیئرنگ ویل پر ہاتھ رکھے ششدر سا بیٹھا تھا۔ یہ سوال اس کے ذہن میں بازگشت بن کر گونج رہا تھا۔

"بھلا وہ کون تھا جس کے ساتھ زمین بیٹھ کر چلی گئی تھی؟"

● ● ●

"کک۔ کیا بات ہے ایزد صاحب؟ ابی نے مجھے کیوں بلوایا ہے؟"

فرنٹ سیٹ پر ایزد کے برابر بیٹھتے ہی اس نے سخت متوحش ہو کر سوال کیا۔

ایزد کا اسے یوں لینے آنا کچھ اچھی پیشن گوئی نہیں کر رہا تھا۔ دل میں ہزاروں خدشے سینکڑوں اندیشے سر اٹھا رہے تھے۔ اس کے ہاتھ پاؤں ایزد کے سنجیدہ چہرے کو دیکھ کر ٹھنڈے پڑ گئے۔

"کیا ہوا؟" دل کسی بری خبر کی توقع سے گھبرانے لگا۔

"پلیز بتائیے ناں، سب خیریت تو ہے ناں۔ آپ مجھے کیوں لینے آئے ہیں؟ ابی کہاں ہیں، وہ کیوں نہیں آئے؟"

ایزد کی خاموشی پر وہ سہم کر ایک بار پھر بے قراری سے پوچھ بیٹھی۔

"کیا آپ کو یقین نہیں کہ مجھے آپ کے فادر نے بھیجا ہے؟"

سڑک پر نگاہیں جمائے ایزد نے لب کشائی کی تو وہ بری طرح شپٹا گئی۔ بھلا اس نے کب کہا تھا۔ اس کے سوال پر الٹا جواب سننے کو ملا تھا، وہ لب چبانے لگی۔

"یہ لیجیے موبائل فون۔ اور خود بات کر کے یقین کر لیں۔"

اس کی طرف فون بڑھاتے ہوئے اس نے درشت لہجے میں کہا تو وہ بے بسی سے آنسو بہانے لگی۔ اس پتھر شخص سے بھلا کیا کہنا تھا، وہ شاید جواب دینے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"دیکھیے مس خان۔ رونے سے کوئی فائدہ نہیں۔ سب ٹھیک ہے۔ آنسو صاف کریں۔"

یہ شاید اس کے اشکوں کا اثر تھا کہ بالآخر ایزد نے قدرے نرمی سے کہا مگر اس میں بھی تحکم تھا۔ اس کے آنسوؤں میں مزید روانی آ گئی۔ ایزد اسے دیکھ کر سخت زچ ہو رہا تھا۔

اسے ذرا ذرا سی بات پر آنسو بہانے والی لڑکیوں سے سخت چڑ تھی۔ بہادری اور اعتماد سے زندگی کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مسائل کا سامنا کرنے اور انہیں اپنی قوتِ ارادی سے حل کرنے والی لڑکیاں اس کی آئیڈیل تھیں، جن کی مسکان اور بات بے بات ہنسی مخاطب کی ساری تھکن سمیٹ لے جب کہ یہاں معاملہ قطعی برعکس تھا۔

"دیکھیے محترمہ مجھ سے آپ کی سسکیاں قطعی برداشت نہیں ہوسکتیں۔ برائے مہربانی آپ خاموش ہوجائیے۔"

گاڑی میں گونجتی اس کی سسکیاں اسے سخت کوفت اور بیزاری میں مبتلا کیے دے رہی تھیں۔

"پلیز آپ مجھے بتا دیجیے کہ کیا بات ہے۔ میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔"

اس کی بات کے جواب میں اس نے سر اٹھا کر بھیگے لہجے میں پوچھا تو وہ خاموش ہوگیا۔ لہجے کی عاجزی تھی کہ اس کو اپنے مزاج پر قابو پانا پڑا جب کہ وہ پھر پوچھ رہی تھی۔

"گھر میں سب خیریت تو ہے ناں، ابی کہاں ہیں؟" لہجے کی بے قراری اور تشویش عروج پر تھی۔

"سب خیریت ہے۔ ہاں شرمین کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے اور۔"

"کیا۔؟" وہ بے اختیار چیخ پڑی۔ ایزد لمحے بھر کے لیے خاموش ہوگیا۔

تو اس کا دل ٹھیک گواہی دے رہا تھا کہ کہیں کچھ ہوگیا ہے۔ شرمین، اس کی پیاری بہن حادثے کا شکار ہوئی تھی۔

"دیکھیے مس خان، وہ اب بالکل ٹھیک ہیں، صرف سر میں چوٹ آئی ہے اس لیے فی الحال آئی سی یو میں رکھا ہوا ہے۔" ایزد دھیرے دھیرے سمجھانے اور دلاسا دینے کے انداز میں بتا رہا تھا۔

زمین یونہی سر اٹھا کر اشک برساتی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی اور پھر رو پڑی۔

ایزد کہہ رہا تھا کہ وہ ٹھیک ہے لیکن اگر ایسا تھا تو ابی نے اسے بلوایا ہی کیوں تھا؟ آئی سی یو میں اس کا رکھا جانا قابلِ تشویش بات تھی۔

ہاسپٹل کا راستہ جیسے صدیوں میں طے ہوا تھا۔ ایزد ٹریفک کی زیادتی کے باوجود جس قدر ممکن تھا، تیز ڈرائیو کر رہا تھا۔

زمین کے آنسو تھے کہ رک نہیں رہے تھے، البتہ اب وہ دل ہی دل میں بڑی شدت اور عاجزی سے شرمین کی خیریت کی دعا مانگ رہی تھی۔ اس وقت موقع اتنا نازک تھا اور زمین کی جذباتی کیفیت اتنی ناگفتہ بہ تھی کہ ایزد چاہنے کے باوجود اسے کوئی سخت بات کہہ کر چپ نہیں کرا سکتا تھا۔ اور یہ بات بھی ان کے مابین ایک بے نام تکلف کے خلاف تھی کہ وہ اس کے آنسو پونچھ لیتا۔

وہ یونہی روتی سسکتی اس کے ساتھ بیٹھی، جلد از جلد ہاسپٹل پہنچنے کا انتظار کر رہی تھی۔ ذہن اس وقت اتنا پریشان تھا کہ اسے ایزد کے لاتعلق انداز کا بھی احساس نہ ہوا۔

بقیہ راستے وہ سوچتا ہی رہا کہ اس کی دلجوئی کے لیے کچھ کہہ دے مگر ایک تو اس کا مزاج اور اس کا سابقہ رویہ اس نرمی اور تبدیلی کے منافی تھا، دوسرے یہ لڑکی زمین یاور خان اسے ہمیشہ ایک خاص فاصلے پر دکھائی دیتی تھی، نہ خود سے کم تر نہ برتر مگر کچھ تھا ضرور اس میں جو ایزد کی توجہ ہمیشہ فاصلوں کی طرف مائل کر دیتا تھا۔ شاید یہ خیال کہ وہ اس کے محسن اور گاڈ فادر کی بیٹی ہے۔

یا پھر یہ کہ وہ مزاج کے اعتبار سے ایک دوسرے کے لیے مشرق اور مغرب تھے۔

ہاسپٹل پہنچ کر اس نے گاڑی کو ابھی ٹھیک سے بریک بھی نہیں لگائے تھے کہ زمین دروازہ کھول کر بے اختیار باہر لپک گئی اور جب تک وہ گاڑی کو پارک کر کے آیا، وہ ریسپشن سے معلوم کر کے آئی سی یو کی طرف جا چکی تھی۔

"امی جی۔"

امی جی، سمیر اور ابی اسے کاریڈور میں ہی ملول متفکر اور پریشان حال کھڑے مل گئے۔ وہ تڑپ کر امی جی کے گلے سے لگ گئی۔

"نہ بیٹا نہ۔ ایسے نہیں روتے۔" امی جی اپنے اشک بھول کر اسے تسلی دے رہی تھیں۔

آج کتنے دنوں بعد وہ ان کے سینے سے لگی تھی مگر موقع ایسا تھا کہ وہ اس بات پر خوش بھی نہ ہوسکتی تھی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سمیر نے اسے آہستگی سے علیحدہ کیا اور بنچ پر اپنے ساتھ بٹھالیا۔

سب کی پریشانی مشترک تھی، سب ہی ایک دوسرے کو تسلی دے رہے تھے۔ ابی کا بے لگا ہے اسے اور امی جی کو دلاسا دیتے اسمجھاتے۔ حد تو یہ ہے کہ سمیر بھی اس وقت حواس چھوڑے دے رہا تھا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ امی جی اور ابی کو اس طرح ساتھ ایک دوسرے کا درد بانٹتے دیکھ کر شاید حیرت سے ساکت ہی رہ جاتی مگر وہ لمحے تو ایسے قاتل تھے کہ سوائے شرمین کے کسی کو کچھ سوجھ نہیں رہا تھا۔

ایز وجب تک وہاں رہا، مختلف ڈاکٹرز سے مشورے کرتا رہا اور ساتھ ساتھ ان سب کو تسلی بھی دینے کے فرائض انجام دیتا رہا۔ اس کے جانے کے بعد ابی سب کے لیے کھانا لے آئے مگر کسی کو بھوک نہیں تھی۔ ٹرے یونہی پڑی رہی، کسی کے منہ میں اڑ کر کھیل تک نہ گئی۔

تین چار گھنٹے اسی کیفیت میں گزرے کہ لمحہ لمحہ قیامت بن کر بیتا بالآخر ڈاکٹرز نے باہر آکر تسلی بخش خبر دی تو سب کے دلوں کی مدہم پڑتی دھڑکنیں آہستہ آہستہ معمول پر لوٹنے لگیں۔

● ● ●

گھر میں کسی سے بھی فرہاد اور زوہا کے لیے بات کرنا ممکن نہ تھا اور اگر وہ ایسا کر بھی لیتی تو بھی اس کا کوئی مثبت نتیجہ نکلنے کی امید نہیں تھی۔

وہ کچن میں رکھی کرسی پر بیٹھی پانی پیتے ہوئے یہی سوچ رہی تھی کہ کیا کرے۔ اتنے میں زوہا نے اندر جھانکا اور اسے کسی سوچ میں گم گلاس پر نظریں جمائے دیکھ کر مسکراتی ہوئی اندر چلی آئی۔

"ہیلو ہیلو۔ کیا گلاس پر ریسرچ ہو رہی ہے۔"

زوہا نے بلند آواز میں بولتے ہوئے اندر آکر اس کے مراقبے کو توڑا اور پاس پڑی دوسری کرسی پر ٹک گئی۔ وہ چونکی تو ضرور مگر جلد خود کو نارمل کرلیا۔

"یہ کوئی عام گلاس نہیں ہے بچے۔ یہ جام جمشید ہے اور میں اس میں وہ کچھ دیکھ رہی ہوں جو تمہیں نظر نہیں آرہا ہے بچہ۔"

اس نے سنیاسی بابا کا سا انداز اختیار کیا تو زوہا کو بے اختیار ہنسی آگئی۔

"کیا نظر آرہا ہے بابا؟"

اس نے بڑے اعتقاد اور یقین کا مظاہرہ کیا۔

"میں دیکھ رہا ہوں بچہ کہ اس دور کا فرہاد ایک اور شیریں کے ساتھ افیئر بڑھا رہا ہے اور اس وقت دونوں نہ جانے کہاں شاپنگ کر رہے ہیں بچہ۔"

اس نے معصومیت کے سارے ریکارڈ توڑتے ہوئے آنکھیں بند کرکے غیر متوقع طور پر کہا تو زوہا نے جھینپ کر اسے چپت رسید کی۔

"اف۔ یہ ہاتھ ہے کہ ہتھوڑا۔" وہ بلبلا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ آنکھیں کھول کر اسے سخت تیوروں سے گھورا جس کی آنکھوں میں نیند کا خمار ابھی بھی نظر آرہا تھا۔

"بہت خراب لڑکی ہو تم۔ ایک تو فضول باتیں کرتی ہو اور وہ بھی اس قدر بلند آواز میں۔"

زوہا خجالت اور طیش کے مظاہرے کے طور پر اس کے بالوں کی لٹ کھینچتے ہوئے بولی تو وہ اپنا بے ساختہ قہقہہ نہ روک سکی۔

کس قدر بزدل تھی زوہا۔ ہمہ وقت یہی فکر رہتی کہ کوئی اس کے متعلق جان نہ لے کہ وہ فرہاد علی کے سنگ خوابوں کے پرپیچ رستوں پر قدم بڑھا چکی ہے، اس کے دل کا راز نہ معلوم کرلے۔

"کیوں، میں نے ایسا کیا کہہ دیا؟"

ہنسی کے دوران اس نے آنکھوں میں آئی نمی صاف کرتے ہوئے پوچھا تو زوہا کا دل جل کر رہ گیا۔

"تمہیں کیا ضرورت ہے ان کا نام ایسے واشگاف کھلے عام پکارنے کی۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"تو کیا پردے میں بیٹھ کر پکاروں "اُن" کو۔"

اُس نے "اُن" پر زور دیتے ہوئے اسے چھیڑا تو زوہا نے منہ پھیر کر غصے کا شدید اظہار کیا۔ صبیحہ نے ایک نظر اس کم ہمت لڑکی کو دیکھا جو محبت کرنے کی نادانی تو کر بیٹھی تھی مگر اب دنیا کے خوف سے سہمی ہوئی رہتی تھی۔

پھر خود ہی نارمل سے انداز میں پوچھنے لگی۔

"آج بہت دیر سوئیں تم؟"

"ہاں نیند بہت آ رہی تھی۔ آج تھکن بھی تو زیادہ ہو گئی تھی۔" زوہا نے کسلمندی کے مظاہرے کے طور پر میز پر سر ٹکا دیا۔

"اب اتنی تھکن بھی نہیں ہوئی تھی کہ تم پورا اصطبل بیچ کر سو جاتیں۔"

وہ چڑ کر بولی تو زوہا نے مندی مندی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"کیوں، تمہیں کوئی کام تھا؟"

میز سے سر اُٹھا کر اس نے کلائی میں اٹکایا ہوا بینڈ بال لپیٹ کر باندھتے ہوئے سوال کیا۔

"جی نہیں، مجھے تو کوئی کام نہیں تھا مگر وہ تمہارے اُن کا فون آیا تھا۔" اس نے تیکھے لہجے میں اطلاع دی۔

"کیا۔ فرہاد نے فون کیا تھا؟ مگر کیوں؟ کیا کہہ رہے تھے؟" نہ صرف وہ ٹپٹائی بلکہ ایک ہی سانس میں کئی سوال بھی کر ڈالے۔

"پوچھ رہے تھے کہ۔

کبھی دل دل سے ٹکراتا تو ہوگا

انہیں میرا خیال آتا تو ہوگا

زوہا اس کی بے وقت شوخی پر برافروختہ ہو کر اسے خشمگیں نگاہوں سے گھورنے لگی۔

"اب مجھے زیادہ گھورنے کی ضرورت نہیں، سمجھیں۔ اتنی ہی فکر تھی تو خود کیوں نہ بات کر لی۔ میں تمہیں جگانے بھی آئی تھی۔ پتا چلا محترمہ اے سی آن کر کے کمرہ لاک کیے سو رہی ہیں۔ اتنا ناک کیا میں نے مگر تم تو شاید سلیپنگ پلز کھا کر سوئی تھیں۔" جواباً اس نے بھی فوراً تیز لہجے میں کہا۔

"تو مجھے کیا خبر تھی کہ وہ فون کر لیں گے۔" زوہا کا لہجہ دھیما پڑ گیا۔

"ہاں، یہ تو ہے۔" اس نے فوراً تائیدی انداز میں سر ہلایا۔ "انہیں چاہیے تھا کہ پہلے خبر کر دیتے۔"

"کیسے؟" زوہا نے بغیر سمجھے سوال کر ڈالا۔ وہ اس کا طنز محسوس نہ کر سکی تھی۔

"فون کر کے۔" جواباً وہ اتنی سنجیدگی سے بولی کہ زوہا جھینپ گئی۔

"خدا کی قسم پوری گھامڑ ہو تم۔ ارے تمہیں کس احمق نے مشورہ دیا تھا کہ اس وبال محبت میں گرفتار ہو جاؤ، اس سے تو اچھا تھا کہ تم خودکشی کر لیتیں۔"

"چپ کرو۔ ایک تو تم فضول بہت بولتی ہو۔" زوہا نے جھلا کر سر پیٹ لیا۔ پھر قدرے توقف کے بعد پوچھنے لگی۔ "تم سے پھر کیا بات ہوئی ان کی۔"

"اس کی نوبت ہی نہیں آئی محترمہ۔" وہ پانی کا گلاس میز پر اٹھا رکھ کر اس پر کہنی ٹکاتے ہوئے بڑے مزے سے بولی۔

"کیا مطلب؟" زوہا نے پہلے ناگواری سے اس کی حرکت کو دیکھا اور پھر سوال کیا۔

"مطلب یہ کہ جب میں تمہیں ابدی نیند سے جگانے کی ناکام کوشش کر کے لوٹی تو بڑے بھیا نے ہولڈ کرایا ہوا فون اٹھا لیا تھا۔ یقین کرو میرے قدم تو لاؤنج کے دروازے میں ہی فریز ہو گئے تھے۔"

اس کے لہجے نے سنسنی سی پیدا کر دی زوہا میں۔

"پھر کیا ہوا؟" وہ سخت متوحش ہو کر بولی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"بھیا نے ایک دوبار ہیلو ہیلو کہا اور پھر ریسیور کریڈل پہ پٹخ دیا۔ شاید فرہاد بھائی نے لائن ڈس کنیکٹ کر دی تھی۔"

"اوہ میرے خدا۔" زوہا نے اس کے خاموش ہونے پر سر تھام لیا۔

"بھیا نے کچھ کہا تو نہیں؟" ہراساں لہجے میں پوچھتے ہوئے اُس نے اطمینان سے بیٹھی صہیبہ کو دیکھا۔

"ہاں سخت غصے میں تھے۔ پوچھنے لگے کہ کس کا فون تھا؟ کس نے ہولڈ کرایا تھا۔ میں نے کہہ دیا کہ ساجد بات کر رہا تھا۔" اُس نے اطمینان سے اپنا کارنامہ فخریہ انداز میں بتایا۔

"اور جو ساجد سچ بتا دیتا انہیں تو؟" زوہا کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

"نہیں وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میں نے اسے مین گیٹ سے بائیک نکالتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

اُسے زوہا پہ ترس آ گیا تو ٹھیک ٹھیک بتا دیا ورنہ دل تو چاہ رہا تھا اسے اور ستائے۔

"اوہ خدایا۔" اُس نے سکون کا سانس لیا۔

گو کہ اسے فرہاد سے بات نہ ہو سکنے کا افسوس تو ضرور ہوا تھا مگر یہ بھی غنیمت تھا کہ بچت ہو گئی تھی۔ اکثر فرہاد صہیبہ والے فون پہ ہی کال کرتا تھا کیونکہ داجان کے گھر سے صرف اسی کے لیے فون آتے تھے۔ یہ الگ بات کہ سوائے زوہا کے کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ فون فرہاد کے بھی ہوتے تھے اور داجان کے بھی۔

زیادہ تر تو زوہا اس کے ساتھ ہی سوتی تھی مگر چونکہ آج وہ نمیرہ آپی کی شادی کی ہزار بار کی دیکھی ہوئی مووی لگا کر بیٹھ گئی تو زوہا اپنے کمرے میں چلی آئی تھی ورنہ فرہاد سے بات ہو جاتی۔ ریسیور چونکہ کافی دیر سے الگ رکھا تھا لہٰذا بھیا نے پوچھ لیا اور یہ واقعہ پیش آ گیا۔

صہیبہ نے گہری نظر سے زوہا کے چہرے کے تاثرات دیکھے۔ ایک لمحے میں کس قدر خوف اور سراسیمگی اُس کی آنکھوں میں اُتری تھی اور پھر صہیبہ کے ساری بات بتانے پر اُس کا اڑا رنگ بمشکل واپس آیا تھا۔

"زوہا۔ آخر اس طرح یہ سارے معاملات کیسے ہینڈل ہوں گے۔ تم تو اتنی بزدل ہو کہ ذرا ذرا سی بات پہ سہم کر دبک جاتی ہو تو بتاؤ کہ جب فرہاد بھائی نے یہاں پروپوزل بھیجا تو کیا کرو گی؟؟"

وہ اس سے پوچھنا تو نہیں چاہتی تھی مگر آج بے اختیار بے حد سنجیدگی سے سوال کر بیٹھی۔ زوہا نے قدرے استعجاب سے اُسے دیکھا۔ اتنی متانت کی توقع اس سے کم ہی ہوتی تھی۔

"کک۔ کیا مطلب؟" وہ سمجھ کر بھی استفسار کر بیٹھی۔

"مطلب یہ کہ اگر تم اسی طرح ڈرتی رہیں تو کیا ہوگا۔ فرہاد بھائی کہتے ہیں تم نمیرا آپی کے ذریعے گھر میں بات کرو جب کہ تمہارا حال یہ ہے کہ ان کا نام بھی سن کر تم یوں خوفزدہ ہو جاتی ہو جیسے کالے پانی کی سزا سنائی گئی ہو تمہیں۔" صہیبہ نے گہری سانس بھر کر صاف صاف کہہ ڈالا۔

زوہا چند ثانیے کے لیے نظریں جھکا کر چپ کی چپ رہ گئی۔ کیا بولتی وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی۔

"پھر تم ہی بتاؤ، میں کیا کروں؟" بالآخر اُس نے بے بسی سے سوال کیا۔

"میرا تو خیال ہے تم میرے حق میں بیٹھ جاؤ۔ ابھی بھی وقت ہے بعد میں الیکشن ہار جاؤ تو مجھے الزام۔"

"اُف۔ خاموش ہو جاؤ تم۔" اُس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی زوہا نے گلاس اس پر تان کر اسے خاموش کرا دیا، کہنا تو وہ کچھ اور چاہ رہی تھی مگر اسے اتنا پریشان دیکھ کر یونہی شوخی کا مظاہرہ کر گئی جو کم از کم زوہا کو تو سخت ناگوار گزرا تھا۔

وہ اس سے مشورہ لینا چاہ رہی تھی جب کہ اسے مذاق سوجھ رہا تھا۔ بڑی شاکی نظروں سے اسے دیکھا مگر وہ یوں بن گئی جیسے کچھ سنا ہی نہ ہو اور اتنے میں مدحت نے اندر جھانکا۔

"زوہا تمہیں بڑے بھیا بلا رہے ہیں۔" وہ اُن کا پیغام لائی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"مم۔۔ مجھے۔ مگر کیوں؟" بڑے بھیا کے نام پر وہ یوں سراسیمہ ہوئی کہ مدحت نے ایک لمحے کے لیے اسے تحیر سے دیکھا۔ فون والی بات پر وہ اب تک پریشان تھی۔

"تمہارا بار بی کیو بنا میں گے آج۔" صہیبہ نے ان دونوں کے چہروں کے تاثرات پڑھتے ہوئے عدنٌ سنجیدگی سے کہا۔

زوہا نے بجائے کچھ کہنے کے اسے شعلہ بار نظروں سے گھورا اور پھر ہاتھوں میں آئی نمی دوپٹے میں جذب کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ مدحت نے اسے خوفزدہ دیکھا تو کہنے لگی۔

"تبھی کل انہوں نے کوئی شرٹ دی تھی استری کرنے کے لیے۔ وہی مانگ رہے ہیں۔"

فریج سے دودھ نکالتے ہوئے اس نے چائے بنانے کا قصد کرتے ہوئے اسے جیسے جان کنی سے نکالا۔

"شکر خدایا۔" زوہا سے پہلے صہیبہ نے با آواز بلند کہا۔

صاف لگ رہا تھا وہ زوہا کو زچ کر رہی ہے، جبھی وہ پیر پٹختی باہر نکلی تو صہیبہ کی مترنم گنگناہٹ نے دور تک پیچھا کیا۔ شرٹ وہ دادی جان کے کمرے میں بھول آئی تھی۔

پیار کیا تو ڈرنا کیا، جب پیار کیا تو ڈرنا کیا
پیار کیا کوئی چوری نہیں کی چھپ چھپ آہیں بھرنا کیا

"کیا ہوا؟ یہ زوہا اتنی ڈری ہوئی کیوں تھی؟" مدحت نے اس کے جاتے ہی گنگناتی صہیبہ سے چائے کا پانی چولہے پر رکھتے ہوئے استفسار کیا۔ انداز قدرے سرسری تھا۔

"بھیا سے ڈرتی ہے وہ بچپن سے شاید اس لیے۔ خیر تم چھوڑو اس فضول بات کو۔" وہ لہجے کو عام سا بنا کر بولی اور کرسی سے اٹھ کر اس کے پاس سلیپ پر آبیٹھی۔

"یہ بتاؤ، آج شفق کی طرف چلوگی؟"

"کیوں؟" مدحت نے پتی ڈالتے ہوئے ذرا سی ترچھی نظر سے اسے دیکھا۔

کیونکہ اس روز دادا جان والی بحث کے بعد شفق صہیبہ سے کسی حد تک خفا تھا اور ادھر صہیبہ بیگم کو پروا نہ تھی سو یہ ناراضگی بنا کسی توقف اور روک ٹوک کے جاری تھی۔

مدحت نے ثالثی کردار ادا کرنے کی کوشش بھی کی مگر خاطر خواہ اثر نہ ہوا۔ صہیبہ اور شفق دونوں اپنے اپنے دلائل پر ڈٹی ہوئی تھیں لہٰذا اس کے سعدیہ پھوپھو کی طرف جانے کے ارادے دیکھ کر مدحت نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"بس ایسے ہی۔ فہمیدہ آپا سے ملنا ہے۔" اس نے شوگر پاٹ میں سے چینی نکال کر پھانکی۔

"کوئی خاص کام ہے؟" مدحت نے اب کے باقاعدہ پرتشویش نظروں سے اسے دیکھا۔

"اُفوہ بھئی۔ ایک تو میں تمہارے اس کوئز پروگرام سے سخت الرجک ہوں۔ پھوپھو کے گھر جا رہی ہوں، کوئی کشمیر کے محاذ پر تو نہیں بھیجا جا رہا مجھے۔" وہ اس تفتیش پر خاصا بھنا کر بولی۔

"کیا بات ہے؟ اتنی سی بات پر بھڑک اٹھی ہو، کوئی پریشانی ہے کیا؟"

مدحت اس کے چراغ پا ہونے پر بے حد ملائمت سے بولی اور دوستانہ انداز میں اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ متعجب سی ہو کر اسے دیکھنے لگی اور بات سمجھ کر فوراً نفی میں سر ہلا دیا۔

"نہیں تو۔ مجھے تو کوئی پریشانی نہیں۔ بس میں اس سوال وجواب سے چڑ جاتی ہوں۔ تمہیں اچھی طرح پتا ہے۔" وہ خود کو جلد ہی کمپوز کر لیتی تھی لہٰذا اس وقت بھی بڑے نارمل انداز میں بولی۔

"اچھا۔" مدحت نے اسے بغور دیکھتے ہوئے قدرے مطمئن ہو کر نظر پھیر لی۔

"تو پھر چلوگی آج؟" وہ واپس اسی موضوع کی طرف آتے ہوئے دوبارہ پوچھنے لگی۔

"ہاں چلوں گی۔ مجھے یوں بھی شفق سے کچھ نوٹس لینے ہیں۔"

● ● ●

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"لگتا ہے بھائی، آپ کا کھیلنے کو دل نہیں چاہ رہا۔ یہ تیسرا سیٹ بھی آپ ہار گئے ہیں۔"
ریکٹ ٹیبل پہ رکھ کر وہ سمعان کے قریب چلا آیا۔

"بس یار، موڈ نہیں ہو رہا۔" وہ لان کی سیڑھیوں پہ بیٹھتے ہوئے کسلمندی سے بولا۔

"آج آپ انسٹی ٹیوٹ بھی نہیں گئے۔" سفیان اس کے قریب ہی آ بیٹھا۔

"ہوں۔" سمعان نے سفیان کے شانوں پر اپنا بازو پھیلا کر اسے قریب کر لیا۔

"کچھ اپ سیٹ لگ رہے ہیں؟ کیا بات ہے؟ فرہاد بھائی سے جھگڑا ہوا ہے کیا؟"
سیفی کو یک دم فکر لگ گئی تھی۔ بڑی تشویش سے پوچھا تو سمعان دھیرے سے ہنس دیا۔

"کم آن سیفی۔ میں اور فرہاد کوئی بچے ہیں جو آپس میں لڑ پڑیں۔"

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے مگر یہ جو بڑے ہوتے ہیں ناں، ایک دوسرے کو ہرٹ ضرور کرتے ہیں، چاہیں جھگڑیں یا صلح صفائی سے رہیں۔" سیفی نے عالمانہ انداز میں سر ہلا کر سنجیدگی سے کہا۔

سمعان نے ایک نظر اس کی سنجیدہ اور ذہانت سے بھرپور آنکھوں میں دیکھا جن میں اس کے لیے پریشانی تھی اور پھر اس کی بات میں وزن محسوس کر کے سوچ میں پڑ گیا۔

واقعی اس کا کوئی جھگڑا تو نہیں ہوا تھا فرہاد سے مگر جانے کیوں اسے انکار کر کے وہ جس کے بھی ساتھ بیٹھ کر گئی تھی، اس بات نے اسے ــــ شاک ضرور پہنچایا تھا اور فی الوقت وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ دھچکہ اس کی انا کو لگا تھا یا پھر یہ کوئی اور جذبہ تھا جس نے اسے اندر سے کرید اتھا۔

"میرا خیال ہے آپ تھک گئے ہیں۔" اسے سوچ میں گم دیکھ کر سفیان نے قیاس کیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہاں میرا خیال ہے کہ میں اب آرام کروں گا۔" وہ بھی ریکٹ اٹھا کر اٹھ کھڑا ہوا اور اندر کی جانب قدم بڑھا دیے۔

"آرام کرنے سے پریشانی کم ہو جاتی ہے کیا؟" سیفی اس کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔
وہ ٹھٹک کر رک گیا، یہ سیفی نے کیا کہا تھا۔

"کیا مطلب؟" اس کی آنکھوں میں استفسار اور استعجاب بیک وقت مچل رہے تھے۔

"تم سے کس نے کہا کہ میں پریشان ہوں۔" سیفی کے خاموشی سے اسے دیکھنے پر وہ خود کو نارمل پوز کرکے، مسکرا کر شانے اچکاتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"آپ کا چہرا بتا رہا ہے۔" وہ پھر اپنے مخصوص انداز میں بولا تھا۔

کچھ کچھ تو اسے بھی اندازہ تھا اور کچھ ماما نے اس کے کھانا نہ کھانے پر فکر مند ہو کر اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ وہ کچھ اپ سیٹ ہے جب کہ پاپا کا خیال اس کے برعکس تھا کیونکہ آفس سے نکلتے ہوئے وہ انہیں بتا کر آیا تھا اور انہوں نے اس لمحے اس کے چہرے پر ایسا کوئی تاثر نہیں دیکھا تھا جو کسی بھی قسم کی پریشانی کا غماز ہوتا۔

"اچھا۔ یہ تم نے چہرے کب سے پڑھنے شروع کر دیے ہیں؟"

"یہ میرا نہیں ماما کا خیال ہے۔ وہ آپ کی اس بھوک ہڑتال سے متفکر ہو گئی ہیں۔" سیفی سینے پہ ہاتھ باندھتے ہوئے بڑے مزے سے بولا۔

ایک وقت کا کھانا نہ کھانے کو اس نے بھوک ہڑتال کا نام دے دیا تھا۔ سمعان کو ہنسی آ گئی

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ بس آج گھر سے باہر کچھ کھا لیا تھا اس لیے موڈ نہیں بنا۔ تم ماما کو سمجھا دینا۔" چہرے پر بشاشت لاتے ہوئے اس نے سیفی کا گال تھپتھپاتے ہوئے بہلانے کے سے انداز میں کہا۔

"ویسے بھائی، آپ کو ایک مشورہ دوں۔" وہ کمرے میں جانے کا قصد کرتے ہوئے آگے بڑھا تھا کہ سیفی کی بات پر رکنا پڑا۔ سمعان نے سوالیہ نظریں سیفی کے چہرے پہ ٹکا دیں تو وہ کہنے لگا۔

"اگر کسی سے آپ شیئر کرنا نہیں چاہتے تو اپنے چہرے کو بھی نیوز سائن نہ بنائیں کہ ہر کوئی سوال کرنے چلا آئے۔ پہلے خود کو سمجھائیں پھر دوسروں کو بہلائیے گا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سیفی کے پاس ارسطو کا دماغ تھا۔ سمعان اسے حیرت سے دیکھتا رہا اور وہ اپنی بات کہہ کر کچن کی طرف چلا آیا۔ براؤنیز کی خوشبو بتا رہی تھی کہ ماما نے آج بیکنگ کا پروگرام بنالیا ہے۔

سمعان نے اسے روک کر کچھ کہنا چاہا مگر لفظوں نے ساتھ نہ دیا اور وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں چلا آیا۔

جانے کیوں زمین یاور خان کی شخصیت دن بہ دن گمبھیر ہوتی جا رہی تھی۔

اور اسی قدر اس کے حواسوں پر بھی چھانے لگی تھی وہ اپنی تمام تر پراسراریت سمیت۔ یہ نہیں کہ اسے آج تک کسی لڑکی نے متاثر نہیں کیا تھا یا اس سے زیادہ خوبصورت لڑکی اس نے دیکھی نہیں مگر کچھ تو تھا زمین یاور خان میں جس نے پہلے دن ہی اس کے اندر کسی جذبے کو جگا دیا تھا۔

اسکول سے لے کر انسٹی ٹیوٹ تک کتنی ہی لڑکیاں اس کی دوست رہی تھیں اور اب بھی ان سے د[illegible] تھی مگر شاید وہ سب زمین یاور خان نہیں تھیں۔

وہ جو کہتے ہیں ناں کہ ہر نظر کا اپنا حسن اور ہر حسن کے لیے ایک نظر کی ضرورت ہوتی ہے، نہ ہر شخص سب کو اچھا لگتا ہے اور نہ ہر بندہ سارے جہاں کو برا لگ سکتا ہے۔ شاید اسی لیے زمین اسے سب سے جدا لگتی۔

پسند ناپسند کا یہی اختلاف تو دنیا میں کسی حد تک امن قائم رکھے ہوئے تھا ورنہ بنی نوع انسان آج سے کئی برس پہلے آپس میں ہی لڑ جھگڑ کر ختم ہو چکے ہوتے۔

اپنی کیفیت سمجھنے میں وہ خود بھی بری طرح ناکام رہا تھا۔ اگر وہ محض اس کی ذہانت سے متاثر ہوا تھا تو پھر اس کی ذات سے اسے اس قدر لگاؤ کیوں ہو گیا تھا۔ اس کا خاموش انداز کیوں اسے سوچنے پر مجبور کرتا تھا۔ وہ آخر کیوں چاہتا تھا کہ زمین یاور کی شخصیت کے اس ان ایکسپلورڈ (UNEXPLORE) پہلو [illegible] کھوج نکالے۔ اسے دریافت کر ڈالے۔ معلوم کرے اس کے اندر چھپے ان ڈسکور خزانوں کو۔

کیا تجسس تھا؟

یا محض فطری لگاؤ؟

یا دلی جذبہ؟

شاید کچھ بھی نہیں تھا۔

یا پھر سب ہی کچھ تھا۔ جو اس ہاں اور نہ کے درمیان تھا۔

"مائی گاڈ۔" راکنگ چیئر پر جھولتے ہوئے وہ یہ گتھی سلجھانے کی کوشش میں مزید الجھ گیا۔

"چھوڑو بھی سمعان گردیزی۔ خاک ڈالو اس قصے پر۔ تمہارا بھلا اس بات سے کیا تعلق کہ وہ کون [illegible] جو زمین یاور خان کو اپنے ساتھ لے گیا۔ تمہیں اس سے کیا مطلب کہ وہ کہاں گئی اور کیوں گئی؟"

دماغ نے اسے جھنجھوڑا مگر درون دل کوئی سُر الگ ہی بج رہا تھا۔ دھیما دھیما آنچ کی طرح [illegible] ہوا نہ بجھتا ہوا۔

"واٹ ربش سمعان!" یک دم وہ خود کو ڈپٹ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"مجھے کیا ضرورت کہ اس لڑکی کے لیے پریشان ہوتا پھروں جو ساری دنیا سے اس قدر غافل [illegible] ہے جب اسے کسی کی پروا نہیں تو کسی اور کو بھی اس کی فکر میں گھلنے کی حماقت نہیں کرنی چاہیے۔"

عقل نے اسے بری طرح لتاڑا تو وہ کی چین اٹھا کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ رک کر سوچا ماما کو اپنے [illegible] کا بتا دے مگر پھر خیال آیا کہ اسے دیکھتے ہی وہ سوالات کا ایک سلسلہ شروع کر دیں گی۔ لہٰذا بنا کچھ بتا[illegible] باہر نکل آیا۔

● ● ●

"زارا۔" لائبریری سے نکل کر اس نے سامنے سے جاتی ہوئی زارا کو پکارا۔

"کیا بات ہے؟" زارا وہیں رک گئی اور منتظر نظروں سے اسے دیکھا تو وہ لمبے لمبے ڈگ [illegible] اس کے پاس چلا آیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"وہ شرمین نہیں آ رہی آج کل۔ خیریت تو ہے ناں؟"

کچھ جھجکتے ہوئے اُس نے بغیر کسی تمہید کے پوچھا تو زارا کے لبوں پر اُبھرنے والا تبسم اسے کچھ خفیف سا کر گیا۔ بڑی معنی خیز نظروں سے اُس نے اسے دیکھا تھا

"اِن فیکٹ خیریت تو نہیں مگر۔"

"کیا مطلب؟" اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ بول پڑا۔

زارا تمام ضبط بالائے طاق رکھ کر بے ساختہ ہنس پڑی۔ عجب سی بے قراری تھی اس کے لہجے میں۔ احد نے چند ثانیے لب بھینچ کر اس کی بے موقع ہنسی کو سنا اور پھر حد درجے سنجیدگی سے بولا۔

"میں درحقیقت اس کے لیے پریشان ہوں۔ پلیز تم بتاؤ وہ کہاں ہے اور کیسی ہے؟"

زارا کی ہنسی کو اس کے متفکر لہجے پر بریک لگ گئے اور اُس نے مذاق کرنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے اسے بتا دیا کہ شرمین کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔

"کب؟ کہاں؟ کیسے ہوا یہ سب؟"

"دھیرج میرے بھائی، میرا خیال ہے ہم کسی جگہ بیٹھ کر سکون سے بات کر لیتے ہیں۔"

اس نے ایک ہی سانس میں سارے سوال کر ڈالے تو زارا کو کہنا پڑا۔ پریکٹیکل کرنے کے بعد تو یوں بھی تھکن بہت ہو رہی تھی اس پر مستزاد گرمی۔ جس نے بُرا حال کیا ہوا تھا۔

"اوہ شیور۔" وہ ذرا کی ذرا نادم ہوا اور پھر اسے ساتھ لیے کینٹین میں آ بیٹھا۔ تین دن سے شرمین غائب تھی اور اس کی غیر موجودگی اسے سخت متوحش کر رہی تھی۔

دو دن تو اُس نے یہ ہی سوچا کہ شاید کچھ طبیعت خراب ہو یا کوئی کام وغیرہ ہو گا جس کی بنا پر وہ یونیورسٹی نہیں آ رہی مگر آج جب تیسرا دن بھی گزر گیا تو اسے لامحالہ زارا سے جو کہ شرمین سے خاصی قریب تھی بلکہ اس کا سایا بن کر رہتی تھی، پوچھنا ہی پڑا۔

گو کہ یہ کوئی ایسی حیرت انگیز بات نہ تھی کہ وہ تین دن غیر حاضر رہتی مگر آج کل چونکہ سمسٹر کی تیاریاں عروج پر تھیں اس لیے اس کی غیر موجودگی سب کو ہی کھلی۔

خصوصاً احد جانتا تھا کہ وہ کس قدر ریگولر اسٹوڈنٹ تھی۔ یوں بھی گھر کا ماحول کچھ ایسا تھا نہ وہ ایک دن کی بھی چھٹی نہیں کرتی تھی اور جب سے نرمین نے اسکول میں ٹیچنگ جاب شروع کی تھی، وہ اور بھی باقاعدگی سے یونیورسٹی آتی کیونکہ اس کے بغیر گھر کاٹنے کو دوڑتا تھا۔

امی جی کی تو یوں بھی اپنی سرگرمیاں اور مصروفیات تھیں۔ سمیر بھی سارا دن گھر سے غائب رہتا۔ ایسے میں نرمین کا ہی سہارا ہوتا تھا سو جب سے اُس نے جاب کی شرمین کا دل بھی نہ لگتا تھا گھر میں۔

"ہاں تو احد تم بتاؤ۔ سمسٹر کی تیاریاں کیسی جا رہی ہیں؟"

کولڈ ڈرنک کا سپ لیتے ہوئے زارا نے اتنے مزے سے غیر متوقع سوال کیا کہ احد کے ماتھے پر فوراً بل پڑ گئے۔

"بس ٹھیک ٹھاک ہی چل رہی ہے تیاری۔" اُس نے سرسری سا جواب دیا۔

"اچھا۔" وہ بلاوجہ ہی مسکرا دی۔ عجیب بے نیازی تھی اس کی آنکھوں میں احد کو کہنا ہی پڑا۔

"تم شرمین کے بارے میں کچھ بتا رہی تھیں۔"

"اوہ ہاں۔" اسے جیسے یاد آیا۔ پھر کچھ سوچ کر نظر اُٹھائی "بائی داوے تم اس کے لیے اتنے کیوں پریشان ہو؟"

اب کے اس کے سوالیہ لہجے میں تجسس اور تفتیش کا رنگ شامل تھا۔ احد نے فوراً نارمل سے انداز میں شانے جھٹکے اور بولا۔

"بھئی وہ ہماری کلاس فیلو ہے۔ اتنے دن سے آ نہیں رہی تھی اس لیے پوچھ لیا۔"

شعوری طور پر اُس نے اپنا لہجہ لاپروا بنا لیا تھا۔ زارا کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔ وہ اور شرمین ہمہ وقت ساتھ رہتی تھیں اور اتنا تو اسے بھی معلوم تھا کہ احد علی کی گہری سیاہ آنکھیں کس کی متلاشی اور منتظر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

رہتی تھیں اور جسے دیکھ کر ان کی چمک دوگنی ہو جاتی تھی۔

گو کہ شرمین جانتے بوجھتے بھی انجان بن جاتی اور اس کے گریز کے باعث زارا بھی خاموشی اختیار کیے رہتی تھی مگر وہ اس بات سے اچھی طرح واقف تھی کہ احد علی کی نظریں کیا خاموش پیغام دیتی تھیں۔

"صرف یہی بات ہے یا؟" کولڈ ڈرنک کا آخری سپ لے کر زارا نے پشت کرسی کی بیک سے ٹکا دی اور نظریں احد کے چہرے پر فوکس کر دیں۔

"کیا مطلب؟" اس نے بھنویں اُچکائیں۔

جس قدر وہ جلد از جلد شرمین کے بارے میں معلوم کرنا چاہ رہا تھا، وہ اسی قدر اسے لفظوں میں اُلجھا رہی تھی۔

"مطلب یہ کہ کلاس فیلوز تو ہماری اور بھی ہیں مگر کسی نے بھی ابھی تک مجھ سے شرمین کے متعلق نہیں پوچھا بلکہ شاید ہی کسی اور کو شرمین کی کمی محسوس ہوئی ہو؟"

زارا کا انداز اب بالکل سنجیدہ تھا۔ احد نے محسوس کر لیا کہ وہ اس سے کیا پوچھنا چاہ رہی تھی اور وہ متذبذب تھا کہ کیا کہے۔ کہیں اس کا واضح جواب شرمین کے غصے اور ناراضگی کا سبب نہ بن جائے یا کہیں یوں نہ ہو کہ شرمین اس کی بے باکی پر اسے بے نقط سنا دے۔

گو کہ اسے ان تمام باتوں کی پروا نہیں تھی مگر وہ اسے ہرٹ بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ یوں بھی زارا کی پیغام رسانی کس حد تک ایماندارانہ ہوتی، اس کا وہ صحیح قیاس نہیں لگا سکتا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ تم خاصی ذہین ہو، سمجھ سکتی ہو۔" اس کے احتیاط سے کہے گئے تیکھے جملے پر زارا مبہم سا مسکرائی۔

"اس جملے کا مطلب سمجھتے ہو تم؟"

"میں سوچ سمجھ کر ہی بولنے کا عادی ہوں۔" اس نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"مطلب یہ کہ جس کی فکر، اس کا ذکر۔ اور فکر صرف اہم لوگوں کی ہوتی ہے؟"

زارا اس کی بات پا کر دوستانہ لہجے میں شوخی سے بولی تو وہ بے اختیار مسکرا دیا۔

"عقلمند کو اشارا کافی ہوتا ہے۔"

"ہوں۔" وہ شگفتگی سے ہنسی۔ "مگر یہاں بات کسی عام لڑکی کی نہیں، یہ شرمین یاور خان ہے مسٹر! کنوینس کرنا ناممکنات میں سے ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ وہ محبت کے فلسفے کی قائل ہی نہیں، ٹھیک ٹھاک بات ہے۔" وہ شاید اسے تنبیہہ کر رہی تھی۔ باز رکھنے کی خاطر بولی۔

"میں سنگ تراشی کا فن جانتا ہوں۔" احد کے لہجے میں ہی نہیں، آنکھوں میں بھی عزم تھا۔

وہ تینوں سال بھر کے لگ بھگ ایک دوسرے کے ساتھ تھے، ایک دوسرے کو کسی حد تک سمجھ بھی چکے تھے مگر زارا اور شرمین کا ساتھ کالج سے تھا اور وہ بہتر طور پر اس کی مزاج آشنا تھی۔ مگر ادھر احد علی تھا جسے اپنے جذبوں پر مان تھا جسے شکست اور فتح کی پروا نہ تھی، وہ تو سر کی بازی کھیل رہا تھا۔

"رشیلی۔ سوچ لیں۔" زارا کا انداز وارننگ والا تھا۔

"اب ضرورت نہیں۔ آگے بڑھنے کے علاوہ میرے پاس کوئی چوائس نہیں۔"

وہ کندھے ڈھیلے چھوڑ کر کرسی کی بیک سے پشت لگاتے ہوئے صاف صاف کہہ گیا۔ زارا کی آنکھوں میں خلوص کی چمک تھی۔ اسی نے اس کا حوصلہ بلند کیا تھا سو وہ دل کی بات ساری احتیاط بالا رکھ کر کہتا چلا گیا۔

"اوہ۔ ایک لحاظ سے تو یہ بے حد اچھی بات ہے۔ لہٰذا اب تم کو نہ بتانا کہ شرمین کہاں ہے، ظلم ہی ہوگا۔" وہ سنجیدگی سے کہہ کر یک دم شوخی کا مظاہرہ کر گئی مگر احد کے چہرے کے تاثرات ایسے تھے کہ اسے سنجیدگی اختیار کرنا پڑی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ابھی تو وہ ہاسپٹل میں ہی ہے۔ یونیورسٹی آتے ہوئے ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا اس کا، میں کل گئی تھی اس کی طرف مگر وہ اس وقت سو رہی تھی۔"

"وہ اب ٹھیک تو ہے ناں؟"

"ہاں۔ پہلے سے تو بہت بہتر ہے۔ آخر کو اتنے چاہنے والوں کی دعائیں ہیں اس کے ساتھ۔"

"میں اس سے مل سکتا ہوں؟" اس کا شرارت بھرا فقرا نظر انداز کرتے ہوئے اس نے کچھ اس طرح پوچھا جیسے انکار کی گنجائش ہی نہ ہو۔ زارا تذبذب میں پڑ گئی۔

"بہت مشکل ہے احد، اس کے فادر بہت روڈ قسم کے انسان ہیں۔ کہیں تمہارا وہاں جانا شرمین کو مشکل میں نہ ڈال دے اور ایسے میں اس کا ردعمل اور بھی سخت ہو سکتا ہے۔"

زارا کسی حد تک اس کی گھریلو زندگی سے واقف تھی کم از کم ہیڈ لائن کا تو اندازہ تھا ہی سو اس نے یہی بہتر جانا کہ اسے روک دے۔

"آئی سی۔" وہ لمحے بھر کے لیے چپ رہ گیا۔

"ہاں اگر تم شام سے پہلے جا سکو تو ٹھیک ہے۔ اس وقت صرف زمین ہوتی ہے اس کے ساتھ، شرمین کی بڑی بہن ہے۔ بہت کرٹیس COURTEOUS ہے زمین۔ تمہیں صرف اسی سے کوئی پازیٹو ریسپانس مل سکتا ہے۔"

زارا نے ساری صورتحال سامنے رکھ دی تھی۔

کتنی عجیب بات ہے کہ جو بات ہم اپنی جان پر کھیل کر بھی لوگوں سے چھپانا چاہتے ہیں، اگر کوئی ایک شخص بھی جان لے تو پھر راز کا راز رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔

زارا کے سامنے اس وقت صرف احد کی جذباتی کیفیت تھی سو وہ دوستی کے اولین فرض اور اصول رازداری سے صرفِ نظر اسے کہہ گئی تھی۔

"تھینک یو سو مچ۔" وہ اسے مشکور نظروں سے دیکھتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں آج شام ہی چکر لگاؤں گا ادھر کا۔"

"میری طرف سے بھی پوچھ لینا۔ شاید کل جاؤں اُس طرف۔"

وہ بھی اس کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی اور پارکنگ لاٹ تک وہ دونوں ساتھ چلتے ہوئے شرمین سے متعلق باتیں کرتے رہے۔

اس ملاقات میں احد اور زارا دونوں کو احساس ہوا کہ وہ ایک دوسرے کے اچھے دوست بن سکتے ہیں۔ مگر صرف اس وقت تک جب تک کہ شرمین واپس یونیورسٹی نہیں آ جاتی کیونکہ اس کے بعد زارا کا احد سے بات کرنا بھی ممنوع ہو جائے گا۔ شرمین ایسے معاملات میں بہت سخت گیر تھی۔

زارا نے اسے تنبیہ کر دی کہ حالات کی ذمہ داری اس پر نہیں کیونکہ شرمین کا رویہ غیر متوقع طور پر مثبت بھی ہو سکتا تھا اور یہ بھی ممکن تھا کہ وہ احد کو پہچاننے سے ہی انکار کر دے۔

• • •

"خیریت۔ یہ تم کہاں جا رہی ہو؟"

رات کے کھانے کے بعد وہ زوہا کے ساتھ اسائنمنٹ تیار کرنے کے بجائے وارڈ روب کھول کر کھڑی ہو گئی تو اس نے کتابیں ایک طرف رکھتے ہوئے اچنبھے سے استفسار کیا۔

"پھوپھو کی طرف جا رہی ہوں۔" اس نے مناسب سوٹ کی تلاش میں کپڑے الٹتے پلٹتے ہوئے سرسری سے انداز میں کہا تو زوہا چونک گئی۔

"کیوں؟" لہجے میں خدشے سمیٹے اس نے پوچھا۔

"وہ میری پھوپھو کا گھر ہے۔ کوئی علاقۂ غیر نہیں کہ تم اس قدر مشکوک انداز میں پوچھو۔" اس نے پلٹ کر تیز لہجے میں جواب دیا تو زوہا جھنجھلا گئی۔

"اُفوہ۔ مگر تمہیں وہاں کام کیا ہے؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"میں تمہاری طرح مطلبی نہیں کہ اپنے پیارے رشتے داروں کے یہاں بھی صرف کام سے بلکہ خاص الخاص کام سے جایا کروں۔"

صاف اُس پر طنز تھا۔ زوہا ہونٹ کاٹ کر رہ گئی۔ کچھ دیر خاموشی چھائی رہی۔

"مدحت کو شفق سے نوٹس لینے ہیں۔" صہیبہ نے پلٹ کر زوہا کو سنجیدگی سے سوچ میں گم دیکھا تو اسے بتانا ہی پڑا۔

"تم کیا مدحت کی باڈی گارڈ ہو؟" اُس نے بھی پہلی فرصت میں بدلہ چکایا۔

"تمہیں میرے جانے پر اعتراض ہے یا مدحت کے ساتھ جانے پہ؟"

بظاہر بڑی سنجیدگی سے گلابی سوٹ ہاتھ میں پکڑے آئرن اسٹینڈ کی طرف بڑھتے ہوئے اُس نے سوال کیا۔

زوہا جانتی تھی کہ وہ اسے زچ کر رہی ہے، جبھی خاموش رہی اور پھر کچھ سوچ کر کتابیں اُٹھا کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"تو اس کا مطلب ہے کہ تم آج پڑھو گی نہیں؟"

"نہیں۔" اُس نے پلنگ لگاتے ہوئے اطمینان سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ پھر میں چلتی ہوں، اپنے کمرے میں پڑھوں گی۔ اور ہاں تمیرہ آپی سے کوئی فضول بات مت کرنا۔" وہ جاتے جاتے اسے تنبیہہ کرتے ہوئے بولی۔

"جی نہیں۔ مجھے کوئی ضرورت نہیں کہ مدعی کے سست ہوتے ہوئے چست گواہ بننے کی کوشش کروں۔ میں صرف مدحت کے کہنے پر جا رہی ہوں۔"

اس کا انداز صاف طیش دلانے والا تھا۔ زوہا غصے سے پاؤں پٹختی باہر نکل گئی۔

"بے وقوف لڑکی۔ خود سے بھی ہمدردی نہیں۔"

ایک پُرخلوص مسکراہٹ اس کے لبوں کی تراش میں پھیل گئی۔

آج ہی فرہاد سے بات ہوئی تھی اس کی۔ کتنا فکرمند تھا وہ۔ اسے یاد آیا تو زوہا کی بزدلی پر سخت تاؤ آیا۔ جب آگے بڑھنے کی ہمت ہی نہیں تھی تو کیوں آس دلائی تھی فرہاد کو۔ ساتھ چلنے اور ہمسفر بننے کا اعزاز ہی کیوں بخشا تھا۔ جب قدم بڑھانے کی سکت ہی نہیں تھی خود میں۔

فرہاد کوئی پیش رفت کرنے کی کوشش کرتا یا زوہا کی ہمت بندھاتا تو وہ فوراً اپنے خول میں بند ہو جاتی تھی۔ محبت بھی کرتی تھی اور ساتھ کم ہمتی کا مظاہرہ بھی کرتی۔

ابھی بھی وہ تمیرہ آپی سے یونہی باتوں باتوں میں ان کے خیالات معلوم کرنے کے لیے جانے کا سوچ رہی تھی کہ اس نے قیاس کے گھوڑے دوڑا کر فوراً اسے ٹوک دیا کہ کچھ مت کہنا۔ بھلا یوں ہاتھ پہ ہاتھ دھرے خاموش بیٹھے رہنے سے یہ مسئلہ حل ہو جاتا۔

"سفینہ لاج" سے علی ولا تک کی طویل اور تھکا دینے والی مسافتیں کسی طلسمی اسم یا جادو کی چھڑی کا انتظار نہیں کر رہی تھیں بلکہ انہیں طے کرنا تھا ہمت سے کام لے کر، قدم بڑھا کر۔ اپنے حق کے لیے سچائی کا علم بلند کرنے سے ہی یہ فاصلے سمٹ سکتے تھے۔

مگر زوہا پہلی فرصت میں "کہیں ایسا نہ ہو جائے، کہیں ویسا نہ ہو جائے" کا ورد کرتی چپ کی ٹکل مار لیتی تھی کہ آگے بڑھنے کی سکت اور پیچھے ہٹنے کی ہمت دونوں ہی مفقود تھیں اس میں۔

کبھی کبھی تو صہیبہ سے جھگڑا بھی خوب ہوتا۔ وہ طرفداری فرہاد کی کرتی، اس کی غلطیاں گنوانی تو وہ آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو یوں بھر لاتی کہ صہیبہ کا دل پگھل جاتا اور غصہ دھیرے دھیرے ہمدردی میں تبدیل ہونے لگتا مگر اتنا تو اسے بھی اندازہ تھا کہ یہ سب یوں نہیں ہوتا۔ اس کا کہیں رشتہ بھی طے ہو سکتا تھا۔

زوہا خوش شکل اور دھیمے مزاج کی لڑکی تھی اور ملنے جلنے والوں میں اس کی پسندیدگی کا گراف

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہمیشہ اُوپر رہا تھا بلکہ امی تو اکثر پریشان ہو کر کہتی تھیں۔

"زوہا جیسی اچھی بچی تو جلد بیاہی جائے گی مگر صہیبہ تمہاری یہی اوٹ پٹانگ حرکتیں جاری رہیں تو کون پوچھے گا تمہیں؟"

اُن کا لہجہ اس وقت اس قدر دلگیر اور فکر مندی سے پُر ہوتا تھا کہ اسے بھی لمحے بھر کے لیے اپنی فکر ستانے لگتی مگر پھر وہ شانے جھٹک کر اِدھر اُدھر ہو جاتی۔

کبھی کبھی تنہائی میں غور بھی کرتی کہ زوہا میں آخر ایسی کون سی اچھی بات ہے جو امی اسے ہمیشہ اپنی بیٹی پر فوقیت دیتی ہیں۔ مدحت سے وہ بہت مطمئن رہتی تھیں پھر جانے کیوں انہیں صہیبہ کے اطوار ہمیشہ ناگوار لگتے۔ ہمیشہ وہ اسے اور زوہا کو ساتھ ساتھ رہنے کا موقع دیتیں کہ شاید اس طرح ہی کچھ اس پر زوہا کی نیک اور پُرسکون طبیعت" اثر انداز ہو جائے مگر اس جیسے چکنے گھڑے بھی کم ہی بنتے ہیں سو وہ برسہا برس سے ایسی ہی تھی۔ البتہ دل ہی دل میں اسے اپنی نالائقیوں پر افسوس ہوتا تھا۔

مگر زوہا کے قصے کے بعد یہ افسوس بھی ختم ہو گیا تھا کیونکہ اس معاملے میں زوہا کی کوتاہیوں نے یہ تو ثابت کر دیا تھا کہ وہ بہت اچھی سہی مگر حد درجے بزدل ہے اور صہیبہ کم از کم ہمت نہیں تھی

بات اگر ٹھیک لگتی تو گھر کے ہر فرد کے لیے لڑ پڑنا اس کی عادت تھی حتیٰ کہ میکے جانے کے لیے جب کبھی امی بھابی کو اجازت نہ دیتیں تو وہ ہی ان کا دفاع کرتی تھی۔

"جانے دیں ناں امی۔ آخر وہ ان کی والدہ کا گھر ہے۔ میں تو آپ کے بغیر ایک رات بھی نہیں رہ سکتی، پتا نہیں بھابی اتنے عرصے سے ہمارے گھر کیسے رہ رہی ہیں۔"

وہ اتنے لاأبالی پن سے کہتی کہ امی کو تمام تر غصے کے باوجود ہنسی آجاتی۔

"مگر شادی کے بعد لڑکی کی زندگی بدل جاتی ہے صہیبہ۔" وہ سمجھاتیں۔

"تو کیا لڑکی بھی بدل جاتی ہے۔ اس کا دل اور اس کی محبتیں بھی تبدیل ہو جاتی ہیں۔ رشتے بھی بدل جاتے ہیں۔" وہ بحث پر اتر آتی۔ "اپنے پھر اپنے ہوتے ہیں۔"

لہجے میں حیرت اور استعجاب سے زیادہ سوال اور حجت ہوتی۔

"کیا مطلب؟" امی کی تیوریاں چڑھ جاتیں۔ "سسرال والے کوئی غیر ہوتے ہیں کیا؟"

"تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ شادی کے بعد لڑکی ماں باپ کو ماں باپ سمجھنا چھوڑ دیتی ہے۔ ساس ماں تو نہیں ہوتی۔ آپ خود بتائیے آپ مجھے اور مدحت کو سمرہ بھابی کی طرح نظر انداز کر سکتی ہیں۔ یا دادی جان کو تائی جان جتنا چاہ سکتی ہیں؟"

وہ ایک لاحاصل مگر پُر مغز بحث کی ہمیشہ سے عادی رہی تھی، امی کو بھی نہ چھوڑتی۔ وہ بُری طرح زچ ہو جاتیں، غصے سے دیکھتیں۔

"اچھا اب فضول باتیں مت کرو۔" اسے فہمائشی انداز میں کہتی وہ اُٹھ کھڑی ہوتیں۔

"ہزار بار تمہیں کہا ہے کہ خوامخواہ کی غلط وکالت مت کیا کرو۔"

اس کی بات کا کوئی جواب نہ بن پڑتا تو وہ فوراً "ماں" کی شہنشاہی کرسی پر جا بیٹھتیں۔ اور جب وہ دیکھ لیتی کہ دلائل سے کام نہیں بن رہا تو فوراً منتوں اور عاجزی پر اتر آتی۔

"اچھا پرامس۔ آئندہ بالکل جائز وکالت کروں گی مگر پلیز اس وقت تو مان جائیں ناں۔ دیکھیے بھابی نے اس یقین کے ساتھ مجھے بھیجا ہے کہ آپ مجھے انکار نہیں کریں گی۔ پلیز میری عزت رکھ لیں۔ اگر آپ نے مجھے بھی ٹال دیا تو بھابی کی نظر میں میری کوئی ویلیو نہیں رہے گی اور ایسا وقت آنے سے تو بہتر ہے کہ میں خودکشی کر لوں۔"

آخر میں وہ جذباتی ہو کر ان کے آنچل میں چہرہ چھپا لیتی تو ان کو ناچار ماننا ہی پڑتا۔

"اچھا ٹھیک ہے مگر سمرہ کو سمجھا دو کہ سسرال ہی لڑکی کا اصل گھر ہوتا ہے، اسے اس میں ایڈجسٹ ہونے کی کوشش کرنی چاہیے نہ کہ رسی تڑانے کی۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ اس کے انداز پر آئی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے نرمی سے کہتیں تو وہ مارے خوشی کے نعرہ مار دیتی۔

"امی زندہ باد۔ یو آر گریٹ امی۔ دیکھیے گا آج آپ اپنی بہو سے اچھا سلوک کرتی ہیں انشاء اللہ کل آپ کی بیٹیاں بھی سکھی رہیں گی۔" وہ جھک کر کورنش بجا لاتے ہوئے پیشن گوئی کرتی تو امی بھی دل ہی دل میں قائل ہوتی "آمین" کہہ کر کمرے سے نکل جاتیں۔

اس کا انداز ہمیشہ سے ایسا ہی تھا منوا لینے والا۔ مخاطب کو قائل کرے نہ کرے لاجواب تو ضرور کر دیتی مگر ایسی نوبت کم ہی آتی تھی، وہ اپنے بھرپور دلائل اس قدر جارحانہ انداز میں دیتی کہ سامنے موجود شخصیت کو حق کا ساتھ دینا ہی پڑتا۔

اور اس بار بھی وہ بہت پر یقین تھی۔ فرہاد اور زوہا کی خواہش قطعی بے جا نہیں تھی۔ مذہب، قانون اور سماج کے بندھے اصولوں سے کسی نے انحراف نہیں کیا تھا مگر۔

یہ ذاتی اصول پسندی سارے معاملے کو اُلجھائے ہوئے تھی۔ اپنی اپنی انا کی سربلندی کے لیے ان کے بڑے جس پتھر کی دیوار کے پیچھے جا بیٹھے تھے، وہاں تک تو شاید ان کی آواز بھی نہ پہنچ پاتی مگر اسے کچھ کرنا تھا۔ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ زوہا کے لیے نہیں، فرہاد کے لیے نہیں بلکہ حق کے لیے۔

وہ سب ایک ہوتے ہوئے بھی اس قدر فاصلوں پر تھے خون بھی ایک تھا اور خاندان بھی۔ رنگ و نسل میں بھی کوئی تفاوت نہیں تھا۔ پھر بھی یہ اختلافی راہ سب کے درمیان حائل تھی۔

یہ خلیج پاٹنی تھی۔ اسے یا کسی اور کو ہمت تو کرنی ہی تھی آگے بڑھنے کی، سنگِ گراں بنی اس انا کی پتھریلی دیوار کو گرانے کی۔ مسمار کر کے ایک نیا جہانِ محبت بسانے کی۔

اور وہ پرعزم تھی۔ زادِ راہ سوائے اعتماد اور سچائی کے کچھ نہ تھا مگر یہی بہت کچھ تھا یا شاید سبھی کچھ۔

"صہبی! تم تیار ہو گئیں؟" مدحت نے جس وقت اندر جھانکا، وہ سوچ میں گم بالوں میں برش کر رہی تھی، چونک کر مڑی۔

"ہاں میں تیار ہوں چلو۔"

بالوں کو شنیل کے بینڈ میں جکڑتے ہوئے وہ باہر نکل آئی۔ سامنے زوہا سمرہ بھابی کے ساتھ بیٹھی ان کے چھوٹے بیٹے موبی کو زبردستی سلانے میں مشغول تھی۔ اُسے دیکھا تو خفگی سے چہرہ موڑ لیا۔ اسے بھی کہاں پروا تھی۔ وہ تو نیرہ باجی کے متعلق سوچتے ہوئے اُلجھی ہوئی تھی۔ موبی کو جھک کر پیار کرتے ہوئے اس نے بھابی سے کہا، وہ امی کو بتا دیں کہ وہ جا رہی ہے اور باہر نکل آئی۔

مدحت کو شفیق عمر بھائی کے ساتھ باہر ہی ٹہلتی ہوئی مل گئی۔ اس نے ان دونوں کو بھی آفر کی ان کے ساتھ ٹہلنے کی مگر اس کا مقصد کچھ اور تھا سو وہ یہ کہتی کہ پھوپھو جان کو سلام کرنا ہے، اندر آ گئی۔

نیرہ آپی اپنے پرانے شوق سلائی کے پیشِ نظر اپنے کمرے میں براجمان تھیں۔

وہ چند لمحے پھوپھو جان کے پاس بیٹھی اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی رہی، پھر اُٹھ کر نیرہ کے کمرے میں دستک کر کے چلی آئی۔ آپی ہمیشہ کی طرح بہت محبت سے ملیں اور اسے اکیلے دیکھتے ہی پوچھا۔

"زوہا نہیں آئی۔"

"اُسے اسائنمنٹ مکمل کرنا تھا۔ اسی لیے نہیں آئی۔"

وہ ان کے پاس بیٹھ کر ان کی ڈیزائن کی ہوئی خوبصورت شرٹ اٹھا کر توصیفی نظروں سے دیکھنے لگی۔

"اور تم اس کے بغیر چلی آئیں۔" وہ حقیقتاً حیران تھیں۔

"کم آن آپی۔ زوہا میرا فیول تو نہیں۔" وہ ہنسی۔ "ویسے بھی مدحت آئی ہے میرے ساتھ باہر عمر بھائی اور شفیق کے ساتھ لان میں ٹہلنے میں ان کا ساتھ دے رہی ہے۔ بہرحال آپ سنائیے کیا ہو رہا ہے آج کل؟"

"بس یہی کچھ ہو رہا ہے۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے اردگرد پھیلے کپڑوں اور دھاگوں کو دیکھتے ہوئے کہا "تمہیں تو معلوم ہے میری مصروفیات تو یوں بھی عمر کے موڈ کے ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"وہ تو ہے۔" وہ سر ہلاتے ہوئے مسکرا کر بولی۔

عمر بھائی کی متلون مزاجی سے تو سارا خاندان واقف تھا، پل پل بدلتا ان کا موڈ۔

"میری چھوڑو، اپنی سناؤ۔ تم کیا کر رہی ہو؟ سمسٹر کب سے شروع ہو رہا ہے تمہارا؟"

"اگلے مہینے کی ڈیٹ آگئی ہے۔ وہ بھی ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔" اس نے منہ بنایا۔ "یونیورسٹی سے واپس آنے کے بعد تو بالکل پڑھنے کی ہمت نہیں رہتی۔"

"شام کو تیاری کیا کرو ناں۔ مگر تمہیں تو ٹی وی اس قدر بھاتا ہے کہ ساری شام اس کی نذر کر دیتی ہو۔"

نمیرہ اس کے معمولات سے واقف تھیں۔ وہ ہنس پڑی۔

ساری رات جاگ کر پڑھتی تھی وہ مگر اپنے پسندیدہ پروگرامز چھوڑنا اس کے لیے مشکل ہوتا تھا۔

"اب آپ ہی بتلایئے آپی کہ میں کیا کروں۔ ایک تو یہ ٹی وی والے بھی چائے کھانے کا وقفہ نہیں دیتے وگرنہ اس سے بھی کچھ افاقہ ہو جاتا۔ بہرحال اب تو میں سوچ رہی ہوں کہ داجان کے یہاں جا کر تیاری کروں۔ یہاں تو ویسے بھی ہر وقت ایک میلہ لگا رہتا ہے۔"

اس نے خود ہی موضوع چھیڑنے کی غرض سے یونہی کہا۔ نمیرہ نے چونک کر اسے دیکھا، پھر کچھ کہنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

"داجان کیسے ہیں؟ تم گئی تھیں ان کی طرف؟"

"ہاں پچھلے ہفتے گئی تھی میں۔ ٹھیک ہیں وہ۔" اس نے بتایا۔

نمیرہ خاموشی سے اسے تکتے ہوئے دھاگا توڑنے لگیں تو اس نے بات بڑھانے کی غرض سے کہا۔

"ویسے آپی، کتنی عجیب بات ہے ناں کہ ہم سب اتنے قریبی رشتوں میں منسلک ہونے کے باوجود کس قدر فاصلوں پر ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم دوبارہ سے سب ایک ہو جائیں؟"

یہ سب کہتے ہوئے اس کے چہرے پر کچھ ایسے رنگ تھے کہ نمیرہ بری طرح ٹھٹک گئیں۔

"یہ سب اب ممکن نہیں صبحی۔ ہمارے بزرگ اپنے فیصلوں سے انحراف کرنے والے ہرگز نہیں ہیں اور پھر جو کچھ ہو چکا ہے اس کی روشنی میں تو شاید اب کسی کے دل میں اتنی جگہ بھی نہیں رہی ہوگی!"

انہوں نے رسان سے کہتے ہوئے اس کا کندھا نرمی سے چھوا۔

"مگر کیوں آپی؟ کیا داجان نے واقعی کوئی ناقابلِ معافی جرم کیا تھا۔ اور اگر بفرضِ محال یہ مان بھی لیا جائے تو کیا انہیں اپنے کیے کی بہت سزا نہیں مل گئی؟ کیا دادی جان اور ہمارے والدین کے دلوں میں ان کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے؟"

وہ پھر بحث پر اتر آئی تھی۔ آپی اس کی جذباتیت پر بے ساختہ مسکرا دیں اور اس کا ہاتھ محبت سے تھام لیا۔

"ان تمام باتوں کے سوچنے کا وقت اب گزر چکا ہے صبحی۔ اب جو جہاں اور جس حال میں مگن ہو چکا ہے اسے اور اس سسٹم کو اسی طرح چلنے دو۔ ٹھہرے ہوئے پانی میں پتھر پھینکنے سے صرف ارتعاش پیدا ہو سکتا ہے، تند و تیز لہریں نہیں بن سکتیں۔"

"مگر یہ لہریں ہماری اشد ضرورت ہیں آپی۔ ورنہ یہ ساکت پانی غلاظت بن کر رہ جائے گا۔ ہم سب جو جوان نسل سے تعلق رکھتے ہیں، کیا ہمیں اپنی بقا کے لیے کچھ نہیں کرنا چاہیے؟"

"ہماری بقا بھلا تمہاری نظر میں — کیا ہے؟"

"یہی کہ ہم اپنی جڑوں کو مضبوطی سے پکڑیں منتشر نہ ہوں مگر یہاں تو یہ حال ہے کہ ہمارے بزرگ تک اس اہم مسئلے سے نظر چراتے ہیں۔ ایک نسل کی غلطی کا بھگتان تیسری نسل تک منتقل کر دیا گیا ہے۔ داجان کے ایک فعل کے باعث بہن بھائی تک جدا ہو گئے ہیں۔" وہ تیز لہجے میں بول رہی تھی۔

"کون سے بہن بھائی؟" نمیرہ متعجب ہو کر اسے دیکھنے لگیں۔

"میں احتشام انکل کی بات کر رہی ہوں۔ ماضی الگ ہونے سے خون تو الگ نہیں ہو جاتا۔ وہ ہمارے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چچا ہیں اسی شہر میں رہتے ہیں مگر ہم نے ان سے بات تک نہیں کی کبھی۔ جب کہ ان کے تو بچے بھی ہماری عمر کے ہیں، ہم میں دوستی اور انڈر اسٹینڈنگ ہو سکتی ہے جیسے کہ سفینہ لاج میں رہنے والے ہر کزن میں ہے۔ مگر کتنے افسوس کی بات ہے ہم نے آج تک انہیں اپنے گھر کی کسی خوشی میں شریک نہیں کیا۔"

"تو انہوں نے کون سی رشتے داری نبھائی ہے صبیحی؟" نمیرہ کی آنکھوں میں قائل ہونے والی کیفیت ہلکورے لے رہی تھی مگر انہوں نے ہمیشہ کی سُنی سنائی بات کہہ ڈالی جو اکثر وہ سب اپنی کوتاہیاں چھپانے کی خاطر کہہ کر اپنے تئیں بری الذمہ ہو جاتے تھے۔ وگرنہ دل سے تو وہ بھی اس کی بات کو ٹھیک سمجھتی تھیں اب سے نہیں ہمیشہ سے مگر ساتھ اس لیے نہیں دیتی تھیں کہ وہ اس کی طرح بہادر نہیں تھیں۔

"اب ایسی بھی بات نہیں نمیرہ آپی۔ آپ کو یاد ہے بہت عرصہ پہلے جب ہم چھوٹے سے تھے، احتشام انکل، بابر اور فرہاد بھائی کی روزہ کشائی کی دعوت لے کر آئے تھے مگر ہمارے گھر سے کسی نے بھی شرکت نہ کی تھی بلکہ اب بھی ان کے یہاں سے بابر بھائی کی شادی کا کارڈ آئے گا۔ اور اب بھی؟"

وہ لگی لپٹی رکھے بغیر انتہائی صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی اور پھر مایوسانہ انداز میں سر ہلاتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"تم سے کس نے کہا کہ ان کے یہاں شادی ہے؟" وہ شاید اس کا غصہ دھیما کرنے کو پوچھ رہی تھیں۔

"فرہاد بھائی نے۔" اس نے منہ پھلاتے پھلاتے جواب دیا۔ اور کن انکھیوں سے نمیرہ کو دیکھا۔

"وہ تمہیں کہاں ملے؟" اب کے انہیں کھوج لگ گئی۔ فوراً پوچھا۔

"داجان کے یہاں۔ میری تو ہمیشہ ان سے ملاقات ہوتی ہے بلکہ اکثر فون وغیرہ پر بھی گپ شپ رہتی ہے۔ ہم اچھے دوست ہیں۔" اس کے لہجے میں فخر تھا، نمیرہ متحیر رہ گئیں۔

وہ کہاں سے کہاں چلی گئی تھی جب کہ میکے اور سسرال میں "علی ولا" کے لیے جو کدورتیں سب کے دلوں میں بیٹھی تھیں، اس کے پیشِ نظر نمیرہ تو قطعی کچھ نہ بولتی تھیں۔

"کیا؟" وہ بے ساختہ بے یقینی سے سوال کر بیٹھیں۔ "گھر میں کون کون جانتا ہے یہ بات؟"

"امی اور پاپا کو تو معلوم ہے البتہ سوائے زوہا کے باقی کسی کے علم میں نہیں — ویسے دادی جان کو کچھ کچھ اندازہ ضرور ہے۔" اس کے انداز میں بے فکری تھی۔

نمیرہ اسے دیکھ کر سوچ میں غلطاں نظر آنے لگیں۔

"ویسے آپی کتنا مزا آئے جو ہم سب بھی بابر بھائی کی شادی میں شرکت کریں۔ آخر کو وہ ہمارے کزن ہیں، فرہاد بھائی نے کتنی محبت سے ہم سب کو دعوت دی ہے۔ سچ بڑا مزا آئے۔" وہ اس خیال سے ہی اس قدر خوش نظر آ رہی تھی کہ نمیرہ دشتِ حیرت میں بھٹکنے لگی۔

"نہیں صبیحی۔ جو بات ناممکن ہو، اس کی تمنا نہیں کرنی چاہیے۔" یکدم وہ اس قدر سختی اور درشتگی سے بولیں کہ وہ بری طرح ٹھٹھک کر انہیں دیکھنے لگی۔

"آپی ـــ"

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں صبیحی۔ درمیان میں فاصلے اور مسافتیں اتنی طویل ہیں کہ چل کر انہیں پاٹنے والوں کے پیر فگار ہو جائیں گے۔ تم ایسا سوچنا چھوڑ دو صبیحی، یہ سب ممکن نہیں۔ "علی ولا" اور اس سے متعلق لوگوں سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں۔"

نمیرہ نے اتنی قطعیت سے کہا کہ وہ اندر سے پھنکنے لگی۔

"مگر ہمارا ان سے رشتہ تو ہے ناں آپی۔" اس کا لہجہ پست ہو گیا۔

"رشتوں کی اہمیت صرف اسی صورت میں ہوتی ہے، صبیحی ڈیئر جب لوگ انہیں مانیں، ان کا پاس رکھیں اور جب اپنائیت درمیان سے نکل جائے تو کوئی رشتہ، کوئی ناتا اٹوٹ نہیں رہتا۔ اپنا وزن کھو دیتا ہے۔ یوں بھی جن کے حوالے سے یہ رشتے ہمارے علم میں آتے ہیں جب وہ ہی اس سے انکاری ہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"تو ہم کیا کر سکتے ہیں؟" آپی اس کی آخری اُمید بھی توڑنے کے درپے تھیں۔

"ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں آپی۔ ہم چاہیں تو ٹوٹے تعلق بحال کر سکتے ہیں۔"

"نہیں صبیحہ۔ ٹوٹی ڈوری میں پڑی گرہ مضبوطی کو نہیں بلکہ کمزوری کو بڑھا دیتی ہے۔ بہتر ہے کہ ایسی کوئی کوشش ہی نہ کی جائے۔ تم جہاں تک جا چکی ہو، وہاں سے لوٹ آؤ۔"

اسے سمجھاتے ہوئے نمیرہ نے آخری فقرے پر نظر چراتے ہوئے اس کے ہاتھ پر دباؤ ڈالا۔

"کیا مطلب؟" وہ بھونچکا رہ گئی۔

ان کے لہجے میں کچھ تھا جو اسے کھٹک گیا، نمیرہ نے اس کے سوال پہ آنکھیں اس کی آنکھوں میں ڈال دیں مگر اس میں انہیں "فرہاد" کا کوئی عکس نظر نہیں آیا۔ وہ جانے کیا سمجھ رہی تھیں، پھر بھی کہہ گئیں۔

"یقین کرو صبیحہ، میں تمہاری محبت میں کہہ رہی ہوں۔ علی ولاء سے کوئی نیا رشتہ جوڑنا تو دور کی بات پرانے تعلق بھی بحال نہیں ہو سکتے۔"

"مگر آپی۔ آپ شاید کچھ غلط سمجھے۔"

"چلو صبیحہ۔ کافی وقت ہو گیا ہے۔ السلام علیکم نمیرہ آپی۔"

اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی مدحت اور شفق اندر چلی آئیں اور مدحت کے سلام کرنے پر نمیرہ ان کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ اور اپنے ہاتھوں میں پکڑے صبیحہ کے ہاتھ کو ذرا سا دبا کر چھوڑ دیا۔

پھر کچھ دیر اور وہ وہاں رُکیں۔ مگر پھر وہ مزید کوئی بات نہ کر سکی۔

یوں بھی کہنے کے لیے کچھ بھی باقی نہیں بچا تھا۔ وہ بوجھل دل سے واپس لوٹ آئی۔ صرف نمیرہ آپی کی صلح جو اور نرم طبیعت سے کچھ اُمید تھی اسے مگر جب انہوں نے بھی صاف الفاظ میں ناممکن کا سکہ اس کی اُمید کی جھولی میں ڈالا تو وہ چپ چاپ لوٹ آئی۔

راستے میں مدحت نے اِدھر اُدھر کی باتیں بھی کیں مگر اس کا ذہن اُلجھ چکا تھا۔ محض ہوں ہاں کرتی گھر لوٹ آئی اور زوہا کے پاس جا کر اسائنمنٹ مکمل کرنے کی بجائے اپنے کمرے میں جا کر بند ہو گئی۔

● ● ●

"اچھا اب چلوں گا فرہاد۔ کافی دیر ہو گئی ہے۔"

کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر دوڑاتے ہوئے وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

"اُفوہ۔ اس قدر جلدی میں کیوں ہو؟ کچھ دیر بیٹھو ناں۔ ایک تو جب سے آئے ہو سخت اُلجھے اُلجھے لگ رہے ہو۔ کچھ بتانے پر آمادہ بھی نہیں اور اب ایک دم جانے کی عجلت سوار ہو گئی ہے تم پر۔"

فرہاد اسے اُٹھتے ہوئے دیکھ کر روکنے کی غرض سے کندھا تھام کر بولا۔

"نہیں یار۔ اس وقت سخت تھکا ہوا ہوں۔ تین چار دن سے ایک ٹیچر کی غیر حاضری کے باعث ایک دو سیکشن کے مزید پیریڈ لینے پڑ رہے ہیں بالکل اگیزاسٹ ہو رہا ہوں اس لمحے۔"

وہ رُکنے پر قطعی تیار نہ تھا۔ فرہاد بھی چپ چاپ اُٹھ کھڑا ہوا۔

"اوہو سمعان بھائی آئے ہوئے ہیں۔" اسی اثناء میں احمد سیڑھیاں پھلانگتا نیچے آیا تو اسے دیکھ کر رُک گیا، غیر متوقع خوشی کا اظہار ہوا تھا، ہاتھ بڑھا کر مصافحہ کیا۔

"کیسے ہو بھائی۔۔؟" سمعان نے اس کا شانہ تھپکا۔

"اس وقت تو سخت مشکل میں ہوں۔ لفٹ مل سکتی ہے آپ کی؟۔ ان فیکٹ اس بے مروت بائیک نے گیارھویں گھنٹے پر داغِ مفارقت دے ڈالا ہے۔"

وہ جلدی جلدی بولا۔ ہاسپٹل جانے کے لیے تیار ہو کر نکلا تھا تو بائیک نے تنگ کرنا شروع کر دیا تھا، گھر کی گاڑی بابر بھائی اور ملما کے پاس تھی سو وہ ییلو کیب کا سوچ کر نیچے آیا تھا کہ سمعان کو دیکھ کر فوراً خیال آیا۔ دوپہر یوں بھی ڈھلنے والی تھی اور اسے جلدی تھی۔

"کہاں جانا ہے؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہاسپٹل۔" فوراً جواب دیا۔

"کیوں خیریت؟" فرہاد اور سمعان نے بیک وقت پریشان ہو کر سوال کیا۔

"جی وہ دراصل ایک کلاس فیلو ایڈمٹ ہے اُدھر۔ سو اسے وزٹ کرنا ہے۔" اس نے تفصیل میں جائے بغیر کوئی تیسری بار گھڑی دیکھی تو سمعان نے بھی جلدی سے فرہاد سے مصافحہ کیا اور اس کے ساتھ گاڑی میں آ بیٹھا۔

راستے میں احد نے ایک عدد بُکے اور کچھ فروٹ لے لیے۔

ہاسپٹل کافی نزدیک تھا لہٰذا وہ جلدی پہنچ گئے۔ ابھی پارکنگ لاٹ میں وہ گاڑی پارک کرنے ہی والا تھا کہ نظر سامنے بنی روش سے گزرتی زمین پر پڑی تو وہ ٹھٹک گیا۔

"اوہ" اس کی غیر حاضری کی وجہ اب سمجھ میں آئی تھی۔

"تھینک یو سمعان بھائی۔ لفٹ کا بے حد شکریہ۔" احد اُترتے ہوئے ممنونیت سے بولا تو وہ خیالات سے نکل کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"تمہیں اگر وقت زیادہ لگے تو ٹھیک ہے ورنہ میں تمہارا انتظار کر لیتا ہوں۔" پروگرام تو اس کا نہیں تھا مگر زمین کو دیکھنے کے بعد اس کا ارادہ بدل گیا تھا۔ اب اسے گھر جا کر آرام کرنے کی جلدی نہیں رہی تھی۔

"او کے۔ آپ کچھ دیر رکیے۔ میں بس پندرہ منٹ میں آتا ہوں۔" احد نے کچھ سوچتے ہوئے اسے کہا اور بُکے وغیرہ لے کر اندر چلا گیا۔ اس نے بھی گاڑی لاک کی اور باہر نکل آیا۔

احد اندر جا چکا تھا، وہ استقبالیہ کی طرف آیا احد سامنے لگے نوٹس بورڈ کو پڑھنے لگا۔

فرسٹ فلور پر "شرمین یاور خان" کے نام پر نظریں جم گئیں۔ نام سے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ جو کوئی بھی تھی زمین کی فیملی ممبر تھی۔ ایک اُلجھن آپ ہی آپ دور ہو گئی۔

احد کے دستک دینے پر زمین نے دروازہ کھولا اور ایک انجان شخص کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔

"میں احد علی ہوں۔ شرمین کا کلاس فیلو۔"

دوستانہ مسکراہٹ لبوں پر سجائے وہ زمین سے مخاطب تھا مگر نظریں اندر بیڈ پر تکیے کے سہارے بیٹھی شرمین پر تھیں جو اس کی جانب متوجہ ہو چکی تھی۔

● ● ●

"جی آپ۔" زمین واضح طور پر تذبذب کا شکار تھی۔

"آپ یقیناً زمین ہیں۔ دیکھیے معزز خاتون میرے پاس وقت کم ہے، اگر اس دوران آپ کے والد صاحب آ گئے تو یقیناً میرے نو دو گیارہ ہونے کا وقت بہت جلد آ جائے گا۔"

احد کے چہرے پر ازلی دوستانہ مسکراہٹ کے ساتھ ساتھ کچھ ایسی شوخ سی بے بسی ٹھہری ہوئی تھی کہ زمین کے لب آپ ہی آپ مسکرا دیے۔ اس کی معلومات پر حیرت کرتے ہوئے اس نے دروازے سے ہٹ کر اس کے اندر آنے کے لیے راستہ چھوڑ دیا۔

"اچھا۔ آپ تشریف لے آئیے۔"

"زندگی میں بہت کم لوگوں کا میں ممنون ہوا ہوں۔ اب اس سلیکٹڈ لسٹ میں آپ کا بھی نام آج سے شامل ہو گیا ہے۔" نفاست سے بنے بالوں پر شرارت سے ہاتھ پھیرتا وہ شاپر اٹھائے اندر چلا آیا۔

وہ فطرتاً شوخ تھا لہٰذا یہاں بھی بڑے مزے سے اپنے مزاج کا مظاہرہ کر گیا۔ زمین اس کے جملے پر دل ہی دل میں محظوظ ہوتی دروازہ کھلا چھوڑ کر اسے سامنے پڑی کرسی پر بیٹھنے کا اشارا کرتے ہوئے شرمین کے پاس بیڈ پر ہی ٹک گئی۔ سائیڈ ٹیبل پر بُکے اور فروٹ رکھ کر اس نے بھی کرسی سنبھال لی۔

شرمین ابھی تک خاموشی سے اسے اندر آتے اور بیٹھتے دیکھ رہی تھی۔ اب بھی احد کے متوجہ ہونے کے باوجود کچھ نہ بولی تو اس نے قدرے اچنبھے سے زمین کی طرف دیکھا۔

"کیا یہ آنکھیں کھول کر سو رہی ہیں یا سر پہ چوٹ لگنے کے باعث یادداشت نے ہرجائی پن دکھایا

ہے ؟" اس کے سوال میں تشویش سے زیادہ مزاح جھلک رہا تھا۔
نرمین نے یونہی سر گھما کر شرمین کی طرف دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے کچھ سرزنش کی۔
وہ اس کا کلاس فیلو تھا، اس کی عیادت کو آیا تھا اور وہ یوں لاتعلق بنی بیٹھی بالکل بھی ٹھیک نہیں کر رہی تھی۔ شاید نرمین کی فہمائشی نظروں کا اثر تھا کہ شرمین نے قدرے توقف سے کہا۔
"آپ نے کیسے زحمت کی؟ مطلب یہ کہ میرے متعلق آپ کو کس نے بتایا؟"
وہ یوں بھی تو اتنے سنجیدہ اور روڈ لہجے میں کہ احد اور نرمین دونوں سٹپٹا گئے۔ اتنی دیر سے وہ شاید اسی سوال میں اُلجھی ہوئی تھی۔ احد نے جواباً اسے جن نظروں سے دیکھا، نرمین بھی اس کے احساسات کی نوعیت کو پا گئی۔ جانے کیوں دل میں بیک وقت خوشی نے بھی سر اٹھایا تو خدشوں نے بھی ساتھ ہی سر سرانا شروع کر دیا۔
"میرا خیال ہے مجھے آپ کے متعلق بتانا کچھ ایسا ناقابلِ معافی جرم تو نہیں جس نے بھی بتایا، یہ بات آپ کے لیے اتنی اہمیت کی حامل تو نہیں ہونی چاہیے۔ اصل قصہ تو یہ ہے شرمین یاور کہ میں یعنی احد علی صرف آپ کی خیریت معلوم کرنے کے لیے یہاں تک آیا ہوں۔ اس بات پر اگر آپ خفا ہونا چاہیں تو بے شک ہو لیں مگر اس کے لیے کسی لوجک کا ہونا بھی بہت ضروری ہے۔"
وہ قدرے طنز سے بولا تھا۔ مگر لہجہ بہت ٹھوس تھا۔ شرمین نے پُراعتماد نظروں سے اسے دیکھا۔ اس کے نقاہت بھرے وجود پہ یہ دو پُراعتماد آنکھیں آج بھی ہمیشہ کی طرح مخاطب کی نظروں کا چیلنج بنی تھیں۔
"میرا خیال ہے آپ لوگ کسی سازگار ماحول میں ملتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔" نرمین نے گفتگو کے ٹیمپو اور شرمین کے متوقع موڈ سے گھبراتے ہوئے کہا۔
احد نے قدرے استعجاب سے اسے دیکھا۔
"مطلب یہ کہ اس وقت شرمین کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لیے یہ کچھ روڈ ہو رہی ہیں۔" وہ اس کے روکھے رویے پر شرمندہ سی نظر آ رہی تھی، شرمین نے قدرے سخت نظروں سے اسے دیکھا۔
"بائی دا وے۔ کیا آپ واقعی ان کی سسٹر ہیں؟" اب کے اس نے بڑی سنجیدگی سے نرمین سے سوال کیا۔۔۔ وہ تعجب سے اسے دیکھنے لگی، تبھی وہ بات سمجھانے کی غرض سے بولا۔
"وہ روڈ ہو کر انسلٹ کر کے شرمندہ نہیں ہو رہیں اور آپ ہیں کہ میری اس عزت افزائی پر یوں پسینے پسینے ہو رہی ہیں جیسے سارے قصور میں آپ کے کھاتے میں ہی ڈالوں گا۔"
وہ ضرورت سے زیادہ صاف گو تھا، دونوں بہنیں کچھ خفیف سی ہو گئیں۔
"نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے احد صاحب۔" نرمین نے کہنا شروع کیا اور کچھ بولنے کے لیے پر تولتی ہوئی شرمین کو اشارے سے چپ رہنے کا حکم دیتے ہوئے کہنے لگی۔
"دراصل اس وقت واقعی شرمین کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ سر کی چوٹ کے باعث یہ ذرا جلدی ٹیمپر لوز کر جاتی ہے۔"
وہ مفاہمت سے کہہ رہی تھی، احد نے اُٹھتے ہوئے تفصیلی نظر شرمین پر ڈالی اور تفہیمانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔
"آپ تو ان کی سسٹر ہیں، یہ ہی کہیں گی مگر جہاں تک میں نے انہیں جانا ہے، ان کا مزاج ہی ایسا ہے۔ اپنی طرف بڑھتے ہوئے دوستانہ ہاتھ کو جھٹکنا شاید ان کی انا کو تسکین دیتا ہے۔"
"مسٹر احد، میں آپ کو اپنی ذاتیات پر اس طرح بات کرنے کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتی۔"
اس کے جملے پر شرمین بری طرح چیخی تھی، نرمین نے سٹپٹا کر ان دونوں کی طرف دیکھا۔
"اور میں نے تم سے اجازت لی ہی نہیں شرمین یاور۔ اینڈ مائنڈ یو۔ جس رستے پر میں نے قدم بڑھائے ہیں۔ اس راہ میں اجازت اور حکم کا درجہ نہیں، یہاں صرف دل کی مانی جاتی ہے اور میں نے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اپنے دل کے آگے سرنگوں کر دیا ہے۔ یاد رکھنا احد علی قدم آگے بڑھا کر پیچھے ہٹانے والوں میں سے نہیں، منزل تک تو جانا ہی ہے چاہے رستے دشوار ہوں یا سہل۔"

اس کا بھاری اور گمبھیر لہجہ جب کمرے میں گونجا تو شرمین بھی حیرت کی پاتال میں اترتی اُسے چُپ چاپ تکنے لگی۔ پُراعتماد، اپنائیت اور استحقاق سے پُر۔ اس کا انداز شرمین کے اندر جیسے جگہ بنا گیا تھا۔

زرمین اپنی جگہ ساکت سی، گنگ الفاظ لیے یونہی کھڑی تھی۔

جذبوں کا یہ روپ کس قدر انوکھا تھا، تحکم بھرا مگر چاہت سے لبریز، حق جتاتا ہوا مگر محبت آمیز۔ وہ دل میں اترتے اطمینان کو محسوس کیے بنا نہ رہ سکی۔

احد ایک جھٹکے سے اس کی طرف مڑا اور بولا۔

"ان ساعتوں میں آپ کو گواہ بنا کر کہہ رہا ہوں زرمین کہ مجھے آپ کی بہن تک آنا ہے۔ انہیں سمجھائیے میری شوریدہ سری اور آشفتہ سری کو دیوانے کی آہ و بکا نہ جانیں۔ میں حد سے گزر جانے والوں میں سے ہوں، جبر کا تو قائل نہیں مگر سنگدلی کی حد تک بے رخی، میرے لیے ناقابلِ قبول ہوگی۔"

وہ تو سارے حساب بے باق کیے دے رہا تھا، زرمین نے تھوک نگلتے ہوئے اسے دیکھا۔

"میرا مقصد آپ کو پریشان کرنا ہرگز نہیں مگر جو دل میں تھا کہہ ڈالا۔ جذبے اگر الفاظ کا لبادہ نہ اوڑھیں تو شاید ہمیشہ بے جسم روح کی طرح رہیں جن کی حیثیت تو مسلم ہوتی ہے مگر تجسیم کے بغیر بصارتوں کا قرض نہیں اترتا۔ شرمین میری اولین پسند ہیں اور یہی سب سے بڑا سچ ہے۔ بس یہی کہنے اور سمجھانے آیا تھا۔ اگر ان کا دل مانے تو میرے لیے اعزاز وگرنہ سر ٹکرانے کی تو اب عادت ہو چلی ہے۔"

وہ کہہ رہا تھا بہت سنجیدگی سے، بہت روانی اور سادگی سے، آخری فقرے پر زیرِ لب مسکرا بھی۔

وہ دونوں اپنی جگہ ساکت تھیں۔ کچھ نہ بولیں، شرمین کے لب تو یوں بھینچے ہوئے تھے جیسے سخت اُلجھن اور بے یقینی میں گھری ہو۔ کوئی اس کے لیے اس قدر بھی آگے آ سکتا ہے، وہ شاید امید نہیں رکھتی تھی۔ جبھی بدگمانی اور بے اعتباری آنکھوں سے چھلکی تھی مگر اب تو نین کٹوروں میں تحیر ہلکورے لے رہا تھا۔

"بہرحال اب چلوں گا، آپ سے ملاقات بے حد اچھی رہی۔" وہ زرمین سے کہہ رہا تھا، کن انکھیوں سے شرمین کو بھی دیکھا۔

"کسی مدد کی اُمید تو نہیں کیونکہ میں اس کا قائل نہیں البتہ اگر میرا ساتھ دینا چاہیں تو مجھے خوشی ہوگی۔ ایک اچھی بہن میرے بچپن کی حسرت ہے، آپ پوری کریں تو احسانِ عظیم۔"

قدرے جھک کر عقیدت سے کہتا وہ پنجوں کے بل مڑا اور پھر قدرے رک کر شرمین کی طرف پلٹ کر دیکھا۔

"میں تمہاری واپسی کا انتظار کر رہا ہوں۔ پلیز گیٹ ویل سون (Please Get well Soon)۔"

آنکھوں میں جذبوں کی پاکیزہ چمک اور ایک تحکمانہ سی التجا لیے وہ مضبوط قدموں سے باہر نکلتا چلا گیا تو وہ دونوں جیسے کسی طلسم سے جاگیں۔

"شرمین۔" وہ تیز قدموں سے چلتی باہر نکلی۔

وہ جا چکا تھا اور ابی وغیرہ نے اسے نہیں دیکھا تھا۔ وہ پُرسکون سی ہو کر پلٹی اور گہری سوچ میں مستغرق شرمین کو پکار کر اس کے قریب چلی آئی۔

"احد کون ہے؟" اس کا سوال بظاہر عام سا ہو کر بھی بہت گہرا تھا۔

شرمین نے سوچ میں ڈوبی نظریں اُٹھائیں، سرخ آنکھیں ضبط کی گواہ تھیں۔ وہ بے ساختہ زرمین کے کندھے سے لگ کر سسک اٹھی۔

"اسے میرے رستے میں آنے سے روکو زرمین، اسے یہاں کچھ نہیں ملے گا۔ وہ ابی کے فیصلوں کی بھینٹ چڑھ جائے گا اور میں ایسا نہیں چاہتی۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بڑی بے دردی سے روتی ہوئی وہ نمناک لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"کیوں؟ کیا تمہیں اس سے ہمدردی ہے؟" زمین نے الگ ہوتے ہوئے بڑے گہرے اور کھوجتے لہجے میں سوال کیا تو آنسو خشک کرتے ہوئے شرمین ٹھٹھکی اور سراسیمہ نظروں سے اسے دیکھا۔

زمین براہِ راست اس کی آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔

"ہاں" یا "نہ" کہنا اس قدر مشکل نہ ہوتا اگر یہ دل دہائیاں نہ دینے لگتا مگر اسے اس وقت خاموشی ہی بھلی لگ رہی تھی۔ چپ چاپ نظریں جھکا دیں۔

"سچ کہو شرمین، تمہیں اس پر اعتبار نہیں یا ابھی تک اپنے اندر انا کی جنگ لڑ رہی ہو تم؟"

مزاج آشنائی محض سامنے والے فریق کا خاصہ نہیں تھا، متکلم بھی اس ضمن میں خاصی مہارت رکھتا تھا سو اس نے ــــ سامنے بیٹھی ہوئی خود کو خود سے بھی چھپا کر رکھنے پر کمربستہ بہن کو دیکھا۔

شرمین اس وقت گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل کی تصویر و تفسیر بنی بیٹھی تھی۔ پھر توقف کے بعد گہرا سانس کھینچتے ہوئے آنکھوں کی نمی اندر جذب کی اور کہنے لگی۔

"مجھے درحقیقت اپنی تقدیر پہ اعتبار نہیں۔ بس اس لیے کسی خواہش کا آنچل تھام کر رنگین رہ گزر پر بھٹک کر دور نہیں نکلنا چاہتی ــــ مجھے خوف آتا ہے زمین، اگر جو منزل کا سراغ نہ مل سکا تو آبلہ پائی کے اس سفر کا نتیجہ محض سراب در سراب بھٹکنا ہی نہ رہ جائے۔"

زمین نے زندگی میں پہلی بار شرمین کو سہما ہوا اور ہراساں دیکھا تو جہاں حیرت ہوئی، وہیں شدت سے ملال نے بھی سر اٹھایا۔ جانے یہ ان کے ماحول کا اثر تھا یا سرشت کا کہ کسی بھی معاملے کو مثبت نقطہ نظر سے دیکھنا تو جیسے ان کے لیے گناہ تھا۔

جس ماحول میں ان دونوں نے پرورش پائی تھی اس نے آج تک کوئی مثبت جذبہ پنپنے ہی نہیں دیا تھا خود میں۔ امید اور آس کی خوش رنگ وادی کا کوئی تصور نہ تھا ان کے پاس۔ وہ تو ہمیشہ سے کہیں یوں نہ ہو جائے اور کہیں وہ نہ ہو جائے کے ازلی خوف میں مبتلا تاریک پہلو پر نظریں جمائے آنے والے وقت کی منتظر رہتی تھیں۔

کہتے ہیں، محبت کی ہشت پہلو ہیرے کی چمک تو سبھی کی نگاہیں خیرہ کرنے کی بھرپور اور فطری صلاحیت رکھتی ہے مگر یہاں وہ بھی تشنہ کامی کا سکہ اپنی جھولی میں لیے کھڑی تھی کہ دینے والے اتنے دھن وان نہ تھے کہ چاہ کی جھولی کسی اچھی امید سے بھر دیتے۔

اور بھلا کیسے بھر دیتے؟

امید کی جھولی میں انگارے بھرنے کی تو انہیں عادت ہو چلی تھی کہ آج تک یہی انگارے انہیں تھمائے گئے تھے۔ اور یقین کی بیٹی "امید" اس عزت افزائی پہ مہر بہ لب آج بھی ان کی چوکھٹ کے باہر سر جھکائے، کسی معجزے کی منتظر کھڑی تھی کہ شاید کوئی کرن اس فضائے بسیط کو جگمگا ڈالے۔

اور یہ "کرن" تو آ گئی تھی مگر آنکھیں بند کر لینے والوں کے لیے تو روشنی میں بھی اندھیرا ہی رہتا ہے پھر جو نصیب تاریکیوں کا خوگر ہو اسے ستاروں کی چمک بھی چبھتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

زمین نے شرمین کے حوصلے انا کی بجائے بدگمانی اور منفی سوچ کے آگے پست محسوس کیے تو لا محالہ اس کا سر اپنے شانے سے ٹکاتے ہوئے بڑی امید سے کہنے لگی۔

"سفر شروع کرنے سے پہلے بھٹکنے کا خوف ہمیشہ نارسائی کا سبب بنتا ہے شرمین۔ آگے بڑھو تو، دیکھو تو یہ راہ گزر واقعی کسی طرف جاتی بھی ہے کہ نہیں۔ ایک مقام پر رکے ہوئے قدم ٹھہرے ہوئے پانی کی مانند ہوتے ہیں جو بہت جلد تعفن کا سبب بننے لگتا ہے۔ موج موج بہتے دریا ہی سمندر کا حصہ بنتے ہیں۔ سفر کا استعارہ ہونا چاہیے، چمکتا ستارہ۔ یوں بھی آنے والے کل کو کس نے دیکھا ہے، اپنا آج اس خوف سے برباد مت کرو۔" وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"کیا مطلب، کیا مجھے احد کا اعتبار کر کے اس راہ پر اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چل دینا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چاہیے، جس کا کوئی ابد، کوئی کنارا جانے میرا منتظر ہے بھی کہ نہیں۔" اس کا لہجہ ابھی بھی بے حد غیر مطمئن تھا۔

"میں نے یہ تو نہیں کہا مگر پہلے اپنے اندر جھانک کر دیکھو۔ ایک بار تم نے کہا تھا ناں کہ ہماری زندگیوں پر سب سے زیادہ حق ان کا ہے جو ہمیں چاہتے ہیں۔ تو بہتر ان کی خاطر خود کو فطری خوشیوں سے صرف ان کے خوف کے باعث دور نہ رکھو۔ مثبت سوچ اپناؤ ڈیئر۔ محبت کا خضر ہر بار رستے میں نہیں آتا۔ اس کی راہنمائی ایک بار گنوائی تو پھر طویل راہیں ہی ہمسفر بن کر رہ جاتی ہیں۔"

اس کا ہاتھ محبت سے تھام کر تھپکتے ہوئے آج شاید پہلی بار ترمین اسے سمجھا رہی تھی۔ زندگی کا وہ خوبصورت رُخ دکھا رہی تھی جس کی شکل آج تک خود اس نے بھی نہیں دیکھی تھی۔ مگر دل میں کہیں یہ یقین موجود تھا کہ یہ رُخ واقعی دلکش ہوگا۔

"چاہتوں کا سائل اپنا کاسہ لیے کھڑا ہے، آگے بڑھو اس کے سوال کی شدت اور سچائی محسوس کرو تو پھر جو کچھ بھی اسے دان کر سکو کر ڈالو کہ اس کا خالی ہاتھ جانا خود کو دو دھاری تلوار پر چلانے کے مترادف ہے۔"

وہ اپنے وجدان سے جو محسوس کر رہی تھی کہہ بیٹھی۔ شرمین نے پسندیدہ نظروں سے اُسے دیکھا اور پھر بے ساختہ کسی جذبے سے مسحور اور مغلوب ہو کر اس کے بازو میں منہ چھپا لیا۔ ترمین کے ہاتھ کی انگلیاں اسے تھپک رہی تھیں۔ ایسے جیسے اپنے کہے گئے الفاظ کو اس کے دل میں اتار رہی ہوں۔

یہ لوگ کون سی منزل کی بات کرتے ہیں
مسافروں کے لیے راستہ ہی کافی ہے

● ● ●

چھوٹی چچی اور امی اچار کا بکھیڑا پھیلائے بیٹھی تھیں۔ اس نے یونیورسٹی گول کر کے اسائنمنٹ گھر پر ہی مکمل کرنے کا سوچا تھا لہٰذا ناشتے کے بعد کمرے میں ہی بیٹھی لکھتی رہی اور جب کھانے کے وقت نکلی تو ڈائننگ روم میں ہر طرف اچار کی چیزوں کا پھیلاؤ تھا۔

"خیریت۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟" وہ بھی وہیں آ کر رُک گئی۔

"اچار کی تیاری۔" بھابی نے مختصراً جواب دیا۔

مدحت کچن میں شاید پلاؤ دم کر رہی تھی، خوشبو سے اس کی اشتہا بڑھ گئی۔ فوزیہ کیریاں کاٹ رہی تھی، وہ بھی اس کا ساتھ دینے کو ادھر ہی آ بیٹھی۔

آج کل اس کا آدھا وقت پڑھائی میں اور آدھا اپنے ہم عمر کزنز کو داجان سے ملنے پر کنوینس کرنے میں گزر رہا تھا۔ دھیرے دھیرے اور بے حد آہستگی سے وہ ان سب کے دلوں میں یہ خیالات پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ جو کچھ بھی ماضی میں گزرا اسے بھلا کر ہمیں یعنی ینگ جنریشن کو داجان سے منقطع تعلق کو بحال کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ از سر نو تجدید تعلقات کی ابتدا کا حوصلہ تلاشنا چاہیے۔ مگر یہ سب کچھ وہ اس انداز اور سرسری سے لہجے میں کہتی کہ جیسے یہ بات محض برائے گفتگو کہی گئی ہو لیکن درحقیقت انداز مدلل ہوتا تھا اور باقی سب کو ہار ماننی پڑتی۔

اس وقت بھی اِس خیال کے زیر اثر وہ فوزیہ کے پاس آ کر بیٹھی تھی۔ پچھلے کئی دنوں سے اس نے بھابی کو بھی اپنا ہم نوا بنانے کی کوشش شروع کر رکھی تھی اور اس میں اسے خاطر خواہ کامیابی ہوئی تھی۔ البتہ یہ کہنا قبل از وقت ہی تھا کہ بعد میں عملاً کون کون اس کا ساتھ دیتا ہے۔

"اور کیسی تیاری ہو رہی ہے؟"

اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد فوزیہ نے اس کی پڑھائی کے متعلق سوال کیا۔

"بس سو سو۔ دل ہی نہیں چاہتا پڑھنے کو۔" اس نے شانے اُچکاتے ہوئے بے بسی سے کہا۔

"گرمی بھی تو بہت ہے۔ اور پھر یہاں ماشاء اللہ افراد کی زیادتی کے باعث شور ہنگامہ بھی بہت زیادہ رہتا ہے۔"

"ہاں۔ اسی لیے میں سوچ رہی ہوں کہ داجان کی طرف چلی جاؤں۔ وہاں ذرا یکسوئی سے پڑھائی ممکن ہو سکے گی۔" فوزیہ کے کہنے پر اس نے بھی پُرسوچ انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"وہاں پر کیا بہت خاموشی ہوتی ہے؟" فوزیہ نے قدرے تعجب سے سوال کیا تھا۔ اسے کچھ عجیب سا لگا۔

وہ ان کے دادا کا گھر تھا جہاں گئے "سفینہ لاج" کے اکثر مکینوں کو تو جیسے سالوں ہو گئے تھے۔ خاص طور پر نوجوان نسل تو ان سے متعلق کم ہی جانتی تھی۔ اسی لیے اس کا سوال اسے بڑا انوکھا لگا۔

"ہاں۔" اس نے گہری سانس کھینچتے ہوئے چھری تھال میں رکھ دی۔

"کیوں؟" اب کے فوزیہ کے لہجے میں دلچسپی تھی۔

آج سے پہلے بہت ہی کم اس کی اور فوزیہ کی اس موضوع پر بات ہوتی تھی بلکہ شاذ ہی وہ ان سے داجان کا ذکر کرتی اور جب بھی موضوع زیر بحث آتا، اچھی خاصی بدمزگی پیدا ہو جاتی تھی چنانچہ اس نے اس حساس ٹاپک کو چھیڑنا ہی چھوڑ دیا تھا مگر آج کل اس کے سر پہ تو جیسے یہ دھن سوار تھی۔

"اس لیے کہ ان کے یہاں سوائے داجان اور خان بابا کے کوئی ہوتا ہی نہیں۔۔ یا پھر فرہاد بھائی اکثر آ جاتے ہیں۔" اس نے تفصیل سے بتلاتے ہوئے قصداً فرہاد کا ذکر چھیڑا۔

"فرہاد بھائی کون؟" فوزیہ صد فیصد چونکی تھی۔

"انکل احتشام کے بیٹے ہیں، ہمارے تو کزن ہوئے۔ بہت نائس پرسنالٹی ہے ان کی، جب بھی ملتے ہیں، سب کا پوچھتے ہیں۔ سچ بہت کوالیفائیڈ اور کیئرنگ ہیں وہ، داجان کا بھی بے حد خیال رکھتے ہیں۔"

فرہاد سے متعلق بات کرتے ہوئے وہ کچھ ضرورت سے زیادہ ایکسائیٹڈ ہو گئی تھی۔ فوزیہ نے حیرت اور سوچ بھری کھوجتی نظروں سے دیکھا۔

"تم تمر آنٹی کے بیٹے کی بات کر رہی ہو صہیبہ؟"

"ہاں، ان کے تین بیٹے ہیں بابر، فرہاد اور احد بھائی۔ سب بے حد اچھے ہیں۔"

اس کے چہرے پہ انسان دوستی اور رشتوں کی محبت کی چمک سجی ہوئی تھی۔

"وہ لوگ داجان سے ملنے آتے ہیں کیا؟" اب کے فوزیہ باقاعدہ حیران ہوئی تھی۔

"آف کورس۔ آخر کو وہ ان کے پوتے ہیں، ان کا فرض بنتا ہے۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اس کا لہجہ کچھ تیکھا ہو گیا تھا۔

"مگر ہم نے تو سنا تھا کہ ان کی والدہ انہیں "علی ولاز" نہیں جانے دیتیں۔"

"ہاں۔ ایسا بھی ہوا تھا مگر یہ اس وقت تک کی بات ہے جب تک چھوٹی دادی حیات تھیں۔ دراصل تمر آنٹی کے اختلافات ان ہی سے تھے۔ ان کی وفات کے بعد تو اب انہوں نے بیٹوں پر کوئی پابندی نہیں لگائی ہے۔ ویسے بھی بہتے پانی کو روکنا نادانی ہے۔ رشتے محبتوں سے ہی سیراب ہوتے ہیں۔"

کیریاں کاٹ کر ایک طرف رکھتے ہوئے اس نے اطمینان سے کہا اور قدرے توقف سے نظر اٹھا کر فوزیہ کی طرف دیکھا وہ کچھ نادم سی نظر آ رہی تھی، گویا اس کا تیر ٹھیک نشانے پہ لگا تھا۔

"آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔" اس نے دل میں خوش ہوتے ہوئے سوچا اور اٹھ کر امی اور چچی کے پاس آ گئی، وہ مسالے کوٹ رہی تھیں۔

"صہیبی! ذرا امی جان کے کمرے سے سونف تو لانا بیٹا، میں شاید وہیں بھول آئی ہوں۔" اسے دیکھتے ہی چچی نے کہا تو وہ الٹے قدموں دادی جان کی طرف آ گئی۔

سامنے والی آنٹی کی بچیاں قرآن شریف پڑھنے ان کے پاس اسی وقت آئی تھیں۔ وہ اندر آئی تو دادی جان انہیں نماز سکھا رہی تھیں۔

"عورت اور مرد کی نماز کے طریقے میں فرق ہوتا ہے۔"

وہ بچیوں کو بڑی ملاحت سے سمجھا رہی تھیں، اسی دم اُس نے اندر قدم رکھا۔

"مگر عورتوں کی نماز میں فرق کیوں ہوتا ہے؟" ان میں سے کسی ایک نے سوال کیا تھا۔

"اس لیے بیٹا کہ عورت کمزور ہوتی ہے جسمانی اعتبار سے اس لیے اس کے لیے رعایت رکھی گئی ہے، اس کی نزاکت کا خیال کیا گیا ہے۔"

وہ کہہ رہی تھیں، ان کا شفیق لہجہ کمرے کی پُرسکوت فضاؤں میں گونجتا بہت اچھا لگ رہا تھا۔

وہ سونف تلاش کر کے چچی بیگم کو دے کر واپس آئی تو بچیاں جا چکی تھیں۔ وہ جانے کس ادھیڑ بن میں مصروف تھی کہ بے خیالی میں ادھر چلی بھی آئی اور ان کے پاس آ کر بیٹھ بھی گئی۔ مگر لبوں پر خاموشی کے تالے پڑے ہوئے تھے۔

دادی جان نے اسے پُرشفقت نظروں سے دیکھا اور اسے خود سے اُلجھتا محسوس کر کے آہستگی سے اس کا شانہ تھپتھپایا تو وہ بے اختیار چونک گئی۔

"کیا بات ہے؟ کچھ کہنا چاہتی ہو کیا؟"

ان کی آواز میں محبت، نرمی اور حلاوت ہمیشہ کی طرح موجود تھی، اُس نے پہلے نفی میں بلا ارادہ ہی سر ہلا دیا، پھر کچھ سوچ کر ان کی طرف نظر اٹھائی۔

دادی جان متوجہ تھیں، مسکرا کر اس کا حوصلہ بڑھایا تو وہ بے اختیار کہہ اٹھی۔

"دادی جان جب عورت اتنی کمزور ہوتی ہے تو پھر اتنے مضبوط فیصلے کیسے کر لیتی ہے؟"

جانے اس کے لہجے میں سوال سے زیادہ استعجاب تھا یا پھر نفیسہ بیگم ہی اس سوال کو ماضی کے تناظر میں دیکھ رہی تھیں کہ یکلخت چند ثانیے کے لیے کمرے میں خاموشی چھا گئی۔

"فیصلوں کی مضبوطی، قوتِ فیصلہ اور جذبوں کی شدت سے مشروط ہوتی ہے بیٹا، اس لیے کبھی کبھی کمزور عورت کے فیصلے بھی اٹل ہو جاتے ہیں۔ بات ساری خود کو حق پر سمجھنے کی ہے اور جب ایسا مقام آ جائے تو پھر کمزوری اور نقاہت آپ ہی آپ طاقت اور مضبوطی میں بدل جاتی ہے۔"

انہوں نے گہری سانس کھینچ کر بہت پُرسوچ لہجے میں کہا۔

اس نے نظر اٹھا کر ان کے چہرے کے تاثرات پڑھنا چاہے مگر وہاں ازلی سکوت طاری تھا — وہ جامد خاموشی جسے وہ بچپن سے دیکھتی آ رہی تھی۔ اپنے فیصلے پر پشیمانی، تاسف، پچھتاوے، دکھ، خوشی، مسرت، طمانیت یا بے قراری، کوئی تاثر بھی تو ان جھریوں زدہ چہرے پر نظر نہیں آتا تھا۔

اس نے ہمیشہ کی طرح تھک کر نظریں جھکا لیں، ان کا لہجہ دل میں ترازو ہو گیا تھا، ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھیں وہ، بات تو ساری خود کو ٹھیک سمجھنے کی تھی پھر بھلا اپنا فیصلہ کیسے برا لگتا ہے جب کہ ساتھ میں بہت سارے ہمنوا بھی ہوں تو فیصلے کی مضبوطی کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ دل کا بوجھ آپ ہی آپ کم محسوس ہونے لگتا ہے۔

"تو کیا مضبوط فیصلے ایک بار کر لیے جائیں تو ان سے منحرف نہیں ہوا جا سکتا؟"

اس کے دل میں جانے کتنے سوال تھے۔ ڈھیروں غبار تھا۔ وہ سب نکال دینے کے درپے تھی۔

سفینہ بیگم نے بہت دھیرج سے اسے دیکھا۔ اس کے استفسار کا پس منظر وہ سمجھ چکی تھیں۔ اپنی اس پوتی کی منفرد شخصیت اور رشتوں کے متعلق حساسیت سے بھی وہ واقف تھیں کہ اس میں سچ کو کھوج نکالنے اور حالات کو اپنے زاویے سے پرکھنے کی عادت بدرجہ اتم موجود ہے — وہ جذباتی ہے اور بلا کی نڈر۔ اسے عام بچوں کی طرح ڈانٹ کر چپ کرا دینا اس کے سوالوں کو ختم کرنے کے بجائے مزید بڑھاوا دینے کے مترادف تھا لہٰذا انہوں نے طویل سانس کھینچ کر اسے اپنے نزدیک

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بٹھالیا۔

"بیٹا! وقت بعض اوقات انسان کو ایسے رستے پر ڈال دیتا ہے کہ اس کے لیے پلٹنے کی راہ اور نقشِ پا بھی نہیں رہتے اور پھر اگر ساتھ ہی دل بھی واپسی کا خواہاں نہ ہو تو یہ بات محض خام خیال بن کر رہ جاتی ہے کہ گزرے رستوں پر لوٹنا بھی ہے یا واپس پلٹا بھی جا سکتا ہے۔"

"مگر نقشِ پا تو ہیں ابھی دادی جان۔" وہ بے قراری سے سر اٹھا کر بولی۔ اور پھر ان کی تجربہ کار آنکھوں سے جھانکتی جہاندیدگی نظریں جھکانے پر مجبور کر گئی مگر فقرہ اس نے مکمل کر دیا تھا۔

"اپنی اپنی نظر کا فریب ہے صبحی بیٹا ورنہ صحرا میں چلنے والوں کے نقش پا نہیں ہوتے، گزرے لمحوں کی ریت اڑ کر ان نشانات کو مٹا دیتی ہے۔"

وہ کہہ رہی تھیں۔ لہجے میں ماضی کی گرد تھی اور شاید تھکن بھی۔ وہ محسوس کیے بنا نہ رہ سکی۔

"اور راستے میں جو نخلستان آتے ہیں، ان پر رک کر پیچھے آنے والوں کا انتظار تو کیا جا سکتا ہے ناں؟" اس کا انداز بڑا کھویا کھویا سا تھا۔ نفیسہ بیگم نے گہری نظر سے اسے دیکھا۔

ایسا کیا ہو گیا تھا کہ وہ ماضی کی راکھ کریدنے بیٹھ گئی تھی، متفق تو وہ پہلے بھی نہ تھی مگر یہ حد سے بڑھ کر وقت کے فیصلے کو بدلنے کی خواہش تو جنون خیزی بنتی جا رہی تھی مگر کیوں؟

دل میں آیا اسے جواب نہ دیں، الٹا سوال پوچھیں، دریافت کریں کہ وہ کیوں راکھ میں دبی چنگاریاں تلاش کر رہی ہے مگر اس لمحے اس کے چہرے پر آتی بے بسی اور سب کچھ جان لینے کی آرزو تھی کہ وہ اپنی خواہش دبا گئیں اور تھوڑے وقفے کے بعد بولیں۔

"انتظار تو پیچھے رہ جانے والوں کا کیا جاتا ہے کہ قدرے تاخیر سے سہی، آخر وہ چل کر ہم تک آ ہی جائیں گے مگر جو آگے نکل جائیں تو بیٹا! قافلوں کے پیچھے رہ جانے والی دھول میں تو یوں بھی انہیں تلاش کرنا آسان نہیں رہتا۔ تم سمجھتی ہو، وقت بے رحم فیصلے یوں ہی کرا لیتا ہے؟ نہیں، ایسا نہیں ہوتا، بہت زیاں ہوتا ہے اس میں مگر قرض پھر بھی چکانا پڑتا ہے۔"

اس کے بالوں میں نرمی سے گردش کرتی انگلیوں کا لرزنا وہ محسوس کر رہی تھی، چونک کر دیکھا تو وہ کچھ آزردہ سی نظر آئیں۔ اسے شدت سے پشیمانی نے گھیرا تو پلٹ کر ان سے لپٹ گئی۔

"آئی ایم ساری دادی جان۔ میں نے آپ کا دل دکھایا۔"

احساس ہوا کہ ان کی ذاتی زندگی کو اپنے لیے ایک جگ ساپزل سمجھ کر وہ کتنا غلط کر رہی ہے تو آپ ہی آپ پلکیں بھیگنے لگیں۔

"نہیں بیٹا، ایسا تو تم نے کچھ بھی نہیں کہا۔" وہ خود کو سنبھال کر شفقت سے مسکرائی تھیں۔ وہ مزید نادم ہوئی۔

"صبحی۔ تم یہاں بیٹھی ہو۔ میں نے کب سے تمہیں کھانے کا کہہ رکھا ہے کہ سمرہ کے ساتھ مل کر ٹیبل لگاؤ۔" امی نے آتے ہی آسے گھرکا۔

اس کے اوٹ پٹانگ خیالات (جو کہ بقول ان کے تھے) اور سوالات کے باعث وہ کم ہی اسے ساس کے پاس پھٹکنے دیتی تھیں کہ مبادا اپنے استفسارات کی پٹاری کھول کر نہ بیٹھ جائے اور یہ خدشہ ان کا ٹھیک ہی تھا۔ اس نے موقع ملتے ہی اپنے اندر دریا کی مانند بہتے خیالات و افکار کو باہر کا راستہ دکھا دیا تھا۔

"جی بس میں اٹھ ہی رہی تھی۔" وہ بعجلت اٹھتے ہوئے بولی۔

"میں نے دراصل اسے کسی کام سے روک لیا تھا۔" دادی جان نے بہو کے تیور دیکھتے ہی اس کی حمایت کی۔ اس نے سکون کا سانس لیا ورنہ "کلاس" ضرور لگنی تھی۔

صبحی نے متشکر نظروں سے انہیں دیکھا اور چھپاک سے باہر نکل گئی۔

"ہر وقت صرف فضول باتوں میں ہی لگی رہتی ہے یہ۔ سچ امی جان میں تو سخت پریشان ہوں اس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی طرف سے،" رخسانہ بیگم نے پہلی فرصت میں اپنا دکھڑا رو دیا۔

"تم ناحق فکر کرتی ہو بیٹا۔ ابھی بچی ہے، سمجھ جائے گی کچھ دنوں میں۔ ویسے بھی اپنی اپنی طبیعت کی بات ہے۔ وہ فطرتاً ہی لاابالی ہے لیکن چونکہ حساس ہے اس لیے بہت جلد تمہاری خواہش کے مطابق ذمہ دار بن جائے گی، یہ میرا دعوا ہے۔"

وہ بہت یقین سے کہہ رہی تھیں رخسانہ بیگم نے سر ہلا کر متفق ہونے کا عندیہ دیا۔

"بس میری خواہش تو یہ ہے کہ جلد از جلد اس کی شادی کر دوں۔ گھر بار کی ذمہ داری پڑے گی تو آپ ہی آپ سب بے فکری اور لاابالی پن بھول جائے گی۔ مگر کوئی رشتہ بھی تو سمجھ میں نہیں آتا موصوفہ کے، اوپر سے ان کے والد ہیں کہ ہر بات میں اس کا ساتھ دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ اب علی ماموں (دادا جان) کی ہی بات لے لیں، ان سے ملنے سے بھی نہیں روک سکتے۔"

وہ بے دھیانی میں کہتی چلی گئیں۔ پھر اچانک احساس ہوا کہ کیا کہہ گئی ہیں تو ٹھٹک کر رک گئیں۔ نظر اٹھا کر ساس کو دیکھنے کی ہمت نہیں تھی۔ جانے وہ شوہر کا تذکرہ سن کر کیا محسوس کر رہی تھیں رخسانہ بیگم کا ماتھا ندامت کے پسینے سے بھیگ گیا۔ کچھ کہنے کا یارا نہ رہا۔

"خون کے رشتے پابندیوں سے توڑے نہیں جا سکتے رخسانہ۔ حق تو حق ہے۔ اور یہ سچ ہے کہ وہ ان کی پوتی ہے اس کو ملنے سے روکنا محض خود پسندی ہوگی۔"

بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں انہوں نے کہا تو رخسانہ بیگم بمشکل سر ہلا کر باہر نکل آئیں۔ ایک لمحے کو صہیبہ پر سخت غصہ آیا جس کے باعث وہ ان کے سامنے علی ماموں کا ذکر چھیڑ بیٹھی تھیں، پھر خود ہی سر جھٹک دیا کہ موقف تو ساس اور بیٹی دونوں کا ٹھیک تھا۔

ڈائننگ ہال میں اچھا خاصا ہنگامہ مچا ہوا تھا۔ صہیبہ اور زوہا جانے کس بات پر بحث کر رہی تھیں جب کہ سمرہ اور مدحت بمشکل مون کو سنبھال کر کھانے پر آمادہ کر رہی تھیں۔ فوزیہ اور مدحت کی مدھم مدھم سروں میں ہونے والی گفتگو بھی اس وقت شور کا حصہ بن گئی تھی۔ رخسانہ بیگم نے قدم اندر رکھا تو دھیرے دھیرے خاموشی چھانے لگی۔

● ● ●

آج آٹھ دن بعد جب وہ اسکول آئی تو بھی ذہن شرمین کی طرف ہی لگا ہوا تھا۔ اسے یہاں چھٹی کی درخواست بھجوا دینی چاہیے تھی مگر خیال ہی نہیں رہا۔ حادثے نے اس کی جان ہی نکال ڈالی تھی گھر بھی جاتی تو جلد از جلد کھانے وغیرہ کا بندوبست کر کے ہاسپٹل آنے کی عجلت سوار رہتی اور ایسے میں اسکول فون پر انفارم کرنے کا بھی خیال نہیں رہا تھا۔ آج امی جی نے بتایا کہ اسکول سے کل ان کی کوآرڈینیٹر ارم کا فون آیا تھا تو اسے اپنی غفلت کا خیال آیا۔

لہٰذا ہاسپٹل جانے کے بجائے ابو اسے یہاں ڈراپ کر گئے تھے۔ اس نے سوچا کہ پہلے اسکول جا کر اپنی غیر حاضری کی وجہ انہیں بتا کر سلمان انکل سے مزید ایک ہفتے کی چھٹی اپروو کروا کر ہاسپٹل چلی جائے گی مگر جب یہاں پہنچی تو وہ ندارد تھے۔

وہ چپ چاپ ارم کے کمرے کی طرف چلی آئی۔ وہ اس وقت فون پر مصروف تھی۔ اسے دیکھتے ہی بیٹھنے کا اشارہ کیا اور بات مکمل کر کے فون رکھ دیا۔

"بعد از سلام بھئی کہاں غائب تھیں تم اتنے روز سے۔ سچ تمہارے گھر فون کر کر کے میں تو تھک گئی کتنے ہی روز تو کسی نے فون اٹینڈ نہیں کیا۔" ارم اسے دیکھتے ہی شروع ہو گئی تھی۔

"صبح کوئی گھر میں ہوتا نہیں تھا۔ دراصل میری سسٹر کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا جس کے باعث ہم لوگ صبح کے وقت تو اس کے پاس ہی ہوتے تھے البتہ دوپہر میں امی جی گھر آ جاتی تھیں۔"

ارم نے تاسف سے سر ہلایا۔ اس کے استفسار پر اس نے بتایا اور پھر پوچھنے لگی۔

"سلمان انکل کہاں ہیں؟ میں دراصل ابھی کچھ روز اور نہیں آ سکوں گی، اس لیے یہ ایپلیکیشن دینے آئی تھی۔" اس نے شولڈر بیگ سے ایک لفافہ نکالا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"سلمان سر تو آج کل دیر سے ہی آ رہے ہیں۔ اگلے دس پندرہ منٹ میں میرا خیال ہے وہ آجائیں گے تم چاہو تو ویٹ کر لو یا پھر سمعان سر سے بات کر لو۔" ارم نے اسے مشورہ دیا۔

سمعان سے بات کرنے میں کوئی عذر تو مانع نہیں تھا مگر جانے کیوں وہ کچھ جھجک جاتی تھی چند ثانیے رُک کر سوچا مگر وقت زیادہ نہیں تھا۔ شرمین کے پاس اسے جلد پہنچنا تھا کیونکہ آج اس کے سر کی پٹی کھلنی تھی اور وہ کچھ پریشان ہو رہی تھی۔ ایسے میں اتی جی کی تاکید تھی کہ وہ اس کے پاس موجود ہو۔ اس لیے وہ سمعان کے کمرے تک جانے کا قصد کرتی اٹھ کھڑی ہوئی اور مسکراتے ہوئے ارم سے ہاتھ ملایا اور خدا حافظ کہہ کر باہر نکل آئی۔

"کم اِن۔" دستک کے جواب میں اندر سے مصروف سی آواز آئی۔

وہ آہستگی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تو سمعان کو کسی فائل میں غرق دیکھ کر دروازے پہ ہی رُک گئی۔

چند ثانیے سمعان کسی کے بولنے کا منتظر رہا اور جب خاموشی کا وقفہ توقع سے زیادہ طویل ہو گیا تو اس نے چونک کر سر اٹھایا۔

"زرمین۔" بڑی بے ساختگی اور جذبے بھرے رچاؤ والے لہجے میں اس کا نام اس کے لبوں سے پھسلا تو جہاں وہ بری طرح چونکی، خود وہ بھی اپنی اس وارفتگی اور بے اختیاری پر حیران رہ گیا۔

دل میں اترے جذبوں کی اپنی ہی ایک زبان ہوتی ہے۔ یہ ریڈیائی لہروں کی مانند ہوتے ہیں، دوسرے ریڈار کی فریکوئنسی سے میچ کر جائیں تو لفظوں کے دریا بہانے اور تکلم کے موتی بچھانے کی گنجائش اور ضرورت نہیں رہتی۔ زبان کو قوتِ گویائی کا سہارا نہیں لینا پڑتا۔

زرمین کے ہاتھ پسینے سے بھیگے اور پلکیں آپ ہی آپ جھک گئیں۔ کچھ تھا مخاطب اور مقابل کی آنکھوں میں، گہرے خوابیدہ اور ہوشربا سے جذبے اور دل کی دنیا کو اُلٹ پلٹ کر دینے والے احساسات کے تار جو ایک ساتھ ہی جھنجھنائے تھے، وہ وہیں کھڑی رہ گئی۔

سمعان علی گردیزی اک ٹک خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ آج کئی دن بعد وہ نظر آئی تھی تو جیسے آپ ہی آپ وہ اپنا اختیار کھو بیٹھا تھا۔ اور اس لمحے جب وہ سامنے تھی تو جیسے کئی دنوں کی بے قراری کو قرار آ رہا تھا۔ اپنی اُلجھن کا سُراغ مِلا تھا اسے۔

کمرے کے پُرسکوت ماحول میں صرف جذبوں کا ارتعاش تھا اور احساسات کا شور۔

دونوں بیک وقت چونکے اور سنبھلے۔

"جی مس زرمین، تشریف لائیے پلیز۔"

سمعان نے اسے گھبرائے اور شپٹائے ہوئے انداز میں کھڑا دیکھ کر گمبھیر آواز میں پکارا تو وہ سہج سہج قدم اُٹھاتی اس کی ٹیبل تک چلی آئی اور اشارا پاتے ہی بہ عجلت کرسی پہ بیٹھ گئی کہ پیروں میں مزید یہ وزن برداشت کرنے کی سکت نہ تھی۔

بڑی بھاری ساعتوں کا بوجھ اٹھایا تھا اس نے، حواس اب تک معطل تھے سمعان نے اس کے بے اوسان وجود کو دیکھا تو آپ ہی آپ مسکراہٹ لبوں کی تراش میں پھیل گئی۔

"آپ کئی دنوں سے آ نہیں رہی تھیں زرمین۔ کیا بات ہے سب خیریت تو تھی نا؟"

لفافہ اس کے سامنے ٹیبل پر رکھنے کے بعد بھی چند ثانیے وہ کچھ نہ کہہ سکی۔ اپنے گھبراہٹ سے لبریز لہجے پر قابو پانے میں اسے بہت وقت لگتا تھا ہمیشہ۔ ایسے لمحوں میں کہ جب وہ اپنی گھبراہٹ پر کنٹرول کرنے کی سعی میں مصروف ہوتی تو شرمین ہی اس کا مافی الضمیر دوسروں کے سامنے بیان کرتی تھی مگر اس وقت وہ یہاں اکیلی تھی اور سامنے سمعان علی گردیزی۔ اپنی شخصیت کے سحر سمیت گہری نظریں اس پہ جمائے بیٹھا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس نے اڑتے ہوئے حواسوں پر کنٹرول کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے ہوئے بڑی بے بسی سے اسے دیکھا تو اس نے خود ہی سوال کر ڈالا، ہاں اب جواب دینا آسان تھا۔

اس نے ٹھہر ٹھہر کر ساری بات کہہ سنائی۔ سمعان جانتا تھا مگر اصل صورتحال اب معلوم ہوئی تو افسوس کا اظہار کرنے کے بعد کہنے لگا۔

"آپ مجھے بتا دیتیں، میں آپ کو اس روز ڈراپ کر دیتا۔"

"جی وہ مجھے تو خود اسکول سے نکلنے کے بعد پتا چلا۔ ابی نے اپنے جی ایم کو بھیج دیا تھا کہ وہ مجھے ہاسپٹل پہنچا دیں۔"

"اوہ۔" اس نے گہرا سکوت محسوس کرتے ہوئے طویل سانس کھینچی۔

"یہ میری درخواست ہے، میں کچھ روز اور اسکول نہیں آسکوں گی۔" آخر میں اس نے سامنے رکھا لفافہ آگے سرکاتے ہوئے کہا تو سمعان نے اختلافی نظروں سے اسے دیکھا۔

"مزید چھٹیاں۔" وہ واضح طور پر اُلجھا تھا۔ "آپ جانتی ہیں پہلے ہی پورے آٹھ روز بعد آئی ہیں آپ۔ اس دوران کتنا نقصان ہوا، اس کا کچھ اندازہ ہے آپ کو۔" بڑا گہرا لہجہ تھا۔

وہ تو یوں بدک کر کہہ رہا تھا جیسے آٹھ دن نہیں آٹھ صدیاں بیتی ہوں۔ اس نے بڑی طرح متعجب ہو کر نظریں اٹھائیں اور سمعان کی آنکھوں میں لکھی بے قراری کو لاشعوری طور پر نظر انداز کر گئی۔

"میں جانتی ہوں سر۔" اس نے سر جھکا کر بیگ کا اسٹریپ کھول بند کیا۔

"آپ جانتی ہی تو نہیں۔" وہ دھیرے سے راکنگ چیئر کی بیک سے سر ٹکا کر مدہم لہجے میں بڑبڑایا تھا، بڑی سرشاری والی کیفیت تھی اس وقت اس کی۔

اپنی بے تابی کی وجہ اور علاج سمجھ میں آیا تو آپ ہی آپ جذبے خمار بن کر آنکھوں سے چھلکنے لگے تھے مگر ساتھ ہی درونِ دل ایک بے چینی بھی پھسکڑا مار کر بیٹھ گئی تھی۔

"میں شرمیلا کے گھر شفٹ ہوتے ہی ریگولر لی جوائن کر لوں گی اور پچھلے دنوں کا کام بھی کور کر دوں گی۔ پلیز ٹرسٹ می۔"

وہ اپنے ہی مسئلے میں اُلجھی اس کی بڑبڑاہٹ سُن نہ سکی اور بولی۔

"اوکے۔" سمعان نے چند ثانیے کچھ سوچ کر ڈھیلے سے انداز میں کہا۔

"اب مزید چار دن کی چھٹیاں لے لیں مگر چار دن کا مطلب صرف چار دن ہی ہونا چاہیے، لگے پانچویں دن میں آپ کو یہاں دیکھنا چاہوں گا مائنڈاِٹ۔"

بظاہر سادہ سا جملہ تھا مگر لہجے کی ذومعنویت اس کی ہتھیلیاں بھگو گئی۔

"جج۔ جی۔" وہ سٹپٹا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

اور اسی لمحے سلمان صاحب کسی کام کی غرض سے اندر چلے آئے، اسے دیکھا تو ٹھٹکے۔

"ارے ثمرین بیٹا۔۔۔؟ کہاں تھیں آپ گزشتہ ایک ہفتے سے؟ سب خیریت تو ہے ناں؟"

انہوں نے بے ساختہ کئی سوال پرتشویش انداز سے ایک دم ہی کر ڈالے تو وہ دل ہی دل میں سخت ندامت محسوس کر کے خفیف سی ہو گئی۔ ان کا بھاری ہاتھ سر پر شفقت سے ٹکا ہوا تھا۔

کتنی پروا تھی انہیں اس کی، ان کا التفات ہمیشہ کی طرح دل کو نامعلوم سے احساس کا شکار بنا گیا اپنی غلطی کا سخت افسوس ہوا کہ اسے انہیں ان سب لوگوں کو اس طرح لاعلم نہیں رکھنا چاہیے تھا۔

ابھی وہ کچھ کہنے کے لیے الفاظ ہی جمع کر رہی تھی کہ سمعان نے اسے مشکل سے نکالا اور ساری بات مختصراً کہہ سنائی۔ آخر میں اس کی مزید چھٹیوں کا بھی تذکرہ کر دیا۔

"اوہ شیور بیٹا۔ آپ اطمینان سے اپنی سسٹر کی تیمارداری کریں، کوئی ایسا مسئلہ نہیں۔"

سلمان صاحب نے افسوس کرنے کے بعد اسے جیسے تسلی دی تو اس نے بے اختیار نظروں کا زاویہ بدل کر سمعان کی طرف دیکھا۔ وہ اس کی جانب متوجہ تھا۔ اس کی نگاہوں میں لکھی تحریر پڑھ کر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

زیرِ لب مسکرا دیا۔

"مگر میں پرنسپل ہوں مائنڈ اِٹ۔ پاپا سے زیادہ ایڈمنسٹریشن میرا مسئلہ ہے اینڈ آئی نو کہ اسے کیسے ہینڈل کرنا ہے میں زیادہ دن آپ کو لیو پر نہیں رہنے دے سکتا کیونکہ آپ کے بغیر میں خاصا اَن ایزی ہو جاتا ہوں۔ کیونکہ سارے سیکشنز بیک وقت دیکھنا میرے لیے بہت مشکل ہوتا ہے۔"

اُس نے کہا تو وہ گڑبڑا سی گئی۔ جملے کی ساخت بڑی پریشان کن تھی، نظریں آپ ہی آپ دُوسری جانب سفر کر گئیں۔ سلمان صاحب البتہ اُس کی لوجک پر بڑے زور سے ہنسے اور کہنے لگے۔

"بالکل ٹھیک کہا۔ آپ نے۔ مگر بیٹا، ترمین ازمائی چائلڈ اور میں اس کی سفارش بھی کر سکتا ہوں اور یوں بھی اس کے پاس ایک اسٹرانگ ریزن ہے۔"

کئی بار پہلے کی طرح آج بھی وہ اس پر اپنا استحقاق جتا گئے تھے، یہ اپنائیت اور شفقت اس کے اندر کی تشنگی کے احساس کو کم کرنے کے بجائے مزید بڑھا دیتی تھی تاہم یہ خیال کہ اسے بھی کوئی اتنا چاہ سکتا ہے کہ اپنے بچوں کے برابر جگہ دینے کو تیار ہے، دل میں کئی خوشگوار احساسات کو جنم دے دیتا تھا۔

سمعان کیا کہتا، محض مسکرا کر شانے اُچکا دیے۔ سلمان صاحب اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

"بیٹا، آپ ابھی رُکیں گی یا جا رہی ہیں؟"

"میں چلوں گی انکل۔" اس نے سرعت سے بیگ شانے پر لٹکایا تھا۔

اسے اس لمحے تنہائی خصوصاً سمعان کی نظروں کے حصار سے نکلنے کی سخت ضرورت تھی۔ کیونکہ اس کی پُرتپش نگاہیں احترام اور عقیدت کے جذبے سے معمور ہوتے ہوئے بھی ایک انوکھی سی چمک لیے ہوئے تھیں جو اس کی دھڑکنوں کو منتشر کر کے حواسوں پر چھائی جا رہی تھیں۔

"میں ڈرائیور ارینج کر دیتا ہوں۔" سمعان نے انٹرکام کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"اوہو۔ مگر ڈرائیور تو نہیں ہے۔ دراصل اسے میں نے بیٹری چیک کرانے کے لیے بھیج دیا ہے۔"

سلمان صاحب کو اس کے کہنے پر یاد آیا تو ذرا سا تردد سے بولے، پھر کچھ سوچا اور سمعان سے پوچھنے لگے۔

"تمہیں اگر کوئی خاص کام نہ ہو تو ترمین کو ڈراپ کر آؤ۔"

"نہیں انکل۔ میں چلی جاؤں گی۔" وہ جلدی سے انہیں ٹوک کر درمیان میں ہی گھبرا کر بولی۔

"فی الحال تو میری ایک گھنٹے سے پہلے کوئی کلاس نہیں ہے۔"

سمعان نے جیسے سنی اَن سنی کر کے رسٹ واچ پر نظر دوڑاتے ہوئے انہیں مطلع کیا تو انہوں نے بھی اس کا احتجاج نظرانداز کر دیا۔

"تو ٹھیک ہے ترمین، آپ کو سمعان ڈراپ کر دیں گے اور آپ کی سسٹر کی خیریت بھی دریافت کر لیں گے۔ مجھے وقت ملا تو ضرور آؤں گا۔ آپ میری جانب سے انہیں پوچھیے گا۔"

وہ یوں بولے جیسے اُس نے ابھی کوئی انکار نہیں کیا تھا بلکہ ہامی بھری تھی ساتھ جانے کی۔ وہ سخت متذبذب تھی۔ جتنا وہ گریز برت رہی تھی، اتنا ہی اس کا ضبط آزمایا جا رہا تھا۔

"پلیز انکل، آپ تردد نہ کریں، میں چلی جاؤں گی۔ یہیں سے تو یلو کیب ملتی ہے۔" وہ کسی طور اس کے ساتھ جانا نہیں چاہ رہی تھی مگر وہ دونوں اپنی جگہ اپنی بات پر جمے ہوئے تھے۔

"تردد کی کوئی بات نہیں ہے بیٹا۔ جب گاڑی موجود ہے تو تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بس اب کوئی بہانہ، کوئی تکلف نہیں چلے گا — یوں سمجھو کہ میں نے تمہیں حکم دیا ہے اور بڑوں کا کہنا مانا جاتا ہے۔"

اس لمحے ان کا انداز اتنا پیار بھرا اور دوستانہ تھا کہ اسے سرنڈر کرنا ہی پڑا۔ سمعان نے کی رِنگ اُٹھاتے ہوئے دراز سے اپنے گلاسز وغیرہ نکالے اور انکھیوں سے اس کے متذبذب چہرے کو دیکھتا کمرے سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نکل آیا۔

"انکل کے سامنے وہ مجبور ہو گئی تھی لہٰذا چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ہوئی اس کی تقلید میں کمرے سے باہر نکل آئی۔ سمعان نے فرنٹ ڈور کھولا تو وہ کچھ جھجکتے ہوئے بیٹھ گئی۔

"ابی یقیناً اس وقت آفس میں ہوں گے اور سمیر سو رہا ہوگا۔" اس نے کلائی پر بندھی بلیک اسٹریپ والی گولڈن رسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے سوچا اور دل ہی دل میں قیاس کیا کہ اسے سمعان کے ساتھ دیکھے جانے کا چانسز کافی کم تھا۔

یہ خوف بھی پیشِ نظر تھا کہ وہ اس کے ہمراہ آنے پر راضی نہ ہو رہی تھی مگر ان دونوں والد اور بیٹے کو وہ کیا سمجھاتی کہ وہ بظاہر ایک اپر کلاس فیملی سے تعلق رکھنے کے باوجود کس قدر کنزرویٹو ماحول کی پروردہ تھی جہاں کے سیاہ و سفید کے مالک شیخ یاور علی خان تھے۔

ان کی منشا پر وہ ایزد کے ہمراہ تو ہاسپٹل جا سکتی تھی مگر سمعان کی معیت کی خبر شاید آنے والے دنوں میں آزادی کے اس واحد دریچے کو بھی بند کر جاتی جس کی بدولت اس کی گھٹی ہوئی سانسیں بحال ہوتی تھیں۔

سمعان نے ڈرائیونگ کے دوران دیکھا وہ خود میں الجھی ہوئی کچھ گھبرائی گھبرائی سی بیٹھی تھی۔ ونڈ اسکرین پر نظریں جمائے باہر کے دوڑتے بھاگتے منظروں کو بظاہر دیکھتے ہوئے وہ کہیں اور گم تھی۔

"کس طرف جانا ہے؟" اسے متوجہ کرنے کی خاطر سمعان نے اسے پکارا تو وہ چونکی۔ اور دھیمے سے راستہ بتا دیا۔ گو کہ وہ جانتا تھا کہ کس ہاسپٹل کی طرف جانا ہے مگر اسے اس مراقبے سے نکالنے کے لیے کہہ بیٹھا۔

"بائی دا وے۔ آپ سے ایک بات پوچھوں مس یاور؟" وہ رستہ بتا کر خاموش ہوئی تو اس نے بے ساختہ دریافت کیا

جانے وہ کیا پوچھنے والا تھا وہ فوری طور پر انکار یا اقرار میں کچھ نہ کہہ سکی البتہ قدرے توقف سے گہری نظروں سے اسے اپنی طرف دیکھتا پایا تو ڈھیلے سے انداز میں شانے اچکا کر اسے بولنے کی اجازت دے دی، اس کا پورا وجود گوش بر آواز تھا۔

"آپ اس قدر سہمی ہوئی اور گھبرائی گھبرائی سی کیوں ہیں؟ آئی مین اس خوف و سراسیمگی کی کوئی وجہ ہے کیا؟" اس نے اپنے مخصوص بھاری اور گمبھیر لہجے میں سوال کیا۔

"میرا خیال ہے ایسی کوئی بات نہیں۔ میں اس وقت شرمین کی وجہ سے پریشان ہوں۔" بڑی دیر بعد اسے یہ جملہ بمشکل سوجھا۔ تو بیگ پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے وہ بولی۔

سمعان نے غائرانہ نظروں سے اس کا جائزہ لیا، وہ ہمیشہ کی طرح سراسیمہ اور اپنے خول میں بند محسوس ہو رہی تھی۔

بقیہ راستہ نہایت خاموشی سے کٹا۔ سمعان کی موجودگی کا احساس اتنا حاوی تھا اس پر کہ وہ کوئی اور بات سوچ ہی نہ سکی۔ اس کے تیور اور نظریں بہت کچھ کہہ رہی تھیں —————— وہ کوئی کم فہم اور نا سمجھ نہیں تھی بلکہ ضرورت سے زیادہ حساسیت نے اسے ایک اچھا قیافہ شناس بنا دیا تھا۔ اور اس لمحے وہ محسوس کر رہی تھی، جان رہی تھی کہ سمعان اسے کچھ نہ کہتے ہوئے بھی کیا سمجھا رہا ہے۔ اس کے تیور، نظریں اور گہری مسکراہٹ کس جذبے کا عنوان بنی ہوئی ہیں، کس احساس کے تحت اس قدر انوکھا روپ نظر آ رہا ہے اس کا۔

مگر یہ سب اسے غیر متوقع نہیں لگا تھا۔ اول روز جو تاثر اسے دیکھ کر سمعان کی آنکھوں میں لہرایا تھا وہ محض عقیدت اور پسندیدگی یا متاثر ہونے کی دلیل نہ تھا، آخری شکل وہ ہی جذبہ ہو سکتا تھا جس کا عکس اس لمحے بہت واضح طور پر اسے سمعان کی ڈارک براؤن آنکھوں میں نظر آ رہا تھا۔

مگر مسرت و خوشی، فرحت و انبساط کی کوئی لہر دریائے دل میں موجزن نہ ہو سکی کہ ابا کے فیصلوں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تلوار اپنے سر پر لٹکتی محسوس ہوتی تھی اسے۔ سارے خوش کن احساسات جیسے چپ کی بکل مار کر اندھیری قبر میں دفن ہو گئے تھے اور وہ چپ چاپ ساکت بیٹھی تھی۔

سمعان نے اپنے ذرا دیر پہلے والے رویے کا کوئی تاثر اس کے رخساروں پر چھلکتی سرخی سے کھوجنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ وہ لب بھینچے بڑے ضبط سے بیٹھی تھی۔ جونہی گاڑی ہاسپٹل کے گیٹ پر رکی وہ ۔۔۔ سرعت سے نیچے اتر گئی۔

پاپا کی ہدایت تھی سو اسے بھی ناچار اترنا پڑا ورنہ زمین نے تو اخلاقاً بھی نہیں کہا تھا البتہ جب وہ کار لاک کر کے اس کے ساتھ قدم ملا کر چلنے لگا تو اسے خفت محسوس ہوئی مگر کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ شرمین کے کمرے میں پہنچ چکے تھے۔

شرمین اس وقت سو رہی تھی۔ سمعان ذرا دیر بیٹھ کر اس کی خیریت اور زخموں کی نوعیت پوچھتا رہا۔ اور پھر اٹھ کر بڑے خلوص سے یہ کہتا کہ "کوئی کام ہو تو ضرور بتائیے گا۔" واپس لوٹ گیا۔

"اوہ خدایا۔" اس کے جاتے ہی زمین نے طویل سانس کھینچ کر سر کرسی کی بیک سے ٹکا دیا۔

ذہن آپ ہی آپ سمعان کی طرف مڑ گیا۔ اس کی آنکھوں میں خیرہ کن چمک اور الوہی روشنی نظر آ رہی ہے۔ کیا ان سب سے نظریں چرا سکو گی زمین یاور علی ؟۔

اندر سے اٹھتا سوال اسے بے حال کرنے لگا تو اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ شرمین شاید اسی لمحے جاگی تھی۔ اسے سامنے پا کر فوراً متوجہ ہوئی، ناشتا بھی آ چکا تھا۔

"کب آئیں تم ؟"

"بس ابھی ابھی آئی ہوں۔ تم ٹھیک ہو؟" وہ اس کے پاس چلی آئی۔ خود پر قابو پانے کے لیے اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"کس کے ساتھ آئی ہو؟" شرمین کا سوال سرسری ہرگز نہ تھا۔

چائے کا مگ اٹھاتے اٹھاتے وہ بری طرح حیران ہوئی ۔۔۔ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"کمرے میں مردانہ پرفیوم کی خوشبو پھیلی ہوئی ہے۔" اس کی سوالیہ نظروں کے جواب میں شرمین نے تکیہ اونچا کر کے سر ٹکاتے ہوئے کہا تو اس نے بلا اختصار سب کہہ سنایا۔

"اوہ ۔۔ تو تمہارا خوف درست نکلا۔ سمعان علی گردیزی الوہی جذبوں کا اسیر ہو رہا ہے۔" شرمین نے تمام بات سن کر اطمینان سے کہا اور قدرے متبسم انداز میں اسے دیکھا۔

"ہاں۔ شاید۔" وہ بجائے خوشی کے تاسف اور ملال کی مجسم صورت بنی ہوئی تھی۔

"کل تک مجھے سمجھانے والی، مثبت سمتوں کا راستہ دکھانے والی تم آج خود خوف کا شکار بنی بیٹھی ہے، بڑے افسوس کی بات ہے زمین۔" شرمین نے اس کی دگرفتہ حالت کے پیش نظر اسے ٹوکا تو وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

بلاشبہ ہمت حوصلہ تو اس نے ہی شرمین کو دلایا تھا مگر شرمین میں اور اس میں بہت فرق تھا۔ وہ شرمین کی طرح آزاد نہیں تھی۔ اس کے فیصلوں کی زنجیر اس کے پیروں میں تھی اور پابجولاں شخص بھلا کتنا سفر کر سکتا تھا ؟۔ پھر یہ تو ایک پرخار نشیب و فراز کی وادی تھی جہاں دل کا زیاں اور جاں کا خسارہ تھا۔ آبلہ پائی اور نارسائی کے تحفے ہی جھولی میں گرنے تھے۔ پھولوں بھرا رستہ تو خوش نصیبوں کے حصے میں آتا ہے، اس کے سامنے تو ایک بند گلی تھی جو خار زار بھی تھی اور ریگزار بھی۔

❁ ❁ ❁

آفس روم میں اس وقت صرف فائل کے صفحے پلٹنے کی آواز تھی۔ ایزد سامنے بیٹھا شیخ یاور علی خان کو کامرانی سے بھرپور مسکراہٹ لیے رپورٹ پڑھتا دیکھ رہا تھا۔

"ویل ڈن ایزد۔ تم نے اس بار تو کمال ہی کر دیا۔"

یاور صاحب کی آنکھوں میں اس کے لیے تحسین کے جذبات تھے، وہ دھیرے سے مسکرا دیا۔

"مجھے امید ہے کہ یہ ٹینڈر ہمیں مل جائے گا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فائل بند کرتے ہوئے انہوں نے یقین سے کہا۔

"ہماری کوٹیشنز سب سے چیپ (CHEAP) اور کوالٹی میں سب سے بہتر ہیں انکل، اس لیے مجھے اُمید نہیں بلکہ یقین ہے کہ یہ ٹینڈر ہمارے حصّے کا ہی ہے۔"

کرسی کی بیک سے پشت ٹکاتے ہوئے اُس نے اپنے مخصوص یقین بھرے لہجے میں کہا تو یاور صاحب نے طمانیت بھری متبسم نظروں سے اسے دیکھا۔

اس پر انہیں انتہا درجے کا اعتماد تھا، اپنی بہترین بزنس اپروچ کے باعث اس سے انہیں ہمیشہ ہی فائدہ پہنچا تھا، گو کہ ان کا ففٹی پرسنٹ پارٹنر نہیں تھا وہ بلکہ محض چالیس فیصد شیئرز اس کی ملکیت تھے مگر اس کا انٹرسٹ اور محنت ہمیشہ زیادہ ہوتی تھی۔

گو کہ اسے اس ٹریڈنگ ورلڈ اور بزنس کمیونٹی کے اسرار و رموز سکھانے والے یاور صاحب ہی تھے مگر اب شاگرد استاد سے بھی زیادہ چابکدست اور معاملہ فہم ہو گیا تھا۔ انہیں اس کی صلاحیتوں کا بخوبی اندازہ تھا۔

اس بار بھی ان کی غیر موجودگی میں اپنے تمام کانٹریکٹس اور ڈیلنگ بحسن و خوبی پوری کی تھیں۔ شرمین کے ایکسیڈنٹ کے باعث کچھ دن تک تو یاور صاحب بھی آفس کی طرف مکمل توجہ یکسوئی سے نہ دے سکے تھے مگر ایزد نے ان کی کمی کو اپنی ماہرانہ حکمتِ عملی سے اس طرح نبھایا تھا کہ جب وہ شرمین کی طرف سے مطمئن ہو کر آفس کی طرف لوٹے تو یہاں انہیں حسبِ منشا کام ملا۔

"ہوں۔ یقیناً۔" اس کا اعتماد بے جا نہ تھا، یاور خان نے تفاخر سے اُسے دیکھا۔ آخر کو یہ ہیرا انہوں نے ہی تو تراشا تھا اور اب اسے کسی بہترین جگہ پر فٹ کرنا تھا، یہ بھی انہوں نے سوچ رکھا تھا۔

"آپ نے رپورٹ پڑھ لی ہو تو میں چلوں۔ مجھے مارکیٹنگ منیجر سے اس مسئلے پر کچھ ڈسکس کرنا ہے۔ ایک دو پوائنٹس ہیں انہیں کلیئر کر لوں تو فائنل پیپرز ٹائپ کروا کر آپ کو بھیج دیتا ہوں۔"

اُس نے فائل اپنی طرف کھسکاتے ہوئے انہیں خیالات کی دُنیا سے نکالا۔

"اوہ شیور۔ اور ہاں آج شام آر ایم انڈسٹریز کے کچھ اہم پیپرز منگوائے ہیں میں نے۔ تم بزی نہ ہو تو گھر کا چکر لگا لینا۔ میرے پاس گھر پر رکھے ہیں۔"

"او کے۔" وہ فائل اُٹھا کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ "بائی دا وے آج آپ گھر پر ہوں گے؟" باہر نکلتے ہوئے اس نے کچھ سوچ کر سوال کیا۔

"ہاں، آج میں گھر پر ہی ملوں گا۔ ان فیکٹ شرمین آج صبح گھر شفٹ ہو گئی ہے اس لیے رات کو ہاسپٹل جانے کا سلسلہ تو اب موقوف ہو چکا ہے۔"

انہوں نے انٹرکام پر چائے کے لیے کہتے ہوئے رُخ موڑ کر اسے جواب دے دیا تو وہ سعادت مندی سے سر کو خفیف سی جنبش دیتا اپنے پیچھے دروازہ بند کر کے چلا گیا۔

گو کہ شام میں وہ کافی تھکان بھی محسوس کر رہا تھا مگر یاور ہاؤس جانے کے لیے خود کو تیار کر ہی لیا۔ بی بی جان نے منع بھی کیا مگر اسے وعدہ خلافی کی عادت نہیں تھی۔ چنانچہ ان سے ایک گھنٹے میں واپس آنے کا کہہ کر گاڑی نکال لے گیا۔

شرمین کو کمرے میں ہی کھانا کھلا دیا تھا لہٰذا جب اُس نے ابی اور امی جی کے ساتھ کھانا کھا لیا تو چائے بنا کر اس کے اور اپنے لیے لے کر کمرے میں آ بیٹھی۔ باتوں ہی باتوں میں ان کے درمیان سمیر کا ذکر نکلا تو شرمین نے کچھ کہنے کے بجائے مگ لبوں سے لگا لیا۔

"کیا وہ ابھی تک گھر نہیں آیا؟"

شرمین پوچھ رہی تھی اس کی سمجھ میں نہیں آیا کیا کہے کہ وہ آیا تھا مگر شرمین کا حال پوچھے بغیر دوبارہ اپنے فضول قسم کے دوستوں کے ساتھ نکل گیا تھا۔ شرمین شاید اس کی خاموشی سے کوئی نہ کوئی جواب اخذ کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی لہٰذا خود بھی خاموش ہو کر چائے کا سپ لینے لگے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسی اثنا میں گیٹ پر ایزد کی گاڑی کا ہارن بجا اور تھوڑی دیر بعد ہی گیٹ کھلنے کی آواز پر شرمین نے سخت بُرا سا منہ بنایا۔

"لو جی۔ آ گئے وہ مستقبل قریب کے بزنس ٹائیکون ایزد ہمدانی صاحب۔"

اس کے تیکھے لہجے میں گہرا طنز اور استہزا تھا زمین نے گہری سانس بھری۔

"چھوڑو بھی کیا، تم کیوں دل جلاتی ہو اپنا؟"

اس نے شرمین کو کول ڈاؤن کرنے کے لیے کوئی دوسرا موضوع سوچتے ہوئے کہا تو وہ چیخ اٹھی۔

"کیوں نہ جلاؤں دل اپنا۔ ابی کے پاس سمیر کے لیے تو دو گھڑیاں نہیں ہوتیں اور ان حضرت کے لیے وہ ہمہ وقت دیدہ و دل فرش راہ کیے رہتے ہیں۔" شرمین کو ہمیشہ اس بات کا ملال رہتا تھا کہ ابی سمیر سے صدیوں کے فاصلے پر رہتے تھے۔

وہ ان لوگوں میں سے تھے جو سونے کا نوالہ کھلا کر شیر کی نگاہ سے دیکھنے اور اولاد کو ایک مخصوص دوری پر رکھنے کے حامی تھے۔

"دراصل سمیر اور ابی کا مزاج ملتا نہیں۔ یوں بھی اسے بزنس سے انٹرسٹ نہیں اور ابی کو ٹین ایجرز کے محبوب مشغلوں سے۔" اس نے ہمیشہ کی طرح اس کا دل صاف کرنے کی خاطر کہا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ سمیر کی طرح شرمین بھی ابی سے بددل اور نالاں ہو جائے۔ گو کہ خود اس کا دل ان سے بے حد کبیدہ خاطر اور شاکی تھا مگر شرمین کو برگشتہ دیکھتی تو اپنے طور پر ضرور سمجھاتی۔

"مزاج تو ان کا آج تک امی جی سے بھی نہیں ملا مگر اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ ہم آہنگی نہ ہونے یا طبیعتوں میں تضاد ہونے کے باعث اولاد کو یوں نظر انداز کر دیا جائے۔ اولاد کو دوستوں کی طرح ڈیل کرنے اور خود سے قریب رکھنے والے والدین ہی اپنے بچوں کے بہترین مستقبل کی ضمانت ہوتے ہیں ورنہ ان کے درمیان ہمیشہ ایک نہ نظر آنے والی خلیج اور ایک غیر اعلانیہ جنگ جاری رہتی ہے جیسے کہ ہمارے گھر میں ہے۔"

وہ اپنے کٹیلے لہجے میں مخصوص انداز سے دل کے زخموں کو لفظوں کا جامہ پہناتی کہے جا رہی تھی۔

"اچھا پلیز۔ تم زیادہ ٹینس مت ہو، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ خود کو اذیت دینے سے یہ ماحول بدل نہیں سکتا۔ پھر تم ہی تو کہتی ہو کہ خود سے بھی محبت کرنی چاہیے لہٰذا اب ان ساری باتوں کو ذہن سے نکالو اور اچھی اور مثبت سوچ کو جگہ دو۔"

اس نے شرمین کے لہجے میں ملال اور گہرا رنج محسوس کیا تو فوراً موضوع بدل ڈالا اور کہنے لگی۔

"اچھا یہ بتاؤ کہ اب یونیورسٹی کب تک جانے کا پروگرام ہے؟"

اس کے سوال پر ایک ثانیے کے لیے شرمین کے چہرے پہ ایک رنگ آ کر رکا تھا اور اسے یہ اندازہ لگانے میں قطعی دشواری نہ ہوئی کہ یہ رنگ کس کے مرہون منت تھے مگر اگلے ہی لمحے میں وہ اثر زائل ہو چکا تھا۔ گویا ابھی اس کے اندر ایک جنگ جاری تھی۔

شاید اسی لیے اس نے زمین کے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اسے کسی گہری سوچ میں گم دیکھ کر زمین خالی مگ اٹھا کر باہر نکل آئی۔ لاؤنج میں ہی ایزد ابی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، اسے دیکھتے ہی ابی نے دو کپ چائے کا کہا تو وہ خاموشی سے کچن کی طرف چلی آئی۔

ایزد کی موجودگی یوں تو ہمیشہ اس کے حواسوں کو منتشر کر دیتی تھی مگر آج کل جب کہ سمعان کے احساسات سے آگاہی ہو چکی تھی، وہ خود بھی اندرونی خلفشار کا شکار تھی، اب اور بھی ڈسٹرب ہو گئی۔ چائے کا پانی اُبل کر گرنے لگا تو وہ جو سوچوں میں غلطاں تھی چونکی اور گہری سانس بھر کر چائے کی پتی اس میں ڈال دی۔

● ● ●

بڑے بھیا اور سمرہ بھابی نے مون کے عقیقے کا پروگرام بنایا تو سب نے فوراً انتظامات سنبھال لیے۔ زوہا اور صہیبہ کے سمسٹر نزدیک آ چکے تھے۔ انہوں نے تھوڑا بہت احتجاج بھی کیا مگر کسی نے کوئی خاص توجہ نہ دی اور یوں اس ہفتے کا آخری دن طے کر لیا گیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جب پروگرام طے ہی ہوگیا تو اس نے امی سے بطورِ خاص کہا کہ وہ داجان اور احتشام انکل کی فیملی کو ضرور انوائٹ کریں، بات چونکہ اس کی غلط نہیں تھی لہٰذا انہوں نے زیادہ تکرار نہیں کی البتہ جب اکرام صاحب سے اس بات کا تذکرہ کیا اور انہوں نے بھی اس ذکر پہ خاموشی اختیار کی تو رخسانہ بیگم چپ نہ رہ سکیں۔

"آخر آپ صبی کو سمجھاتے کیوں نہیں؟ اسے کیا ضرورت ہے گڑے مردے اکھاڑنے کی، بلاوجہ ہی بڑوں کو شرمندہ کرتی ہے یوں اصرار کر کر کے۔" وہ حقیقتاً بڑی زچ ہوگئی تھیں اس کی باتوں سے۔

"ہمارے نادم ہونے کا مطلب تو یہی ہوا کہ ہم واقعی غلطی پہ ہیں رخسانہ بیگم اور جب اسلاف غلط روشوں کو اختیار کر ڈالیں اور جوان نسل انہیں صحیح سمت کی نشاندہی کرنے لگے تو زیادہ دیر اپنے بڑے پن اور رشتوں کی بڑائی کا رعب ڈال کر انہیں دبایا نہیں جاسکتا، سچ بہرحال سچ ہوتا ہے۔ ہمیں یہ ماننا چاہیے کہ صبیحہ ہمیں ان فرائض کا احساس دلاتی ہے، جن سے ہم نے آج تک پہلوتہی برتی ہے، ہم اس سے صرفِ نگاہ کب تک کرسکتے ہیں۔" اکرام صاحب کتاب ایک طرف رکھ کر باقاعدہ ان کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بڑے سکون سے بولے تو وہ چند لمحے کے لیے لاجواب سی ہوگئیں۔

"مگر بہرحال بڑوں کے فیصلے ماننے والے ہوتے ہیں، بچوں کو ان سے بحث نہیں کرنی چاہیے۔" وہ اپنی جگہ اٹل تھیں۔

"بشرطیکہ وہ فیصلے حقائق اور انصاف پر مبنی ہوں۔"

"تو کیا آپ اپنی والدہ کو غلط سمجھنے لگے ہیں؟" رخسانہ بیگم شوہر کی باتوں سے کچھ حیران سی رہ گئیں۔

"میں انہیں غلط نہیں کہہ رہا بلکہ ان فیصلوں کی طرف اشارا کر رہا ہوں، جن کی کجی کا احساس آج کی نوجوان نسل ہمیں کرا رہی ہے۔" اکرام صاحب اسی انداز میں بولے۔

"نوجوان نسل سے آپ کی مراد؟ کیا صبی کی طرح کوئی اور بھی بولنے لگا ہے؟" ان کے لیے یہ اطلاع بہت پریشان کن تھی۔

انہیں اپنی خالہ سفینہ بیگم سے جو کہ ان کی ساس بھی تھیں، بہت محبت تھی اور جو دکھ انہوں نے اٹھائے تھے، اس کے باعث تو وہ اور بھی ان کا خیال رکھتی تھیں۔ شوہر بانٹنا کس قدر دشوار ہوتا ہے، انہیں اس امر کا بخوبی احساس تھا لہٰذا وہ ان کی مکمل حامی تھیں ایسے میں یہ خبر انہیں متفکر کر گئی۔

"کوئی اور تو خیر کیا بولے گا مگر خاموشی کا مطلب یہ نہیں ہوتا بیگم کہ کسی کو کوئی اعتراض نہیں، چپ کی زبان میں کیے گئے سوالات زیادہ جواب طلب ہوتے ہیں۔" وہ کہہ رہے تھے، وہ شاید شوہر سے متفق ہوگئی تھیں، اسی لیے خاموش ہو رہیں۔

"باباجان نے جو کچھ بھی کیا غلطی ان کی تھی یا نہیں، اس سے قطع نظر ہمارا دین ہم سے یہی کہتا ہے کہ ہمیں انہیں اکیلا نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔ ان کی خدمت ہمارا فرض تھا اور یہ مگر اس سنگین حقیقت کا ادراک ہمیں اس لمحے ہوا کہ جب ہم بہت آگے آچکے تھے اب اگر ہمارے بچوں میں سے کوئی ہماری غلطی کا ازالہ کر رہا ہے تو میں اسے روکنے کے قطعی حق میں نہیں، صبیحہ حق پر ہے۔ اسے روکا مت کریں۔ امی جان کی خاموشی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ وہ بھی اسے غلط نہیں سمجھتیں۔"

اکرام صاحب نے خندہ پیشانی سے اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے صبیحہ کے حق میں فیصلہ دے دیا تو رخسانہ بیگم سر ہلا کر رہ گئیں کہ دو دن پہلے ہی یہ عندیہ انہوں نے ساس کی باتوں سے بھی پایا تھا۔

پاپا اور امی سے اجازت ملتے ہی صبیحہ داجان کی طرف دوڑ گئی اور اس بار زوہا کو زبردستی کھینچ لیا کہ یہ بے حد ضروری تھا، یونیورسٹی سے ادھر آنا تھا لہٰذا چچی بیگم سے زوہا کو بھی اجازت مل گئی یوں بھی اسے آنے جانے کی آزادی گویا سب کے لیے عام حکم تھا تاہم جو آنا چاہتا صرف وہی آتا۔

زوہا دل سے تو "علی ولا" جانا چاہتی تھی مگر اپنی اور فرہاد کی بے تابیوں سے بھی خوب واقف تھی اور نہیں چاہتی تھی کہ داجان کو اصل بات پتا چلے اور وہ یہی سمجھیں کہ وہ صرف اس وجہ سے ان سے ملنے آتی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہے کیونکہ حقیقتاً صہبیہ کی برین واشنگ کے بعد وہ اپنا بھی فرض سمجھتی تھی کہ داجان کی طرف جائے اور ان کی خیریت وغیرہ پتا کرتی رہے۔

جانے یہ محض اتفاق تھا یا صہبیہ کی ملی بھگت کہ فرہاد بھی "علی ولاز" میں موجود تھا، صہبیہ نے لگے ہاتھوں اسے بھی معہ فیملی انوائٹ کر لیا۔

؎ تمہارا اصرار سر آنکھوں پہ تمہارے گھر آنے کا
میں کوشش کر کے دیکھوں گا مگر وعدہ نہیں کرتا

اس کے کہنے پہ فرہاد نے شرارت سے کان کھجا کر شعر پڑھا تو وہ گھورنے لگی۔ زوہا نے بھی اس کے ٹھوکا مارنے پہ کہا تو فرہاد کی آنکھوں میں وارفتگی کی چمک لہرا گئی مگر ساتھ ہی وہ کچھ سنجیدہ ہو گیا

"پلیز زوہا اصرار مت کرو کیونکہ "سفینہ لاج" کا راستہ میرے لیے بہت دشوار ہے۔"

داجان کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھا کر وہ تینوں صاف اور کھلے دل و لہجے میں بول رہے تھے۔

؎ ان ہی پتھروں پہ چل کے اگر آسکو تو آؤ!
میرے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں ہے

صہبیہ کے برمحل شعر پڑھنے پہ وہ بے ساختہ مسکرا دیا تھا، زوہا آپ ہی آپ بلش ہو گئی۔

"او کے بابا۔ گھر والوں تک یہ پُر خلوص اور محبت بھرا انویٹیشن پہنچا دوں گا۔ اب خوش ہو۔"

اُس نے دونوں پہ باری باری نظر ڈال کر دل رکھنے کی خاطر وعدہ کر لیا۔

داجان نے بھی کوئی خاص یقین نہیں دلایا کہ وہ آئیں گے ___ صہبیہ نے بہت زور لگایا مگر وہ کچھ گریز برت رہے تھے۔ زوہا نے بھی انہیں کسی حد تک کنوینس کیا تو وہ شفقت سے مسکرا دیے۔

"میں کوشش کروں گا بچو، طبیعت ٹھیک ہوئی تو ضرور آؤں گا۔" انہوں نے ان دونوں کا دل رکھنے کی خاطر شگفتگی سے کہا۔ جواباً صہبیہ نے سرد آہ بھری۔ اور بڑے جذب سے شعر پڑھا۔

؎ تسکینِ دل کے واسطے وعدہ تو کیجیے
ہم جانتے ہیں آپ سے آیا نہ جائے گا

زوہا نے اس کی اس قدر بے تکلفی پہ اسے تادیبی انداز میں گھورا البتہ داجان بے ساختہ قہقہہ لگانے پہ مجبور ہو گئے تھے اور اس کے سر پہ شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کے انداز پہ محظوظ ہوتے رہے فرہاد البتہ زیرِ لب مسکراتا کسی گہری سوچ میں گم تھا کہ بہر حال صہبیہ اسے سفینہ لاج کا رستہ دکھا کر آئندہ کے لیے راہ ہموار کر رہی تھی۔ اور وہ اس بات کو سمجھ رہا تھا۔

اور یہ بھی جانتا تھا کہ یہ سب کتنا ضروری بھی ہے لہٰذا اُس نے احد کو سب سے پہلے اپنا ہمنوا بنانے کی ٹھانی اور ان دونوں کے ساتھ خود بھی داجان کو خدا حافظ کہہ کر گھر چلا آیا۔

● ● ●

گیٹ پہ اس کا یہ کوئی چوتھا چکر تھا مگر داجان اور فرہاد ہنوز غائب تھے اور وہ سارے فنکشن کی جان ہوتے ہوئے بھی مومن کو لیے اِدھر اُدھر جلے پیر کی بلی بنی گھوم رہی تھی زوہا نے دبے لفظوں میں اسے اس بے قراری اور بے تابی کے مظاہرے سے روکنے کی کوشش بھی کی مگر فضول ہی تھا اسے کچھ کہنا۔

مدحت نے کوئی پانچویں بار اسے گیٹ کی طرف جاتے دیکھا تو شانہ پکڑ کر روک لیا۔

"کیا کوئی خاص گیسٹ بلایا ہے تم نے؟" نرم خوئی سے کہتی مدحت کو اس نے گہری نظروں سے دیکھا اور اثبات میں سر ہلایا۔

"کون ہے وہ؟" مدحت پوچھ رہی تھی۔

"فرہاد علی اور ___"

اس سے پہلے کہ اس کی بات مکمل ہوتی، نظر گیٹ تک گئی اور بقیہ الفاظ ہونٹوں میں ہی رہ گئے۔

مدحت نے تحیر سے اُسے دیکھا۔

"خان بابا۔"

اس کے لہجے میں حیرت و خوشی کا ملا جلا رنگ تھا۔ خان بابا بڑا سا پیکٹ اٹھائے اندر آ رہے تھے۔ وہ یہی سمجھی کہ شاید ان کے ساتھ داجان بھی ہیں، جبھی استعجاب میں گھری مدحت کی گود میں عجلت میں مون کو تھمایا اور بے قراری سے گیٹ کی طرف لپک کر آئی۔

مدحت نے بغور اس کی بے تابی اور بے قراری کو دیکھا اور کچھ متجسس اور متحیر سی اس کے عقب میں قدم اٹھاتی وہیں چلی آئی۔ خان بابا اسے سامنے پا کر مسکرا اٹھے تھے۔

"السلام علیکم۔" خان بابا کے پیچھے جھانکتے ہوئے اس نے متلاشی نظریں لمحہ بھر ان پر ٹکائیں۔

"وعلیکم السلام بیٹا۔ خوش رہو۔" وہ بھی ہمیشہ کی طرح محبت سے بولے۔

"داجان کہاں ہیں؟ کیا آپ اکیلے آئے ہیں؟"

اس کی ڈھونڈتی بھٹکتی نظریں جلد لوٹ آئیں تو اس نے جلدی سے کئی سوال کر ڈالے۔

"ہاں بس وہ آ نہیں سکے۔ بہرحال سب کو بہت مبارکباد کہلوائی ہے انہوں نے۔ اور مون میاں کے لیے یہ تحفہ بھی ہے۔ لو شاباش لے لو۔"

داجان کے ذکر کو قصداً نظرانداز کرتے ہوئے انہوں نے جواب دیا جس سے کم از کم اس کی تسلی نہیں ہوئی تھی۔ اسی اثناء میں مدحت اس کے نزدیک آ چکی تھی اور گفتگو کے موضوع سے صورت حال کا اندازہ بھی ہو گیا تھا۔

"مگر کیوں؟ داجان کیوں نہیں آئے؟" سرسری جواب اور طویل انتظار کے بعد اس کوفت بھرے نتیجے کے باعث اس کا لہجہ مخصوص ہٹیلا پن لیے ہوئے تھا۔ آواز بھی قدرے بلند جھنجھلاہٹ سے بھرپور تھی۔

"صبھی۔" مدحت نے فہمائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے اسے ٹوکا۔

"بتایئے ناں۔ آخر ایسی کون سی مجبوری تھی اور فرہاد بھائی؟" غصے سے کہتے ہوئے پل بھر کے لیے وہ رکی۔ مدحت نے چونک کر اس کی طرف نظر پھیری۔ مون الگ ہاتھوں سے پھسلا جا رہا تھا۔

"انہیں تو میں اچھی طرح دیکھ لوں گی۔ وعدہ کر کے مکرنے والے ہیں دونوں دادا اور پوتے۔ سچ بہت ہرٹ کیا ہے انہوں نے آج مجھے۔"

"صبھی۔ یہ کیا حماقت ہے۔ انہیں ٹھیک سے اندر تو آنے دو۔ یہ کیا تم نے دروازے پر ہی کھڑے ہو کر لڑنا شروع کر دیا ہے۔" بالآخر مدحت کو ٹوکنا پڑا تھا کیونکہ بگڑے موڈ کے باعث وہ اسٹارٹ لے چکی تھی۔

"آپ پلیز اندر آیئے۔ بیٹھیے تو۔" اس کے گھرکنے کا اثر تھا کہ صبھی بمشکل چپ ہوئی تو اس نے خان بابا سے تعظیماً کہا۔

"نہیں بیٹا۔ دراصل علی صاحب کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں۔" وہ شفقت سے مسکراتے ہوئے مدحت سے مخاطب ہوئے تو وہ سارا غصہ ناراضگی بھول کر بے چین ہو اٹھی۔

"کیا ہوا ہے انہیں؟ آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ ڈاکٹر کو کیوں نہیں دکھایا اب تک؟" حسب عادت و معمول وہ ایک سانس میں ہی بولتی چلی گئی تھی۔

مدحت نے سخت نظروں سے اسے دیکھا تو بھی اس نے پروا نہ کی تو خان بابا نے زبردستی گفٹ اسے تھماتے ہوئے تسلی دینے کے سے انداز میں کہا۔

"کچھ خاص نہیں، بس برسات کا موسم ہے ناں، اس لیے ہلکا سا بخار ہو گیا ہے انہیں۔"

"اوہ۔" وہ پیکٹ لیتے ہوئے نادم ہو اٹھی۔

اپنے غصے میں مخاطب کی بات نہ سننے اور سخت سنانے کی عادت ایسی بری تھی اس کی کہ بارہا شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اس لمحے بھی کچھ یہی کیفیت تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"آئی ایم سوری خان بابا۔ آپ اندر چل کر بیٹھیں، میں فون کر کے ان کی خیریت معلوم کرتی ہوں۔"

"نہیں بیٹا، ایسا غضب نہ کرنا، انہوں نے مجھے منع کیا تھا کہ ان کی طبیعت کی ناسازی کا ذکر آپ سے نہ کروں۔ اب وہ بالکل ٹھیک ہیں۔ بس ذرا سی کمزوری ہے تو وہ ایک دو روز میں دور ہو جائے گی۔ اس وقت تمہارے گھر میں تقریب ہے بیٹا۔ مہمانوں کا خیال کرو۔ اچھا میری طرف سے خدا حافظ اور ہاں مون میاں کو پیار دینا۔"

اسے فوری طور پر فون کرنے سے منع کرتے ہوئے انہوں نے نرمی سے سمجھایا تو بمشکل ہی اس نے خود کو قابو کیا ورنہ دل تو یہی چاہ رہا تھا کہ فون کر کے ان کی فوراً خیریت پوچھے۔ جانے داجان کی کس نیکی کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں ان کے لیے اتنی محبت پیدا کر دی تھی۔

واقعی محبت بھی تو خدائے بزرگ و برتر کی بیش بہا نعمتوں میں سے ایک ایسی نعمت ہے کہ جس کا کوئی بدل نہیں۔ دنیا کے سارے خزانے بھی اسے خرید نہیں سکتے اور نہ ہی بڑے سے بڑا سورما خود کو اس کے مضبوط شکنجے سے بچا سکتا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اس "سنہری قید" میں آنے کے بعد رہائی کا کس کافر کا دل چاہتا ہے۔

محبت کے بھی ہزار ہا رنگ ہیں، رشتوں کے ساتھ تو ویسے بھی یہ یوں ہی ابدیت کے سارے اسموں سمیت جڑی ہوتی ہے۔ ایک ایسے طلسم کی طرح کہ جس کا کوئی توڑ نہیں اور اگر ہے تو اسے تلاشنے کی کسی کو تمنا نہیں۔ بھلا آبِ حیات کا تریاق کون تلاش کرتا ہے۔

"یہ ہی تو ہے مون۔" مدحت کی بات پر وہ خیالات سے چونکی۔

"اچھا۔" انہوں نے واضح طور پر حیرت کا اظہار کیا تھا۔

"دراصل علی صاحب کو بچے کی عمر وغیرہ کا اندازہ نہیں تھا، اس لیے کھلونے اور کپڑے وغیرہ کچھ بڑے ہو گئے ہیں۔"

خفت سے کہتے ہوئے خان بابا کی بات پر اس کا دل جیسے ٹوٹ گیا۔

اُف۔ کس قدر فاصلے تھے سفینہ لاج اور علی ولاز کے مابین۔ وہ مون سے اتنا قریبی رشتہ رکھتے ہوئے بھی اس سے کس قدر ناآشنا تھے۔

دوسری طرف مدحت بھی شاید اسی طرح کے احساسات کا شکار تھی جبھی چپ سی ہو رہی۔ اور خان بابا مون کے سر پر ہاتھ پھیر کر باہر کی طرف چل دیے۔

"یہ کون بزرگ تھے؟" آذر نے بہت تاخیر سے آ کر سوال کیا۔

مدحت اس کی طرف جواب طلب نظروں سے دیکھنے لگی تو اسے ہی بتانا پڑا۔

"اوہ۔ آئی سی۔ تو مون کے لیے گفٹ آیا ہے۔ بھئی ہم سے اچھے تو ہمارے بھتیجے صاحب ہوئے کہ انہیں داجان نے پوچھا تو۔" گہرا طنز اور لطیف سی کاٹ لیے ہوئے آذر کا لہجہ اسے بھڑکا گیا۔

"تو پوچھنا صرف ان ہی لوگوں پر تو فرض نہیں، کچھ ذمہ داری ہماری تمہاری بھی تو ہے کہ نہیں۔ یا ہمیں اپنے بزرگوں کو آزمانے ہی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ محبت کرنے سے ملتی ہے آذر۔"

منت کوشش سے وہ اپنا لہجہ دھیما رکھ سکی تھی کیونکہ لان میں تھوڑے فاصلے پر کرسیاں رکھی ہوئی تھیں جن پر کافی لوگ براجمان تھے۔

"مگر کچھ رشتوں سے محبتیں ملنا انسان کا پیدائشی حق ہوتا ہے صاحبہ۔" جواباً وہ بے ساختہ بولا۔

"ٹھیک کہا تم نے، حق ہے ہمارا ان پر، ان کی محبتوں پر۔ تو کیا اب یہ ہمارا فرض نہیں کہ آگے بڑھ کر حق حاصل کریں۔ آخر کب تک ہم انتظار گاہ میں بیٹھے کسی معجزے کے منتظر رہیں گے۔ کسی نہ کسی کو تو پہل کرنی ہے ناں تو پھر ہم کیوں نہیں جب کہ ہم تو چھوٹے ہی ہیں۔ اس طرح داجان کا دل اور بھی فراخ ہو جائے گا ہمارے لیے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آذر اس کے مدلل جملے پر چند ثانیے لب بھینچے اس کی سُنتا رہا، مدحت نے بغور اس کا چہرہ ا
جذبوں سے پُر آنکھیں دیکھیں۔

یہ جذبے کس کے نام ہیں؟۔

دل میں ابھرتا سوال اسے بے چین کرنے لگا۔ تاہم اس لمحے اس کا کہا ہوا فقرہ اس کے دل پ
بھی ترازو ہو گیا تھا۔

"وہ تو ٹھیک کہا تم نے مگر صبیحہ۔" وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر وہ درمیان میں بات کاٹ کر کہنے لگی۔
"اگر مگر کچھ نہیں آذر۔ وہ ہمارے داجان ہیں۔ ہمارے بزرگوں، اپنے بچوں اور بیوی سے ان کے جو اختلافات ہیں، ہمیں ان کی آڑ لے کر اپنے فرائض سے پہلو تہی نہیں برتنی چاہیے اور پھر ایسی صورت میں تو انہیں ہماری زیادہ ضرورت ہے جب کہ ان کی اپنی اولاد ان دیکھی زنجیروں میں جکڑ نہ چاہتے ہوئے بھی اُن سے دُور ہے۔"

اس کا انداز دلیل اور تاویل سمیت آذر کو قائل کر گیا تھا۔ البتہ آخری فقرے پر وہ کچھ چونکا۔
"نہ چاہتے ہوئے بھی دُور ہیں سے تمہارا مطلب؟ کیا ابّو اور تایا وغیرہ کو افسوس ہے ماضی کے فیصلوں پر؟" مدحت نے آذر کے مُنہ کی بات چھین لی تھی جیسے۔

صبیحہ نے گہری سانس بھری اور پھر کچھ سوچ کر سر جھٹکتے ہوئے کہنے لگی۔
"شاید ایسی ہی بات ہے جبھی میرے سامنے داجان کے ذکر پر سب کی آنکھیں جھک جاتی ہیں بہرحال اب ہمیں اندر کی طرف چلے جانا چاہیے۔ امّی تو میری گمشدگی کا خاصا بُرا سا رہی ہوں گی کیونکہ انہوں نے مجھے کچن کا چکر لگانے کو کہا تھا۔"

سنجیدگی سے بات کرتے کرتے وہ یکدم حال میں لوٹ آئی تھی۔

مدحت اور آذر نے بھی اس سے اتفاق کیا اور اس کے ساتھ اندر چلے آئے۔

امّی حسبِ توقع اس کی تلاش میں ہی باہر آ رہی تھیں کہ وہ کوریڈور میں ہی انہیں مل گئی۔ مدحت مون کو لے کر بھابی کے پاس چلی گئی تھی جب کہ امّی نے اس پر نگاہ پڑتے ہی تند نظروں سے دیکھتے ہوئے اسے ساتھ چلنے کا اشارا کیا تو وہ بھاری سا پیکٹ سامنے سے آتی شفق کو جبراً تھما کر ان کے پیچھے چل دی۔

"مسز ہمدانی۔ یہ ہے صبیحہ، میری بیٹی جس کا میں آپ سے تذکرہ کر رہی تھی۔"
سامنے ہی ایک ادھیڑ عمر خوش وضع سی خاتون ہلکے آسمانی رنگ کی ساری میں ملبوس اس کی طرف متوجہ تھیں۔ امّی نے انہیں مخاطب کر کے تعارف کرایا تو وہ ان کے متبسم سے انداز پر مسکراتی ہوئی امّی کے اشارے پر ان کے پاس چلی آئی۔ ذہن ابھی بھی داجان اور فرہاد کی طرف لگا ہوا تھا۔ آذر کو قائل کر لینے کی بھی خوشی تھی لہٰذا اس نے یہ محسوس نہ کیا کہ جس خصوصیت سے انہوں نے اس کا تعارف کرایا تھا یقیناً اس کے پسِ منظر میں کوئی بات ضرور تھی۔

"ماشاءاللہ بہت پیاری بچی ہے۔" مسز ہمدانی نے جس پسندیدگی سے اسے دیکھا اور سادہ سے لہجے میں اس کا اظہار بھی کر دیا، وہ چونک اٹھی۔ دل نے پہلی فرصت میں خطرے کا الارم بجا دیا تھا۔
گھبرا کر امّی کی طرف دیکھا۔ وہ بے حد طمانیت سے مُسکرا رہی تھیں، ان کی آنکھوں میں تیرتی مسرت کی مخصوص روشنی اسے یک دم احساس دلا گئی کہ "بر دکھوے" کی رسم خاصے بے ضرر انداز میں انجام دی جا چکی ہے۔ لمحے بھر پہلے جو مسکراہٹ وہ مزے سے چہرے پر سجائے بیٹھی تھی، یک دم غائب ہو گئی۔

"بس اللہ کی رحمت ہے بیٹی تو، چاہے جیسی بھی ہو۔" امّی کا خوشی سے کھنکتا لہجہ اسے خوف کا احساس دلا گیا، وہ شپٹا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔
"ایکسکیوزمی۔ میں ابھی آئی۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مسز ہمدانی نے اس کے گھبرائے ہوئے انداز کو سوالیہ نظروں سے دیکھا تو اسے کہنا پڑا۔ مگر … بہانا کوئی سوچا نہیں تھا کہ امی نے بھی سوالیہ نگاہیں اس پر ڈالیں۔

"کہاں جا رہی ہو؟"

"وہ دراصل داجان کو فون کرنا ہے۔ ان کی طبیعت خراب ہے۔" بروقت اسے یہی بہانا سوجھا تھا۔ جلدی سے بولی اور تیز قدموں سے چلتی لاؤنج کی طرف بڑھ آئی جہاں زوہا، فوزیہ اور شفق … دوسری لڑکیوں کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھیں۔

"بہت محبت ہے اسے اپنے دادا سے۔ اسی لیے کچھ پریشان سی ہو گئی ہے ان کی ناسازیٔ طبیعت … سن کر۔" اس کے جاتے ہی امی کہہ رہی تھیں۔

"ہاں یوں بھی علی چچا بہت محبت کرنے والے بھی تو ہیں۔ ایزد کے والد تو اب بھی انہیں اپنے … باپ کی جگہ سمجھتے ہیں، اس لیے ایزد کو اکثر ان کی خیر و عافیت کا پتا کرنے کے لیے بھیجتے رہتے … اللہ جنت نصیب کرے، میرے سسر سے تو دانت کاٹے کی دوستی تھی۔ ان کے انتقال … کے بعد تو علی چچا کا آنا جانا ہی نہ رہا۔"

مسز ہمدانی یعنی ایزد ہمدانی کی بی بی جان رخسانہ بیگم سے کہہ رہی تھیں۔ ان کے لہجے میں رچی بسی عقیدت … کی گواہ تھی کہ علی صاحب یعنی داجان کے اخلاق کی وہ بھی گرویدہ تھیں اور اب بھی ہیں۔

رخسانہ بیگم نے اس لمحے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بے ساختہ سوچا کہ بعض لوگ اپنوں کے لیے کچھ اور، دوسروں کے لیے کچھ اور ہوتے ہیں یا پھر وقت اور حالات ہی انہیں اتنا مختلف بنا دیتے ہیں … اپنے ان سے بے گانے اور غیر ان کے والہ و شیدا بن جاتے ہیں۔

وہ … صبیحہ کے اعتماد سے گھبرا کر افتاں و خیزاں اپنی کزنز کی طرف بڑھی تو شفق اور زوہا نے مخصوص معنی خیز نظروں سے اس کا استقبال کیا۔ گویا خوشبوئے بہار کی مانند بنا بتائے … پھیل چکی تھی۔

"… مت گھورو مجھے اس طرح، نہیں تو سر توڑ دوں گی۔"

اس نے … اس کا ضبط جواب دے گیا تھا۔ پہلی فرصت میں چراغ پا ہو گئی۔

"… تایا ان کی والدہ کا ہے۔" شفق پچھلی عداوتیں اور کدورتیں بھلا کر بڑے فریش … موڈ میں … شریر سے انداز میں اسے چھیڑ رہی تھی۔ آنکھوں کو معنی خیز جنبش دے ڈالی۔

"تمہارا آ… سمجھیں۔" وہ اس کی طرف لپکی تو فوزیہ نے بیچ بچاؤ کرایا۔ زوہا ہنسے جا رہی تھی۔

"توبہ توبہ تمہارے تو ناخن نکل آئے ہیں بالکل بلی۔ خدا خیر کرے ہمدانی فیملی کی۔" شفق پیچھے ہٹ کر پہلے تو ہنسی پھر مزید اسے چڑانے کی غرض سے کہا تو بے ساختہ اس کی ہنسی نکل گئی۔

• • •

یونیورسٹی کا شور اور مشاغل بالکل پہلے جیسے تھے البتہ اتنے دنوں بعد شرمین آئی تو زارا کو نہ پا کر خاصی بوکھلاہٹ کا شکار ہو گئی۔ سمسٹر سر پہ تھے اور اسے زارا سے پچھلے تمام دنوں کا کام لینا تھا۔ اسائمنٹ بنانے کا وقت تو اب تقریباً ختم ہو چکا تھا تاہم زارا نے اس کے حصے کا تھوڑا بہت کام فائل کر دیا تھا سو وہ وہی لینے آئی تھی۔ اس کے علاوہ دیگر تمام لیکچررز سے مل کر ملنا اور متوقع ہیلپ کے لیے بھی کہنا تھا کیونکہ اس کے ساتھ ہونے والے ایکسیڈنٹ کا سب کو پتا تھا۔ زارا کے توسط سے اس نے درخواست بمعہ میڈیکل ایڈوائز بھجوا دی تھی کہ اسے کتنے عرصے ریسٹ کرنا ہے۔ لہٰذا ہر استاد اپنی اس لائق فائق اسٹوڈنٹ کی ہیلپ کے لیے تیار تھا، اس کے لیے اسائمنٹ کی ڈیڈ لائن بھی بڑھا دی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مگر اس وقت سب سے اہم ترین مسئلہ زارا کی دستیابی کا تھا جو کہ کل فون پر پروگرام طے کرنے کے باوجود ہنوز غائب تھی، اس نے تفکر سے گھڑی پر نظر دوڑائی اور ابھی اپنے مخصوص لان کے گوشے سے اٹھنے کا قصد کر رہی تھی کہ عقب سے اشتیاق بھرا "ہیلو" سن کر چونکتے ہوئے مڑی۔

"کیسی ہو شرمین؟" پچھلی طرف بنی باڑھ کو پھلانگ کر احد اس کے سامنے تھا۔

فوری طور پہ اس کی بے تکلفی پہ شرمین کا چہرا سرد مہری کا واضح تاثر دینے لگا تاہم دل ہی دل میں وہ یہ سوچ کر خاصی متعجب تھی کہ احد نے اسے باوجود پشت ہونے کے پہچان لیا تھا۔

"کیا بات ہے، میرا پوچھنا اچھا نہیں لگا؟"

اس کی خاموشی پہ احد اس کے سامنے ہی گھاس پہ کتابیں ڈالتے ہوئے بیٹھ کر بغور اسے دیکھ کر بولا — لہجے میں سنجیدگی اور تاسف کا تناسب پچاس فیصد تھا، شرمین لمحے بھر کو پشیمان سی ہو گئی۔

خلوص چاہے کسی کا ہو ٹھکرانا بہت نازیبا اور تکلیف دہ فعل ہوتا ہے۔ خصوصاً اگر اس میں محبت اور چاہت کے عقیدت بھرے رنگ بھی ہوں تو ان کی ناشکری کرنے والے کا متاسف ہونا بڑی فطری اور ضروری بات ہوتی ہے۔ شرمین بھی اپنے چہرے کے تناؤ سے جھلکتی "تم کون اور میں کون" والی کیفیت پر خفیف سی ہو گئی تھی۔

"پلیز شرمین — میں بہت فرینک اور صاف گو سا شخص ہوں، مجھے لفظوں کے الجھاووں میں پڑنے کا نہ تو تجربہ ہے نہ شوق، بہت پہلے دل میں جس جذبے کی آہٹ کو محسوس کر کے تمہاری طرف قدم بڑھائے تھے، اس سے قبل بہت سوچا تھا میں نے، خود کو ہزار بار ٹٹولا تھا۔ تب کہیں جا کر جب یہ یقین ہاتھ آیا کہ —

دل کو اس راہ پہ چلنا ہی نہیں
جو مجھے تجھ سے جدا کرتی ہے

تو پھر بہت مجبور ہو کر اپنی انا اور مردانہ خودداری کو پیچھے چھوڑ کر تم تک آیا ہوں میں۔ پر کہتا ہوں کہ ایک مرد کو اور اس کی انا کو صنفِ مخالف کے سامنے ہتھیار ڈالنے میں بہت طاقت صرف کرنی پڑتی ہے اور جب وہ جذبوں کی شوریدگی کے باعث ایسا کر گزرے تو پھر چاہتوں کا سمندر اپنی ساری گہرائیاں اور تہ میں چھپے خزانوں کے راز اس پہ آشکار کر دیتا ہے۔ انا کی جگہ نرم سبل سبل سے جذبے لے لیتے ہیں جیسے میرے دل میں انقلاب آیا ہے۔"

شرمین کچھ بولنے کی طاقت نہ پاتے ہوئے دھک دھک کرتے دل سے اسے سنتے جا رہی تھی گو کہ چند سیکنڈ پہلے بیزاری اور کوفت کا جو تاثر غصے اور ناگواری کی صورت میں اس کی آنکھوں سے جھلکا تھا اب اس کا شائبہ بھی نہ تھا جب کہ احد اس کے چہرے سے نظریں ہٹا کر گھاس کے لمبے پتوں کو توڑتا بہت گہرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"میں تم کو کسی بھی فریب میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا، نہ ہی تم پر کوئی زبردستی کر رہا ہوں مگر پلیز جھوٹی انا کے زعم سے نکل کر میری بات کا جواب دو کہ کیا تمہیں میری جسارت، میرا اعتراف ناگوار گزرا ہے!"

بہت تھک کر اس نے بالآخر سوال کر ڈالا تھا کیونکہ شرمین اب چہرے کے تمام تاثرات کو چھپائے ہوئے لیے دیئے سے انداز میں بیٹھی ہوئی تھی۔ احد نے جب نظر اس پہ ڈالی تو پہلے والی پسپائی کے رنگ شعوری طور پہ وہ چہرے سے مٹا چکی تھی۔

"دیکھیے احد صاحب —" کچھ دیر خاموشی کا وقفہ رہا پھر شرمین نے سنجیدگی سے گہری سانس کھینچ کر کہنا شروع کیا۔

"میں آپ کے دلی جذبات کی قدر کرتی ہوں کہ آپ نے خلوص سے میرے لیے سوچا مگر بہت سی باتیں کہہ دینے سے اگلے شخص کے کندھوں کا بوجھ بڑھ جاتا ہے۔ آپ نہیں جانتے کہ میرا ایک کزن

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کیا ہے، میرے حالات اور فیملی کس طرح کی ہے؟"

بہت دن سے سوچی ہوئی ایک ایک بات اُس نے آہستہ آہستہ کہنی شروع کر دی تھی کہ بہرحال اتنا اندازہ ضرور تھا کہ یونیورسٹی آتے ہی احد کے سوال کا جواب اسے دینا ہی ہوگا سو خود کو پہلے سے تیار کر کے وہ آئی تھی۔

"میرے لیے آپ کا یہ انداز اور یہ اعتراف حیران کن ہی نہیں، پریشان کن بھی ہے۔" اس کی بات پر احد نے شکوہ کرتی نظروں سے اسے دیکھا تھا، جسے نظر انداز کرنا اس کی مجبوری تھی۔

"میں دراصل یہاں صرف تعلیم حاصل کرنے آئی ہوں۔ یہ ایک تعلیمی ادارہ ہے، ایک درس گاہ ہے اور ہم یہاں اسٹوڈنٹ ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں اپنی تعلیم پہ توجہ دینی چاہیے کیونکہ پہلی ترجیح کم از کم میرے لیے تو یہی ہے۔"

اس کا ٹھہرا ہوا سنجیدہ اور متین انداز اور باوقار طرزِ گفتگو احد کے دل میں اتر گیا۔ اُس نے بے حد توصیفی نظروں سے اسے دیکھا جیسے اس کے بلند کردار اور افکار کو سراہا ہو۔

"آپ کو تعلیم کے حصول سے میں نے روکا تو نہیں، نہ ہی درس گاہ کا وقار مجروح کیا ہے۔ میں نے تو صرف اپنے دل کی بات آپ تک پہنچائی ہے بے حد سچائی سے، اس کا ثبوت میرے لہجے کے علاوہ اور بھلا کیا ہو سکتا ہے؟"

جواباً اُس نے بھی اس کے انداز میں دلیل کے ساتھ کہا۔

"میں آپ کے جذبے کی گہرائی اور سچائی کی منکر تو نہیں ہو رہی احد صاحب مگر بات صرف یہ ہے کہ میں نے ابھی اپنی اسٹڈیز سے آگے کا کچھ سوچا نہیں۔ دراصل یہ محبت، چاہت اور رشتوں کی زنجیریں مجھے کبھی اپیل نہیں کرتیں ——— میں ایک پریکٹیکل لڑکی ہوں۔ آپ کے جذبوں کو سراہ تو سکتی ہوں مگر انہیں قبول کر کے ان کو نباہنے میں آپ کی مدد کرنا میرے بس کا روگ نہیں، جس طرح آپ نے بے حد سچائی اور صداقت سے اپنا دل کھول کر میرے آگے رکھ دیا تھا، اسی طرح میں نے بھی اپنی مجبوری بیان کر دی ہے، میں آپ کو کسی دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتی۔"

احد کے سامنے دھڑ دھڑاتے دل کو یکسر نظر انداز کر کے دماغ کے کہے پہ عمل کرنا کتنا دشوار اور مشکل تھا، صرف وہی جانتی تھی جو اس لمحے دل کی دہائیاں سنتے ہوئے بھی اس کے خلاف فیصلے دے رہی تھی۔

"اس عزت افزائی کا شکریہ۔" اس کے خاموش ہونے پر احد نے بے ساختہ اور بڑی معنویت سے کہا تو اس نے چونک کر نظریں اٹھائیں جو سیدھی اس کی گہری سیاہ جذبوں کی قندیلوں سے سجی آنکھوں پر جا رکیں۔ اُس کے ایک ایک لفظ کو جھٹلاتی اس کی آنکھیں شرمین کا حوصلہ پست کر گئیں۔

بڑے صاف صاف لفظوں میں تحریر شرمین کے لیپا ہونے کا یقین اس کی آنکھوں کا مکین بنا ہوا تھا۔ وہ پلکیں جھپک کر رہ گئی۔ احد بے ساختہ مسکرایا۔

"کہتے ہیں کہ جھوٹ بولنے والے کی آنکھیں اس کا ساتھ نہیں دیتیں۔ بارہا یہ جملہ سنا تھا آج تمہاری آنکھیں پڑھ کر یقین آ گیا۔" بڑا کھلا کھلا انداز تھا اس کا شگفتگی بھرا۔

"دیکھیے احد صاحب۔"

اُس نے کچھ کہنا چاہا مگر احد نے ہاتھ اُٹھا کر اسے بولنے سے روک دیا۔

"میں تمہارے کسی لفظ کو جھٹلا نہیں رہا شرمین مگر کیا کروں تمہاری زبان سے زیادہ تمہاری آنکھوں کی حکایتیں دل کی پرکھ میں سچی ثابت ہوئی ہیں بہرحال۔" سرخوشی کے کئی احساسات سا بکھرا وہ بولتے بولتے اُٹھ کھڑا ہوا۔ شرمین نے ہارے ہوئے شکستگی سے بھرپور انداز میں اسے سر اُٹھا کر دیکھا جو اپنا ادھورا فقرہ مکمل کر رہا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہم اچھے دوست بھی بن سکتے ہیں۔ آئی ایم شیور، اب کے تم انکار نہیں کرو گی۔" بہت پاکیزہ ریا سے پاک نظروں سے اسے دیکھ کر وہ یقین اور اعتماد سے مسکرایا۔ اور ایک فائل اس کی طرف بڑھائی۔

"نہ یہ احسان ہے نہ جبر، نہ ہی کسی قسم کی زبردستی۔ یہ محض میری دوستی کا آغاز سمجھ لو۔ اس میں گزرے تین ہفتوں کے سارے لیکچرز اور نوٹس ہیں۔ تمہارے لیے فوٹو اسٹیٹ کروا کر رکھے تھے پلیز لے لو، میں ممنون ہوں گا۔"

فائل اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بے حد دوستانہ لہجے میں وہ کہتا، ایک ایک کر کے اس کے تمام مفروضے اور بہانے رد کرتا، گریز کے سارے دروازے بند کرتے ہوئے وہ اسے اس مقام پر لے آیا جہاں انا اور عقل کو بھلا کر صرف اور صرف خلوص کا دامن تھام لیا جاتا ہے تمام احتیاطیں بالائے طاق رکھ کر۔

"یہ میں لے تو لیتی ہوں مگر۔" وہ کچھ تذبذب میں مبتلا تھی۔

"وقت آنے پر اس احسان کا بدلہ چکا دیجیے گا محترمہ مگر فی الحال تو لے پکڑیے۔" وہ اس کے تذبذب کی توجیہہ کو پا گیا تھا تیکھے پن سے بولا۔

ایک بے اختیار سی زیرِ لب مسکراہٹ شرمین کے لبوں کا حصار کر گئی۔ احد نے طمانیت اور سرشاری سے مخمور، مسحور کن نظروں سے اسے دیکھا اور کینٹین کی طرف چل دیا۔ سوچا کہ اسے آفر کرے مگر اس کی متوقع خفگی کے خیال سے چپ ہو رہا۔

احد کے جانے کے بعد فائل کو بظاہر کھولے اسے پڑھتے ہوئے اس کا ذہن کسی اور طرف تھا۔ احد تو چلا گیا تھا مگر اس کے لیے سوچوں کے ہزار در وا کر گیا تھا۔ ابی اور ان کے اندھے فیصلوں کا خیال ذرا دیر پہلے والی خوشی اور لطیف سی طمانیت کا تاثر اپنے ساتھ بہا کر دور لے گیا تھا لہٰذا جس وقت زارا ہانپتی کانپتی اس کے قریب آ کر رکی، وہ چونکتے ہوئے بھی گم صم سی تھی۔

"آئی ایم رئیلی ویری سوری مینا۔ ایمان سے ابو نے دیر کروا دی آج۔ گاڑی خراب ہو گئی تھی ہماری اور ان کا اصرار تھا کہ مجھے یونیورسٹی ڈراپ کرنے وہی جائیں گے۔ بس میں خوارمت ہو وغیرہ وغیرہ۔" وہ آتے ہی شروع ہو گئی تھی مگر جب اس کے متوقع غصے کے بجائے طویل خاموشی نے استقبال کیا تو وہ ٹھٹکی۔

"سب خیریت تو ہے مینا۔ آر یو آل رائٹ؟" وہ بے حد متردد تھی۔

"ہوں۔۔۔ سب ٹھیک ہی ہے۔" گہری سانس بھر کر اس نے خود کو نارمل کیا اور خاموشی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

پھر زارا نے مزید کچھ کہنا چاہا، سوال کرنا چاہا۔ مگر اس نے جنرل اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے پچھلے دنوں کے پریکٹیکلز کا تذکرہ قصداً چھیڑ دیا کیونکہ اس وقت وہ احد اور ابی سے متعلق کوئی بات نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔ اور زارا کے ساتھ لیب کی طرف چلی آئی۔

احد کی تعاقب کرتی ہوئی نظروں نے دیکھا کہ وہ اس کی دی ہوئی فائل کو متاعِ عزیز کی طرح سنبھالے چلی جا رہی تھی۔ دل میں یک دم ڈھیروں سکون اتر آیا اور لبوں پہ آپ ہی آپ تبسم کھیلنے لگا۔

● ● ●

اپنے کام سے اسے کچھ غیر معمولی رغبت تھی، جبھی سارا دن اسی فکر میں رہتا، گھر لوٹ کر آ جاتا تو بھی دھیان آفس کے کسی نہ کسی کام میں الجھا ہی رہتا تھا۔

کچھ یہ بھی تھا کہ یاور علی صاحب ہر معاملے میں اس پر بھروسا اور انحصار بھی بہت کرتے تھے بلکہ بعض اوقات تو ان کا انداز اس قدر استحقاقانہ ہوتا کہ وہ اس درجے قربت اور اپنائیت پر حیران ہو جاتا تھا۔

ان کے اس قدر اندھے اعتماد پہ ذمے داری اور بڑھ گئی تھی اس کی، مشکل سے مشکل ڈیلنگ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ اس کے سپرد کرتے ہوئے اتنے مطمئن اور کامیابی کے اس حد تک پُرامید رہتے کہ لے اپنی تمام تر صلاحیتیں استعمال کر کے کانٹریکٹ حاصل کرنے پڑتے۔ یہی وجہ تھی کہ اس کی تندہی اور کام کے ساتھ کمٹ منٹ کے باعث بہت جلد اس بزنس ورلڈ کے اسرار و رموز اس کے حافظے کا حصہ بن گئے تھے۔

کبھی کبھی تو بی بی جان کو اس سے سخت قسم کی ناراضگی بھی ہو جاتی تھی کہ وہ ان کی اکلوتی اولاد ہو کر بھی انہیں وقت نہیں دے پاتا تھا۔ ہمدانی صاحب تو بہت عرصہ پہلے بیماری سے دوستی کر بیٹھے تھے جس کے باعث ایزد کو وقت اور عمر سے پہلے ہی عملی زندگی میں قدم رکھنا پڑا تھا۔

یاور صاحب کی مردم شناس نظروں نے اسے پہلے ہی جانچ لیا تھا چنانچہ جب ہمدانی صاحب اپنی علالت کے باعث اپنے کافی سے زیادہ شیئرز ان کے ہاتھ بیچ کر ان کے مقروض ہو گئے اور ایزد نے آگے بڑھ کر ناتجربہ کار ہونے کے باوجود اپنے بزنس کو ڈوبنے ہونے سے بچانے کی کوشش کی تو انہوں نے اس کی بہت زیادہ رہنمائی کی اور پھر یوں ہوا کہ ایزد دھیرے دھیرے اس سارے سسٹم کا حصہ بنتا گیا۔

بہت جلد نہ صرف اپنے شیئرز واپس خرید لیے بلکہ "یاور اینڈ ہمدانی کو" کے لیے ایک اہم ستون کی صورت اختیار کر گیا۔ یاور صاحب اس سے بہت مطمئن تھے بلکہ اس کے حوالے سے جانے کیا کیا پروگرام مرتب کر رکھے تھے انہوں نے اپنے ذہن میں۔

جب کہ دوسری طرف ایزد کو صرف اور صرف اپنے کام سے مطلب تھا۔ کبھی کبھی یاور صاحب کی طرف جانا بھی ہوتا تو بھی وہ ان کے گھریلو امور اور معاملات میں دلچسپی کا اظہار نہیں کرتا تھا تاہم کبھی کبھی یاور صاحب غصے میں یا جھنجلاہٹ میں اسے بہت کچھ بتاتے چلے جاتے اور وہ غیر محسوس طریقے سے ان کو مشورے بھی دے دیتا تھا۔

جانے اس کے انداز میں کوئی خاص بات تھی یا شاید یاور صاحب کو ہی کسی ہمراز کی تلاش نے تھکا ڈالا تھا کہ انہوں نے اس تک آتے آتے پڑاؤ ڈال دیا تھا۔

اپنی اہلیہ سے ان کی جو چپقلش تھی، اس کا اظہار کبھی کیا تو نہیں لیکن بارہا آمد و رفت کے باعث ایزد بھی ان کے مابین موجود تنازعوں سے کسی قدر باخبر ہوتا چلا گیا تھا اور یوں ہی رفتہ رفتہ شرمین اور زمین کے غیر معمولی رویے بھی اس کی سمجھ میں آتے چلے گئے۔ سمیر کی گھر اور گھر والوں سے بے گانگی سے بھی وہ اب واقف ہو چکا تھا۔

البتہ بات چونکہ ایک طرف کی سنی تھی اور حالات کو بھی اس نے یاور صاحب کے ہی زاویے سے پرکھا تھا لہٰذا فطری طور پر اس کا ووٹ آف فیور یاور صاحب کی طرف ہو گیا۔ سمیر کی حد درجے کی نالائقیوں کے باعث وہ ایزد کو اتنا قریب کرنے پر مجبور ہو گئے تھے تو اس میں بھی سارا قصور اس کے خیال میں سمیر ہی کا تھا۔

یاور صاحب نے غیر محسوس طریقے سے اسے یہی باور کرایا تھا کہ ان کی اولاد اور ان کی اہلیہ ان کے بس میں نہیں۔ خود پرست اور خودسر ہیں سب چنانچہ ہمدردی کا نرم گوشہ اس کے دل میں از خود یاور صاحب کے لیے پیدا ہو گیا۔

یوں بھی جب کبھی وہ اس طرف آیا زمین کی خاموشی اور بالخصوص شرمین کے تیکھے تیوروں سے اس نے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا کہ جو کچھ اسے بتایا گیا ہے وہ ہی ٹھیک ہے، یاور صاحب واقعی لائقِ ہمدردی ہیں۔

اب گزرے دنوں میں جھانک کر کون دیکھتا ہے کہ کس کا کون سا رویہ اس ردعمل کی وجہ بنا تھا۔ ایزد نے بھی یہ جاننے کی کوشش نہ کی کہ اگر گھر میں اس حد تک تناؤ اور کشیدگی ہے تو اس کا باعث "درحقیقت" کون ہے؟۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یاور صاحب ـــ

ان کی بیوی ـــ

یا ان کے بچے ـــ

کام اور کام کے جھمیلوں میں وہ اس قدر اُلجھ گیا کہ بی بی جان نے اس تنہائی اور گھر کے سناٹے سے تنگ آ کر اس کے منع کرنے کے باوجود اس کے لیے لڑکی تلاش کرنی شروع کر دی تھی اور بہت سے چہروں کے بعد ان کی نظرِ انتخاب صہبیہ پر آ ٹھہری تھی۔

اکرام صاحب کے والد علی صاحب سے ان کے سسر کی بہت پرانی دوستی تھی، دونوں گھروں میں آنا جانا بہت پرانا تھا۔ جب سفینہ بیگم اور علی صاحب کے درمیان رنجشوں نے اپنا جال بچھایا تو کچھ لوگوں نے ایک فریق کا ساتھ دیا تو کچھ نے دوسرے کا، البتہ چند افراد اور احباب ایسے تھے کہ جو اب بھی دونوں سے اسی طرح ملتے تھے نہ کسی کی حمایت میں تھے نہ کسی کے خلاف۔

ہمدانی فیملی کے روابط بھی "سفینہ لاج" اور "علی ولا" کے مکینوں سے یوں ہی قائم تھے چنانچہ بی بی جان نے سب سے پہلے علی صاحب سے ہی مدعا عرض کیا تھا کہ ایزد کے لیے کوئی اچھی سی لڑکی بتائیں انہوں نے یہ ہی کہا کہ ان کی پوتیاں اور نواسیاں سبھی بہت اچھی ہیں، وہ خود دیکھ لیں" البتہ علیحدہ کسی کا خاص ذکر نہیں کیا تھا مگر صہبیہ کا نام ان کے لبوں پر بھی آتے آتے ٹھہر گیا تھا کہ اس کے لیے تو انہوں نے "فرہاد" کا سوچ رکھا تھا۔

مگر یہ محض اتفاق ہی تھا کہ مسز ہمدانی کو صہبیہ ہی پسند آئی اور انہوں نے ڈھکے چھپے الفاظ میں اپنا مدعا سفینہ بیگم اور رخسانہ بیگم کے سامنے بیان کر دیا تھا اور انہوں نے بھی کسی حد تک رضا مندی کا ہی عندیہ دیا تھا اور اسی سلسلے میں وہ کتنے روز سے ایزد سے بات کرنا چاہتی تھیں مگر اس کے پاس فرصت نہیں تھی۔ چنانچہ انہوں نے بھی آخری ہتھیار "ناراضگی" کو ہی استعمال کرنے کی ٹھانی اور اس رات کو جب وہ کھانے کے وقت کمرے سے نہ نکلیں تو ایزد کو پریشانی لاحق ہو گئی۔

"نذیراں ـــ بی بی جان کہاں ہیں؟"

کرسی کھینچ کر بیٹھتے بیٹھتے وہ چونک کر پلیٹیں رکھتی نذیراں سے مخاطب ہوا۔

"اپنے کمرے میں ہیں جی۔"

"تو بلاؤ انہیں، کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔" اس نے بابا کے زیرِ لب مسکراتے چہرے پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"وہ نہیں آ رہی ہیں جی؟"

"کیوں؟" اس نے قدرے تعجب سے سوال کیا۔

"پتا نہیں صاحب۔"

نذیراں نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کچن کا رُخ کیا تو اس نے سوالیہ نظریں بابا پر مرکوز کر دیں۔

"کیا بات ہے بابا، بی بی جان کی طبیعت ٹھیک ہے؟"

اس کے لہجے میں تشویش اور تفکر جھلک رہا تھا۔

"ہاں ٹھیک ہیں وہ ـ بس ذرا موڈ خراب ہے۔"

اس کے فکرمند چہرے کو دیکھتے ہوئے انہوں نے متبسم انداز میں بتایا تو وہ کچھ ریلیکس ہوا اور پھر فوراً ہی دوسرا سوال داغ دیا۔

"مگر اس غیر اعلانیہ ناراضگی کی وجہ؟"

"تمہاری حد سے بڑھتی ہوئی مصروفیات اور بے توجہی کے باعث وہ کچھ ناراض ہیں تم سے۔ ایک وقت تھا جب ہم سے بھی انہیں یہی گلہ رہا کرتا تھا۔" ہمدانی صاحب نے شگفتگی سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کہتے ہوئے پرانے دنوں کو یاد کیا تو وہ بھی مسکرا دیا۔

"پھر آپ کیسے اُن کی ناراضگی دور کرتے تھے؟"

"انہیں منا کر۔ ان کی فرمائشیں پوری کر کے۔" اس کے سوال کا بڑا برجستہ اور سیدھا جواب آیا تو بات کچھ کچھ اس کی سمجھ میں آنے لگی۔

"آئی سی۔ تو مسئلہ یہ ہے۔" اس نے پُرسوچ انداز میں سمجھنے کا تاثر دیا۔

"جی برخوردار۔ اب تمہاری شادی ایک مسئلہ ہی بنتی جا رہی ہے۔ جتنا تمہاری بی بی جان کو جلدی ہے، تم اتنا ہی ٹال مٹول کر رہے ہو۔ گویا "ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار" کا مصرعہ صادق آ رہا ہے آپ ماں بیٹے پر۔ اور میں یہ کہہ رہا ہوں کہ یاالٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟"

اپنی علالت اور معذوری کے باوجود ہمدانی صاحب کی بذلہ سنجی اپنی جگہ قائم تھی۔ ایزد کا مزاج تو ان کے مقابلے میں بہت ہی مختلف تھا۔ کچھ چھوٹی عمر میں جب بے فکری کے دن اور لاابالی پن کی راتیں ہوتی ہیں، گھر کی ذمہ داری اور بابا کی علالت و معذوری نے اسے وقت سے بہت پہلے بڑا اور سنجیدہ بنا دیا تھا۔

البتہ بابا آج بھی ہمت و استقلال کا سمبل بنے اپنی فطری شگفتگی کو زندہ رکھنے میں یوں ہی کامیاب تھے۔ وہ ان کی بات پر دھیرے سے ہنسا اور کچھ کہے بنا بی بی جان کے کمرے کی طرف بڑھ آیا۔ قصد تو انہیں منانے کا تھا مگر ان کی فرمائش کے سلسلے میں ابھی اس نے کچھ سوچا نہیں تھا۔ گو کہ کئی مہینوں سے ان کا اصرار اس ضمن میں بڑھتا جا رہا تھا جب کہ اسے اپنا کیریئر بنانے کی دھن سوار تھی۔

"بی بی جان۔"

دروازہ ناک کر کے اس نے انہیں پکارا تو اندر کمرے میں چھائی خاموشی سے خفگی کی شدت کا اندازہ کر کے اس کے لبوں پر مسکراہٹ تیر گئی۔ دھیرے سے دروازہ کھول کر وہ اندر ہی چلا آیا۔ بابا کی اطلاع کے مطابق بی بی جان واقعی اس سے ناراض تھیں، جبھی اس کی آواز و آمد کا نوٹس نہ لیتے ہوئے جائے نماز پر بیٹھی تسبیح کے دانے تیز تیز گھمانے لگیں۔ ان کے اس معصومانہ سے انداز پر اسے اپنی غلطی کا اندازہ بڑی شدت سے ہوا۔

کتنی چاہ تھی انہیں بہو اور پوتے پوتیوں کی جب کہ وہ ان کو ہی نہیں ان کے خوابوں کو بھی مصروفیت کے باعث نظرانداز کرنے لگا تھا۔ گو کہ بابا بظاہر اسے کچھ نہ کہتے مگر ان کی آنکھوں میں تحریر بہت سی ان کہی باتیں پڑھ کر وہ دل ہی دل میں شرمندہ ضرور ہو جاتا تھا۔

بی بی جان نے آہٹ پر نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور دوبارہ یونہی منہمک ہو گئیں جیسے اس کے آنے سے ان کا کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ تو وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا ان کے پاس ہی کارپٹ پر آ بیٹھا۔

"کیا بات ہے بی بی جان، آپ کھانا کیوں نہیں کھا رہیں؟"

اک تغافل پنہاں تھا اس کے لہجے میں۔ بی بی جان نے اسے "تمہیں کیا فرق پڑتا ہے" کہتی نظروں سے دیکھا تو بے ساختہ اس نے ان کے ہاتھ تھام لیے۔

"آپ مجھ سے خفا ہیں، کھانے نے تو کوئی قصور نہیں کیا، اسے کیوں انتظار کروا رہی ہیں۔ معلوم ہے ناں آپ کو کہ رزق کو منتظر رکھنا کتنا غلط ہوتا ہے۔"

انداز منانے اور لاڈ و کھلنے والا تھا۔ بی بی جان ذرا کی ذرا موم ہوئیں مگر پھر فوراً ہی دوبارہ تیکھے تیوروں کا مظاہرہ کرتے ہوئے تسبیح مکمل کی۔ اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر آنکھیں بند کر لیں۔

وہ بھی چند ثانیے یوں ہی تحمل سے بیٹھا ان کی دعا کے مکمل ہونے کا انتظار کرتا رہا اور بالآخر جب ان کی طویل دعا اختتام کو پہنچی تو انہوں نے آنکھیں کھول دیں، وہ ان کے پاس ہی بیٹھا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"جاؤ جا کر کھانا کھاؤ۔ تمہارے بابا اکیلے ہوں گے اور تمہیں معلوم ہے کہ وہ تنہا کھانے کے عادی نہیں۔" جائے نماز تہ کرتے ہوئے انہوں نے قدرے لاتعلقی سے کہا۔

"اور آپ کو بھی معلوم ہے کہ میں آپ کے بغیر کھانے کا عادی نہیں۔"

اب کے اُس نے ان کا ہاتھ تھام کر بیٹھے بیٹھے کہا تو بی بی جان نے رُک کر اسے دیکھا۔ آنکھوں میں محبت اور شفقت تھی مگر جب بولیں تو لہجے سے نہایت خفگی عیاں تھی۔

"بس رہنے دو، دیکھ لی ہے میں نے تمہاری محبت۔"

"پلیز بی بی جان۔ مجھے اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع تو دیں۔" اُس نے قدرے گھبرا کر کہا۔

"کہہ لو جو کہنا ہے۔ کرو گے تو وہی جو من میں سمائے گا تمہارے۔"

ہاتھ چھڑاتے ہوئے انہوں نے بھرپور اور مکمل ناراضگی کا اظہار کیا تو اُس نے اُن کے بوڑھے وجود کو اٹھ کر مضبوط بازوؤں کی گرفت میں لے لیا۔

"اُف اس قدر خفگی۔ کمال ہے بی بی جان۔ حد کرتی ہیں آپ بھی۔ اچھا پلیز اس وقت تو چل کر کھانا کھائیں، بابا کی دوا کا وقت نکل جائے گا پھر بیٹھ کر آپ کی ناراضگی بھی دور کر دوں گا آئی پرامس۔"

ان کے ضدی اور شاکی لہجے پر وہ بے ساختہ ہنستے ہوئے انہیں زبردستی ڈائننگ روم کی طرف لے کر چل دیا۔

"سوچ لو۔ وعدہ کیا ہے تم نے۔" انہوں نے چلتے چلتے بھی وارننگ دی۔

"آپ کی محبت کی قسم بی بی جان۔ جو کہیں گی مانوں گا۔" تابع داری سے اُس نے سر جھکا کر اُن کے ہاتھ کا بے حد عقیدت سے بوسا لیا تو وہ سرشار سی ہو گئیں۔

"جیتے رہو۔ خدا تمہیں عمرِ خضر دے۔" اس کا اقرار ملتے ہی وہ نہال ہو گئی تھیں، جھٹ اس کی فراخ پیشانی چوم ڈالی۔

"میں نے بہت اچھی لڑکی دیکھی ہے، ہنس مکھ اور ملنسار۔ ایسی پیاری بچی ہے کہ لمحوں میں دل کو تسخیر کر لے۔ سچ کہوں ایزد، تجھے بہت خوش رکھے گی۔ اس بار انکار نہ کرنا۔"

ڈائننگ روم تک پہنچتے پہنچتے وہ ساری رُوداد اس کے گوش گزار کر چکی تھیں۔

وہ کچھ نہ بولا۔ محض مسکراہٹ دباتے سر کو خفیف سی جنبش دے کر اُن کی ہاں میں ہاں ملاتا رہا۔ بابا نے ان دونوں کو آتے دیکھا تو پلیٹ اپنی جانب سرکاتے ہوئے شدید بھوک کا احساس دلایا۔ حسبِ توقع ایزد اور بیگم ہمدانی نادم ہو گئے جس پر ان کی مسکراہٹ گہری ہو اٹھی۔

کھانے کے دوران بی بی جان صہیبہ کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتی رہیں اور وہ کنکھیوں سے بابا کو دیکھ کر خاموشی سے کھانے کے ساتھ انصاف کرتا رہا جن کے شگفتہ اور برجستہ جملوں پر بی بی جان کبھی کبھی جھنجھلانے لگتی تھیں۔ جان بوجھ کر ایسے ایسے سوال کیے کہ وہ خاموش ہو رہیں۔

مگر یہ خاموشی عارضی تھی ڈنر کے بعد انہوں نے نہایت سنجیدگی سے ایزد کو اپنے پاس بلایا اور ساری تفصیلات اسے بتا ڈالیں، ساتھ ہی فیصلہ بھی سنا دیا۔

● ● ●

شرمین کے یونیورسٹی جوائن کرتے ہی وہ بھی اسکول آنے لگی۔ اسکول میں پہلا دن تو جیسے پَر لگا کر گزرا تھا۔ پچھلے دنوں کی چیکنگ اور کریکشن کا کتنا ہی کام ادھورا پڑا تھا پھر کچھ پریکٹیکلز وغیرہ بھی مکمل کرانے تھے۔ سو وہ سب کچھ نمٹا کر جُت گئی۔

پہلی تین کلاسز لے کر جب وہ باہر نکلی تو کریکشن کا کام اُٹھا کر لیب میں چلی آئی یہاں خاموشی اور تنہائی میں کام زیادہ جلدی اور یکسوئی سے ہو سکتا تھا۔ کچھ کام بھی زیادہ تھا اور کچھ صبح اپنی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آمد پہ سمعان کی مسرت آمیز بے ساختہ کھل اٹھنے والی کیفیت کا خیال اسے کچھ زیادہ ہی تھکا گیا تھا۔

زیادہ تر وقت اس کے ردِعمل کو یاد کرتے ہوئے گزرا تھا مگر سمعان کی گہری براؤن آنکھوں کی چمکتی قندیلیں اتنی روشن تھیں کہ تصور کے پردے پہ بار بار آ کر اسے ڈسٹرب کیے جا رہی تھیں خصوصاً اُس کا یہ جملہ کہ۔

"تھینکس گاڈ، آپ آج آگئیں ورنہ تو کل میں خود صبح لینے آجاتا آپ کو۔"

اس کا فقرہ جتنا بے ساختہ تھا، اتنا ہی لہجہ معنی خیز تھا۔ اس نے چونک کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تو وہ اپنی بے اختیاری پہ ذرا کی ذرا نادم ہو کر زیرِ لب مسکرا دیا تھا۔

"آئی مین۔ مجھ پر کافی برڈن آ گیا تھا۔ ان فیکٹ میرے انسٹی ٹیوٹ میں سمسٹر کی ڈیٹ آ گئی ہے اس وجہ سے آپ کی غیر موجودگی بڑی پریشان کن ہو گئی تھی۔"

گو کہ سمعان نے اس کی مستفسرانہ نگاہوں کے جواب میں نارمل سے انداز میں شانے جھٹکتے ہوئے اپنی بات کا جواز بمعہ تاویل پیش کر دیا تھا مگر وہ جانتی تھی کہ اس کا گہرا گمبھیر لہجہ کس جذبے کی چغلی کھا رہا تھا۔

"آئی سی۔" سر جھکاتے ہوئے اس نے بے تاثر لہجے میں کہا اور پھر اس کی خود پہ مرکوز نظروں سے پزل ہونے لگی تو بلا ارادہ پوچھ بیٹھی۔

"کیا پڑھ رہے ہیں آپ؟"

"بزنس۔"

بڑا مختصر اور جامع جواب تھا اس سے مزید سوال نہ ہو سکے تو اٹھ کھڑی ہوئی۔ تیزی سے خود پہ حاوی ہوتی گھبراہٹ پہ قابو پانے کے لیے اس کا سمعان کی نظروں سے دور جانا بہت ضروری تھا۔

"میں چلوں گی، کلاس کا ٹائم ہونے والا ہے۔" گھڑی پہ ذرا کی ذرا نظر ڈالتے ہوئے جانے کے لیے پر تولے تو سمعان نے گہری نظروں کی محویت کو توڑتے ہوئے وال کلاک پہ نگاہ ڈالی۔

"ابھی پانچ منٹ میں اسمبلی ختم ہو جائے تو۔ چلی جائیے گا۔ ویسے آپ ذرا جلدی آنے کی کوشش کیا کیجیے۔" اب کے لہجے میں وہ تحکم تھا جو کہ ایک پرنسپل کی حیثیت سے اس کے لیے جزوِ لاینفک بن گیا تھا۔

"جی۔" ندامت سے اس کی آواز پست ہو گئی۔

سمعان نے اسے دیکھا، کبھی کبھی وہ اس قدر سہمی ہوئی اور ہراساں لگتی کہ اس کا دل چاہتا اسے اپنی ذات سے اتنا اعتماد بخشے کہ وہ پوری دنیا کے سامنے نظریں اور سر اٹھا کر کھڑی ہو سکے مگر اپنے گرد بنائے دائرے کو اس نے اتنا تنگ کر رکھا تھا کہ اس میں قدم رکھنے کی کوئی جگہ باقی نہیں تھی۔ وہ چاہتا بھی تو اس کے خول کو توڑنے کی کوشش نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ بظاہر نظروں کے سامنے رہتے ہوئے بھی اتنے فاصلوں پہ رہتی تھی کہ اس کی سماعتوں تک تو شاید اس کے جذبوں کی صدا بھی نہ پہنچ سکتی تھی۔

اس کے کہنے پر وہ بیٹھ گئی مگر نظریں خاموشی سے ہاتھوں کی لکیروں سے الجھتی رہی تھیں۔ سمعان نے خاموشی گراں محسوس کی تو اس سے پچھلے دنوں کی غیر حاضری میں ادھورے رہ جانے والے کاموں کے بارے میں باتیں کرنے لگا۔ کام سے متعلق گفتگو شروع ہوئی تو دھیرے دھیرے وہ بھی نارمل ہوتی چلی گئی۔

کچھ دیر بعد بیل بج گئی تو وہ پہلی فرصت میں پرنسپل روم سے نکل کر اسٹاف روم کی طرف چلی گئی۔ اس کے پیچھے ہلتے پردے کو دیر تک تکتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا کہ آخر کیا ہے اس لڑکی میں کہ دل تمام شدتوں سے صرف اسی کو چاہنے لگا ہے، اس کا ساتھ، اس کی سنگت کے خواب اتنے خوبصورت تھے کہ آنکھیں کھلی رہنے کے باوجود بصارتوں کا امتحان بنے رہتے۔

اس لمحے بھی وہ ان ہی خیالات میں غلطاں تھا کہ کلاس لگنے کی بیل بجی اور وہ حال میں لوٹ آیا۔ اور رجسٹر اٹھا کر سیکنڈ فلور پر بنی میٹرک کی کلاسوں کی طرف آ گیا۔

پھر سارا دن زمین بے حد مصروف رہی، سمعان نے اِدھر اُدھر ڈھونڈا بھی مگر نظر نہ آئی اور ابھی جب کہ بریک ـــــ ہو چکی تھی، وہ اسٹاف روم سے غائب لیب میں بیٹھی چیکنگ ورک کر رہی تھی کہ وہ اسے تلاش کرتا وہیں چلا آیا۔

"کام کتنا ہی اہم کیوں نہ ہو، اپنی ذات سے بڑھ کر نہیں ہوتا۔"

بڑی سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہ لیب میں داخل ہوا تو وہ جملے کی ساخت پر غور کر کے کچھ چونک سی گئی۔ تردد اور تفکر سے لبریز یہ لہجہ اس نے پہلے بھلا کب سنا تھا۔

سماعتوں کو اس انجان لمس سے آج پہلی بار آشنائی نصیب ہوئی تھی یا پھر کہنے والے کا انداز اتنا اچھوتا اور صرف اور صرف جذبوں سے پُر تھا کہ وہ بے خیال سی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"بریک ـــــ ہو گئی ہے زمین اور آپ کچھ کھائے پیے بغیر یہاں بیٹھی کام میں گم ہیں۔" مس زمین کہنے کے بجائے بڑی اپنائیت سے زمین کہہ کر پکارتے ہوئے وہ اس کے سامنے والی ٹیبل کے کنارے پر ٹک گیا۔

ڈارک گرے ڈریس پینٹ، وائٹ شرٹ اور میرون ٹائی میں ملبوس فریش موڈ اور شفاف نگاہوں سمیت وہ حسبِ معمول بہت اسمارٹ اور ڈیشنگ لگ رہا تھا۔

"جی ـــ وہ مجھے خیال ہی نہیں رہا۔"

اگلے جملے پر وہ چونک کر سنبھلی اور پین کا کیپ بند کرتے ہوئے خفت سے کہا۔

"کمال ہے اپنا بھی خیال نہیں رہتا آپ کو؟"

سادہ سے فقرے میں بہت کچھ کہہ دیا گیا تھا۔

"وہ دراصل کام کافی تھا اس لیے۔" اس نے جیسے صفائی پیش کی۔

"زیادتی کسی چیز کی بھی اچھی نہیں ہوتی۔ زیادہ کام کرنے سے آپ بیمار بھی ہو سکتی ہیں اور اس طرح تو میرا بہت زیادہ نقصان ہو جائے گا۔"

وہ پھر بے اختیار کہہ بیٹھا تھا، زمین نے جھٹکے سے سر اُٹھا کر اسے دیکھا تو اس نے بعجلت کہا "آئی مین میری غیر حاضری میں آپ کو ہی تو سب سنبھالنا ہے لہٰذا اگر آپ بھی صاحبِ فراش ہو گئیں تو بڑا مسئلہ ہو جائے گا۔" لہجے کی پریشانی کو اس نے شعوری کوشش سے چھپایا تھا۔

"جی ـــ" وہ محض اتنا ہی کہہ سکی۔

دھڑ دھڑ کرتے دل کو سنبھالنا یوں بھی مشکل تھا۔ اس پر سمعان کی موجودگی نے تو جیسے حواس ہی گم کر دیئے تھے، وہ ہلکان ہونے لگی تو سمعان کو ہی اس پر ترس آ گیا۔

"آئیے۔ اسٹاف روم میں بیٹھ کر کچھ کھا لیں تاکہ فریش ہو سکیں۔ اگلے دو پیریڈ آپ آرام کیجیے گا۔ میں اظہر صاحب کو کہہ دوں گا، وہ آپ کو REPLACE کر دیں گے۔"

بہت آرام سے کہہ کر وہ لیب سے باہر نکل گیا تو وہ پریشان سی اپنی جگہ کھڑی چند لمحے تک یہی سوچتی رہ گئی کہ آخر اس کا ہی اِتنا خیال کیوں رکھتا ہے وہ ـــ

کیا صرف اس لیے کہ اس کے دِل میں رنگین جذبوں کا قافلہ [illegible]

یا پھر اس لیے کہ وہ سلیمان صاحب کے دوست کی بیٹی ہے۔

یا محض اس لیے کہ اس کے چہرے پر برسوں کی تھکن بھی ہوئی ہے جو اس نے [illegible] ہی پڑھ لی تھی۔

"میرے خدا۔ اب کوئی نئی آزمائش نہیں ـــ اپنی [illegible] زندگی میں لکھنے والے اس [illegible]

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس دریچے کو بند نہیں کرنا چاہتی۔ سمعان کے دل میں اگر میرے لیے کوئی نرم گوشہ پیدا ہو بھی گیا ہے تو اسے ختم کر دے یا میرے معبود کہ یہ چاہت کی سوغاتیں مجھ جیسی بدنصیب کے لیے نہیں ہیں۔ میں پابند ہوں، پابجولاں ہوں، میرے ہاتھ پیر اَن دیکھی زنجیروں میں بندھے ہوئے ہیں۔ سمعان نہیں جانتے کہ میں محض ایک قیدی ہوں جس کی موت کا پروانہ کسی بھی وقت جاری کیا جا سکتا ہے۔

دل میں اپنے معبودِ برحق سے دعائیں کرتی وہ سست سست قدموں سے اسٹاف روم چلی آئی، جہاں سمعان بھی موجود تھا۔ چونکہ اس کی آخری کلاس بریک سے پہلے آدھی ہی لگتی تھی لہٰذا اکثر وہ ان سب کے ساتھ ہی لنچ کرتا کیونکہ بریک کے فوراً بعد ہی اسے فزکس کی کلاس لینی ہوتی تھی۔

وہ اپنی مخصوص نشست کی طرف آئی تو میز پر رکھی گرم گرم چائے اور ساتھ رکھی چکن برگر کی پلیٹ دیکھ کر کچھ حیران سی رہ گئی۔

"صوفیہ —"

اس نے صوفیہ کو مخاطب کر کے پوچھنا چاہا مگر سمعان نے بروقت اس کا جملہ اُچک لیا۔

"میں نے آپ کے کہنے پر یہ سب منگوا دیا تھا مس نرمین البتہ برگر کے ساتھ سلاد نہ مل سکا!"

سب کی موجودگی میں بڑے لیے دیئے سے انداز میں اس نے ایک لمحے کے لیے رُک کر کچھ اس طرح کہا جیسے اس کے علاوہ کوئی بات کرنا مقصود ہی نہ ہو اور رُخ پھیر کر مصطفیٰ سے محوِ گفتگو ہو گیا۔

البتہ وہ اپنی جگہ اس منہ در منہ جھوٹ پر کچھ دیر گومگو سی بیٹھی رہی مگر جب صوفیہ نے اس کی توجہ ٹھنڈی ہوتی چائے کی طرف دلا کر کھانے پر زور دیا تو مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق چکن برگر اٹھا کر آہستہ آہستہ کھانے لگی۔

مگر جونہی بریک کا وقت ختم ہوا اور تعدد سب اٹھ کر اپنی اپنی کلاسز لیے چل دیے تو وہ سمعان کے پیچھے چلی آئی اور قریب آ کر اس کی سوالیہ نظریں خود پر مرکوز دیکھتے ہی وہ سب بھول گئی جو چند لمحے بیشتر غصے میں وہ سوچے جا رہی تھی اور بولی تو یہ کہ۔

"آپ نے خوامخواہ تردد کیا۔" لہجے میں احسان مندی تھی باوجود خواہش کے وہ سختی سے نہ بول سکی کہ سب کی نگاہوں کا اسلوب اس کا سارا تلخ پن جذب کر لیتا تھا۔

سمعان دھیرے سے مسکرا دیا۔

"اگر یہ تردد ہے تو یہ اسے اپنا حق سمجھتا ہوں۔ آئی ہوپ آپ نے مائنڈ نہیں کیا ہو گا!"

لہجے میں کہہ کر اُسے جواب کا موقع دیے بغیر اس کی گلابی پڑتی رنگت پر نظر ڈالی۔ وہ لب ... بھرتا ہوا کلاس کی طرف چل دیا تو وہ ... کے جملے پر غور کرتی جہاں تھی وہیں رہ گئی۔

● ● ●

بھیرنت ... بھائی کی شادی کے ہنگامے دھیرے دھیرے جاگنے لگے تھے احد کے چونکہ سمسٹر نزدیک تھے لہٰذا نجمہ بیگم نے زیادہ شور شرابے سے منع کر رکھا تھا البتہ شام کے وقت ان کی بہنوں اور بھائیوں کی بیٹھک خوب رونق رکھنے لگی تھی۔

"آؤ ناں فرہاد۔ تم بھی ہمارا ساتھ دو۔ دور بیٹھے کیا دیکھ رہے ہو۔"

فرہاد کی ماموں زاد ثمنا نے اک ادا سے اسے پکارا تھا اور وہ جو اس وقت دولہا کے متعلق سوچنے میں مگن تھا، اس کی آواز پر حال میں واپس آیا تو بہت بے مزا ہو کر ناگواری سے اسے دیکھا۔

"شکریہ مجھے ان فضولیات سے کوئی انٹرسٹ نہیں۔"

خشک ... میں کہہ کر اس نے سارا غصہ اس پر انڈیل دیا۔

"ہائے، یہ سب فضولیات ہے۔ ہم تمہارے بھائی کی شادی میں رونق لگا رہے ہیں اور تم خوشی کے اس اظہار کو فضولیات کہہ رہے ہو۔" ثمنا تو اس کے کھردرے لہجے پر چپ ہو رہی مگر ساتھ بیٹھی شیتل نے فوراً دہائی دی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"جب تمہاری شادی ہوگی تب پوچھوں گی کہ اس بلے گلے میں کتنا مزا آتا ہے۔"

ایک اور کزن نے بے تکلفی سے کہتے ہوئے ڈھولک کی رسی کو کسا۔ تمام لڑکیوں نے فوراً معنی خیز اور شریر نظروں سے ثنا کی طرف دیکھا تو وہ جھلا اٹھا۔

لڑکیوں کے یہ واضح اشارے ہی کم نہ تھے، اس پہ ثنا کا شرمانا اس کا ضبط آزما گیا۔

"لاحول ولا ــــ" وہ تلملا کر اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

آفس سے واپسی پر ماما نے زبردستی اوٹ پٹانگ شاپنگ کے لیے اسے گھسیٹ لیا تھا اور اب جب کہ وہ تھک ہار کر اپنے کمرے میں آرام کی نیت سے جانے والا تھا، وہ سب زبردستی بلائے ناگہانی کی صورت میں نازل ہو گئی تھیں۔ چائے کے انتظار میں وہ لاؤنج میں ــــ بیٹھا تھا لہٰذا فوراً اٹھ کر بھی نہ جا سکا۔ مینرز نبھانے کے لیے وہیں رک گیا۔

اور یوں ہی ان سب کو یہاں جمع دیکھ کر اسے خیال آیا کہ اگر سفینہ لاج کے مکینوں سے ان کے تعلقات استوار ہوتے تو اس وقت زوہا بھی یہیں ہوتی کہ ثنا نے اس کی سوچوں کا دھارا روک دیا تھا۔

"لو یہ حضرت تو چل دیے۔"

شیبی نے اسے جاتے دیکھ کر بلند آواز میں یوں کہا جیسے باقی سب نابینا ہوں۔ ثنا نے اس کی اس بلند سرائی پر خاصے سخت تیوروں سے اسے دیکھا تھا۔

"ہیلو ہیلو کزنز ــ کیا ہو رہا ہے بھئی؟" احمد نے اندر آتے ہوئے حالات کی سنگینی کو محسوس کیا تو شگفتگی سے انجان بن کر سوال کیا۔

"فی الحال تو محض افسوس ہو رہا ہے۔"

شیبی نے ہی دوبارہ اپنی شامت بلانے کا قصد کیا تھا۔ ثنا نے تقریباً سالم نگلنے کے انداز میں اسے گھورا تو وہ چپ ہو رہی۔ احمد بھی جانتا تھا کہ بات یقیناً ثنا اور فرہاد سے متعلق ہے اور ابھی ذرا دیر پہلے اندر آتے ہوئے اس نے فرہاد کو کمرے سے نکلتے ہوئے بھی دیکھا تھا، پھر بھی تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"خیریت! ایسا کون سا سانحہ ہو گیا؟"

"ہائے ــــ

ایک ایسا سانحہ بھی ہو گیا ہے
مسافر راستے میں کھو گیا ہے

شیبی کے ساتھ بیٹھی عنبر کی زبان پر کھجلی ہوئی اور اس نے ثنا کی متوقع ناراضگی کا خیال ہوتے کے باوجود بڑی بے ساختگی سے کہا تو احمد سمیت سب بے اختیار ہنس پڑے۔

"انتہائی گھٹیا اور فضول ہو تم سب۔ دیکھ لوں گی میں تمہیں۔"

غصے سے دہکتی بل کھاتی ثنا جھٹکے سے اٹھی اور کچن کی طرف تیز تیز قدموں سے بڑھ گئی جہاں ثمر بیگم کی موجودگی متوقع تھی۔ آخر کو فرہاد کی شکایت بھی تو کرنی تھی۔ صرف ایک اسی پر تو بس چلتا تھا اس کا۔ احمد کے علاوہ سب نے کسی قدر ترحم آمیز نظروں سے اسے دیکھا۔ فرہاد میں اس کی دلچسپی کوئی ڈھکی چھپی بات نہ تھی، ثمر بیگم کی خواہش کا بھی اس "دلچسپی" میں کافی عمل دخل تھا تاہم فرہاد کا اکھڑا رویہ بھی کسی نظر سے مخفی نہ تھا۔ وہ سب جانتی تھیں کہ فرہاد اس سے حد درجے چڑتا ہے مگر خاندان کے بزرگوں کے فیصلے کا ابھی حتمی اعلان چونکہ نہیں ہوا تھا لہٰذا ثنا کو اس حوالے سے خوب چھیڑا جاتا۔ کوشش تو یہ بھی ہوتی کہ فرہاد کو بھی گھیریں مگر وہ رسہ تڑانے میں ہمیشہ کامیاب ہو جاتا تھا۔

احمد کو اندازہ تھا کہ فرہاد کہیں اور انٹرسٹڈ ہے اسی لیے وہ دل سے اسی کا حامی تھا کہ بہرحال وہ دونوں ایک دوسرے کے اچھے دوست اور مزاج شناس تھے۔ اسے معلوم تھا کہ اگر زبردستی کا رشتہ طے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بھی ہوگیا تو بھی فرہاد کمپرومائز کرنے والا نہ تھا۔ اسی لیے وہ گاہے بگاہے ماما کو بھی ڈھکے چھپے لفظوں میں یہ باور کرانے کی کوشش کرتا رہتا تھا کہ وہ فرہاد کے سلسلے میں کوئی بھی فیصلہ کرتے ہوئے اس کی رائے اور منشا کو بھی مدِنظر رکھیں۔

"عجیب ہے یہ تمہارا بھائی بھی احد۔ آخر یہ ہر وقت انگارے ہی کیوں چباتا ہے؟"

رمنا کے لہجے میں ناگواری تھی۔ شنا کی بہن ہونے کے ناتے اس کی انسلٹ کو وہ اپنی تذلیل سمجھتی تھی، اس وقت بھی بہت زہر خند لہجے میں استفسار کیا۔

"ارے ایسی کوئی بات نہیں۔ اصل میں مزاج کا شاہ ہے میرا بھائی اس لیے موڈ بنتے بگڑتے دیر نہیں لگتی۔ تم لوگ بھی آخر کیوں شیر کی کچھار میں ہاتھ ڈال بیٹھتی ہو۔ چلو اپنا کام کرو۔ ڈھولک اٹھاؤ اور شروع ہو جاؤ۔"

اس نے اس کی صفائی پیش کرنے کے ساتھ ہی انہیں بھی سرزنش کی اور فوراً ان کی توجہ اس کام کی طرف دلائی جس کے لیے وہ سب یہاں جمع ہوئی تھیں۔

"تم ساتھ دو گے؟" شمینی نے ادائے خاص سے سوال کیا تھا۔

"آف کورس۔ آخر کو میرے بھائی کی شادی خانہ آبادی ہے۔"

وہ بڑے مزے سے انجان بن کر بولا تھا، شمینی کلس کر رہ گئی۔

فرہاد اور احد دونوں ہی اپنی ننھیال کی ان بے باک اور حد سے بڑھی ہوئی بے تکلف کزنز سے سخت بے زار رہتے تھے۔ ہائی سوسائٹی کی نمونہ، اپر کلاس کی یہ الٹرا ماڈ لڑکیاں ان دونوں کے ضبط کا امتحان ہوتی تھیں۔

فرہاد تو بنا کسی مروت کے تڑاخ کر کہہ دیتا تھا البتہ احد ماما سے کسی حد تک دبنے کے باعث ذرا مفاہمت سے کام لیتا۔ یوں بھی اگر وہ فرہاد کی طرح ان کو جھڑک دیتا تو ماما سے کھری کھری سننے کو مل جاتیں اور یہی وہ نہیں چاہتا تھا۔

ثمر بیگم اپنے میکے کے بارے میں بے حد حساس تھیں۔ ذرا دیر میں جوان بیٹوں کو گھرکنے لگ جاتی تھیں لہٰذا وہ ضبط سے کام لیتا تھا۔ آج کل تو یوں بھی سٹرمیں کے باعث اس کا موڈ بے حد خوشگوار رہتا تھا اور پھر سب سے بڑھ کر یہ بات بھی تو تھی کہ گھر میں بھائی کی خوشی تھی سو وہ امتحانوں کی ٹینشن کے باوجود ہلہ گلہ کیے رکھتا تھا۔

ڈنر کے بعد ان سب نے خوب خوب بابر بھائی کا ریکارڈ لگایا اور پھر آئس کریم کھلانے پر انہیں زبردستی تیار کر کے ان کے ساتھ چل دیں۔ احد کو بھی گھسیٹنے کی کوشش کی مگر اس کے پاس اسٹڈی کا معقول بہانہ تھا البتہ فرہاد نے ٹکڑا توڑ جواب دے کر شنا کے سوجے ہوئے منہ کو مزید سوجا دیا۔ ثمر بیگم بمشکل برداشت کر سکیں۔ اور جونہی وہ سب باہر نکلیں ان کا غصہ جھڑکیوں کی صورت میں برسنے لگا۔

"بہت ہی زیادہ مس بی ہیو کرنے لگے ہو فرہاد۔ آخر کیا سوچتی ہوں گی میری بھانجیاں، بھتیجیاں وہ فرہاد فرہاد کرتے نہیں تھکتیں اور یہاں حضرت کا مزاج ہی نہیں ملتا۔"

"ماما پلیز۔ مجھے غیر ضروری بے تکلفی قطعی پسند نہیں، آپ سمجھا دیں انہیں۔"

وہ بھی بھرا بیٹھا تھا، فوراً کہنے لگا۔

"انہیں سمجھاؤں یا تمہیں۔ تمہیں تو لڑکیوں سے بات کرنے کا بھی سلیقہ نہیں۔ جانتے ہو میں ان ہی میں سے کسی کا تمہارے لیے انتخاب کرنے والی ہوں۔"

ثمر بیگم آتشیں لہجے میں اس سے مخاطب تھیں، آخری فقرے پر تو وہ یوں جھٹکے سے کھڑا ہوا جیسے انہوں نے اس کے سر پہ بم دے مارا ہو۔

"واٹ۔ ان فضول اور بدتمیز لڑکیوں میں سے آپ میرے لیے چوائس کریں گی۔ کبھی نہیں ماما،

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں ساری زندگی کے لیے یہ عذاب گلے میں نہیں ڈال سکتا۔ مجھ سے تو یہ دس منٹ بھی برداشت نہیں ہو رہیں کجا کہ تمام عمر۔ ہرگز نہیں۔"

اس نے ـــــ صاف کورا جواب دے دیا۔ ثمر بیگم کے تو گویا تلووں سے لگی سر پہ بجھی۔

احد نے بیچ میں آ کر کچھ کہنا چاہا مگر اس لمحے دونوں کے تیور بے حد خطرک ہو رہے تھے۔

"زبان سنبھالو فرہاد۔ میرے میکے کی لڑکیاں بدتمیز ہیں تو تم کون سے گلفام ہو۔ بات کرنے تک کے تو مینرز نہیں تمہیں۔ اس طرح ماں سے گفتگو کی جاتی ہے؟"

ان کا غصہ دوچند ہو گیا تھا اس کے ہتک آمیز انداز پر۔

"آئی ایم سوری ماما۔ مگر آپ اپنے ذہن سے یہ خیال نکال دیں کہ میں ان ال مینرڈ اور اوچھی لڑکیوں میں سے کسی کا ہاتھ تھاموں گا۔"

اپنے لہجے کو پست کرتے ہوئے اس نے معذرت کی مگر ساتھ ہی انہیں جتا بھی دیا کہ اسے ان کا یہ فیصلہ منظور نہیں۔ ثمر بیگم نے سناٹے میں گھورتے ہوئے اسے دیکھا۔

ان کی جہاندیدہ نظریں دیکھ رہی تھیں کہ یہ انکار محض ناپسندیدگی کی بنا پر نہیں ہوا تھا بلکہ اس کے پیچھے کوئی بہت بڑی "توجیہہ" کام کر رہی تھی اور یہ محرک کس نوعیت کا ہو سکتا تھا وہ سمجھ سکتی تھیں۔

چند ثانیے اس کے چہرے کو کھوجتی ٹٹولتی نظروں سے وہ چپ چاپ دیکھے گئیں تو وہ لامحالہ نظریں چرانے پہ مجبور ہو گیا کیونکہ ماں کی آنکھیں تو دل میں چھپے راز کھوجنے پر کمربستہ لگ رہی تھیں۔

"محض کوئی خاکہ تراش لیا ہے تم نے یا اس میں رنگ بھی بھرے جا چکے ہیں۔"

کتنے ہی بھاری لمحے گزرنے کے بعد ان کی بے تاثر آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔ قدرے چونک کر اس نے رخ ان کی طرف پھیرا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔"

اس نے قصداً نہ سمجھنے والا تاثر دیا تھا کہ اس لمحے کوئی ایسا جملہ نہیں سوجھ رہا تھا جس سے جاں خلاصی ہونے کی امید ہو۔ احد نے اسے مشکل میں دیکھا تو فوراً اس کی طرف سے بولا۔

"مطلب یہ ہے کہ میرے بھائی کہ ـــ"

"احد ـــ تم خاموش رہو اور اپنے کمرے میں جاؤ۔ اسٹڈی کے بہانے ہی توڑ کے تھے تم گھر پہ اب کتابیں کیا حفظ کر لی ہیں تم نے۔" ان کا طنزیہ بھڑکتا لہجہ احد کی زبان کو تالا لگا گیا۔

"پلیز ماما۔ آپ یقیناً غلط سمجھ رہی ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ اگر ہو گی تو میں آپ کو ہی بتاؤں گا۔"

پاپا کی گاڑی کا ہارن سنتے ہی اس نے مبالغے سے کام لیتے ہوئے گفتگو کو سمیٹا کیونکہ اگر وہ بھی ماما کا ساتھ دینے پہ آمادہ ہو جاتے تو اسے اس مسئلے کو حل کرنا مشکل ہو جاتا۔ ثمر بیگم نے بے یقین نظروں سے اسے دیکھا اور بنا کچھ کہے دروازے کی طرف بڑھ گئیں تو وہ احد کے ساتھ اوپر آ گیا۔

"بھائی ـــ" وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھا تو احد نے روک لیا۔

"ہوں؟"

"ماما سے تو آپ نے جھوٹ بول دیا ہے مگر مجھ سے غلط بیانی مت کیجیے گا۔ آج صاف صاف بتا دیجیے کہ اصل مسئلہ کیا ہے۔ اتنا تو میں بھی جانتا ہوں کہ آپ نے میری ہونے والی بھابی تلاش کر لی ہے۔" سنجیدگی سے کہتے کہتے اس نے شوخی سے پیش بندی کر ڈالی۔

فرہاد کچھ سوچتی، کچھ غور کرتی نظروں سے اسے دیکھتا رہا اور چند لمحوں بعد گہری سانس بھر کر شانے جھٹکتے ہوئے ٹیرس پر آ گیا، احد نے بھی تقلید کی اور اس کے پیچھے قدم بڑھا دیے۔

کچھ دیر تو وہ دونوں ہی خاموش رہے پھر فرہاد نے سب کچھ سچ سچ بتاتے ہوئے کمر ریلنگ سے ٹکا دی۔ احد نے جو کچھ سنا اس پر حد درجے تحیر کا شکار تھا۔

"او، آئی سی ـــ" اس نے سارا تاثر اس ایک جملے میں سمو دیا اور پھر کچھ توقف کر کے پوچھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اب کیا پروگرام ہے آپ کا؟"

"فی الحال تو میں بابر بھائی کی شادی پر ان سب کو انوائیٹ کرنے "سفینہ لاج" جانے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ بقیہ معاملات ان کے ردِ عمل کے مطابق ہی طے کروں گا۔" اس کے لہجے سے عزم صمیم چھلک رہا تھا، احد متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکا۔

"اور اگر ان کا ریسپانس پازیٹو نہ ہوا تو؟"

"تو بھی ماما کی خواہش تو کسی صورت پوری نہ ہو گی، زوہا نہیں تو شنا بھی نہیں۔" اس کا لہجہ قطعی تھا۔

"گویا کہ پھر کوئی تیسری ہو سکتی ہے؟" احد نے بظاہر سنجیدگی سے سوال کیا تھا۔ وہ محض مسکا تا ن کر رہ گیا۔ آنکھوں سے جھلکتی غیر متزلزل محبت احد کے سوال کا جواب تھی۔

● ● ●

پھر پڑھائی کا بھی خیال تھا اور کچھ دا جان کی طبیعت کے بارے میں بھی سن کر وہ متفکر ہوا تھی تھی مون کے عقیقے کے تیسرے روز اس نے علی ولا جانے کا قصد کر لیا۔ کتابیں سمیٹ کر شولڈر بیگ میں ڈالیں اور کپڑوں کا جھٹ پٹ انتخاب کر کے بیگ بند کر دیا۔

"صبھی! تمہارا فون ہے۔"

ابھی وہ امی کے پاس جا کر اجازت طلب کرنے کا سوچ ہی رہی تھی کہ مدحت نے اندر جھانک کر اطلاع دی۔ اس نے آنکھوں آنکھوں میں سوال کیا۔

"کوئی فرہاد علی صاحب ہیں۔"

"فرہاد بھائی!"

فرہاد کا نام سن کر وہ اتنی متعجب ہوئی کہ اس کے لہجے سے جھلکتی حیرت پر توجہ ہی نہ دے سکی۔ دا جان کے گھر سے اکثر وہ فون کرتا تھا مگر کبھی اپنا نام نہ بتاتا بلکہ علی ولا سے فون ہے کہہ کر اسے بلوا لیا کرتا تھا مگر آج تو اس نے اپنا باقاعدہ تعارف کروایا تھا۔ حیرت ایک قدرتی امر تھا۔

"اچھا میں دیکھتی ہوں۔" وہ سوچوں میں الجھی چپاک سے کمرے سے نکل گئی۔

مدحت نے متفکر نظروں سے اسے دیکھا۔ جانے وہ کیا کرنے والی تھی اور یہ فرہاد صاحب کون ہیں؟ اس نے یہیں بیٹھ کر اس کا انتظار کیا اور جونہی وہ لوٹی، وہ اس کے پاس چلی آئی۔

"ہو گئی بات؟"

"ہوں۔" وہ ابھی بھی کچھ سوچ رہی تھی محض ہوں کہہ کر خاموش ہو رہی۔

"بائی دا وے یہ فرہاد صاحب کون ہیں صبھی اور تم میں اس قدر دلچسپی کیوں لے رہے ہیں؟"

اس نے بلا تمہید ہی دل میں چھپا سوال لفظوں کے حوالے کر ڈالا تھا۔ صہیبہ نے بے حد حیرت و استعجاب سے اسے دیکھا اور پھر سوال سمجھ کر بے ساختہ ہنس پڑی۔

"فرہاد علی احتشام چچا کے بیٹے ہیں مدحت اور مجھ سے زیادہ زوہا میں دلچسپی لیتے ہیں۔"

اس کا جواب اتنا واضح اور غیر متوقع تھا کہ مدحت اپنی جگہ گنگ سی رہ گئی۔ صہیبہ نے اسے نروس پوزیشن میں دیکھا تو سنجیدگی سے بولی۔

"تمہاری آنکھوں میں فرہاد بھائی سے متعلق ایسا ہی سوال میں نے مون کے عقیقے والے روز بھی دیکھا تھا اس لیے تم سے شیئر کر لیا۔ زوہا اور فرہاد بھائی ایک دوسرے میں انٹرسٹڈ ہیں اور میں اسی حوالے سے ان کی ہیلپ کر رہی ہوں۔ "سفینہ لاج" اور "علی ولا" کے مابین موجود فاصلے نئی نسل کی خوشیوں کے غاصب بن رہے ہیں۔ بس یہی بتانا چاہتی ہوں میں سب کو۔"

وہ بہت کم سنجیدگی سے بات کرتی تھی مگر اس لمحے اس کے چہرے پر جو ٹھہراؤ اور عزم پھیلا ہوا تھا، مدحت کو یقین کرنا پڑا کہ وہ جو کچھ کہہ رہی ہے۔

"کیا تم میرا ساتھ دو گی؟" بہت آس سے اس نے مدحت سے سوال کیا۔

"صبھی! مگر یہ سب۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بہنیز مدحت، مجھے کمزور کرنے کی کوشش مت کرو۔ یقین جانو کہ اگر زوہا کی بات نہ بھی ہوتی تو بھی مجھے یہ سب تو کرنا ہی تھا۔ اب تو فرہاد بھائی بھی چند دنوں میں یہاں آنے والے ہیں ہمیں منزل کی طرف پہلا قدم بڑھانا ہے۔"

"واٹ — وہ یہاں آرہے ہیں؟"

مدحت کے حواسوں پر یہ دوسرا بم گرا تھا جو بھی سوچا نہیں، اس کی نوید دے رہی تھی صبیحہ اور وہ جیسے سکتے کی کیفیت میں تھی۔

"ہاں اور بہت جلد ہم ان کے یہاں جائیں گے۔ آئی ایم شیور ایک وقت آئے گا کہ یہ فاصلے سمٹ جائیں گے۔ پرانی رنجشوں کی جگہ نئے خوبصورت رشتے استوار ہوں گے اور زوہا اور فرہاد بھائی ایک ہو جائیں گے۔"

اس کے لہجے میں اس قدر جوش تھا کہ دروازے سے اندر آتی سفینہ بیگم باہر ہی ٹھہر گئیں۔

"کیا دا جان اور دادی جان کو اس معاملے کا علم ہے؟" مدحت نے بمشکل حیرت سے یہ سوال کیا تھا۔

"نہیں۔ مگر انہیں جلد معلوم ہو جائے گا۔"

اس نے مضبوط لہجے میں کہا۔ مگر اسی لمحے سفینہ بیگم نے کمرے کے اندر قدم رکھا صبیحہ اور مدحت انہیں دیکھ کر یک دم سفید پڑ گئیں۔

ان کے چہرے پر ٹھہرے تاثرات سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ سب سن چکی ہیں۔

صبیحہ کی سانس اوپر کی اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی۔

● ● ●

"دادی جان آپ —؟"

مدحت نے بے حد گھبرائے ہوئے انداز میں انہیں دیکھا اور ساتھ کھڑی صبیحہ پر پٹپٹاتی ہوئی نظر ڈالی خود صبیحہ کی حالت بھی اس سے مختلف نہ تھی، گھبراہٹ اس کے چہرے سے بھی مترشح تھی۔

"کوئی کام تھا دادی جان تو آپ مجھے آواز دے لیتیں؟"

کچھ دیر پہلے تو وہ مدحت کے سامنے بہت بولڈنیس کا مظاہرہ کر رہی تھی مگر اس لمحے جب دادی جان کی بے تاثر نگاہیں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں، وہ بھی حواس چھوڑے دے رہی تھی، گو کہ اس نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا مگر اس وقت حالت ایسے مجرم کی سی ہو رہی تھی جسے رنگے ہاتھوں گرفتار کیا گیا ہو۔ بڑی بڑی آنکھیں تفکر اور حیرت سے مزید کشادہ ہو رہی تھیں۔

سفینہ بیگم نے بے حد گہری نظروں سے ان دونوں کو باری باری دیکھا اور پھر گہری سانس بھر کر مخاطب ہوئیں۔

"میرا خیال ہے مون میری سنہری دانوں والی تسبیح یہاں لے آیا ہے۔ وہی دیکھنے آئی تھی۔"

ان کا لہجہ اتنا نارمل اور معمول کے مطابق تھا کہ وہ دونوں کشمکش و پیچ میں پڑ گئیں کہ آیا واقعی انہوں نے کچھ سنا بھی ہے کہ نہیں۔ کیونکہ ان کی ہمیشہ کی جھیل کی مانند ساکت آنکھوں میں کوئی خاص انوکھی کیفیت نظر نہیں آ رہی تھی بلکہ معمول کے مطابق شفیق اور پیار بھری نگاہیں ان پر مرکوز تھیں، ذرا دیر پہلے والا سپاٹ پن اب مفقود تھا۔

"جی — وہ آپ کی تسبیح میں نے لی تھی۔" ان کی بات پر جیسے مدحت نیند سے بیدار ہوئی تھی۔ بہ سرعت پلٹ کر کاؤچ پر پڑے تکیے کے نیچے سے تسبیح نکال کر ان کی طرف بڑھا دی۔

صبیحہ اس دوران نظروں کا زاویہ بدلے ہونٹ کاٹتے ہوئے عجیب ادھیڑ بن میں مبتلا کھڑی تھی۔

"صبیحہ بچے — تم کہیں جا رہی ہو؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اُن کے دُلار سے پُکارنے پر وہ بھی چونکی۔ اس کے پاس شولڈر بیگ تیار پڑا تھا، دادی جان کی نظریں اس پر سے ہوتی ہوئی صہبیہ کے چہرے پر آ رکیں۔

"جی ۔۔" وہ تذبذب میں پڑ گئی۔

"یہ داجان کی طرف جا رہی ہے دادی جان!" مدحت نے پست آواز میں انہیں اطلاع دی۔

"اوہ ۔۔" وہ کچھ خاموش ہو رہیں۔ سوالیہ نظریں اب تک صہبیہ پر جمی ہوئی تھیں۔

"وہ ۔۔ دراصل داجان کی طبیعت کچھ دنوں سے خراب ہے۔ ابھی فرہاد بھائی کا فون آیا تھا، ان سے پتا چلا ہے کہ انہیں دوبارہ سے ٹمپریچر رہنے لگا ہے، فرہاد بھائی بھی وہیں ان کے پاس ہیں مگر میں خود بھی جانا چاہتی ہوں۔"

کچھ اٹکتے ہوئے اُس نے کہنا شروع کیا اور قصداً فرہاد کا ذکر کرتے ہوئے سفینہ بیگم کے تاثرات نوٹ کرتی نظریں اُٹھائیں مگر ادھر وہی سکوت تھا جیسے مخاطب نے روزانہ کے کسی معمول کا ذکر کیا ہو۔

وہ دل ہی دل میں ان کے ضبط کی قائل ہو گئی جب کہ مدحت جو کہ اس موضوع پر حد درجے سہمی ہوئی کھڑی تھی۔ دادی جان کے رویے پر خاصی پریشان ہو گئی۔

"اپنی امی سے اجازت لی تم نے؟" انہوں نے پلٹتے ہوئے سوال کیا۔

"جی ۔۔ وہ ابھی ان ہی کے پاس جانے والی تھی۔" اس نے سینے میں اٹکی سانس خارج کی۔

سفینہ بیگم نے ذرا کی ذرا رک کر اس کی بات سنی اور پھر خاموشی سے کمرے کی دہلیز پار کر گئیں۔

"اوہ خدایا۔" مدحت نے ان کے نکلتے ہی گہری سانس لی۔

صہبیہ نے کچھ بے خیال سی نظروں سے مدحت کی جانب دیکھا اور خاموشی سے کاؤچ پر ٹک گئی۔

"کیا ہوا ۔۔ تم ایک دم ٹینس کیوں نظر آ رہی ہو؟"

مدحت متفکر سی اُس کے قریب آ بیٹھی۔ لہجے میں تشویش تھی۔

"داجان کے قصور کی سزا کتنی بڑی ہے مدحت کہ ان کے لیے کسی کے پاس دو لفظ پرسش احوال کے لیے نہیں ہیں۔" اس کی آواز بوجھل اور تھکی ہوئی تھی۔

مدحت نے بات سمجھ کر بھنوؤں کو اُچکاتے ہوئے اس کی بات کی تائید کی۔

دادی جان نے ایک لفظ بھی ان سے متعلق نہ پوچھا۔ کیا رشتے یوں بھی ٹوٹ جاتے ہیں مدحت؟ فاصلوں کی صلیب دلوں میں گڑ کر محبت کے سارے در مقفل کر ڈالتی ہے یا خود انسان اپنی محبت کو نفرت کا لبادہ اوڑھا کر اتنا سنگدل بن جاتا ہے کہ پھر کوئی جذبہ کوئی احساس در دل پر دستک نہیں دے پاتا۔"

اس کی آنکھوں میں خفیف سی نمی تیر گئی۔ کتنا دکھ ہوا تھا اسے سفینہ بیگم کے اس رویے کا صرف وہی جانتی تھی۔ رشتے کی گرہیں اتنی جلدی کھل کر بکھر جاتی ہیں کہ احساس کا ریشم سمیٹا نہیں جا سکتا، اس نے تصور بھی نہ کیا تھا۔

"پلیز صہبی ۔۔ بی ایزی، تم اس کو اتنا سیریس کیوں لیتی ہو؟"

اُس نے سوال کرتی نظروں سے مدحت کو دیکھ کر کہا تو وہ اس کی آنکھوں میں تیرتے آنسو دیکھ کر پریشان ہو اُٹھی، فوراً اسے ریلیکس کرنے کو بولی۔

"ہر شخص کی اپنی زندگی ہے اور اس سے متعلق فیصلے بھی اس کے اپنے ہی ہونے چاہئیں ناں، تم بھی تو شخصی آزادی اور ڈسیژن لبرٹی (Decision Liberty) کی قائل ہو پھر اتنا ہرٹ کیوں ہو رہی ہو؟"

وہ مدلل انداز میں نرمی سے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی تو اس نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔

"لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ انسان اپنے فیصلوں کی صلیب دوسروں کے کندھوں پر رکھ کر انہیں تمام عمر کے لیے پابجولاں کر دے۔"

بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں اُس نے سوال کیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"یہی بات تم دا جان کے لیے بھی تو سوچ سکتی ہو صہبی۔ اگر دادی جان نے ان کی جانب پیش رفت نہیں کی تو انہوں نے کون سا قدم اٹھایا بکھرے شیرازے کو سمیٹنے کی خاطر۔ انہوں نے تو اپنے بچوں کے لیے بھی پیچ اپ کرنا گوارا نہیں کیا۔ اب جب کہ بڑھاپے میں قدم رکھ دیا ہے تو اکیلے پن سے بیمار پڑ گئے ہیں۔ جوانی میں اپنی بیوی بچوں کا نہ سوچا۔ اس بات کی فکر بھی نہ کی کہ پیری میں کون ان کا ساتھ دے گا؟"

اب بھی مدحت کا ووٹ آف فیور دادی جان کی طرف تھا۔

"رشتے غرض کے لیے نہیں نبھائے جاتے مدحت۔ اگر دا جان نے مصالحت کی کوشش نہیں کی تو کم از کم دادی جان کو تو رویے میں لچک لانی چاہیے تھی، عورت تو خود کو مٹا ڈالتی ہے مگر اپنے گھر کو مٹنے نہیں دیتی مگر ـــ"

"پلیز صہبی ـــ" اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی مدحت نے اسے ٹوک دیا اور قدرے شکوہ کرتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"یہ تم کہہ رہی ہو جب کہ بنیادی انسانی حقوق کی زبردست حامی ہو۔"

مدحت کے انداز میں ملامت تھی، وہ خفت محسوس کیے بنا نہ رہ سکی۔

"میرا مطلب ـــ"

"مطلب وطلب کو چھوڑو صہبی۔ صرف اتنا سوچو کہ خدانخواستہ میرے منہ میں خاک اگر کوئی تمہارے حقوق اس طرح غصب کرے تو کیا تم اسے معاف کر دو گی۔ کر لو گی اپنا دامن وسیع ایسے شخص کے لیے جس نے تمہیں لمحہ لمحہ انا کی جنگ میں شکست سے دوچار کیا ہو؟"

مدحت تو گویا اس کا محاسبہ کرنے کھڑی ہو گئی تھی۔

"نہیں صہبی، تم بھی یہ بات برداشت نہیں کر سکو گی، رہ گئی اولاد کی بات تو اولاد کے لیے تو ازل سے عورت پستی چلی آئی ہے۔ ظلم اور جبر محض معاشرے کے خوف سے برداشت کرنا سمجھوتا یا قربانی نہیں بلکہ بذات خود اپنی ذات پر ظلم ہے، اپنے وجود سے زیادتی ہے۔"

مدلل لہجے میں کہتی ہوئی مدحت اسے یک دم بہت سمجھدار اور بڑی بڑی لگی۔ وہ مدحت جسے وہ اب تک کالج کی بے فکر لڑکی سمجھتی رہی تھی، آج کتنی سمجھداری کی باتیں کر رہی تھی۔

ٹھیک ہی تو کہا تھا اس نے جبر چاہے بندھن سے باندھ کر کیا جائے یا آزاد کر کے جبر ہی ہوتا ہے۔ استبداد کے خلاف نہ بولنا کمزوری ہے اور بزدلی کو سمجھوتے کے ساتھ ترازو میں تولنا محض حماقت ہے۔ زندگی گزارنے کے لیے صرف سمجھوتے ہی نہیں کرنے چاہئیں بلکہ حالات کو تبدیل کرنے کے لیے کسی نہ کسی رخ پر موڑنے کی کوشش ہی زندگی میں حرارت پیدا کرتی ہے ورنہ یکسانیت حیات کی تمام خوبصورتی کو چاٹ لے۔

"کیا عورت کی کوئی ذاتی حیثیت نہیں ہوتی کہ کبھی وہ بیٹی، تو کبھی بہن تو کبھی ماں کے رشتے کے حوالے سے سمجھوتے کی بھٹی میں جھونک دی جائے، بنا کسی تقصیر کے، بغیر کسی جرم کے ـــ"

مدحت بہت جوش سے پوچھ رہی تھی، صہبیہ کے چہرے پر قائل ہونے کا تاثر در آیا۔

"تمہارا کہنا درست ہے مدحت، مگر گھر بنانے کے لیے ایسا کرنا پڑتا ہے اور شاید ایسا ہی کرنا چاہیے، سمجھوتا گھر کی بنیاد ہوتا ہے۔"

گہری سانس بھر کر اس سے متفق ہونے کا عندیہ دیتے ہوئے بھی وہ اپنا مطمع نظر واضح کر گئی البتہ اب کے اس کا لہجہ بہت ٹھوس نہ تھا۔

"تو ایسا صرف عورت ہی کیوں کرے، مرد کیوں نہ کرے؟"

مدحت نے چھوٹتے ہی تیز لہجے میں سوال کیا تو صہبیہ نے گہری نظر اس پر ڈالی۔

"اس لیے کہ عورت کو مرد کے تحفظ کی ضرورت ہوتی ہے جب کہ مرد آپ اپنا محافظ اور بااختیار

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہوتا ہے اسے عورت کے سہارے کی خواہش ہوتی ہے نہ حاجت۔"

"غلط کہہ رہی ہو صہبی۔ مرد کو بھی عورت کے سہارے کی حاجت ہوتی ہے مگر اس وقت جب اسے کوئی اور نہ پوچھ رہا ہو۔ جیسے داجان، آج انہیں۔"

"مدحت۔" وہ کیا کہنے جا رہی تھی صہبیہ جانتی تھی، جبھی پہلے ہی قدم پر اسے ٹوک دیا اور سخت تیوروں سے دیکھتے ہوئے کمرے سے نکل آئی۔

امی سے داجان کی طرف جانے کی اجازت لینی تھی، دوسرے ذہن پر اب تک دادی جان کی غیر متوقع آمد پر گھبراہٹ کا غلبہ تھا۔ جبھی وہ سوچوں میں گم امی کی طرف آ رہی تھی کہ رستے میں فوزیہ مل گئی۔

"صہبی۔ تمہیں رخسانہ تائی بلا رہی ہیں۔"

وہ بھی امی کا ہی سندیسہ لائی تھی، اس لیے محض سر کو خفیف سی جنبش دے کر وہ آگے بڑھ گئی۔ امی نے اسے کیوں بلایا ہے، یہی سوچتی وہ ان کے کمرے کے دروازے پر جا رکی۔ اندر دبیز خاموشی کا راج تھا گویا اندر امی تنہا تھیں۔ لہٰذا وہ کچھ مطمئن سی اندر چلی آئی۔ دروازے پر دستک دینے کے بعد وہ اندر داخل ہوئی تو امی اسی طرف متوجہ تھیں۔

"آپ نے مجھے بلایا تھا امی؟"

سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھتی وہ ان کے پاس ہی آ بیٹھی۔

"ہوں۔ ایک بات کرنی ہے تم سے۔"

متبسم انداز میں اسے دیکھتے ہوئے انہوں نے شفقت سے اس کا گال تھپتھپایا تو وہ کچھ حیران سی ہو گئی۔

"امی کا یہ التفات بے جا نہیں ہو سکتا ـــــ ضرور کچھ خاص بات ہے۔"

ذہن کی کنڈلی میں شک کا ناگ لہرا رہا تھا۔

"کیا کوئی خاص بات ہے؟" ان کے تیور اس کے خیال کی مکمل تائید کرتے ہوئے نظر آئے تو اس نے بے تابی سے سوال کیا۔

"ہاں خاص ہی نہیں بلکہ خاص الخاص۔" انہوں نے بے ساختہ مسکرا کر اس کی گود میں دھرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"مجھ سے متعلق ہے؟" اب کے اس نے گھبرا کر سوال کیا جواباً انہوں نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ تجسس سے بے قرار ہو گئی۔

"کیا بات ہے، بتائیے ناں؟"

"بتاتی ہوں۔ پہلے تم یہ بتاؤ کہ اس وقت کہاں کی تیاری ہے؟"

اچانک ہی ان کی نظر اس کے کپڑوں پر پڑی تھی ورنہ پچھلے کئی دنوں سے سمسٹر کی فکر نے اسے حد درجے مصروف اور خود سے لاپروا کر رکھا تھا مگر آج وہ نہا دھو کر استری شدہ کپڑے پہنے ان کے سامنے آئی تو انہیں خیال آیا۔

"وہ میں داجان کی طرف جانا چاہ رہی تھی۔" ان کے سوال پر اس نے نظریں جھکا کر سنجیدگی سے بتایا۔

"کیوں؟ یہ بیٹھے بٹھائے تمہیں کیا سوجھتی ہے؟"

باوجود اس کے کہ اکرام صاحب اور نفیسہ بیگم نے انہیں سمجھا دیا تھا کہ وہ صہبیہ کو "علی ولاز" جانے سے نہ روکا کریں، وہ اس سے جرح کیے بنا نہ رہ سکیں۔

"پلیز امی۔ داجان کی طبیعت ٹھیک نہیں۔" اس کے ٹھہرے ہوئے التجائیہ لہجے میں کچھ تھا کہ وہ خاموش ہو گئیں پھر توقف کے بعد بولیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"مگر تمہارے سمسٹر شروع ہو رہے ہیں اگلے ہفتے سے۔"

"میں علی ولاز سے ہی چلی جایا کروں گی امی۔ یوں بھی یہاں میں یکسوئی سے پڑھ نہیں پاتی، مون بھی سارا وقت میرے پیچھے پیچھے رہتا ہے، نہ پڑھنے دیتا ہے نہ لکھنے۔" اُس نے عذر تراشا۔

"اور جو زوہا کے ساتھ کمبائن اسٹڈی ہوتی تھی، وہ کیا ہوئی؟۔"

رخسانہ بیگم نے اسے آڑے ہاتھوں لیا کیونکہ اسی کمبائنڈ اسٹڈی کے بہانے وہ گھنٹوں زوہا کے ساتھ کمرے میں بیٹھی باتیں بناتی رہتی تھی۔

"زوہا میرے بغیر پڑھ سکتی ہے امی۔ اب وہ بڑی ہوگئی ہے۔"

بے ساختہ آجانے والی مسکراہٹ کو روکتے ہوئے اُس نے شوخی سے کہا تو وہ بھی مُسکرا دیں۔

"تو پھر جاؤں ناں میں؟۔" ان کی مُسکراہٹ سے اُس نے اجازت مل جانے کا عندیہ لیا تھا۔

"میرے کہنے سے کون سا رُک جاؤ گی۔ کرو گی تو وہی جو دل میں سمائے گا۔"

"ہائے اللہ۔ نہیں امی۔ اب ایسی بھی کوئی بات نہیں، آپ نے مجھے اتنا بے مروّت سمجھ رکھا ہے؟" اُس نے لاڈ سے بازو ان کے گلے میں حمائل کیے تو وہ خفگی سے اُسے دیکھ کر رہ گئیں۔

"اچھا ٹھیک ہے، نہیں جاتی میں۔ بیمار کی عیادت کرنا ثواب ہے، تیمارداری تو میرا فرض بنتا ہے مگر آپ نہیں چاہتیں تو میں نہیں جاتی۔"

صاف صاف جذباتی طور پر بلیک میل کیا جا رہا تھا، وہ اس کی چال سمجھ گئیں، جبھی اس کا کان کھینچ ڈالا۔

"بس بس اب یہ ڈرامہ رہنے ہی دو۔ میں جانتی ہوں تمہارے ہر فعل کا ذمہ دار مجھے ہی ٹھہرایا جاتا ہے، اسی لیے تم مجھے پریشان کیے رکھتی ہو۔ چلی جانا اُن کے پاس ورنہ مجھے ہی سب موردِ الزام ٹھہرائیں گے۔"

انہوں نے کچھ ناراضگی اور کچھ محبت سے کہا تو وہ بے ساختہ مُسکرا دی۔

"تھینک یو سو مچ امی۔" وہ اُن کے گلے سے تقریباً لٹک گئی۔

"اچھا اب چھوڑو مجھے اور میری بات بھی سُن لو۔" اُسے خود سے علیحدہ کرتے ہوئے انہوں نے اسے بُلانے کا مقصد یاد دلایا تو وہ کچھ چونک کر سیدھی ہو بیٹھی۔

"کیا بات ہے؟۔"

"تمہیں اس روز مون کے عقیقے والے روز میں نے مسز ہمدانی سے ملوایا تھا۔ یاد ہے؟۔"

"مسز ہمدانی۔ کون مسز ہمدانی؟۔"

ان کے سوال کرنے پر اُس نے غائب دماغی سے انہیں دیکھتے ہوئے بے ساختہ پوچھا۔

"نصیبہ۔" رخسانہ بیگم نے سخت لہجے میں تنبیہاً اسے پکارا تو وہ ذہن پر زور ڈالنے کے لیے مجبور ہوگئی۔ اور ذرا سا یاد کرنے پر آسمانی ساری میں ملبوس پروقار سی مسز ہمدانی کا سراپا اس کی آنکھوں کی پتلیوں میں آن آیا۔ یاد آنے پر وہ ذرا سی مُسکرائی۔

"اچھا وہ۔ مسز ہمدانی۔ کیا ہوا انہیں؟۔"

"انہیں کچھ نہیں ہوا۔ بلکہ انہوں نے تمہارے لیے اپنے بیٹے کا پروپوزل دیا ہے۔"

جتنی بے فکری سے اُس نے سوال کیا تھا، اسی روانی سے رخسانہ بیگم نے جواب دیا تو وہ جیسے اپنی جگہ سے اُچھل پڑی

"واٹ؟۔"

"ہاں۔ انہوں نے تمہیں پسند کر لیا ہے۔ لڑکا ہمارا بھی دیکھا بھالا ہے تمہارے ابو اور نعیم بھی پسند ہے لہٰذا ہم انہیں ہاں کہنا چاہ رہے ہیں۔"

"مجھ سے پوچھے بغیر۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

امی کے صاف صاف فیصلہ سنا دینے پر اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ گویا اس کی زندگی کے بارے میں اس سے پوچھنا تو درکنار اسے بتانے کی بھی کوئی خاص ضرورت نہیں سمجھی گئی تھی اور اب جب کہ بالا ہی بالا بڑوں نے فیصلہ کر لیا تھا اسے محض اطلاع دی جا رہی تھی۔

"اب پوچھ تو رہی ہوں بیٹا۔" اس کے تیور دیکھ کر رخسانہ بیگم کو نرم ہونا پڑا۔

تاسف اور دکھ اس کے چہرے پر تحریر تھا۔ اسے اپنے تعلیم یافتہ والدین سے کم از کم اس رویے کی امید نہیں تھی۔ کہ وہ یوں اس کے علم میں لائے بغیر اس کی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ کر ڈالیں گے۔

"اب پوچھ رہی ہیں آپ یا محض بتا رہی ہیں مجھے۔ کیا میرے فیصلے کی کوئی گنجائش رکھی ہے امی آپ نے اور پاپا نے۔ انہوں نے میری رضا، میری خوشی جاننے کی کوشش کی نہیں ناں، صرف اپنا فیصلہ صادر کر دیا آپ سب نے۔"

صدمے کی شدت سے اس کی آنکھیں برسنے لگیں۔ رخسانہ بیگم اس کے اس قدر غیر متوقع ردعمل پر کچھ پریشان سی ہو گئیں۔

"کیا تمہیں اس رشتے پر اعتراض ہے صبیحہ؟"

رخسانہ بیگم کی آواز اسے گہرے کنوئیں سے آتی محسوس ہوئی۔ ایک جھٹکے سے وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور بے حد شاکی نگاہوں سے انہیں دیکھا، کتنا غلط سمجھی تھیں وہ اسے۔

اسے اس رشتے پر اعتراض نہ تھا۔ بلکہ اپنی بے وقعتی کا دکھ تھا۔

"اعتراض مجھے آپ کے رویے پر ہے۔ امی، جس بات کا حق مجھے مذہب دیتا ہے آپ نے اس پر بھی اپنا تصرف کر لیا۔ میری رضامندی کی کوئی حیثیت اور اہمیت نہیں آپ کی نگاہ میں" اس کے لہجے میں حیرت تھی، گلہ تھا، رخسانہ بیگم خفیف سی ہو گئیں۔

سچ ہی تو کہہ رہی تھی وہ۔ انہوں نے تو مسز ہمدانی کو کل رات فون پہ 'ہاں' بھی کہہ دی تھی۔

"بیٹا، کیا صرف یہی بات ہے یا تم کسی اور کو۔"

"امی پلیز۔"

رخسانہ بیگم کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی اس نے انہیں دبی دبی آواز میں چیخ کر روک دیا۔

"بہت افسوس ہوا ہے مجھے آپ کی اس بات کا۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آپ نے مجھے سمجھا ہی نہیں، نہ آج، نہ آج سے پہلے!"

شدید تاسف سے کہتی وہ انہیں ہکا بکا چھوڑ کر کمرے سے تیز قدموں سے چلتی باہر نکل گئی۔ تو انہوں نے سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔

"یا خدا۔ یہ کس مزاج کی لڑکی تو نے مجھے دی ہے۔ جب سے بڑی ہوئی ہے انگاروں پر چلاتی ہے مجھے۔" صبیحہ کے منفرد مزاج پہ وہ خدا سے شاکی تھیں۔

بیٹی کی تو انہیں یوں بھی کوئی خاص خواہش نہ تھی، اس پر خدا نے انہیں دو بیٹیوں سے نواز دیا تھا، کیا کرتیں اللہ کی امانت تھی لہٰذا فطری محبت سے مغلوب ہو کر دونوں کو کانچ کی طرح سنبھال کر پالا تھا۔

مگر شعور آتے ہی صبیحہ کی صاف گوئی نے جسے وہ ہٹ دھرمی اور خود سری سے تعبیر کرتی تھیں، ان کی ناک میں دم کر رکھا تھا۔

پوری دنیا شمال کو چلتی تو اسے جنوب کی فضا موافق آنے لگتی تھی اور جو سب مغرب کی طرف قدم بڑھاتے تو ـــــ مشرق کے سربستہ رازوں کو آشکار کرنے کی دھن اس میں سما جاتی، کچھ دیر وہ یونہی سر تھامے بیٹھی رہیں، پھر کچھ سوچ کر اٹھیں اور فون سیٹ اٹھا کر اپنے کمرے میں لے آئیں۔

● ● ●

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسکول سے واپسی پر وہ اس روز کافی تھکن محسوس کر رہی تھی، اس پر مستزاد گھر میں داخل ہوتے ہی ماحول میں کشیدگی کا احساس کر کے وہ خود کو مزید نڈھال محسوس کرنے لگی۔

لاؤنج میں اس وقت کوئی موجود نہ تھا تاہم امی جی اور ابی کے کمرے سے ابی کی غصیلی آواز آ رہی تھی گویا وہ اس وقت گھر پر موجود تھے۔

وہ حیران ہوتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی آئی۔ شرمین شاید اپنے کمرے میں تھی۔ اپنا شولڈر بیگ اسٹڈی ٹیبل پر ڈالتے ہوئے اس نے ابی کی آواز پر کان دھرتے ہوئے ان کی بے وقت گھر پر موجودگی اور غصے کا جواز اخذ کرنے کی کوشش کی۔

یقیناً سمیر سے متعلق کوئی بات تھی اور حسب معمول امی جی اپنی تمام تر توانائیوں سمیت اس کا دفاع کر رہی تھیں۔

"اوہ۔ تم آگئیں۔"

وہ لاؤنج میں چپ چاپ کھڑی ابی کے غصے کا سرا ڈھونڈنے میں مصروف تھی کہ شرمین نے کچن سے برآمد ہوتے ہوئے اسے چونکا دیا۔

"کیا ہوا؟ سب خیریت تو ہے؟"

شرمین کی طرف پلٹتے ہوئے اس نے بے حد سہمے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"جس قسم کی خیریت اس گھر میں ہو سکتی ہے۔ بس ویسی ہی ہے۔"

شرمین کا لہجہ بے حد تلخ تھا، وہ کچھ اور گھبرا گئی۔

"کیوں، کیا بات ہے؟ کچھ گڑبڑ ہوئی ہے کیا؟" اس نے گھبرا کر دریافت کیا۔

"کچھ نہیں ہوا ہے۔ ایک تو میں تمہاری اس پریشان ہونے کی عادت سے سخت عاجز ہوں۔ ادھر آؤ، پہلے کھانا کھا لو پھر سن لینا آج کی خاص خبریں۔"

شرمین ڈپٹتے ہوئے اسے اپنے ساتھ کچن میں کھینچ لائی۔ ملازمہ اس وقت گرم گرم روٹیاں بنا رہی تھی ان دونوں کو دیکھتے ہی کچن میں پڑی ڈائننگ ٹیبل پر کھانا سرو کر دیا۔

اس سے کھانا کیا کھایا جاتا۔ بے قراری سے ہاتھ دھونے کے لیے سنک کی طرف بڑھتی شرمین کا شانہ تھام لیا۔ آنکھوں میں استفسار درج تھا۔

شرمین اس کے حتمی انداز پر رک گئی پھر گہری سانس بھر کر اس کی طرف دیکھا۔

"سمیر دوسری بار بھی فرسٹ ایئر میں فیل ہو گیا ہے۔" اس نے بتایا۔

"اوہ نہیں۔" صدمے اور افسوس سے وہ ہونٹ کاٹ کر رہ گئی۔

"ابی نے آج آفس سے فون کر کے سمیر کا رول نمبر مانگا تھا مجھ سے۔ مجھے تو معلوم نہ تھا، سو لاعلمی ظاہر کر دی مگر انہوں نے کہا کہ اس کے روم میں جا کر تلاش کرو۔ چار و ناچار مجھے اس کے کمرے میں موجود ٹیبل کی دراز کھنگالنی پڑی اور نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔" شرمین نے بتایا۔

"کیا اسی وجہ سے ابی جلد گھر آ گئے ہیں؟" اس نے سوال کیا۔

"شاید۔" شرمین نے شانے اچکائے۔

"سمیر کہاں ہے؟ گھر آیا ہے وہ؟"

"نہیں۔ بارہ بجے ناشتا کر کے غائب ہو گیا تھا، اب تک نہیں لوٹا۔" شرمین کھانے کے لیے بیٹھتے ہوئے بولی۔

"اس کا مطلب ہے، ابھی اس کی ابی سے ملاقات نہیں ہوئی۔" وہ بھی تھکی تھکی سی، کہتے ہوئے کرسی دھکیل کر ٹک گئی۔

"ہاں۔ سمجھو ابھی ابی کا غصہ آدھا ہی اترا ہے۔" شرمین سرسری انداز میں کہہ کر کھانے کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"یعنی آدھا امتحان باقی ہے۔"

اس نے گہرا سانس کھینچتے ہوئے پانی کا گلاس لبوں سے لگایا تو شرمین نے اچٹتی نظر اس کے متفکر چہرے پر ڈالی جہاں تھکن کے احساس کے ساتھ ساتھ تردد کی پرچھائیاں بھی نظر آ رہی تھیں۔

"کھانا کھاؤ زمین۔ تمہاری بھوک ہڑتال سے اس گھر کی روٹین نہیں بدل سکتی۔ سمیر کے حصے کا بوجھ اسے ہی اٹھانے دو، خود پہ سوار مت کرو، جو ہوتا ہے، ہوتا ہے۔ تمہیں اس قدر ہلکان ہونے کی بھلا کیا ضرورت ہے۔"

ہاتھ روک کر وہ اسے سمجھا رہی تھی۔ زمین نے اسے رشک بھری نظروں سے دیکھا۔

کاش وہ بھی شرمین کی طرح مضبوط اور قدرے لاپروا ہوتی۔ کسی بات، کسی مسئلے کو خود پہ غالب نہ آنے دینے کا فن اگر اس کے پاس بھی ہوتا تو بھلا کیا حرج ہو جاتا۔

"میں خود کو اس گھر اور اس کے معاملات سے علیحدہ تو نہیں کر سکتی شرمین۔"

بڑی بے بسی سے اس نے کہا تو شرمین متفق ہونے کے باوجود کہنے لگی۔

"میں تمہیں علیحدہ ہونے یا خود کو اسولیٹ (Isolate) کرنے کے لیے کہہ بھی نہیں رہی مگر ہر بات کو اپنے اعصاب پر سوار کرنا بھی قطعی حماقت ہے۔ اس طرح تم محض خود کو اذیت دینے کے سوا کچھ نہیں کرتیں۔ خود سوچو، کیا اس طرح تمہارے کڑھنے اور پریشان ہونے سے تمام مسائل حل ہو جائیں گے؟ ۔ نہیں ناں، تو پھر اپنے آپ کو سزا دینا چھوڑ دو۔"

شرمین کا ناصحانہ وعظ شروع ہو چکا تھا اور وہ سوائے سر جھکانے اور خود کو سرزنش کرنے کے کچھ نہیں کر سکتی تھی سو اب بھی اثبات میں گردن ہلا دی۔

مگر اتنا تو شرمین بھی جانتی تھی اور وہ بھی کہ عمل کرنا کتنا مشکل ہے لیکن اس وقت خاموش رہنا ہی بہتر تھا جب ہی وہ چپ چاپ لقمے لینے لگی اور جلد ہی کھانے سے ہاتھ کھینچ کر اٹھ گئی۔ شرمین نے روکا بھی مگر اس نے "بھوک نہیں ہے" کہہ کر کمرے کی راہ لی۔

فی الحال اسے کچھ جرنل وغیرہ بھی چیک کرنے تھے جو وہ اپنے شولڈر بیگ میں رکھ کر لے آئی تھی نیند نہ آنے کی صورت میں ایک جرنل کھول کر بیٹھ گئی۔

کچھ وقت ہی سکوت سے گزرا تھا کہ باہر سے سمیر اور ابی کی اونچی اونچی آوازوں نے اسے چونکا دیا۔ سمیر گھر آ چکا تھا۔ گویا طبل جنگ بج اٹھا تھا۔

حسب معمول اس میں تو اتنی ہمت تھی نہیں کہ اٹھ کر باہر جاتی، تاہم خود کو بمشکل گھسیٹتی دروازے تک چلی آئی۔

سمیر حسب توقع ڈھٹائی سے ابی کو دوبدو جواب دے رہا تھا۔ اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ ابی سے اس کی تو جان جاتی تھی جب کہ وہ کس کمال سے دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان سے بلند لہجے میں بات کر رہا تھا۔

ذرا دیر بعد امی جی کی آواز بھی اس گھن گرج میں شامل ہو گئی تو بے بسی کی انتہا پہ اس کی آنکھوں سے آنسو پھسل کر گالوں پہ لڑھک آئے۔

اسی اثنا میں شرمین دروازے پہ دستک دے کر اندر چلی آئی۔

"معلوم تھا مجھے۔ تم بزدلوں کی طرح اندر بیٹھی آنسو ہی بہا رہی ہو گی۔"

خاصا تلخ لہجہ تھا اس کا، زمین نے بے ساختہ شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔

"بجائے باہر نکل کر سمیر کو سمجھانے اور امی جی کو ٹھنڈا کرنے کے تم یہاں رو رہی ہو۔ کیا فائدہ ایسی ہمدردی کا جو محض قولاً ہو، فعلاً نہ ہو۔ تم بڑی ہو زمین، کبھی تو آگے بڑھ کر کچھ بولا کرو۔"

شرمین کی بات پہ آنسو صاف کرتے ہوئے وہ حیران سی رہ گئی۔

"میں سمجھاؤں ان کو۔ وہ جو بڑے ہیں تم سے، مجھ سے۔ والدین ہیں ہمارے۔ کیا ہمیں انہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سمجھانا چاہیے۔ اور کیا وہ ہماری بات سمجھ لیں گے؟" اپنی پریشانی کو اُس نے الفاظ دے دیئے تھے۔

"وہ ہماری بات سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ ہمیں کم از کم ان سے کہنا تو چاہیے تھا زمین مگر تم نے نہ کبھی ہمت کی، نہ مجھے جرأت کرنے دی کہ میں امی جی اور ابی سے اپنے دل کی بات کہہ سکتی، انہیں بتا کہ ان کے اختلافات ہمیں کتنا ہرٹ کرتے ہیں۔"

درد میں ڈوبا اس کا لہجہ زمین کو متاسف کر گیا۔

سچ کہہ رہی تھی وہ، جب بھی وہ ابی اور امی جی سے کچھ کہنے کے لیے آگے بڑھتی، زمین ا... سمجھا بجھا کر چپ کرا دیتی تھی۔ کبھی اسے دل کی بات اس خوف سے زبان پہ نہ لانے دی کہ کہیں ابی... عتاب کا نشانہ سمیر کی طرح وہ دونوں بھی نہ بنیں۔ بلکہ وہ تو سمیر کو بھی زبان بندی کی راہ ہی دکھاتی تھی... امی کی طرف داریوں اور ہمت افزائیوں نے اس کو حد درجے خودسر اور بے لگام بنا دیا تھا۔

"جو شے دن کے اُجالے میں نظر نہ آئے، وہ چراغ دکھانے سے بھی دکھائی نہیں دیتی شر... امی جی اور ابی دونوں جانتے ہیں کہ اولاد اپنے والدین سے کیا چاہتی ہے اور کیا ڈیزرو کرتی ہے... انہوں نے قصداً ہمیشہ پہلو تہی کی، میرے تمہارے کہہ دینے سے بھی کوئی اثر نہیں پڑنا تھا، یقین کرو۔ سمیر کو دیکھو، اسے کیا ملا، وہ بھی تو اپنے تئیں حق کے لیے بولتا ہے۔" اُس نے رسانیت... تھکے تھکے لہجے میں شرمین کو سمجھایا۔

"اسے تو تم رہنے دو۔ وہ تو محض امی جی کا مہرا بن کر رہ گیا ہے۔"

شرمین نے ہنکارا بھر کر طنز سے کہا تو وہ اسے خالی خالی نظروں سے دیکھنے لگی۔

"بے کار باتوں میں پڑ کر پڑھائی سے بھی غافل ہو گیا ہے وہ۔ ابی...

کا غصہ آسمان سے باتیں کر رہا ہے جب کہ امی جی کی طرف داریاں ہی ختم ہونے میں نہیں آرہیں۔ سا... سال ایک مرتبہ بھی ابی یا امی جی نے اسے پڑھنے کے لیے نہیں کہا۔ ہم کہتے تھے تو وہ سنتا نہ... تھا اور اب جبکہ فیل ہو گیا ہے تو وہ طیش میں آ گئے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ امی جی کی غلط تربیت ا... غیر معمولی ڈھیل نے اسے کسی کام کا نہیں چھوڑا۔ کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے وہ سمیر کو بگاڑ رہی ہیں۔" بے پناہ رنجیدگی سے وہ کہہ رہی تھی۔ زمین کے پاس کوئی جواب نہ تھا پھر بھی اس کا ذہن ... رکھنے کو تھپتھپنے لگی۔

"ایسی بات نہیں شرمین۔ اصل میں وہ اسے ابی کی ڈانٹ سے بچانا چاہ رہی ہوں گی، مائیں ... اسی لیے اولاد کی طرف داری کرتی ہیں۔"

انداز صاف اسے بہلانے والا تھا۔ وہ استہزائیہ سی ہنسی ہنس دی۔

"اولاد کا دفاع کرنے اور اسے تباہ کرنے میں فرق ہوتا ہے زمین، اتنا تو میں بھی سمجھ سکتی ہو... یہ آوازیں سن رہی ہو۔" اُس نے خاموش ہو کر لاؤنج میں گونجنے والی ان تینوں کی تلخ کلامی کی طرف توجہ دلائی جو کہ اس لمحے سماعتوں پر گراں بوجھ محسوس ہو رہی تھی۔

"یہ انداز، یہ لہجہ صاف صاف معاندانہ اور حریفانہ ہے، اسے تم کسی بھی طرح حمایت نہیں کہہ سکتی... اور اگر کہو گی تو یہ تمہاری بے وقوفی ہو گی۔

یہ ٹھیک ہے کہ ماؤں کو بیٹوں سے محبت ہوتی ہے مگر یہ جائز اور ناجائز معاملے میں اسے ... کرنا نادان دوستی ہے۔ رہے ابی تو ان کی غیر معمولی اور ضرورت سے زیادہ سخت گیر طبیعت نے ایک ایسا کمیونیکیشن گیپ پیدا کر دیا ہے کہ نہ ہم انہیں سمجھتے ہیں اور نہ وہ ہمیں۔"

کرسی کی بیک سے ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے اس نے درد بھرے لہجے میں کہا۔ چہرے پر پھیلے گمبھیر تاثرات زمین کو بھی دکھی کر گئے۔

جن آنکھوں میں خوبصورت اور حسین خوابوں کے رنگ پھیلے ہونے چاہیے تھے وہاں ہر سُو ہم...

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تفکرات کے سائے ہلکورے لیتے رہتے تھے۔

وہ کوئی خواب دیکھنا بھی چاہتی تو ان دیکھے اندیشے اور خدشے سپنوں کے سارے رنگ نچوڑ لیتے تھے اور وہ تہی داماں محض خوف کا گٹھڑ اٹھائے تھکے ماندے قدموں سے خارزاروں میں بھٹکتی رہتی تھی۔

"تم شاید ٹھیک کہہ رہی ہو مگر امی جی اور ابی ہمارے والدین ہیں، ہم سے محبت کرتے ہیں۔ وہ ہمارے لیے غلط تو نہیں چاہیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ ان کی سوچیں ہمارے ہی لیے مخصوص ہیں۔"

اس کا انداز خود فریبی پر مبنی تھا، شرمین طنزاً مسکرادی۔

"دکھ تو یہی ہے کہ وہ ہمارے لیے سوچتے ہی نہیں۔ زندگی کے ان انیس برسوں میں میں نے انہیں آج تک ساتھ بیٹھ کر خوشگوار ماحول میں بات کرتے کبھی نہیں دیکھا۔ ہر وقت لڑائی، ناراضگی اور کشیدگی۔

ابی اور امی جی کے تنازعات ہماری زندگی کی خوشیوں کے غاصب بن رہے ہیں۔ اس کا تو انہیں احساس تک نہیں۔ میں اور تم تو پھر ایک دوسرے سے بول لیتے ہیں، دل کا بوجھ ہلکا کر لیتے ہیں مگر سمیر سے تو بات کیے دو دو دن گزر جاتے ہیں۔ وہ کسی بات پر بھی دکھی نہیں ہوتا یا شاید شیئر نہیں کرتا۔"

"وہ کچھ بے حس سا ہو گیا ہے۔" زمین نے اپنا تجزیہ بتایا جو کسی حد تک ٹھیک ہی تھا۔

"نہیں۔ وہ باغی ہو گیا ہے اور احتجاجاً خود کو علیحدہ رکھتا ہے سب معاملوں سے۔ سخت گیر باپ بچوں میں مزاحمت یا بغاوت پیدا کر دیتے ہیں۔ ایک انتہا دوسری انتہا کو جنم دیتی ہے۔ اس طرح ابی کی بے جا نکتہ چینی نے اس بغاوت کو وجود بخشا ہے۔"

وہ جذباتی ہو رہی تھی۔

زمین نے اسے سخت ٹینس دیکھا تو موضوع سے ہٹنے کے لیے پوچھنے لگی۔

"خیر ان باتوں کو تو چھوڑو۔ یہ بتاؤ تمہاری سمسٹر کی تیاری کیسی جا رہی ہے؟ تم آج یونیورسٹی کیوں نہیں گئیں؟"

"بس یوں ہی دل نہیں چاہا۔ یوں بھی سارے نوٹس وغیرہ تو میں گھر پہ لے آئی ہوں۔"

کچھ کھوئے کھوئے سے انداز میں لب کاٹتے ہوئے اس نے کہا اور اٹھ کر دروازے سے باہر نکل گئی۔

باہر طویل گھن گرج کے بعد خاموشی چھا گئی تھی۔ اس نے باہر جانے کا قصد کیا مگر سوچنے میں اتنا وقت صرف ہو گیا کہ شرمین واپس چلی آئی اور اس کے پیچھے پیچھے امی جی بھی تھیں۔

وہ ٹپٹا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ امی جی کی آمد یونہی نہیں ہوا کرتی تھی۔

"تم میں سے کس نے یاور کو سمیر کے رزلٹ کے بارے میں بتایا تھا؟"

کمرے میں داخل ہوتے ہوئے انہوں نے بے حد تیکھے تیوروں سمیت قہر برساتے لہجے میں سوال کیا۔ مخاطب دونوں تھیں، اس نے بے ساختہ شرمین کی طرف دیکھا۔

"میں نے بتایا تھا انہیں۔" شرمین نے انتہائی اطمینان سے ٹھہرے ہوئے لہجے میں سوال کا جواب دیا۔

"معلوم تھا مجھے۔ تم نے ہی بی جمالو کا کردار ادا کیا ہوگا۔ کیا ضرورت تھی انہیں سب کچھ بتانے کی؟"

بجائے اس کے کہ وہ سمیر کو سمجھاتیں، وہ الٹا اسے ڈانٹنے چلی آئی تھیں۔

"مگر امی جی۔ اس میں میری بھلا کیا غلطی ہے۔ آج نہیں تو کل ابی کو پتا چلنا ہی تھا، یوں بھی میں نے انہیں بطور خاص انفارم نہیں کیا تھا۔ انہوں نے فون پہ رول نمبر مانگا تھا مجھ سے۔"

کچھ سخت اور تیز لہجے میں اس نے اپنی صفائی میں کہا۔ امی جی کی بات پر وہ دونوں حیران رہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گئی تھیں۔

اب اس کی کسر رہ گئی تھی کہ ابی سے سمیر کا رزلٹ بھی چھپایا جائے، آج تک وہ اس کی بے کار سرگرمیاں ضرور ان سے مخفی رکھا کرتی تھیں مگر آج تو انہوں نے حد ہی کر دی۔

"تو تمہیں کیا ضرورت تھی ٹھیک نمبر دینے کی۔ کہہ دیتیں کہ مجھے نہیں معلوم۔"

وہ بنا اس کی بات کا اثر لیے، اسے مزید فہمائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولیں۔ تو بالآخر مجبوراً زمین کو ہی زبان کھولنا پڑی۔

"ابی کو بتانے یا نہ بتانے سے کیا فرق پڑتا ہے امی جی۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ سمیر اس بار بھی فرسٹ ائیر کلیئر نہیں کر سکا۔ آپ شرمین کو Condemn کیوں کر رہی ہیں۔ اصل غلطی تو سمیر کی ہے۔"

"ہاں ہاں، تم تو یوں ہی بولو گی۔ آخر کو آج ایک اچھا موقع ہاتھ لگا ہے مجھے اور میرے بیٹے کو باتیں سنانے کے لیے۔"

اس کی بات کا الٹا ہی اثر ہوا تھا بجائے شرمندہ ہونے کے انہوں نے زمین کو بھی لتاڑ کر رکھ دیا۔

"آپ کا بیٹا ہمارا بھی بھائی ہے امی جی۔ آخر آپ اس طرح کی باتیں کیوں کرتی ہیں؟"

شرمین سے رہا نہ گیا تو تڑخ کر بولی۔

"زبان کو لگام دے کر رکھا کرو شرمین، میں تمہاری ماں ہوں، کوئی غلام نہیں کہ جو جی میں آئے کہہ ڈالو۔ اور ہاں کان کھول کر سن لو آئندہ تم نے اپنے باپ کو سمیر کے خلاف بھڑنے کی کوشش کی تو اچھا نہیں ہوگا۔ سمجھیں۔"

شعلہ بار نظروں سے دیکھتے ہوئے انہوں نے شدید طیش کے عالم میں ان دونوں سے کہا اور غصّے سے پیر پٹختی باہر نکل گئیں۔

"دیکھا تم نے زمین۔ امی جی کی باتیں کتنی۔" مارے تاسف کے بات ادھوری رہ گئی اس کی۔

وہ تو ان کی بات پر دم سادھے کھڑی تھی شرمین نے گلوگیر لہجے میں کہا تو وہ بھی ڈبڈبائی آنکھوں میں آئی نمی کو پلکوں پر آنے سے نہ روک سکی۔ ڈبڈبائی نظر اٹھا کر ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا اور پھر رخ پھیر کر گالوں پر پھسل آنے والے آنسو صاف کرنے لگی۔

سیفی نے اسے اندر جھانکتے ہوئے اسے اطلاع دینے کے ساتھ ساتھ بغور دیکھتے ہوئے طویل گوشہ نشینی کا جواز تلاش کرنے کی کوشش کی جسے اس نے بنا کسی وقت کے محسوس کر لیا تھا۔

"اچھا۔ تم چلو میں آتا ہوں۔"

کتاب بند کرتے ہوئے اس نے بظاہر سرسری سا انداز اپنایا تھا تاہم سیفی کی آنکھوں میں چھپا تجسس اس نے صاف پڑھ لیا تھا۔

سیفی اس کی بات سن کر بھی باہر جانے کے بجائے خاموشی سے اندر چلا آیا۔ شاید اس کے لہجے کی نرمی کے باعث وہ کچھ کہنے کی ہمت کرتے ہوئے آگے بڑھ آیا تھا۔

"کتنی دیر سے پڑھ رہے ہیں آپ بور نہیں ہوتے ہیں۔"

انتہائی ضخیم کتابوں کی طرف بے زاری سے دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔ سمعان دھیرے سے مسکرا دیا۔

"بور ہونے کا تو سوال ہی نہیں مختار مسٹر۔ پرسوں سے پیپرز شروع ہو رہے ہیں، آخری سمسٹر ہے اس لیے محنت بھی دوگنی کرنی پڑ رہی ہے۔"

سیفی کے شانے پر دوستانہ انداز میں بازو پھیلاتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ نے پڑھائی تبھی تو اتنی دیر میں شروع کی۔ اگر ایک آدھ ہفتے پہلے سے اسکول کی ذمّہ داری پاپا پر ڈال دی ہوتی تو اچھا ہوتا۔ اب اتنے کم دنوں میں ٹائم تو دینا ہی پڑے گا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ساتھ چلتے سیفی نے کہا تو وہ محض کان کھجا کر رہ گیا۔ اب اسے کیا بتاتا کہ یہ تین چار دن بھی اس پر کس قدر گراں گزر رہے ہیں۔

جب سے زمین نے اسکول جوائن کیا تھا، خود اس کا دل اسکول میں ہی زیادہ لگتا تھا اس لیے بھی کہ اب وہاں اس کے لیے ایک الوہی کشش جنم لے چکی تھی اور اس لیے بھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ اس سربستہ راز جیسی لڑکی کو کھوجنے کی کوششیں کرتا تھا جو اسے نا جانے کیسے اور کیوں اتنی عزیز ہو گئی تھی کہ اس کی سوچیں اس کے دماغ کا حصہ بن گئی تھیں۔

اس کا خیال اور اس کا تصور شاہراہِ حیات میں کسی سایہ دار شجر کی مانند لگتا تھا۔

"ہیلو۔ کیا سوچ رہے ہیں؟" ماما کے کمرے کے دروازے پر پہنچنے پر سیفی نے اسے چونکا دیا۔

"یہی سوچ رہا تھا کہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو، کافی دیر ہو گئی مجھ سے کہ امتحان یوں سر پر آ گئے۔" مسکراتے ہوئے وہ اس کے ساتھ اندر آ گیا۔

"جی ماما۔ کیا بات ہے، کوئی کام ہے کیا؟"

"صبح سے کمرے میں بند پڑے جا رہے ہو۔ میں نے کہا کہ باہر نکلو کم از کم ہوا تو لگے تمہیں۔"

"ورنہ کیا پھپھوند لگ جاتی بھائی کو؟"

ماما کے کہنے پر سیفی نے بے ساختہ سوال کیا تھا۔ جواباً وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا جب کہ ماما اسے تنبیہی نظروں سے دیکھنے لگیں، جو بظاہر معصومیت سے آنکھیں پٹپٹا رہا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ مجھے باہر چلنا چاہیے، ماما کی نظریں میری طبیعت نازک پر گراں گزر رہی ہیں۔" اس نے ان کے تیور دیکھ کر منظر سے غائب ہونے میں ہی عافیت سمجھی۔

"ضرورت سے زیادہ عقلمند ہوتے جا رہے ہو برخوردار۔"

سمعان اسے جاتا دیکھتے ہوئے ہنس کر بولا تھا مگر ماما نے کوئی خاص تبصرہ نہیں کیا تھا بلکہ ادھر اُدھر کی باتیں چھیڑ دیں جن کا لب لباب یہ ہی تھا کہ اب وہ اور پاپا جلد از جلد حج کے لیے جانا چاہتے ہیں اور ان کے پیچھے گھر کو کس پر چھوڑا جائے۔ یہ ایک مسئلہ تھا اور اس مسئلے کے حل کے لیے وہ سمعان کی شادی کر دینے کا ارادہ رکھتے تھے۔

اور یہ بات تو پہلے سے طے تھی کہ فائنل سمسٹر کے فوراً بعد سمعان کی شادی کرنی تھی اور اس سلسلے میں وہ اپنی رضامندی بہت پہلے دے چکا تھا۔ مگر اب بات ویسی نہیں رہی تھی۔ گزرتے ہوئے کچھ مہینے اس کی زندگی میں ایک اہم اور انقلابی تبدیلی لائے تھے لہٰذا وہ جس نے ایک سال پہلے جہاں چاہیں شادی طے کرنے کا فیصلہ والدین پر چھوڑ دیا تھا آج ماما کی بات سن کر قدرے پریشان ہو اٹھا۔

"کیا آپ نے کہیں بات طے کر دی ہے؟" ڈرتے ڈرتے نظر اٹھا کر اس نے بے حد سنجیدگی سے سوال کیا۔

"کمال ہے تم بھی حد کرتے ہو سمعان۔ اگر کہیں بات طے کرتی تو تمہیں نہ بتاتی البتہ ایک دو لڑکیاں میری نظر میں ہیں۔ تم چاہو تو دیکھ لو، تمہارے پاپا تو اس کام میں میری کوئی مدد نہیں کر رہے۔ رہے وہ سفیان صاحب تو ان کے مزاج ہی نہیں ملتے۔ کوئی لڑکی انہیں اپنی بھابی بنانے کے لائق ہی نہیں لگتی۔ دادی اماؤں کی طرح ہر لڑکی کسی نہ کسی نقص کی بنا پر رد کر دیتا ہے۔"

بیگم سلمان خاصے بیزار کن لہجے میں کہہ رہی تھیں۔ اس نے بے حد سکون محسوس کرتے ہوئے گہری سانس کھینچ کر کرسی کی بیک سے کمر ٹکا دی۔

"تم سمسٹر سے فارغ ہو لو تو دیکھ لینا۔ کچھ گھرانوں کی لڑکیاں مجھے بہت پسند آئی ہیں۔" وہ اس کی طرف توجہ دیے بنا کہہ رہی تھیں مگر جب اس کی جانب سے کوئی اشتیاق جملہ نہ کہا گیا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تو انہوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"کیا بات ہے سمعان، تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

انہیں شاید اس کی طرف سے "جیسا آپ کہیں" والا مخصوص جواب ملنے کی توقع تھی جبھی اُس کی خاموشی ان کو کھٹکی۔

"جی وہ ــ"

فوری طور پر اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کہے، متذبذب سے انداز میں کچھ کہتے کہتے وہ رُک گیا۔ الجھی ہوئی آنکھیں اس پر مرکوز تھیں جن میں استفسار مچل رہے تھے۔

اُس نے دوبارہ کچھ کہنے کی سعی کی اور پھر کندھے اُچکا کر چپ ہو رہا۔

"بولو ناں بیٹا۔ کیا بات ہے؟ ہم ماں بیٹا ہی نہیں اچھے دوست بھی ہیں۔ تم نے ہمیشہ مجھ سے اور اپنے پاپا سے کچھ نہیں چھپایا۔ پھر آج کچھ شیئر کرتے ہوئے تم جھجک کیوں گئے؟"

ماما حیرت سے پوچھ رہی تھیں، اُن کا لہجہ اسے خفیف کر گیا۔

یہ سچ تھا کہ آج تک ماما اور پاپا سے اُس نے کچھ بھی مخفی نہیں رکھا تھا۔ حتیٰ کہ اکثر سیفی کو بھی وہ بہت کچھ بتا جاتا تھا مگر خصوصاً زمین کے معاملے میں وہ کسی سے کچھ نہیں کہہ سکا تھا، حتیٰ کہ فرہاد سے بھی نہیں جس سے وہ ہر طرح کے پرابلم ڈسکس کر لیتا تھا۔

ماما سے بات کرتے ہوئے خاص طور پر وہ بے حد اُلجھن محسوس کر رہا تھا کیونکہ سلمان صاحب کے یاور صاحب سے جس طرح اختلافات کے باعث تعلقات منقطع ہوئے اس کے بعد وہ ان کو پرپوزل لے کر جانے کے لیے کس طرح کہہ سکتا تھا۔

بالخصوص ایسی صورت میں کہ ان دونوں کو اُس نے بہت پہلے اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کا قطعی حق سونپ دیا تھا، اب وارداتِ قلبی کا ذکر کرنے کے خیال سے اسے پہلے ہی مرحلے پر سخت دقت کا سامنا ہو رہا تھا۔

شاید اس لیے کہ وہ ماما کے ممکنہ ردِ عمل سے ناواقف تھا اور اس ضمن میں کسی بھی قسم کا قیاس کرنا اس کے لیے مشکل تھا۔

"اِن فیکٹ ماما۔ میرا پوائنٹ آف ویو پہلے سے تھوڑا مختلف ہو گیا ہے۔"

ان کے حیرت بھرے سوال پر بالآخر اُس نے ٹھہر ٹھہر کر کہنا شروع کیا۔

"میں جانتی ہوں۔ پھر؟"

اُس کے چپ ہونے پر انہوں نے کچھ ایسے انداز میں کہا جیسے اس کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش کی ہو، لہجے میں نرمی اور حلاوت تھی لہٰذا اُس نے ان سے شیئر کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا۔

"پھر ایسا ہے کہ مجھے اس سلسلے میں کچھ لبرٹی درکار ہو گی، آئی مین آپ سے اور ــ"

"ہم نے تمہیں ہر طرح کی آزادی دے رکھی ہے سمعان، اگر تم اپنی زندگی کے کسی بھی فیصلے میں اپنا رول ادا کرنا چاہتے ہو تو یہ تمہارا حق ہے بیٹا۔ شادی انسان کی بالخصوص ایک بالغ شخص کی پسند سے ہی ہونی چاہیے۔ مجھے اور تمہارے پاپا کو آج تک تمہاری کسی بھی چوائس سے اختلاف نہیں ہوا پھر تم بات کرنے میں اتنی جھجک کیوں محسوس کر رہے ہو؟"

وہ ماں تھیں، اس کے کہنے سے قبل ہی جان گئیں کہ وہ کیا کہنا چاہ رہا ہے، جبھی اس کو کھل کر بات کرنے کا ماحول بناتے ہوئے رسانیت سے بولیں۔

"میں جھجک تو نہیں رہا۔"

وہ بے ساختہ ہی بولا تھا مگر جونہی نظر ماما کی آنکھوں سے ملی، وہ خود ہی جھینپ کر مسکرا دیا۔

"تو پھر مجھے نام بتاؤ اس کا جس کی خاطر تمہارے نظریات میں تبدیلی آئی ہے۔"

اس کے مسکرانے پر انہوں نے بھی ہنس کر سوال کیا۔ اُس نے ایک لحظہ ٹھہر کر اُن کا لہجہ جانچا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہں میں طنز کی بجائے اشتیاق اور بے پناہ محبت تھی جسے محسوس کر کے اس کے ذہن کا بوجھ ہلکا ہو گیا۔

اور وہ سب کچھ جو وہ کئی روز سے کہہ نہیں پایا، آج بنا رکے انہیں بتا گیا، ماما کا دیا ہوا اعتماد ــــ اتنا اثر انگیز تھا کہ پھر کسی خدشے کسی جھجک نے اس کا دامن نہ پکڑا، کوئی عذر دامن گیر نہ ہوا۔

"ہوں تو یہ بات تم نے بتانے میں ناحق اتنی دیر کی۔ معلوم ہے تمہیں تمہارے پاپا نے کئی بار مجھ سے ذکر کیا ہے۔ بالخصوص تمہارے حوالے سے۔"

اس کی بات بڑے اطمینان سے سننے کے بعد انہوں نے متبسم انداز میں انکشاف کیا تو وہ حیران سا رہ گیا۔

"پاپا نے آپ سے ذکر کیا میرے حوالے سے؟"

یہ خیال ہی کہ پاپا اس کے خوابوں تک رسائی حاصل کر چکے ہیں، اسے سٹپٹا گیا۔

"ہاں۔ آج سے چار یا پانچ سال پہلے جب یاور علی صاحب سے ہمارے ٹرمز تھے، سلمان نے مجھ سے کئی بار زمین کا تذکرہ کیا اور کمال حیرت ہے کہ انہوں نے بھی اسے اپنی بیٹی بنانے کے حوالے سے ہی پسند کیا تھا۔ اور اب بھی انہیں اندازہ ہے کہ تم زمین میں انٹرسٹڈ ہو۔"

وہ بتا رہی تھیں اور وہ بے حد استعجاب میں گھرا انہیں دیکھ رہا تھا۔

سمعان گردیزی جو کہ اپنے ملنے والوں میں کسی راز کی طرح مشہور تھا، جس کے چہرے کے تاثرات اس کے کنٹرول میں رہتے تھے، وہ اپنے والدین کے آگے کسی کھلی کتاب کی طرح تھا، جسے وہ شروع سے آخر تک بنا کسی دشواری کے پڑھ سکتے تھے اور پڑھ چکے تھے۔

کسی نے ٹھیک کہا ہے، ہم چاہے کتنے بھی بڑے ہو جائیں، اپنے بڑوں سے بڑے نہیں ہو سکتے۔ اولاد اپنے خیالات چاہے کتنے ہی پوشیدہ کیوں نہ رکھے، ماں باپ جان لیتے ہیں۔ بھلا جنہوں نے جنم دیا، کیا وہ نہ سمجھیں گے۔

ماما کی بات پر وہ بھی سر کھجا کر رہ گیا تھا۔ بڑا زعم تھا اسے کہ وہ اگر چاہے تو خود کو سات پردوں میں چھپا کر رکھ سکتا ہے مگر یہ عقدہ تو اب کھلا کہ وہ جنہوں نے اسے بولنا سکھایا تھا، اس کے دل میں چھپے لفظوں کو بنا کہے ہی جان لینے کی آج بھی صلاحیت رکھتے ہیں۔

"کیا انہوں نے آپ سے اس ضمن میں کچھ کہا۔؟"

کتنی ہی دیر بعد وہ کچھ کہہ سکا، انداز ابھی بھی خفت بھرا تھا۔ ماما اس کے جھینپے ہوئے انداز پہ ہنس دیں اور اٹھ کر اس کے سر پہ شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

"اولاد اور پراپرٹی میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے بچے۔ اولاد سے محبت ہوتی ہے اس پہ حق ہوتا ہے، اجارہ داری نہیں ہوتی۔ تمہارے پاپا نے تمہارا انٹرسٹ فیل کیا تو مجھے بتایا تھا اور اتنا تو میں بھی سمجھ سکتی ہوں کہ پہلے جو تم محض اپنی ذمہ داری نبھانے کی خاطر اپنے پاپا کی ہیلپ کے لیے ایڈمنسٹریشن سنبھالتے تھے، اب اس قدر تندہی سے کیوں جانے لگے ہو؟"

لطیف سی شوخی سمیت وہ گویا تھیں، وہ اپنی بے ساختہ مسکراہٹ کو ضبط نہ کر سکا۔

"یو آر جینئس ماما۔"

شوخی کا شوخی سے جواب دیتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا اور ان کے کندھے پہ اپنا بازو پھیلا دیا۔

"ظاہر ہے ماں کس کی ہوں۔"

ان کے لہجے میں تفاخر تھا۔ اس نے بڑی شان سے گردن اکڑائی۔

"اوہو۔ تو گویا لاڈ ہو رہے ہیں۔"

سیفی نے بمشکل یہ وقت باہر گزارا تھا، فرط تجسس سے اندر جھانکا تو موجودہ صورت حال

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پر تبصرہ کرتے ہوئے فوراً اندر چلا آیا۔ ماما اور سمعان نے چونک کر اسے دیکھا۔

"بڑے افسوس کی بات ہے ماما۔ مجھے باہر نکال کر آپ بھائی کو پیار کر رہی ہیں۔" بچپنے سے کہتا ہوا وہ صوفے پر ٹک گیا۔

"تو تمہارے حصے کا پیار تو نہیں کر رہیں ناں۔"

سمعان بہت کم اس سے اِس چڑانے والے انداز میں بات کرتا تھا مگر آج جانے کیوں میں اسے چڑا گیا۔

"آپ تو رہنے ہی دیں بھائی۔ ماما کی ساری توجہ آپ نے اپنی طرف کھینچ لی ہے۔ یہ کنسیڈر ہی نہیں کرتیں بلکہ سارا وقت ڈانٹتی رہتی ہیں۔" اُس نے منہ بسورا۔

"تم تو ہمیشہ شکایتیں ہی کرتے رہا کرو۔ کام بھی تو دیکھو اپنے۔ سارا وقت مجھے ستا رکھتے ہو۔ سمعان کرتا ہے کبھی ایسے۔"

ماما نے فوراً سے پیشتر تادیبی انداز اپنایا۔

"ارے ارے ماما۔ پلیز میرے چھوٹے بھائی کو نہ ڈانٹیں، یہ تو میرا دوست ہے۔" اس کا موڈ بگڑتے دیکھ کر سمعان کو آگے بڑھ کر اسے چمکارنا پڑا۔

"رہنے دو تم اس کے لاڈ۔ دونوں باپ بیٹے نے سر پہ چڑھا لیا ہے اسے۔ اس بار دیکھ میں سب سے کم نمبر آئے ہیں اس کے۔"

ماما نے شکایت کر دی تھی سیفی اس افتاد پر گھبرا گیا۔ بڑی مشکل سے انہیں سمجھایا تھا وہ سمعان کو نہ بتائیں کیونکہ یہ خبر سنتے ہی وہ دوست سے بڑا بھائی بن جاتا تھا مگر ماما۔ اِ وقت سارے وعدے وعید بھلا کر اس کی شکایت کر گئی تھیں۔

"یہ کیا سن رہا ہوں میں سیفی۔" اُس نے بھاگنے کا ارادہ کرتے سیفی کا کان پکڑ لیا تو منت پر اتر آیا۔

"پلیز بھائی۔ آئی ایم سوری، آئندہ آپ کو ایسی شکایت نہیں ہوگی۔" چہرے پر معص طاری ہو گئی۔ ماما مسکراہٹ دباتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی تھیں۔

"مگر اس بار ایسا کیوں ہوا؟" وہ مصنوعی غصے سے پوچھ رہا تھا۔

"وہ ان فنیکٹ مجھے فزکس کے ٹیچر سخت برے لگتے ہیں۔ ساری توجہ کلاس میں موجود لڑ کو دیتے ہیں۔" اُس نے بُرا سا منہ بنا کر بتانا شروع کیا۔

"سیفی۔" سمعان نے ٹوکا۔

"سچ کہہ رہا ہوں بھائی۔ بلیو می، میں ہی نہیں ساری کلاس کے لڑکے ان سے سخت چڑ ہیں، وہ ہیں ہی ایسے۔" سینے پر بازو لپیٹتے ہوئے اُس نے یقین دلانے کی کوشش کی۔

"مگر اس کا فزکس سے کیا تعلق ہے؟" اُس نے آنکھیں نکالیں۔

"تعلق ہے بھائی۔ جب پڑھانے والا ہی اچھا نہیں ہوگا تو سبجیکٹ میں دل خاک لگ اسی لیے تو میں آپ سے کہتا ہوں کہ خود دماغ ٹیچرز ہمیشہ بچوں کا فیوچر تاریک کر دیتے" اُس کا مقررانہ انداز عود کر آیا۔

سمعان سر پکڑ کر رہ گیا جب کہ وہ کہہ رہا تھا۔

"آپ مجھے کوئی بے حد نفیس سی ٹیچر کی ٹیوشن رکھ دیں پھر دیکھیں، فزکس میں اے مارکس نہ آئے تو میرا نام سفیان گردیزی نہیں۔"

اس کے لہجے میں جو وثوق اور خواہش تھی، بے ساختہ سمعان کو ترمین کی یاد دلا گئی جو کلاس کی اسٹوڈنٹس کا اب فیورٹ سبجیکٹ ہی فزکس تھا کیونکہ اسے مس ترمین تھیں۔

"کہاں کھو گئے بھائی! میں نے کچھ کہا ہے آپ سے۔"
سیفی نے چٹکی بجا کر اسے متوجہ کیا تو وہ مسکراتا ہوا سر ہلا کر اپنے کمرے میں لوٹ آیا۔
اب پڑھنے کا موڈ نہیں رہا تھا۔ ماما کی سنائی ہوئی خبر اس کے لیے بہت سی مسرتیں لائی تھی، گویا ماما اور پاپا اس کی خواہش سے متفق تھے، اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔
یہ خیال اس قدر حسین تھا کہ وہ خود کو نرمین کے بارے میں سوچنے سے نہ روک سکا۔

● ● ●

غزل کہنا
کسی سچی محبت کی جدائی پر
دکھوں کے درمیاں رہ کر
وفا کی نظم لکھ لینا
ابھی ممکن نہیں ہے

ابھی ممکن نہیں ہے
ہجر کے موسم کی آنکھوں سے
کسی کے وصل کی باتوں کے ہاتھوں سے
دعا کے حرف پڑھ لینا
ابھی ممکن نہیں ہے

ابھی ممکن نہیں ہے
شہر شام دشمناں کی
دشت نامہرباں میں پھر
محبت کا بیاں کرنا
ابھی ممکن نہیں ہے

وہ احد کی محبت کو قبول کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ اس لیے اس سے گریز برتنے کی خواہش میں لاشعوری طور پر اسے نظر انداز کر رہی تھی اور یہ بات گو کہ اس کے لیے قابلِ قبول نہ تھی مگر پھر بھی وہ ضبط سے کام لینے پر مجبور تھا۔
جن کو چاہا جاتا ہے، ان کے ناز اور نخرے بھی اٹھائے جاتے ہیں مگر یہاں بات نخرے یا ناز کی نہیں تھی بلکہ ادھر معاملہ ہی شدید ردِعمل کا تھا اور احد باوجود اس کے کہ کسی حد تک اس کی نیچر اور اس کے گریز سے واقف ہو گیا تھا، اس کے رویے کو اب سمجھنے کی کوشش میں الجھے جا رہا تھا۔
یہ سوال اس کے اعصاب پر سوار ہو گیا تھا کہ آیا نرمین کو خود پر اعتبار نہیں ہے یا احد پر یقین کرنا اسے مشکل لگ رہا ہے یا پھر ان دونوں صورتوں سے قطع نظر وہ محض اپنی انا کے گنبدِ بے در میں محصور ہے۔
سمسٹر کے باعث وہ سب اتنے مصروف ہو گئے کہ احد کے بہت سے سوال اس کے دل میں ہی رہ گئے تھے۔ دوسرے گھر میں بابر بھائی کی شادی کے ہنگامے ——— جاگ اٹھے تھے۔
یونیورسٹی وہ اس لیے آنے پر مجبور تھا کہ گھر میں پڑھنا آسان نہ تھا۔ شادی میں صرف مہینہ بھر رہ گیا تھا لہٰذا ماما نے مروت ایک طرف رکھ کر اپنے ارمان پورے کرنے شروع کر دیے تھے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دوسری طرف فرہاد اور بابر نے بھی اب آہستہ آہستہ ضروری کام نبٹانے شروع کر دیے تھے۔ احد گھر میں رہتا تو یوں ہی فضول کاموں میں ٹائم ویسٹ کرتا رہتا تھا لہٰذا پاپا نے اسے یونیورسٹی جانے کا حکم دے دیا تھا۔ سو اسے اُدھر جانا پڑا۔

اُس دن بھی وہ پاپا کی نظر بچا کر گھر پہ ہی رُک گیا تھا۔ فرہاد کو بھی آج کسی وجہ سے آفس نہیں جانا تھا لہٰذا وہ پڑھائی سے اچاٹ ہو کر اس کے ساتھ نکل آیا گو کہ ابھی کافی دن تھے شادی میں مگر کارڈ بانٹنے کا کام شروع ہو چکا تھا۔

"آج کہاں کہاں جانا ہے؟"

کارڈز مامانے چلتے ہوئے فرہاد کے ہاتھ میں تھمائے۔ اسے دیکھتے ہوئے احد نے پوچھا۔

"آج تو میں صرف ایک جگہ جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

گاڑی ریورس کرتے ہوئے فرہاد نے مسکرا کر خاصے پُراسرار لہجے میں کہا تو احد نے بھنویں اچکا کر سوالیہ تاثر دیا۔

"بس دیکھتے جاؤ۔"

وہ خاصی ترنگ میں تھا۔ احد کچھ کھٹک سا گیا۔ ڈرائیونگ اسپیڈ بھی بے حد تیز تھی۔

"بھائی خیریت تو ہے کہیں عالمِ بالا جانے کا پروگرام تو نہیں۔ اگر ایسا کوئی ارادہ ہے تو پلیز مجھے یہیں ڈراپ کر دیں۔ مجھے ابھی بہت سے نیک کام کرنے ہیں دُنیا میں۔"

اُس کی تیز رفتاری پر احد نے سہمنے کی بے حد اچھی اداکاری کرتے ہوئے کہا تو وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔

"ماشاءاللہ۔ مسرت چہرے سے ٹپکے پڑ رہی ہے، مجھے تو دال میں کچھ کالا نظر آ رہا ہے۔ پلیز مجھے ابھی سے بریفنگ دے دیجیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ فرطِ استعجاب سے میں فوت ہی ہو جاؤں۔"

"فضول نہ بکا کرو احد۔ بس خاموشی سے دیکھتے رہو۔"

اُس نے ڈپٹا اور پھر کیسٹ پلیئر آن کر کے دھیان ٹریفک کی طرف لگا دیا۔ گاڑی میں گونجتی جگجیت کی غزل خوبصورت ماحول پیدا کر رہی تھی۔

ملتا ہے سکون دل کو اس یار کے کوچے میں
ہر روز مگر جانا اچھا بھی نہیں لگتا!
لیکن وہ ترا وعدہ جھوٹا بھی نہیں لگتا
آ جائے کسی دن تو ایسا بھی نہیں لگتا!

احد شوخی سے کھنکار کر بظاہر ونڈ اسکرین کے اُس پار دیکھ رہا تھا مگر فرہاد اُس کے چہرے پہ کھلتی شرارت سے اس کا مافی الضمیر سمجھ گیا تھا لہٰذا مسکراہٹ لبوں کی تراش میں سجائے چپ چاپ ڈرائیونگ کرتا رہا۔

اس دوران احد نے اس سے بہت کچھ پوچھنا بھی چاہا مگر اس نے کوئی بات نہ بتائی اور جب بریک لگا کر اس نے احد کو اُترنے کا اشارہ کیا تو سامنے بنی عالیشان طویل و عریض کوٹھی کی پیشانی پہ جگمگاتے "نفیسہ لاج" کے حروف اسے منجمد کر گئے۔

"بھائی!"

اُس نے بے حد استعجاب سے رُخ موڑ کر مطمئن بیٹھے فرہاد کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

● ● ●

"ارے بھئی! مجھے کیا دیکھے جا رہے ہو۔ گاڑی سے اترو اور بیل بجاؤ جا کر۔"

احد کے تحیّر کے جواب میں فرہاد نے بے حد سکون اور نارمل سے انداز میں اس کی بات گویا نظر انداز

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لے ہوئے اگنیشن سے چابی نکالتے ہوئے کہا تو احد نے قدرے الجھن آمیز نظروں سے اسے
ھا۔

"آر یو شیور بھائی! آپ کو یہاں ہی آنا تھا؟"

وہ اب بھی کچھ بے یقین سا تھا۔ فرہاد یہاں آنے کے ارادے سے گھر سے نکلا ہے یہ بات تو
اُنے سان و گمان میں بھی نہ تھی۔

"پوزیٹو۔"

اب کے فرہاد تمام تر سنجیدگی سے کہہ اٹھا اور دروازہ کھولنے ہی لگا تھا کہ احد نے اسے کندھے
پکڑ کر روک دیا۔ اپنی حیرت پر قابو پا کر اس سے گویا ہوا۔

"ایک سیکنڈ۔ پہلے میری بات سن لیں۔"

"کیا بات ہے؟" اس کے چہرے پر استفسار درج تھا۔

"کیا آپ نے ماما اور پاپا سے ذکر کیا تھا، یہاں آنے کے بارے میں اُن سے اجازت لی تھی؟"

اس کے دریافت کرنے پر فرہاد کی بھنویں تن گئیں۔

"میں کوئی بچہ نہیں ہوں احد کہ ہر کام اجازت نامہ لے کر کروں اور یوں بھی یہ کسی غیر کا گھر نہیں
ت قریبی رشتہ بنتا ہے ہمارا ان سے۔"

اس کا انداز بے لچک تھا۔

احد کے لبوں پر "قریبی رشتہ" کہنے پر مسکراہٹ دوڑ گئی جسے اس نے جلد چھپا لیا۔

"آف کورس۔ آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ مگر ماما کے علم میں اگر یہ سب کچھ بعد میں لایا گیا تو
ان کا غصہ اور خفگی یقینی ہے۔ پلیز فرہاد بھائی! آپ معاملے کی سنگینی کو سمجھیں جس خیال اور جس
اہش کے پس منظر سمیت آپ وہاں جا رہے ہیں، وہ کچھ ایسی معمولی اور غیر اہم نہیں کہ بنا کچھ سوچے
ھے قدم بڑھاتے چلے جائیں؟"

احد اسے دوستانہ انداز میں سمجھا رہا تھا۔ فرہاد کے مقابلے میں وہ جذبات سے زیادہ ہوشمندی
حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے حکمت عملی ترتیب دینے کا عادی تھا۔

"کیا مطلب؟" فرہاد کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔

"مطلب یہ کہ آپ کو کم از کم پاپا سے ضرور اس ضمن میں بات کرنی چاہیے تھی۔ اگر آج آپ نے اپنے
ا بوتے پر "سفینہ لاج" کے مکینوں کے آگے دل کھول کر رکھ دیا اور ان کا جواب مثبت نہ ملا
پھر ماما اور پاپا بھی اس عزت افزائی پر آپ کے خلاف ہو جائیں گے۔ یہ آپ اچھی طرح جانتے
ہ۔ بالخصوص ماما کی پسندیدگی اور نظر انتخاب سے آپ بخوبی واقف ہیں؟"

احد اپنے تئیں اسے سمجھا رہا تھا، حقیقت کا آئینہ دکھا رہا تھا مگر فرہاد کے چہرے پر متاثر ہونے
الی تاثر نہ تھا۔ احد چپ ہو کر اس کے بولنے کا منتظر ہو گیا۔

"جو تم کہہ رہے ہو میں اسے اچھی طرح سمجھتا ہوں احد، جانتا ہوں کہ ماما کے عزائم کیا ہیں؟ البتہ
نے یہ کارڈ خود بھیج دیا تھا کہ "سفینہ لاج" پہنچا آؤں، ماما کے سامنے کی بات ہے۔ تاہم میں نے
خواہش اور ارادے کا ان سے ذکر نہیں کیا۔ یہ سچ ہے، محض اس لیے کہ میرے خیال میں ابھی
کا مناسب وقت نہیں آیا۔"

وہ ذرا سا رُکا پھر قدرے متفکر بیٹھے احد کو دیکھ کر مسکرا دیا۔

"تم زیادہ ٹینس مت ہو۔ مجھے اس معاملے کو ٹیکل کرنا ہے لہٰذا ایسا کوئی قدم تو میں بھی نہیں
انا چاہتا جو مجھے کسی بھی قسم کا ضرر پہنچائے۔"

اس کے شانے کو دوستانہ انداز میں تھپتھپاتے ہوئے اس نے اسے ریلیکس کرنے کی خاطر
اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ناچار اور طوہاً وکرہاً احد بھی باہر نکل آیا۔ چہرے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ فرہاد سے متفق نہیں ہوا البتہ اب اختلافی تاثرات غائب ہو چکے تھے۔

"کم آن یار۔ بی بریو۔"

ساتھ چلتے ہوئے اس نے قصداً احد کو چھیڑنے کی غرض سے کہا تو اپنی گمبھیر سوچ سے نکل کر اس نے بے ساختہ اسے گھورا۔

اس اثنا میں وہ ڈور بیل بجا چکا تھا۔ ذرا سی دیر میں ہی چوکیدار نے دروازہ کھول دیا تو میں پانی ڈالتی فوزیہ پائپ چھوڑ کر اس طرف چلی آئی۔

"جی۔ کس سے ملنا ہے آپ کو؟"

سامنے کھڑے دو اجنبیوں کو دیکھ کر وہ کچھ ٹھٹکی پھر شائستگی سے پوچھا۔

"ہمیں دادی جان سے ملنا ہے۔"

فرہاد فوری طور پر سمجھ نہیں سکا کہ کیا کہے تو احد نے اس کی مشکل آسان کر دی مگر سامنے لڑکی کے چہرے پر الجھن کا واضح تاثر در آیا تھا۔

"جی۔"

سوالیہ اور استعجابیہ "جی" پر وہ دونوں بھی کچھ گڑبڑا سے گئے۔

"اِن فیکٹ ہم 'علی ولاز' سے آئے ہیں۔ غالباً سفینہ دادی یہیں رہتی ہیں۔" اب کے سیدھے سبھاؤ بات کہہ ڈالی۔

"واٹ!۔"

فوزیہ تو گویا حیرت و استعجاب سے بے ہوش ہونے کو تھی۔ صہیبہ سے اپنے دیگر متعلق اس نے سنا تو تھا مگر اسے کوئی الف لیلوی داستان سمجھ کر بھول ہی گئی تھی۔ مگر آج اس داستان کے کچھ کردار زندہ و جاوید سامنے آکھڑے ہوئے تو اس کی سٹی گئی۔ کچھ سمجھ نہ آیا تو ان دونوں کو ہکا بکا وہیں چھوڑ کر منہ پر ہاتھ رکھ کر اندر بھاگ کھڑی ہو

"ماشاءاللہ۔ یہ تو انداز استقبال ہے۔ لگتا ہے محترمہ اندر سے بندوق لانے گئی ہیں"

احد اس درجے گھبراہٹ پر بولے بنا نہ رہ سکا۔ فرہاد نے محض ایک نظر ڈالتا جواب نہ چند سیکنڈ کا انتظار بھی گویا صدیوں پر محیط تھا۔ دونوں بیک وقت اس و نراس میں گھرے تھے۔

کچھ یقین نہ تھا کہ یہاں سے مثبت انداز میں استقبال کیا جائے گا یا گہری ناواقفیت کی واپسی کی راہ دکھا دی جائے گی۔ مروت کا بہر حال کچھ سہارا تھا کہ اور کچھ نہ سہی کم از کم کارڈ لیا جائے گا۔ دونوں اپنی جگہ کھڑے کھڑے متوقع اور غیر متوقع صورتحال کے لیے خود کو تیار تھے کہ اندر سے وہی لڑکی بھاگی بھاگی چلی آئی۔ ساتھ میں ایک اور ہم عمر لڑکی بھی تھی۔

فرہاد نے اسے دیکھا تو صہیبہ کی مشابہت محسوس کر کے دھیرے سے مسکرا دیا۔

"السلام علیکم۔" ان دونوں کو بغور دیکھتے ہوئے مدحت نے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔" اس طرف ان کی سوالیہ نظروں کے جواب میں دوستانہ مسکراہٹ تھی

"آپ؟"

وہ جھجکتے ہوئے پوچھ بیٹھی تھی جب کہ فوزیہ ابھی تک حیران و پریشان سکتے کی سی کیفیت میں ٹکر ٹکر دیکھے جا رہی تھی۔ شاید مدحت کے بیان کی تصدیق مقصود تھی۔

"جی میں فرہاد علی ہوں۔ اور یہ میرے چھوٹے بھائی ہیں احد علی۔"

اس کے تعارف کرانے پر احد نے قدرے تبسم انداز میں سر کو خم دیا۔

"آپ یقیناً مدحت ہیں؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی، فرہاد نے اسے بحرِ استعجاب میں دھکیل دیا۔

"جی۔"

اس نے متاثر ہوتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا۔ اور ساتھ کھڑی فوزیہ کی جانب احد کی سوالیہ نگاہ محسوس کر کے کچھ سٹپٹا گئی۔

"اور یہ فوزیہ ہیں میری کزن۔ آئی مین آپ کی بھی۔"

فوزیہ کا تعارف کراتے ہوئے اس نے دھیرے سے کہا تھا۔ فرہاد پہلے ہی مرحلے پر اس قبولیت اپنے حوالے کی پہچان پر بے ساختہ کِھل اٹھا۔ احد نے بھی قدرے مطمئن انداز میں گہری سانس بھری پھر خاموشی کا قفل توڑا۔

"ہم ——— بابر بھائی کی شادی کا کارڈ دینے آئے ہیں۔ بابر بھائی ہمارے بڑے بھائی ہیں اور آپ کے کزن۔ بائی دا وے، آپ کے یہاں کم از کم کتنی دیر مہمانوں کا یوں دروازے پر کھڑے انٹرویو ہوتا ہے؟"

سنجیدگی سے کہتے کہتے وہ لطیف انداز میں طنز کر گیا تھا۔ فوزیہ اور مدحت نہایت شوق سے سنتے سنتے چونک اٹھیں۔ بیک وقت دونوں کے چہرے خجالت سے سرخ ہو گئے۔

"اوہ۔ وی آر سوری۔ آپ پلیز اندر تشریف لائیے۔"

مدحت نے سرعت سے پشیمانی محسوس کر کے کہا اور فوراً ملازم کو ڈرائنگ روم کھولنے کا کہتے ہوئے اندر بڑھ گئی۔ فوزیہ نے بھی اس کی تقلید میں قدم بڑھا دیے۔

"یہ کیا حماقت تھی احد۔؟" فرہاد نے ان کے آگے بڑھتے ہی سامنے کھڑے احد کو تادیبی انداز سے دیکھا۔

"یہ حماقت نہیں، استاد جی کی عقلمندی تھی ڈیئر برادر۔ وگرنہ وہ دونوں محترمائیں تو یہیں کھڑے کھڑے پوری کیس ہسٹری کھنگال ڈالتیں۔"

اس نے لاپروائی سے جواب دیا۔

"پھر بھی تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ بے چاری دونوں کتنی شرمندہ ہوئیں۔" فرہاد نے اب کے منت بھرے لہجے کو برعانہ رکھا۔

"ان دونوں کو چھوڑیں۔ مجھے تو مستقبل کی مسز فرہاد علی سے ملنا ہے۔ ان کے تیوروں سے تو ڈر گیا تھا کہ کہیں دریا تک آ کر پیاسا ہی نہ لوٹنا پڑے۔"

شانے جھٹکتے ہوئے احد نے ازلی بے فکری اور البیلے پن سے کہا۔ آخری فقرہ خاصا معنی خیز تھا۔ فرہاد کے لبوں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

اسی اثنا میں مدحت واپس باہر آئی۔

"آپ لوگ آئیے ناں پلیز۔ دادی جان آپ کی منتظر ہیں۔"

"جی شیور۔"

فرہاد نے مسکرا کر آگے بڑھتے ہوئے کہا تو ساتھ چلنے پر مجبور احد نے تقریباً سرگوشیانہ لہجہ اختیار کیا۔

"مروا دیجیے گا فرہاد بھائی۔ کہیں دودھ کی نہر نکالنے کی فرمائش ہو گئی تو یقین کیجیے میں تو دیوار پھاند کر بھاگ نکلوں گا۔ آپ کو تو معلوم ہے دودھ سے سخت چڑ ہے مجھے۔ یوں بھی تیشہ وغیرہ کا باکس تو ہم ساتھ لائے بھی نہیں ہیں۔"

اس کے لہجے میں بے چارگی تھی۔ فرہاد نے سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھا تو اس نے مسمسی سی شکل بنالی۔

وسیع ڈرائنگ روم میں قدم رکھتے ہی ایئر فریشنر کی بھینی بھینی مہک اور اے سی کی خنکی نے ان کا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

استقبال کیا۔

سچ تو یہ تھا کہ چند لمحوں میں درپیش آنے والی سچویشن کا خیال دونوں کو ہی پریشان کر رہا تھا۔ مدحت کے کہنے پر دونوں سامنے رکھے ہوئے صوفوں پر براجمان ہو گئے۔ فوزیہ کے پیچھے پیچھے مد... بھی غائب ہو چکی تھی۔

فرہاد کا خیال تھا کہ اب ذرا ہی دیر میں صبیحہ بھاگی چلی آئے گی مگر ایسا نہ ہوا۔

قدرے تاخیر سے ایک مشفق سی سن رسیدہ خاتون سفید لباس میں ملبوس اندر تشریف لائیں وہ دونوں احتراماً اضطرابی انداز میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ سلام کا سر کے اشارے سے جواب دیتی نف... بیگم ان دونوں کے مقابل رکھی ساگوان کی خوبصورت منقش کرسی پر فروکش ہو گئیں۔ گہری نظریں ا... دونوں کا احاطہ کیے ہوئے تھیں۔

احد نے بالخصوص مضطرب انداز میں پہلو بدلا جب کہ فرہاد نظروں کا زاویہ بدلتے ہوئے اپنے ا... کو ان کی نظروں سے اوجھل اور مخفی رکھنے کی سعی کر رہا تھا۔

"جی بیٹا۔ آپ لوگ مجھ سے ملنے آئے ہیں؟"

وہ دونوں ان کے بیٹھنے کے بعد بھی چند ثانیے چپ بیٹھے گفتگو کا آغاز کرنے کے لیے ب... ڈھونڈتے رہے تو نفیسہ بیگم کا حلاوت آمیز لہجہ اور آواز دونوں کو چونکا گئی۔

"جی۔ مجھے احد کہتے ہیں اور یہ۔"

"فرہاد ہیں۔"

احد کا تعارف نفیسہ بیگم نے مکمل کر دیا تھا۔ احد اور فرہاد دونوں ہی ذرا کی ذرا۔ چونکے الب... نفیسہ بیگم کی نگاہیں فرہاد کے چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں جس کا احساس ان دونوں کو بخوبی تھا۔

فرہاد نے ایک آدھ بار نظر اٹھا کر انہیں دیکھا اور اپنی جانب دیکھتا پا کر خفیف سا ہو گیا۔

"معلوم ہوتا ہے آپ بھائی سے غائبانہ متعارف ہیں۔"

احد نے اپنے تعجب کو الفاظ دیتے ہوئے گویا سوال کیا۔ نفیسہ بیگم کے لبوں پر مدھم سا... لہرا گیا۔ زرد رو چہرے کی سلوٹوں میں جانے کیوں ایک دبا دبا سا رنگ محسوس ہو رہا تھا۔

"متعارف تو بیٹا میں آپ سے بھی ہوں۔" سادہ سا لہجہ تھا۔

"جی۔ زہے نصیب۔"

احد نے بے ساختہ ہی خوشی کا اظہار کیا تھا جب کہ فرہاد اس تعارف کا پس منظر جاننے کے... بے تاب تھا۔ اس کے نالج میں یہ بات نہیں تھی کہ صبیحی یا زوہا نے اس قسم کا کوئی ذکر گھر میں کر... ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ ضرور اسے مطلع کرتیں۔

پھر بھلا دادی جان کیسے جانتی ہیں، کس حوالے سے اس سے واقف ہیں؟ یہ ایک جواب طلب... سوال تھا۔ مگر انہوں نے ان کے چہرے پر تحریر سوال کا جواب دینے کی ضرورت محسوس نہ کی۔

"ہم دراصل بابر بھائی کی شادی میں آپ کو انوائٹ کرنے کے لیے آئے ہیں۔ یہ کارڈ ہے جو... نے بالخصوص آپ کے لیے بھجوایا ہے۔"

بالآخر کارڈ بڑھاتے ہوئے فرہاد نے کہا تو بیگم نفیسہ نے بے ساختہ جانچتی نظروں سے ا... دونوں کو دیکھا۔ ان کی جہاندیدہ نظروں نے اس کے بیان کی سچائی پڑھ لی تھی۔

"بہت مبارک ہو بیٹا۔ اپنے والد اور والدہ کو ہماری طرف سے مبارکباد دیجیے گا۔"

انداز اس قدر مشفق تھا کہ وہ دونوں حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اتنا تو انہیں یقین تھا... اس گھر میں ان کے ساتھ ناشائستہ رویہ نہیں روا رکھا جائے گا مگر اتنی خبر اور توقع بھی نہ تھی کہ ا... گھر کی مختارِ اعلیٰ یعنی دادی جان ان سے ایسا برتاؤ کریں گی۔

دا جان نے دوسری شادی کیوں کی؟

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نفیسہ بیگم سے مل کر دونوں ہی متعجب تھے۔ نہ صرف وہ شکل وصورت سے اچھی تھیں بلکہ سیرت واخلاق بھی بے حد اعلا ظرفی کا مظہر تھا۔ احد اور فرہاد نے متاثر ہوتی نظروں سے انہیں دیکھا، خاصا عقیدت مندانہ انداز تھا۔

ینگ جنریشن سے تو ایسی وسیع النظری کی توقع کی جاسکتی تھی جیسے کہ صہبیہ کا کھرا لہجہ اور حقیقتوں کو مان لینے والا انداز تھا۔ مگر ایک ایسی عورت جس نے تمام عمر سوتن اور شوہر کے ناروا سلوک کے باعث اپنے شوہر کا گھر چھوڑ دیا تھا، آج وہ اپنی سوتن کے پوتوں سے اس قدر پیار اور عزت سے مخاطب تھی کہ وہ دونوں بے طرح متاثر ہو رہے تھے۔

ذرا دیر میں ہی ملازم ٹرالی دھکیلتا اندر چلا آرہا تھا۔ اسکواشس اور ریفریشمنٹ کا کافی سامان تھا۔ دادی جان کے اشارے پر اس نے سرو کرنا شروع کیا۔

اس دوران وہ فرہاد اور احد سے ان کے متعلق پوچھتی رہیں۔ دونوں منتظر رہے کہ زوہا نہ بھی صہبیہ تو ضرور آئے گی ملنے مگر آدھ گھنٹہ گزر جانے کے باوجود بھی سفینہ بیگم کے سوا کسی نے آکر کمرے میں نہ جھانکا۔

گو کہ انہیں اچھی طرح اندازہ تھا کہ ان کی آمد کی خبر نفیسہ لاج میں پھیل چکی تھی مگر بچے، بڑے یا ہم عمر کسی نے اندر آنے کی جسارت نہیں کی تھی۔

فرہاد اور احد کی نظریں بارہا بے قراری سے دروازے تک گئیں اور لوٹ آئیں مگر باوجود تمام تر حلاوت کے ان کی جرأت نہ ہوئی کہ سفینہ بیگم سے یہ سوال کرتے کہ کوئی ان سے ملنے کیوں نہیں آیا؟۔

وہ خود ایک معمر خاتون تھیں۔ دنیا کے رنگ پہچانتی تھیں، جان گئیں کہ ان کی آنکھوں میں تیرتا اضطراب کس سوال کا لبادا اوڑھے ہوئے ہے مگر قصداً نظر انداز کر گئیں۔ لہٰذا مزید دس منٹ گزرنے کے بعد وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور اجازت طلب کرلی۔

"بیٹھئے بیٹا۔ کیا جلدی میں ہو؟" سفینہ بیگم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں۔ بس اب چلیں گے۔ کئی اور جگہوں پر بھی جانا ہے۔ آپ آئیے گا ضرور۔"

فرہاد نے سنجیدہ سی مسکراہٹ سمیت کہا۔

"گھر والوں کو دعا کہنا۔ خدا بخیر وخوبی اس فرض سے سبکدوش ہونے کی توفیق دے۔"

ان کی دعاؤں میں اوپراپن یا محض رسمی لفاظی نہیں تھی، لہجے سے سچ کی آنچ آرہی تھی۔ دونوں نے بے اختیار "آمین" کہا اور باہر چلے آئے۔

نفیسہ بیگم نے ڈرائنگ روم کے دروازے تک آکر انہیں رخصت کیا اور جونہی وہ گاڑی میں بیٹھے گیٹ کیپر نے گیٹ بند کر دیا۔

واپسی کا سفر پہلے کی نسبت زیادہ خاموشی سے طے ہو رہا تھا۔ بالآخر احد نے ہی اس طویل سکوت کو توڑا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے، کیا سفینہ لاج کے مکین آئیں گے شادی میں؟"

"پتا نہیں۔ میں کوئی قیاس نہیں لگا پا رہا۔ کبھی لگتا ہے دادی جان تعلقات استوار کرنے کے حق میں ہیں اور کبھی یوں محسوس کر رہا ہوں کہ وہ شاید دا جان کے ساتھ ہم سے بھی کوئی واسطہ نہ رکھیں گی۔"

اس نے صاف گوئی سے جو محسوس کیا وہ بیان کر دیا۔ احد نے بھی تائید میں سر ہلایا۔

"ایک بات کہوں۔"

قدرے توقف کے بعد احد نے اسے مخاطب کیا۔

"ہاں۔ کہو۔" وہ ہنوز دھیان ٹریفک کی طرف مرکوز رکھتے ہوئے بولا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"آئی ڈونٹ نو وائے' مجھے ایسا فیل ہوا جیسے وہ آپ کے اور زوہا علی کے بارے میں کچھ جانتی ہیں۔ کچھ نہ کچھ ان کے علم میں ضرور ہے۔" احد پُرسوچ لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو؟"

محسوس تو اسے بھی ہوا تھا، جبھی چونک کر سوال کر ڈالا۔

"آپ کی طرف دیکھتے ہوئے میں نے ان کی نظروں میں ایک مخصوص تاثر محسوس کیا۔ جسے میں بیان تو شاید نہ کر سکوں مگر فیل کر گیا ہوں۔"

"ہوں۔" فرہاد نے گہری سانس بھر کر متفق ہونے کا عندیہ دیا۔

"کیا صبیحہ یا زوہا نے آپ سے تذکرہ کیا اس بات کا؟" احد نے دریافت کیا۔

"نہیں۔"

"پھر انہیں کیسے پتا چلا؟" وہ متعجب تھا۔

"میں خود حیران ہوں۔"

"ہو سکتا ہے انہوں نے محض اندازہ لگایا ہو۔" احد نے ایک نکتہ اٹھایا۔

"محض اندازوں پر انسان اتنا پُر یقین نہیں ہو سکتا۔ مجھے لگتا ہے کچھ بات ہوئی ہے۔ کل صبیحہ سے میں نے کہا بھی تھا کہ وہ دیجان کے یہاں آ جائے مگر وہ نہیں آئی۔ نہ ہی کال بیک کی۔"

"اور آج نظر بھی نہیں آئیں۔"

"ہوں۔ چلو خیر دیکھتے ہیں کہ کیا ہوتا ہے۔" اس نے خود کو ریلیکس کرنے کے لیے تمام باتیں ذہن سے جھٹکتے ہوئے کہا۔ وہ آج اپنی منزل کی جانب پہلا قدم بڑھا گیا تھا۔ اس بات پر خوش ہونا اس کا حق تھا جسے وہ وہموں کی نذر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"ظاہر ہے جب اوکھلی میں سر دیا تو موسلوں سے کیا ڈرنا۔"

احد کے بے ساختہ لقمہ دینے پر وہ زور سے ہنس پڑا تھا۔ پھر بقیہ وقت احد اسے چھیڑتا رہا اور وہ دل ہی دل میں محظوظ ہوتا بظاہر خفگی کا اظہار کرتے ہوئے ڈرائیونگ کرتا رہا اور کچھ دیر بعد احد کے اصرار پر اسے یونیورسٹی ڈراپ کر کے پاپا کے بتائے ہوئے ایڈریس پر کال ڈینے کے لیے آگے بڑھ گیا۔

• • •

آج پورے ڈیڑھ ہفتے بعد اس نے سکون کا سانس لیا تھا۔ انسٹی ٹیوٹ میں آخری سمسٹر بھی پورا ہو گیا تھا۔ یوں لگا جیسے سر سے کوئی بوجھ سرکا ہو۔ کئی دن بعد اسکول جانا ہو رہا تھا لہٰذا ماما سے بات کرنے کے بعد کی خوشی وہ آج نئے سرے سے محسوس کر رہا تھا۔

اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ سکون ہی سکون — اس خیال کے باعث دل و ذہن کا مکین بنا ہوا تھا۔ جس وقت وہ اپنے آفس میں داخل ہو رہا تھا، نظر اسٹاف روم کی طرف بڑھتی ہوئی زمین پر پڑی جو اپنی کولیگ ارم کے ساتھ جانے کیا ڈسکس کر رہی تھی۔ دونوں ہی بیک وقت بول رہی تھیں۔

ایک سیکنڈ کے لیے اس کے قدم رک گئے مگر جونہی ارم کی نظر اس پر پڑی، وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ یہاں تو منٹوں میں پَر کا پرندہ بن جانا معمول تھا۔ اسے اپنی تو کوئی خاص پروا نہ تھی کہ وہ یہاں کا اونر تھا۔ اس کے لیے کوئی کچھ بھی نہیں کہہ سکتا تھا تاہم اگر زمین کو اس معاملے میں گھسیٹا جاتا تو وہ دونوں ہی برداشت نہ کر سکتے تھے۔

"ارم ذرا اٹینڈنس (حاضری) رجسٹر لائیے۔"

کمرے میں آتے ہی اس نے انٹرکام پر ارم کو ہدایت دی۔ اگلے ہی لمحے وہ چراغ کے جن کی مانند رجسٹر سمیت حاضر تھی۔

وہ کچھ روز کی غیر حاضری کے بعد آیا تھا لہٰذا پچھلے دنوں کا رجسٹر دیکھنا ضروری تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"سب نے سائن کر دیے ہیں؟" رجسٹر اپنی طرف کھسکاتے ہوئے اس نے سوال کیا۔

"نہیں سر! ابھی کچھ ٹیچرز باقی ہیں۔ میں ان سے کہہ دیتی ہوں، یہیں سائن کر جائیں گی۔"

ارم نے جواب میں کہا۔ وہ انکار کرنے ہی والا تھا کہ نظر زمین کے نام پڑی جہاں سائن نہیں ہوئے تھے۔ بے اختیار امڈ آنے والی مسکراہٹ کو زیرِ لب دبا کر اس نے سر کے اشارے سے ہاں میں جواب دیا۔

ارم مستعدی سے پلٹ گئی۔

اسے کئی دنوں بعد دیکھنے کی خواہش اتنی زور آور اور معصوم تھی کہ سمعان نے دل ہی دل میں خود کو سرزنش کرنے کے باوجود خود کو بے اختیار محسوس کیا۔ اسمبلی لگنے والی تھی لہٰذا یکے بعد دیگرے ٹیچرز آ کر حاضری لگا گئیں۔

زمین خود کو اندر جانے کے لیے تیار محسوس نہیں کر رہی تھی، دل ہی دل میں سمعان گردیزی کی ساحر شخصیت اور اس کی آنکھوں سے چھلکتی وارفتگی نے اسے ہراساں کر رکھا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ کسی جذبے نے مقابل کو زیر کر رکھا ہے مگر وہ زیر نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کی لگامیں امی ابی کے ہاتھوں میں تھیں۔

"اور دل کی لگامیں۔۔۔؟"

"شاید وہ بھی ان ہی کے ہاتھوں میں ہیں۔"

اس نے خود کو تسلی دی۔ اور ارم کے ٹوکنے پر ناچار بادلِ نخواستہ پرنسپل روم کی طرف بڑھ گئی۔ دستک دینے پر "کم اِن" کے تحکم بھرے لہجے نے ہاتھ پیر ٹھنڈے کر ڈالے۔

ابھی تک یوں بھی اس کا واضح اور کھلا اظہار اس کے ذہن پر بار بنا ہوا تھا۔ کتنی آسانی سے وہ اس پر اپنا حق جتا گیا تھا۔ کھلے الفاظ میں کہہ گیا تھا کہ وہ اس پر استحقاق رکھتا ہے اور وہ کچھ کہہ بھی نہ سکی تھی۔ اس دن کے بعد آج ملاقات ہو رہی تھی مگر اس جملے کا تاثر آج بھی سمعان کے چہرے سے پڑھ لیا تھا اس نے۔

اندر داخل ہوتے ہوئے دھیرے سے سلام کرنے کی غرض سے نظر اٹھائی تو وہی اول روز والا انداز دیکھ کر سٹپٹا گئی۔ کچھ کہتی سنتی آنکھیں اور ان میں تحریر جذبے۔

جلد از جلد سائن کر کے پلٹنا چاہ رہی تھی کہ سمعان نے بے اختیار اسے پکار لیا۔

"زمین۔"

مس زمین کے بجائے صرف زمین کہہ دینے میں صرف لفظوں کی کمی کا فرق نہ تھا بلکہ اجنبیت کو چھوڑ کر اپنائیت کا واضح تاثر اس کے لہجے سے چھلکا تھا۔ پلٹ کر جاتے جاتے وہ اپنی جگہ ٹھٹک گئی۔

"جی سر؟" وہی سنجیدگی، گھبرایا ہوا لہجہ۔

"مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے، کیا آپ مجھے وقت دیں گی؟"

اس کی سمندر صفت حیرت سے کشادہ ہوتی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس نے اپنا —— مافی الضمیر ایک جملے میں بتا دیا۔

"جی۔۔۔!" وہ بھونچکا سی رہ گئی۔ آنکھوں میں ہلکے سے خوف کا شائبہ تھا۔

"میرا خیال ہے میں نے اتنا مشکل سوال بھی نہیں کیا۔ کہ آپ جواب نہ دے سکیں۔"

اس کی گھبراہٹ اور سراسیمگی پہ وہ نرمی سے مسکراتا ہوا اٹھ کر ذرا فاصلے پہ آ رکا۔

"جی کیا بات کہنی ہے آپ کو، ابھی کہہ دیں۔"

وہ خجل سی ہو کر بنا سوچے سمجھے بول گئی۔ لہجے میں بے تابی یا تجسس سے زیادہ حکم کی تعمیل کرنے پہ مجبور ہونے کی بے بسی تھی۔ وجدان کہہ رہا تھا کہ بات کوئی معمولی نہیں ورنہ سمعان

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسے اس طرح نہ پکارتا۔ دل کی دھڑکن اسے اپنے کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔

"ابھی ڈرسٹ واچ پر نظر ڈالتے ہوئے وہ سوالیہ لہجے میں بولا تو زمین نے بھی وال کلاک کی جانب نگاہ دوڑائی۔

"ابھی تو چند منٹ بعد اسمبلی لگ جائے گی، پھر کلاس شروع ہونے میں بھی زیادہ وقت نہیں لگے گا۔"

"تو پھر کب؟"

آنکھوں میں اُلجھن اور کچھ سراسیمگی بھری اکتاہٹ لیے وہ سوالیہ ہوگئی۔

"اسکول ٹائمنگز کے بعد۔ آئی مین یہاں ٹھیک سے بات نہیں ہو سکے گی۔"

وہ اس کی نظروں کا مفہوم سمجھتے ہوئے قصداً انجان بنا کہہ رہا تھا۔ زمین کے چہرے پر حیرت و استعجاب کا سمندر امڈ آیا۔

"مگر میں اسکول کے بعد کہیں نہیں جا سکتی سر۔ امی جی گھر پر انتظار کر رہی ہوتی ہیں۔"

یک دم اس نے بے حد سرد لہجے میں عذر اس کے گوش گزار کیا تو وہ چپ سا ہو گیا۔

لمحے بھر میں اسے اندازہ ہوا کہ وہ کیا کہہ گیا ہے۔ زمین کی سرد مہری نے اسے اپنے اور اس کے درمیان موجود فاصلے کی حقیقت واضح کر دی تھی جو وہ اپنی خوشی میں گم یکسر بھلا بیٹھا تھا لہٰذا اس کے خشک لہجے پر ایک لمحے کے لیے اس کی چمکتی براؤن آنکھوں کی چمک یکدم مدھم پڑ گئی تھی۔

زمین خود بھی اپنے لہجے کی رکھائی اور تندی محسوس کر کے خفیف ہو گئی تھی تاہم اس نے پشیمانی کا کوئی تاثر دینے سے خود کو باز رکھا کہ ایسا کرنا اس لمحے میں کمزور پڑنا اس کے لیے ٹھیک نہ ہو سکتا تھا۔

"ہوں۔"

سینے پر بازو لپیٹے سمعان نے اس کے غیر لچک انداز کو دیکھ کر گہری سانس بھری۔

"میں جاؤں سر؟"

وہ مکمل انجان بنی جلد گلوخلاصی حاصل کرنے کے لیے اپنی دھونکنی کی طرح چلتی سانس پر قابو پاتے ہوئے پوچھنے لگی۔

سمعان نے بے حد گہری نظروں سے اسے دیکھا تو وہ راہِ فرار نہ پا کر اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسا کر رہ گئی۔

"فرار یا Escape کسی مسئلے کا حل نہیں ہوتا زمین۔ میں جو نہیں کہہ رہا، آپ اسے بھی سمجھتی ہیں اور جو کہہ رہا ہوں اس کی حقیقت کو بھی پرکھنا آپ کے لیے مشکل نہیں کیونکہ آپ ایک زیرک لڑکی ہیں مگر جانے کیوں مجھے بار ہا احساس ہوا کہ آپ وہ کچھ سننا ہی نہیں چاہتیں جو آپ کے گرد بنے اس خول کو توڑ ڈالے، جو بجانے کس مجبوری یا ضرورت کے تحت آپ نے اپنے گرد خول چڑھا لیا ہے۔ اینی وے آپ جا سکتی ہیں۔"

بے حد سنجیدگی اور قدرے تاسف سے کہہ کر وہ اپنی نشست کی جانب پلٹا تو زمین دل میں اترتے عجیب سے احساسات کو محسوس کر کے آنکھوں میں آئی نمی کو جذب کرنے کی کوشش کرتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔ قدموں کی لغزش ذرا سا پلٹ کر دیکھتے ہوئے سمعان کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہ سکی تھی۔

"تم کیا ہو زمین یاور۔ میں آج تک نہیں سمجھ سکا۔"

ایک بے اختیار سی آہ اس کے لبوں سے نکل گئی تھی۔ جتنا خوش وہ آج آیا تھا زمین سے بات کرنے کے بعد اتنا ہی آزردہ ہو گیا تھا تاہم یہ احساس صرف لاشعور کی حد تک تھا شعوری طور پر وہ اسے ہم خیال بنانے کے لیے اب بھی تانے بانے بن رہا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ذرا دیر پہلے جس سرخوشی نے اسے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا، اس کی بجائے ایک سنجیدگی اور متفکر سی سوچ نے اس کا احاطہ کر لیا۔ زمین کا رویہ بعض اوقات بالکل ہی ناقابلِ فہم ہو جاتا تھا۔

اتنا تو وہ بھی سمجھتا تھا کہ اس کے جذبے جن کا اس نے قدرے واضح اظہار بھی کر دیا ہے، زمین کے علم سے باہر نہیں، پھر اس کے رویے کی وجہ سوائے ناپسندیدگی کے بھلا اور کیا ہو سکتی ہے مگر دل اس بات کو ماننے کے لیے راضی نہ تھا۔ اور ذہن اس سوال کے ساتھ مزید اُلجھتا جا رہا تھا۔ کہ زمین اسے کیوں نظرانداز کر رہی ہے؟۔

● ● ●

"کیا؟۔ تم سچ کہہ رہی ہو مدحت؟"

فرہاد اور احد کی آمد کی اطلاع اس کے حواسوں پہ بم کی طرح گری۔ خوشی اور تحیر بیک وقت اپنے نقطۂ عروج پر پہنچے ہوئے تھے۔ زوہا کی حالت اس سے مختلف نہ تھی۔ اس کے تو ہاتھ پیر ٹھنڈے پڑ گئے تھے، چہرے سے مسرت اور گھبراہٹ ہویدا تھی۔

"ہوں۔ بالکل سچ کہہ رہی ہوں۔"

مدحت نے سنجیدہ نظروں اور متین تیوروں سے دونوں کو دیکھتے ہوئے ان کے تاثرات دل ہی دل میں نوٹ کیے۔ زوہا کی نظریں جانے کس احساس کے تحت جھک گئی تھیں۔

"کب کی بات ہے؟"

"تمہارے یونیورسٹی کی طرف نکلنے کے شاید ایک گھنٹے بعد ہی آئے تھے وہ۔"

"کون کون ملا تھا ان سے؟"

زوہا کے دل میں آئے تمام سوالوں کو صبیحہ الفاظ دے رہی تھی چنانچہ مدحت نے بہتر ہی خیال کیا کہ الگ الگ ایک ایک سوال کا جواب دینے کے بجائے تمام واقعہ ایک بار ہی بتا دے۔

"اوہ"

تمام بات سن کر صبیحہ اور زوہا دونوں کی آنکھوں میں تفکر کے سائے اتر آئے جنہیں اس نے بنا کسی سعی کے محسوس کر لیا۔

"تو گویا گھر میں کوئی اور ان سے نہیں ملا۔ کیا دادی جان اور امی وغیرہ کے مابین اس سلسلے میں کوئی بات ہوئی؟"

وہ پُرسوچ انداز میں پوچھ رہی تھی، مدحت نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"ابھی تک تو سب نے ہی خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ ہو سکتا ہے شام تک پاپا اور چچا وغیرہ کے آنے پر دادی جان کوئی بات کریں۔"

مدحت نے خیال ظاہر کیا تو زوہا ہونٹ بھینچ کر بے اختیار صبیحہ کی طرف گھومی۔

"اب کیا ہوگا صبی؟" اس کے لہجے سے پریشانی مترشح تھی۔

"کم آن۔ سب ٹھیک ہوگا انشاء اللہ۔ تم اس طرح کانشس رہو گی تو گھر والوں کو ضرور کچھ نہ کچھ اندازہ ہو جائے گا۔ جو میرا خیال ہے تمہارے لیے کسی طور ٹھیک نہیں۔ سو پلیز تم خود کو نارمل رکھو۔ بی نارمل۔ اوکے۔"

اس کا ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے صبیحہ نے اسے سمجھایا تو مدحت اسے دیکھ کر رہ گئی جو اپنی شادی پر تو خفگی سے منہ پھلائے ہوئے تھی اور زوہا کی شادی کے لیے یوں سرگرم تھی جیسے یہ کوئی اہم دینی فریضہ ہو۔

"پاگل ہیں دونوں۔ انتہا پسند اور بیوقوف۔ جانے کیا بنے گا دونوں کا۔"

مدحت تردد سے سوچتی ہوئی ان دونوں کو اندر چھوڑ آئی کہ انہیں سمجھانا اس کے بس کا روگ نہیں تھا۔ وہ تو خود پردہ گرنے کا انتظار کر رہی تھی۔ جانے ڈراپ سین کیا ہونے والا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"فرہاد یہاں آنے والے تھے تو انہوں نے تم سے تذکرہ کیوں نہیں کیا؟"

عالم پریشانی میں انگلیوں کو رگڑتی زوہا اُلجھتے ہوئے اس سے پوچھ رہی تھی۔

"انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ کل دا جان کے یہاں مجھ سے کچھ ضروری بات کرنا چاہتے ہیں مگر میں کل جا ہی نہیں سکی۔"

رائٹنگ ٹیبل کے کنارے پر ٹکتے ہوئے اُس نے جواباً کہا اور ایک نظر بغور زوہا کے سُتے ہوئے چہرے کو دیکھا۔

"تم اس طرح ٹینس کیوں ہو رہی ہو زوہا۔ ایک نہ ایک دن تو یہ سب ہونا ہی تھا۔ اچھا ہی ہوا کہ فرہاد بھائی نے پریکٹیکلی کوئی قدم تو اٹھایا ورنہ تم نے تو ساری زندگی محض ڈرتے سہمتے ہی گزار دینی تھی۔"

وہ اسے سمجھا رہی تھی مگر زوہا کے دل کا خوف کسی طور زائل نہ ہو رہا تھا۔

"تو اور کیا کرتی؟۔ گھر والوں سے جھگڑا کرتی یا انہیں چھوڑ کر چلی جاتی؟"

اس کے سمجھانے پر وہ خاصا بُرا مانتے ہوئے بولی تھی۔ خفگی سے بھرپور لہجے پر صبیحہ کو بے اختیار ہنسی آگئی۔ حالانکہ کل جب سے ماما نے اس سے پرپوزل کا ذکر کیا تھا، اس کا موڈ اس قدر آف تھا کہ اپنے پروگرام کے باوجود داجان کی طرف بھی نہیں گئی تھی مگر ابھی ابھی جو خبر سننے کو ملی، اس سے فوری طور پر شاکڈ ہونے کے باوجود اس کے مثبت نتیجے کی اُمید نے اُس کا موڈ خوشگوار کر دیا تھا۔

"خُدا کی قسم، تم بالکل پاگل لڑکی ہو۔ کس احمق نے تمہیں مشورہ دیا تھا عشق کرنے کا؟۔ اس سے تو بہتر تھا کہ تم ـــ"

"گھاس کھو لیتیں۔ بس رہنے دو، جب دیکھو یہی فضول جملہ کہتی رہتی ہو۔"

اُس کا جملہ اُچک کر غصیلی نظر اُس پر ڈالتے ہوئے زوہا ناراض ہو کر کمرا چھوڑ گئی تو وہ چپ چاپ فون سیٹ اُٹھا کر اندر لے آئی۔

● ● ●

"ہوں ـــ تو کچھ دن بعد ہی شادی ہے۔"

سفینہ بیگم کے کمرے میں سب جمع تھے۔ انہوں نے ہی رات کو کھانے کے بعد سب کو بالخصوص اپنے کمرے میں بلوایا تھا۔

اکرام صاحب کے ہاتھ میں کارڈ تھا جسے پڑھ کر انہوں نے ایک طرف رکھ دیا۔

"تو پھر آپ لوگوں کا کیا پروگرام ہے بیٹا؟"

سفینہ بیگم نے کمرے میں چھا جانے والی خاموشی کو توڑتے ہوئے تینوں بہوؤں اور بیٹوں پر نظر ڈالتے ہوئے استفسار کیا۔

"پروگرام کیا ہو سکتا ہے امی، جیسا ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے کہ ہمارے بُلانے پر انہوں نے آنے کی زحمت گوارا نہ کی اور اپنی جانب سے تحفے اور نوٹ بھجوا دیے، اسی طرح ہم بھی اپنا فرض ادا کریں گے۔"

اکرام صاحب نے بڑے بیٹے ہونے کے ناطے سب سے پہلے اپنا فیصلہ سُنا دیا۔

"اور سب کا بھی کیا یہی خیال ہے؟" آنکھوں میں گہری سوچ کی پرچھائیں لیے سفینہ بیگم نے پھر سوال کیا۔

"میرا خیال ہے امی جان، بھائی جان ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں جو شروع سے ہوتا آیا ہے، وہی ٹھیک ہے، جب دلوں میں گنجائش نہ ہو تو ملنے ملانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔" انعام صاحب نے بھی بڑے بھائی کا ساتھ دیا۔

"میں ان دونوں سے متفق ہوں امی۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

انعام صاحب کی بات پر تائیداً امتیاز صاحب نے بھی سر ہلاتے ہوئے اپنا مافی الضمیر اُن کے سامنے بیان کر دیا تو سفینہ بیگم کی نظروں میں اپنی نوعمر پوتی کا چہرا گھوم گیا۔

یونیورسٹی سے واپسی پر مدحت کے اطلاع دینے پر جتنی پریشانی اور جس قدر تفکر اس کے چہرے پر تھا اُن کی نظریں اسے پڑھ چکی تھیں۔

چھوٹی عمر کے خوبصورت اور سنہری خوابوں کی جس رہ گزر پہ وہ قدم رکھ چکی تھی، اس کی کڑی مسافت کا درد سفینہ بیگم اتنا وقت گزر جانے کے باوجود محسوس کر سکتی تھیں۔

منزل کھو جانے کا خدشہ اور مل جانے کی خواہش کیسے ذہن و دل کو جکڑ کر رکھتی ہے، وہ سن رسیدہ خاتون زندگی کے اس پہلو کو بہت عرصہ پہلے دیکھ چکی تھیں۔

منزل سے دربدری کا دکھ بھی جھیل چکی تھیں، ان سے بہتر کون جانتا کہ دل کی خواہشوں اور تمناؤں سے دستبردار ہونا، انہیں حسرتوں کا لبادہ اوڑھانا کتنا اذیت ناک ہوتا ہے، یہ تجربہ، یہ دکھ یہ آزار انہوں نے برداشت کیا تھا۔

نارسائی کے خارزاروں میں بھٹکنے اور آبلہ پائی کے سفر سے تھکنے کی تکلیف ان کے لیے حیرت آمیز یا تعجب خیز نہیں تھی، وہ اپنی پوتی کو اس دکھ سے بچانے کی خواہش کر بیٹھی تھیں، جس نے شاید بنا سوچے سمجھے دل کا ناتا کسی سے باندھ لیا تھا۔

اور پھر رشتے تو دل ہی میں بنتے ہیں ناں، کسی کے ساتھ مذہب اور سماج کی ہدایت کردہ رسوم ادا کر لینے سے دل تو نہیں جڑ جاتے۔ ایک چھت تلے دو افراد اپنے مابین صدیوں کا فاصلہ بھی محسوس کر سکتے ہیں تو دوسری طرف دو براعظموں پر رہنے والے، دل کے اتنے نزدیک بھی ہو سکتے ہیں کہ ان کی جدائی بھی وصال کی ایک شکل لگنے لگے۔

آج فرہاد سے مل کر، اُسے دیکھ کر اُن کے دل نے واقعی ان سے کہا تھا کہ ان کی پوتی کے لیے درحقیقت ایسے ہی نوجوان کی ضرورت ہے جو اسے محبت اور تحفظ کے ساتھ ساتھ عزت و احترام بھی دے سکے۔ محض چادر اور چار دیواری ہی تو لڑکی کا حق نہیں۔ اس کی ضروریات اس سے الگ، اس سے ہٹ کر بھی ہیں کہ اس کا تشخص تسلیم کیا جائے۔ اسے عزت اور مان دیا جائے، اس کی عزتِ نفس کے کانچ کو سنبھال کر، سینت سینت کر رکھا جائے۔

اور ایسا ضروری نہیں کہ صرف وہ کر سکے جو اسے چاہتا ہے اور یہ بھی لازم نہیں کہ وہ ہی کر سکے جو اسے تحفظ دیتا ہے۔ تحفظ، عزت اور محبت تینوں علیحدہ علیحدہ احتیاجات ہیں، اور عورت کے تشخص کو تسلیم کرنا ایک اہم اور مختلف پہلو۔

اور سفینہ بیگم کو ایسا محسوس ہوا تھا کہ فرہاد ان کی پوتی کو وہ سب کچھ دینے کی صلاحیت اور خواہش رکھتا ہے جس کا کہ ایک غیور لڑکی تصور کرتی ہے، خواہش رکھتی ہے۔

"تو آپ لوگ احتشام کے بیٹے کی شادی میں نہیں جائیں گے؟" گہری سانس بھر کر انہوں نے سب سے مشترکہ سوال کیا تو کمرے میں موجود ان کے تینوں بیٹے اور خاموش بیٹھی بہوئیں بھی متعجب سی ہو گئیں۔

آج سے پہلے تو "علی ولاز" یا احتشام صاحب کے گھر کے کسی دعوت نامے پر سفینہ بیگم نے یوں میٹنگ نہیں بلائی تھی، نہ ہی اتنے سوالات و استفسارات کیے تھے مگر آج ان کی آنکھوں میں تحریر یہ خواہش کہ "علی ولاز" سے تعلقات استوار کیے جائیں، ان سب نے پڑھنے کے باوجود دل ہی دل میں رد کر دی تھی۔

"آپ کیا چاہتی ہیں امی؟" امتیاز صاحب کے لہجے میں تحیر اور تجسس تھا۔

"میں چاہتی ہوں کہ آپ سب اس شادی میں شرکت کریں۔ وہ تمام رشتے جو ماضی میں ہم نے بھلا رکھے تھے انہیں استوار کریں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نم لہجے اور بھیگی پلکوں نے سفینہ بیگم کی تمام اولادوں کو بحرِ استعجاب میں ڈبو دیا تھا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں امی؟" رخسانہ بیگم بے ساختہ کہہ اٹھیں۔

"آخر ایسی کیا بات ہو گئی کہ آپ اس فیصلے پہ پہنچی ہیں؟۔ آج آپ کے لبوں سے یہ نئی بات سن کر ہم حقیقتاً بے حد حیران ہیں امی۔"

اکرام صاحب نے سب کے دلی جذبات کو زبان دی۔ سفینہ بیگم کے لبوں پر بھولی بھٹکی سی مسکراہٹ چند ثانیے کے لیے بکھری، پھر غائب ہو گئی۔

"بات تو ایسی کوئی خاص نہیں ہوئی بیٹا۔ لیکن میں سوچتی ہوں دلی تقاضوں سے الگ فرض اور حقوق کی بھی ایک اہمیت ہوتی ہے۔ میں نے تمہیں، تم سب کو تمہارے والد سے ملنے سے کبھی نہیں روکا۔ صرف اس لیے کہ ان کے اور میرے درمیان جو بھی تنازعات و اختلافات تھے، ان سب کے باوجود تمہارے بحیثیت اولاد فرائض اور حقوق اپنی جگہ مسلّم ہیں۔ میں خود کو تو اپنی خودداری کے آگے مجبور پاتی تھی مگر تمہیں تمہارے والد سے دور رکھنے کی میں نے کبھی کوئی شعوری کوشش نہیں کی۔ اس کے گواہ تو تم سب ہو۔"

ٹھہرے ہوئے دھیمے لہجے میں انہوں نے کہنا شروع کیا تو ان کے تینوں بیٹوں کے سر قدرے خم ہو گئے، کیونکہ اپنے فرائض سے پہلو تہی اور کوتاہی برتنے کا احساس ان سب کو یکساں طور پر تھا۔

خصوصاً اپنی اپنی اولادیں ہو جانے کے بعد تو یہ احساس اور بھی تقویت پکڑ گیا تھا کہ والدین خواہ کتنی ہی خطائیں کیوں نہ کریں، اپنے بچوں کو اپنے منصف کی حیثیت نہیں دے سکتے۔

اولاد ہر حالت میں اولاد ہی رہتی ہے، بڑوں کی غلطیاں اور کوتاہیاں انہیں اپنے سے چھوٹوں کا مجرم تو بنا سکتی ہیں مگر ان کے تلخ رویوں اور بیگانگی برداشت کرنے کا ضبط ان میں بیدار نہیں کر سکتیں۔

والدین ہمیشہ والدین ہی رہتے ہیں اور اولاد کا منصب حق پہ ہونے سے ماں باپ سے بڑھ نہیں سکتا۔ قانونِ قدرت ہے کہ انسان اپنی اولاد کو جو کہ اس کے کردار کا آئینہ ہوتی ہے، اسے دیکھنے کے لیے ہمیشہ محبت کی عینک پہنتا ہے لہٰذا جس روز اس آئینے میں اپنا چہرا مکروہ نظر آنے لگے خوف کا دیمک اسے چاٹنے لگتا ہے۔

یہی خوف اور یہ ہی اندیشے کہ ہماری وہ اولاد جس نے ہمیں آج تک اپنے والد کی خدمت اور ان کی خبر گیری کے فرائض سے غافل دیکھا ہے، وہ بھلا ہمیں کیا حیثیت دے گی۔

یہ سوال اتنا فکر آمیز اور تفکر انگیز تھا کہ وہ راتوں کے کئی پہر اسی سوچ میں گزار دیتے۔

"آج تک علی ولاز یا احتشام کے گھر سے جتنی بار بھی تعلق استوار کرنے کی رسمی کوششیں ہوئیں، ان کے پیچھے ہماری تمہاری نسل کے لوگ تھے جن کے دلوں میں کدورتیں اتنی زور آور تھیں کہ باوجود ظاہری کوششوں کے کوئی بھی اپنی انا کے خول سے باہر نہ نکل سکا۔"

"مگر بیٹا۔" انہوں نے ٹھہر کر سانس لی۔

"اب تیسری نسل بھی اپنے شعور کی منزل پر پہنچ چکی ہے۔ ہمیں انہیں بھی تو جواب دینا ہے کہ نہیں۔ کیا کہیں گے ہم ان سے کہ ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے اتنا عناد ہے، ظرف کی اس قدر قلت، ضبط کا ایسا فقدان کہ ہم انہیں وراثت میں صرف یہی اختلافات، یہی رنجشیں دے سکتے ہیں۔"

سب کے چہروں پہ سفینہ بیگم کے الفاظ نا امیدی تاثر بن کر چھا رہے تھے۔

آج ان دونوں بچوں نے جس عقیدت اور امید سے مجھے اپنی خوشی میں شرکت کی دعوت دی ہے، مجھے پہلی بار اپنے فیصلے کی سنگینی اور اس سے پڑنے والی اس دراڑ کا احساس ہوا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نہیں نے خون کو خون سے جدا کر دیا، رشتوں کی اٹوٹ مالا کو بکھیر دیا۔
مجھے آج کی اس نسل نے میری کوتاہی کا، میری غلطیوں کا کچھ اس طرح سے احساس دلایا کہ میں اپنی ہی نظروں میں شرمندہ ہو کر رہ گئی ہوں۔"

بیٹوں اور بہوؤں نے دیکھا کہ وہ سفینہ بیگم جن کا چہرا ہمیشہ جذبات اور احساسات کو چھپائے اور اپنی دلی کیفیات کو مخفی رکھنے میں کامیاب رہتا تھا، آج شدت احساس کا آئینہ بنا ہوا تھا۔

ان کی زبان سے ادا ہونے والے لفظ قطعی ۔ غلط نہ تھے۔ ان کی اولاد ان کے اس نئے فیصلے، اس نئے رجحان سے انکار یا اختلاف نہیں کر سکتی تھی کہ یہ سورج تو ان کے ذہنوں میں بھی طلوع ہو رہا تھا۔

جب بڑے ہی لڑنے اور جھگڑنے کے خوگر ہو جائیں تو بھلا اپنے بچوں کو وہ کس منہ سے صلح صفائی اور بھائی چارے کا سبق دے سکتے ہیں۔

"اسی لیے میری خواہش ہے کہ آپ لوگ اس خوشی میں شرکت ضرور کریں اور اپنے ان فرائض کی طرف بھی ضرور نظر کریں کہ جو اولاد کی حیثیت سے آپ سب پر عائد ہوتے ہیں۔ مجھے یہ بات کہنے میں کوئی عذر مانع نہیں کہ میں نے اپنی انا اور خودداری کے باعث اپنے فرائض سے پہلو تہی کی ہے مگر میرے بچو! ابھی تم سب کے پاس وقت ہے، اپنی غلطیوں کی تلافی کا، اپنی خطاؤں کو سدھارنے کا۔ اب فیصلہ آپ سب پر ہے، مجھے تو بس یہ ہی کہنا تھا۔"

اپنی بات مکمل کر کے سفینہ بیگم نے خاموشی اختیار کر لی تو باقی سب چپ چاپ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"سوچ اور خیالات میں تبدیلی لانا اتنا آسان نہیں ہے امی مگر آپ کی خواہش ہے تو ہم سب ایسا کرنے کی کوشش ضرور کریں گے۔"

انعام صاحب نے ماں سے متفق ہونے کا عندیہ دینے کے ساتھ ساتھ اپنی مجبوری بتاتے ہوئے کمرے سے باہر کی راہ لی تو سب ہی آہستہ آہستہ کمرا چھوڑ گئے۔

"پتا نہیں آج کی نسل کا جو قرض مجھ پہ واجب ہو گیا ہے، میں اسے اتار بھی سکوں گی یا نہیں؟" تردد سے سوچتے ہوئے انہوں نے قدرے امید سے اپنے بچوں کو دیکھا اور جائے نماز بچھا کر عشاء کی نماز کے لیے نیت باندھ لی۔

● ● ●

سمسٹر شروع ہوئے تو سب ہی مصروف ہو گئے۔ صہیبہ چاہنے کے باوجود داجان کی طرف نہ جا سکی، نہ ہی زوہا اور فرہاد والے مسئلے پر سوچنے کی فرصت ملی۔ بابر بھائی کی شادی کا کارڈ لے کر آنے پر فرہاد کے معاملے میں بھی کسی قسم کے تاثرات کا بزرگوں کی جانب سے کوئی اشارہ نہ ملا۔

دوسری جانب شرمین سب کچھ بھول بھال کر اپنی اسٹڈیز میں مصروف تھی تو اُدھر احد کے پاس فرصت نہ ہونے کے باوجود امتحان اور شرمین کا خیال بیک وقت سر پر سوار تھے، اس پر مستزاد بابر بھائی کی شادی۔

گھر آ کر تو پھر ہنگاموں میں ذہن اور دھیان بٹ جاتا تھا، مگر یونیورسٹی میں جب بھی شرمین سے مڈبھیڑ ہوئی، اس کی انجان ۔ نظروں نے بری طرح الجھا کر رکھ دیا تھا۔

اس کی آنکھوں میں ٹھہری منجمد سی بے گانگی اس کے جذبوں پہ اوس گرا دیتی تھی اور وہ جو سوچتا تھا کہ اپنے جذبوں سے اس نازک سی لڑکی کو جیت لے گا، کبھی کبھی یہ سوچ کر ہول اٹھتا کہ کیا واقعی کبھی شرمین اس کے جذبوں کی پذیرائی کرے گی؟ یا وہ یونہی اس پتھر کو تراشنے کی خواہش میں اپنی انگلیاں فگار کرتا رہے گا؟

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"علی ولاز" کی خاموشیاں یوں ہی قائم تھیں۔ آج کل سمسٹر کے باعث صبیحہ کا آنا بھی نہیں ہو رہا تھا لہٰذا یہ سکوت ہمیشہ کی طرح اپنے وجود کی سالمیت برقرار رکھے ہوئے تھا۔

فرہاد بھی کیونکہ گزشتہ کئی دنوں سے اس طرف نہیں آسکا تھا۔ آج بالخصوص اس نے وقت نکالا تھا، ویسے بھی احتشام صاحب نے کئی بار اس سے استفسار بھی کیا تھا کہ اتنے دنوں سے وہ اپنے داجان کی خیریت معلوم کرنے کیوں نہیں گیا اور اس کے پاس سوائے شرمندگی کے کوئی عذر نہ تھا۔

"اوہو۔ بھئی آج تو سورج مغرب سے طلوع ہوا ہے۔"

وہ بنا دستک دیے کمرے میں داخل ہوا تو آرام کرسی پر براجمان اخبار پڑھنے میں مگن داجان جونہی اس کی جانب متوجہ ہوئے، بے ساختہ کہہ اٹھے۔ پشیمانی سے اس کا سر خم ہو گیا۔

"السّلامُ علیکم داجان۔"

اپنی کوتاہی پہ خود ہی کو سرزنش کرتا وہ ان کے قریب کارپٹ پر پڑے فلور کشن پر آ بیٹھا۔

"وعلیکم السّلام۔ جیتے رہو۔ بھئی آج کیسے رستہ بھول گئے؟" اخبار تہہ کر کے ایک طرف رکھتے ہوئے انہوں نے لطیف سا طنز کیا۔

"پلیز داجان۔ آپ تو بھگو بھگو کر جوتے لگا رہے ہیں۔"

وہ حقیقتاً بے حد خفت محسوس کر رہا تھا۔

"ارے نہیں بیٹا، ہم بوڑھے لوگوں کے پاس تم جوان لوگ آجاتے ہو یہی بہت ہے۔ یہ کوئی تقاضا نہیں کرتا کہ جب اپنی اولاد ہی۔ ایسی ویسے تم سناؤ، سب خیریت تو ہے۔"

اس کی خفت پر وہ بے اختیار ہی اپنے دُکھ کا اظہار کر گئے تھے مگر جلد ہی خود کو سنبھال بھی لیا۔ صرف چند سیکنڈ کی بات تھی اور ان چند ثانیوں میں فرہاد نے کیا کچھ نہ سمجھ لیا تھا۔

"جی سب خیریت ہے۔"

"گھر میں شادی کی تیاریاں مکمل ہو گئیں؟"

"تقریباً مکمل ہی ہیں۔ ہمیں تو یوں بھی کوئی خاص کام کرنا نہیں تھا۔ بابر بھائی کا کمرا تو بھابی کے آنے کے بعد ہی سجے گا فی الحال تو صرف کارڈ بانٹے ہیں۔"

وہ انہیں تفصیل سے بتلانے لگا۔

"تو گویا بابر جہیز لینے کے حق میں ہیں۔" داجان بڑے خوشگوار موڈ میں تھے، مسکرا کر سوال کیا۔

"آپ تو جانتے ہیں، گھر میں صرف ماما کا حکم چلتا ہے۔ بابر بھائی کس جہیز کے حق میں اور کس کے نہیں، اس کا تو آج تک شاید انہیں بھی پتا نہیں چلا ہوگا۔"

جانے کیوں وہ بے حد تلخ ہو گیا تھا۔ بغاوت کی بو تو اس کے لہجے سے اکثر ہی محسوس ہوتی تھی مگر آج جو تیکھا پن اس کی آواز کو بوجھل کر رہا تھا، وہ داجان کو ٹھٹکا گیا۔

"کیا بات ہے بیٹا، آج اتنے روکھے کیوں ہو رہے ہو؟"

اس کے شانے پر دوستانہ انداز میں ہاتھ رکھتے ہوئے انہوں نے تردد سے سوال کیا۔

وہ یونہی طنزاً مسکرا دیا۔

"داجان۔ آخر والدین اولاد کو اپنی پراپرٹی کیوں سمجھتے ہیں، ان کا شعور، ان کے خیالات کی سوچ ان کے سامنے اتنی ہیچ کیوں ہوتی ہے؟ وہ اس حقیقت کو آخر کیوں تسلیم نہیں کرتے کہ بہر حال ان کی اولاد بھی ذہن رکھتی ہے۔ ٹھیک ہے کہ ہم اپنے والدین کے تجربے اور عمر کا فرق تو کبھی ختم نہیں کر سکتے۔ ان کے لیول تک جا کر سوچ بھی نہیں سکتے مگر ان تمام باتوں کے باوجود ہم دماغ تو رکھتے ہیں ناں، شعور تو حاصل ہمیں بھی ہے۔"

ان کے چھیڑنے کی دیر تھی جانے کب کا دبا ہوا غبار یکدم نکلا تھا۔ داجان نے گہری نظروں

اسے دیکھا ثمر بیگم (ماما) سے اس کے اختلافات ہمیشہ نظر یاتی رہے تھے مگر عملاً اس نے کبھی ان کے خلاف قدم نہیں اٹھایا تھا تاہم داجان سے دل کی بات کرتا تو ساری شکایتیں کر ڈالتا۔

مگر آج جو غصہ، جو گھٹن اس کے لہجے میں تھی اس کی شدت اور اس کی آنکھوں میں تحریر تھکن آمیز جھنجھلاہٹ نے انہیں سوچ میں ڈال دیا تھا۔

"مجھے تمہاری بات سے اختلاف نہیں فرہاد۔ مگر بیٹا بعض اوقات بچے جس استحقاق کو اجارہ داری سمجھنے لگتے ہیں، وہ والدین کا شدید پیار ہوتا ہے، ان کی بے پناہ محبت جس کے باعث وہ اپنے بچوں کے لیے اس حد تک حساس ہو جاتے ہیں کہ بعض مرتبہ خود بچے کے احساسات کو نظر انداز کر ڈالتے ہیں۔" ان کا شفیق اور گہرا انداز کھویا کھویا سا تھا۔

"مگر محبت کو گلے کا طوق اور پاؤں کی زنجیر بنا دیا جائے تو وہ محبت نہیں سزا بن جاتی ہے کسی بھی شے کی زیادتی نقصان دہ ہوتی ہے داجان، چاہے محبت ہو یا عناد۔"

اس کا نقطہ نظر بالکل ٹھوس تھا، داجان اس کے جذباتی انداز پہ بے اختیار مسکرا دیے۔

"میں ابھی بھی تمہیں اپوز (OPPOSE) نہیں کروں گا برخوردار مگر اتنا تو بتاؤ کہ آخر تمہیں اتنا غصہ ہے کس بات کا؟ احتشام نے کچھ کہا ہے یا بہو بیگم کی کوئی بات گراں گزری ہے تمہیں؟"

اب کے انہوں نے ناصحانہ انداز کے بجائے ازلی دوستانہ لہجے کو اپنایا تو وہ اپنی جذباتیت پر جھینپ سا گیا۔ داجان نے اس کی آنکھوں کا چور پکڑ لیا تھا۔ لہٰذا کچھ چھپانا مشکل لگا۔ پھر بھی اس نے انہیں ٹالنے کی بے حد کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔

بچپن سے آج تک ہم سارے بہن بھائیوں کے متعلق فیصلے ماما پاپا نے ہی کیے۔ ہماری تعلیم، کیریئر، دوست احباب یہاں تک کہ کھانے پینے میں بھی ان ہی کی مرضی چلتی تھی۔ مگر اب اس وقت جب تقریباً ہم سب اپنی پریکٹیکل لائف میں قدم رکھ چکے ہیں، اب بھی ماما کی جبری بالادستی یوں ہی قائم ہے۔ بابر بھائی کی قسمت اچھی تھی، شینا بھابی ماما کی بھتیجی اور نورِ نظر تھیں لہٰذا انہیں اپنی پسند حاصل کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوئی مگر اب بھی امید وہ مجھ سے بھی کرتی ہیں کہ میں انہی کی کسی فضول اور بے باک بھانجی یا بھتیجی کا انتخاب کر لوں جو کہ مجھے کسی طور پہ گوارا نہیں۔"

"اوہ۔ تو یہ بات ہے۔"

اس کی بات پر داجان بھی کچھ سوچ میں پڑ گئے۔

اس دوران خان بابا کھانا ٹرالی میں ہی رکھ کر کمرے میں لے آئے تھے۔ داجان نے اسے آفر کی مگر اس کا موڈ نہیں تھا بس ایک کپ چائے کا اشارا کر دیا۔

"ارے بھئی، اب ایسا بھی کیا غصہ۔ کھانا تو کھاؤ۔"

داجان نے اسے خان بابا کو اشارا کرتے ہوئے دیکھ کر فوراً ٹوکا۔

"نہیں داجان۔ موڈ نہیں ہے۔"

"کھانے کا تعلق معدے سے ہے برخوردار، موڈ سے نہیں، چلو شاباش پلیٹ اٹھاؤ اور نکالو کھانا۔"

ان کے زبردستی کرنے پر اس نے مجبوراً کباب پلیٹ میں ڈال لیا۔ جانتا تھا اگر وہ نہیں کھائے گا تو وہ بھی یوں ہی خالی پیٹ بھوکے بیٹھے رہیں گے۔

"اچھا اب میں نے لے لیا ہے، آپ بھی کھائیے۔"

"ہوں۔ لے رہا ہوں تم کھاؤ۔ ویسے ایک بات تو بتاؤ بیٹا کہ آخر تمہیں اعتراض کس بات پہ ہے، اس بات پہ کہ بہو بیگم اپنی بھانجی، بھتیجی لانا چاہتی ہیں یا اس پر کہ تمہاری پسند کو اہمیت

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نہیں دیتیں۔"

"دونوں ہی باتیں ہیں۔"

وہ ان کے سوال پر بغیر سوچے سمجھے ہی بول پڑا۔ پھر خیال آیا کہ کیا کہہ گیا ہے تو یک دم دانتوں تلے زبان داب لی مگر داجان سارا مسئلہ سمجھ چکے تھے۔ اس کو خفیف دیکھا تو قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

وہ بھی جھینپی جھینپی سی ہنسی ہنس دیا۔

"ارے تو یہ کہو کہ عشق ہو گیا ہے ہمارے گرینڈ سن کو۔"

وہ اس بات کو خوب انجوائے کر رہے تھے۔ فرہاد کے لبوں پر بھی مسکراہٹ ٹھہر گئی تھی۔

"کمال ہے بھئی۔ اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا اور اب بتا رہے ہو۔ بھئی یہ تو دوستی کے اصولوں کے سخت خلاف ہے یعنی رازداری، وہ بھی داجان سے۔"

اسے آڑے ہاتھوں لے کر انہوں نے اس کی پہلے تو خوب درگت بنائی پھر جب وہ جھنجھلانے لگا تو وہ خود بھی سنجیدہ ہو گئے۔

"تو اب یہ بتاؤ کہ آخر تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں اپنی پسند کی شریکِ حیات کا ساتھ چاہتا ہوں۔"

"تو اس میں مانع کون ہے؟"

"سب سے پہلے تو ماما اور اس کے علاوہ۔" وہ کچھ رُکا۔

"اس کے علاوہ؟"

اس کے چپ ہو جانے پر داجان نے بے چینی سے سوال کیا۔ فرہاد نے ایک سیکنڈ رُک کر ان کی طرف دیکھا اور پھر گہری سانس بھر کر انگلیاں بالوں میں پھنسا لیں۔

"پہلے ایک بات کا جواب دیجیے داجان، کیا آپ میرا ساتھ دیں گے؟"

ان کے ہاتھوں کو اپنے مضبوط اور توانا ہاتھوں میں لیتے ہوئے اس نے بہت آس اور بے حد اُمید سے سوال کیا تھا۔

"اگر تم حق پر ہوئے تو تمہارے جائز حق کے لیے میں تمہارے ساتھ ہوں ڈیئر۔"

اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں کی گرفت سے نکال کر اس کا شانہ تھپکتے ہوئے انہوں نے بغیر رُکے کہا، بھلا اس میں کیا سوچنا تھا۔

"تو پھر حقیقت یہ ہے کہ آپ کو میرا ساتھ دینے کے لیے پہلے بابا سے بات کرنا ہو گی اور اگر وہ نہ مانے تو میری خاطر آپ کو اس کے گھر جانا ہو گا جسے میں نے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔"

حد درجے سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس نے داجان کی طرف دیکھا جن کی آنکھوں میں واضح اُلجھن تحریر تھی۔

"آخر وہ خوش نصیب لڑکی کون ہے؟ کہاں رہتی ہے؟"

وہ بہت اشتیاق سے پوچھ رہے تھے۔ فرہاد نے قدرے جھجک کر انہیں جانچتی ہوئی نظروں سے دیکھا اور پھر گہری سانس چھوڑتے ہوئے بولا۔

"وہ سفینہ لاج میں رہتی ہے۔ آپ کی پوتی ہے۔"

"کیا؟"

داجان کے چہرے پر بیک وقت حیرت و تفکر کے سائے اُمنڈ آئے۔ فرہاد کی نظریں ان پر ہی جمی ہوئی تھیں۔ جن کی آنکھوں میں اُلجھن کے کئی باب رقم نظر آ رہے تھے۔

"جی داجان۔ وہ آپ کی پوتی ہے۔"

اُن کے تاثرات دیکھ کر وہ ان کے قدموں کے پاس آ بیٹھا۔

صہیبہ ۔۔؟"

اس کی بات پر انہوں نے بے حد سنجیدگی اور تمکنت سے سوال کیا تو ان کے لہجے میں ٹلور ے لیتی اُمید و خواہش کو محسوس کر کے اُس نے نظروں کا زاویہ بدل لیا۔ داجان کی امید کا چراغ بجھتے دیکھنے کی تاب نہیں تھی۔ اگر دل کی خواہش زور آور نہ ہوتی تو شاید وہ دل کو نظر انداز کر کے سر جھکا دیتا مگر۔۔

"نہیں ۔۔ میں زوہا کو پسند کرتا ہوں۔"

بالآخر اُس نے کہہ ہی دیا جو کہ سچ ہی تھا۔

• • •

کمرے میں کتنی ہی دیر خاموشی چھائی رہی۔

فرہاد کے دل کا فیصلہ داجان کے لیے ناقابلِ قبول نہ تھا تاہم حیرت نے انہیں فوری طور پر کچھ کہنے سے روک دیا تھا۔

فرہاد نے جھجکتے ہوئے نظر اُٹھا کر چند ثانیے بعد انہیں دیکھا۔

داجان بھی اسی لمحے اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ اس کی آس بھری نظروں سے نگاہیں ملیں تو بے ساختہ انہوں نے اس کے شانے پر دوستانہ انداز میں تھپکی دی۔

ایک شفیق سی مسکراہٹ نے اس لمحے ان کے لبوں کو گرفت میں لے رکھا تھا۔

"داجان ۔۔" وہ ان کے چہرے کے تاثرات سے بہت کچھ پا گیا تھا۔ بے تحاشا خوشی سے مغلوب ہوتے ہوئے ان کے گھٹنے پر سر ٹکا دیا۔

"جیتے رہو۔ خوش رہو۔ مجھے تمہارا فیصلہ بہت اچھا لگا۔"

"آپ کو افسوس تو نہیں ہوا؟" اُس نے اُن کے جملے کو سن کر بھی بے چینی سے سوال کیا۔

"کس بات کا؟" وہ قدرے متعجب نظر آئے۔

"اسی بات کا کہ میرا نظرِ انتخاب آپ سے مختلف تھا۔"

نظر جھکا کر پشیمانی سے کہتا وہ داجان کو ایک کم سن بچے کی طرح لگا جسے اپنی خواہش اور بزرگ کی رضا دونوں ہی یکساں پیاری تھیں اور جو ان میں سے کسی کی قربانی نہیں دے سکتا تھا۔

جواباً وہ بہت زندہ دلی سے قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ فرہاد نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"بھلا تمہیں کیا پتا کہ میری نظرِ انتخاب کس پر ٹھہری تھی؟"

اب کے انہوں نے جیسے حظ اُٹھاتے ہوئے سوال کیا۔

"آپ کی نظریں پڑھ لینے کا دعویٰ تو نہیں کرتا مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ صہیبہ کو دیکھ کر جو محبت اور شفقت آپ کی آنکھوں میں ایک خواہش بن کر چمکتی تھی، وہ میری آنکھوں سے مخفی نہ تھی۔ اس لیے کئی بار آپ سے بات کرنے کی ہمت کی بھی مگر پھر یہ سوچ کر رُک گیا کہ کہیں ماما کی طرح آپ کو میرا فیصلہ ہرٹ نہ کرے۔"

ان کے متبسم انداز کے جواب میں وہ حد درجے سنجیدگی سے بولا تو داجان نے بے پناہ پیار سے دیکھا اور اس کی فراخ پیشانی چوم لی۔

وہ اور صہیبہ کتنا خیال رکھتے ہیں ان کا۔ ان کے دُکھ اور درد کو کتنی گہرائی سے محسوس کرتے ہیں۔ یہ احساس ہی ان کی آنکھوں میں نمی بن کر اُتر آیا۔

"نہیں مائی سن ۔ مجھے تمہارے فیصلے نے قطعی ہرٹ نہیں کیا۔ زوہا بھی میرے لیے صہیبہ جیسی ہی ہے بلکہ وہ تو اس قدر سہمی ہوئی اور سراسیمہ رہتی ہے کہ اس کے لیے تمہارے جیسا مضبوط اور جیالا شخص ہی موزوں بھی ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ اپنا تجزیہ بتا رہے تھے۔ فرہاد کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔ زوہا کا تذکرہ ان کی زبانی سن کر وہ کتنا خوش ہو رہا تھا، کوئی اس کے دل سے پوچھتا۔ اس کا گھبرایا ہوا چہرہ آنکھوں میں اتر آیا تھا۔

عجیب ہوتی ہے یہ محبت بھی، انسان کو اپنے ریشمی جال میں یوں جکڑتی ہے جیسے یہ جال فولاد کی زنجیروں سے بنا ہو بلکہ شاید اس سے بھی زیادہ مضبوط۔

"مجھے تمہاری سوچ سے کبھی اختلاف نہیں ہوا اس لیے نہیں کہ تم اپنی ماں کے نظریے سے اتفاق رکھتے ہو بلکہ اس لیے کہ تمہارے خیالات انسان دوستی کے علم بردار ہیں اور یہی انسانیت کا تقاضا بھی ہے جسے ادا کرنا ہم سب کا فرض ہے۔"

داجان جانے کس خیال میں کھوئے ہوئے کہہ رہے تھے، ان کی نگاہیں بظاہر اس کے چہرے پر مرتکز تھیں مگر ذہن کی رسائی کسی اور طرف تھی۔

فرہاد نے گہری نظروں سے انہیں دیکھا تو وہ خود میں لوٹ آئے۔ اس کو دیکھ کر بڑی اور مسرت سے مسکرائے۔

"آئی ایم وِد یو مائی سن (میں تمہارے ساتھ ہوں بیٹے)۔ تمہاری خوشی میں ہی میری خوشی ہے۔"

وہ اسے اپنے ساتھ لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور لونگ روم میں لے آئے۔ چائے خانساماں دوبارہ گرم کر کے دے گئے تھے لہٰذا چائے پینے کے دوران کئی باتیں ہوئیں اور داجان اس کے لائحہ عمل کو سنتے اور اس میں موزوں مشوروں سے تبدیلی کرتے رہے۔

جب وہ داجان کے ہاں سے لوٹا تو بالکل فریش تھا۔ ساری تھکان جیسے لمحوں میں اتر گئی تھی۔ ایسے میں زوہا سے ملنے کی خواہش بہت شدت سے محسوس ہو رہی تھی مگر فی الوقت اس کا ملنا ہونا بہت مشکل تھا۔

● ● ●

جرنلز کی کریکشنز کا کام بفضلِ اللہ میں پڑا ہوا تھا۔ اس کا ذہن کسی ایک نقطے پر مرکوز ہوتے ہوئے بھی بھٹکے جا رہا تھا۔ سمعان کو اس روز بڑے سخت لہجے میں اس نے انکار تو کر دیا تھا مگر اس کے بعد جو دل نے احتجاج شروع کیا، وہ جیسے اسے پشیمانی اور تاسف کی دلدل میں پھنسائے جا رہا تھا۔ سمعان کی ناراضگی کا خیال اتنا زور آور ہوگا، یہ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔ دل کے تقاضوں سے واقف ہوتے ہوئے بھی انجان بن کر جس سرد مہری کا مظاہرہ وہ کر گزری تھی، وہ اس لمحے کے بعد صرف اور صرف پچھتاوے میں تبدیل ہو گئی تھی۔

"کیا ہو جاتا جو وہ اس کی بات سن لیتی۔ شاید زندگی کے لیے کوئی حسین خوشخبری، کوئی راحت نوید ہی مل جاتی۔"

اس کا دل چپکے چپکے بس یہی کہے جا رہا تھا۔ اور وہ صنفِ نازک ہونے اور غیر معمولی حد تک حساس ہونے کے باوجود اپنے دل کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی جو مچل مچل کر قابو سے باہر ہوا جا رہا تھا۔ اپنی خواہش پوری کرنے اپنی فرمائش منوانے پر بضد ہوا بیٹھا تھا۔

مگر خواہشوں کی تکمیل کی عیاشی وہ افورڈ نہیں کر سکتی تھی۔ ایک ایک سیکنڈ میں دس دس بار دلِ ناداں کو جھڑکتی، سمجھاتی، بہلاتی۔ مگر اس کی شوریدہ سری اور جذبوں کی آشفتہ سری اس کے ہر عذر کو یوں رد کرتی جاتی جیسے لہریں ریت پر بنے نقش مٹاتی جاتی ہیں۔

"اُف میرے مالک! میں کیا کروں؟"

ٹیبل پر سر ٹکا کر بے اختیار آنسو بہا ڈالے۔

اس روز کے بعد سے سمعان کتنا خفا خفا سا ہو گیا تھا۔ وہ سامنے آتی تو نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتا اور جو دیکھ بھی لیتا تو نظروں میں ایسا شکوہ، ایسا تاسف ہوتا کہ وہ خود کو حق پر سمجھنے کے باوجود

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اپنے دل کو یہ بات باور نہ کرا پاتی کہ جس راہ کی طرف سمعان علی گردیزی اُسے بلا رہا ہے، اس کی منزل کا سراغ اس کے پاس نہیں۔

"مگر سمعان کے پاس تو ہے۔" دل چلاتا۔

"میرا راستا کوئی اور ہے۔ وہ راستا ہے جو ابی نے منتخب کر رکھا ہے۔" وہ دل کو جھڑک اٹھتی۔

"اور اس کی منزل کا سراغ ہے تمہارے پاس؟"

دل کی عدالت میں کھڑی وہ اس جرح پہ آنسو پی کر رہ جاتی۔

اور اب بھی یہی آنسو، یہی نمکین پانی آنکھوں سے اُبل اُبل کر گر رہا تھا اپنی بے وقعتی کے وجود احتجاج کر رہا تھا۔

"مس زمین۔"

پیون شاید اسے سیڑھیوں سے ہی پکارتا چلا آ رہا تھا۔

اُس نے جلدی سے رُخ پھیر کر آنسو صاف کیے اور لیب کی الماری میں رکھی ٹیسٹ ٹیوبز کی ترتیب کو خوامخواہ چھیڑنے لگی۔

"میں اندر آ جاؤں جی؟" پیون اجازت طلب کر رہا تھا۔

"ہوں۔" باوجود ضبط کے آواز بھاری ہو رہی تھی۔

"وہ جی سمعان سر بلا رہے ہیں آپ کو۔ آپ نے میٹرک کلاس کا حاضری والا رجسٹر نہیں بھجوایا ہے انہیں۔" پیون نے اندر داخل ہوتے ہی میکانکی انداز میں پیغام دُہرا دیا تھا۔

"اوہ۔" وہ جیسے خواب سے جاگی۔

مہینہ ختم ہوتے تین دن ہو چکے تھے مگر اس نے اب تک رجسٹر سمعان کو نہیں بھیجا تھا۔ کل بھی اس کی ساتھی ٹیچر نے اسے یاد دہانی کرائی تھی مگر دل کی اکھاڑ پچھاڑ نے اسے اس قدر ہلکان کر رکھا تھا کہ یادداشت صرف ایک نقطے پر مرکوز ہو کر رہ گئی تھی۔

دل تو اس کا پہلے ہی کمزور تھا، اب تو جیسے بھرا پیمانہ ہو گیا تھا، ذرا سی ٹھیس پہ چھلک جاتا، کل جس کا التفات پریشان کیے رکھتا تھا، آج اس کی خفگی آزردہ کیے دے رہی تھی۔ اور اسی بے دھیانی میں وہ کوئی کام ٹھیک سے نہیں کر پا رہی تھی۔

بہت وقت کے فاقوں کے بعد جیسے پیٹ بھر کر کھانا بیمار کر ڈالتا ہے، ایسے ہی بہت طویل راستا کاٹتے کاٹتے کسی کا ساتھ بھی ہراساں کر ڈالتا ہے جیسے وہ سہم گئی تھی۔

"چلیں مس زمین۔ سمعان سر آپ کو بلا رہے ہیں جی۔"

پیون سر پہ سوار تھا، وہ خود میں لوٹ آئی۔

"اچھا۔ تم چلو میں آتی ہوں۔" رُخ پھیرے پھیرے اسے جواب دے کر اس نے رُخساروں پہ پھیلی نمی صاف کی اور رجسٹر اُٹھا کر دھیرے دھیرے سیڑھیاں اُتر آئی۔

ہاتھوں میں پسینہ اس خوف سے آ رہا تھا کہ جانے سمعان اس سے کس طرح پیش آئے بقول ارم، دو تین دن سے سمعان سر کا پارہ آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔

وہ جانتی تھی کہ ایسا کیوں ہے؟۔

"کم اِن۔"

لرزتے ہاتھوں سے دستک دینے پہ اندر سے بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب آیا۔

جانا تو تھا ہی لہٰذا جی کڑا کر کے گہری سانس بھری اور دروازہ دھکیل کر اندر چلی آئی۔

"یس سر۔" مرتعش آواز قابو سے باہر تھی۔

اس کی آواز پر سمعان نے انٹر کام رکھتے ہوئے نظر اُٹھائی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پہلی نگاہ میں ہی اس کی جھکی ہوئی بھیگی پلکیں اس کی بصارت کے حصار میں آگئی تھیں۔ گال پر بھی مٹے مٹے سے نشان تھے۔ آنکھوں میں تیرتی گلابیاں اور آواز کا بھاری پن، سب گواہ تھے وہ چند لمحے پہلے روئی ہے۔ متورم چہرے پر اب بھی ضبط گریہ سے سُرخی چھا رہی تھی۔

"پلیز تشریف رکھیے۔"

اس کے لہجے میں آپ ہی آپ رچاؤ اور نرمی آجاتی تھی، کسی شعوری کوشش کا اس دخل نہ تھا۔ کبھی کبھی وہ خود متعجب رہ جاتا۔

"کیا بات ہے زرمین؟۔ آپ کچھ پریشان ہیں؟"

باوجود کوشش کے وہ اپنے لہجے کا تردد چھپا نہ سکا اور وہ جو بمشکل اپنے آنسوؤں پہ بند باندھے سراسیمہ سی بیٹھی تھی۔ نمی جذب کرنے کی خاطر پلکیں جھپکنے لگی۔

"پلیز۔ ٹیل می۔ کین آئی ہیلپ یو زرمین؟۔ ڈپلیز مجھے بتائیے۔ کیا میں آپ کی کوئی مدد کر سکتا ہوں؟"

کہنیوں پر بوجھ ڈالتے ہوئے وہ میز پر اس کی جانب جھک آیا تھا۔ زرمین سے سر اٹھانا محال ہو گیا۔ اس قدر التفات پر انبساط کی بجائے تاسف اور ملال برکھا بن کر برسنے لگا تھا۔ بے بسی کی انتہا تھی۔

سمعان نے اس کی آنکھوں میں اتری بے چارگی کی بدلی دیکھ لی تھی جو کسی لمحے بھی برس سکتی تھی، جانے اس کی کیا وجہ تھی؟

"میرا خیال ہے آپ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں، آپ کو آرام کرنا چاہیے۔"

کتنی ہی دیر تک باوجود کوشش کے وہ جواب نہ دے سکی تو سمعان تشویش سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے گھبرا کر نظر اٹھائی، وہ اُسے ہی نظروں کے حصار میں لیے ہوئے تھا۔

"ہم۔ میں ٹھیک ہوں سر۔"

وہ بمشکل بول سکی تھی۔

سمعان نے بے یقین نظروں سے اسے دیکھا۔

"آئی ایم سوری۔ میں رجسٹر کا کام مکمل نہ کر سکی۔ آج اسکول آف ہونے سے پہلے ہی کر دوں گی"

نظر چرا کر اپنے آنے اور اس کے بلانے کا مقصد گویا یاد دلایا۔

سمعان نے بے اختیار گہری سانس بھری۔ اس کی کرسی سے ذرا فاصلے پر کھڑا ایک ہاتھ میز پر ٹکائے وہ اسے دیکھ رہا تھا۔ جو اپنے پیروں پر بمشکل کھڑی تھی۔

"کام میں تاخیر کی وجہ دریافت کر سکتا ہوں؟"

سینے پر بازو لپیٹے ہوئے اس نے اس کی بھیگی پلکوں کو بغور دیکھا۔ لہجے میں طنز نہیں تھا مگر زرمین ہونٹ کاٹنے لگی۔

"مجھے خیال نہیں رہا تھا۔" پیر کے ناخن سے کارپٹ کھرچتے ہوئے گویا اعتراف جرم کیا۔

"تو خیال رکھا کریں ناں۔ ہر شے اور ہر بات ایسی تو نہیں ہوتی کہ اسے نظر انداز کیا جائے۔ بعض چیزیں زندگی میں آکسیجن کی سی اہمیت رکھتی ہیں۔ انہیں کسی غیر متعلق ردی کی طرح اسٹور کی نذر نہیں کرنا چاہیے زرمین۔"

اس کا لہجہ، اس کے الفاظ محض وہی نہیں کہہ رہے تھے جو بظاہر سنا جا رہا تھا بلکہ ان جملوں میں ایک بہت طویل مضمون تھا جو اس نے چند لفظوں میں کہہ ڈالا تھا۔

زرمین نے بلا ارادہ ہی نظریں اٹھائی تھیں۔ سنجیدہ اور بے حد متین تیوروں سمیت مضبوط لہجے میں بولتا ہوا جو شخص سامنے تھا، اس کے آگے وہ خود کو شکست خوردہ محسوس کرنے لگی تھی۔ اور یہ احساس اس لمحے اس قدر غالب ہوا کہ بے اختیار آنسو چھلکتے چلے گئے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ارے ارے ۔۔ زرمین۔"

سمعان اور خود وہ بھی اس بے اختیاری پر متعجب رہ گئی تھی۔ وہ گھبرا کر اس کے نزدیک چلا آیا۔ مگر آنسوؤں پر اب قابو نہ رہا تھا۔

"زرمین ۔۔ پلیز اس طرح مت روئیں ۔ اٹس رئیلی اوور بیئرنگ (It's really over bearing)"

لہجے میں عاجزی اور تردد تھا۔

ٹشو اس کی طرف بڑھاتے ہوئے وہ ایک بار پھر اس اپنائیت کا اظہار کر گیا تھا جس کے جواب میں پہلے بھی سرد مہری ہی ملی تھی مگر جذبوں کے آگے کچھ روحیں یوں بے اختیار ہوتی ہیں جیسے ہواؤں کے دوش پر اڑتے ہوئے پتے ۔ جہاں لے جائیے چلے جاتے ہیں۔

کئی دنوں کا غبار تھا، لاوے کی مانند پھوٹ بہا تھا۔ سمعان سمجھ نہیں سکا کہ وہ کیوں رو رہی ہے اور وہ بے حد شرمندگی محسوس کر رہی تھی، ان بے لگام اشکوں پر جو بن بادل برسات کی طرح برسے تھے۔

کتنی ہی دیر وہ روتی رہی اور سمعان چپ چاپ کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ شاید وہ اس کا غبار نکل جانے دینا چاہتا تھا۔

جذباتی کیفیت سے نکل کر اس نے آنسو صاف کیے تو نظر اٹھانا محال ہو گیا۔

بھلا کیا جواب دے گی وہ اس بے وقوفی کا؟

"میں چلوں گی سر۔" بنا کوئی سوال جواب کیے وہ جانے کے لیے پلٹی مگر اس نے پکار لیا۔

"زرمین ۔۔"

لہجے کا بھاری پن اس کے اٹھتے ہوئے قدموں کو وہیں روک گیا۔ مگر پلٹنے کا یارا نہ تھا۔

سمعان خود ہی دو قدم آگے بڑھ آیا۔

وہ دھڑکتے دل کے ساتھ اس کی بات سننے کی منتظر تھی۔

"آنسوؤں سے بے بسی تو ثابت ہو سکتی ہے مگر منہ زور سچے خوبصورت جذبوں کی نفی نہیں کی جا سکتی ان اشکوں سے ۔۔ جو میں نے نہ کہتے ہوئے بھی کہہ ڈالا، اس سوال کا جواب مجھے مل گیا ہے۔" یقین اور مضبوطی سے ہمکنار اس کی آواز زرمین کی سماعتوں کو دھوکا گئی۔

"جج ۔ جی ۔۔" بے تحاشا حیرت میں ڈوبتے ہوئے پلٹ کر وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"جی ۔۔" سوالیہ جی کے جواب میں وہ بے ساختہ مسکرا کر بے حد اطمینان سے بولا تھا۔ آنکھوں میں اس لمحے اتنے خوبصورت التفات بھرے رنگ ہلکورے لے رہے تھے کہ اس سے نظر ملانا مشکل ہو گیا۔

انگلیاں مسلتے ہوئے اس نے اسے اس "خوش فہمی" سے نکالنے کی آخری کوشش کے طور پر سر اٹھا کر کچھ کہنا چاہا۔

"آپ غلط سمجھے ہیں سر۔"

"میں مزید غلط نہیں سمجھ سکتا زرمین ۔ مجھے ادھر ادھر بھٹکانے کے بجائے آپ اگر اس راہ میں میری ہمسفر بن جائیں تو یقین کیجیے، زندگی سے کوئی شکایت نہیں رہے گی۔"

وہ اس کے اڑے ہوئے حواسوں کی مکمل تصویر بنی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ایک جذب سے بولا تھا۔

"اوہ خدایا ۔ تو وہ وقت آ ہی گیا جس سے میں خوفزدہ تھی۔"

اس کے اندر جیسے دل بیٹھتا چلا گیا۔ سر بلا ارادہ ہی نفی میں ہلا اور اس سے پہلے کہ سمعان کوئی اور خوبصورت جملہ اس کی سماعتوں تک پہنچاتا وہ برق کی سی تیزی سے پلٹی اور تیز قدموں

سے دہلیز پار کر گئی۔

وہ پکارنا چاہتا تھا مگر خود کو بروقت سنبھالا جو باتیں اس کمرے میں ان دونوں کے درمیان ہوئی تھیں، وہ انہیں مزید زبانیں نہیں دینا چاہتا تھا۔

"تو یہ طے ہو گیا زرمین یاور علی کہ جذبے تو تمہیں اسیر کر گئے ہیں مگر اعتراف کرنا تمہیں منظور نہیں" راکنگ چیئر کو تیزی سے گردش دیتے ہوئے اس کا ذہن سوچے جا رہا تھا۔

"لیکن سمعان گردیزی نے بھی آج تک ہار ماننی نہیں سیکھی۔ تمہیں اپنے اور میرے جذبوں کے آگے سرنڈر کرنا پڑے گا۔"

وہ لڑکی جو محض اس کی ناراضگی سے اس قدر ٹوٹ گئی تھی، وہ جانتا تھا کہ اس کی جدائی کا وہ سہہ نہ سکے گی۔ لہٰذا اپنے لیے اور خود اس کے لیے اُسے حاصل کرنا تھا، اپنی محبت سے لُٹ جیتنا تھا۔

"ارے بے وقوف! محبت سے فرار ہمیشہ محبت کی طرف ہی کھینچتا ہے۔ تم اپنے اور میرے درمیان مسافت کی طوالت جتنی چاہو بڑھا لو، میرا ایمان مجھے تم تک لے ہی آئے گا۔"

اس کے بھیگے متورم چہرے کو تصور میں سجاتے ہوئے وہ اس سے مخاطب تھا۔ بہت یقین کے ساتھ بے حد اعتماد سمیت۔

● ● ●

"شکر ہے خدایا۔ امتحانوں کے اس منحوس چکر سے تو نجات ملی۔"

حسبِ معمول شام کی چائے لاؤنج میں پی جا رہی تھی اور آج کئی دنوں بعد زوہا اور صبیحہ بھی خوش نصیب گروہ میں شامل ہو گئی تھیں لہٰذا شکر کا سانس لیتے ہوئے کوئی تیسری بار اس نے باآوازِ بلند یہ جملہ دہرایا تھا۔

"بس بھی کرو صبی، اگر اتنی ہی بری لگتی ہے پڑھائی تو چھوڑ دو اسے۔" مدحت کو تیسری بار کہا گیا یہ جملہ ہضم کرنے میں خاصی دقت محسوس ہوئی تھی۔

صبیحہ نے سخت تیوروں سے اسے گھورا۔ سب ہی جانتے تھے کہ اگر زندگی میں وہ کسی چیز کے لیے حقیقتاً سیریس رہی ہے تو وہ صرف اور صرف اس کی اسٹڈی تھی ورنہ باقی تمام کاموں کے لیے ان کے پاس دس حیلے بہانے ہوتے تھے۔

جیسے کہ آج کل وہ خفگی کا لبادہ اوڑھے امی سے پرے پرے پھر رہی تھی مبادا وہ ایزد والے پروپوزل پر دوبارہ اظہارِ خیال کرنے اور اصرار ــــ کرنے بیٹھ جائیں۔

"اور کیا ٹھیک ہی تو کہتی ہے مدحت۔ چھوڑو پڑھائی میں کیا رکھا ہے۔ ارے اپنا گھر بساؤ مزے سے اور عیش کرو۔"

سمرہ بھابی نے شوخی سے مدحت کا ساتھ دیتے ہوئے معنی خیزی سے اسے دیکھا تو وہ جھلا کر رہ گئی۔ شاکی نظروں سے ذرا فاصلے پر بیٹھی امی کو دیکھا جنہوں نے صبح کے اخبار میں ہیڈ لائن کے ساتھ یہ خبر لگا کر اُسے سب کے مذاق کا نشانہ بنا دیا تھا۔

"واقعی۔ کتنا مزا آئے گا ناں جب اپنی صبی دلہن بنے گی۔"

زوہا بھی پچھلے کئی دنوں سے کافی پریشان تھی مگر صبی کو جلانے ستانے میں پیچھے رہنا اسے بھی قبول نہ تھا۔

"اگر اتنا ہی مزا آئے گا تو تم بن جانا دلہن میری جگہ۔ سر توڑ دوں گی اگر دوبارہ کسی نے یہ بات چھیڑی بھی تو۔"

چائے کا مگ پٹخ کر وہ شعلہ جوالا بنی اٹھ کھڑی ہوئی تو وہ تینوں ہکا بکا رہ گئیں۔

"خیریت۔ صبی کو کیا ہوا؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فوزیہ مون کو گود میں اٹھائے وہاں آئی تو پیر پٹختی صبیحہ کو جاتے ہوئے دیکھ کر پوچھنے لگی۔

"موصوفہ کو شادی فوبیا ہو گیا ہے۔"

بھابی ہنستی ہوئی ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ زوہا کو چھوٹی پھپو نے کسی کام سے اٹھا دیا تو وہ بھی صبی کے بگڑے موڈ کو درست کرنے چل دی۔

"مدحو۔ کیا بھابی واقعی ٹھیک کہہ رہی ہیں؟"

مون کو بھابی کے حوالے کر کے فوزیہ مدحت سے سر جوڑ کر بیٹھ گئی تھی۔ مدحت نے قدرے چونک کر اس کے سوالیہ چہرے کو پڑھا پھر مسکرا دی۔

"نہیں، ایسی تو کوئی بات نہیں۔ تمہیں معلوم تو ہے کہ صبی کو صرف پڑھائی ہی کا شوق ہے اور اس کی راہ میں شادی تو کیا، اگر ہم تم بھی حائل ہوں تو وہ برداشت نہیں کرے گی۔ بس اسی لیے آج کل امی سے خفا خفا سی پھر رہی ہے۔"

مدحت اس کے موڈ اور مزاج کو جانتی تھی اس لیے فوزیہ کے سوال کا جواب دینے لگی۔

"مگر یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ۔۔۔"

وہ کچھ جھجک کر رک گئی۔ گو کہ مدحت سے اس کی بہت گاڑھی چھنتی تھی مگر بات اس کی بہن کی تھی لہٰذا کچھ بھی بولتے ہوئے اسے ایک نامعلوم سے احساس نے روک دیا۔

"ہاں بولو۔ چپ کیوں ہو گئیں؟"

فوزیہ کا گریز مدحت کو کھٹکا گیا۔ جانے اس کے دل میں کیا تھا کہ وہ چپ ہو گئی تھی۔

"میرا مطلب یہ تھا کہ صبی کہیں اور۔۔۔ آئی مین وہ احتشام انکل کے بیٹے فرہاد کا بہت ذکر کرتی ہے۔"

کچھ اٹکتے، جھجکتے ہوئے بالآخر وہ دل کا خدشہ زبان پر لے آئی۔

"ہرگز نہیں فوزی۔ انہیں تو وہ نعیم بھائی کی طرح سمجھتی ہے۔ وہ اچھے دوست ضرور ہیں۔ وہ بھی اس لیے کہ داجان کے ہاں اکثر ان کی ایک دوسرے سے ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ بلکہ فرہاد بھائی تو۔۔۔"

صبی کی پوزیشن کلیئر کرتے کرتے بے دھیانی میں وہ زوہا کا نام لینے والی تھی کہ رک گئی، فوزی جو کہ بہت محویت سے اس کی بات سن رہی تھی، اس کے چپ ہونے پر چونک سی گئی۔

"وہ شاید کسی اور کو پسند کرتے ہیں۔"

فوزی کی سوالیہ نظروں کے جواب میں اس نے نظر اِدھر اُدھر کرتے ہوئے کہہ ڈالا۔

"کس کو؟" اسے اشتیاق تھا جاننے کا۔ فرہاد اور احد کو کچھ روز پہلے دیکھا تو تھا اور وہ دونوں ہی اسے اچھے لگے تھے۔ سلجھے ہوئے اور نفیس۔ اگر ان میں سے کسی سے صبی کی شادی ہو جائے تو واقعی بڑی اچھی جوڑی رہتی۔ یہ فوزی کا خیال تھا۔

"معلوم نہیں۔" اس نے قصداً لاعلمی کا اظہار کیا اور پھر بڑی آہستگی سے فوزیہ کا دھیان دوسری طرف مبذول کرا دیا۔ البتہ دل ہی دل میں صبی کو خوب کوسا جو دوسروں کے جھگڑے میں پڑ کر اپنی پوزیشن آکورڈ کر رہی تھی

• • •

سفینہ لاج سے رخسانہ بیگم اور سفینہ بیگم کے حوصلہ افزا مثبت جواب ملنے کے بعد مسز ہمدانی کے قدم تو جیسے زمین پر نہیں پڑ رہے تھے۔ کس قدر خوشی تھی انہیں کہ بس وہی جانتی تھیں۔ اکلوتے بیٹے کی خوشیاں اور اس کی اولاد دیکھنے کی خواہش کتنی زور آور اور حسین ہوتی ہے، وہ بڑی شدت سے محسوس کر رہی تھیں۔

ایزد تو پہلے ہی اُن کی خفگی سے گھبرا کر شادی کی ہامی بھر چکا تھا، اب تو محض صبیحہ کی تصویر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دکھانا باقی تھا گو کہ یہ بھی بہت بڑا مرحلہ تھا مگر وہ پُر یقین تھیں کہ وہ ان کی پسند کو ناپسند نہیں کرے گا۔

اور اس ایقان کی بدولت آج کل وہ بے حد خوش تھیں مگر حسبِ معمول ایزد کو فرصت نہیں مل رہی تھی کہ وہ ان کے ساتھ جا کر صبیحہ کو دیکھ کر آسکے لہٰذا انہوں نے تصویر ہی دکھانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ مگر وہ اتنے سے وقت کے لیے بھی اُن کے ہاتھ نہیں لگ رہا تھا۔

گزشتہ دس دن سے تو وہ شہر سے باہر گیا ہوا تھا چنانچہ بیگم ہمدانی نے آج ہر صورت اس سے بات کرنے کا فیصلہ کر رکھا تھا۔

"دیکھ لیجیے آپ اپنے لاڈلے کے کرتوت۔ میری تو کوئی بات نہیں سنتا وہ۔ آج بھی اب تک غائب ہے۔ اور میں یہاں مسلسل انتظار کر کر کے عاجز آگئی ہوں۔"

رات آٹھ بجے تک ایزد گھر نہیں لوٹا تھا۔ بی بی جان گیٹ کے چکر لگا لگا کر تھک چکیں تو جھنجلا کر سارا غصہ ہمدانی صاحب پر الٹ دیا۔

"بس اسی لیے تو میں کہتا ہوں کہ آپ کیوں اس کے لیے خود کو تھکا رہی ہیں' ہمارے سامنے بیٹھ جائیں آکر۔ کچھ عہد رفتہ، کچھ عہد گزشتہ کی باتیں کریں۔ شاید گھر کی تنہائی اور خاموشی میں کوئی رونق، کوئی ہنگامہ برپا ہو سکے۔"

میگزین ایک طرف رکھتے ہوئے وہ بڑی شگفتگی سے اپنی شریکِ حیات کی طرف متوجہ تھے۔ بی بی جان نے تیکھی نظر ڈال کر گویا سخت غصے کا تاثر دیا۔

"بس رہنے دیجیے آپ۔ سب میرے منہ دیکھے کی باتیں ہیں ورنہ سچ تو یہ ہے کہ نہ وہ اس گھر کی خاموشی کو بہو اور پوتوں کی آوازوں سے توڑنے کا ارادہ رکھتا ہے اور نہ آپ ہی اس سلسلے میں میرا ساتھ دینے کے متمنی ہیں۔ سب جانتی ہوں میں۔ حقیقتاً تو آپ اس کے حامی ہیں میرا تو بس دکھاوے کا ساتھ دیا جاتا ہے۔"

بی بی جان دونوں سے سخت برگشتہ نظر آرہی تھیں، تیکھے پن سے بولیں۔

"ارے ارے بیگم، اب ایسے تو نہ کہیں، آپ کا کیا خیال ہے کہ مجھے اکلوتے بیٹے کی خوشیاں دیکھنے کا ارمان نہیں۔"

انہوں نے شاکی نظروں سے انہیں دیکھا مگر وہ ہنوز خفا نظر آرہی تھیں۔ خجالت کا کوئی تاثر نہ دیا۔

"مگر میں اولاد پر جبر اور زبردستی کا قائل نہیں۔"

"تو میں نے کون سی قیدِ بامشقت میں ڈال دیا ہے آپ کے بیٹے کو۔" وہ جھنجلا گئیں

"میں نے یہ کب کہا۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ وہ ابھی اپنا کیریئر بنانے میں مصروف ہے۔ شادی اس کی ترجیحات میں فی الحال نہیں۔ محض آپ کی خوشی کی خاطر تو اس نے ہاں بھی کہہ ڈالی ہے۔ ورنہ درحقیقت وہ اس بکھیڑے میں پڑنا نہیں چاہتا۔" وہ رسان سے بولے۔

"بکھیڑے کی کیا بات ہے۔ شادی کی بھی عمر ہوتی ہے، کام کا کیا ہے ساری عمر کرنا ہے۔ روزگار تو انشاءاللہ چلتا ہی رہے گا۔ تو کیا اس کے باعث زندگی کے تمام معاملات پسِ پشت ڈال دیے جاتے ہیں۔" بیگم ہمدانی شوہر سے قطعی متفق نہ تھیں۔

"یہ سب نے کہا ناں بیگم، وہ ابھی اس چیز کو اتنی اہمیت نہیں دے رہا جتنی کہ اسے آپ کے خیال میں دینی چاہیے۔"

"اگر وہ اہمیت نہیں دے رہا تو کیا ہمیں بھی آنکھیں بند کر لینی چاہئیں۔ وہ اولاد ہے ابھی، محض ایک جگہ توجہ مرکوز کر کے اردگرد کا ہوش بُھلا بیٹھا ہے تو اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ ہم بھی اپنے فرض سے غافل ہو جائیں۔۔۔؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

انہوں نے تیز لہجے میں گویا شوہر سے سوال کیے۔ جواباً وہ دھیرے سے ہنس پڑے۔
"کہنا تو خیر آپ کا بجا ہے مگر میں ہتھیلی پر سرسوں جمانے کا قائل نہیں۔ آپ فی الحال رشتہ پکا کرنے کے بجائے صرف لڑکی سے ملوا دیں اسے اور باقی معاملہ اس پر چھوڑ دیں۔ یوں بھی یاور صاحب بھی بہت مہربان ہیں ایزد پہ، اسے بے حد پسند بھی کرتے ہیں غالباً اپنی بڑی بیٹی کے لیے ان کی خواہش ہے۔"

روانیت سے کہتے کہتے وہ اس بات کی طرف آ گئے جس پہ وہ کئی دن سے سوچ بچار کر رہے تھے۔

"کیا مطلب، کیا یاور صاحب نے آپ سے بات کی تھی؟"

بیگم ہمدانی حیرانی سے سوال کرنے لگیں، یہ خبر ہی تعجب خیز تھی ان کے لیے۔

"نہیں، ایسا تو انہوں نے کبھی نہیں کہا، مگر پچھلی بار جب وہ مجھ سے ملنے گھر آئے تھے تو ایزد کی بہت تعریف کر رہے تھے۔ اپنا سارا کاروبار تقریباً اسے ہی سونپ رکھا ہے انہوں نے۔ اپنے بیٹے سے زیادہ اس پہ اعتماد کرتے ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ وہ اسے اپنا بیٹا سمجھتے ہیں اس سے بہت امیدیں وابستہ ہیں ان کی۔ گفتگو کا انداز اور لفظوں کے چناؤ سے میں نے یہی اخذ کیا کہ وہ ایزد کو اپنی فرزندی میں لینا چاہتے ہیں۔"

"ارے یہ بات تھی تو آپ مجھے پہلے بتاتے، اب تو میں نے سفینہ بیگم اور رخسانہ بیگم تک سے بات کر لی ہے۔ انہوں نے تو مثبت جواب بھی دے دیا ہے، علی صاحب بھی اس رشتے پر خوش ہوئے ہیں اور آپ۔۔۔"

وہ حقیقتاً پریشان ہو اٹھی تھیں۔ ثرمین کا تو انہیں واقعی خیال نہیں رہا تھا۔ یوں بھی ان کے گھر گئے کافی عرصہ بیت چکا تھا۔

"اوہو۔ تو اس میں پریشان ہونے والی کون سی بات ہے۔ بھئی، وہ آپ کا بیٹا ہے جہاں دل چاہے اس کا رشتہ طے کریں۔ میں نے تو محض ایک خواہش ان کے لہجے سے محسوس کی تھی، سو آپ کو بتا دی۔ اب ضروری تو نہیں کہ ہم یاور صاحب کے احسانوں کا بدلہ یوں چکائیں کہ ان کی بیٹی کو اپنا لیں، بھلے وہ آپ کو پسند ہو کہ نہ ہو۔"

آخری فقرہ انہوں نے جان بوجھ کر چھیڑنے والے انداز میں کہا تو بیگم ہمدانی دوبارہ جلال میں آ گئیں۔

"پسند ناپسند کی کیا بات ہے۔ بچیاں سب کی اچھی ہوتی ہیں۔ پھر یاور صاحب کی بچیاں تو مجھے اپنے مزاج کے دھیمے پن کے باعث ہمیشہ اچھی لگتی تھیں۔ البتہ ایزد کے لیے کبھی اس طرف خیال نہیں گیا۔ اگر ایسا ہوتا تو میں کبھی احسانات کا جھگڑا بیچ میں نہ لاتی۔ غضب خدا کا۔ کیا ان کی بیٹی کوئی بوجھ ہے جو ہم اپنے احسان کا بدلہ چکانے کے لیے اسے اپنا لیں۔"

ہمدانی صاحب کی بات انہیں سخت بری لگی تھی لہٰذا کتنی ہی دیر خفگی سے وہ بڑبڑاتی رہیں اور وہ میگزین آگے رکھے بظاہر اس میں غرق تھے۔ ایزد کا سارا غصہ اکثر اوقات ان پہ ہی اترتا تھا سو آج بھی وہ ان کے نرغے میں پھنسے اپنی وہیل چیئر پہ بیٹھے۔ بس چپکے چپکے مسکرائے جا رہے تھے۔

● ● ●

"توبہ ہے ثرمین۔ تمہیں تو بس ضد سوار ہو جاتی ہے کسی بھی چیز کی۔ اب جو نہ کہہ دی ہے تو ہاں نہیں کہو گی۔۔۔ ہاں کہہ دی تو نہ کے دروازے بند، کمال ہے یہ بھی کوئی بات ہوئی۔"

زارا اس کے ساتھ چلتے ہوئے بے نقط سنائے جا رہی تھی۔

"احد ہمارا کلاس فیلو ہے، پھر اب تو ہم اچھے دوست بھی بن گئے ہیں، پھر تمہارے اس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گریز کی کیا لاجک ہے؟"

"فرینڈشپ کا مطلب تابع داری تو نہیں ہوتا زارا!"

اس نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا۔ تو زارا مزید چڑ گئی۔

"تو فرینڈشپ کا مطلب حوالداری بھی نہیں ہوتا۔ وہ بے چارہ تم سے اتنی اچھی طرح بیا آتا ہے اور تم ہو کہ ہر جگہ نام نہاد انا کا مظاہرہ کرنے کھڑی ہو جاتی ہو۔ بات بے بات ا اور سختی سے پیش آنا فرینڈشپ کی نہیں بلکہ 'کورٹ شپ' کی نشانی ہوتی ہے ڈیئر آخر تم سمجھتی کیوں نہیں ہو؟"

اسے سمجھاتے سمجھاتے وہ شوخ ہو گئی تو شرمین نے بے حد گھور کر اسے دیکھا۔

"فضول باتوں کا خاصا تجربہ لگتا ہے۔"

لہجے میں غصہ بھی تھا اور سرزنش بھی۔ زارا برا منائے بغیر ہنس پڑی۔

"تجربے سے سیکھنے والے بیوقوف ہوتے ہیں۔ عقلمند وہ جو دوسروں کی زندگی سے لے۔" چیونگم کا ریپر اتار کر منہ میں منتقل کرتے ہوئے ایک شانِ بے نیازی سے فرمایا

شرمین بے زاری سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

"اچھا۔ خیر یہ تو بتاؤ کہ احد جب تمہیں کارڈ دے گا تو لے لوگی یا وہ بھی بغیر مروت کے اس کے منہ پر دے مارنے کا ارادہ ہے؟"

اس کے قریب کھسکتے ہوئے خاص رازداری سے وہ پوچھ رہی تھی۔ شرمین کا دل چا سر پیٹ لے۔

"فار گاڈ سیک زارا اب بس بھی کرو۔ تمہیں کارڈ مل گیا ناں۔ چلی جانا۔ میری پروا کرو۔ مجھے کیا کرنا ہے، کیا نہیں۔ اس کے لیے میں نے کوئی پلاننگ نہیں کر رکھی کہ تمہا گوش گزار کروں۔"

اب کے وہ حد درجے چڑ گئی تھی، زارا نے مشکوک نظروں سے اسے گھورا۔

"سچ کہہ رہی ہو؟"

"گڈ گاڈ۔" اس نے سچ مچ سر پیٹ لیا۔

"اوہو۔ بھئی، آخر ایسی کیا افتاد آ پڑی ہے کہ شرمین نے سر تھام رکھا ہے۔"

احد جانے کس کونے کھدرے سے برآمد ہوا تھا۔ وہ دونوں آخری پیپر دے کر گھ کے لیے پارکنگ لاٹ کی طرف آئی ہوئی تھیں۔ زارا کی گاڑی آنے والی تھی اور وہی شرمین ڈراپ کرتی۔

"افتاد تو اب آئی ہے۔" زارا بے ساختہ بڑبڑائی۔

البتہ احد کی غیر متوقع آمد پہ شرمین متعجب سی کھڑی تھی کیونکہ پیپر کے فوراً بعد وہ اس کی نظروں سے بچتی بچاتی اس طرف آئی تھی، وجہ وہی گریز تھا، نہ وہ اسے نظر آنا چا تھی اور نہ ہی اس کی دعوت کو قبول کرنے کا اس کا ارادہ تھا۔ جبکہ زارا اس معاملے م خاصی ایکسائٹڈ تھی۔

"جی۔ کچھ کہا آپ نے؟" وہ زارا کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

جواباً اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"بائی دا وے، آپ دونوں کا پیپر کیسا ہوا؟" شرمین کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے سے سوال کیا۔

"کچھ ایسا خاص نہیں۔ بس سو سو۔" زارا نے منہ بنایا۔

"شرمین کا تو بڑا اسٹرانگ ریزن تھا تیاری نہ ہونے کا۔ اتنا خطرناک ایکسیڈنٹ اگر میرا ہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہا تو شاید یونیورسٹی کی شکل بھی نہ دیکھتا اس سمسٹر میں مگر تمہیں کیا ہوا تھا کہ پیپر اچھا نہ ہوئے
شکایت کر رہی ہو۔" یہ وہ زارا کو ڈیٹ رہا جب کہ شرمین اس کی بات پر چپ سی ہو گئی تھی۔
گھر کے ماحول کے باعث ہی تو وہ اکتا کر جلد ہی یونیورسٹی لوٹ آئی تھی ورنہ طبیعت تو اس کی بھی شروع میں اتنی اچھی نہ رہی تھی۔ مگر جب ذہنی سکون، جسمانی سکون کے مقابلے میں اہمیت اختیار کر جائے تو انسان "گھر" جیسی پناہ گاہ سے بھی فرار ہونے کا خواہش مند ہو جاتا ہے۔
مگر یہ بات احد کیسے سمجھ سکتا ہے۔ اس نے یہ سب کہاں دیکھا۔ وہ تو ایک بھرے پرے گھر میں اپنے والدین کی محبت بھری چھاؤں میں زندگی گزار رہا تھا۔ دکھوں کی یہ دھوپ اور اس کی تمازت بھلا وہ کیا جانے۔ وہ تو۔۔۔"
"ہیلو ہیلو بھئی۔۔ تم کہاں ہو شرمین؟"
اس کی سوچ کو بریک احد کی آواز پر لگے تھے۔ وہ چونکی تو معلوم ہوا زارا کینٹین سے کولڈ ڈرنک لانے کے بہانے واپس چلی گئی ہے۔
"کہیں نہیں۔ بس یونہی کچھ سوچ رہی تھی۔"
گہری سانس بھر کر اس نے خود کو نارمل کیا حالانکہ اس لمحے اسے زارا کی اس کمینگی پر سخت غصہ آیا تھا۔ مگر بہر حال احد کی موجودگی اس پر اس قدر بھی حاوی نہ ہوتی تھی کہ وہ کسی کو اپنا گارجین بنا کر احد کے سامنے ہی خود کو اس سے بچاتی جس کا خیال بڑی آہستگی سے اس کی سوچوں کو گرفت میں لے رہا تھا۔
مگر حقیقت کا شاہِ خاور اپنی پوری آب و تاب سے چمک کر اسے خوابوں کے مسحور کن اندھیروں میں کھونے نہیں دے رہا تھا۔ روشنی اتنی تیز تھی کہ وہ آنکھیں بند کر کے بھی خواب نہیں دیکھ سکتی تھی۔
"یونہی کچھ سوچتے سوچتے تم اس قدر غافل ہو جاتی ہو کہ مجھے سانس لیتا ہوا ایک ایسا مجسمہ لگنے لگتی ہو جس میں کسی بھٹکی ہوئی روح نے بسیرا کر رکھا ہو۔ آئی سوئیر شرمین، مجھے تم کبھی کبھی اتنی پُراسرار لگتی ہو کہ دل چاہتا ہے تمہیں ایکسپلور کروں۔ آخر تم کیا ہو؟"
اس کے چہرے پر اپنی روشن اور گہری آنکھیں مرکوز کیے وہ بہت گمبھیر لہجے میں کہہ رہا تھا۔
شرمین کا دل ایک لمحے کے لیے بری طرح دھڑکا۔
"میں محض ایک لڑکی ہوں احد۔ اس سے زیادہ تو آج تک میں نے خود بھی جاننے کی کوشش نہیں کی۔ آپ بھی تردد نہ کیا کریں۔"
خلاف توقع لہجہ نرم اور آواز دھیمی تھی جس میں شکستگی کے رنگ واضح تھے۔
"اپنے اردگرد دیواریں کھڑی کرنے سے انسان بہت دیر تک خود کو دھوپ سے نہیں بچا سکتا۔ جب سورج سر پر آ جاتا ہے تو اس کی حدت اور تمازت آپ ہی آپ چھپنے والے کو اپنے گھیرے میں لے لیتی ہے۔ شرمین! تم بھی زیادہ دیر بھاگ نہیں سکتیں۔"
"آپ سے کس نے کہا کہ میں بھاگ رہی ہوں؟" اس نے خشک لہجے میں سوال کیا۔
"کسی کے کہنے کی بھلا کیا ضرورت ہے، کیا میں نے نہیں دیکھا کہ تم یہاں مجھ سے بچنے کے لیے آئی تھیں مگر دیکھو، میں نے بھی تمہیں جا ہی لیا۔"
گہری مسکراہٹ سمیت اس کے سامنے کھڑا صاف گوئی کا مظاہرہ کرتا ہوا احد علی اس کے لیے کسی امتحان سے کم نہ تھا۔ اس نے خفت سے نظریں چرا لیں۔
"بہر حال میں نے تو بہت پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ہم اچھے دوست بھی بن سکتے ہیں۔ اور اچھے دوست ایک دوسرے کے قصور فراخ دلی سے معاف کر دیتے ہیں۔ جب کہ یہاں تو معاملہ بھی دوہرا ہے۔" آخری فقرہ وہ زیر لب بڑبڑایا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

زرمین فطری گھبراہٹ پر قابو پانے کے باوجود کچھ سٹپٹا گئی تھی، اتنی صاف گوئی کی شاید اسے امید نہ تھی۔

”یہ میرے بھائی کی شادی کا کارڈ ہے۔ تمہیں آنا ہے ہر صورت میں، کوئی انکار نہیں سنوں گا۔ میری طرف سے صرف تم اور زارا ہی انوائیٹڈ ہو۔ پلیز انکار مت کرنا۔ تمہاری سسٹر زمین مجھے بہت اچھی لگیں، ان کے لیے یہ کارڈ علیحدہ ہے۔ اس کا تم سے کوئی تعلق نہیں۔ اور پلیز یہ مت سمجھنا کہ میں تمہیں بر دکھاوے کے لیے بلا رہا ہوں۔“

شرارت اور شوخی سے اپنائیت بھری دھونس جتاتا وہ اس لمحے زرمین کو بہت اپنا اپنا لگا تھا مگر پھر وہی مجبوری۔

اجنبیت کی دیواریں کھڑی کرتی حقیقتیں اس کے سامنے رقص کرنے لگیں۔

”کیا ضروری ہے کہ ہر بار عقل کا ساتھ دیا جائے، کبھی کبھار دل کی بھی مان لیتے ہیں شہر یلاور۔ آخر من کا بھی حق ہے۔“ اندر سے آواز آئی تھی۔

اور یہ آواز اتنی بڑھی کہ عقل کا احتجاج دب کر رہ گیا۔

اس نے کارڈ احد کے ہاتھ سے لے لیا۔ انداز میں خفگی تھی نہ انکار۔

جب کہ احد سمجھ رہا تھا کہ اسے بہت کنوینس کرنا پڑے گا اور کچھ دیر پہلے تو وہ بھی دو ٹوک انکار کا سوچ چکی تھی مگر پھر ساحر لمحے نے اسے اسیر کر لیا تھا۔

”تم آؤ گی نا؟“ قدرے جھجک کر اس نے سرشاری سے پوچھا۔

”وعدہ نہیں کر سکتی مگر کوشش کروں گی۔“

سنہری کارڈ پڑھ کر بیگ میں رکھتے ہوئے اس کی نظریں نیچی ہی تھیں۔ شاید ابھی جو دل میں پکڑ دھکڑ شروع ہوئی تھی، اسے چھپانا مقصود تھا۔ احد اس کی کیفیت سے حظ اٹھا کر مسکرا دیا۔ پچھلے دنوں دل پر جو گھٹن اور جھنجھلاہٹ کی کثافت چھائی تھی۔ منٹوں میں ڈھل گئی۔

”کنوینس پرابلم ہو تو میں پک کر لوں۔“ بڑی چاہ اور تردد سے سوال کیا۔

”نہیں۔ ابو نے ایک آدھ ہفتے میں ڈرائیور ارینج کر دینا ہے میرے اور زرمین کے لیے۔ امی جی سے اجازت مل گئی تو ہم ان شاء اللہ آجائیں گے۔“

اس کے خلوص اور جذبوں کے آگے اسے اپنا گریز بہت بودا اور محض اذیت پرستی لگا۔

”تھینکس۔ آئی ایم رئیلی گریٹ فل۔“

احد خوشی سے کھل اٹھا تھا۔ بے حد دل آویز مسکراہٹ لبوں پر سجائے ہوئے وہ اس کا مشکور ہو رہا تھا۔

اس نے ایک نظر حسرت سے اس کے چہرے کو دیکھا جہاں خوشیوں کا قافلہ اترا ہوا تھا، کتنا خوش نصیب ہے احد کہ اپنی اس فطری خوشی کا اظہار کتنے اطمینان سے کر رہا ہے جب کہ میں

”لو بھئی۔ یہ پکڑو، جلدی کرو۔“

زارا شاید اسی لمحے لوٹی تھی، وہ پھر مراقبے سے نکل آئی۔ بلا سوچے سمجھے جو کچھ زارا نے تھمایا اس نے لے لیا۔ احد کی مسکراتی نظریں اس کے گرد تھیں سو وہ کچھ اور نہ سوچ سکی۔

البتہ واپسی پر زارا تمام وقت اس پر مصنوعی غصہ کرتی رہی کہ اس نے احد کے کہنے پر کیسے بلا چون و چرا کارڈ تھام لیا جب کہ اس سے کتنا لڑ رہی تھی۔ اب وہ کیا کہتی کہ ساری بات صرف سامنے والے شخص کی ہوتی ہے۔

بھلا ساحروں کے آگے بھی کسی کی چلتی ہے۔ بالخصوص ایسے لوگ جو خود کو اس سحر سے آزاد کرانا بھی نہ چاہتے ہوں۔ ان کے لیے تو یہ کام اور بھی دشوار ہوتا ہے۔

• • •

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"نمرہ ہاؤس" میں بابر کی شادی کی تیاریاں اپنے عروج پر تھیں۔ چند روز بعد ہی اس خوبصورت دن کو آنا تھا جس کے انتظار میں کب سے پروگرام بن رہے تھے۔ فرہاد آفس سے لوٹا تو گھر میں وہی شور اور ہنگامہ مچا ہوا تھا۔

رمنا اور شیبی ڈانس کی پریکٹس کر رہی تھیں۔ ساتھ میں ثنا اور عنبر کی ہدایات جاری تھیں کہ یوں اسٹیپ لو، اس طرح پیر رکھو۔ وہ اپنے کمرے کی طرف جانا چاہ رہا تھا کہ احد نے وہیں سے پکار لیا۔

"بھائی آیئے۔ ذرا اپنی کزنز کی مہارت تو ملاحظہ فرمایئے۔ کتنی محنت کی ہے انہوں نے۔"

احد کے لہجے میں طنز تھا۔ فرہاد نے دیکھا اس کے چہرے کے تاثرات سے ناگواری جھلک رہی تھی۔

اس طرح کی بے ہودہ حرکتیں ان دونوں ہی کو سخت ناپسند تھیں۔ جب کہ بابر بھائی ہائی سوسائٹی کی "مہذب روایات" کا بہت احترام کرتے اور ان کی حوصلہ افزائی میں ماما کے ہم رکاب تھے۔ احد کو بھی ان سب نے زبردستی اپنا پریکٹس دکھانے کے لیے روک لیا تھا۔

"یہ کیا واہیات حرکت ہے؟" فرہاد کی دھاڑ کے ساتھ ہی ڈیک بھی بند کر دیا گیا تھا۔

تمام لڑکیاں ساکت رہ گئیں۔ سب کے موڈ یک دم آف ہو گئے۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے، تم لوگوں کا دماغ تو درست ہے؟"

چست قمیصوں میں ملبوس وہ سب پسینے میں بھیگی کمر میں دوپٹے باندھے اس قدر بے باکی سے ڈانس کر رہی تھیں کہ فرہاد کا غصہ سا نویں آسمان کو چھونے لگا۔

"کیوں ایسا کیا کیا ہے ہم نے۔ اور تم کس بات پر اتنے خفا ہو رہے ہو؟"

ثنا نے بھڑک کر سوال کیا تھا۔ اپنے دل سے مجبور ہو کر اس کی خاطر تو وہ یہاں آتی تھی۔ ورنہ اس کے بگڑے تیوروں کو برداشت کرنا کسی کے لیے بھی ممکن نہ تھا۔

"یہ بے ہودہ ناٹک تم لوگ اپنے گھر جا کر کرنا۔ اب اگر میں نے تم میں سے کسی کو اس حلیے میں یہ سب کرتے دیکھا تو بری طرح سے پیش آؤں گا سمجھیں۔ شرم آنی چاہیے تمہیں شریف گھرانوں سے تعلق رکھنے والیوں کے یہ انداز ہوتے ہیں؟"

غصہ اور تنفر سے زیادہ اس کے انداز میں حقارت اور فہمائش تھی، تاسف تھا۔

ان سب کے تو تلووں سے لگی سر پر بجھی۔

"تو تمہارا کیا مطلب ہے۔ ہم کوئی آوارہ لڑکیاں ہیں۔ اپنی خوشی کے لیے ذرا سا ڈانس کر لیا تو تم نے ہمیں 'بازاری' بنا دیا۔ تم خود کو سمجھتے کیا ہو؟" شیبی کا پارہ بھی ہائی ہو چکا تھا۔

"شٹ اپ۔ جو میں نے کہہ دیا ہے، بس اتنا ہی کافی ہے۔ اینڈ ناؤ بی آف فرام ہیئر۔"

جلال کی حالت میں تو وہ ماما کی نہیں سنتا تھا پھر بھلا ان کی کیا اوقات تھی۔ احد اس کے اس قدر شدید ردعمل پر ششدر سا کھڑا رہ گیا۔

"مائی فٹ۔ بھاڑ میں جاؤ تم، تمہارا فنکشن۔ اب تو تمہاری آنٹی بھی معافی مانگیں تو نہیں آئیں گے ادھر۔ اینڈ مائنڈ یور سسٹر شریف زادے، شرافت محض لوئر کلاس کی روایات اپنانے ہی کا نام نہیں، گھر آئے مہمان سے اچھا سلوک بھی اس کے زمرے میں آتا ہے۔"

رمنا تو ثنا سے بھی دو ہاتھ آگے تھی۔

"جسٹ لیو ہم۔ چلو رمنا۔" ثنا نے بہن کا ہاتھ کھینچ لیا۔

"اونہہ۔ افسوس ہوا مجھے تمہاری اس مڈل کلاس ذہنیت پر۔ اپنے بھائی کا علاج کراؤ۔ اور۔ یہ اب ہائی کلاس میں موو کرنے کے قابل نہیں رہا۔"

عنبر نے فرہاد کے پاس رک کر بڑی ڈھٹائی سے کہا اور پھر احد سے یوں بولی کہ اس کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لیے بھی ضبط کرنا مشکل ہوگیا۔

"شٹ اپ۔ اینڈ گیٹ لاسٹ۔"

فرہاد سے پہلے وہ چیخ پڑا تھا۔

اس دوران گھر کے چند ملازم بھی اس چیخ پکار پر چلے آئے تھے۔ ثمر بیگم غالباً اپنا کمرہ لاک کرکے آرام کی غرض سے لیٹی تھیں، ان کے جھگڑے کی آواز پہنچی تو وہ بھی ہڑبڑا کر کمرے سے برآمد ہوئیں مگر آناً فاناً سب جا چکے تھے۔

"کیا ہوا؟ یہ سب کہاں گئیں؟"

جس لمحے انہوں نے لاؤنج میں قدم رکھا احد اور فرہاد بھی اوپر چلے گئے تھے۔ ملازم ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔

"کیا پوچھ رہی ہوں میں۔ جواب کیوں نہیں دیتے؟"

اب کے انہوں نے بے حد سخت تیوروں سے سوال کیا تو بالآخر انہیں بتانا ہی پڑا۔

"اوہ گاڈ۔ یہ فرہاد تو میرا نروس بریک ڈاؤن کرا کے ہی چھوڑے گا۔"

سخت پیچ و تاب کھاتی وہ اوپر آئیں تو دونوں لونگ روم میں بیٹھے نظر آگئے۔

"فرہاد۔" ان کا غصیلا بھڑکتا انداز دونوں کو باور کرا گیا کہ وہ سب سن چکی ہیں۔

"آخر کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ۔ میں جتنی تمہیں ڈھیل دے رہی ہوں، اتنا ہی تم بگڑتے اور سر پر چڑھتے جا رہے ہو۔ کیا حق پہنچتا ہے تمہیں میری بھانجیوں کو گھر سے نکالنے کا۔"

ان کی آنکھوں سے تو جیسے شرارے اور لہجے سے دھواں نکل رہا تھا۔

"یہ گھر میرا بھی ہے ماما۔ اور میں یہاں ناقابل برداشت، واہیات کام ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔" ان کے لہجے پر اسے بھی ضبط کرنا دشوار ہوگیا۔

"تو کس نے کہا ہے کہ برداشت کرو۔ یہ میرا گھر ہے یہاں وہی کچھ ہوگا جو میں چاہوں گی۔ تمہیں یہ سب ناپسند ہے تو چلے جاؤ اپنے خاجان کے پاس جن کی شہ پر تم اپنی سوشل روایات سے باغی ہو رہے ہو۔" آج تو ان کا جلال بہت ہی شدید نوعیت کا تھا۔

"پلیز ماما۔ یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟" احد گھبرا کر بول پڑا۔

"شٹ اپ احد، مجھے اس سے بات کرنے دو، میری ناک میں دم کر دیا ہے اس نے۔ آئی ایم سِک آف ہم (I am Sick of him)۔ کوئی طریقہ، کوئی مینرز اسے یاد نہیں۔ گھر آئے لوگوں سے ایسا سلوک کیا جاتا ہے۔ تمہیں یہ سب کرنے کی جرأت کیسے ہوئی؟"

ان کا جلال کسی طور کم نہیں ہو رہا تھا جب کہ فرہاد الگ کھڑا اپنے غصے کو کنٹرول کر رہا تھا۔

"مجھے یہ ناچ گانا زہر لگتا ہے۔ یہ بازاری اطوار جنہیں آپ ہائی سوسائٹی سرکل کی جان اور اپنی شان سمجھتی ہیں، نفرت ہے مجھے ان سے۔ ضروری ہے ان کا شادی کی رسومات میں شامل ہونا؟"

وہ اپنا لہجہ بمشکل دھیما کر سکا تھا ورنہ ان کا "گھر سے چلے جاؤ" والا جملہ ہی خون کھولا گیا تھا۔ احد اگر ملتجیانہ انداز میں اس کا کندھا نہ پکڑتا تو شاید وہ ایک سیکنڈ نہ رکتا۔

"ہاں ضروری ہے۔ تمہیں ناپسند ہے تو نہ کرنا اپنی شادی میں بلا گلا۔ نکاح کے دو بول پڑھوا کر لے آنا کسی مڈل کلاس لڑکی کو جو تمہاری اس کنزرویٹو سوچ کا ساتھ دے سکے۔"

انہوں نے حقارت سے کہا تو اُس کے ماتھے کی رگیں تن گئیں۔

اس کی صاف شفاف سوچ کو وہ مڈل کلاس کا میکنٹیس گرداتی تھیں ... د ظریاتی اختلاف تھا جس نے اسے ماما سے ذہنی طور پر دور کر رکھا تھا جب کہ وہ ... شہ ویلیا ہی خیال دکھتیں جیسا سب کا رکھتی تھیں تاہم ذہنی فاصلوں کو وہ بھی محسوس کرتی تھیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کے اس گھر پر میرا کوئی حق نہیں؟"

اس کا لہجہ تند تھا۔ لہجے کا تناؤ جیسے فیصلہ کن تھا۔ ثمر بیگم اس کے تیور دیکھ کر ایک دم ٹھٹک ئیں۔ طیش میں جانے کیا کیا کہہ گئیں مگر جانتی تھیں کہ جوان اولاد کے جوش اور غصے کو بھڑکانے ا مطلب محض نقصان ہے جبھی بمشکل خود کو ٹھنڈا کیا۔

"تمہارا حق ہے مگر اس کا استعمال تمہیں سیکھنا پڑے گا۔"

اب کے ان کا لہجہ ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ فرہاد نے تعجب سے انہیں دیکھا۔ لمحے بھر میں لہجے کا اتار چڑھاؤ۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اسے کتنا چاہتی ہیں، اس لیے قصداً خود کو بھی کول ڈاؤن کیا۔ مد اللہ اسے ریلیکس کر رہا تھا۔ خوشی کے گھر میں وہ خود کوئی ہنگامہ کھڑا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ر آج جانے کیسے ٹیمپر لوز کر گیا تھا وہ۔

"یں آپ کے لاگو کردہ قوانین کی پاسداری کا وعدہ نہیں کر سکتا ماما۔ جو چیز مجھے پسند نہیں وہ یں ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔" دھیمے لہجے میں بھی ہٹیلا پن تھا۔

ثمر بیگم اس کے سخت لہجے پر چپ چاپ اسے دیکھتی رہیں پھر توقف کے بعد بولیں۔

"کمپرومائز کی کوئی راہ نہیں ہو گی فرہاد؟"

"مگر ڈیئر، وہ تو تمہارے بھائی کی شادی کی خوشی کو دوبالا کرنا چاہ رہی تھیں پھر بابر کو بھی تو ب پسند ہے۔ تم اس کی خوشی کا بھی تو سوچو۔ شادی اس کی ہے لہٰذا اگر وہ اپنی پسند کے نکشن رکھنا چاہ رہا ہے تو اس میں کیا حرج ہے۔ ڈانس اتنی بڑی چیز بھی نہیں فرہاد، یہ تو ن اپنی خوشی کے اظہار کا ایک طریقہ ہے۔ اور بس۔"

اسے نرم پڑتا دیکھ کر ثمر بیگم نے بھی نرمی سے کہا تو وہ ان کے آخری فقرے پر حیران رہ ۔ خود اپنے بچوں کو اسلامی تعلیم دلوانے کے بعد اور بذات خود اس سے بہرہ ور ہونے کے بود وہ کس اطمینان سے کہہ رہی تھیں کہ یہ تو محض خوشی کا اظہار ہے۔

"میرا خیال ہے ماما، خوشی کو کسی اظہار کی ضرورت نہیں ہوتی۔ محض خلوص ہی اس کے مظاہرے ے لیے کافی ہے۔ بہرحال میں آپ سے بحث نہیں کرنا چاہتا۔ آپ ان سب کو سمجھا دیں کہ کم از کم ے سامنے اپنی مسرت کا یہ اظہار نہ ہی کریں تو بہتر ہے ورنہ میرے لیے خود کو کنٹرول کرنا ل ہو گا۔"

اس نے بدول ہوتے ہوئے صاف صاف کہہ دیا۔

"فرہاد صاحب۔ آپ سے ملنے سمعان صاحب آئے ہیں۔"

اس سے پہلے کہ ماما کچھ کہتیں، ملازم کی اطلاع پر تینوں اس طرف متوجہ ہو گئے۔

احد نے سکون کا سانس لیا کیونکہ فرہاد کے آخری فقرے پر پھر سے گرج چمک کے ساتھ لہ باری ہونے کا صد فی صد امکان تھا۔

"چلو میں آیا۔" ملازم کو کہہ کر وہ اپنے کمرے میں کپڑے چینج کرنے چلا گیا تو احد نے ثمر بیگم ے کندھوں پر اپنا بازو پھیلا دیا۔

"پلیز ماما انہیں معاف کر دیں۔ آپ جانتی تو ہیں بھائی کتنے جوشیلے ہیں۔ بس ذرا سا ہ آ گیا تھا انہیں مگر پلیز آپ تو خود کو کنٹرول کریں۔ میں بھائی کو سمجھا لوں گا بلکہ اپنی ساری ن سسٹرز کو بھی منا لوں گا۔ آئی پرامس۔"

ان سے بے حد عاجزی سے کہتے ہوئے اس نے ایک ایسی بات کا وعدہ بھی کر لیا جسے پورا نا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ یعنی فرہاد کو سمجھانا بھی اور ان سب آفت کی پرکالاؤں نانا بھی مگر اس وقت اس کے لیے اپنے گھر کا سکون قائم رکھنا ضروری تھا۔ لہٰذا ثمر بیگم کو ل ڈاؤن کرنے کے لیے کہہ بیٹھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اوکے۔ مگر آئندہ مجھے شکایت نہ ہو" وہ اسے چند لمحے دیکھتی رہیں پھر حکم ستاتی لوٹ گئیں۔ طوفان آنے سے بچ گیا تھا۔ احد نے سکون کا سانس لیا اور تھک کر وہیں صوفے پر گر گیا۔

"اب آرہے ہو تم۔ بے مروتی کی انتہا ہے۔"

سمعان کو دیکھتے ہی فرہاد نے بے حد خفگی سے کہا تو وہ کان کھجانے لگا۔

"پلیز یار، آئی ایم وری سوری۔ آخری سمسٹر کی مصروفیات اور اسٹڈیز کے باعث بھی وقت نہیں نکال سکا۔ اس سے فرصت ملی تو اتنے دن کی غیر حاضری کے باعث جو کام نامکمل رہ گئے تھے انہیں پایۂ تکمیل تک پہنچاتے میں ذہن سے ہی نکل گیا کہ تم بھی آنا ہے بلیو می۔ ماما تک ناراض ہیں مجھ سے۔"

"انہیں ہونا بھی چاہیے، تم ہو بھی اسی لائق۔"

ذرا دیر پہلے والے موڈ کے مقابلے میں فرہاد اسے دیکھ کر بہت فریش ہو گیا تھا، بشا سے بولا۔ اور اس کے معذرت خواہانہ لہجے پر سخت نظروں سے اسے گھورا جواباً وہ ہنس:

"مجھے معلوم تھا تم یہی کہو گے۔ اچھا خیر کچھ چائے وائے منگواؤ۔ دیکھو تو موسم کس قدر اچھا ہو آسمان پر نظر دوڑاتے ہوئے اس نے ہاتھوں کا تکیہ بنا کر لان چیئر کی پشت سے سر ٹکا دیا۔

"یہ موسم تمہیں اچھا لگ رہا ہے۔ محترم خیریت تو ہے، دماغ تو ٹھکانے پر ہے تمہارا؟"

"بھئی مجھے تو یہ موسم بہت اچھا لگ رہا ہے۔" جواب میں وہ سرشاری سے ہنس دیا۔

"میرا خیال ہے دل کے آسمان پر بدلیاں چھائی ہوئی ہیں جبھی اس حدت میں بھی آپ کو ساون کا مزا آرہا ہے۔" فرہاد نے متوالی نظروں سے دیکھتے ہوئے قیاس کیا تو وہ باقاعدہ قہقہہ ہنس پڑا۔

"ٹھیک کہا ناں میں نے۔ یقیناً تمہارے دل کی گلیوں میں چراغاں ہو گیا ہے۔"

"ہاں۔ تم نے ٹھیک ہی کہا۔ وہ واقعی کسی دیئے کی مانند میرے دل میں جل کر روشنی بکھیر ہے۔" سیدھے ہوتے ہوئے وہ فرہاد کی طرف جھک کر بلا ارادہ ہی دل کی بات کہتا چلا گیا۔

فرہاد نے کسی قدر تعجب سے اسے دیکھا، ایک دوبار اس نے زمین کا ذکر کیا تو تھا مگر اس سنجیدگی اس انتہا کی ہو گئی ہے اسے واقعتاً حیرت ہوئی۔ دیکھنے والے کے لیے تو ایک نظر ہی ہوتی ہے مگر پچھلے دنوں وہ خود اتنا مصروف و پریشان رہا کہ اپنے عزیز ترین دوست کی آنکھوں اُجالے کی اسے خبر ہی نہ ہو سکی۔ اور اب جب کہ وہ خود حال دل اُسے سنا رہا تھا، فرہاد نے اس ایک بات کا خوب مزا لیا۔ اتنا ریکارڈ لگایا کہ وہ فرہاد کی وہ درگت ——— جو اس نے زوہا کے میں اس کے احساسات سن کر بنائی تھی، یاد کر کے اس وقت کو کوس کر رہ گیا، جب فرہاد اس کے خوب زچ ہوتا تھا۔

● ● ●

"یا خدا۔ یہ کیک بنا ہے۔"

تین گھنٹے کی محنت ایک ڈراؤنی سی شکل کی بھدی سی روٹی کی صورت میں سامنے پڑی تھی جو تو دیکھتے ہی چیخ مار دی۔

"تو تمہیں کیا شاہی ٹکڑے نظر آرہے ہیں؟" مدحت نے غصے سے آنکھیں نکالیں۔

"شاہی ٹکڑے اگر سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں تو شاید یہ وہی ہوں۔"

س کا انداز سراسر مذاق اڑانے والا تھا۔ زوہا نے سخت تیوروں سے اسے گھورا مگر اس پر مطلق نہ تھا۔ چٹکی سے گرم گرم کیک اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے معائنہ کرنے کے انداز میں اس پوسٹ مارٹم کر ڈالا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہٹ جاؤ تم ۔ بے کر مزید حشر کر دیا کیک کا۔" زوہا نے غصے سے پلیٹ اپنی طرف کھینچ لیا۔

"خدا کے لیے اسے کیک تو نہ کہو زوہا ۔ یقین کرو ساری بیکریوں میں احتجاجاً ہڑتال ہو جائے گی۔" کیبنٹ پر چڑھ کر بیٹھتے ہوئے اس نے گویا دہائی دی۔

"شٹ اپ ۔ مدحت! سر توڑ دوں گی میں تمہارا۔"

"بعد شوق ۔ مگر پہلے ایک نظر ڈرائنگ روم میں بیٹھی اپنی ہونے والی ساس یعنی مسز ہمدانی اینڈ سن کو دیکھ آئیں پھر کریئے گا جو کرنا ہے۔" فوزیہ اس لمحے بہت ایکسائٹڈ نظر آ رہی تھی۔

"بھابی ۔ کیا یہ لوگ ٹھیک کہہ رہی ہیں؟" اب تو وہ واقعی گھبرا گئی۔ سٹپٹا کر مدد طلب نظروں سے بھابی کی طرف دیکھا۔ وہ بھی ان تینوں کی ہمنوا تھیں۔ گہری مسکراہٹ لبوں پر سجائے اسے شوخ نظروں سے دیکھا تو وہ جھنجلا اٹھی۔

"میرے منع کرنے کے باوجود امی نے انہیں بلا لیا۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ کیا میرے انکار و اقرار کی کوئی اہمیت نہیں۔" تاسف سے اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

ان چاروں کی تو اس وقت خوب بن آئی تھی، خوب ہی اسے چھیڑ رہی تھیں مگر اس کا دل جیسے اچاٹ ہو گیا تھا۔ بنا کچھ کہے جھٹکے سے کھڑی ہوئی اور کچن سے نکل آئی۔

"صبیحہ تمہیں دادی جان ڈرائنگ روم میں بلا رہی ہیں۔"

ساجد شوخ تبسم سمیت لاؤنج میں ہی اسے مل گیا۔ اطلاع دینے کے ساتھ کچھ شریر نظروں سے اسے دیکھا تو وہ جل کر رہ گئی۔

"اوہو ۔ تو گویا غصے کی اداؤں والا وار کرنے کا ارادہ ہے۔ اچھی بات ہے آگے بڑھو میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔" اس کے سر پر زبردستی ہاتھ پھیر کر اس نے بزرگانہ انداز اختیار کیا تو وہ جھنجلا کر لان کی طرف والے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

آج مسز ہمدانی ایزد کو بمشکل اپنے ساتھ لانے میں کامیاب ہو سکی تھیں چونکہ وہ کئی دن بعد ہاتھ آیا تھا لہٰذا ایک روز پہلے سے اطلاع نہ کر سکیں اور چلی آئیں۔

زوہا وغیرہ نے کیک بنایا تھا لہٰذا ان کی آمد کا سن کر یہی سوچا کہ ان کے سامنے رکھ دیں گے مگر اس کی ہیئت ایسی نہ تھی کہ ان کے سامنے رکھا جاتا ۔ وہ سو کر اٹھی تو کچن میں پہنچتے ہی یہ خبر سننے کو ملی جس نے اس کا موڈ خراب کر کے رکھ دیا۔

"صبیحہ ۔"

امی کی آواز اس کے کانوں تک بخوبی پہنچ رہی تھی مگر اس نے سنی ان سنی کرتے ہوئے لان کا رخ کیے رکھا۔ اور ابھی پوری طرح سکون سے لان میں پڑی کین چیئر پر بیٹھی بھی نہ تھی کہ کھلے گیٹ سے اندر آتے شخص کو دیکھ کر ٹھٹھکی اور پھر بلا ارادہ اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

"اے مسٹر ۔ کدھر جا رہے ہیں؟ ۔ کون ہیں آپ؟"

خراب موڈ کے باعث لہجہ سخت کھردرا تھا مگر احساسِ ملکیت کا پاس رکھنا تھا، کڑے تیوروں سے نووارد کو گھورتے ہوئے استفسار کیا۔

"مجھے ایزد ہمدانی کہتے ہیں۔" اپنی دھن میں چلتا وہ اندر آ رہا تھا کہ سامنے کھڑی غصے سے سرخ ہوتی ہوئی لڑکی کے سوال پر چونک کر نظر اٹھائی اور بے حد اعتماد سے جواب دیا۔

جواب قطعی غیر متوقع تھا ۔

"جی ۔ !" حواسوں نے پہلی فرصت میں دغا دے ڈالی تھی۔

● ● ●

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہائی، اوے آپ کون ہیں؟۔"

اس کی گھبراہٹ کے جواب میں سوال ہوا تو وہ فطری جھجک پر فوراً" قابو پاتے ہوئے اپنے ازلی اعتماد کو برقرار رکھنے کی کوشش کرنے لگی۔

"میں صہیبہ علی ہوں۔"

جواب دینا ضروری تھا کیونکہ مخاطب ایزد ہمدانی منتظر کھڑا تھا۔

"اوہ!"

اپنی بے ساختہ مسکراہٹ کو دبا کر اس نے ہونٹ سیٹی بجانے کے انداز میں وا کیے گو کہ انداز میں شرمندہ کرنے کا عنصر نہیں تھا پھر بھی وہ نظر جھکا گئی۔

"بی بی جان شاید اندر ہیں۔"

پھر سوال ہوا' صہیبہ نے نظر اٹھائی ایزد کی پرشوق نگاہیں دلچسپی کا تاثر لیے اسی پر مرکوز تھیں مگر اب کے وہ خود کو سنبھال چکی تھی۔

"غالباً"۔۔۔ میری ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔"

اس نے لاعلمی کے اظہار کے لئے شانے اچکائے تو ایزد کی گھنی مونچھوں تلے ہونٹ مسکرا دیئے۔

"آپ اندر تشریف لے چلیے۔"

وہ لاکھ بولڈ سہی' تھی تو آخر لڑکی ہی اس کی نگاہیں اپنا حصار کرتی محسوس ہوئیں تو بے اختیار کہہ گئی۔

"شیور۔"

ایزد نے بھی شانے اچکا دیئے اور اس کی رہنمائی میں ڈرائنگ روم تک چلا آیا۔

"پلیز۔" دروازے پر رک کر اس نے ایزد کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔

"آپ نہیں چلیں گی۔"

بڑا بے ساختہ سوال تھا وہ جھینپ سی گئی۔

ذرا دیر پہلے ہی تو سو کر اٹھی تھی اس کی بالوں کی کئی لٹیں چٹیا سے نکل کر چہرہ کا طواف کر رہی تھیں شکن آلود کپڑے بدلنے کی بھی زحمت نہیں کی گئی تھی ایسے میں وہ ایزد کے سامنے کھڑی شرمندہ ہو رہی تھی۔

وہ کس حوالے سے آیا ہے اچھی طرح جانتی تھی لہٰذا اس کی آفر پر چپ چپ نفی میں سر ہلا دیا جس سے ایزد کے لبوں کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔

جونہی وہ اندر گیا وہ پہلی فرصت میں وہاں سے بھاگی' مگر کم بختی نے ساتھ نہیں چھوڑنا تھا فوزیہ اور مدحت نے یہ نظارہ دیکھ لیا تھا اس کے لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اسے گھیرے میں لے لیا۔

"اسے کہتے ہیں چھپا رستم ہونا۔"

فوزیہ نے پہل کی مدحت تو ساتھ ہی تھی۔

"اور نہیں تو کیا' ہمارے سامنے غصے کا اظہار کیا جا رہا تھا اور جب موصوف سامنے آئے تو مذاکرات کئے جانے لگے۔"

"یہ فاؤل ہے۔" زوہا نے بھی مدحت کے کندھے سے لگ کر دہائی دی۔

"بکو مت۔"

وہ اس حملے کے لئے تیار نہیں تھی سٹپٹا گئی غصے سے آنکھیں نکالیں مگر ان پر اثر نہ تھا۔

"اچھا تو اب ہم بکنے لگے' اور خود جو حضرت کے ساتھ گپیں لگائی جا رہی تھیں وہ کیا "فرمانے" کے زمرے میں آئیں گی۔"

مدحت کی تو بن آئی تھی خوب خوب ہی اسے چھیڑ رہی تھی۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صوفے پر دھم سے بیٹھتے ہوئے اس نے جلالی انداز اپنایا تھا۔

"چلو ٹھیک ہے تمہاری یہ بات مان لیتے ہیں اب یہ بتاؤ کہ کیا کیا باتیں ہوئیں۔"

زوہا نے جلدی سے ہتھیار ڈالتے ہوئے اس کی رائے پر سر تسلیم خم کیا اور پھر قریب بیٹھتے ہوئے سرگوشیانہ انداز میں دھیمے لہجے میں پوچھا۔ اشتیاق کا پیکر بنی وہ تینوں اسے یکدم زہر لگیں۔

"لاحول ولا قوۃ تم لوگ تو بالکل ہی پاگل ہو میں بھلا کب باتیں کر رہی تھی ان سے۔"

"ان سے۔" مدحت نے بیچ میں ہی اچک کر معنی خیز انداز میں نظریں شوخی سے گھماتے ہوئے کہا۔

"چلو تم نہ سہی وہ تو کچھ کہہ رہے تھے۔"

فوزیہ کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی اسی اثناء میں بھابھی لوازمات کی ٹرالی سجائے کچن سے برآمد ہوئیں۔

"بھابھی پلیز انہیں سمجھالیں نہیں تو میں ان سب کا حشر کر دوں گی۔"

بھابھی کو دیکھتے ہی اس نے جست بھر کر اٹھتے ہوئے دہائی دی۔

"کیا ہو گیا بھئی۔"

بھابھی مدحت کو بلا کر اپنے ساتھ چائے لانے کے لئے کہنا چاہ رہی تھیں کہ اس کی شکایت پر حیرانی سے متوجہ ہوئیں۔

جواب میں اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی فوزیہ نے نمک مرچ لگا کر سارا واقعہ اس کے گھورنے کے باوجود سنا ڈالا' بھابھی کا ردعمل حسب توقع تھا۔

"ہوں تو گویا آمنا سامنا ہو گیا۔" بڑا شوخ انداز تھا۔

"جی۔" وہ تینوں بیک وقت ہنستے ہوئے کورس میں بولیں۔

"لو جی یک نہ شد چار شد۔"

اس نے سر پیٹ لیا کیونکہ اب بھابھی ان کی حامی بنی اس سے سارے واقعے کی تفصیل پوچھنے لگی تھیں اور اس سے پہلے کہ وہ ضبط کا دامن چھوڑ بیٹھتی دادی جان چلی آئیں۔

"ارے سمرہ بیٹا چائے لانے میں اتنی دیر' اور یہ کیا صبیحہ بیٹا تم نے کپڑے تک نہیں بدلے چلو جا کر چینج کرو۔"

انہوں نے تو آتے ہی ہدایات جاری کرنا شروع کر دیں۔ سمرہ اور مدحت پہلی فرصت میں ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئیں جب کہ فوزیہ اور زوہا چائے لینے کے لئے کچن میں چلی گئیں۔

"پلیز دادی جان میرا دل نہیں چاہ رہا کسی سے ملنے کو۔"

دادی جان کے محبت بھرے انداز پر اس نے جلدی سے بہانا بنایا۔

"کیوں بیٹا' مہمان آئے ہیں اور پھر بالخصوص تم سے ملنے آئے ہیں' کیا تم گھر آئے لوگوں کے سامنے اپنی والدہ اور مجھے شرمندہ کرو گی۔"

"دادی جان۔۔۔!"

"دیکھو گڑیا تمہیں جو کچھ بھی کہنا ہو ان کے جانے کے بعد کہنا' اس وقت میرا کہا مانو اور اچھے سے کپڑے بدل کر اندر چلی آؤ' چلو شاباش۔"

اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے دادی جان نے کہا تو اسے لامحالہ ماننا ہی پڑا البتہ چہرے کے تاثرات کھلے احتجاج کی داستان سنا رہے تھے۔

بادل نخواستہ وہ کمرے کی طرف بڑھ گئی تو نفیسہ بیگم ڈرائنگ روم کی طرف پلٹ آئیں رخسانہ بیگم نے انہیں اسی لیے بھیجا تھا کہ وہ اسے اندر آنے پر راضی کر سکیں کیونکہ انہیں تو وہ صاف انکار کر دیتی اس کا انہیں بخوبی اندازہ تھا تاہم دادی جان کی بات نہ ماننے کا کوئی امکان نہیں تھا۔

اور ہوا بھی یہ ہی' ٹھیک پندرہ منٹ بعد ریڈ اور براؤن کنٹراسٹ کاٹن کے جدید تراش خراش والے سوٹ میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ملبوس جب وہ بھابھی کی دس جھڑکیاں کھا کر ڈرائنگ روم کے دروازے سے اندر داخل ہوئی تو سامنے بیٹھے ایزد کی نظریں بے ساختہ اس کی طرف اٹھیں اور ٹھہر گئیں۔

"آؤ آؤ بیٹا میرے پاس بیٹھو آکر"

بی بی جان نے بے حد چاہ سے اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے قریب بٹھالیا۔ ضبط کے کئی پہرے خود پر بٹھاتے ہوئے وہ ایک طرف سمٹ کر ٹک گئی۔

روایتی اور چند رسمی جملوں کے تبادلے کے بعد اس نے وہاں سے جانے میں دیر نہیں لگائی البتہ جب تک بیٹھی رہی اعتماد سے سر اٹھائے جواب دیتی رہی۔

دادی جان کے کہنے پر ایزد کو چائے بنا کر دی اور اس کے شکریے کے جواب میں ویلکم بھی کہا' اور اس تمام کارگزاری کے دوران گھبراہٹ پر قابو پانے کے لئے جو کہ ایزد کی گہری نظروں کے باعث اس کے حواسوں پر چھا رہی تھی اس نے قصداً خود کو لاپروا ظاہر کیا۔

اور اس کی توقع کے برعکس اس کا یہی پر اعتماد اور لاپرواہ انداز ایزد کو پہلی نظر میں بھا گیا۔ جبھی تو ایک گھنٹے کی اس نشست میں اس نے ایک بار بھی گھڑی پر نظر ڈالنا ضروری نہیں سمجھا۔

بی بی جان بیٹے کے مزاج کی اس تبدیلی کی خوشگواریت کو محسوس کرکے سرشار ہو گئیں۔ وہ بنا کہے ہی اس کے دل کا مثبت جواب جان گئی تھیں اسی لیے چلتے ہوئے بالخصوص سب کو اپنے گھر آنے کی دعوت دے گئیں۔

• • •

فون کی بیل ایک تسلسل سے بج رہی تھی جانے امی جی اور نرمین کس کونے میں جا چھپی تھیں وہ واش روم سے باتھ لے کر نکلی تو فون کے بیل نے اسے اپنی جانب متوجہ کر لیا لامحالہ اسے ہی چند ثانیہ انتظار کے بعد فون اٹھانا پڑا۔

"ہیلو!"

"ہیلو بے مروت لڑکی تم تو فائنل پیپر کے بعد ایسی غائب ہوئیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔"

دوسری طرف سے زارا کی شکوہ بھری آواز سنائی دی تو وہ دھیمے سے مسکرا دی۔

"بس یقین کرو بالکل فرصت نہیں ملی۔"

لہجہ معذرت خواہانہ تھا مگر زارا پر اس کا اثر نہ ہوا اسی اسپیڈ اور اسی والیوم سے بولی۔

"ہاں ہاں ایک تم نے ہی تو دنیا سر پر اٹھا رکھی ہے اور تو جیسے سب ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں ارے میں نے کہا مینو کی بچی ذرا اپنی اس مصروفیت کا لب لباب میرے گوش گزار کرو ذرا میں بھی تو سنوں دنیا میں "مصروف لوگوں" کی کیا روٹین ہوتی ہے۔"

اس کا خفگی بھرا طنز شرمین کو ہنسنے پر مجبور کر گیا۔ کتنی اپنائیت سے وہ گلہ کر رہی تھی۔ وہ جو سدا سے لاپروا مشہور تھی شرمندہ ہو جاتی اس وقت بھی خفت سے ہنس پڑی۔

"نہیں بھئی اب ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ بس ذرا نرمین کے ساتھ سردیوں کی شاپنگ کرنی تھی' اور کچھ کام امی جی نے نکال کر رکھے ہوئے تھے انہیں پایہ تکمیل تک پہنچانا تھا۔"

اس نے اپنا دفاع کرتے ہوئے سادگی سے بتایا۔

"تمام کام کر لیے' اب میری بھی عرض سنو' کل احد کا فون آیا تھا۔"

اپنی بات کے اختتام پر زارا نے اپنے مخصوص انداز میں دھماکا کیا۔

"احد کا فون۔"

دل کی کیفیت یکدم بدلی تھی مگر اس کے لیے اس کا خوشگوار یا مثبت پہلو نکالنا مشکل تھا۔

"جی احد کا فون' ٹھیک تین دن بعد اس کے بھائی کی شادی کی تقاریب شروع ہو رہی ہیں یاد دہانی کے لئے فون تھا اس نے بہت فورس کر رہا تھا کہ ہم لوگ ضرور آئیں۔"

"اوہ۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس نے گہری سانس بھری تو زارا کی ہنسی شروع ہو گئی۔

"تمہارے بارے میں جب میں نے لاعلمی کا مظاہرہ کیا تھا تو وہ بھی ایسی ہی سرد آہیں بھر کر رہ گیا تھا بے چارہ۔"

"ایک تو تم فضول بہت بولتی ہو۔"

ید سے اس کا لہجہ تیز ہو گیا زارا بالکل بھی تو پروا نہیں کرتی تھی جو منہ میں آتا کہہ ڈالتی اگلے پچھلے کا لحاظ کیے

"بس بس رہنے دو تمہاری عالمانہ اور مفکرانہ گفتگو سے تو بہتر ہی ہے میرا فضول بولنا آئی سمجھ اور اب بات ے بغیر یہ بتاؤ کہ کیا پروگرام ہے تمام فنکشنز میں جانا ہے یا صرف ولیمے میں۔"

ے کھری کھری سنا کر وہ سوال کر رہی تھی شرمین الجھن میں پڑ گئی

"سارے فنکشنز میں جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مجھے صرف ولیمے میں جانے کی اجازت مل جائے یہ بہت ہو گی۔"

اس نے صاف گوئی سے کہا تو زارا نے باقاعدہ چیخ مار دی۔

"کیا مطلب مل جائے کیا تم نے اب تک آنٹی انکل سے پرمیشن نہیں لی ہے؟"

"نہیں بس خیال نہیں رہا۔"

اس نے دھیمے لہجے میں جیسے اعتراف جرم کیا جھوٹ بولنا بھی کتنا مشکل ہوتا ہے۔

"اوہ خدایا اگر تمہیں احد کا خیال نہیں رہا تو پھر کس کا رہے گا ایمان سے شرمین تمہاری بے مروتی کا تو جواب ن وہ ایک شخص جو اتنا کیئرنگ ہے تمہارے لیے پاگل بنا پھرتا ہے تمہارے پیچھے اس کے لئے تمہارا یہ انداز فکر ، تو پھر میں اور مجھ جیسے تو کسی گنتی میں نہیں آتے ہوں گے۔"

ا کے واویلے پر وہ جھنجلا گئی عجیب عجیب نکتے نکالتی تھی وہ بھی۔

"فار گاڈ سیک زارا بات کو کہیں سے کہیں مت لے جایا کرو بھلا اس میں تمہارا ذکر کہاں سے آ گیا۔"

"بس رہنے دو مجھے کوئی عذر نہیں سننا مجھے ٹالو مت فوراً سے پیشتر جا کر آنٹی سے اجازت لو میں فون بند رہی ہوں شام کو مجھے کال کر کے پروگرام سیٹ کر لینا۔"

ہتھیلی پر سرسوں جما رہی تھی۔

"اوہ مگر میری بات۔۔۔"

"کوئی اگر مگر نہیں شام کو میں تمہاری کال کا انتظار کروں گی دیٹس آل اینڈ اللہ حافظ۔"

مکمل کرتے ہی اس کا جواب سنے بغیر زارا کھٹاک سے فون بند کر چکی تھی وہ چند ثانیے کے لئے ریسیور پکڑے گم رہ گئی۔

اب کیا کرے بھلا امی جی اور ابی سے اجازت لینا کوئی آسان کام تھا احد سے کارڈ تو اس نے لے لیا تھا مگر اس روز بعد سے یہ فکر دامن گیر ہو گئی تھی کہ ابی وغیرہ سے بات کون کرے گا اور کیسے؟

"کیا ہوا کس کا فون تھا۔"

من کی آواز پر وہ چونکی اور جلدی سے ریسیور کریڈل پر ڈال دیا۔ رخ موڑا تو نرمین سوالیہ چہرہ لیے کھڑی تھی۔

"زارا کا۔"

ان ابھو کھڑی ہوئی نرمین نے تفکر سے اس کا پر سوچ چہرہ دیکھا۔

"خیریت ایسا کیا کہہ دیا اس نے کہ تم اتنی پریشان ہو گئی ہو۔"

"نہیں پریشان تو نہیں ہوں۔"

ان کے کہنے پر اس نے جلدی سے کہا پھر قدرے توقف سے بولی۔

"وہ دراصل احد کا فون آیا تھا زارا کے پاس یہ ہی بتانے کے لئے کال کیا تھا اس نے۔"

بالوں کو تولیے سے آزاد کرتے ہوئے اس نے بتایا۔

"تو۔۔۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

زمین شاید اب تک سمجھ نہیں سکی تھی کہ اصل مسئلہ کیا ہے۔

"افوہ' میں نے تمہیں بتایا تو تھا کہ احد کے بھائی کی شادی کا انویٹیشن آیا ہوا ہے' تمہارے لیے بھی تو اُگا کارڈ دیا تھا اس نے' کمال ہے تمہیں یاد بھی نہیں۔"

اس کی یادداشت پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے شرمین ذرا سی جھنجلاہٹ کا شکار ہوئی۔

"اوہ ہاں یاد آیا' تو پھر اب کیا بات ہے' کیا اجازت کا مسئلہ ہے۔"

اتنی تفصیل پر تو بات یاد آئی ہی تھی اس نے ذہن کے گھوڑے تیزی سے دوڑا کر شرمین کا مسئلہ سمجھنے کی کی۔

"جی ہاں' یہی بات تو اتنی دیر سے میں تمہیں سمجھا رہی تھی۔"

"تو پھر چلو نا' میں امی جی سے بات کرتی ہوں۔"

"مگر ابی' ان سے کون کہے گا۔"

اس کے لہجے میں تشویش تھی' زمین نے قدرے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"تم پہلے اپنی بات کرو' کیا تم جانا چاہتی ہو۔"

بڑا کھوجتا' ٹٹولتا ہوا لہجہ تھا' شرمین بلا ارادہ رخ موڑ گئی۔

"ہمارے گھر میں ہر کام ابی کی مرضی سے ہوتا ہے یا پھر امی جی کی ضد سے۔ اور مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ م کی طرف رجوع کروں۔"

اس کے لہجے میں یکدم یاسیت بھری سنجیدگی در آئی تو زمین نے اس کے شانے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"تم پریشان مت ہو' میں بات کرتی ہوں' امید ہے امی جی انکار نہیں کریں گی۔"

اس کی مسکراہٹ حوصلہ افزا تھی' شرمین اپنی جذباتیت پر خفیف سی ہو گئی۔

"اور اگر تمہیں ڈانٹ پڑ گئی تو۔"

وہ اس کے کہنے کے باوجود کچھ خاص پر امید نہیں تھی۔

"تمہارے لئے کم از کم اتنا تو کر ہی سکتی ہوں کہ امی جی کی کڑوی کسیلی سن لوں' مگر ضروری نہیں کہ وہ ا کریں۔ تم جا کر بال سکھاؤ' میں ان سے بات کر کے آتی ہوں۔"

بہت زیادہ توقع تو اسے بھی نہیں تھی کیونکہ امی جی کو ان دونوں کا کہیں جانا پسند نہیں تھا' ابی کے خاندان میں ہی کبھی وہ جاتے ہوں' اکثر ایسے موقعوں پر گھر میں ٹھیک ٹھاک جنگ چھڑتی تھی' پچھلے گڑھے مردے اکھ جاتے اور ان پر بے وجہ کی بحث ہوتی' امی جی اور ابی دونوں کو اپنی اپنی سسرال والوں سے سخت شکایت تھی' او یہ دفتر کھلتا تو اس وقت بند ہوتا جب خاندان کی وہ تقریب ختم ہو چکی ہوتی' پھر کیسا جانا اور کہاں کا جانا۔

دوستوں وغیرہ کے گھر وہ خود جانے سے گریز کرتی تھیں کیونکہ اگر ابی سے اجازت مل جاتی تو امی جی اپنا حکم ن کہ گھر بیٹھو' اور جو کبھی کسی کمزور لمحے کی گرفت میں آ کر امی جی ان کی حامی ہو جاتیں تو ابی کو جہاں بھر کی خر گھرانے میں نظر آنے لگتی جہاں انہوں نے جانا ہوتا تھا۔

زمین کو اسکول کی جاب کے لئے بھی کتنی ردوکد کے بعد اجازت ملی تھی وہ یہی جانتی تھی' وہ تو سلیمان صاحب ابی کے دوست رہے تھے سوائے مثبت جواب مل گیا تھا ورنہ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی انکار ہو سکتا تھا۔

مگر اس وقت اصل مسئلہ شرمین کی خوشی کا تھا' وہ جانتی تھی کہ باوجود سخت کوشش کے وہ اپنے دل اور جذبا نظر نہیں چرا پا رہی۔ اس میں زیادہ قصور اس کی قوت ارادی کی کمزوری کا نہیں بلکہ احد کا تھا جس کے جذ زور آور اور پر خلوص تھے اور اس کا عملی نمونہ وہ اپنی آنکھوں سے ہاسپٹل میں دیکھ چکی تھی اس لیے اس ک دینا اس لئے بھی ضروری تھا کہ احد اسے پہلی ہی ملاقات میں شرمین کے لئے بہت اچھا لگا تھا۔

شرمین کے بے یقین دل اور بے اعتمادی کے شکار ذہن کو سمجھا کر محبت جیسی نرم و نازک حقیقت پر اس کا واپس دلانا اس کے نزدیک بے حد اہم تھا اور اسے قوی امید تھی کہ یہ کام احد کی چاہت بہت آسانی سے ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ں کے قدموں میں تو امی نے ان دیکھی بیڑیاں ڈال دی تھیں مگر وہ شرمین کو اس گھر کے بے حس اور اندھے
ملوں کی بھینٹ نہیں چڑھنے دے گی یہ اس کا فیصلہ تھا اور اس فیصلے پر عملدرآمد کرنے کے لئے ضروری تھا کہ وہ
ی جانب ایک قدم بڑھائیں۔

ی جی شاید فون پر خالہ جان سے مصروف گفتگو تھیں ابھی کچھ ہی دیر پہلے تو سمیران سے تین ہزار لے کر گیا تھا
ماری کا سیف کھلا ہوا تھا وہ اندر داخل ہوئی تو امی جی اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔"

ن کے اشارے سے سوال کرنے پر اس نے دھیرے سے کہا اور ان کے کہنے پر خاموشی سے صوفے کے کونے پر
ک گئی۔

عام طور پر ان دونوں کی کال خاصی طویل ہوا کرتی تھی مگر اس وقت شاید خالہ جان کچھ جلدی میں تھیں اس لئے
س منٹ بعد ہی فون بند کر دیا گیا۔

"ہوں' کہو کیا بات ہے۔"

امی جی کے متوجہ ہوتے ہی اس نے آہستگی سے ساری بات کہہ سنائی۔

"کون لوگ ہیں کہاں رہتے ہیں۔"

امی جی کی تفتیش شروع ہو چکی تھی وہ مدھم انداز میں ان کے ہر سوال کا اپنی معلومات کے مطابق جواب دیتی
رہی۔

"وہ تو سب ٹھیک ہے مگر ہمیں کیا ضرورت ہے کہ پرائے گھر میں لڑکیوں کو بھیجیں تم شرمین کو منع کر دو۔"

تمام داستان سن کر باوجود مطمئن ہونے کے انہوں نے دو ٹوک انکار کر دیا۔

"مگر امی جی شرمین کی ساری فرینڈز جا رہی ہیں۔"

انہیں منانے کے لیے اس نے ذرا سی مبالغہ آرائی بھی کر ڈالی۔

"تو جائیں' ہمارا اس بات سے کیا تعلق' چاہے پورا کراچی جائے اس شادی میں بس میں نے کہہ دیا جوان
لڑکیوں کو یوں منہ اٹھائے کسی کے یہاں جانے کی ضرورت نہیں۔"

ان کے ٹکا تو ڑ جواب پر وہ شرم سے گڑ گئی بھلا وہ کہاں جاتی تھیں مگر امی جی کو ان پر ہزار قدغنیں لگانے کی عادت
تھی' سمیر شتر بے مہار بنا گھومتا رہتا تھا انہیں پروا نہ ہوتی مگر جہاں بیٹیوں کو جانا ہوتا سارے اصول آڑے
آجاتے۔

مزید کچھ کہنے کی انہوں نے گنجائش کہاں چھوڑی تھی وہ دل مسوس کر سر جھکائے واپس لاؤنج کی طرف آئی تو شرمین
اس کے بنا کہے ہی جان گئی کہ جواب حسب توقع تھا۔

"میں نے تو پہلے ہی کہا تھا بہرحال اب رسمی کارروائی بھی ہو گئی زارا کو فون کر دوں گی کہ وہ اکیلی چلی جائے۔"

الجھتے ہوئے بظاہر خود کو نارمل پوز کر کے وہ کہہ رہی تھی نرمین نے گہری نظروں سے اسے دیکھا جس کی آنکھوں میں
دھواں سا بھرا ہوا تھا۔

● ● ●

"اف مجھے اب تک یقین نہیں آ رہا ہے کہ دادی جان نے ہم سب کو شادی میں شرکت کی اجازت دے دی
ہے۔"

شادی بیاہ کی تقریب کی دیوانی فوزیہ کی مسرت دیدنی تھی بھابھی کی سنگت میں آئی وہ سب بھی مسکرا دیں۔

"سب سے زیادہ مزا تو جب آئے گا جب اپنی صہبی کی شادی ہو گی۔"

بھابھی نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے شوخی سے اسے چھیڑا تو اچھا خاصا موڈ آف ہو گیا اس کا' وہ سب اس کی
شکل دیکھ کر ہنسنے لگیں۔

"ہائے وہ دن کب آئے گا۔"

رحمت نے بڑی آس سے سوال کیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"بہت جلد انشاء اللہ۔"

سمیرا آپی اور شفق نے بیک وقت دعائیہ انداز میں کہا "انہیں بھی پہلی فرصت میں ساری معلومات فراہم کر دیں۔"

"بکومت۔"

نمیرا پر تو اس کا بس نہ چلا شفق کے شانے پر ایک دھپ جمائی۔

"اچھا چلو صہبی کو رہنے دو ہم زوہا کی شادی کر دیں گے۔"

فوزیہ نے نئی راہ سجھائی سب کی نظروں نے بیک وقت زوہا کی طرف دیکھا۔

"ان کی تو ابھی جلدی مشکل ہے شادی ہونا۔ ابھی بڑے بھائی کی تو ہو جائے۔"

زوہا کے جھینپے ہوئے گلابی چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب کیا کہہ رہی ہو تم۔"

شفق نے حیرت سے سوال کیا۔ اس کے سمیت کسی کے کچھ پلے نہیں پڑا تھا۔

زوہا اس کے بڑبڑاہٹ پر اسے شعلہ بار نظروں سے گھورنے لگی تھی۔ باقی سب کی سوالیہ نظریں اسی کا ... کرنے لگیں تو اس نے جھٹ کھڑکی کی طرف رخ پھیر لیا۔

اس دوران ان کی سوزوکی مین طارق روڈ پہنچ چکی تھی مدحت نے ایک بار پھر اپنی لسٹ میں دو تین چیز اضافہ کر دیا۔

دادی جان کے بہوؤں اور بیٹوں کے ساتھ نہ جانے کون کون سے مذاکرات ہوئے ان سب کو خبر نہ تھی ینگ جنریشن کو شادی سے چند دن پہلے صرف یہ حکم ملا کہ ان سب کو احتشام انکل کے بیٹے کی شادی میں شریک ہے۔ بات حد درجہ حیرانی کی تھی تاہم ان سب کے لئے یہ ہی بہت تھا کہ بعد مدت کے "سفینہ لاج" اور علی کے مکینوں کے درمیان سرد غیر اعلانیہ جنگ کا اختتام ہو گیا۔ سفارتی سطح پر تعلقات استوار کرنے کا موجب بنا۔ اس کے پیچھے کس کی کوششیں کام کرتی رہی ہیں انہیں معلوم نہیں تھا۔

صہیبہ کی دھیرے دھیرے جاری رکھی گئیں تمام کوشش کم از کم اس صورت میں تو ظاہر ہوئی تھیں کہ جو کہ دا جان کے سب سے زیادہ خلاف تھی اس کی برین واشنگ اور دادی جان کی اعلا ظرفی کی بدولت آج ان کے ساتھ تھی۔

نعیم بھائی کے ساتھ گھر کے سب ہی لڑکے بلا چون و چرا اپنی اپنی شاپنگ کر چکے تھے اور آج وہ سب بھی ا... ساتھ جمع ہو کر نکلی تھیں۔ نعیم بھائی کا ڈرائیور ساتھ تھا اس لئے دادی جان وغیرہ میں سے کوئی بھی ساتھ نہ تھا۔

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ اس میں سے کون سا کلر منتخب کروں۔"

بوتیک میں رکھے شادی بیاہ سے متعلق سوٹوں میں اس قدر ورائٹی تھی کہ وہ سب پریشان ہو گئیں۔ ہر جوڑا جگہ بے مثال تھا کسے چھوڑے کسے لے عجیب مخمصے میں پڑ گئی تھیں۔

"میرا خیال ہے تم یہ سوٹ لے لو بہت موزوں اور مناسب ضرورت رہے گا۔"

ریڈ برائیڈل ڈریس زوہا کے سامنے پھیلاتے ہوئے اس نے تقریباً "سرگوشی میں کہا تو زوہا نے اسے بری طا... گھورتے ہوئے دوسری طرف توجہ مرکوز کر دی۔

"مرضی ہے میں نے تو محض مشورہ دیا تھا۔ فرہاد بھائی کا من پسند کلر ہے انہوں نے مجھ سے کہا بھی تھا۔"

اس کی لاپروا سرگوشی بھی ابھری تو زوہا نے چونک کر قدرے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔ تو اس نے جھ... کان پکڑ لئے۔

"ایمان سے قسم لے لو۔ یہ سوٹ پہن کر اگر تم وہاں گئیں تو میری گارنٹی ہے ثمر آنٹی کو دوسرے نکاح کا! فوراً "انتظام کرنا پڑے گا۔"

آج بہت دنوں بعد اس پر پھر شوخی سوار ہوئی تھی۔ زوہا نے خفا ہو کر ایک تھپڑ رسید کیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اسے کہتے ہیں نیکی کر بدی حاضر۔ ہم چلے تھے ہمدردی کرنے مگر صاحب نیکی کا تو زمانہ ہی نہیں رہا۔"

بڑا دلگیر انداز تھا اس کا 'باوجود غصے کے زوہا کو بھی ہنسی آ گئی۔

"جی ہاں تو صہیبی پسند کر لیا تم نے کوئی سوٹ۔"

بھابھی نے عین اسی لمحے اسے پکارا ورنہ تو وہ زوہا کی مزید کھنچائی کرتی۔

"جی جی دیکھ رہی ہوں۔۔۔"

"اور کیا بھابھی۔ دیکھئے تو صہیبی نے اپنی شادی کا جوڑا بھی پسند کر لیا ہے۔"

مدحت نے شرارت سے وہی برائیڈل سوٹ جو اس نے زوہا کے لئے پھیلایا تھا بھابھی کی طرف بڑھا دیا۔

الٹی آنتیں گلے پڑی تھیں زوہا نے پہلی فرصت میں ہنسنا شروع کر دیا۔ مدحت نے انجانے میں خوب ہی اس کا بدلہ لیا تھا۔

"مدحت کی بچی تم اپنی چونچ بند رکھو قسم سے بھابھی یہ میں نے زوہا کے لئے پسند کیا تھا۔"

بھابھی سمیت سیلز گرل بھی اسے مسکراتے ہوئے شوخی سے دیکھنے لگی تو اس نے جلدی سے اپنی صفائی پیش کی۔ مدحت کو بھی ساتھ ساتھ شعلہ بار نظروں سے گھورا جا رہا تھا۔

"کیوں کیا تم نے ایزد ہمدانی کا پروپوزل زوہا کی طرف منتقل کر دیا ہے۔"

شفق نے بڑی معصومیت سے سوال کیا تو وہ بری طرح بدک گئی۔

"اللہ نہ کرے۔ بھلا ایزد سے کیوں شادی کرے گی زوہا۔"

اس کی بے اختیاری اس قدر بے ساختہ تھی کہ سب کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔ سب کی معنی خیز نظریں اور شوخ جملوں پر وہ بری طرح جھینپ گئی۔

بلا ارادہ زبان سے جو فقرہ پھسل گیا تھا اس کے معنی کچھ اور ہی نکلیں گے اسے اندازہ نہ تھا جبھی سب کی باجماعت معنی خیز "اوہو" پر سر پکڑ کر رہ گئی۔

"بہت ہی اچھا ہوا۔ اسے کہتے ہیں غیبی مدد تم جیسوں کی یہی سزا ہے۔ یعنی کہ آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔"

زوہا اس کے کندھے سے لگ کر بے تحاشا ہنستے ہوئے بولی تو وہ منہ بنا کر دوتیک سے نکل گئی۔

اور یوں ہنستے مسکراتے ان سب نے اپنے اپنے لئے من پسند شاپنگ کر لی تھی زوہا نے باوجود اس کی کوشش اور خواہش کے سرخ رنگ کا جوڑا نہ خریدا۔ ایک تو وہ پہلے ہی وہاں جانے کے خیال سے سخت نروس تھی اس پر مستزاد اس کی خفر لسا باتیں اس کے اوسان خطا کئے دے رہے تھیں۔

ثمر آنٹی کا تو اس نے ایسا خوفناک نقشہ کھینچا تھا کہ پہلے پہل تو زوہا سمیت سب نے ہی جانے سے انکار کر دیا تھا مگر بعد میں اسے اپنے سنگین مذاق کا احساس ہوا تو جھوٹ کا پول کھول دیا۔

● ● ●

بڑوں میں سے صرف امتیاز صاحب اور رخسانہ بیگم نے ہی جانے کا عندیہ ظاہر کیا تھا باقی سب اس تقریب میں شرکت کرنے کے کوئی خاص خواہش مند نہ تھے۔ خصوصاً "سعدیہ اپنے والد اور سوتیلے بھائی سے قطعی کوئی تعلق رکھنے کا ارادہ نہیں رکھتی تھیں۔

وہ تو دادی جان اور صہیبہ نے بمشکل انہیں سمجھایا تو نمیرا آپی اور شفق کو اجازت مل گئی تھی۔ مگر شفق نے وہاں کی حامی بھی بدستور انکار کرتی رہی۔

پھوپھی اور دادی کے سامنے تو وہ خاموش رہ گئی مگر جونہی موقع ملا تنہائی میں شفق کی خوب برین واشنگ کی۔

"ماضی کی راکھ کو کریدنے سے صرف وقت کا زیاں ہوتا ہے شفق اور جو اس میں دبی کوئی چنگاری ہمارے ہاتھ کو چھو جائے تو محض جلن اور تپش ہی مقدر بنتی ہے۔ آخر تم سمجھتی کیوں نہیں۔"

اس قدر سنجیدگی سے تو اس نے کبھی بات نہ کی تھی شفق متحیر رہ گئی اس کے اندازِ گفتگو پر کہاں یہ مدلل انداز اور کہاں اس کا وہ غصیلا بھڑک اٹھنے والا لہجہ۔

"کتنی بدل گئی ہے صہیبہ مگر وجہ؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس نے سوچا اور اس سوچ کے ساتھ کئی سوالیہ نشان سر اٹھائے اس کے سامنے آکھڑے ہوئے۔

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی۔"

اس کے چہرے کو گہری نظر سے دیکھتے ہوئے اس نے دھیمے سروں میں سوال کیا۔ آج وہ بحث کرنے کی بجا مدلل انداز گفتگو اختیار کیے ہوئے تھی۔ شفق کو بھی اپنے تیز مزاج کو قابو میں رکھنا پڑا۔

"یہی تو میں کہہ رہی ہوں کہ تم میری بات سمجھ نہیں رہیں۔ دیکھو ہم نوجوان نسل بھی اگر بزرگوں کی دشمنی اور اختلافات کو وراثت کی طرح سنبھالتے اور برقرار رکھتے چلے جائیں گے تو آگے اپنی نسل کو بھی صرف تنازعات اور رنجشیں ہی ورثے میں دے سکیں گے۔ کیا تمہارے خیال سے ایک باشعور اور تعلیم یافتہ نسل کا رویہ یہ ہی ہونا چاہئے کہ وہ اپنے اسلاف کی غلط روش کو ان کے نقش قدم کو یونہی بلا سوچے سمجھے اپنا کر اسی کا اندھا تقلید کا شکار ہوتی رہے۔ جس کا نقصان ہمارے بزرگوں نے پہلے ہی کچھ کم نہیں اٹھایا۔"

رسانیت سے کہتے ہوئے لہجے میں مقابل کو لاجواب کرنے کے بجائے قائل کرنے کا تاثر تھا۔

"تو گویا تمہارا مطلب ہے کہ ہمارے بزرگ آج تک صرف غلطیاں کرتے آئے ہیں۔ وہ بے شعور اور کم ہیں۔"

بڑا تیکھا سوال تھا اس کا مگر صبیحہ کو اب پتھروں سے سر پھوڑنے کی عادت ہو چکی تھی۔ اس کے سوال دھیرے سے مسکرا دی۔

"تم اس سے پہلے بھی یہ ہی کچھ کہہ چکی ہو اور میں تمہیں اس کا جواب بھی دے چکی ہوں۔ میرے کہنے کا مقصد ہرگز وہ نہیں جو تم نے میرے فقرے سے اخذ کیا ہے۔"

"تو پھر تمہارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں احتشام انکل کی فیملی سے تعلقات استوار کر کے اپنی معاملہ فہمی کا ثبوت دینا ہوگا جبکہ وہ لوگ ہماری ایسی کسی بھی کوشش کی کبھی بھی پذیرائی نہیں کریں گے۔"

اس کا دل خدشوں اور لہجہ اندیشوں سے پر تھا۔ صبیحہ کو پہلی بار احساس ہوا کہ شفق دل ہی دل میں درحقیقت سہمی ہوئی ہے۔

اپنے بڑھے ہوئے ہاتھ کے جھٹکے جانے کا قبل از عمل خوف اسے آگے بڑھنے سے روک رہا ہے۔ درحقیقت یہ مسئلہ انا کا اور خودداری کا ہے۔

"بغیر کسی کو آزمائے پرکھے اس کے ممکنہ عمل کے بارے میں فیصلہ صادر کرنا محض فرار ہے عمل سے گریز ہے۔"

اس کا لہجہ قدرے تیز ہو گیا تھا شفق خفیف سی ہو گئی۔

"احتشام انکل کے یہاں سے داجان کا کہنے پر ... سہی ہمیشہ فنکشنز وغیرہ پر دعوت نامے آئے عید وغیرہ کارڈز بھی بھیجے گئے مگر ہماری طرف سے سب دادی جان کے حامی بن کر ان کی ہر کوشش کو ٹھکراتے گئے۔" بات سچ تھی شفق خاموش رہی۔

"حتیٰ کہ ہم لوگ جو ماضی کے اختلافات کے بعد کی دوسری نسل سے تعلق رکھتے ہیں اب تک جہالت کے دور کی طرح اپنے اسلاف کی تنازعات کو سینے سے لگائے بیٹھے ہیں۔ دیکھو شفق میرا خیال تو یہ ہے کہ جب دادی جان نے ... کچھ بھلا کر ایک باپ کو اس کے بچوں سے ملانے کا فیصلہ کر لیا ہے تو ہمیں بھی بلا جواز عناد کو دل سے نکال پھینکنا چاہئے۔"

اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اس نے نرمی سے کہا۔ شفق ہنوز چپ رہی۔

"اپنے والدین سے محبت کے اظہار کے لئے ان کی غلطیوں سے پہلو تہی برتنا اور ان کی تمام کوتاہیوں پر پردہ ڈالنا شعور اور فہم کے خلاف ہے بلکہ اصل محبت تو یہ ہے کہ ہم ان کی غلطیوں کی اپنے عمل سے اصلاح کریں۔ کیوں ٹھیک کہا نا میں نے۔"

شفق کی خاموشی سے اس نے یہ ہی نتیجہ اخذ کیا کہ وہ قائل ہو گئی ہے پھر بھی سوال کر لیا۔ کچھ دیر بعد مسکراتے ہوئے دوستانہ انداز میں اس کا کندھا تھپکا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"آئی ایم شیور۔ اب تم مجھ سے متفق ہو جاؤ گی' ہے نا۔"
اور جواب میں شفق بے ساختہ مسکرا دی اور گردن اثبات میں ہلا کر ان سب کے ساتھ شاپنگ کرنے پر راضی ہو گئی۔
بچپن سے جو کچھ ماؤں نے ان سب کے ذہنوں میں ڈال دیا تھا اسے کھرچنا اتنا آسان بھی نہ تھا۔ اگر جونوہا اور فرہاد کے درمیان دلی قربتیں نہ وجود میں آتیں تو شاید صہیبہ کی کوششیں بھی کچھ نہ کر سکتی تھیں مگر اب تو اس کے سامنے ایک مقصد تھا۔
اپنی نسل کے دو جوانوں کو ماضی کی رنجشوں کی بھینٹ چڑھانے سے بچانے کا ان کے خوابوں کو سچ بنانے میں وہ ان کی حامی اور معاون تھی۔

● ● ●

"حد ہو گئی شرمین تم سے ایک آنٹی کو راضی نہ کر سکیں۔ آگے اگر احد کے لئے تمہیں اپنے گھر والوں کو منانا پڑا تو شاید جب بھی تم اسی طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھی رہو گی کہ وہ نہیں مانتے تو میں کیا کروں۔"
دوسرے دن زارا اس کے سر پر آ سوار ہوئی تھی اس نے خاموشی سے اس کی بات سنی جو ٹہل ٹہل کر کمرے کے قالین کو پیروں تلے روندے جا رہی تھی۔
"مجھے اپنے پیرنٹس سے ضدیں منوانے کی عادت کبھی بھی نہیں رہی زارا۔"
"تو یہ ضد کب ہے۔ یہ تو ایک فرمائش ہے۔"
زارا جس پس منظر سے تعلق رکھتی تھی وہاں یہ چھوٹے چھوٹے مطالبات تو بنا کہے ہی پورے کر دیے جاتے تھے مگر یہاں معاملہ کچھ اور تھا۔
"بہر حال' فرمائش ہو یا ضد' ہمارے یہاں اس قسم کی خواہشات افورڈ نہیں کی جاتیں۔"
اس نے بھی دوٹوک انداز میں انکار کر ڈالا تو زارا لمحے بھر کے لئے چپ سی ہو گئی۔
"مجھے تو لگتا ہے تم خود جانا نہیں چاہتیں جبھی آنٹی کو فورس بھی نہیں کیا ہو گا۔"
اس کے پچھلے رویوں کی بدولت زارا نے یہی قیاس کیا۔ جواباً" شرمین نے جانے کن نظروں سے اسے دیکھا اسے اپنے کہے پر افسوس ہونے لگا۔
"آئی ایم سوری۔ میرا مطلب تمہیں ہرٹ کرنا نہیں تھا۔"
"جب میں نے احد سے کارڈ لے لیا تھا تو اس کا مطلب یہی تھا کہ میں نے اس کا انویٹیشن قبول کر لیا ہے مگر جب امی جی ہی نے انکار کر دیا تو میں کیا کر سکتی ہوں۔"
وہ بہت سنجیدہ تھی۔
زندگی میں پہلی بار دل کی مانی تھی جس کے باعث اب متاسف کھڑی تھی۔ بہت بچپن سے ہی جب شعور اور آگہی کے دروازے اس پر کھلے بھی نہ تھے اس بات کا لاشعوری طور پر ادراک ہو گیا تھا کہ امی جی اور ابی کو ان کے دل اور ان میں پلنے والی خواہشوں کو پورا کرنے کی کبھی فرصت نہیں رہی۔
وہ دونوں اپنے اپنے خول میں کچھ اس طرح بند تھے کہ اس سے باہر کی دنیا انہیں غالباً" نظر نہیں آتی تھی یا پھر نظر انداز کر دینے کی خو ان کے لہو میں شامل ہو چکی تھی۔
مگر جب احد اس کی زندگی میں شامل ہوا باوجود کوشش کے دل میں سوئے ہوئے وہ جذبات بیدار ہونے لگے جن کو اس نے انتھک کوششوں سے نیند کے ساگر میں ڈبو دیا تھا۔ وہ احساسات ایک بار پھر سطح آب پر آ کر تیرنے لگے تھے۔ "تم (Insist) اصرار کر سکتی تھیں۔"
زارا نے اب کے نرمی سے کہا۔ شرمین کے لبوں پر پھیکی طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ اپنی مخصوص ٹھہری ہوئی نظروں سے اس نے زارا کی طرف دیکھا جو اب اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی تھی۔
"میں نے تمہیں بتایا نا کہ اصرار کر کے اپنی فرمائش پوری کروانے کا ہمارے یہاں رواج نہیں۔"
اس کے لہجے میں کچھ تھا کہ زارا بھی سنجیدہ ہو گئی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

”مگر آنٹی نے منع کیوں کیا۔“

”ان کا کہنا ہے کہ ہماری لڑکیوں کو پرائے گھر جانے کی ضرورت نہیں۔“

بلا سوچے اس نے زمین کا بتایا ہوا جملہ دہرا دیا۔ زارا کے لبوں پر شوخ تبسم ٹھہر گیا۔

”تو تمہیں چاہئے تھا کہ یہ کہتیں کہ لڑکیوں کو تو ایک نہ ایک دن پرائے گھر جانا ہی ہوتا ہے اور پھر وہ گھر پرایا تو نہیں۔“

اس کی شوخی اور معنی خیز فقرہ شرمین کے لبوں کی جامد چپ کو نہ توڑ سکا۔

”پلیز زارا۔ اب اس بحث کو یہیں ختم کرو۔ تم چلی جانا اور میری طرف سے معذرت کر لینا۔ پلیز بلکہ ہو سکے تو میرا ذکر ہی نہیں نکالنا۔“

”اور تمہارے خیال سے احد کو تمہارے ذکر کرنے کے لئے میرے اشارے کی ضرورت ہوگی۔ عجیب بات کرتی ہو۔“

جھنجلاہٹ بھرا انداز تھا اس کا‘ شرمین کو معلوم تھا کہ اسے بہت افسوس ہوا ہے۔ اس لئے چپ رہی۔۔ اور اس کی یہ ہی خاموشی اسے اور جلا گئی۔

”سخت غصہ آرہا ہے تم پر مجھے۔“

”دیکھو زارا اس طرح ایک ایسے شخص کے گھر جانا جس کے خیالات اور احساسات کے بارے میں ہمیں معلوم ہے‘ اچھا بھی نہیں لگتا۔ یہ تو بالکل ایسے ہی ہوا جیسے ہم خود کو کسی کے آگے پھینک رہے ہیں۔“

اب کے نیا فلسفہ اس کے جملوں سے ظاہر ہوا تھا زارا نے سر پکڑ لیا۔

”پتا نہیں تم کس طرح کی لڑکی ہو شرمین۔ خود کو اپنی ہی سوچوں سے ارزاں کر ڈالتی ہو‘ جانے اس خود اذیتی میں کیا مزا آتا ہے تمہیں۔“

اس کا غصہ بجا تھا مگر شرمین ٹس سے مس نہ ہوئی۔

”غالباً“ احد نے کارڈ دیتے ہوئے جتا بھی دیا تھا تمہیں کہ وہ تمہیں برد کھوے کے لیے نہیں بلا رہا۔ مگر تمہارے ذہن کی گھتیاں اتنی الجھ گئی ہیں کہ اچھا خاصا سلجھا ہوا شخص تمہاری باتوں سے الجھ جاتا ہے۔“

اس کے تیز لہجے اور چبھتی ہوئی باتوں پر وہ خاموشی سے سر اٹھائے اسے سن رہی تھی۔

”تم یہاں بیٹھ کر اپنی مایوس فطرت کا ساتھ نبھاؤ میں آنٹی سے بات کر کے آتی ہوں۔“

اس کا یہ ست انداز اسے اور جلا گیا تو وہ فیصلہ کرتی ہوئی اٹھ گئی۔

”پلیز زارا تم امی جی سے کچھ مت کہنا ورنہ وہ یہ سمجھیں گی کہ میں نے تمہیں بھیجا ہے۔“

جس تیزی سے زارا دروازے کی جانب بڑھی اس سے زیادہ پھرتی سے وہ اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

”تو اچھا ہے انہیں معلوم ہو جانے دو کہ تم کیا چاہتی ہو۔ یوں کڑھنے سے بہتر ہے کہ میں آنٹی کو سمجھا دوں۔ یقین کرو والدین بچوں کی بات مانیں یا نہ مانیں ان کی فرینڈز کی سفارش ضرور قبول کرتے ہیں۔“

وائیں آنکھ دباتے ہوئے وہ مسکرا کر بولی۔ لہجے میں یقین اور عزم تھا کامیابی کی صد فیصد امید۔

شرمین نے بڑی حسرت سے اسے دیکھا زندگی میں کامیابیوں کے حصول کے لئے کامیابی کا یقین ہی اصل شرط ہے مگر وہ اس شرط کو کبھی پورا نہ کر سکی تھی جبھی ناکامی اس کی ہمسفر بن گئی تھی۔ اور اسی رویے کی مذمت ہمہ وقت زارا کرتی رہتی تھی مگر اسے خود پر قابو نہ تھا۔

کتنے ہی لمحے بے جان قدموں سے آگے بڑھ گئے مگر زارا ابھی تک نہ لوٹی تھی۔ وہ پریشان ہو کر خود ہی کمرے سے باہر نکلی تو لاؤنج میں ہی اسے زمن اور امی جی کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف دیکھ کر متحیر سی رہ گئی۔

”ارے آؤ بے وقوف لڑکی دیکھا میں نے آنٹی کو کیسے منا لیا۔ اور تم کہہ رہی تھیں کہ آنٹی کبھی نہیں مانیں گی۔“

زارا نے اسے دروازے میں جما دیکھ کر ہانک لگائی۔ فتح کی خوشی اس کے چہرے پر سجی اسے بہت خوبصورت بنا رہی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ سنجیدگی سے کچھ سوچتی امی جی کا چہرہ کھوجتے ہوئے وہیں چلی آئی۔ وہ مسکرا رہی تھیں' ایسی پرسکون اور سچی مسکراہٹ بہت کم ان کے لبوں کا احاطہ کرتی تھی۔ شاید اس کی وجہ ان کے اور ابی کے مابین موجود تنازعے تھے جن کی وجہ سے بچے بھی ماں کے اس روپ کو ترس گئے تھے۔ جو اس لمحے انہیں بہت شگفتہ بنا رہا تھا۔

اس نے سوالیہ بے یقینی سے زمین کو دیکھا تو اس نے متبسم انداز میں سر کو اثبات میں ہلایا تو وہ اپنی حیرانی کا بے انتہا اظہار کرنے سے خود کو روک نہ سکی۔

● ● ●

"آ گئے تم۔ کہاں غائب تھے۔"

اسے کے اندر داخل ہوتے ہی فرہاد نے اس کی خبر لی۔ جو عجیب و غریب منہ بناتا صوفے پر ڈھیر ہو گیا تھا۔

"آپ کا بگاڑا ہوا کام بنانے گیا تھا۔"

اس نے کراہنے کے سے انداز میں جواب دیا۔ فرہاد نے سوالیہ نظریں اس پر جما دیں تو اس نے کشن سر کے نیچے رکھتے ہوئے اپنی کارگزاری بتا دی۔

"اپنی ان ساری کزنز کو منانے گیا تھا جنہیں آپ نے ناراض کر دیا تھا۔"

"کیوں۔ تمہیں کیا ضرورت تھی؟" اس کی بھنویں تن گئیں۔

"پلیز بھائی جذباتی نہ بنیں۔ ہمارے گھر کی پہلی خوشی ہے ماما کسی کو بھی ناراض یا خفا نہیں کرنا چاہتیں۔ پھر بابا کی خواہش ہے کہ ان کی شادی پر بہت ہلا گلا ہونا چاہیے۔

ان کی امیدیں تو آپ اور مجھ سے وابستہ ہیں مگر چونکہ ہم ایسا کچھ نہیں کر سکتے تو انہیں ہی کرنے دیں جو اپنی خوشی سے اس محفل کا رنگ دوبالا کر رہے ہیں خواہ ان کا طریقہ کار کچھ ہی کیوں نہ ہو۔"

اسے سمجھاتے ہوئے وہ بے زار سا ہو گیا تھا فرہاد اور ماں کے درمیان وہ ہر بار سینڈوچ بن جاتا تھا اس بار بھی ماں کی ہی چکی کے دو پاٹوں میں پھنسا پھنسا تھا۔

فرہاد اس کی بات پر کچھ سوچ کر چپ ہو گیا۔ شاید وہ ٹھیک ہی کہتا تھا بھلا اسے اس قدر rash ہونے کی کیا ضرورت ہے جب بقیہ لوگ جو کہ اس گھر کے بڑے اور سربراہ ہیں کسی بھی چیز کو غلط نہیں سمجھتے۔

"تو تمہارا خیال ہے کہ مجھے آنکھیں بند کر لینی چاہئیں۔"

"میں نے یہ نہیں کہا مگر دوسروں کو بھی اپنی آنکھوں سے منظر دیکھنے کی عادت ہے۔ عزیزم۔ سو وہ اپنے دل کی خواہش پر چلتے ہیں۔ کچھ آئی سمجھ شریف میں۔"

اس کے سنجیدہ چہرے پر نظر پڑتے ہی احد نے شوخی سے کہا۔ مگر وہ کچھ جواب دیئے بغیر اٹھ کر کمرے سے نکل گیا۔

لونگ روم میں پاپا اور ماما بیٹھے دو دن بعد ہونے والے فنکشن سے متعلق کچھ ڈسکس کر رہے تھے وہ تیز تیز قدموں سے نکلتا چلا گیا اور اپنے پیچھے دروازہ خاصی زور سے بند کیا۔

"دیکھ لیجیے اپنے بیٹے کی حرکتیں۔ مزاج ہی نہیں ملتے۔"

ماما احد کے اندر جانے اور اس کے غصے سے بھرے تیوروں سمیت باہر جانے سے سمجھ گئی تھیں کہ اسے احد کا یوں تمام کزنز سے ایکسکیوز کرنا کچھ پسند نہیں آیا۔

"اب کیا ہو گیا۔"

احتشام صاحب سگار کی راکھ ایش ٹرے میں جھاڑتے ہوئے بیوی کی طرف متوجہ ہوئے۔ گو کہ انہوں نے تمام تیاریاں بیوی کو سونپ رکھے تھے مگر جب وہ کسی بات میں ان کی مدد طلب کرتیں تو پھر ضرور پوچھتے کہ قصہ کیا ہے۔

جواباً انہوں نے فرہاد کی بد مزاجی سے لے کر بد اخلاقی تک کی تمام روداد سنا ڈالی۔

"ہوں۔"

بیٹے کے بارے میں یہ معلومات کچھ زیادہ نئی نہیں تھیں وہ تو بہت پہلے سے جانتے تھے کہ فرہاد کی طبیعت میں دونوں بیٹوں میں سب سے زیادہ ضد ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اس کی حرکتیں تو ایسی ہیں کہ اپر کلاس کی کوئی لڑکی اس کے ساتھ گزارہ نہیں کر سکے گی۔ اس کنزرویٹو کے ساتھ میرے خاندان کی براڈ مائنڈ لڑکی کس طرح چل سکتی ہے۔"

وہ پریشانی اور تفکر سے کہہ رہی تھیں۔

"ہر اچھی بات کو انجوائے منٹ اور ایکسائٹمنٹ کو اس نے بے حیائی اور بے غیرتی کا نام دے رکھا ہے۔ اس کے ساتھ تو کوئی مڈل کلاس لڑکی ہی چل سکتی ہے۔ جس کی کوئی رضا نہ ہو۔"

انہوں نے زہر خند لہجے میں کہا۔ ممتا اس وقت سخت اختلافی رائے رکھتی تھی احتشام صاحب بیوی کی بات دھیرے سے مسکرا دیئے۔

"سب کی اپنی اپنی سوچ ہوتی ہے ثمر! پھر شادی تو پوری لائف کا مسئلہ ہے۔ بہتر ہے کہ وہ اپنے لئے ایک لائف پارٹنر تلاش کرے جو اس کے لیے ہر لحاظ سے موزوں اور Compatable ہو۔ ورنہ ساری زندگی اسپوائل (Spoil) ہو سکتی ہے۔ اس کی بھی اور لڑکی کی بھی۔"

ان کا نقطہ نظر شروع سے ایسا ہی تھا یعنی جیو اور جینے دو۔ بیوی پر بھی کبھی کوئی پابندی نہ لگائی حتیٰ کہ وہ ان کی سے الگ کروا لائیں۔ مگر انہوں نے کبھی پلٹ کر یہ نہ کہا کہ تم ایسا غلط کر رہی ہو۔

بیوی کے ناتے ان کے نزدیک ثمر کا ان پر بڑا حق تھا لہٰذا اگر وہ الگ رہنا چاہتی ہیں تو اس میں ان کے نزدیک مضائقہ نہیں تھا۔ اور اب یہی سوچ ان کی اپنے بچوں کے لئے تھی۔

"جب زندگی ان کی اپنی ہے تو اسے گزارنے کے لئے حکمت عملی بھی ان ہی کی ہونی چاہئے ثمر۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمام عمر یہ ہی سوچ اختیار کئے رکھی اور اب بھی میں یہی بہتر سمجھتا ہوں۔۔۔"

"مگر آپ یہ تو سوچئے کہ آخر ہماری بھی کوئی حیثیت ہے۔ ہم والدین ہیں' اپنے بچوں کے لئے ہم سے بہتر سوچ سکتا ہے۔"

وہ تیزی سے شوہر کی بات کاٹ کر بولیں۔

"یہ ہی بات ہمارے والدین بھی سوچتے تھے ثمر مگر ہم نے ان کی سوچ کو پرانے دور کی داستان سمجھ کر نظرانداز کر دیا۔ اب ہماری اولاد جوان ہے اور یہی pay back time ہے ہمارا۔۔۔ آج وہ ہماری نہیں سنے گی اس بہتر ہے کہ انہیں اپنی خوشی پوری کرنے دو۔"

گہری سوچ میں ڈوبی ان کی گفتگو ثمر بیگم کو چپ ہونے پر مجبور کر گئی۔

ٹھیک ہی تو کہہ رہے تھے وہ۔ جب اپنی جوانی میں اپنی زندگیوں کا فیصلہ کرتے ہوئے ان دونوں نے اپنے وال کی خواہش اور خوشی کو نظرانداز کر دیا تو پھر بھلا اپنے بچوں سے ایسی توقعات رکھنے کا انہیں کیا حق تھا۔

"مگر۔۔۔"

کتنی ہی دیر بعد وہ کچھ کہنے کے قابل ہوئی تھیں مگر احتشام صاحب نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے ٹوک دیا۔

"نئی نسل کے فیصلے ہمیشہ برے نہیں ہوتے ثمر۔ ہماری مثال تمہارے سامنے ہے۔ ہم نے ایک بھرپور اچھی زندگی گزاری ہے۔ یہی بہت ہے کہ ہمارا صرف ایک بیٹا ایسا ضدی ہے اگر جو تینوں ایسے ہوتے تو ہمار ہاتھ صرف تنہائی آتی جیسے میرے والدین کے ہاتھ آئی تھی۔"

اپنا جملہ مکمل کر کے وہ انہیں ہکا بکا چھوڑ کر کمرے سے نکل گئے۔

آج پہلی بار ثمر نے ان کے لفظوں سے پچھتاوے کی بو محسوس کی تھی اور یہ بات ہرگز اتنی معمولی نہ تھی کہ اسے نظرانداز کر دیتیں۔۔۔ سوچ کا رخ فرہاد سے ہٹ کر اپنے ماضی کی طرف مڑ گیا جوان کی خودسری اور ضد کی تصویر تھا۔

● ● ●

"In the morning light"

Yanni کا ساز دھیمے سروں میں بج رہا تھا ہمدانی صاحب نے اس کے کمرے میں جھانکا۔ راکنگ چیئر کی بتا رہی تھی کہ وہ جاگ رہا ہے۔

میوزک کا اسے بہت زیادہ شوق نہیں تھا مگر اس لمحے پیانو پر بجایا ہوا Yanni کا یہ rumental

www.iqbalkalmati.blogspot.com

موش فضا میں گونجتا ہوا بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔

دھکیل چیئر دھکیل کر جس لمحے وہ اندر داخل ہوئے ایزد کے لبوں پر تیرتی مسکراہٹ بند آنکھوں میں اترے کسی خوبصورت لمحے کے تصور کا پتا دے رہی تھی۔

ہمدانی صاحب کے سب بھی پدرانہ شفقت سے متبسم ہو گئے چند ثانیے اس کے مسرور چہرے کو وہ یونہی دیکھتے رہے پھر اپنے آنے کا مقصد یاد آیا تو کھنکار کر اسے متوجہ کیا۔

"ارے بابا جان آپ۔"

پھرتی سے اٹھتے ہوئے اس نے ڈیک آف کیا اور ان کی کرسی دھکیل کر کمرے کے وسط میں لے آیا۔

"کوئی کام تھا آپ کو۔ مجھے بلا لیتے۔"

"ارے نہیں کام وام کچھ نہیں۔ بس دل چاہ رہا تھا تم سے باتیں کرنے کو۔"

اسے دیکھ کر محبت سے انہوں نے کہا تو وہ ان کا ہاتھ تھام کر وہیں ان کے نزدیک بیٹھ گیا۔

"اور سناؤ کیا خبریں ہیں آج کل۔"

"بزنس الحمدللہ بہت اچھا جا رہا ہے۔ ابھی ابھی ہمارے تین نئے ٹینڈر منظور ہوئے ہیں۔ بہت بڑی کامیابی ہے یہ۔ سیاور انکل تو سیلیبریٹ کرنے کے خواہشمند ہیں۔"

اپنی بزنس پروگریس بتاتے ہوئے وہ ازحد خوش لگ رہا تھا۔

ہمدانی صاحب نے بغور اس کا چہرہ پڑھا۔ ایسے مسرت کے رنگ پہلے تو کبھی اس کی آنکھوں سے نہ جھلکے تھے۔ حالانکہ بزنس میں کئی کامیابیاں اس نے حاصل کی تھیں اور ان کی خوشی بھی وہ پاپا سے شیئر کرتا تھا مگر آج جو روشنی اس کے چہرے کے گرد ہالہ بنائے ہوئے تھی وہ ہمیشہ سے نرالی اور اچھوتی تھی۔

"اور تم کیا چاہتے ہو۔"

دوستانہ لہجہ خاصا ذو معنی تھا وہ ان کی بات سمجھتے ہوئے بھی نہ سمجھ سکا۔

"یہ فاؤل ہے بابا اب آپ کراس کوئسچن کر رہے ہیں۔ جواب دینا مشکل لگ رہا ہے مجھے۔"

بات سمجھ کر خاصے گھبراتے ہوئے انداز میں اس نے کہا تو ہمدانی صاحب قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ اس نے الجھن بھری نظروں سے انہیں دیکھا۔

"ارے میرے برخوردار آج سے پہلے تو کوئی کام تمہیں مشکل نہیں لگتا تھا بھلا آج ہی آج میں ایسا کیا انقلاب آگیا کہ تمہاری روٹین ہی بدل گئی ہے۔"

انہوں نے اشارے سے ڈیک پر بجتی میوزک کا حوالہ دیا وہ جھینپ سا گیا۔ کہاں تو کئی کئی مہینے یہ ڈیک اس کے التفات کا منتظر پڑا رہتا تھا اور کہاں آج جب سے وہ گھر آیا تھا دھیمے سروں میں بجتے یہ جلترنگ اسے اسیر کیے ہوئے تھے۔

"کوئی انقلاب نہیں آیا بابا جان۔ بس کبھی کبھی لگی بندھی رُوٹین سے monotory (یکسانیت) محسوس ہونے لگتی ہے۔ زندگی میں Boardam آجاتا ہے۔"

شانے اچکاتے ہوئے اس نے دل کی بات پوشیدہ رکھتے ہوئے کہا مگر وہ بھی ان کے والد تھے۔ اس کی رگ رگ سے واقفیت تھی انہیں۔

اپنے تئیں اس نے بڑا اچھا جواب دیا تھا مگر جب نظر ملی تو بابا اسے بڑے گہرے زاویوں سے دیکھ رہے تھے وہ خفیف سا ہو گیا۔

"یہ بوریڈم اور یکسانیت تمہیں آج ہی کیوں محسوس ہوئی مجھے کچھ گڑبڑ لگ رہی ہے۔"

اب کے ان کا انداز شوخی لیے ہوئے تھا وہ سر کھجاتے ہوئے ہنس پڑا۔

"ہوں تو گویا صحیح پسند آگئی ہے ہمارے جگر گوشے کو۔"

بڑا ڈائریکٹ حملہ تھا ان کا وہ سٹپٹا گیا اور اس کی یہ بوکھلاہٹ انہیں بے اختیار ہنسنے پر مجبور کر گئی۔

"کم آن یار۔ اپنے بابا سے شیئر نہیں کرو گے۔" وہ پھر مسکرائے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"پلیز بابا۔" اس نے معمولی خفگی کا تاثر دیا اور سر جھکا۔

"تو پھر میں تمہاری بی بی جان سے کہہ دیتا ہوں کہ ہمارے بیٹے کو لڑکی کوئی خاص پسند نہیں آئی وہ اس معاملے کو ختم سمجھیں۔"

انہوں نے دوسرا پانسہ پھینکا وہ بے اختیار شاکی نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"ہوں تو گویا پسند آ گئی؟" انہوں نے طمانیت سے کہا۔

"بس گزارا ہو جائے گا۔"

اس نے یوں کہا جیسے بہت مجبوری ہو اور پھر بابا کی طرف دیکھا تو دونوں ہی ایک ساتھ ہنس دیئے۔

"ارے بھئی کس بات پر ہنسا جا رہا ہے ذرا مجھے بھی تو بتایا جائے۔"

بی بی جان شاید بابا کی تلاش میں یہاں چلی آئی تھیں۔ وہ ان کے قہقہے پر دل میں اس گھر کی سلامتی کے لئے دعا مانگتے ہوئے آگے بڑھیں۔

"بھئی تمہارے بیٹے نے فیصلہ دے دیا ہے بیگم۔"

ہمدانی صاحب نے خوشگوار لہجے میں ان کی طرف رخ پھیرتے ہوئے کہا۔

"کیسا فیصلہ۔۔۔"

بیگم ہمدانی تشویش زدہ ہو گئیں گھبرا کر مسکراتے ہوئے ایزد کو دیکھا تو کچھ دل سنبھلا۔

"یہی کہ انہیں آپ کی چوائس دل سے قبول ہے۔"

اپنے مخصوص شوخ انداز میں انہوں نے گویا اعلان کیا تو ایزد خفیف سا ہو گیا۔

"سچ۔۔۔؟"

بیگم ہمدانی نے بے پناہ مسرت سے اس کی طرف دیکھا۔ اس نے ہنس کر شانے اچکا دیئے۔۔۔ تو انہوں نے بے ساختہ اس کا ماتھا چوم لیا۔

"جیتے رہو۔ خدا زندگی کی تمام خوشیاں دیکھنی نصیب کرے۔"

"آمین۔" بابا نے ان کی دعاؤں میں ساتھ دیا۔

"تھینک یو بابا اور بی بی جان۔ آپ کی خوشی ہی میں میری خوشی ہے۔ یقین کریں اگر آپ کسی اندھے کنوئیں میں چھلانگ لگانے کو بھی کہتیں تو میں تامل نہ کرتا۔ یہ تو پھر بہت خوبصورت فیصلہ ہے آپ کا۔ کوئی عذر مانع نہیں میں واقعی خوش ہوں۔"

بابا اور بی بی جان کے ہاتھوں کو اپنی پر حدت مٹھیوں میں جکڑتے ہوئے اس نے بے حد جذب اور محبت سے کہا تو وہ دونوں اس کی تابعداری پر قربان ہو ہو گئے۔

● ● ●

گو کہ اس نے سمعان کو اپنی جانب سے کوئی خوشی کن امید نہیں دلائی تھی مگر اس کے وجدان نے جو کچھ اسے بتایا تھا اور جو کچھ اس نے نرمین کے گریزپا انداز و عمل کے باوجود جان لیا تھا اس نے دل میں خوشی انبساط کے کئی رنگ بکھیر دیئے تھے۔

کام کے دوران اب اگر اس کا سامنا نرمین سے ہوتا تو ایک پرسکون مطمئن سی مسکراہٹ اس کی ذات کا حصہ بنی رہتی اور نرمین کے لئے یہی مجسم ایک آزمائش بن جاتا تھا۔

ایک ساتھ کام کرتے ہوئے ایک دوسرے کو کب تک نظرانداز کیا جا سکتا تھا گریز کی راہ کہاں تک اپنائی جا سکتی تھی۔ سمعان خود اسے مخاطب کرتا تو وہ بول لیتی ورنہ خاموشی سے سارے کام نبٹاتا اور سر جھکا کر اس کی سنتے جانا اس نے اپنا وطیرہ بنا لیا تھا۔

ویسے تو ابی نے ڈرائیور ارینج کر دیا تھا مگر کبھی کبھار اسے دیر بھی ہو جاتی تھی۔ اس وقت بھی وہ گیٹ سے باہر کھڑی گاڑی آنے کا انتظار کر رہی تھی کہ سمعان بھی ضروری کام نبٹا کر باہر نکل آیا۔

غیر متوقع طور پر وہ سامنے موجود تھی۔ سرمئی چادر کے ہالے میں اس کا چہرہ آدھے سے زیادہ چھپا ہوا تھا۔ اس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نے ایک لمحے کے لئے سوچا کہ اسے لفٹ کی آفر کرے گو یہ بھی یقین تھا کہ وہ انکار کردے گی مگر وہ اسے یوں نظر انداز کر کے نہیں جا سکتا تھا۔

ایک کولیگ کی حیثیت سے بھی یہ بد تہذیبی اسے زیب نہیں دیتی تھی گو کہ زمین کے لئے اس کا موت سے مقابل آنا بھی ایک مرحلہ ہوتا تھا۔

"کیا بات ہے زمین۔ آپ اب تک یہیں موجود ہیں۔"

شائستہ اور سنجیدہ لہجہ فکر و تردد سے بھرا ہوا تھا۔

"جی۔ آج ڈرائیور کچھ زیادہ ہی لیٹ ہو گیا ہے۔"

اس نے چونک کر نظر اٹھائی اور پھر فوراً مدہم سروں میں کہا۔

"کیا روز ہی اتنی دیر ہوتی ہے؟"

تنی ہوئی بھنویں سمعان کے تیوروں کی نشاندہی کر رہی تھیں۔ دل اس قدر اپنائیت پر ایک مرتبہ تو جیسے جھوم ہی گیا مگر اگلے ہی لمحے وہ خود کو کمپوز کر چکی تھی۔

اس کے سوال کے جواب میں سر نفی میں ہلا دیا۔

"اگر آپ کو یقین ہے کہ اب بھی وہ آجائے گا تو ٹھیک ہے ورنہ میں آپ کے لئے کنوینس ارینج کرتا ہوں۔"

اس کے یہ اپنائیت بھرے انداز اسے تو جیسے پشیمانی اور بے بسی کی دلدل میں دھنسا دیتے تھے مگر شومئی قسمت ہائے صبر کے کوئی چارہ نہ تھا۔

"نہیں میرا خیال ہے ابی نے اسے کہیں کام سے بھیج دیا ہوگا اس لئے لیٹ ہو گیا ہے۔ مگر آئے گا ضرور۔ آپ پلیز تردد نہ کریں۔"

سمعان کی اس حد درجے اپنائیت کا اب اسٹاف روم میں کڑی نظروں سے نوٹس لیا جا رہا ہے اسے اندازہ تھا اس لئے حتی المقدور اس سے کم ہی مخاطب ہوتی۔ اس وقت بھی کچھ ٹیچرز اور کچھ بچے اندر باہر آ جا رہے تھے۔ اس لئے قدرے خشک لہجے میں اس نے بات ختم کر دی۔

"تو ٹھیک ہے آپ جا کر اندر بیٹھئے۔ گیٹ کیپر آکر آپ کو انفارم کر دے گا۔"

مگر دوسری جانب تو اس سرد مہری اس رکھائی کا خاک اثر نہ تھا۔ وہی فکر وہی احساس ذمہ داری۔ وہ چپ چاپ ہٹ آئی۔

کئی نظروں نے اسے معنی خیزی سے دیکھا مگر اسے اپنے آپ کو سمجھانے اور خود سے لڑنے سے فرصت نہ تھی مگر ادھر کیا دیکھتی اور پھر اپنے دل سے الجھتے لڑتے پندرہ بیس منٹ گزر گئے اور پیون نے آکر گاڑی آنے کی اطلاع دی تو وہ سست قدموں سے باہر نکلی تو ایزد کی گاڑی دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ آج پھر ابی نے اسے پک کرنے کے لئے بھیج دیا تھا۔ ایک لمحے کو اس کا دل غصے سے کھول اٹھا۔

ابی اس کے ساتھ یہ کیا کر رہے تھے۔ اسے کسی جنس کی مانند گاہک کے سامنے پیش کر کے اس کی بولی لگانا چاہ رہے تھے یا اسے اپنی ہی نظروں میں ذلیل کرنا ان کا مقصد تھا۔

"بیٹھ جایئے زمین۔"

وہ دہکتے احساسات سمیت جھلستی ہوئی گاڑی تک آکر رک گئی تو ایزد نے اسے پکار لیا۔

خدایا یہ نرم لہجہ اور ایزد ہمدانی۔

اس نے بے حد حیرت سے نظریں اٹھائیں گویا یقین کرنا مقصود ہو۔

ایزد نے اس کی حیرت سے کشادہ ہوتی آنکھوں میں دیکھا تو وہ سٹپٹا کر بغیر کچھ کہے فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گئی۔

"واہ ابی واہ' آپ کروائیں تو گناہ بھی ثواب۔ بھلا کسی اور کے ساتھ میں اس طرح گاڑی میں گھوم پھر سکتی تھی۔"

طیش و جلال سے اس کے رخسار گلابی ہو رہے تھے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"آئی ایم سوری آج خاصی دیر ہو گئی۔ انکل نے مجھے کچھ دیر پہلے ہی یاد دلایا تھا سو فوراً چلا آیا۔"

دوسری بار اسے وہم نہیں ہوا تھا۔ اب کے پوری آنکھیں کھول کر دوبارہ نہیں سہ بارہ اسے دیکھا۔

اس کے لہجے کی یہ حلاوت، وہ خوفزدہ سی ہو گئی۔ سہمی ہوئی نظریں واپس پلٹیں تو ایزد نے کن انکھیوں سے دیکھا۔

چند لمحوں میں کتنے ہی تاثرات اس کی آنکھوں سے جھلک کر غائب ہوئے تھے حیرت و استعجاب، غصہ او بسی اور اب آخر میں سراسیمگی اور خوف۔

"انسان کو سمجھنا واقعی بے حد مشکل ہے اور یہ لڑکی نرمین یاور تو جیسے کوئی جگ سا پزل ہے۔ جس کے کچھ جیسے کہیں گم ہی ہو گئے ہیں۔ مکمل تصویر شاید تمام عمر نہ بنا سکے کوئی۔"

ڈرائیونگ کرتے ہوئے وہ بے اختیار اس کے بارے میں سوچ گیا اور دوسری طرف اس کا دل اپنے گرد سے پھیلتے اس مکڑی کے جال کو دیکھتے ہوئے بھی بے بسی سے سر پٹخنے اور بین کرنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا تھ

"میں جانتی ہوں ایزد ہمدانی کہ ابی کے عزائم کیا ہیں۔ مگر کیا میں اور تم ایک چھت کے نیچے رہتے ہو ایک دوسرے کو سمجھ سکیں گے۔ ایک دوسرے کو وہی مقام دے سکیں گے جس کا تعین ابی کرنے جا رہے ہیں کیا ہم ایک دوسرے کے لئے اپنے اپنے دلوں میں محبت کے چراغ جلا سکیں گے یا ساری عمر ہمارے در ویسا ہی اندھیرا حائل رہے گا جیسا اس وقت ان ڈارک ونڈو گلاسز کے باعث کار کے اندر چھایا ہوا ہے؟ گہرا اور بے رحم اندھیرا رگوں میں خون اور دلوں میں جذبات منجمد کر دینے والا ظالم اندھیرا۔

● ● ●

وہ اپنی سوچ میں محو رہی اور خیالات کے الجھاؤ اس کے صبیح چہرے پر تفکر کا جال بچھائے رہے۔

ایزد بے دھیانی میں لاشعوری طور پر اسے ہی سوچ رہا تھا جو اپنی ذات میں ایک گنجلک اور پر پیچ کی مانند نظر آتی تھی۔ ایسے گھنے پیڑوں والے، اونچے درختوں سے بھرے جنگل کی مانند جس کے شاید روشنی کی کوئی کرن بھی نہیں جاتی تھی۔

ایک مہیب اور نہ ٹوٹنے والا سناٹا اس کے وجود پر طاری رہتا تھا۔ خاموشی کے قفل لبوں پر یوں تھے جیسے کبھی نہ کھلیں گے اور جب کھلیں گے تو بھی کوئی خوب صورت منظر اس در وا ہونے پر شاید ناظر کی آنکھوں کو حسن نہ بخش سکے۔

"ز ہش، میں بھی کیا سوچنے لگا۔"

اس نے خود کو سرزنش کی اور یکدم ہی آنکھوں میں صبیحہ کا چہرہ چلا آیا اس کا پر اعتماد انداز فطری حیا سے جھک جانے والی پلکیں اس کے تصور میں ابھی تک آباد تھیں۔

"کتنی مختلف ہے صبیحہ علی، نرمین یاور سے، کانفیڈنٹ اور پر یقین آنکھوں والی صبیحہ زندگی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نڈر انداز میں جینے والی جس کے روم روم سے عزم جھلکتا تھا ہار ماننے والوں اور مغلوب ہو کر خود کو قسمت کے دھارے پر چھوڑنے والوں میں سے نہ تھی۔

ایزد نے اس کی شفاف اور بے ریا آنکھوں کی گہری جھیلوں سے اس کی شخصیت کا یہ راز پا لیا تھا تو صرف ایک بار دیکھنے پر اس کے لیے ہاں کہہ بیٹھا تھا جس کے مزاج اور طبیعت، ماضی اور مستقبل پلاننگز کے بارے میں وہ کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔

تاہم اتنا یقین تھا کہ زندگی کا یہ سفر اس کی سنگت میں خوشگوار گزر سکتا ہے اس لیے کہ وہ ایک با اور باعمل زندگی کی خواہاں اور خوگر نظر آتی تھی اور اسے اپنی اس قیافہ شناسی کی سچائی کا پورا یقین آج تک جس شخص کو دیکھ کر اس نے جو رائے قائم کی وہ شاید ہی کبھی غلط ثابت ہوئی تھی اور صبیحہ کے بارے میں بھی اس کا وجدان یہ ہی کہہ رہا تھا کہ یہ وہی ہے جس کا اس کے لاشعور نے بنا رکھا تھا۔

جبکہ نرمین ایک دبو، حالات کے بہاؤ پر بہنے والی، کم ہمت اور کسی حد تک بزدل لڑکی تھی اسے جی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہولی کہ شرمین اور سمیر کی بہن اور ریاور انکل اور زہرہ بیگم کی بیٹی ہونے کے باوجود وہ، کتنی مختلف تھی ان سب سے ' ہر لمحہ خود سے ' آنے والے وقت اور گزرتی ساعتوں سے خوفزدہ اور سہمی ہوئی یہ لڑکی ایزد کے ذوق سلیم پر سخت گراں گزرتی تھی۔

اس کے نزدیک حسن بے پروا ' اور پر اعتماد ہی اچھا لگتا تھا ' ہر لمحہ گھبرائی سٹپٹائی سی لڑکیاں اس کے لیے ہمیشہ کوفت کا باعث بنتی تھیں اسکول کالج اور یونیورسٹی کے زمانے میں بھی اس کے حلقہ احباب میں اول تو لڑکیاں شامل نہیں تھیں اور اگر ایک آدھ ساتھی کلاس فیلو کی اس سے ہیلو ہائے تھی بھی تو وہ پر اعتماد اور خوش باش لڑکیاں تھیں۔ سوگوار حسن کو تنہا چاند سے تشبیہ دے کر اسے نظروں کا خراج دینے والوں کی فہرست میں اس کا نام کبھی نہیں رہا تھا وہ تو برگ و باراں اور یک دم کھل کر تمت گل کی طرح چھا جانے والوں کو پسند کرتا تھا۔

جیسے کہ صبیحہ بھی خوش گفتار اور ماحول سے مطابقت پیدا کر کے حالات کو موزوں بنانے والی جبکہ زمین تو ایک خشک پتے کی مانند تھی حالات و حوادث کی تیز رفتار ہوا جہاں اڑا لے جائے اسے چلے جانے میں اگر کوئی عذر مانع بھی تھا تب بھی مزاحمت اور قوت ارادی سے وقت کی طنابیں اپنے ہاتھ میں لینے کے سارے گر اس سے یوں مخفی تھے جیسے عام انسانی بصارت سے زمین میں چھپے خزانے پوشیدہ ہوں۔

بہنا اور بہتے چلے جانا زندگی کے سیل رواں میں اس کا یہی شیوہ تھا۔

"واقعی دونوں تو جیسے مشرق اور مغرب ہیں ایک دوسرے کے لیے۔"

سگنل پر رکتے ہوئے اس نے اپنی سوچ کو گاڑی کے ساتھ ہی بریک لگائے اور ' اپنی بائیں جانب ابھی زمین کو دیکھا گرے چادر کے ہالے میں اس کا پر سوچ چہرہ تفکر اور تردد کی کہانیاں سنا رہا تھا۔ اپنی ویل آف فیملی سے تعلق رکھنے کے باوجود وہ خاصی "مڈل کلاس" لگتی تھی۔

"یہ مجھے کیا ہو گیا ہے میں کیوں ان دونوں کا موازنہ کر رہا ہوں۔ بھلا ازل اور ابد بھی کبھی یکساں ہوئے ہیں۔ نہیں ایزد ہمدانی ان دونوں کا تو کوئی Comparison ہی نہیں ہے۔"

اس نے ہولے سے سر کو جھٹکا اور سگنل کھلتے ہی گاڑی آگے بڑھادی۔

اور اسی لمحے سیفی کے ساتھ فریش کریم کیک خرید کر بیکری سے باہر نکلا سمعان ایک لمحے کو ٹھٹک گیا ۔ گلاس ڈور سے ادھر قدم رکھتے ہی وہ جیسے فریز ہو گیا تھا۔

"ہیلو بھائی کیا ہو گیا۔"

سیفی ساتھ چلتے ہوئے شاید جلد از جلد گھر پہنچ کر سب سے بڑا حصہ لینے کے بارے میں اسے بریف کر رہا تھا کہ اچانک اس کے رکنے پر چونک کر مڑا۔

"آپ کیا دیکھ رہے ہیں ادھر ' کہیں کوئی پری تو نہیں گزری یہاں سے ستارے والی چھڑی سے آپ کو مسحرائز کر گئی ہو۔"

کیک کا ڈبہ ہاتھ میں پکڑے وہ شوخی سے معنی خیز نظریں گھماتے ہوئے بظاہر بڑی تشویش سے پوچھ رہا تھا۔ سمعان نے سیاہ تارکول پر بھاگتی دوڑتی گاڑیوں پر سے نظر ہٹاتے ہوئے گہری سانس بھری۔

سیفی نے اس کے چہرے سے پریشانی اخذ کر لی تھی اس لیے فورا" سنجیدہ ہو گیا اور بغور اس طرف دیکھا جہاں سمعان کی نظریں جا کر کسی طلسم کے زیر اثر آ گئی تھیں۔

"چلو۔" اس نے دھیرے سے اپنی جانب متفکر چہرہ لیے کھڑے سیفی کو مخاطب کیا۔

وہ اس لمحے قدرے شاکڈ تھا زمین کو پھر اسی شخص کے ساتھ دیکھ کر ایک ساعت کو وہ کچھ عجیب سا ہو گیا زمین نے ذرا دیر پہلے ہی تو خشک الفاظ میں اس کی آفر کو ٹھکرا دیا تھا۔

"کیا وہ اسی شخص کا انتظار کر رہی تھی۔"

یہ سوال کسی قدر تشکیک لیے ہوئے تھا مگر اگلے ہی لمحے اس نے اپنی سوچ پر لعنت بھیجی آپ ہی آپ وہ نادم ہو گیا تھا گو کہ زمین تو اس کا یہ پل بھر والا خدشہ جانتی بھی نہ تھی مگر وہ اس کے تصور کے سامنے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سخت پشیماں تھا۔ اس کی معصومیت پر شک خود اسے اپنی نظروں میں خفیف کر گیا تھا۔

"آئی ایم سوری۔" اس نے دل ہی دل میں اسے مخاطب کیا۔

اور گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر آبیٹھا۔ سیفی اس کے چہرے کے تاثرات نوٹ کر رہا تھا اتار چڑھاؤ کے بعد اب وہ قدرے ریلیکس لگ رہا تھا' اس نے اگنیشن میں چابی ڈال کر کار ریورس کی اور مضبوطی سے اسٹیئرنگ پر گرفت رکھتے ہوئے ٹریفک کے ہجوم میں شامل ہو گیا۔ اسکول کے بعد وہ سیفی کو پک کر کے گھر جا رہا تھا کہ یہ واقعہ پیش آگیا۔

"کون تھا اس طرف۔"

کافی دیر خاموش رہنے کے بعد سیفی نے سوال کرنے کا قصد کیا اور بلا تمہید پوچھ لیا۔

"کہاں؟" اس نے قصداً" مسکرا کر استفسار کیا۔

"بھائی۔" وہ کچھ سنجیدہ ہو گیا آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔

"اوہ اچھا تم ابھی کی بات کر رہے ہو۔"

سیفی کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ ٹلنے والا نہیں ہے اس لیے اس نے پل میں جواز گڑھ لیا اور یوں کہنے لگا جیسے اگر سیفی نہ بھی پوچھتا تو بھی وہ اسے بتانے والا تھا۔

"دراصل میرا ایک پرانا شناسا نظر آگیا تھا۔" اس نے جیسے بات ختم کی۔

"تو پھر آپ اس سے ملے کیوں نہیں۔" پھر سوال ہوا۔

"میرا خیال ہے کہ محض میرا واہمہ ہے شاید وہ کوئی اور تھا؟" اب کے اس نے کچھ جھلاتے ہوئے بات بنائی ورنہ سیفی کا سوالنامہ طویل سے طویل ہوتا چلا جاتا۔

"یعنی ایک ہی شکل جیسے دو آدمی۔" اس کا خیال غلط تھا سیفی اب بحث پر اتر آیا تھا مگر چونکہ اندا صرف اپنی تشفی کرنے والا تھا اس لیے اس نے جھنجلاہٹ پر قابو پا کر صرف مسکرانے پر اکتفا کیا۔

"ویسے کیا خیال ہے بھائی جس طرح ایک شکل کے دو آدمی ہوتے ہیں ویسے ہی ایک انسان کے چہرے بھی تو ہو سکتے ہیں نا؟" سیفی کا استفسار کرتا انداز خاصا گہرا فلسفہ لیے ہوئے تھا اس نے ایک اچٹتی نظر سیفی کے چہرے پر ڈالی جہاں سنجیدہ سوچ نے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں اپنے سوال کے جواب میں "یقیناً" پہلے سے لکھا نظر آیا تھا۔

سیفی اس سے بہت نزدیک تھا شاید اس لیے کہ اس کے علاوہ اس کا کوئی اور بہن بھائی نہیں تھا او کچھ یہ بھی تھا کہ سمعان نے اسے خود سے قریب کرنے کے لیے ہمیشہ سے دوستانہ طریقے اپنائے تاکہ وہ تنہائی کا شکار نہ ہو جیسے کہ خود بھی وہ اپنے بچپن میں ماما اور پاپا کی تمام تر توجہ کے باوجود ایک ہم عمر ساتھی کی کمی محسوس کرتا تھا۔

گو وہ سیفی کا ہم عمر نہ تھا مگر مزاج میں قدرے مشابہت اور دلی قربت نے انہیں ایک دوسرے کا اچھا دوست بنا دیا تھا اور دوست وہی جو بنا کہے دل کی بات جان لے' سیفی نے بھی اس وقت محسوس کیا تھا کہ وہ محض اسے ٹال رہا ہے۔ اور یونہی لایعنی سی مسکراہٹ اپنے تئیں بات سے بات نکال رہا تھا۔

"یہ بتاؤ تمہارا اسکول ٹوئر پر کب جا رہا ہے۔" اس کے فلسفیانہ سوال کے جواب میں ذرا دیر خاموشی اختیار رکھنے کے بعد اس نے یوں پوچھا جیسے کافی دیر سے ان کے درمیان یہ ہی بات ہو رہی تھی۔

سیفی' بھائی کے مزاج کو سمجھتا تھا گویا وہ اس وقت کچھ سننے کے موڈ میں نہیں یا شاید اسے بتانے سے گریزاں ہے۔ یہی سوچ کر اس کی بات کا جواب دینے لگا۔

"دو دن بعد سب لوگوں چلے جائیں گے۔"

"تو یار تم بھی چلے جاتے۔"

"چھوٹے بھائی' ہم اس ٹاپک پر پہلے ہی بہت بحث کر چکے ہیں۔"

اس موضوع سے وہ خاصا بے زار ہو رہا تھا کیونکہ اس کے دو بہترین دوست مختلف وجوہات کی بنا پر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسکول کی اس Excrusion' trip میں شامل نہیں ہو رہے تھے اس لیے سیفی نے بھی واک آؤٹ کر دیا تھا۔

گو کہ ماما اور سمعان نے اسے سمجھایا بھی شمالی علاقہ جات کی خوب صورتی کے قصیدے دہرائے مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا پچھلے سال ہی تو وہ ماما اور پاپا کے ساتھ سب جگہیں دیکھ کر آیا تھا۔

"پھر بھی یار، تم چلے جاتے تو اچھا تھا۔ میرے بھی کچھ دن اچھے گزر جاتے۔"

وہ ذرا سا ہنس کر اسے چڑانے کو بولا تھا مگر سیفی اب قدرے سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"جی نہیں میں آپ کا پیچھے چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ یہ پورا ہفتہ میں آپ کے اور پاپا کے ساتھ آپ کے اسکول جاؤں گا اور آپ سے ایڈمنسٹریشن سیکھوں گا۔"

"کیا۔" موڑ کاٹتے ہوئے اس نے مصنوعی غصے اور بے زاری کا اظہار کیا۔

"آپ کے کسی انداز کا مجھ پر اثر نہیں ہونے والا۔ میں نے پاپا سے بات کر لی ہے۔ اور پلیز ذرا جلدی گھر چلیں۔ سارا آئیک melt (پگھلتا) ہوتا جا رہا ہے۔ اور مجھے بھوک بھی لگ رہی ہے۔"

سیفی نے مسکرا کر چڑانے کا بدلہ لیا اور فوراً" چہرہ کھڑکی کی طرف موڑ لیا۔ تو اس نے بھی اپنے ذہن کو زمین کی سوچوں کے حوالے کرتے ہوئے گاڑی کی اسپیڈ بڑھا دی۔

● ● ●

گو کہ صہیبہ نے کہا تھا کہ فرہاد کو وہاں پہنچ کر سرپرائز دیں گے مگر زوہا کے لیے اتنی بڑی خوشخبری چھپانا آسان نہ تھا آج کل خوشی تو اس کے چہرے سے پھوٹتی تھی۔ صہیبہ مدحت اور دادی جان اس کی آنکھوں میں اتری دھنک سے بے خبر نہ تھیں۔

اور یہ وہ رشتے تھے جن کے خلوص پر شک کرنا کار گناہ تھا جب جب ان تینوں کی نظریں اس پر پڑتیں اس کے چہرے کی جگمگاتی مسرت کی سنہری کرنوں کی بقا کی خواہش دعا بن کر دل سے نکلتی تھی۔ جبکہ وہ اوروں سے انجان محض صہیبہ کے شوخ فقروں اور معنی خیز جملوں کی زد میں رہتی کبھی بلش ہو جاتی اور کبھی مصنوعی غصے میں آکر خفگی کا اظہار کرنے لگتی۔

مگر ادھر اثر کہاں تھا ازدواے قصے کوئی الحال سب نے فراموش کر رکھا تھا تیاریوں میں سب ہی مگن تھے اس لیے صہیبہ کا موڈ بھی آج کل بہت اچھا رہتا تھا زوہا کو چھیڑتے اور اس کی جھنجھلاہٹ سے حظ اٹھاتے ہوئے وہ ہنسے جاتی۔

اچھا مشغلہ ہاتھ آیا ہوا تھا' دوسری طرف فرہاد کے ہر فون پر وہ یوں ہی گول مول سا جواب دے کر اپنے آنے کی خبر مخفی رکھی ہوئی تھی مگر فنکشن سے ایک شام پہلے جب فرہاد نے بہت آس سے فون کیا اور اتفاق سے زوہا نے ہی ریسو کیا تو اس نے اس کی بے قراری پر ساری بات اسے بتا دی۔ حسب توقع اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔

"پھر سے کہو زوہا۔ کیا واقعی یہ سچ ہے۔" وہ بے یقین ہوا جا رہا تھا۔

"ہاں بالکل سچ ہے۔" زوہا کی کھلکھلاتی ہنسی اس کی سماعتوں کو اعتبار بخش رہی تھی اسے یقین آ گیا۔ ساتھ ہی صہیبہ پر غصہ بھی۔ جس کا اس نے فوراً" اظہار بھی کر ڈالا۔

"اور یہ صہیبی کی بچی کہہ رہی تھی کہ دادی جان نے فی الحال کوئی جواب نہیں دیا۔ اس سے تو میں اچھی طرح نبٹوں گا۔" اپنے بے وقوف بنائے جانے پر وہ ادھار کھائے بیٹھا تھا۔

"پلیز اسے کچھ مت کہیے گا۔ یہ سب اسی کی وجہ سے تو ہوا ہے۔ یہاں جتنے بھی انقلاب آئے ہیں سب صہیبی کے مرہون منت ہیں۔ سچ فرہاد میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ صہیبی جیسی بے فکری لا ابالی اور ہر دم شوخیاں شرارتیں کرتی لڑکی ہمارے اس معاملے کو اس قدر سنجیدگی سے بھی لے سکتی۔ نا صرف اس نے مجھے مورل سپورٹ دی بلکہ دادی جان سے لے کر شفق تک کو منانے اور ان سب کی برین واشنگ کرنے کے تمام فرائض اس نے انجام دیے ہیں۔"

اسے ٹوکتے ہوئے وہ بے حد ممنونیت اور تشکر کے جذبے سے مغلوب کہہ رہی تھی فرہاد اس کی بات

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پر مسکرا دیا۔

"گویا اس کامیابی میں تمہارا کوئی ہاتھ نہیں۔"

"نہیں۔" اس نے صاف گوئی اختیار کرتے ہوئے خفت سے کہا۔

"پیچ پیچ کس بزدل لڑکی سے پالا پڑا ہے۔" اس نے جیسے تاسف سے کہا تو زوہا بے چین ہو گئی۔

"میں نے تو آپ سے پہلے ہی کہا تھا فرہاد یہ سب میرے بس کا نہیں۔ مجھ سے امیدیں م رکھیں۔"

یکدم اس کا لہجہ بجھ گیا تھا خوشی کا تمام احساس فرہاد کی شکایت کے پیچھے چھپ سا گیا۔ شکستہ لہجہ ا کے حواسوں کی یکدم بیدار کر گیا۔

وہ تو صرف مذاق کر رہا تھا اور زوہا زود رنج طبیعت کے باعث یکدم اداس ہو گئی تھی۔

"ارے میں تو محض تمہیں چھیڑ رہا تھا۔ تم تو واقعی سیریس ہو گئیں۔ بلیو می میرا مطلب تمہیں ٹ کرنا یا گلہ کرنا نہیں تھا۔"

وہ یکدم اسے منانے لگا زوہا کی ذرا سی ناراضگی بھی اسے شاق تھی وہ تھی ہی اتنی سادہ اور کومل سی آنچ سے پگھل جانے والی۔ پھر فرہاد سے تو اسے عشق تھا اس کی ناراضگی اور خفگی کا ذرا سا بھی ا شبہ ہو جاتا تو وہ ٹوٹ جاتی تھی اور یہ شکستگی اس کے لہجے میں اتر آتی جو فرہاد کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتی وہ اچھی طرح جان چکا تھا کہ زوہا کا دل اس کی ہنسی پر دھڑکتا اور اس کی برہمی پر رک جاتا ہے۔

"یہ آپ نے مذاق کیا تھا۔"

اس کے صفائی پیش کرنے پر وہ قدرے برہم لہجے میں تندی سے بولی تو وہ ریلیکس ہو کر ہنس پڑا۔

"یقین کرو تمہارے ساتھ صرف ایک بار سیریس ہونے کے بعد اب تو میں نے کان پکڑ لیے ہیں سے سنجیدہ شکایت کرنے سے 'میری توبہ جواب کچھ کہوں۔"

"تو گویا آپ شکایت کر نہیں رہے مگر کوئی گلہ ہے آپ کو مجھ سے۔" اب کے بات کو اس نے ایک رخ دیا۔ فرہاد ہنس دیا۔

"اتنے واہموں میں مت رہا کرو لڑکی، زندگی مشکل ہو جاتی ہے۔"

ناصحانہ لہجہ سنجیدگی اور شوخی کا امتزاج لیے ہوئے تھا زوہا سمجھ نہیں سکی کہ کیا کہے البتہ اس نصیحت گرہ سے باندھ لی تھی۔

● ● ●

"علی ولا۔" آج وہ کئی دن بعد آئی تھی لہٰذا خان بابا اور داجان کی مسرت دیدنی تھی خود وہ بھی قدر خوش تھی۔

"ہیلو داجان۔"

آتے ہی وہ ان کے گلے میں جھول گئی۔

"کیسی ہو بیٹا، آج کتنے دن بعد بھول پڑیں۔"

شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر وہ اسے اپنے ساتھ اندر لے آئے۔

"اف داجان بتا نہیں سکتی کہ امتحانوں کی تیاریوں اور پھر اس کے بعد امتحانوں کے بور ترین رو سے نپٹتے ہوئے میں کیسے خود سے بھی غافل ہو گئی تھی مگر بلیو می اس دوران بھی میں آپ کے یہاں آ والی تھی بمعہ اسباب و سامان مگر....."

اپنے مخصوص والیوم میں بولتے ہوئے وہ ادھر ادھر دیکھے بغیر کس قدر اطمینان سے ان کے سا والے صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

یہ دیکھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی کہ اس وقت لاؤنج میں اس کے علاوہ کوئی اور بھی بیٹھا تھا۔ ایزد نے اخبار ہٹا کر دیکھا وہ بتا رکے بول رہی تھی۔

"مگر؟۔" داجان اس کے رکنے پر ذرا سا مسکرائے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"مگر کیا بس امی نے میرا موڈ آف کر دیا تھا کسی بات۔"

اس نے تصور ہی تصور میں یاد کیا کہ اس روز ایزد کے پرپوزل والی بات پر وہ سب سے ہی جیسے روٹھ لی تھی۔ اس کے خیال کے ساتھ ہی چھم سے ایزد کا سراپا آنکھوں میں در آیا یکدم ہی دل کی کیفیت بدلی تو اس نے جلدی سے سر جھٹکا۔

"اچھا یہ بتاؤ تمہارے پیپرز کیسے ہوئے۔"

اس نے جب ادھر ادھر توجہ نہیں دی تو دا جان بھی کچھ سوچ کر چپ رہے اور اس سے پچھلے دنوں کی روداد حسب معمول پوچھنے لگے۔

"پلیز پلیز اس اچھے وقت میں ایسی کوئی بات نہیں ہو گی۔"

اس سوال پر اس نے ہاتھ اٹھا کر انہیں ٹوکا اور پاؤں اوپر رکھ کر بیٹھتے ہوئے رخ ان کی طرف پھیر لیا۔

"تو پھر کون سی بات ہو گی۔"

معنی خیز مسکراہٹ دا جان کے لبوں پر آئی تو وہ قدرے چونکی۔

"خیریت تو ہے دا جان' آج آپ بڑے خوش نظر آ رہے ہیں۔ کس خوش سخن سے باتیں کی ہیں کہ اب تک تبسم لبوں کا حصہ بنا ہوا ہے۔"

ان کی معنی خیزی کے جواب میں اس نے شوخی سے نظریں گھما کر سوال کیا' ایزد نے اخبار ایک طرف رکھ کر اسے دیکھا جو اس کی موجودگی سے یکسر بے خبر کس قدر بے تکلفی سے دا جان سے باتیں کر رہی تھی جیسے اپنے کسی ہم عمر کے ساتھ محو کلام ہو۔

"اردو تو تمہاری بہت اچھی ہو گئی ہے۔"

اس کا سوال گول کر کے انہوں نے صاف گوئی سے اس کی تعریف کی۔

"جی نہیں اب آپ میرا سوال اگنور کر رہے ہیں بتایئے نا کیا دادی جان سے بات ہوئی تھی۔"

جھنجلا کر اس نے انہیں خفگی سے دیکھا اور پھر یکدم مچل کر شوخ ہو گئی۔

دا جان کے لبوں پر ایک شکستہ مسکراہٹ نمودار ہوئی اور پھر غائب ہو گئی تو یکدم وہ خود بھی سنجیدہ ہو گئی۔ چند لمحے ان دونوں کے درمیان ایک بوجھل سی خاموشی حائل رہی پھر دا جان نے خود کو کمپوز کیا۔ وہ ذرا سا مذاق کرنے کے بعد اب خفت سے سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"کم آن صبی بیٹا کیا ہوا سیل ڈاؤن ہو گئے ہیں تمہارے جو یکدم چپ ہو گئی ہو۔"

اس کے سر کو ہلکی سے جنبش دیتے ہوئے انہوں نے استفہامی نظروں سے مسکرا کر اسے دیکھا تو وہ ان کے ضبط پر حیران ہوتی خود بھی دھیرے سے مسکرا دی۔

"میں کوئی گڑیا ہوں جو میرے سیل ڈاؤن ہوں گے۔" ناز بھرے لہجے میں جیسے ان سے اختلاف کیا اور پھر یکدم کچھ سوچ کر بے حد خوش ہو گئی۔

"آپ کو معلوم ہے دا جان دادی جان نے ہم سب کو بابر بھائی کی شادی میں جانے کی اجازت دے دی ہے۔ امی اور ابو بھی جائیں گے۔ اف کتنا مزا آئے گا آج کل ہم اتنے ایکسائٹڈ ہیں کہ آپ بتا نہیں سکتی۔"

"بتانے کی ضرورت بھی نہیں آپ کے انداز آپ کی کیفیت کے مکمل ترجمان ہیں۔"

"ہائیں۔"

وہ جھوم جھوم کر بولتی بھاری مردانہ آواز پر بری طرح ٹھٹکی' ذرا سا رخ پھیرا تھا کہ ایزد ہمدانی سج سج قدم اٹھاتا اس کے اور دا جان کے پاس آ کر رک گیا۔

ایک لمحے کے لیے اس کی آنکھیں حیرت و خفت کے بوجھ سے جھک گئیں مگر اگلے پل وہ دا جان کو شاکی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"یہ ایزد ہے صبی بیٹا میرے بہت اچھے دوست کا پوتا اور یہ ہی وہ خوش سخن ہے جس کی باتیں سن کر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تبسم میرے لبوں کا حصہ بنا ہوا تھا۔"

اس کی خفگی کا تاثر دیتی نظروں کے برعکس وہ بہت محبت سے ایزد کو اپنے پاس بٹھاتے ہوئے اس متعارف کرا رہے تھے گو کہ چہرے کے تاثر سے اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ تعارف محض اس کی مثو ناراضگی سے واک آؤٹ کو روکنے کا حربہ ہے۔

اس کا جملہ ایسے اسے شرمندہ کرے گا اگر معلوم ہوتا تو کبھی لبوں سے نہ نکالتی ایزد اس کی کیفیت سے محظوظ ہو رہا تھا جبھی خفیف سی دبی دبی سی مسکراہٹ گھنی مونچھوں تلے کھیل رہی تھی۔

"ہیلو کیسی ہیں آپ۔"

ایزد پوچھ رہا تھا اسے واجان کے فاؤل پر بہت خفگی تھی مگر اس کے سامنے کیا کہتی پیر نیچے اتار دوپٹہ سلیقے سے شانوں پر جماتے ہوئے بے بسی سے جواب دیا۔

"ٹھیک ہوں۔"

ذرا دیر پہلے والی چونچالی اور شوخی کے برعکس بڑا مختصر اور سنجیدہ سا جواب آیا۔

"لگتا ہے میری موجودگی آپ کو سخت ناگوار گزری ہے۔ جبھی موڈ آف ہو گیا ہے آپ کا۔"

واجان کے ٹوکنے سے پہلے ہی ایزد کے سنجیدہ لہجے پر وہ جھلا گئی۔

"بھلا ان حضرت کو میری فیس ریڈنگ کرنے کی کیا ضرورت تھی لگتا ہے انہوں نے مجھے شر کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔"

"جی نہیں ' ایسی بات نہیں آپ غلط سمجھے ہیں۔"

ٹھوس لہجے میں سر اٹھا کر اپنا دفاع کرتے ہوئے وہ اپنے ازلی روپ میں سمٹ آئی تھی۔

"تو اس کا مطلب ہے کہ میرا آنا آپ کو خوشگوار لگا ہے۔"

لطیف سی شوخی ایزد کے بظاہر متین لہجے میں کہیں چھپی تھی۔ واجان مسکرانے لگے البتہ وہ ایز گہری نظروں کے حصار میں سٹپٹا گئی تھی۔

کہے تو کیا کہے گو یم مشکل و گرنہ گو یم مشکل۔

"چلیے اسی بات پر ایک گلاس پانی تو پلوائیے۔"

اسے تذبذب میں دیکھ کر ایزد نے اس مشکل سے اسے آزاد کیا اور یوں بولا جیسے برسوں شناسائی ہو۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں وہ پہلی فرصت میں منظر سے غائب ہو گئی۔

"او کے دادا جی اب چلوں گا۔"

صبیحہ کے کچن دوڑتے ہی وہ واجان کی طرف مڑا اور اجازت چاہی۔

"ارے جلدی کیا ہے میاں ابھی بیٹھو آئے دیر ہی کتنی ہوئی ہے۔"

واجان اتنی جلدی اس کے جانے پر رضامند نہ تھے محبت سے بولے۔

"نہیں بس ابھی ایک اپائنٹ ہے میرا اس لیے اجازت چاہوں گا یوں بھی میری موجودگی ڈسٹر کرے گی۔"

مسکرا کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس اثنا میں خان بابا پانی لے آئے تھے کی مسکراہٹ گہری ہو گئی وہ واقعی دوبارہ سامنے آنے سے گریزاں تھی اس کی مسکراہٹ سے وا ایزد کے دل کی بات جان گئے فوراً" بولے۔

"ارے نہیں ایسی کوئی بات نہیں ' وہ خاصی پر اعتماد بچی ہے بس تم نے اسے تھوڑا نروس ک تھا۔"

واجان ' اور اس کا دفاع نہ کرتے یہ تو ممکن ہی نہ تھا اپنے دوستانہ انداز میں مسکرا کر اس کا ہاتھ تو وہ ہلکا سا قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"ایسے میں اگر زمین آسے دیکھ لیتی تو شاید حیرت کے باعث بے ہوش ہی ہو جاتی۔ ہنسی اور ہمدانی؟"

"یقین کیجیے میں نے ایسی کوشش ہرگز نہیں کی تھی۔"

"چلو ہنسی مذاق میں کوئی حرج نہیں، رشتہ ہی ایسا ہے۔"

وہ دوسروں کے جذبوں اور خواہشوں کے ہمیشہ سے حامی رہے تھے شاید اسی لیے آج اکیلے اس بڑے ے گھر میں تنہائی کی سزا جھیل رہے تھے۔ جو پاس آنا چاہا انہوں نے روکا نہیں اور جس نے راہ بدل کر املے کھینچے اسے بھی انکار نہ کیا۔

ایزدان کی بات پر دل ہی دل میں اطمینان کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا محسوس کرنے لگا تھا ان کا آخری ملہ اس بات کی ضمانت تھا کہ دونوں جانب سے بات تقریباً" طے ہو چکی تھی۔ خود بی بی جان سے تو پوچھنے کا حوصلہ نہیں ہوا تھا کہ معاملہ کہاں تک پہنچا مگر آج جب بابا کے کہنے پر وہ داجان سے ملنے آیا تو خبری کی یہ تسلی اس کے ہاتھ لگی تھی دوسری خوشی صبیحہ سے بھی ملاقات ہو گئی۔

"تھینک یو داواجی، میں آپ کے دوستانہ مزاج کا مداح ہو گیا ہوں آج سے۔"

وہ واقعی حیران تھا گو کہ بابا اس سے اتنے ہی بے تکلف تھے جیسے عام طور پر ایک دوست دوسرے ے ہوتا ہے مگر داجان کے متعلق اس نے ایسا ہرگز نہیں سوچا تھا بلکہ وہ تو صبیحہ کی بے تکلفی پر خاصا یران ہو رہا تھا اب معلوم ہوا کہ خود داجان کا مزاج اس قدر دوستانہ تھا۔

داجان اس کی بات پر مسکرا دیے۔ جس پر وہ پھر کہنے لگا۔

"بلیومی مجھے آپ کا فرینک اور فرینڈلی رویہ واقعی بہت اچھا لگا۔"

"ارے یہ سب میری پوتی کی وجہ سے ہے۔" اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے انہوں نے اسے شفقت ے دیکھا۔

"تھینک یو فار دس آنر Thank you for this honour ۔" اس نے خوشدلی ے شانے اچکائے اور پرجوش مصافحہ کر کے رخصت ہو گیا۔

داجان اس وقت تک کھڑے رہے جب تک اس کی گاڑی نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی اس لمحے ان لے ذہن کی پرواز صبیحہ کی خوشیوں سے اس کی پرسکون زندگی تک تھی۔ اس کو اپنے گھر میں شاد و آباد یکھنے کی ان کی آرزو جلد ہی پوری ہونے والی تھی۔

گو کہ پہلے ان کی شدید خواہش تھی کہ فرہاد اور صبیحہ کو رشتہ ازدواج میں باندھ دیں مگر گزرتے قت نے ثابت کیا کہ وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے لیے ان حیثیتوں میں موزوں نہیں اور نہ ہی وہ اس طرح اس نہج پر سوچتے ہیں لہٰذا آج ایزد کو دیکھ کر انہیں لگا جیسے جو کچھ انہوں نے صبیحہ کے لیے مثبت داداچاہا تھا اس خواب کی تعبیر ایزد کی شکل میں آ گئی ہے۔

خود ایزد کے چہرے پر کھلتی جذبات کی دھنک ان کی جہاندیدہ نظروں سے اوجھل نہ تھی اس کا متین انداز اور شگفتہ لہجہ بھی اس کے اثباتی جواب کا عکاس تھا سب سے بڑھ کر بیگم ہمدانی جس خلوص سے صبیحہ کے لیے آگے بڑھی تھیں ان کے دل میں مستقبل کے خدشے مدھم پڑنے لگے جو فرہاد کے دل کی ات جان کر صبیحہ کی اگلی زندگی سے متعلق انہیں پریشان رکھتے تھے۔ مگر اب انہیں یقین تھا کہ ایزد ے ساتھ اس کی زندگی سہل گزر جائے گی۔

"تھینکس گاڈ" آپ لوٹ آئے ورنہ میں سمجھی تھی گھر تک ڈراپ کرنے گئے ہوں گے۔"

جس لمحے داجان لاؤنج میں داخل ہوئے وہ خاصے بھنائے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی۔ وہ ذرا سا اس کر خاموش ہو گئے اور گہری نظر سے اسے دیکھا جبکہ وہ کہہ رہی تھی۔

"بہت خراب ہیں داجان آپ، مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا آپ نے۔"

"کیا نہیں بتایا۔"

وہ راکنگ چیئر پر آ بیٹھے۔

"یہی کہ ....۔" وہ جانے کیا کہنے جا رہی تھی کہ کچھ جھینپ کر چپ ہو گئی پھر فوراً" پینترا بدل کر خفگی ے بولی۔

"بس جائیں دا جان میں واقعی آپ سے خفا ہوں۔"

"اچھا بیٹا خفا بھی ہو لینا پہلے ادھر آؤ میرے پاس بیٹھو۔"

اس لہجے دا جان اسے ازحد سنجیدہ لگے اس لیے وہ کچھ محتاط سی ہو کر ان کے پاس پڑے فلور کشن پر آبیٹھی۔ اس کی خفگی کا انہوں نے کوئی اثر نہیں لیا تھا اور یہ پہلی بار ہوا تھا۔

"جی؟" وہ کچھ الجھ گئی ان کے تیور دیکھ کر۔

"ایک بات بتاؤ بیٹا۔"

"ہوں؟"

"تمہیں ایزد کیسا لگا۔"

"جی۔" اس کی حیرانی بجا تھی۔

سوال قطعی غیر متوقع تھا اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ سوال جو امی اور دادی جان نے ابھی تک نہیں پوچھا جسے اس کی ہم عمر کزنز اس کے تیور دیکھتے ہوئے پوچھنے سے خائف رہتی ہیں دا جان اس قدر آرام سے پوچھ لیں گے۔

لاکھ بے تکلفی سہی مگر اس وقت بار حیا سے اس کی پلکیں جھک گئیں وہ چپ تھی اس لیے دا جان نے سوال دہرا دیا۔ اور وہ سب سے جھوٹ بول سکتی تھی دا جان سے نہیں۔

"پلیز دا جان میرا خیال ہے یہ سوال قبل از وقت ہے۔ فی الحال میں جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں ہوں کیونکہ میں نے اب تک اس موضوع پر سوچا ہی نہیں اور سچ تو یہ ہے کہ میں ابھی یہ سوچنا بھی نہیں چاہتی۔"

بہت ٹھہرے ہوئے متین لہجے میں اس نے دوٹوک جواب دے دیا تو دا جان حیران رہ گئے۔ بات آگے جا چکی تھی اور وہ ابھی سوچنے کے لیے بھی تیار نہ تھی۔

"صبیحہ گڑیا یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔"

حیرت کی جگہ اب تشویش اور تفکر نے لے لی تھی۔

"پلیز دا جان آپ نے ہمیشہ میرا ساتھ دیا ہے نا اب بھی مجھے سمجھیں۔ فی الحال میں امی کی بات نہیں مان سکتی۔ آپ انہیں سمجھا دیں پلیز۔"

"مگر کیوں؟" ان کا سوال فطری تھا۔

"مجھ پر اعتبار رکھیں دا جان میں ہٹ دھرم یا خودسر نہیں مگر شادی فی الحال میری ترجیح نہیں اور اس کے علاوہ میں کچھ کہنا نہیں چاہتی۔"

بات ختم کر کے گویا اس نے کہنے کے لیے کچھ چھوڑا ہی نہ تھا۔ دا جان گہری سانس بھر کر رہ گئے۔

● ● ●

"آپ کا اسٹاف پر تو بڑا رعب ہے۔ لگتا ہے جیسے ہٹلر آگیا ہو۔ ہر طرف تہلکہ مچ کر خاموشی چھا جاتی ہے ضرور آپ نے ان معصوم خواتین کو ڈرایا دھمکایا ہوگا۔"

کئی سال بعد سیفی کو اپنے والد کے اسکول آنے کا اتفاق ہوا تھا اسکول چونکہ صرف لڑکیوں کا تھا اس لیے اسے دوسری جگہ پڑھنا پڑتا تھا۔ اسی لیے اسے سلمان صاحب سے سخت شکایت تھی کہ انہوں نے لڑکوں کا اسکول کیوں نہیں کھولا اور ساتھ ہی یہ شکوہ بھی تھا کہ سمعان اسے اپنے ساتھ پرنسپل آفس لے کر کیوں نہیں جاتا البتہ ان شکایتوں کا ماما مفصل جواب دینے کے لیے موجود تھیں کبھی کبھار ہلکی پھلکی ڈانٹ سے بھی تواضع ہو جاتی۔

پرنسپل روم میں سمعان کے سامنے والی کرسی پر آکر بیٹھتے ہوئے اس نے سنجیدگی اور حیرت سے اور پھر فوراً "مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

"ڈرایا تو خیر کبھی نہیں بس یہ سب تو اپنی شخصیت کا کمال ہے۔"

وہ فرضی کالر جھاڑتے ہوئے مسکرایا۔

"جس کی وجہ سے بغیر ڈرائے دھمکائے ہی لوگ سہم جاتے ہیں۔"

سیفی نے فوراً" ٹکڑا لگایا اسی لمحے زمین پریکٹیکل جرنل فائنل ری چیکنگ کے لیے پیون کی مدد سے لے اندر داخل ہوئی۔ جونہی نظر سفیان پر پڑی وہ کچھ جھجھک سی گئی۔ کیونکہ سیفی کی پرشوق اور ان نظریں اس پر ہی جمی ہوئی تھیں۔

سمعان کے لبوں پر اس وقت بڑا دلفریب تبسم بکھرا تھا سیفی کی عقابی نظروں سے یہ منظر بچ نہ سکا۔ ان جرنل رکھ کر پلٹ گیا جاتا تو وہ بھی چاہتی تھی مگر سمعان کی سوالیہ نگاہیں اس کی نظروں سے ملیں تو رک کر تفصیل بتانے لگی۔

"اچھا اچھا میں انہیں دیکھ لوں گا' فی الحال آپ ان سے ملیں سفیان گردیزی میرے چھوٹے بھائی"

سیفی کے آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کرنے پر اسے تعارف کراتے ہی بنی۔

"ہیلو۔"

زمین نے رخ موڑ کر اسے دیکھا تو اس نے جھٹ دوستانہ مسکراہٹ لبوں پر سجاتے ہوئے ہاتھ کے بڑھا دیا۔

"ہیلو..... مجھے زمین کہتے ہیں۔"

جواباً" وہ بھی دھیرے سے مسکرا دی۔ سیفی نے ایک لمحے کے لیے بھنویں اچکائیں۔

دراصل ہمارا اسکول ایک ہفتے کے لیے excrusion trip پر گیا ہے اس لیے میں آپ کو یہاں نظر آرہا ہوں۔ ورنہ بھائی تو مجھے کبھی یہاں نہیں آنے دیتے تھے۔"

اپنے ساتھ والی کرسی دھکیل کر اسے بیٹھنے کی آفر کرنے کے ساتھ ساتھ سیفی کی زبان بھی چل رہی تھی۔ سمعان اس کی شکایت پر کان نہ دھرتے ہوئے اپنے کام میں لگا ہوا تھا۔

"آپ یہاں کیا پڑھاتی ہیں۔"

زمین کو خاموش کھڑے مسکراتا دیکھ کر اس نے ایک اور سوال داغ دیا۔

"فزکس اور میتھس۔"

"آپ بیٹھیے نا کیا کوئی کلاس ہے آپ کی۔"

سمعان نے آپ کے ڈائریکٹ اسے مخاطب کیا تو وہ گڑبڑا گئی۔ اگلے دو پیریڈ تو اس کے فری تھے مگر ان اس کے سامنے بیٹھنا بھی ایک مرحلہ تھا اس لیے بغیر کوئی جواب دیے قدم بڑھانے کا سوچ رہی تھی کہ سیفی نے سامنے رکھی ٹیچرز کی ڈیلی ڈائریوں میں اس کی ڈائری اٹھالی۔

"ارے آپ کے دو پیریڈ فری ہیں' دیٹس گڈ۔" اب کیا کیا جا سکتا تھا۔

"بیٹھ جائیے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اس کا ذمہ میں لیتا ہوں۔"

سمعان نے شاید اس کے چہرے پر لکھا گریز پڑھ لیا تھا بے حد دبے لہجے میں کہا تو وہ ندامت سے ان عرق ہو گئی۔

بھلا ایسا کب سوچا تھا اس نے بلکہ سلمان انکل کی فیملی سے اسے کسی نقصان کسی تکلیف کے پہنچنے کا تو احتمال ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ مگر کیا کرے کہ لبوں سے تو ایک لفظ نہ کہنے کا عہد کر لیا تھا اس نے پھر بھلا یہ شخص کیسے اس کے دل کی بات جانتا۔

وہ پشیماں و متاسف چپ چاپ بیٹھ گئی۔ سیفی نے اس کی آنکھوں میں اترتی دھنک دیکھ لی تھی۔ سمعان کو بھی اپنے لہجے اور جملے کی تلخی کا اندازہ ہو گیا تھا مگر معذرت کر کے وہ اسے اس احساس سے باہر نہیں نکالنا چاہتا تھا جس کے تحت وہ بہ عجلت سیفی کے قریب پڑی کرسی پر آ ٹکی تھی۔

"اوہو بڑا رعب ہے آپ پر بھائی کا۔"

سیفی نے جھک کر شوخی سے کہا پھر قدرے سرگوشیانہ لہجے میں بولا۔

"آپس کی بات ہے رعب تو ان کا مجھ پر بھی اتنا ہی ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اچھا۔"
اب وہ کھل کر مسکرائی یہ ہی سوچا بھلا سمعان کی بات کو دل سے کیا لگانا اس کا غیر معمولی اکھڑا رہنا
سمعان کو تو کیا کسی کو بھی ایسا سوچنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ گویا یہ جرم بھی اس کے اپنے کھاتے میں درج
ہوا تھا۔
"پاپا سے آپ کے بارے میں بہت سنا تھا آج پہلی بار مل رہا ہوں ماما اور بھائی بھی آپ کی بہت
تعریف کرتے ہیں۔"
"ہائیں۔"
وہ سیفی کے اس انکشاف پر متعجب اور پریشان سی ہو گئی دزدیدہ نظروں سے سمعان کو دیکھا
انٹرکام پر مصروف تھا۔
"ارے آپ پریشان کیوں ہو گئیں یقین کریں کسی کو آپ سے شکایت نہیں سب کے ووٹ آف
فیور آپ کے ساتھ ہیں اور اب تو میرا پکا ووٹ بھی آپ کے حق میں ہے دیکھ لیجئے گا آپ کو انشاء اللہ
کوئی پرابلم نہیں ہو گی۔"
سیفی بنا کچھ سوچے سمجھے بول رہا تھا اور وہ ساکت بیٹھی اس کی باتوں پر سہمی جا رہی تھی تو گویا بات
اتنی آگے نکل چکی ہے۔ سیفی کی بظاہر سادہ سی باتوں کا اصل مفہوم اخذ کرنا اس کے لیے کچھ مشکل
تھا۔
سمعان کے تیور دیکھتے ہوئے کئی بار اس نے سوچا بھی کہ اس تمام کھیل کا منطقی انجام بھلا کیا ہو گا؟
آج سیفی سے بات کر کے اسے اندازہ ہوا کہ جس معاملے کو وہ کھیل سمجھ رہی ہے وہ ایک ایسی بازی
جس پر مات ہونا اس کے مقدر میں رقم کر دیا گیا ہے۔
سیفی کی خوب صورت اور با اعتماد مسکراہٹ اُسے مزید الجھن میں ڈال گئی۔ ایک لمحے کو بار حیا سے
وہ سرخ ہو گئی۔
"یا اللہ یہ سب لوگ کیا سوچ رہے ہیں اور دوسری طرف الٰہی؟"
"چلو سیفی تمہارے لیے ماما نے گھر سے گاڑی بھیج دی ہے اب گھر جاؤ۔"
وہ شاید یونہی مراقبہ میں رہتی مگر سمعان کی آواز نے اسے چونکا دیا۔
"کیوں؟" سیفی ٹھنکا۔
"انہیں تمہارے ساتھ جا کر کچھ گفٹ لینا ہے کل بابر بھائی کی طرف جانا ہے اس لیے۔" زمین۔
دیکھا وہ اپنے چھوٹے بھائی سے کتنا دوستانہ اور فرینک رویہ رکھتا ہے۔
"پلیز بھائی ابھی نہیں، ابھی کچھ دیر میں یہاں رکوں گا۔ آپ ماما سے کہہ دیں میں آدھے گھنٹے میں
آجاؤں گا۔"
سیفی کے عاجزی سے کہنے پر سمعان نے اسے قدرے نادیبی نظروں سے دیکھا بھی مگر وہ صاف
انجان بن گیا۔
"آپ مجھے بہت اچھی لگی ہیں، میں آپ سے دوستی کروں گا بتایئے آپ کو میری آفر قبول ہے۔"
"جی۔"
خلوص سے بڑھا ہوا ہر ہاتھ اس کے لیے ایک آزمائش کیوں بنا ہوتا ہے وہ اکثر سوچتی تھی۔ اور اس
وقت بھی کچھ یہ ہی صورت حال تھی۔ وہ کسی طور سیفی کو یہ تاثر نہیں دینا چاہتی تھی کہ جو کچھ وہ اور
سمعان چاہتے ہیں وہ ممکن ہے اسی لیے اس کی دوستی کی آفر پر خاموش رہی۔
"شاید آپ کو میں اچھا نہیں لگا اس لیے آپ۔"
سیفی نے اس کی خاموشی کو ایک نئے معنی پہنائے تو وہ شرمندہ ہو گئی۔
"ارے نہیں بلیو ی ایسی کوئی بات نہیں میں تو بس یہ ہی سوچ رہی تھی کہ میری کمپنی میں لوگ بور ہو
جاتے ہیں شاید تم بھی.... زیادہ اچھا محسوس نہ کر سکو۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بہ عجلت بات بتاتے ہوئے اس نے مسکرا کر سیفی کے پر امید چہرے کو دیکھا۔

"اور اگر کوئی آپ کی کمپنی میں بور ہو رہی ہو نا چاہے تو۔"

سمعان نے فون بند کر کے ان دونوں کی طرف پلٹ کر سوال کیا تو وہ سنجیدگی سے چہرہ جھکا گئی جبکہ سیفی احتجاجاً بول رہا تھا۔

"آپ قطعی غلط بات کر رہے ہیں بھائی میں تو ان کی کمپنی میں بڑی ایکسائٹمنٹ محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے آپ جیسے polite اور gentle لوگ بہت اپیل کرتے ہیں۔"

سیفی بڑے خلوص اور سچائی سے کہہ رہا تھا سمعان نے اسے گہری نظر سے دیکھا جو اس کے سامنے سیفی کے اس والہانہ انداز توصیف پر کچھ خفیف سی ہو رہی تھی۔ سفید براق کاٹن کے سوٹ میں ملبوس جذبات کی حدت سے دہکتا گلابی چہرہ' وہ واقعی بہت اچھی لگ رہی تھی۔ اجلی اجلی پاکیزہ' نرم نرم مسکراہٹ اس کے چہرے پر سجی ہوئی تھی۔

"چلیے آیئے پاپا کے روم میں چلتے ہیں۔"

سیفی نے سمعان کی موجودگی کے باعث اس کا گریز اور کم گوئی محسوس کر لی تھی جبھی اٹھ کھڑا ہوا ساتھ ہی وہ بھی برق کی سی تیزی سے اٹھی سمعان نے دھیمے تبسم سمیت اسے دیکھا کتنا کتراتی تھی وہ اس سے پھر بھی اس کے دل میں ہر طرف بس وہی وہی تھی۔

"اوکے بھائی میں ان کے ساتھ جا رہا ہوں۔" اسے راضی دیکھ کر سیفی نے اسے جیسے اطلاع دی۔

"کن کے ساتھ۔"

سمعان کا سوال غیر متوقع تھا بظاہر فائل میں کچھ لکھتے ہوئے وہ سرسری انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"ان کے ساتھ مس زمین کے ساتھ۔" سیفی اس کے سوال پر متعجب ہوتے ہوئے بولا اور پھر کچھ سوچ کر ٹھٹکا۔

"میں آپ کو بھلا کیا کہوں۔"

اب کے سوال زمین سے تھا وہ شاید اس حملے کے لیے تیار نہ تھی ہکا بکا سی ہو گئی سمعان کی مسکراہٹ دبی دبی ہنسی میں تبدیل ہو گئی تھی اس کا سوال سیفی کو بالکل صحیح پوائنٹ کی طرف لے آیا تھا۔

"میرا خیال ہے سسٹر ٹھیک رہے گا۔"

اس نے سوچ کر خود ہی فیصلہ دیا۔

"مگر سسٹر تو عام طور پر نرسوں کو کہتے ہیں۔" سمعان نے گویا اسے ٹوکا۔

"تو پھر سسٹر ان لاء ٹھیک ہے۔"

سیفی کی سمت بالکل وہی تھی جو سمعان چاہتا تھا۔ زمین اس واضح اور بے باک بات پر بری طرح شل ہو گئی نظر اٹھا کر اختلافی نگاہوں سے سیفی کو دیکھا' تو وہ فوراً دفاعی انداز اختیار کر گیا۔

"بھئی دیکھیے پاپا آپ کو بیٹی کہتے ہیں جبکہ آپ ان کے اسکول میں جاب کرتی ہیں گویا قانون کے تحت آپ ان کی ماتحت ہو گئیں' اس طرح قانون اور پاپا کا ذاتی رشتہ اگر ملایا جائے تو پھر میرا رشتہ تو سسٹر ان لاء والا ہی بنے گا نا۔"

وہ بھی جیسے حرفوں کا بنا تھا۔ زمین لاجواب سی ہو گئی۔

سمعان کے سامنے اس قسم کی باتیں..... سوائے خاموشی کے کوئی چارہ بھی نہ تھا یوں بھی وہ اگر نہ بھی ہوتا تو بھی سیفی کی زبان کے آگے اس کی ایک نہ چلتی۔

"میں چلتی ہوں۔" اس نے نہ تائید کی نہ تردید بلکہ جانے کے لئے مڑی

"ارے مگر میری بات کا جواب تو دیتی جایئے میں نے غلط کہا ہے کیا۔"

وہ اس کے تیور دیکھ کر اب سنجیدہ ہو گیا تھا زمین نے اسے جن نظروں سے دیکھا وہ نادم ہو گیا اور اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔

"آئی ایم سوری میں نے شاید آپ کو ہرٹ کیا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سمعان کے کمرے سے نکلتے ہی اس کی ساری انرجی لوٹ آئی تھی سیفی کے معذرت خواہانہ لہجے پر
نرمی سے مسکرائی۔

"ارے نہیں میں اتنی ذرا ذرا سی باتوں کو دل پر نہیں لیتی۔" اس نے گویا اس کا دل رکھا۔

"مگر یہ بات ذرا سی تو نہیں سسٹر' آپ پلیز اس پر غور ضرور کریں کیونکہ۔"

شاید وہ کچھ اور بھی کہتا مگر اسے سنجیدہ گفتگو کو اس وقت ایمرجنسی بریک اس لئے لگانے پڑے کہ سلما
صاحب ان کی طرف چلے آئے تھے لہٰذا یہ بات یوں ہی ادھوری رہ گئی اور سیفی نے دل مسوس کر سوچ

"اگر آج پاپا نہ آتے تو میں ان کے دل کی بات جان ہی لیتا' جنہوں نے بھائی کی نیندیں اڑائی ہو
ہیں ویسے بھائی کی چوائس لاجواب ہے' میں آج ہی ماما کو اپنا فیصلہ سنا دوں گا کہ میری بھابھی اگر کوئی
گی تو صرف نرمین یاور ہی بنے گی۔"

اور اسی سوچ کے ساتھ وہ دل ہی دل میں کئی پلان بناتے پاپا کے ساتھ ان کے کمرے میں آبیٹھا جہا
نرمین سے تعارف کی رسم ایک اور بار نبھائی جا رہی تھی۔ جب کہ وہ دونوں ذرا دیر پہلے ہونے وا
ادھوری گفتگو کے تاثر کے زیر اثر چپ چاپ اپنی اپنی جگہ متضاد نوعیت کی باتیں سوچ رہے تھے۔

● ● ●

دا جان کو فرہاد اس روز زبردستی اپنے ساتھ لے آیا تھا گو کہ انہوں نے لاکھ کہا کہ وہ تقریب ؟
شرکت کے لئے خود ہی پہنچ جائیں گے مگر اس کی ضد کے آگے ان کی ایک نہ چلی اور بالاخر احتش
صاحب کے اصرار پر انہیں مجبور ہونا ہی پڑا۔

ثمر بیگم کا وہی مخصوص انداز تھا گھر الگ کرنے سے پہلے تک وہ خاصی تنگ مزاجی کا مظاہرہ کرتی ر
تھیں مگر جب سے ان کی علیحدہ رہنے کی خواہش پوری ہوئی تھی ان کا اخلاق بہتر ہی نہیں بہترین ہو
تھا۔

دا جان جب یہاں آئے تو انہوں نے ان کی آؤ بھگت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور ہمیشہ کی طرح ہر آ
گئے کی تعریف و توصیف بھی لوٹتی رہیں۔ دا جان کیا کہتے مسکرا کر سب کی رائے کا خیر مقدم کرتے ر
ثمر بیگم کی سیاسی نکتہ چینی ان کی سمجھ سے باہر تھی۔

اور یوں بھی آنے والوں میں زیادہ تعداد تو ان کے میکے والوں کی ہی تھی انہوں نے تو ثمر بیگم کو سرا
ہی تھا۔

البتہ یہاں آکر انہیں محسوس ہوا کہ فرہاد واقعی اپنی ماں سے خاصا کبیدہ ہے جبھی ذرا ذرا سی بات
برگشتہ ہونے کا وتیرہ اپنایا ہوا تھا اس نے البتہ اسد اور بابر ہمیشہ کی طرح خوشدلی سے ہنستے مسکرا
ملے۔

ڈھولکی جو کہ کئی دن پہلے رکھی جا چکی تھی اور کچھ دنوں سے فرہاد کے رویے کی بدولت التوا ؟
پڑی تھی' اب ایک بار پھر پوری گھن گرج سے لڑکیوں نے تیاری پکڑی تھی۔

کام تو خیر سارے نبٹ ہی چکے تھے لہٰذا دا جان سے ظاہری رائے طلبی محض اس میں خانہ پری تھی
انہوں نے اس بات کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور حسب قدرت اور بہو کے مزاج کے مطابق ا
رائے سے نوازتے رہے۔

پہلے دن تو سب کو لڑکی والوں کی طرف جانا تھا لہٰذا گھر میں حسب توقع افرا تفری پھیلی ہوئی تھی۔ احد ا
فرہاد تیار ہو کر نیچے آئے تو ایک لڑکی بھی تیار نہ تھی۔

ہر کسی کا کوئی نہ کوئی کام باقی تھا ثمر بیگم کی بھانجی ہونے کے باعث دولہا دلہن والے تقریباً "ایک ہی
ماسوائے دلہن' ددھیال کے جو کہ اس کی طرف سے شریک ہو رہے تھے لہٰذا سارا ننھیال بابر کی جانب
سے آرہا تھا۔

"فار ہیون سیک ماما ان لڑکیوں کو کہیں جلدی تیار ہوں مہر آنٹی کے گھر سے دو بار فون آچکا ہے۔"

فرہاد کا جھنجلایا سراپا ثمر بیگم کو ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں ابھرتا نظر آگیا تھا آج کے دن کی مسر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس قدر تھی کہ وہ اس کے روڈ لہجے کو بھی نظرانداز کر گئیں۔

بلیک شلوار سوٹ میں براؤن مردانہ شال کو کندھوں پر سیٹ کیے وہ انہیں بے ساختہ ماشاء اللہ کہنے پر مجبور کر گیا۔

ساڑھی کی فال درست کرتے ہوئے وہ ممتا کے جذبے سے سرشار اس کے پاس چلی آئیں ماتھا چوم کر محبت سے اس کا شانہ تھپتھپایا۔

"آج تو میرا بیٹا چاند کو شرما رہا ہے۔"

یہ روایتی جملے یہ لاڈ اور چونچلے شاذونادر ہی ہوتے تھے فرہاد ان کی محبت پاش نظروں پر خفیف سا ہو گیا غصہ فرو ہونے میں ذرا دیر نہ لگی بات توصیف کی نہیں اس انداز کی تھی جس کی آرزو ہمیشہ سے کرتا آیا تھا مگر ماما کا یہ روپ سالوں میں ایک آدھ بار نظر آتا تھا۔

"آبنڈل آف تھینکس۔"

مسکرا کر وہ شوخی سے بولا تو وہ بھی متبسم سی اسے دیکھے گئیں۔

"لگتا ہے جلد ہی تمہاری شادی بھی کرنی پڑے گی۔"

جانے کیا سوچ کر وہ کہہ رہی تھیں فرہاد کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"کیوں خیریت یہ خیال کیونکر آیا آپ کو" اس نے اچنبھے کا تاثر دیا۔

"کیوں سے کیا مطلب یہ خواب تو بیٹے کے دنیا میں آتے ہی ماؤں کی آنکھوں میں سج جاتے ہیں۔"

اس کے بالوں کو انگلیوں سے سنوارتے ہوئے وہ بڑی چاہ سے کہہ رہی تھیں۔

"تو کیا آپ نے بھی ایسے خواب سجائے تھے بیک ورڈ ماؤں والے خواب۔"

انداز صاف انہیں چھیڑنے والا تھا وہ دل ہی دل میں متحیر ضرور ہوا البتہ تاثر نہ دیا اور ان کی بات پر محظوظ ہوتے ہوئے بے ساختہ ان کے گرد اپنا بازو حمائل کر دیا۔

"چلیے یہ تو بہت ہی اچھا ہوا اب یقیناً" میرے خوابوں کی تعبیر حاصل کرنا میرے لئے مشکل نہیں رہے گا کیونکہ میرے بیک ورڈ خوابوں سے تو آپ بھی ایگری کرنے لگی ہیں۔"

موقع اچھا تھا اس نے پانی سے پہلے بند باندھنے کا ارادہ کر لیا ثمر بیگم نے اس کے شوخ لہجے کے باوجود اس کی آواز میں موجود سچائی محسوس کر لی تھی جبھی یک بیک سنجیدہ ہو گئیں۔

"کک مطلب کون سے خواب کی بات کر رہے ہو تم۔"

لہجہ اب بھی دوستانہ ہی تھا البتہ مسکراہٹ کی بجائے قدرے الجھن تھی۔

"وہی خواب جس کا آپ نے ابھی تذکرہ کیا تھا آئی ایم شیور آپ وقت آنے پر مجھے سپورٹ کریں گی۔"

ان کے ساتھ باہر آتے ہوئے اس نے قدرے سنجیدہ تیوروں سے انہیں دیکھتے ہوئے بے حد ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا اور یہ جا وہ جا۔

ثمر بیگم اپنی جگہ ہکا بکا کھڑی تھیں ماں سے زیادہ بیٹے کو کون سمجھ سکتا ہے اس کے ایک جملے میں کئی داستانیں تھیں ان کا ماتھا تو کئی روز پہلے ہی ٹھنک گیا تھا جب فرہاد کے رویے میں دھیرے دھیرے تبدیلی ہوئی تھی۔

اس کی وجہ وہ "علی ولاز" کے دقیانوسی ماحول کو قرار دیتی تھیں جہاں روایتوں کو سینے سے لگا کر جینے والے ان کے نزدیک اہرام مصر میں رکھی ہوئی ممیوں سے بدتر تھے کیونکہ وہ کل میں جیتے تھے اس کل میں جو آج میں کبھی نہیں ڈھل سکتا تھا۔

اور ان کا بیٹا بھی ان ہی آہنی روایتوں کا اسیر ہوا جا رہا تھا جذباتیت اور حساسیت ان کے نزدیک لوئر کلاس کی سب سے بڑی ناقابل قبول خامیاں تھیں اور یہ خامیاں چھوت کی بیماری کی مانند فرہاد کو لگ گئی تھیں۔ اسی خدشے کے تحت وہ احتشام صاحب کے ساتھ علی ولا چھوڑ آئی تھیں مگر فرہاد کو اس سے چھڑا نہ سکیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"تھینکس ماما آپ یہاں ہیں اور میں کب سے آپ کو تلاش کر رہا ہوں۔"

بابر نے اچانک بولتے ہوئے آ کر انہیں گہری سوچ سے کھینچ نکالا تو وہ ذرا سی چونکیں۔

"کیوں، کیا بات ہے۔"

"مہر آنٹی کا فون ہے آپ کو یاد کر رہی ہیں کہہ رہی ہیں کہ یہ شیطانی ٹولے کر جلدی سے نکلو نہیں یہاں آ رہی ہیں زنیرہ سمیت۔"

زنیرہ کے نام پر جگمگاتی مسکراہٹ لٹاتا بابر انہیں اپنے آنے کا مقصد بتاتے ہوئے لونگ روم میں جو کہ اس وقت کسی بے حد پھوہڑ بیوٹیشن کا پارلر لگ رہا تھا ہر طرف سنگھار سے متعلق اشیاء بکھری تھیں۔

میک کا امپورٹڈ سامان استعمال کے بعد بے دردی سے ادھر ادھر ڈالا ہوا تھا۔

"دیکھ لیجئے یہ حال زار کمرہ میدان کارزار کا نقشہ پیش کر رہا ہے۔"

احد بھی شاید حالات حاضرہ کا جائزہ لینے ہی آیا ہوا تھا۔

"اف ثمر آنٹی آپ کے اسٹوپڈ بیٹے نے ہماری تیاری کا حشر کر دیا ہے کب سے آ کر تنگ کیے جا رہے ہیں۔"

ثنا کا نخوت زدہ انداز اندر آتے فرہاد کا حلق کڑوا کر گیا یوں بھی چوٹ اس پر ہی کی گئی تھی کیونکہ احد بابر تو پہلی بار اس طرف آئے تھے جب کہ پاپا نے اس کی ہی ڈیوٹی لگوائی تھی کہ وہ جلد سب کو لے کر نکلے۔

"ارے نہیں ڈیئر دیکھو تو ساری کیسی پریاں لگ رہی ہیں۔"

ماما کا ذرا دیر پہلے والا بے ساختہ ممتا بھرا انداز اس بناوٹی انداز سے کتنا مختلف تھا وہ سوچ جھنجھلاتا ہوا کچھ کہے بغیر واپس لوٹ گیا کیونکہ اب ماما ان سب کی تعریفوں میں رطب اللسان ہو چکی تھیں۔

احد اور بابر بیچ بیچ میں شوخ فقرے چست کر رہے تھے اور وہ مزید اکڑے جا رہی تھیں۔ بابر ساتھ دیگر کزنز انتظار میں سوکھنے کے بعد اندر چلے آئے تو معاملہ مزید التواء میں پڑ گیا۔

"جانے آج صہیبہ اور زوہا وغیرہ آئیں گی بھی یا نہیں۔"

گھڑی ہی پر نظر ڈالتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا زیادہ جھلاہٹ تو اسی انتظار کے باعث تھی۔ سفینہ ا کے دونوں فون اس وقت انگیج جا رہے تھے لہٰذا ماسوائے صبر کے کوئی چارہ نہ تھا۔

"خیریت یہ تم منہ پر بارہ بجائے کس خوشی میں یہاں کھڑے ہو۔"

سمعان جو کہ دو گھنٹے پہلے ہی گھر گیا تھا فریش ہونے' اس لمحے جانے کہاں سے وارد ہوا تھا۔

"تم نے اتنی دیر کہاں لگا دی احمق۔"

وہ تو اسے دیکھتے ہی یوں کھلا جیسے اگر وہ نہ آتا تو مارے جھنجلاہٹ کے شاید وہ کچھ توڑ پھوڑ ہی ڈالتا۔

"بس یار ماما کہیں چلی گئی تھیں ان کے واپس آنے کا انتظار کرتے کرتے کافی دیر ہو گئی بقیہ کسر' سیما کی تیاری نے پوری کر دی۔"

اس نے شانے ڈھیلے چھوڑتے ہوئے مختصراً" عرض کی۔

"اب کہاں ہیں وہ دونوں۔" وہ ان سے ملنے کی غرض سے پوچھنے لگا۔

"اندر چلے گئے ہیں تم بعد میں مل لینا ان سے' پہلے یہ بتاؤ زوہا کے گھر سے کوئی آیا یا نہیں۔"

اسے اندر جانے کا قصد کرتے دیکھ کر پہلے اسے روکا اور پھر اہم ترین سوال کر ڈالا۔

"ابھی تک تو نہیں۔"

"آنے کا بتایا تھا تمہیں"

"نہیں فرصت نہیں ملی ورنہ میں فون کر لیتا۔"

"ہوں تو گویا اس لئے موڈ آف کیا ہوا ہے کم آن یار اب اتنا تچی بھی نہ بنو۔" ہنس کر اسے چھیڑا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہر کوئی تمہاری طرح نہیں ہوتا مسٹر کہ مہینوں دل کا سوال ہی زبان پر نہ لا سکے ہم نے تو جو محسوس کیا سوچا فوراً" کہہ سنایا اب اس کا انتظار گراں گزر رہا ہے تو اس کا بھی اظہار کر رہا ہوں۔"

وہ سمعان کی ہنسی پر چڑانے والے لہجے میں گویا ہوا تھا' تو وہ مزید قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"تم تو واقعی کانٹے کو دوڑ رہے ہو مجھے معلوم ہوا کہ یہ انتظار اتنا جانگسل لگ رہا ہے تو راستے میں پک کرتا آتا تمہاری شیریں کو۔"

"رہنے دو تم یہ ڈینگیں مارنا' پہلے اپنا راستا تو صاف کرو پھر میری منزل کی فکر کرنا۔"

فرہاد اس کے اب تک کھلے لفظوں میں اظہار نہ کرنے پر ادھار کھائے بیٹھا تھا بقول اس کے موصوفہ کے دل کی بات کا کچھ پتا نہ تھا اور حضرت نے خوابوں کے جہان آباد کر رکھے تھے۔

مگر ادھر بھی سمعان گردیزی تھا جسے اپنے جذبوں پر مان اور اعتبار تھا یقین تھا کہ لبوں سے وہ کچھ بھی کہے یا نہ کہے زمین کے دل کی سرزمین پر اس کی محبت کی ننھی کونپل اگ چکی ہو جبھی تو اس کے نین کٹوروں میں روپہلے رنگ ڈولتے ہیں۔ جو کبھی بھی خدشوں سے آنے والے آنسوؤں کی نمی سے پھیکے پڑ جاتے ہیں۔

"بھئی تمہارا راستا تو بالکل صاف پڑا ہوا ہے وہ جو کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ۔

ضروری تو نہیں کہہ دیں لبوں سے داستاں اپنی
زباں اک اور بھی ہوتی ہے اظہار تمنا کی

"تو ڈیئر بات کچھ یوں ہے کہ جو مجھے کہنا تھا میں نے کہہ دیا اور جو کچھ مجھے سننا تھا وہ بغیر اس کے کہے میں نے دل میں اتار لیا۔"

لہجے میں سرشاری لیے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے سمعان اسے حد درجے مطمئن لگا' اس سے پہلے کہ وہ تازہ ترین صورتحال کے بارے میں کوئی رپورٹ لیتا ماما اندر سے پورے قافلے سمیت برآمد ہوئیں۔

"چلو فرہاد جلدی جلدی گاڑیوں کو ارینج کرو۔"

"جی ماما۔" وہ سمعان کی بات پر دھیرے سے سرہلاتا آگے بڑھ گیا تو سمعان ثمر بیگم کے پاس چلا آیا سلام دعا اور حال احوال کہنے میں جتنی دیر لگی اتنے وقت میں تقریباً" سب لوگ اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ چکے تھے۔

سمعان بھی سینی اور ماما کے ساتھ سیاہ بیوک کی طرف آگیا ساتھ میں بابر بھائی کی کچھ کولیگ بھی تھیں بہرحال کسی نہ کسی طرح جگہ بن ہی گئی۔

"میرا خیال ہے کہ سب بیٹھ گئے ہیں اب چلنا چاہیے۔"

ثمر بیگم' احتشام صاحب اور داجان کے پاس آتے ہوئے بولیں مگر اس سے پہلے کہ احتشام صاحب ان کی بات کی تاکید کرتے ہوئے آگے بڑھتے قریب آکر رکنے والی وائٹ ٹویوٹا کرولا ان کی توجہ اپنی جانب مبذول کر گئیں۔

"صہیبہ' زوہا۔"

فرہاد نے کافی فاصلہ ہونے کے باوجود انہیں دیکھ لیا تھا۔

"یہ کون لڑکیاں ہیں؟۔"

ثمر بیگم نے کئی سالوں بعد انہیں دیکھا تھا جبھی پہچان نہ سکیں خاندان والوں کی دیگر تقاریب میں کبھی کبھی اگر یہ لوگ نظر بھی آجاتے تو وہ قصداً" کنی کترا کر گزر جاتیں۔

ایک سایہ کے ساتھ تو ان کا گزارا ہو نہ سکا تھا لہٰذا سوتیلی سسرال کے لیے ان کے دل میں بھلا کیا قدر رہ سکتی تھی۔ ادھر سے بھی کوئی بھی آگے نہ بڑھا کہ ایک تو دلوں میں گنجائش نہ تھی۔ اس پر مستزاد ثمر بیگم کے طنطنے والے مزاج کے باعث بہت کم لوگ ان سے بے تکلف ہونے کی جرات کرتے تھے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

داجان نے اپنی پوتیوں کو دیکھا تو نہال ہو گئے' احتشام صاحب باپ کے انداز سے پہچان گئے تھے کہ یہ سب سفینہ لاج سے آئی ہیں اور اس کی تصدیق نعیم اور سمرہ بھابھی کے باہر نکل کر سلام کرنے سے ہو گئی۔

"ارے صہیبہ تم لوگ' یقین کرو میں تو مایوس ہو چلا تھا۔"

ابھی وہ سلام کا جواب دے کر اس نئی اور اچانک افتاد پر خود کو سنبھال بھی نہ پائی تھیں کہ فرہاد کی بے ساختہ اور خوشی سے بھرپور آواز انہیں جیسے حیرتوں کے سمندر میں ڈبو گئی۔

انہوں نے بے حد تعجب سے فرہاد کو دیکھا جو اس وقت نیوی بلیو سوٹ میں لجائی شرمائی زوہا کو نگاہوں کی گرفت میں لیتے ہوئے بے خود لگ رہا تھا۔

● ● ●

"جی بس ان لوگوں کی وجہ سے دیر ہو گئی۔"

سمرہ بھابھی نے بولنے میں پہل کی تو نعیم بھائی نے مسکراتے ہوئے فرہاد کی طرف مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔

"مجھے نعیم کہتے ہیں یہ میری وائف ہیں سمرہ۔"

نعیم نے وہاں موجود داجان سمیت سب کو مخاطب کر کے تعارف کا مرحلہ نمٹایا' اس وقت تو بولڈ سی صہیبہ بھی خاصی نروس لگ رہی تھی۔

ثمر بیگم کے سپاٹ چہرے پر نظریں ڈالنے کے بعد زوہا بھی سر جھکائے کھڑی تھی۔ البتہ داجان اور احتشام انکل نے جس محبت اور گرمجوشی سے ان کا استقبال کیا وہ سب خوشی محسوس کیے بنا نہ رہ سکے۔

تعارف اور رسمی بات چیت کے ختم ہوتے ہی فرہاد ثمر بیگم کی طرف دیکھے بغیر ان سب کو لے کر اس گاڑی کی طرف چلا گیا جس میں تمام لڑکیاں ڈھولک وغیرہ لے کر بیٹھ چکی تھیں۔

"آیئے آپ سب لوگ یہاں بیٹھیے ہیں۔"

"مگر فرہاد بھائی ہم لوگ وہیں ٹھیک تھے۔ یہاں تو ویسے بھی آپ کے رشتے دار ہیں غالباً"۔"

فرہاد کے زبردستی کرنے پر وہ آتو گئی تھیں مگر سب لوگوں کے اس طرح استقبالیہ نظروں سے دیکھنے پر وہ سب ہی کنفیوز ہو رہی تھیں' صہیبہ نے ہمت کر کے لبوں کو جنبش دی۔

"تو کیا تم میری رشتے دار نہیں بلاوجہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں' آؤ میرے ساتھ۔"

بظاہر وہ صرف صہیبہ سے مخاطب تھا تاہم سمرہ سے لے کر شفق تک اس اپنائیت سے متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکیں۔ زوہا کی خوشی کا عالم ہی جدا تھا البتہ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"شینی ان سے ملو یہ میری کزنز ہیں یہ صہیبہ یہ زوہا اور یہ میری کزن بھابھی ہیں۔ باقی لوگوں سے تعارف صبی کروا دے گی۔ پلیز انہیں ذرا ٹھیک جگہ دلوا دو۔"

ثنا کی تیوریاں چڑھتی دیکھ کر اس نے بادالنخواستہ حیرت سے مجسمہ بنی شینی کو ہی مخاطب کیا۔ اور ان کا تعارف کروا ڈالا' البتہ جس بے تکلفی سے اس نے صہیبہ کو صبی کہا تھا ثنا سمیت رضا اور کرا وغیرہ کے ماتھے پر شکنوں کا جال بن گیا۔

"آیئے پلیز' یہاں بیٹھیے۔"

فرہاد کے آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کرنے سے شینی کے ساکت جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور بے ساختہ ہی بولی گو کہ ثنا کی غصیلی نظروں کا اسے بھرپور احساس تھا مگر اس وقت فرہاد اس کے سر سوار تھا لہٰذا اخلاق نبھانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

"تم ان سب کا خیال رکھنا میں چلتا ہوں۔"

شینی کو دبے لفظوں میں تاکید کر کے وہ اپنی گاڑی کی طرف چلا گیا جہاں سمعان اس کا منتظر تھا۔

"خیریت اب کیا دیر ہے۔"

"کوئی دیر نہیں دراصل وہ زوہا کے گھر والے آگئے ہیں میں انہیں ایڈجسٹ کر رہا تھا۔"

قریب آتے ہوئے اس نے جلدی جلدی اسے بتایا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اوہو گویا کہ تمہاری سسرال والے آپہنچے۔ بھئی مبارک ہو شکر ہے سفر کا آغاز تو ہوا۔"

سمعان کا شوخ انداز حسب توقع تھا فرہاد قہقہہ لگا کر ہنس پڑا اور یوں یہ قافلہ منزل مقصود کی طرف چل دیا آج فرہاد بے حد خوش تھا جبھی احد کے ساتھ ہمہ وقت خوش گپیاں کرتا رہا۔

"ویسے بھائی اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ ہمارے ددھیال والوں کی آمد سے اس قدر خوش ہوں گے تو کئی دن پہلے ہی انہیں بلوا لیتا ایمان سے پچھلے دنوں تو آپ نے خوب ہی آسمان سر پر اٹھایا ہے۔"

احد نے شگفتگی سے پچھلے دنوں والے اس کے تیکھے مزاج کی طرف اشارہ کیا تو جواباً وہ مسکرا دیا کیا لگتا تھا غالباً" احد کا خیال ٹھیک ہی تھا ماما کی ہٹ دھرمی اور زوہا کے گھر والوں کی خاموشی کا ہی اثر تھا کہ وہ نادغیرہ پر الٹ پڑا تھا۔

"میری چھوڑو برادر اپنی سناؤ' تمہاری کہانی کہاں تک پہنچی۔"

"وہ بھی آہستگی سے سہمی ہوئی چل رہی ہے۔ آپ کی دعا سے بس ذرا جلدی آپ جگہ خالی کریں تاکہ میری فائل اوپر آسکے۔"

"یہ کیا باتیں ہو رہی ہیں بھئی۔"

پیچھے بیٹھے ذاکر نے اپنی باتوں سے نکل کر ان دونوں کو متوجہ کیا تو وہ جو احد کی شوخی کے جواب میں کچھ کہنا چاہ رہا تھا۔ "کچھ نہیں ذاکر بھائی۔" کہہ کر خاموش ہو رہا۔

ادھر نعیم بھائی کی گاڑی میں دا جان نے احتشام صاحب کو بھی بٹھا لیا اور تمام راستے وہ نعیم بھائی سے غنیزلاج کے مکینوں اور ان کے مشاغل سے متعلق سوال کرتے رہے۔ دا جان تو خود لاعلم تھے لہٰذا نعیم بھائی کی باتوں کو غور سے سنتے رہے۔

"آپ فرہاد کی کون سی کزن ہیں۔"

شینی کو ان سب میں سب سے زیادہ خود کو کنٹرول کرنا آتا تھا لہٰذا اپنے ناگوار تاثرات اطمینان سے چھپائے ان سے سوال کر رہی تھی۔

"جی فرہاد بھائی ہمارے چچا زاد کزن ہوتے ہیں۔ جبکہ شفق ہماری اکلوتی پھپھو کی اکلوتی بیٹی ہیں' اب بتائیے آپ کون ہیں۔"

صہیبہ کو ہر حال میں مورال ہائی رکھنا تھا لہٰذا وہی جواب دے رہی تھی البتہ سمرہ بھابھی مون کو گود میں لیے گہری نظروں سے وہاں موجود لڑکیوں کے تاثرات پڑھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

صہیبہ کے سوال پر شینی کی معنی خیز مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"بھئی میں تو فرہاد اور احد کی ماموں زاد ہوں جبکہ ثنا اور رمنا بڑی خالہ کی بیٹیاں ہیں 'فی الحال۔"

فی الحال پر زور دیتے ہوئے معنی خیزی شینی کے چہرے کا خاص تاثر بنی ہوئی تھی زوہا سمیت تقریباً" سب ہی چونک گئے۔ اس کے بعد شینی نے کس کا تعارف کرایا کوئی بھی ٹھیک سے سن نہ سکا۔

خصوصاً" صہیبہ زوہا اور مدحیت تقریباً" خالی الذہن کیفیت میں بیٹھی رہ گئی تھیں ثنا کی کاٹ دار نظروں کی وجہ اب سمجھ میں آئی تھی۔ ان کا یکدم خاموش ہو جانا سب نے ہی محسوس کیا مگر اس کے بعد کوئی بات کرنے کا موڈ نہیں رہا تھا۔

فرہاد نے تذکرہ تو کئی بار کیا تھا کہ ثمر بیگم اس کی شادی اپنے میکے میں ہی کرنا چاہ رہی ہیں مگر یہ بات زبان زد عام ہو گی انہیں اندازہ نہ تھا جبھی لبوں پر قفل پڑ گئے تھے۔

مہندی کا فنکشن بالکل ویسا ہی پر رونق اور ہنگامہ خیز تھا جیسا کہ بڑے لوگوں کے یہاں ہوتا ہے گانوں کا مقابلہ ڈانسز کے ہنگامے لڈیاں بھنگڑے غرض سب کچھ صہیبہ وغیرہ یہ سب دیکھ کر تو جیسے انگشت بدنداں تھیں۔

ان کے تصور میں بھی نہ تھا کہ احتشام انکل کے گھر اخلاقیات کی یہ حیثیت ہے کہ انہیں چھوڑنے والے سب سے زیادہ ایڈوانس کہلاتے ہیں۔ بابر بھائی بھی ساتھ تھے ماموں کے پہلے جوڑے میں بیٹھی زونیرہ کے ساتھ بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف انہیں دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہیں رہی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یہ نہیں کہ وہ کسی گاؤں سے آئی تھیں مگر یہاں روایات کو قدامت پرستی اور اخلاقی ضابطوں دقیانوسیت کا نام دے کر جس بے راہ روی کو فیشن مان کر اپنا یا گیا تھا وہ ان کے لیے باعث دکھ تھا۔

دادی جان کی تربیت نے انہیں خوشحال گھرانے کا فرد ہو کر بھی بے راہ رو نہ ہونے دیا تھا جبکہ یہ ایسی کوئی روایت ہی نہیں تھی۔ نمیرہ باجی کی بھی پھوپھی زاد کزن سے شادی ہوئی تھی مگر ان میں ا بے تکلفی تو انہوں نے شادی کے بعد بھی نہ دیکھی تھی۔ سب کے سامنے وہ دونوں کتنے محتاط رہتے جبکہ اس وقت زونیرہ اور بابر کے گاہے بگاہے بکھرتے قہقہے انہیں جامد چپ کے زیر اثر لیے ہوئے تھے

"اف میرے خدا۔ احتشام انکل کی فیملی تو کچھ زیادہ ہی ایڈوانس ہے۔"

فوزیہ نے سب سے پہلے اپنی حیرت کو لفظوں کا جامہ پہنایا تھا۔

زوہا کی نظریں صبیحہ سے ملیں تو جانے کس جذبے کے تحت جھک گئی تھیں خود فرہاد بھی بہت رہ ہونے کے باوجود ان سب ہنگاموں کا حصہ بنا ہوا تھا۔

اب بھلا وہ سب کہاں جانتی تھیں کہ وہ یہ سب ماما کو خوش کرنے کے لیے کر رہا ہے جن کے ما کے بل سفینہ لاج سے آئی خوب صورت اور پروقار لڑکیوں کو دیکھ کر مزید بڑھ گئے ہیں۔ شاید انہیں ا کی سوچ اور ان لڑکیوں کے گھریلو پن میں کوئی ربط محسوس ہو گیا تھا تبھی سب سے ملتے ملاتے: مسکراتے مبارک باد وصول کرتے ان کی نظریں پوری طرح سے چوکس تھیں۔

فرہاد اور ایک طرف بیٹھی ان سب لڑکیوں پر وہ مسلسل نگاہ رکھے ہوئے تھیں ان کے اندر خطرے جو الارم ذرا دیر پہلے فرہاد کی کسی خواب والی بات پر بجا تھا اس کا اصل محرک کسی حد تک سفینہ لاج آئی ان لڑکیوں کی طرف ان کی توجہ کو مبذول کر رہا تھا۔

زوہا نے بہت غور سے دیکھا تھا ثنا مستقل فرہاد کے اردگرد تھی اور اس کا گریز بڑے ضبط۔ برداشت کر رہی تھی۔ جانے کیوں اس کا دل یکدم سناٹے میں گھرنے لگا۔

"کیا واقعی فرہاد کی اور میری دعائیں مقبول ہو سکیں گی؟ اور اگر ہو بھی گئیں تو کیا میں اس گھر میں عزت اور وقعت حاصل کر سکوں گی جس کی میں متمنی ہوں۔"

ثمر بیگم کی ایک تیز نظر نے اس کی ہتھیلیاں بھگو دی تھیں۔ یہ سوچ تو ذہن میں آئی ہی تھی کتنی دیر وہ سب یوں ہی چپ چاپ بیٹھی رہیں۔ سمرہ بھابھی نے کہا بھی کہ جا کر لڑکیوں سے باتیں کرو ان ساتھ گاؤ بجاؤ مگر ان میں سے کوئی بھی نہ گیا۔

حتیٰ کہ فوزیہ اور مدحت تک اپنی جگہوں پر براجمان رہیں۔ سمرہ خود محسوس کر رہی تھیں کہ وہ لو نروس ہیں اس لیے وہ ادھر ادھر کی باتیں اور قصے مسلسل چھیڑ رہی تھیں جس پر سوائے شفق کے ا دھیان نہیں دے پا رہا تھا۔

فوزیہ کی حیرت ہی کسی طرح کم نہیں ہو رہی تھی جبکہ مدحت سمیت وہ دونوں صرف اور صرف ف کے رویے اور ثمر بیگم کے رسپانس پر توجہ مرکوز کیے ہوئے تھیں۔ کافی دیر وہ یونہی بیٹھی رہیں اور پھ جان اور احتشام انکل ادھر چلے آئے۔

داجان کی شفقت کے قصے تو انہوں نے سن ہی رکھے تھے اب ان کی آنکھوں میں اترے مشف جذبے بھی دیکھ لیے تاہم ثمر بیگم کے برعکس احتشام انکل کا جو پر شفقت اور گرم جوش انداز تھا اس۔ سب کو متاثر کیا۔

تھوڑی دیر بعد جب ثمر بیگم کسی سے محو کلام ہو کر کسی حد تک ان لوگوں کو بھول ہی گئیں تو فرہاد ا کو ادھر ہی لے آیا۔ ان سب کا تعارف کرایا پھر بولا۔

"یہ احد ہے۔"

احد کے کا تعارف کا مرحلہ نبٹانے میں اس نے اس قدر جلدی کی کہ وہ سب بوکھلا سی گئیں۔

"اب میں اتنا بھی خوفناک نہیں کہ آپ لوگ مجھے دیکھ کر یوں سہم جائیں۔"

ان سب کی طرف دیکھتے ہوئے احد نے دوستانہ مسکراہٹ سمیت کہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہاں مگر اتنے ضرور ہیں کہ ہم تھوڑے بوکھلا جائیں۔"
سمرہ بھابھی نے متبسم لہجے میں جواب دیا تو احد اور فرہاد ہنس دیئے۔
"آپ کی تعریف 'خوب صورت خاتون۔"
احد نے اپنے مزاج کے مطابق بڑے اطمینان سے بے تکلف ہو کر سوال کر دیا تھا۔ فرہاد نے کھنکار کر اسے ٹوکنا چاہا۔
"ارے رہنے دیجیے فرہاد بھائی دیکھیے تو بھابھی کتنی خوش ہو رہی ہیں۔"
صہیبہ نے سمرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو واقعی اس تعریف پر اترا رہی تھیں۔
"کیا بھابھی؟" احد نے جیسے دکھ اور تاسف سے چیخ ماری۔
"او نو لیڈی کیا آپ واقعی بھابھی ہیں یعنی میری؟"
اب کے لہجے میں شدید مایوسی تھی سمرہ بے ساختہ ہنستی چلی گئیں۔ وہ سب بھی دبی دبی ہنسی ہنس رہی تھیں۔ بڑی دلچسپی سے احد کو دیکھا جا رہا تھا۔
"اچھا بنا لیتے ہیں آپ۔"
ہنسی روک کر سمرہ نے شوخی سے کہا تو احد کورنش بجا لایا۔
"اجی مجھ ناچیز کی ایسی جرات کہاں سب آپ کے حسن کرشمہ ساز کا کمال ہے۔" انکساری کی حد تھی۔
"احد!" فرہاد نے تنبیہا" پکارا۔
"رہنے دیجئے فرہاد 'مجھے ایسے ہنس مکھ دیوروں کے شوخ جملوں کی عادت ہے' ادھر سفینہ لاج میں بھی یہی مجھے بناتے رہتے ہیں سب۔"
"پھر تو آپ خاصی اکسپیرینسڈ ہو گئیں۔" احد کو گویا قلق ہوا۔
"کہہ سکتے ہیں' بہر حال آپ اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرتے رہیں کیونکہ بھابھی گھبرا رہے ہیں۔"
سمرہ نے شانے اچکاتے ہوئے مون کو گود میں اٹھایا اور مزے سے بولیں۔
"چلو بیٹا انکل سے ہاتھ ملاؤ' یہ تمہارے چچا ہیں۔"
"لیجئے ابھی ہمارے بھائی کی شادی بھی نہیں ہوئی اور ہم چچا بن گئے۔"
احد نے مون کا ننھا ہاتھ تھامتے ہوئے یونہی کہا۔
"بھئی فیملی پالیٹکس کا قصور ہے سارا ورنہ آپ کو چچا بنے تو سوا سال ہونے کو آیا ہے بلکہ اب تو آپ کی ایک اور کزن نمیرہ آپ کو بیک وقت چچا اور ماموں دونوں ہی بنا رہی ہیں کیونکہ موصوفہ کے شوہر آپ کے پھوپھی زاد ہوتے ہیں۔"
بھابھی بولنے پر آئیں تو بولتی گئیں۔ فرہاد کے چہرے پر اس وقت بہت خوب صورت اور پرسکون مسکراہٹ کھیل رہی تھی کیونکہ یہ ہی وہ ماحول تھا جس کے اس نے خواب دیکھے تھے۔
سفینہ لاج کے مکینوں کے ساتھ نارمل تعلقات بحال ہو جائیں یہ خواہش کتنی زور آور تھی کہ آج ہاں پوری ہوئی تھی۔
"ریئلی' پھر تو بڑی خوشی کی بات ہے' ہم ملنے آئیں گے اپنے بھانجوں بھتیجوں سے بلکہ آپ کی طرف تو بڑے بڑے کام کرنے ہیں ہمیں۔"
احد بولتے بولتے قدرے شوخ اور معنی خیز ہو کر کبھی نظریں زدہا پر تھیں جو کسی حد تک صہیبہ اور رحت کی آڑ میں تھی۔ فرہاد کی نظریں اسے ہٹ کر رہی تھیں لہٰذا بلا ارادہ وہ سمٹ کر چھپ سی گئی تھی۔
"کک کیا مطلب۔"
اب کے شفق نے بڑا ڈائریکٹ سوال کیا۔
"شکر ہے آپ بھی بولیں' شکر ٹوٹا ورنہ میں سمجھا تھا کہ خدانخواستہ آپ قوت گویائی سے محروم ہیں'

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یا پھر کسی طلسم کا زیر اثر ہیں یقین کریں ادھر ادھر جادوئی چھڑی بھی تلاش کر کے آیا ہوں۔"

مدحت اور فوزیہ سے تو سفینہ لاج میں ملاقات ہو چکی تھی جبکہ بھی صبیحہ اور سمرہ سے ابھی ملاقات ہو رہی تھی زوہا کے بارے میں وہ جانتا تھا ایسے میں صرف شفق ہی تھی جس کی خاموشی اسے ڈسٹرب کر رہی تھی کہ آیا وہ یہاں آ کر پچھتا تو نہیں رہی۔

"جی" شفق کی حیرانی بجا تھی۔

"پلیز شفق مائنڈ مت کرنا۔ اس کی عادت ہے۔"

فرہاد نے اپنائیت سے کہہ کر احد کو گھورا۔

"اور ان کی عادت یہ ہے کہ یہ خواتین میں کھڑے ہو کر ہمیشہ میرا امیج خراب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان فیکٹ میری شہرت سے جیلس ہیں یہ۔"

احد بظاہر بڑی سنجیدگی سے اپنا دکھڑا رو رہا تھا آخر میں گردن اکڑا کر بولا۔

"جی جی 'لیڈی کلر' (Lady Kiler) جو ہوئے۔"

فرہاد نے گویا چھیڑا مگر اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا شمنی وہیں احد کو پکارتی چلی آئی۔

"ارے احد تم ادھر ہو میں کب سے تمہیں تلاش کر رہی ہوں چلو نا رسم شروع ہونے والی ہے"

صبیحہ نے دیکھا اس کے پکارنے اور وہاں چلے آنے پر ان دونوں کا موڈ یکدم آف ہو گیا حالانکہ بظاہر وہ خاصی ریزن ایبل لڑکی لگ رہی تھی۔ راستے میں اس نے ہی تو ان سے باتیں کی تھیں۔ سب کے دل میں اس کے لیے خاصی جگہ بن گئی تھی۔

دلوں میں جھانک کر کون دیکھتا ہے کہ آپ کسی کے لیے کیسی سوچ رکھتے ہیں لبوں سے جھڑنے والے میٹھے بول سننے والی کی سماعتوں کا اعتبار رکھتے ہیں خواہ دل میں لاکھ کدورت اور عناد ہو۔ یہاں کا اصول ہی "دل کے کواڑ بند ہوں یا نہیں کھلی رہیں" یہ گروہ جانتی نہ تھیں۔

"سو واٹ میرا ان لڑکیوں والی رسموں سے بھلا کیا تعلق تم جاؤ انجوائے کرو۔"

اس نے حتی المقدور اپنے لہجے کو درست رکھا۔

"انجوائے کرنا چاہتی ہوں جبھی تو تمہیں بلا رہی ہوں۔" اک انداز دلبری سے کہا گیا۔

شمنی کا بے باک انداز ان سب کو خفیف سا کر گیا۔ اپنی صنف سے ایسے گرے ہوئے رویے کا اظہار ہوتا دیکھ کر وہ سب ہی نظریں جھکانے پر مجبور ہو گئی تھیں۔ احد الگ کلس کر رہ گیا فرہاد نے منہ ہی پھیر لیا تھا۔

"پلیز شمنی میرا موڈ نہیں انتہائی اسٹوپڈ لگتی ہیں مجھے یہ رسمیں۔ تم جاؤ بلکہ میری ان تمام کزنز کو لے جاؤ یہ سب ہماری خاص مہمان ہیں۔ یو نو ہمارے ددھیال سے پہلی بار کوئی آیا ہے۔ گو دیم ریسپشن (Give them a warm reception) انہیں لگے کہ یہ اپنے چچا کے گھر آئی ہیں' آئی ایم شیور تم سے بہتر یہ کام کوئی نہیں کر سکتا۔"

شمنی کو ٹیکل کرنا احد سے زیادہ کون جانتا تھا۔ وہ اس اعتبار پر جیسے نہال سی ہو گئی۔ اور اس وقت اسے اپنی دیگر کزنز کی ناگواری کا بھی خیال نہیں رہا۔ جھٹ بولی۔

"شیور..... تم کہو اور میں نہ مانوں۔"

"تھینکس شمنی' یو آر مائی رئیل فرینڈ۔"

احد کی ہنسی پر تو شمنی ایک چھوڑ دس کزنز قربان کر سکتی تھی۔ لہٰذا بے حد خوبصورت مسکراہٹ سمیت ان کی طرف مڑی۔

"پلیز آیئے میں آپ کو اور لوگوں سے بھی انٹروڈیوس کرا دوں گی یوں بھی ثمر پھپھو کے "ان" کے بارے میں تو ہمیشہ ہی ایک مسٹری رہی ہے۔ آئی ایم شیور سب آپ سے مل کر اچھا فیل کریں گے۔"

کیا چیز ہوتی ہے چاہ بھی عورت کے دل کو کیسے روئی کے گالے کی مانند نرم اور نازک بنا دیتی ہے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بوب کی نظروں میں سمانے کے لیے پھر کوئی بھی قدم اٹھانا دشوار نہیں لگتا۔ شاید اسی لیے بہت جلد ہاروں میں چنوادی جاتی ہے انارکلی۔

مگر یہاں انارکلی نہیں بلکہ شہنی ابرار تھی جسے اپنی ان تمام عادتوں کو ترک کرنے کا بھی قلق نہ تھا نہیں احد نے کبھی ناگواری سے دیکھا ہو۔

گو کہ وہ جانتی تھی کہ یہ بازی اسے جیتنے میں مشکل نہیں ہوگی مگر پھر بھی وہ احد کو اپنی محبت سے جیتنا چاہتی تھی خاندانی زور آزمائی سے نہیں۔

• • •

شادی کے فنکشن میں جانے کے لیے سمرہ اور شفق تیار نہیں ہو رہی تھیں صبیحہ نے کہا بھی مگر انہوں نے کوئی نہ کوئی معقول بہانے بنا دیے۔ نمیرا آج کل ڈلیوری کے انتظار میں کہیں آجا نہیں رہی تھیں ورنہ وہ سب انہیں ہی ساتھ رکھتیں۔

البتہ اس روز رخسانہ بیگم اور اکرام صاحب بچوں کے ساتھ جا رہے تھے۔ نعیم بھائی نے آزر ساجد اور عمر کو بھی زبردستی تیار کر لیا تھا۔ گو کہ سفینہ لاج سے احتشام ہاؤس تک کی مسافت بظاہر طے تو کر لی گئی تاہم یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ آیا واقعی یہ فاصلے سمٹ گئے ہیں یا محض نظروں کا فریب انہیں مسرت سے ہمکنار کر رہا تھا' اگر ایسا تھا تو زوہا کی پریشانی درست تھی۔

"چلو جلدی سے تیار ہو جاؤ زوہا۔ ہمیں ایک گھنٹے بعد نکلنا ہے گھر سے۔"

اسے زوہا کے تیور ٹال مٹول کرتے نظر آ رہے تھے جبھی اپنی تمام تر کام چوری کے باوجود وہ اس کا سوٹ پریس کر کے لے آئی تھی۔

"رکھ دو صبی' میرا نی الحال اٹھنے کا موڈ نہیں۔" لہجے سے بے زاری عیاں تھی۔

کارپٹ پر پڑے میٹرس پر نیم دراز تکیہ سے کمر ٹکائے وہ کچھ زیادہ ہی خاموش لگ رہی تھی یہ اس روز والی مستعدی اور سرخوشی کا کوئی رنگ نہ تھا چہرے پر.... صبی کی نظروں سے یہ بات مخفی نہ تھی۔

کل جب سے وہ لوگ گھر آئے تھے وہ اسی طرح کچھ الجھی الجھی سوچوں میں گم کسی ادھیڑبن میں مبتلا نظر آ رہی تھی۔ یقیناً" فرہاد کے گھر والوں اور ماحول سے متعلق سوچوں نے اسے اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔

"کیوں؟ آج جانے کا پروگرام نہیں ہے' پلیز ہاں مت کہنا میں ابھی بھابھی سے اور شفق سے بحث کر کے آ رہی ہوں۔ ناٹ اگین۔"

اس نے لہجے کو نارمل رکھتے ہوئے سوال اور تنبیہہ ایک ساتھ کی۔

"صبی ایک بات پوچھوں۔"

اس کے جملے کے جواب میں کوئی تاثر نہیں دیا تھا اس نے بلکہ الٹا سوال کرنے کی اجازت طلب کی تو صبیحہ نے کسی قدر خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھا جو جانے کیا پوچھنے جا رہی تھی۔

"ہوں کہو۔"

"کل تمہیں فرہاد کے گھر جا کر کیسا لگا۔ پلیز سچ بتانا۔"

عجیب کھویا کھویا التجائیہ لہجہ تھا جیسے وہ اس کی رائے سن کر کسی نتیجے پر پہنچنے کی سعی کر رہی ہو۔

صبیحہ الجھ گئی مگر سنبھل کر بولی۔

"بہت اچھا لگا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ مجھے بہت خوشی ہوئی کئی سالوں کے بعد ہم اپنوں سے ملے تھے پھر بھلا مسرور نہ ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی تھی۔"

زوہا کی گہری نظریں اسی پر مرکوز تھیں مگر وہ عام سے انداز میں کہتی چلی گئی۔

"کیوں؟ تم کیوں پوچھ رہی ہو کیا تمہیں وہاں جا کر اچھا نہیں لگا۔"

اس کی بات پر زوہا نے گہری سانس بھر کر نظر پھیری تو اس نے قدرے توقف کے بعد پوچھ لیا۔ کل سے یہ سوال اس کے اندر باہر گردش کر رہا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"مجھے.... پتا نہیں میں کیا فیل کر رہی ہوں، مگر صبی سچ کہوں مجھے فرہاد کی مما سے سخت خو محسوس ہو رہا ہے۔ ان کی نظروں میں جوان کہی سی باتیں تھیں نا۔ انہوں نے میرے اندر آس کا جل بجھا دیا ہے مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے صحیح معنوں میں تو کھیل اب شروع ہوا ہے اور اس کھیل میں مات کھانا گویا طے کیا جا چکا ہے۔"

سراسیمگی سے بھرپور لہجے میں کہتی وہ صبیحہ کو پریشان کر گئی۔ کتنا چاہا تھا اس نے کہ زوہا یہ محسوس نہ کرے جو کہ وہ اور مدحت پورے راستے ڈسکس کرتی آئی تھیں مگر زوہا اتنی کم فہم تو نہ تھی۔

محبت تو یوں بھی وہمی ہوتی ہے پھر ایسی صورت حال میں تو لڑکیاں یوں بھی بہت حساس ہو جاتی ہیں۔

"کم آن زوہا۔ یہ تم نے مایوس کن سوچوں کو کب سے خود پر حاوی کرنا شروع کر دیا ہے پاگل لڑکی۔"

وہ تیر کی سی تیزی سے استری اسٹینڈ پر کپڑے چھوڑ کر اس کی طرف لپکی تھی۔

"پتا نہیں صبی کل سے جیسے میرا دل ڈوبا جا رہا ہے۔"

"بے وقوف ہو تم، اور کوئی بات نہیں، ارے احمق لڑکی ہارنے کا خوف ہی دراصل ہارنے کی وجہ ہوتی ہے۔ شکست خوردہ اعصاب اور بد گمانی کے باعث اچھا وقت ہاتھ سے نکل جاتا ہے زوہا، اچھی سوچ ہی اچھے مستقبل کی ضمانت ہوتی ہے۔ اگر تم اسی طرح منفی سوچوں کو خود پر حاوی کرو گی تو تمہارا ہی نقصان ہے ڈیئر۔"

اس کا ہاتھ تھام کر اسے سمجھاتے ہوئے دلاسہ دیتے نصیحتیں کرتے ہوئے وہ کس قدر بردبار متین لگ رہی تھی۔ سنجیدگی سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہ رہا تھا مگر وقت انسان کو دھیرے دھیرے بدلتا رہتا ہے۔ وہ بھی پہلے کی نسبت بہت بدل گئی تھی۔

"مگر میں یہ سب کچھ قصداً نہیں کر رہی صبی، میں بھی خوش ہونا چاہتی ہوں لیکن جانے کیوں ایسا لگ رہا ہے جیسے میرے خوابوں کا تعبیر پانا بہت مشکل ہے بلکہ عین ممکن ہے کہ ایسا کبھی نہ ہو سکے۔"

زوہا تو بالکل ہی حوصلہ چھوڑے دے رہی تھی صبیحہ کو احساس تھا کہ وہ پریشان ہو گئی ہے مگر تفکر کی شدت مایوسی میں تبدیل ہو جائے گی اس نے سوچا نہ تھا۔

"اس طرح کی سوچوں کو ذہن میں جگہ نہیں دیتے زوہا۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ۔

"میں تمہارے گمان کے ساتھ ہوں۔"

لہٰذا جو لوگ پہلے سے ہی اپنی شکست کا یقین کر بیٹھتے ہیں پوری دنیا کی طاقت مل کر بھی کامیابی کو ان کی مانگ کا جھومر نہیں بنا سکتی۔ آخر تم سمجھتی کیوں نہیں۔ اور پھر بھلا کل ایسا کیا ہو گیا ہے کہ تم یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی ہو۔"

اسے سمجھاتے سمجھاتے وہ جھنجلا کر پوچھنے لگی تو زوہا کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ البتہ ہونٹ چپ تھے۔

"کیا فرہاد بھائی کے رویے میں کچھ فرق آگیا ہے۔"

زوہا کے انداز پر بے اختیار یہ خیال دل میں چلا آیا۔ اس نے بڑے سہمے ہوئے لہجے میں دریافت کیا تو زوہا کا سر آہستگی سے نفی میں ہل گیا۔

"تو پھر؟"

دل میں شکر ادا کرتے ہوئے اس نے قدرے سختی سے پوچھا۔

"کل میں نے ایک بات بہت محسوس کی صبی۔ وہ یہ کہ احتشام انکل کی وائف اپنے گھر کے معاملے کا اختیار اپنے پاس رکھنے کی عادی ہیں تم نے ان کی بھانجیاں وغیرہ دیکھیں۔ کیسے اعتماد سے کہ ہو گا وہی جو ثمر آنٹی چاہیں گی تم تو جانتی ہو کہ ثمر آنٹی نے فرہاد کے لیے اپنی بہن کی بیٹی پسند کر رکھی ہے۔

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ شادی تو فرہاد بھائی کو کرنی ہے اور وہ تمہیں اپنا جیون ساتھی بنانے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔"

"ان کے فیصلہ کرنے نہ کرنے سے کیا فرق پڑتا ہے صبی۔ عمل کرنے کا اختیار تو انہیں بھی نہیں ہے۔" مایوسی اور افسردگی اس کے لہجے کا حصہ بنی ہوئی تھی۔

"تم کیسے کہہ سکتی ہو' وہ عملاً" کیا کچھ کر سکتے ہیں اس کا اندازہ تو تمہیں اسی روز ہو جانا چاہیے تھا اسٹوپڈ گرل جب وہ سفینہ لاج چلے آئے تھے۔

پلیز زوہا خود کو اعتبار دلاؤ کہ فرہاد بھائی سیریس ہیں اور آج جو کچھ بھی ہوا ہے ان کی کوششوں سے ہوا ہے ورنہ احتشام انکل اور احد کا رویہ ایسا نہ ہوتا جیسا کل تھا۔"

اس نے مدلل انداز میں اسے قائل کرنے کی سعی کی۔

"اور ثمر آنٹی۔"

"ڈھیل دو ثمر آنٹی.... وہ کیا نعوذ باللہ قسمت کی مالک ہیں سب کی۔ دیکھو تم اللہ پر بھروسا رکھو ہوتا وہی ہے جو وہ چاہتا ہے اور جب اس نے اتنی مشکل راہ کو ہمارے لیے کھول دیا ہے تو پھر منزل کا ذمہ بھی اس کے ہے۔"

"تم فکر کرنی چھوڑ دو نہیں تو وہ تمہاری فکر کرنا چھوڑ دے گا۔"

انگشت شہادت سے اوپر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کچھ ایسے طریقے سے کہا کہ زوہا چپ چاپ شاکی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"جلیوی زوہا منزل کے لیے حوصلہ درکار ہوتا ہے۔ مایوسی تو کفر ہے اوٹ پٹانگ باتیں سوچ کر خود کو کھلاؤمت۔ شکر ہے کہ تم نے یہ باتیں فرہاد بھائی سے نہیں کہیں ورنہ انہیں کتنا قلق ہوتا۔ ادھر وہ اتنی جانفشانی سے تمہارا کیس لڑ رہے ہیں جبکہ تم یہاں صرف فضول باتیں سوچ رہی ہو۔

چلو خیر اب اس قصے پر مٹی ڈالو اور اٹھو جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ اوہو دیکھو تو تم سے باتوں میں پورا آدھا گھنٹہ نکل گیا ہے۔ پاپا کی آواز آنے ہی والی ہے میں چلی مجھے ابھی بال بھی بنانے ہیں۔"

جلدی جلدی اسے سوچ کی ایک نئی اور مثبت راہ پر ڈال کر وہ بولتے ہوئے کمرے سے قصداً" باہر چلی گئی تاکہ وہ تنہائی میں سکون سے سوچ سکے۔ ہوا بھی یہی ذرا دیر بعد ہی زوہا اس کے اور مدحت کے پاس موجود تھی۔

• • •

"مجھے تو اب تک یقین نہیں آرہا کہ سفینہ لاج والے یہاں ہم سے ملنے ہماری خوشی میں شریک ہونے چلے آئے ہیں۔"

نیل فائلر سے ناخنوں کی تراش خراش کرتے ہوئے ثمر بیگم اپنی حیرت کو لفظوں کا جامہ دیتے ہوئے احتشام صاحب سے مخاطب تھیں۔ جن کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ انہیں اس "تغیر" سے خوشی ہوئی ہے۔

"خون کی کشش کبھی نہ کبھی ضرور رنگ لاتی ہے ثمر' جوان نسل کو اپنے ماضی کے کلیشز (Clashes) سے دور رکھنا ہی کامیابی ہے ورنہ ہماری اولاد ہمارے سامنے کھڑے ہو کر کل کو یہ بھی کہہ سکتی ہے کہ جب آپ نے اپنے بہن بھائیوں سے تعلق نہیں رکھا تو ہمیں بھی ایک ڈور سے باندھنے کی کوشش نہ کریں۔ یوں بھی شادی کے بعد سب لائف اسٹائل اور فیوچر پلاننگز بدل جاتی ہیں۔"

سگار کا دھواں فضا کے حوالے کرتے ہوئے انہوں نے گہری سوچ کا اظہار کیا۔ ثمر بیگم کے لیے ان کے رویے کی تبدیلی بھی خاصی تشویش ناک تھی دوسری جانب فرہاد کے انداز و اطوار کا بدلنا بھی ان کی نگاہوں سے مخفی نہ تھا۔

کوئی بہت واضح ممکنہ صورت حال کا نقشہ تو ان کے ذہن میں نہ تھا مگر اتنا اندازہ ضرور ہو رہا تھا کہ ان کے اردگرد ایک کہانی اپنا جال پھیلا رہی ہے اور اس کے کردار بھی کسی حد تک وہ سمجھ رہی تھیں مگر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حتمی طور پر وہ کچھ سوچ نہیں سکی تھیں کیونکہ ان کا لاشعور محض ایک گھنٹی بجا رہا تھا جبکہ شعوری طور پر یہ سب کچھ اس طرح قبول کر لینا ان کے لیے مشکل تھا۔

"آپ کی بات تو ٹھیک ہے مگر اس طرح اچانک ان کا ہم سے ملنے چلا آنا میرے لیے تو بڑا امیزنگ (Amazing) ہے۔ آج کتنے ہی لوگ پوچھ رہے تھے کہ مسز احتشام یہ آپ کی بھابھی اچانک کہاں سے آ گئیں۔ اور مجھے ہر ایک کو بریف کرنا پڑ رہا تھا کہ وہ میری نہیں آپ کی بھابھی ہیں۔"

نخوت سے کہتے ہوئے انہوں نے فائل ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ کر آئینے میں شوہر کی طرف نظر ڈالی جن کی آنکھوں میں اس انداز پر ناپسندیدگی کی واضح جھلک نظر آ رہی تھی۔

"وہ میرے حوالے سے تمہاری بھی بھابھی ہیں ثمر..... رشتے تعلق نہ رکھنے سے ٹوٹتے نہیں۔ اور میرا نہیں خیال کہ میرے بھائی بھابھی کا تعارف کراتے ہوئے تمہیں کسی قسم کی شرمندگی یا کامپلیکس کا شکار ہونا چاہیے۔"

ان کا لہجہ سخت ہو گیا تھا ثمر بیگم شوہر کی مزاج آشنا تھیں فوراً ہی سنبھل گئیں تاہم دل میں سخت ناگواری کا احساس ہوا تھا۔

"کم آن شامی' میں نے ایسا تو کچھ نہیں کہا۔ آپ نے قطعی غلط سمجھا میری بات کو' میں تو بس یہ کہہ رہی تھی کہ بڑا (Unusual) آن یوژل سا لگ رہا ہے تا یہ سب۔ آج ہم اپنی بہو کو رخصت کرا کر لائے ہیں اس کے تعارف کے ساتھ اکرام بھائی اور رخسانہ بھابھی کو بھی لوگوں سے ملوانا پڑ رہا ہے۔"

"یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے ثمر کہ یوں رات گئے ہم اسے ڈسکس کریں۔ میرا خیال ہے کہ وقت کا فیصلہ قبول کرنے میں ہمیں ہچکچانا نہیں چاہیے۔

مجھے خوشی ہے کہ پاپا کی برسوں کی خواہش آج پوری ہو رہی ہے۔ مائیں علیحدہ ہونے سے خون الگ نہیں ہو جاتا۔ جیسے میں اپنے تینوں بیٹوں کو ایک ساتھ دیکھنے کا خواہشمند ہوں ایسے ہی پاپا نے بھی ہم چاروں بھائیوں کو متحد دیکھنے کی تمنا کی تھی اور اب ان کا یہ ارمان پورا ہونے والا ہے جس کے لیے ہمیں اپنی جوان نسل کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ ہماری اولاد ہماری کوتاہیوں کا ازالہ کر دے اس سے اچھی بات کیا ہو سکتی ہے؟"

"مگر....."

حیرت سے ساکت بیٹھی ثمر نے ان کے چپ ہونے پر کچھ کہنے کی کوشش کی۔

"پلیز ثمر آج پاپا کی آنکھوں میں جو خوشی میں نے اس لمحے دیکھی جب اکرام بھائی نے مجھ سے ہاتھ ملایا تھا' میں بھلا نہیں سکتا..... تم نے مجھے میری ماں سے جدا کر کے تمام عمر اپنی چلائی ہے مگر آج میں سفینہ لاج کے مکینوں کے معاملے میں کچھ سننے کا روادار نہیں۔

میں تمہیں بھی سمجھتا ہوں اور تمہارے مزاج کو بھی' تمہیں شیئر کرنے کی عادت نہیں۔ مگر مجھے تنہا رہتے رہتے تھکن کا احساس ہونے لگا ہے۔"

انہیں ہاتھ اٹھا کر بولنے سے رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے احتشام صاحب نے جس صاف گوئی کا مظاہرہ کیا ثمر بیگم کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"اف خدایا اس قدر تبدیلی' کہاں غلطی ہوئی ہے مجھ سے یا پھر کسی نے سحر پھونک دیا ہے ان پر۔"

اپنی سالوں کی ریاضت مٹی میں ملتی محسوس ہو رہی تھی اس لمحے۔

"کیا مطلب ہے آپ کا' میں نے آپ کو دور رکھا ہے آپ کے بہن بھائیوں سے' جن کی نام نہاد محبت کے سوتے جانے کہاں سے ابلنے لگے ہیں آج۔"

ثمر بیگم کے ضبط کی دیوار ڈھے گئی تھی اپنے مخصوص ترش لہجے میں بولتے ہوئے وہ احتشام صاحب کے مقابل آ بیٹھیں تو انہوں نے بے حد سنجیدگی سے انہیں دیکھا اور ایش ٹرے میں سگار مسل ڈالا۔

"بہن بھائیوں سے نہ سہی والدین سے تو تم نے ہمیشہ ہی مجھے دور رکھا۔"

"اور آپ تو جیسے اتنے ناسمجھ تھے کہ میرے اشاروں پر چلتے چلے گئے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تیز لہجے میں ان کی بات کاٹ کر انہوں نے بے حد طنز سے کہا۔
"میں اس کھینچا تانی سے اکتا گیا تھا کمپرومائز کیا تھا میں نے اپنے بچوں کی خاطر اور اس محبت کی خاطر جس کے باعث میں نے اپنے والدین کے خلاف جا کر تم سے شادی کی تھی۔"
جواباً انہیں بھی غصہ آ گیا۔ ابھی کچھ دیر قبل ہی تو رخصتی کروا کر دلہن کو گھر لانے کے بعد ضروری رسمیں ادا کر کے مسز احتشام اپنے کمرے میں آئی تھیں اور باتوں باتوں میں یہ جنگ سی چھڑ گئی۔
"اوہ تو گویا آپ کو پچھتاوا ہے اپنے فیصلے پر تو جائیں چلے جائیں ان ہی مڈل کلاس لوگوں میں، جن سے دور لا کر میں نے آپ کو ترقی کا راستا دکھایا۔"
ثمر بیگم تو ہتھے سے اکھڑ گئی تھیں ذرا بھی مروت سے کام لینا نہ سیکھا تھا انہوں نے۔
احتشام صاحب نے بے حد ٹھہری ہوئی نظروں سے انہیں دیکھا۔ جو اس وقت شعلہ جوالہ بنی ہوئی تھیں۔
"آہستہ لہجے میں بات کرو ثمر۔ میں نہیں چاہتا کہ ماضی کی راکھ کے ڈھیر کا یہ دھواں ہمارے بچوں تک پہنچے، رہ گئے میرے گھر والے وہ اگر مڈل کلاس تھے تو بھی انا اور وقار والے تھے۔ بخشا جانتے تھے جبھی کبھی پلٹ کر تم سے سوال نہیں کیا۔ مگر اب جبکہ ہم اپنی اپنی زندگیاں گزار چکے ہیں میں مزید کوئی رکاوٹ برداشت کرنے کا قائل نہیں۔"
انہوں نے بھی کھری کھری سنا ڈالیں۔
"مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کس نے پوائزن کیا ہے آپ کو۔"
احتشام صاحب کے اس انداز پر وہ جھنجلا کر برابر آنے لگیں۔
"کسی نے نہیں کیا تھا پوائزن مجھے۔ مگر اب میں جان گیا ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے میرا فرض کیا ہے۔ تم بھی سمجھ لو تو بہتر ہے ورنہ میں تو بہت پہلے تمہارے فعل پر سوال کرنے کے حق سے دستبردار ہو چکا ہوں۔ آج سے نہیں شادی کے دوسرے سال سے جب ہم نے علی ولا چھوڑا تھا۔"
"مجھے نہیں معلوم تھا احتشام علی کہ آپ کا دل اب تک ماضی کے کھنڈروں میں بھٹکتا رہا ہے۔"
"بھٹکتا رہا نہیں ہے مگر آج کی بہو کو دیکھ کر مجھے لگا ہمیں واقعی مل جانا چاہیے آخر میں مرنے سے پہلے بچوں کو کیا رشتے دے کر جا رہا ہوں، انہیں اتنے قریبی اور خوب صورت رشتوں سے محروم رکھنا ظلم ہے اور میں اس روایت کا خاتمہ کر رہا ہوں۔ مجھے امید ہے تم میرا ساتھ دو گی۔"
ایک خواب آگیں لہجے میں بولتے ہوئے احتشام صاحب نے بڑی امید سے ثمر بیگم کی طرف دیکھا تو وہ جھٹکے سے اٹھیں اور اپنی جگہ لیٹ کر کروٹ بدل لی۔
"نہیں ثمر اب تمہاری نہیں چلے گی، میں نے فرہاد کی آنکھوں کے خواب پڑھے ہیں میں اسے ہرٹ نہیں کر سکتا، تیس سال پہلے میرے غلط فیصلے کو بابا نے سر آنکھوں پر رکھا تھا۔ میں بھی اپنے بیٹے کی خوشی کے لیے ایسا ہی کروں گا جبکہ اس کا فیصلہ تو غلط بھی نہیں۔ وہ نازک سے پیاری لڑکی واقعی ایسی ہے کہ اس کے ساتھ فرہاد خوش رہے گا۔ جوانی کا ہر فیصلہ سرکشی نہیں ہوتا۔ میں مانتا ہوں اس لیے نہایت معذرت کے ساتھ کہ اب مجھے تمہارے مقابلے پر اپنے خون کا ساتھ دینا ہوگا اور اس کے لیے میں دل و جان سے تیار ہوں۔"
سائڈ لیمپ بند کرنے سے پہلے ثمر بیگم کی پشت کو دیکھتے ہوئے وہ دل ہی دل میں ان سے مخاطب تھے۔

● ● ●

ولیمے والے روز نرمین اور شرمین زارا کے ساتھ آئی ہوئی تھیں۔ حسب معمول زارا کی خوش گپیاں عروج پر تھیں اس پر مسز زاہد کا ساتھ شرمین کی آنکھوں میں جیسے ستارے اترے ہوئے تھے۔
نرمین نے بہت محبت سے اسے دیکھا جس کے خوابوں کی تعبیروں کے لیے وہ یوں دعا گو رہتی تھی جیسے یہ خواب خود اسی کی آنکھوں میں سجے ہوں۔
ابی سے اجازت لینے کا مسئلہ بھی زارا نے ہی نمٹایا تھا مگر یہ رعایت صرف ایک روز کے لیے مل سکی

لہٰذا باوجود زارا کے مسلسل اصرار کے وہ لوگ شادی میں نہ آسکیں اس لیے زارا نے بھی پروگرام کینسل کر دیا۔ اس وقت بھی احد سخت شاکی ہو رہا تھا اور زارا نے ان دونوں بہنوں کے کندھوں پر جواد ہی کی بھی ذمہ داری ڈال دی تھی۔

"ابی سے اجازت نہیں مل سکی اس لیے ہم کل نہیں آسکے تھے۔"

زرمین تو اچھا سا بہانہ سوچنے ہی والی تھی شرمین نے کھٹ سے صاف گوئی کا مظاہرہ کر ڈالا.... ایسے میں زرمین کے چہرے کے تاثرات اور آنکھوں میں ٹھہرا تادیبی تاثر احد کو مسکرانے پر مجبور کر گیا۔

"رہنے دیجیے زرمین' آپ کی بہن کی صاف گوئی کے تو ہم عادی ہیں۔ اچھا ہی ہے خوش فہمی کا کوئی روزن کھلنے نہیں دیتیں یہ ورنہ خیالوں ہی خیالوں میں جانے کہاں پہنچ چکے ہوتے ہم۔"

"جی..... اور یہ چلی کے سارے انڈے گر کر قدم بوسی کا شرف حاصل کر رہے ہوتے۔" زارا نے شوخی سے ہنس کر کہا۔

"ویل سیڈ' یقیناً" ایسا ہی ہو سکتا تھا۔"

وہ بھی ہنسا تو شرمین نے خفت سے مسکرا کر سر جھکا لیا۔ زرمین بھی دھیرے سے ہنس دی۔

اور جانے یہ اس کے وجود کی کشش تھی یا خود سمعان کی نظریں بھٹک کر حسب معمول اسے ہی تلاش کر رہی تھیں کہ یکدم نگاہ اس تک پہنچ کر ٹھہر گئی۔

"فرہاد' وہ احد کے ساتھ کون ہیں۔"

حیرت سے انہیں دیکھتے ہوئے خصوصاً" زرمین کو ہنستا دیکھ کر وہ ششدر تھا اس نے پاس کھڑے فرہاد کو قدرے الگ لے جا کر سوال کیا۔

"کون ؟ وہ لڑکیاں۔"

فرہاد نے چونک کر پہلے اس کی نظروں کے تعاقب میں نگاہیں دوڑائیں اور پھر قدرے تشویش سے اس کی طرف دیکھا۔

"کیوں ؟ تم کیوں پوچھ رہے ہو۔" لہجہ تفتیشی تھا۔

"اس لیے کہ میں ان میں سے دو لڑکیوں کو جانتا ہوں۔"

سمعان یک بیک سنجیدہ ہو گیا تھا فرہاد نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔

"کیا مطلب۔"

"ان میں سے ایک زرمین ہے' زرمین یاور خان۔"

زرمین کے نام پر زور دیتے ہوئے اس نے جس لہجے میں فرہاد کو مخاطب کیا اسے سمجھنے میں ذرا دیر نہ لگی۔

"اوہ آئی سی' تو یہ ہیں مس زرمین' دیکھ لو تم نے تو ملوانے کی زحمت نہ کی آج احد کے توسط سے ہی ملاقات ہو گئی' دراصل شرمین احد کی کلاس فیلو ہے اور غالباً" زرمین اس کی سسٹر ہے' ابھی اس نے مجھے ملوایا تو تھا مگر میں نے زرمین پر دھیان ہی نہیں دیا۔" وہ ہنستے ہوئے بتا رہا تھا۔

"کیوں تمہارا دھیان کس طرف تھا۔"

سمعان نے مشکوک نظروں سے اسے گھورا۔

"شرمین کی طرف۔"

فرہاد کے لبوں سے بے ساختہ ہی سچ نکل گیا تھا۔ سمعان نے مصنوعی غصے سے اسے دیکھا اور فوراً" آڑے ہاتھوں لیا۔

"شرم کرو کچھ' زوہا کی موجودگی میں یہ حال ہے تمہارا۔"

"کم آن یار' میں تو صرف احد کی وجہ سے دلچسپی لے رہا تھا۔ ان فیکٹ وہ شرمین یاور خان کا گریٹ ایڈمائرر (Great admiror) ہے۔"

سمعان کی آنکھوں کا شک دور نہیں ہو رہا تھا لہٰذا اسے سچ بتانا ہی پڑا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اوہ رئیلی.... آر یو شیور فرہاد۔"

یہ خبر خاصی حیران کن تھی اس کے لیے' اس نے بھنویں اچکاتے ہوئے تعجب سے سوال کیا۔

"یاز یٹو ڈیئر فرینڈ' ہمارے بھائی دراصل آپ کی ہی سسرال کو اپنانا چاہ رہے ہیں۔ مجھے پہلے معلوم نہ تھا کہ شرمین زمین دونوں بہنیں ہیں۔ آج پتا چلا تو یہ سمجھ بھی آیا ہے کہ تم دونوں کی اسٹوریز آخر اتنی ملتی کیوں تھیں۔" وہ ہنس رہا تھا لطف لے رہا تھا۔

"کیا مطلب۔" سمعان نے چڑتے ہوئے پوچھا۔

"مطلب یہ ہے کہ آپ دونوں کو ہی گھاس نہیں ڈالی گئی۔ سمجھے احمق۔"

فرہاد کا موڈ تو آج کل بے حد اچھا ہو رہا تھا یہ قصہ اسے مزید مزا دے گیا۔

"بکومت' وہ دونوں بہنیں غالباً" اپنے گھریلو ماحول کی وجہ سے ایسی ہیں۔" فرہاد کی بات پر وہ پھر یکدم سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"مطلب۔"

"مطلب یہ کہ دراصل ان کے والد خاصی سخت گیر شخصیت ہیں۔ شاید اسی وجہ سے وہ لوگ اتنی ریزرو رہتی ہیں۔" اس نے حقیقت حال سے اسے واقف کیا فرہاد سے تو کوئی بات چھپی ہوئی نہ تھی۔

"تمہیں کیسے پتا۔"

"افوہ بھئی۔ تمہیں معلوم تو ہے کہ یاور انکل کبھی پاپا کے بہت اچھے فرینڈ اور بزنس پارٹنر رہے ہیں۔"

"ارے ہاں ہاں اب یاد آیا۔ اوہ گاڈ کیسے کڑیوں سے کڑیاں ملی ہوئی ہیں۔" فرہاد نے جیسے جھرجھری لی۔

"ملی ہوئی نہیں بلکہ الجھی ہوئی ہیں؟"

"اور انہیں سلجھانا تمہارا کام ہے۔ فی الحال میں ایسا کرتا ہوں کہ صہیبہ وغیرہ سے زمین کو انٹروڈیوس کرا دیتا ہوں' آئندہ کے لیے بہتر رہے گا۔"

دائیں آنکھ دباتے ہوئے اس نے سمعان کے ہاتھ کی پشت کو تھپتھپا کر شوخی سے کہا اور اس کے رکنے کے باوجود اسے گھسیٹتا ہوا ساتھ لے گیا۔

زوہا تو فرہاد کو دیکھتے ہی سمٹ جاتی تھی یوں بھی مدحت اور فوزیہ ساتھ تھیں فرہاد بھی قصداً" اس سے مخاطب نہ ہوا صہیبہ سے ہی کہا کہ وہ زمین کو کمپنی دے کیوں کہ زارا اور شرمین ایک دوسرے میں اس قدر محو ہو کر باتیں کر رہی تھیں کہ زمین حسب عادت خاموش بیٹھ گئی تھی۔

"کیوں' یہ محترمہ کون ہیں اور آپ ان کے بارے میں اس قدر متفکر کیوں ہیں۔"

زوہا سے خاصا فاصلہ ہوتے ہی وہ شروع ہو گئی تھی۔ پہلے ہی زوہا سخت اپ سیٹ تھی۔

"بھئی وہ احد کی کلاس فیلو کی بہن ہے اور بس۔"

"بس..... یا کچھ اور معاملہ ہے یاد رکھیے فرہاد بھائی اگر آپ نے زوہا کے حق پر کسی کو ڈاکا ڈالنے دیا تو اچھا نہیں ہو گا۔"

سمعان کی موجودگی کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے صہیبہ نے بڑے استحقاق سے فرہاد کو محبت بھری دھمکی دی سمعان کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"کمال ہے مس صہیبہ آپ تو یوں بگڑ رہی ہیں جیسے وہ آپ کے حق پر ڈاکا ڈالنے والی ہیں۔ حالانکہ یقین کریں ایسا ہرگز نہیں۔"

فرہاد کے کچھ کہنے سے پہلے ہی سمعان نے ہنستے ہوئے شائستگی سے کہا تو صہیبہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"شکر کیجیے کہ وہ میرے حق پر ڈاکا نہیں ڈال رہی ورنہ میں دھمکی دینے کی بجائے کچھ نہ کچھ کر گزرتی۔"

ایک لمحے کو ذرا سا رک کر وہ جب بولی تو حسب عادت لہجے میں اعتماد تھا۔ فرہاد اور سمعان یک بہ چپ سے ہو گئے۔

"مگر مسٹر اس وقت مسئلہ تمہارا ہے نہ میرا' بات ساری یہ ہے کہ میری عزت کا سوال ہے پلیز کرا نہیں کمپنی دو۔" فرہاد نے سر جھٹک کر اس کی توجہ اصل مسئلہ کی جانب دلائی۔

"اس سے کس کو خوشی حاصل ہو گی۔" وہ جانے کیوں بحث پر اتری ہوئی تھی۔

"مجھے۔"

سمعان کا مختصر جواب غیر متوقع تھا اس نے قدرے تعجب سے اسے دیکھا اور پھر چہرے کی سنج سے معاملے کی نوعیت اخذ کرتی فرہاد اور اس کی معیت میں آگے بڑھ آئی۔

سمعان پر نظر پڑتے ہی نرمین کے چہرے پر جو تاثر آیا تھا اس نے بیک وقت فرہاد صبیحہ اور شر سمیت سمعان کو بھی جیسے معتبر سا کر دیا۔ اتنی بے اختیاری تو صرف جذبوں کے اسیروں کی ہی میرا ہے۔

صبیحہ کے لبوں پر بڑی دلفریب مسکراہٹ پھیل گئی۔ شرمین بھی فرہاد کے تعارف کرانے پر سمعان کو پہچان گئی تھی بقیہ تصدیق نرمین کے تیوروں نے کر دی۔

اور پھر بقیہ تمام وقت صبیحہ کی معنی خیز باتوں اور سمعان کی گہری نظروں سے وہ پزل ہوتی رہی وہ رات اپنی خوب صورتیوں کے کئی رنگ کھلا کر رخصت ہو گئی۔

● ● ●

بابر بھائی کی شادی کے ہنگامے سرد پڑے تو سب ہی اپنی اپنی روٹین کی طرف لوٹے۔ اور وہ جو اپور فرہاد کے قصے میں اپنے معاملے کو قطعی بھول چکی تھی بلکہ داجان سے بات کر کے قطعی مطمئن ہو تھی اس کھچڑی سے ناواقف ہی تھی جو پاپا اور امی نے دادی جان کے مشورے کے مطابق پکائی تھی۔

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں دادی جان۔"

حیرت اور غصے سے وہ بے اختیار چیخ اٹھی تھی۔ اس کا رشتہ اس کے ٹالنے اور منع کرنے کے باو ایزد سے طے کر دیا گیا تھا۔

"کیا ہوا میری بچی' لڑکیوں کی شادی تو کی ہی جاتی ہے آج یا کل تمہیں بھی بیاہنا تو تھا ہی۔ پھر ا کس بات کا۔"

دادی جان حیران تھیں اس کے تیور پر جبکہ پچھلے دنوں داجان سے اپنے دل کی بات کہہ کر وہ ا مطمئن پھرتی تھی کہ وہ یہ ہی سمجھیں کہ اس نے خود کو اس رشتے کے لیے راضی کر لیا ہے۔

"پلیز دادی جان میں فی الحال شادی کا نہیں سوچ سکتی۔ مجھے پڑھنا ہے ابھی تو میں نے بی اے نہیں کیا۔ اور آپ لوگ میری شادی کر رہے ہیں۔"

"شادی نہیں بیٹا صرف نکاح کر رہے ہیں۔" انہوں نے نرمی سے تصحیح کی۔

"مگر کیوں جب میں نے ہاں ہی نہیں کی تو یہ زبردستی کیوں کر رہے ہیں آپ لوگ میں ایم اے چاہتی ہوں ڈاکٹریٹ کرنا چاہتی ہوں آخر شادی اتنی ضروری ہی کیوں ہے۔"

غصے میں اسے کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔

رخسانہ بیگم نے اس کے بچپنے کے باعث اس کے انکار کی طرف توجہ دیے بغیر بات پکی کر دی اور اب ایزد کی بی بی جان جلد از جلد شادی کی خواہاں تھیں ان کا بس چلتا تو دوسرے دن بارات آتیں۔

لہٰذا طے یہ ہوا کہ دادی جان اس سے بات کریں گی کیونکہ اس کے غصے کی سب کو خبر تھی۔ اور بھی یہ ہی اس نے سنتے ہی وہ غدر مچایا کہ الاماں۔

"دیکھو صبی بیٹا۔ شادی کی ایک عمر ہوتی ہے پڑھائی کے لیے تو زندگی پڑی ہے پھر لڑکی کا اصل وہی ہوتا ہے جہاں بیاہ کر جاتی ہے۔ تمہارے بعد مدحت کے فرض سے بھی تمہارے والدین

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ملدش ہونا ہے تم ان کے لیے مسئلہ کیوں بن رہی ہو بیٹا۔"

اس کے سرکش لہجے کے برعکس دادی جان کا شفیق لہجہ حسب سابق برقرار تھا۔ وہ نادم ہو کر ٹھنڈی پڑ گئی۔

"میں امی پاپا کے لیے مسئلہ نہیں بننا چاہتی دادی جان مگر میرا مسئلہ کیا ہے وہ سمجھتے نہیں ہیں۔" انگلیاں مسلتے ہوئے اس نے نرمی سے جواباً" کہا۔

"تمہارا مسئلہ کیا ہے بیٹا۔ مجھے بتاؤ' تمہیں اعتراض اصل میں کس بات پر ہے جلدی شادی کرنے پر یا ایزد سے شادی کرلے پر۔"

انہوں نے تو سیدھے سبھاؤ سوال کر ڈالا تھا۔ وہ بری طرح سٹپٹا گئی سچ تو یہ تھا کہ ایزد کے نام پر دل گھبرا گیا تھا۔ کہے تو کیا کہے وہ تذبذب سے چپ بیٹھی تھی۔ دادی جان نے سوال ہی ایسا کیا تھا کہ ہر صورت وہ ہی پھنس رہی تھی۔

"بولو بیٹا' میں تمہاری دادی ہی نہیں دوست بھی تو ہوں' کیا تم مجھ سے نہ کہو گی کہ کیا چاہتی ہو' یقین کرو پھر وہی ہو گا جو تم چاہو گی' سچ سچ کہہ دو' تمہیں یہ رشتہ منظور نہیں یا اتنی جلدی شادی کرنے سے خائف ہو۔"

دادی جان کا لہجہ نرم بھی تھا اور دوستانہ بھی مگر سوال کڑا تھا۔ وہ الجھ سی گئی ھ۔ دادی جان نے بغور اسے دیکھا تو بے ساختہ مسکرا دیں اس کے چہرے پر تو صاف ایزد کے لیے ہاں پڑھا جا رہا تھا مگر وہ بار حیا سے نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔

"ہوں تو گویا جلدی شادی نہیں کرنا چاہتیں' یہ ہی بات ہے نا۔"

وہ دبی مسکراہٹ سمیت پوچھ رہی تھیں۔

صبیحہ نے نظر اٹھا کر انہیں دیکھا اور پھر بے ساختہ ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"نہیں دادی جان نہ یہ بات ہے نہ وہ بات ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ میں بہت خوفزدہ ہوں دادی جان بہت سے ڈر ہیں میرے اندر۔" خوف اور سراسیمگی کے گہرے سائے یکدم ہی اس کے چہرے پر چھائے تھے' سفینہ بیگم نے یکلخت دہل کر سینے پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔

● ● ●

اس کے چہرے پر آج جو رنگ تھے ان میں خوف اور سراسیمگی سے زیادہ بے بسی اور گھبراہٹ کا عنصر غالب تھا' دادی جان نے اسے بے حد غور سے دیکھا۔ وہ اپنی پوری زندگی میں کبھی ایسی نظر نہیں آئی تھی جیسی آج ان کی آنکھیں اسے دیکھ رہی تھیں۔

کتنے ہی خدشے اس کی آنکھوں کی جھیلوں میں ہنس کی مانند تیرتے پھر رہے تھے۔ سفینہ بیگم کا دل یکبارگی کسی انجانے اندیشے سے ہولنے لگا۔ وجدان کوئی گھنٹی بجا رہا تھا۔

"کیسا ڈر صبی بیٹا۔"

ان کی آواز اور لہجے میں جو ارتعاش تھا وہ صبیحہ کو لرزا گیا' نظر اٹھا کر قدرے تذبذب سے انہیں دیکھا۔ جیسے جانچ رہی ہو کہ اسے اپنے دل کی بات ان سے کہنی بھی چاہئے یا نہیں۔ گزرے چند ماہ میں جس سوچ نے اس پر آگہی اور خوف کے جو در وا کیے ہیں کیا دادی جان اس کو بند کر کے کسی خوبصورت خواب کسی حسین حقیقت کا پردہ تان سکیں گی۔ کیا واقعی اس در کے وا ہونے سے دوسری جانب کا جو منظر اس کی آنکھیں دیکھنے پر مجبور ہیں کیا اس تصور سے مفر ہے۔

"کہہ دو بیٹا۔ بلا جھجک۔ آخر ایسی کون سی بات ہے جس سے تم خوفزدہ ہو۔"

حیرت و استعجاب کے ساتھ ساتھ بے حد تردد اور تشویش تھی ان کے فقرے میں۔ وہ خفیف سی ہو گئی۔

"سفینہ لاج" کے مکین اسے کس قدر بہادر سمجھتے ہیں۔ ان کے خیال میں اسے کوئی طوفان اپنے ساتھ بہا کر نہیں لے جا سکتا اور یہ کسی حد تک ٹھیک بھی ہے کیونکہ اس کا امیج ہمیشہ سے ایسا ہی رہا تھا اور کچھ اس کی شعوری کوششوں سے بھی سب ہی یہ سوچنے پر مجبور ہوئے تھے مگر سچ تو یہ تھا کہ اپنی تمام تر بہادری اور جرات کے باوجود وہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بہرحال ایک لڑکی تھی جس کی فطری کمزوری جانے کیسے اس پر حاوی ہونے لگی تھی۔

"کیا ایزد کی طرف سے خوفزدہ ہو یا نئے رشتوں سے ڈر لگتا ہے۔"

وہ اس کی جھجک دور کرنے کے لئے خود ہی سوال کر رہی تھیں۔ اور ان کے سوال کرنے پر بے ساختہ نے جھکا ہوا سر اٹھا کر کہا تھا۔

"نئے رشتوں کو کھو دینے کا خوف ہے دادی جان۔؟"

اور سفینہ بیگم اس کے جملے پر انگشت بدنداں رہ گئیں۔ کیا کہہ گئی تھی وہ، شاید وہ سمجھ کر بھی سمجھ نہیں تھیں جبکہ وہ دھیرے دھیرے گفتگو کا آغاز کر چکی تھی۔

"مجھے ڈر لگتا ہے دادی جان کہ کہیں میں آنے والے زندگی میں استوار کیے جانے والے کسی نئے رشتے نئے تعلق کو کھو نہ دوں۔ ایک عجیب طرح کی بے چینی آسمائی ہے میرے دل میں۔ مجھے آگے بڑھنے سے ڈر لگتا دادی جان۔"

اس طرح تو اس نے آج تک امی، دا جان اور زوہا سے بھی دل کی بات نہ کہی تھی مگر اس لمحے جانے دادی جان شفقت محبت اور ساحرانہ پیار نے اس کی زبان کی گرہ کھول دی تھی یا خود وہ اپنے اس خوف کو باہر کا رستہ چاہتی تھی یہ بوجھ اتار پھینکنے کی خواہشمند تھی۔ کچھ بھی تھا وہ دل کی بات زبان پر لے آئی تھی۔

"ابھی جتنے بھی رشتے میرے پاس میرے اردگرد اپنی چاہتوں کا جال پھیلائے ہوئے ہیں میں ان کے سا خوش ہوں۔ یہ سب رشتے پیدائشی حق کے طور پر ملے ہیں مجھے۔ مگر آئندہ کیا ہوگا کچھ بھروسا نہیں۔ اور میں کھونے کا دکھ برداشت نہیں کر سکتی۔ دادی جان۔"

ایسا گمبھیر اور سنجیدہ لہجہ۔ انہوں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ وہ جو بظاہر کھلنڈری سی شوخ لڑکی ہے اس ط بھی سوچتی ہوگی۔

وہ جسے دوسروں کے گھر بسانے کی اتنی فکر ہے آندھیوں کے خوف سے آشیانہ بنانے کی جرات نہیں رکھتی میں، کتنی عجیب بات تھی یہ۔

"مگر صبیحی۔ کیا رات آنے کے خوف سے آنکھیں بند کر لینی چاہئیں؟"

"دادی جان میں۔" اس نے کچھ کہنا چاہا۔

"نہیں بیٹا۔ آنے والے دن خوشی لائیں گے یا غم کوئی نہیں جانتا مگر اچھا گمان رکھنے والے لوگ ہی زندگی م کامیاب ہوتے ہیں۔"

وہی جملے اور وہی نصیحتیں تھیں جو کچھ دنوں پہلے ہی اس نے زوہا کے گوش گزار کی تھیں۔

"اگر تمہاری کوئی چیز چھن جائے تو کیا تم لڑو گی نہیں۔"

"میں شاید اتنی سکت نہ رکھ سکوں۔"

وہ جانے کیوں اتنی بددل ہو رہی تھی۔

"دوسروں کو حوصلہ دینے والے ایسے کم ہمت تو نہیں ہوتے صبیحہ اور تم تو اصولوں کی جنگ لڑنے کی حا رہی ہو بیٹا۔ تمہارے لبوں سے یہ تھکے ہوئے پژمردہ الفاظ اچھے نہیں لگتے۔"

دادی جان اس کے بدلے ہوئے تیوروں پر حیران تھیں البتہ اپنی حیرت کو چھپاتے ہوئے اس کا حوصلہ بڑھا ر تھیں۔

"میں جنگ لڑنے سے ڈرتی نہیں دادی جان مگر ہارنے سے خوفزدہ ہوں۔"

اس کے انداز میں پسپائی اور بے بسی تھی۔ جانے کس بات نے یکبارگی اسے خوفزدہ کر دیا تھا۔

"مگر تم کیوں ہارو گی بیٹا۔ تم تو اپنے حق کے لئے لڑو گی۔"

وہ جس رخ پر بات کر رہی تھی سفینہ بیگم کی جہاندیدہ نظریں اسے بخوبی دیکھ رہی تھیں اور اسی سوال کا جواب دے رہی تھیں وہ۔

"کبھی کبھی اپنے حق کے لئے لڑنے والے بھی تو شکست سے دوچار ہوتے ہیں دادی جان۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

انہیں ٹھہری ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے اس نے گہری سانس لی تو وہ چند ثانیوں کے لئے لب بستہ رہ گئیں۔

"دوسروں کی قسمت کے آئینے میں اپنے نصیب کا عکس تلاش کرنا دانشمندی نہیں ہے صبیحہ۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی شکلیں اور خصلتیں مختلف بنائی ہیں ایسے ہی ان کی قسمتیں بھی جدا لکھی ہیں کاتب تقدیر نے۔" بہت گہرا لہجہ تھا ان کا۔

"ایک راستے پر چلنے والے تمام مسافروں کی قسمت میں ٹھوکریں نہیں۔ منزلیں پانے والے بھی اسی راہ سے گزرتے ہیں اور بھٹک جانے والے بھی۔ اب تو یہ تمہارے حوصلے پر منحصر ہے کہ تم اپنا نام کس فہرست میں لکھوانا چاہتی ہو۔"

انہوں نے جیسے اسے عزم صمیم عطا کیا۔ البتہ خود ان کی شفاف آنکھوں میں تھکن کا پڑاؤ واضح نظر آرہا تھا۔

"اور قسمت۔۔۔؟" بڑا مشکل سوال تھا۔

"قسمت ہم سے وہی کچھ چھینتی ہے جو ہمیں دیتی ہے صبیحہ' تو جو چیز ابھی تم نے حاصل ہی نہیں کی اسے کھو دینے کا خوف کیوں ہے گڑیا تمہیں۔ آخر یہ منفی سوچ کیسے در آئی تمہارے ذہن میں۔ بھلا خلوص اور محبت کرنے والے بھی ہارے ہیں کبھی۔"

"خلوص اور محبت کی پرکھ کا کوئی پیمانہ نہیں دادی جان۔ اس لئے اکثر ہم ایک دوسرے کو اپنے اپنے فیصلوں پر مصلوب کر دیتے ہیں اور میں مصلوب ہونے اور مصلوب کرنے' دونوں سے ڈرتی ہوں۔"

ان کا ہاتھ تھامے وہ کسی غیر مرئی نقطے پر نگاہیں جمائے ہوئے تھی۔

"زندگی میں جو لوگ دل میں ایقان کی مشعلیں جلا کر منزل کی طرف کا راستا تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں بمشکل ہی راہ کا سراغ حاصل کر پاتے ہیں۔"

"لیکن دادی جان یہ ایقان کی مشعلیں جلائے گا کون۔۔۔؟"

"تم' خود تمہارا وجدان۔ تمہارے دل کی وہ طاقت' جو اللہ تعالیٰ کو بغیر دیکھے اس کے وجود کو مانتی ہے۔ یاد رکھو بیٹا کسی چیز کو حاصل کر کے کھو دینے کا دکھ' کبھی نہ حاصل کرنے کے ملال سے زیادہ نہیں ہوتا۔"

اس کے سوال نے سفینہ بیگم کے دل کے کسی گوشے میں پڑی مسرتوں کی ان گھڑیوں کو ان کی ساکت آنکھوں میں زندہ کر دیا جنہیں بھلائے انہیں گویا صدیوں جیسے دن بیت گئے تھے' وہ ان کی بات پر قدرے چونک کر متعجب نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

"تنہائی میں گزارا پورا جیون' ایک پل کے ساتھ کے مقابلے میں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتا۔ کسی ہمسفر کا ساتھ زندگی کی طویل راہ میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ یہ تم اسی وقت جان سکو گی جب کسی کے ساتھ ایسے سفر پر روانہ ہو گی۔ پھر خواہ راہ میں کتنی ہی کٹھنائیاں کتنے ہی موڑ کیوں نہ آئیں۔ پر پیچ اور گنجلک راستے ایک دوسرے کی ہمراہی میں کاٹ لینا آسان ہو جاتا ہے ورنہ اکیلے تو انسان ایک قدم بھی بمشکل چلتا ہے۔"

ان کا کھویا کھویا سا لہجہ اور تھکی تھکی آنکھیں گزرے دنوں کی طویل اور تکلیف دہ مسافتوں اور کھوئی ہوئی رفاقتوں کا مظہر تھیں۔ صبیحہ کے دل میں جیسے ان کے جملے ترازو ہو گئے ذہن میں کتنے ہی استفسار مچل رہے تھے آج پہلی بار اسے احساس ہوا تھا کہ ان کے زخموں کو چھیڑ کر اپنے سوالوں کا جواب پانے کی اس کی یہ عادت انہیں کتنی اذیت دیتی ہو گی۔

"تو گویا دادی جان کو قلق ہے اپنے فیصلے پر' پچھتاوے کے ناگ انہیں بھی ڈستے ہیں۔ بھلا ایسے انسان کو جو اپنے ضمیر کی عدالت میں کھڑا اپنے ہی دلائل سے سزا پا رہا ہے اسے مزید کسی کٹہرے میں گھسیٹنا تو زیادتی ہے۔؟"

"تم سمجھ رہی ہو نا بیٹا۔۔۔"

وہ جانے اور کیا کچھ کہتی رہی تھیں وہ تو جب چونکی جب اس کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے دادی جان کی نمی آنکھوں نے بہت امید سے اسے دیکھا۔ انہوں نے کیا پوچھا تھا وہ نہیں جانتی تھی بس بغیر سمجھے ہی اس نے سر ہلا دیا۔

"شاباش بیٹا۔۔۔ مجھے یقین تھا کہ تم بہت جلد یہ راز یہ اسرار رموز سمجھ لو گی۔"

اس کی ایک ذرا سی ہاں نے ان کے چہرے پر خوشیوں کی دھنک کھلا دی تھی۔ بے ساختہ اس کی پیشانی ا ہوئے وہ اسے ڈھیروں دعاؤں سے نوازتی چلی گئی تھیں۔

"اوہ۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دادی جان میرے ڈر اور میرے خوف کو اپنی بنجر زندگی اور خود ساخ ردعمل سمجھ رہی تھیں۔"

ان کے اس والہانہ انداز اور بے پناہ خوشی سے اس نے یہ ہی اخذ کیا کیونکہ بے دھیانی میں جس بات پر اثبات کا عندیہ دیا تھا وہ دادی جان کے لبوں پر تبسم بن کر ٹھہر گیا تھا۔ اور اسے سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ ان یقیناً "شادی" سے متعلق تھا۔ مگر اب تو وہ ہاں کر بیٹھی تھی لہٰذا چپ چاپ ان کی آنکھوں سے چھلکتی خوشی کرتی رہی بیٹھ کر۔

● ● ●

بعض لمحے زندگی میں ایسے بھی آتے ہیں جب سب کچھ کسی طلسم کے زیر اثر آجاتا ہے سارے خد تمام اندیشے از خود گہری نیند سو جاتے ہیں۔ خواہ یہ لمحے مختصر ہوں یا طویل۔ ان سے کشید کی جانے والی مسر بے پناہ اور بے حساب ہوتی ہے۔

یہ چھوٹی چھوٹی حسین ساعتیں دل کی زمین پر ایسے ایسے رنگا رنگ اور خوبصورت خواب بو دیتی ہیں کہ صدیوں ان خوابوں کا اسیر رہتا ہے۔ استدلال اور حقیقت پسندی کی تمام شرائط توڑتے ایسے پل جب دوڑتے دلوں میں کسی روز یکدم آپ کے سامنے آ کھڑے ہوں تو پھر دل و نظر کے تقاضوں سے نگاہیں چرانا ہو جاتا ہے۔

ایسا ہی ایک خوبصورت لمحہ اس کی زندگی میں بھی آ گیا تھا اور اس وقت اپنی تمام تر احتیاط پسندی کے باو کی آنکھوں میں جو رنگ اور رخساروں پر جو گلاب کھلے تھے پورا ماحول اس کا گواہ تھا۔ خود وہ بھی جانتی سمعان کو یکدم اور غیر متوقع طور پر سامنے پا کر اس کا یوں بلا ارادہ اپنی بے پایاں مسرت کا اظہار کس ق ہو سکتا ہے۔ مگر بات صرف چند سیکنڈ کی تھی اور ان لمحوں میں وہ بے ساختہ عیاں ہو گئی تھی۔

ایسے میں صہیبہ کا وہ معنی خیزی سے کھنکارنا اور فرہاد کا سمعان کی طرف شوخی سے دیکھنا سب کچھ کیسے پزل کرنے لگا تھا۔ اور سمعان بھی تو کتنا خوش لگ رہا تھا اس کے بلند قہقہوں سے فضا کتنی دیر گونجتی رہی فرہاد اور وہ آپس میں معنی خیز فقروں کے تبادلے سے اسے اور بھی بلش کیے دے رہے تھے۔

کاش اپنی کے فیصلوں کی سفاک صلیب اس کے شانوں پر نہ ہوتی تو وہ کتنی خوشی محسوس کرتی۔ ان جگمگاتے لمحوں کا حسن اس کی آنکھوں میں دلفریب خواب کی مانند ٹھہر جاتا۔ مگر خود فراموشی اور خوابناک فسو لمحوں کا حسن زیادہ دیر اسے اسیر نہ کر سکا اور جونہی اس نے خود کو کمپوز کیا وہ پھر سے وہی نرمین بن گئی جس بکھرے اور لئے دیئے انداز سمعان کے ضبط کا امتحان بن جاتے تھے۔

مگر اس وقت تک کافی دیر ہو چکی تھی۔ بات ایک لمحے کی تھی اور وہ ایک لمحہ جگنو بن کر اب سمعان کی مٹھ تھا۔ بھلا جگنوؤں سے بھی قسمت کے اندھیرے دور ہوئے ہیں۔

واپسی پر دل ہی دل میں بے پناہ مسرت محسوس کرنے کے باوجود اس کے اندر کی مایوسی سوال کر رہی شرمین نے اس کی کیفیت نوٹ کی تھی مگر زارا کے خیال سے چپ ہو رہی۔ گھر لوٹ آنے پر بھی نرمین کا گم اسے کچھ پوچھنے پر آمادہ نہ کر سکا تو اس نے اس کے سکتے کے ٹوٹنے تک خاموشی سادھ لی۔ مگر یہ چپ زیادہ دن نہ سکی۔ اور جب دوسرے دن بھی بلا جواز نرمین نے اسکول سے چھٹی کر لی تو شرمین اس کا خاموش مطالعہ بند سامنے آ بیٹھی۔

"یہ احمقانہ رویہ تمہاری کمزوری کو مزید عیاں کر رہا ہے نرمین۔ اور تم سمجھتی ہو کہ یوں آنکھیں بند کر ریت میں سر چھپا لینے سے سارا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔"

کافی کا مگ اس کے ہاتھ میں تھما کر وہ اس سے یوں بلا تمہید ہی بولنا شروع ہو گئی جیسے کافی دیر سے ا درمیان اسی موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی۔

"کیا مطلب؟"

بظاہر ٹی وی اسکرین پر تیزی سے بدلتے ہوئے چینل اس کی توجہ کے مرکز تھے البتہ ذہن یقیناً کہیں اور تھا ہی شرمین کی آمد اور بلا تکلف گفتگو کے آغاز پر وہ چونک گئی تھی۔ سوالیہ نظروں سے شرمین کو دیکھا تو وہ بری طرح ہنس دی۔

"سدھر جاؤ شرمین کی بچی نہیں تو فوت ہو جاؤ گی میرے ہاتھوں۔"

لمحے سے آنکھیں نکال کر اسے دیکھا تو وہ مبہم انداز میں مسکرا دی۔

"اتنے سے کام کے لئے تمہیں اپنے ہاتھ خراب کرنے کی کیا ضرورت ہے سسٹر۔ یہ کام تو کوئی بھی کر سکتا ہے"

جانے فقرے کا قصور تھا یا کیا کہ وہ زیادہ دیر نمائشی مسکراہٹ لبوں پر نہ سجا سکی تھی۔ اس کا لہجہ ساکت فضاؤں میں ٹھہرے ہوئے پانی کی مانند ہو گیا کون جانے تہہ آب کتنے طوفان تھے۔

"بالکل یہ کام تو سمعان علی گردیزی کی آنکھیں بھی۔"

"شرمین پلیز۔ میں ایسا مذاق پسند نہیں کر سکتی۔"

شرمین جملہ مکمل ہونے سے پہلے اس نے جس طرح تڑپ کر اس کی بات کاٹی تھی۔

وہ چند ثانیوں کے لئے دونوں نفوس کے درمیان خاموشی کو حائل کر گیا۔ شرمین نے ٹٹولتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"آخر تم خود کو دھوکا دینے پر کیوں تلی ہو زرمین۔ کیوں نہیں مان لیتیں کہ تمہیں سمعان کی آنکھوں اور اس کے فقروں سے چھلکتے جذبوں کی ضرورت ہے۔ اس کا وجود اور اس وجود سے پھوٹتی مسرتوں کی روشنی کا ہالا تمہارا حصار کرنے کے لئے بے قرار ہے زرمین۔"

"شرمین، پلیز چپ ہو جاؤ۔" اس کے لبوں پر بے ساختہ اس نے انگلیاں رکھ دیں۔

شرمین کی تلوار جیسی صاف گوئی اسے خوفزدہ کر رہی تھی۔ متوحش نظروں سے اس نے امی جی کے کمرے کے دروازے کی طرف دیکھا۔ لرزتی انگلیوں کے ساتھ ساتھ وہ بھی لرزاں براندام تھی۔

شرمین قدرے تحیر سے اسے دیکھ رہی تھی ایسا کیا کہہ دیا تھا بھلا اس نے کہ وہ سفید پڑ گئی تھی۔ آنکھوں میں سراسیمگی اور ہراس صاف پڑھا جا رہا تھا۔

"مجھے امید اور آس کے لیکچر دیتی ہو اور خود۔ خود کیا کر رہی ہو تم۔ زندگی میں پہلی بار ایک خوشی تمہارے در پر دستک دے رہی ہے تو تم اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال کر خود کو یہ باور کرانے کی ناکام کوشش کر رہی ہو کہ دل میں کوئی مسافر آ کر نہیں رہتا۔ آخر کیوں زرمین۔ کس خوف کے زیر اثر ہو تم۔ کیوں اپنے سائے سے بھی خوفزدہ ہوتی ہو۔ مجھے بتاتی کیوں نہیں۔ آخر کس کا ڈر ہے تمہارے اندر جو تمہیں خواب دیکھنے سے روک رہا ہے۔ اچھے اور حسین سپنے بننے سے باز رکھ رہا ہے۔"

آج شرمین وہی سوال لئے مقابل آ بیٹھی تھی جس سے نظریں بچاتے ہوئے اسے ڈھائی سال ہو رہے تھے۔ اپنی فیصلے کی وہ صلیب جو وہ اتنے ماہ و سال گزرنے کے باوجود اکیلی تن تنہا اپنے ناتواں شانوں پر اٹھائے پھر رہی تھی اس کی احتیاط پسندی میں آج تک مخفی تھی حقیقت تو یہ تھی کہ ایسا وہ خود ظاہر کرتی تھی وگرنہ شرمین سمیت اس کی قریبی دوستیں بھی اکثر اسے ٹوکتی تھیں کہ آخر وہ اپنے خوابوں کے بارے میں ان سے کچھ ڈسکس کیوں نہیں کرتی۔

بھلا اتنی کامنی پیاری لڑکی جس کے چہرے پر سجی بے تحاشا خوبصورت آنکھیں لمحے بھر کے لئے مخاطب کو چونکانے پر مجبور کر دیں۔ کیا وہ خواب نہیں دیکھتی ہوں گی؟

کیا زندگی کی طویل شاہراہ پر ساتھ چلنے والے ہمسفر کا کوئی نقشہ اس کی آنکھوں کی پتلیوں اس کے پردہ تصور پر نہیں ابھرتا ہو گا؟

کیا ایسا ممکن تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایسے کتنے ہی سوال اس نے ان گنت لبوں سے سنے اور بے حساب آنکھوں میں پڑھے تھے بلکہ انہیں آسانی سے ٹالا بھی تھا۔ مگر آج شرمین کے تیور قطعی تھے۔

”بولو نا۔ کیا بات ہو گئی ہے ایسی کہ تم یوں سراسیمہ نظر آ رہی ہو۔ جبکہ اس روز احد کے یہاں کتنی الوہی تھی تمہاری آنکھوں میں۔ یقیناً“ وہاں موجود کسی کی شخصیت کا اعجاز تھی وہ خوشی۔ مگر اب کیا ہو گیا ہے؟“

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ شرمین کو کیسے بتائے کہ ابی نے اس کی زندگی کی لگام ایزد ہمدانی کے ہاتھ میں دینے کا اٹل فیصلہ کر رکھا ہے۔ ایسا وہ کب سے چاہتے تھے اتنا تو اسے خود بھی معلوم نہ تھا۔

البتہ ابی کی مہربانیوں اور نوازشوں کے دائرے ایزد کے گرد پھیلتے دیکھ کر وہ اکثر حیرانی سے سوچا کرتی کہ ابی جیسے لوگ جو کہ کاروباری مفاد اور نظریاتی اختلافات پر اپنے اتنے اچھے دوست سلیمان گردیزی کو چھوڑ سکتے ہیں۔ ایک معذور ہو جانے والے بزنس پارٹنر کے بیٹے کے لئے اتنی جگہ ان کے دل میں بنا کسی غرض اور بغیر کسی وجہ کے پیدا ہو سکتی ہے۔

سلیمان انکل اسے بہت اچھے لگتے تھے کبھی کبھار ان کا یاور ہاؤس آنا ہوتا تو مخصوص محبت سے اس کا حال پوچھنا اسے بہت اچھا لگتا تھا۔ ابی کے پاس اتنی فرصت کبھی نہیں رہی تھی کہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ بیٹھ کر ان سے ڈسکس کرتے یا ان کے مشاغل ہی پوچھتے۔ جبکہ امی جی کے تیور ابی کے ساتھ باہمی ہم آہنگی نہ ہونے کے سبب اکثر بگڑے ہی رہتے تھے۔ غصہ ابی پر ہو تا تو نکلتا ان پر تھا۔

لہٰذا بہت بچپن سے ہی اسے اکیلے اور دور دور رہنے کی عادت پڑ گئی تھی۔ جب تک شرمین اتنی سمجھدار نہ ہوئی کہ وہ اس کے ساتھ اپنی حساس سوچوں کو شیئر کرتی‘ وہ اپنی خود ساختہ تنہائی کو دیرینہ دوست سمجھ کر اس سے لپٹی رہی۔ پھر دھیرے دھیرے شرمین بھی اپنا بچپنا چھوڑ کر گھر کے گھٹے ہوئے ماحول کے باعث حساسیت کے دائرے میں سمٹنے لگی۔

ایسے میں جبکہ گھر میں وہ فطری حقوق اور پیدائشی تقاضوں کی تکمیل کے لئے اپنے والدین کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے پر مجبور تھیں‘ سلیمان انکل کا وجود اور اس وجود سے پھوٹتی شفقت اسے بے حد اچھی لگتی۔ شرمین تو ابی کے ساتھ ساتھ ان کے ہر دوست ہر ملنے ملانے والے سے بدکنے لگی تھی۔ مگر اس کے احترام میں موت اس کے قدم ہمیشہ روک لیتی۔ اکثر ایسا ہوتا کہ لان کی سیڑھیوں پر وہ ہوم ورک کرنے میں منہمک یا کچھ سوچ رہی ہوتی ان کی آمد اسے خوش کر جاتی۔

خود وہ بھی تو اسے کتنی محبت سے نوازتے تھے۔ انہیں بیٹیاں اچھی لگتی تھیں جبکہ اسی نعمت و رحمت سے قسمت نے انہیں محروم رکھا تھا۔ لہٰذا اپنی چاہت کا اظہار وہ بے اختیار اس سے کرتے۔ بالخصوص ان کا جملہ

”یاور تمہاری گڑیا جیسی اگر ایک بھی بیٹی مجھے اللہ تعالیٰ دے دیتا تو مجھے زندگی سے کوئی شکوہ نہیں رہتا۔“

بڑی حسرت سے وہ کہتے تھے اور جواباً ”ابی کا سرسری لاپرواہی اور قدرے تحقیر سے بھرا جواب اسے شرم سے زمین میں گاڑ ڈالتا۔

”ارے چھوڑو سلیمان۔ یہ بیٹیاں بھی محض Liablity (ذمہ داری) ہوتی ہیں۔ خواہ مخواہ کا بوجھ۔ سوائے دکھ کے کچھ نہیں دیتیں۔ پیدا ہوتے ہی والدین کے کاندھوں پر بار گراں بن کر تمام عمر تھکاتی ہیں اور جب اٹھ جاتی ہیں جب بھی جہیز کے نام پر اتنا کچھ لے جاتی ہیں کہ گھر خالی کرنے پڑتے ہیں۔“

ان کے لہجے میں رعونت اور سفاکی ہوتی تھی۔ وہ خجالت سے سرخ پڑ جاتی۔

”پلیز یاور ایسے تو نہ کہو۔ بیٹیاں تو لینے کا حق لے کر پیدا ہوتی ہیں۔ کانچ جیسی یہ گڑیاں امانت ہوتی ہیں دوسروں کی۔ ارے ان کو تو جان سے بڑھ کر عزیز رکھا جاتا ہے۔“ سلیمان بڑی تندہی سے ان کا دفاع کرتے۔

”تمہاری نہیں ہیں اسی لئے تم ایسا کہہ رہے ہو۔ تمہیں تو اپنا بازو بنانے کے لئے بیٹا مل گیا ہے نا۔ اس لئے تمہیں اندازہ نہیں کہ بیٹیوں کی موجودگی کیسے راتوں کی نیند اڑا جاتی ہے۔“

سلیمان کے دفاع پر ان کا لاپروا لہجہ‘ تفکر میں ڈوبنے لگتا تو وہ مرے مرے قدموں سے اپنے کمرے میں آتی۔ جہاں یہ خیال کہ ابی ان کے بارے میں متردد رہتے ہیں ان کی فکر کرتے ہیں دل کو خوش کن خیال

www.iqbalkalmati.blogspot.com

محسوس کرتا ہوں یہ دکھ کہ وہ محض ایک بوجھ اور ذمہ داری ہیں اس کے اندر اداسی کے ڈیرے جمنے لگتے۔ گویا ابی اپنی محبت میں کچھ نہیں سوچتے تھے بلکہ محض ان کی ذمہ داری سے نجات پانے کا خیال انہیں ان کی یاد دلاتا تھا۔

ثرمین اکثر دیکھتی کہ سلمان انکل کی آمد پر وہ پہلے بہت خوش ہوتی اور پھر نجانے کیوں یکدم بہت سے آنسو اس کی آنکھوں میں ٹھہرنے لگتے تھے۔

یوں ہی بہت سے دن بڑی تیزی سے گزرتے چلے گئے اور جب وہ محض میٹرک کی اسٹوڈنٹ تھی ابی اور سلمان انکل کے درمیان اختلافات نے کچھ اس طرح جڑ پکڑی کہ سوائے بزنس علیحدہ کرنے کے کوئی چارہ نہ تھا۔ ابی بلیک منی کما کر وائٹ کرنے کے طریقے سوچنے کی کوشش کرنے لگے تھے جبکہ سلمان صاحب کو اصولوں پر سودے بازی منظور نہ تھی چنانچہ چند دنوں کی گمبھیر بحث کے بعد سلمان صاحب نے اپنے شیئرز بیچ دینے کا فیصلہ کرلیا۔ اور جلد ہی ابی نے ان کے پیسے ان کو لوٹا کر تمام کاروبار اپنے تصرف اور اپنے اختیار میں کرلیا۔

وقت کچھ اور گزرا اور جب بزنس مزید بڑھا اور مزید ترقی کی راہیں کھلیں ایزد کے والد کے ہمراہ دوبارہ ان کی پارٹنر شپ ہوگئی۔ اب ان کا شمار شہر کے نامور اور بڑے کاروباری لوگوں میں ہونے لگا تھا لہٰذا پیسہ بڑھانے کے گئے ناجائز طریقے چھوڑ کر انہوں نے وہی انداز اپنا لئے جیسا کہ جدی پشتی رئیسوں کے ہوا کرتے ہیں۔

ہمدانی صاحب سے ان کے مراسم بہت خوشگوار رہے شاید جس کاروباری موڑ پر وہ ان سے ملے تھے اب ابی کے اطوار بھی ان ہی کی مانند ہوگئے تھے یعنی ٹھیک اور اچھا کام کرنا۔ ان دنوں ایزد غالباً" پڑھ رہا تھا کہ اچانک ہمدانی صاحب ایک کار ایکسیڈنٹ کے نتیجے میں وہیل چیئر تک محدود ہو کر رہ گئے۔

بڑا کڑا وقت تھا وہ ایزد کے لئے بھی اور یاور صاحب کے لئے کہ ہمدانی کے بغیر بزنس کو بالکل پہلے کی طرح سنبھال رکھنا گراں تھا مگر ایزد کی سمجھ بوجھ نے جلد ہی ہمدانی صاحب کی کمی کو پورا کرنا شروع کردیا۔

یاور صاحب جو کاروباری صفات اپنے بیٹے سمیر میں دیکھنے کے خواہاں تھے وہ انہیں ایزد میں نظر آرہی تھیں۔ یہ وہ اوصاف تھے جنہوں نے جلد ہی ایزد کو ان کی گڈ بکس میں سرفہرست لا کھڑا کیا۔

کم عمری اور ناتجربہ کاری کے باوجود وہ ایک مکمل بزنس مین تھا۔ آگے بڑھنے اور پا لینے کی خواہش سب میں ممتاز کرتی تھی۔ شاید اس لئے کہ اس کے پاس ایک مضبوط اور تابناک کاروباری پس منظر تھا۔ اور کچھ اپنے والد کی اچانک معذوری کے باعث ان کی آنکھوں میں سجے خوابوں کی کرچیاں اسے بھی چبھنے لگی تھیں لہٰذا ان سپنوں کو زندہ تعبیر کرنے کا بیڑہ اٹھا کر جب وہ چلا تو منزل پر جا کر ہی دم لینے کی ٹھانی تھی۔

ایزد کے لئے ان کی پسندیدگی کا گراف دن بدن بڑھتا جا رہا تھا اور اس کا اظہار وقتاً"فوقتاً" ان کی گفتگو سے ہونے لگا تھا۔ سمیر کی بے اعتدالیوں پر اسے بے نقط سناتے ہوئے اس سے بازپرس کرتے ہوئے وہ ایزد کی مثال دینا نہ بھولتے۔ ایسے میں جو تفاخر ان کے لہجے میں ایزد کے لئے ہوتا اسے ایک استاد کی وہ خوشی نہیں کہا جا سکتا تھا جو کہ اپنے کسی شاگرد کو کامیابی حاصل کرتے دیکھ کر چہرے پر در آتی ہے۔

بلکہ یہ مسرت تو جیسے کوئی فیصلہ کرنے کی ہوتی۔ اکثر ہی وہ سمیر کا اس سے مقابلہ کرتے رہتے تھے جس سے دھیرے دھیرے گھر میں موجود چاروں نفوس اس نام سے ہی چڑنے لگے تھے۔ خصوصاً" وہ تینوں بہن بھائی۔

اور پھر ایک روز اچانک وہ گھر آگیا۔ حسب معمول وہ لان کی سیڑھیوں پر بیٹھی ڈھلتی شام کے ملگجے اجالے کو الوداع کر رہی تھی۔ آسمان کا ایک کنارہ سرخ ہو کر کسی آنچل کی مانند نظر آرہا تھا کہ ایسے میں اس کی آمد اسے متوجہ کر گئی۔

"یاور انکل ہیں۔"

اس کے سامنے آکر وہ رک کر بڑی سنجیدگی سے سوال کر رہا تھا۔ وہ سٹپٹا کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ مالی باہر کے پودوں کو پانی دینے پائپ لے کر باہر نکلا تو گیٹ کھلا چھوڑ گیا تھا۔

"جی۔۔۔؟"

حسب عادت اپنے انہماک کے ٹوٹنے پر وہ خود کو اتنی جلد کمپوز نہیں کر سکی تھی۔ سوالیہ حیرانی سے اسے دیکھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"میں یاور انکل کا پوچھ رہا ہوں۔ انہیں جا کر اطلاع دیجئے۔ ایزد آیا ہے۔"

وہ خاصا اکتایا ہوا تھا۔ وہ ایزد کے نام پر بری طرح چونک گئی۔

"اوہ۔ تو یہ ہیں ایزد صاحب۔"

وہ اسے دیکھ کر در حقیقت خاصی حیران ہوئی تھی۔ ابی نے جو نقشہ اس کا کھینچا تھا اس سے تو ان سب کے ذہن میں وہ ایک پختہ عمر کا ایسا سمجھدار زیرک اور تجربہ کار بزنس مین تھا جس کی تگ و دو کی داستانیں اس کے چہرے پر جھریوں کی صورت تحریر ہونی چاہئے تھیں جبکہ وہ اس تصور کے قطعی برعکس کافی متین مگر کم عمر لڑکا تھا۔

ابی اس وقت سو رہے تھے چھٹی کے روز ان کے وہ اوقات کار جس میں عام دنوں میں وہ آفس گئے ہوتے چھٹی کے باعث آرام کی نذر کیے جاتے۔ سونے اور ضروری فائلوں کے مطالعے کے علاوہ بہت کم کام وہ ان دنوں کرتے تھے۔ البتہ کاروباری ملاقاتیں اس سے مستثنیٰ تھیں۔ ان کے لئے ان کے پاس وقت ہی وقت تھا۔ انہیں سوتے سے جگانا سخت ناگوار گزرتا تھا۔ لہٰذا وہ امی جی کے پاس چلی آئی۔

"امی جی ابی سے ملنے کوئی ایزد صاحب آئے ہیں۔ بتایئے کیا جواب دوں۔"

گو کہ اندازہ تھا کہ امی جی سے سوائے بیزار کن رویے کے کچھ نہیں ملنے کا مگر ان سے پوچھنا ضروری تھا۔ متذبذب سا سوال کر کے وہ چپ ہو گئی۔

"ان کے مہمان ہیں جا کر انہیں اٹھاؤ مجھے کیا بتا رہی ہو۔ ان کے پاس ہمارے لئے تو وقت نہیں لیکن ایرے غیروں کے لئے تو لمحوں کا سمندر ہے لٹانے بیٹھ جائیں گے فوراً" "پیسہ جمع کرنے کے علاوہ اس شخص نے آج تک کیا ہی کیا ہے؟۔"

حسب توقع امی جی ابی پر برسی تھیں۔ آج ابی سے جانے کس بات پر صبح ہی صبح جھڑپ ہوئی تھی۔ وہ اندر کچن میں خانساماں کے پاس تھی اس لئے معلوم نہ ہو سکا۔ میرے متعلق شاید کوئی بات تھی۔ شرمین تو لڑائی شروع ہوتے ہی ٹیبل چھوڑ کر کافی کا مگ اپنے کمرے میں لے گئی تھی لہٰذا اسے کچھ خاص معلومات نہ ہو سکیں۔

تاہم جب باہر نکلی تو دونوں کیل کانٹوں سے لیس ہو چکے تھے گھمسان کا رن پڑا تھا کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔

وہ گھبرا کر شرمین کے کمرے میں چلی آئی جو کہ بظاہر میگزین میں دھیان لگائے ہوئے تھی۔ کتنی ہی دیر وہ لرزتی کانپتی شرمین کی نصیحتوں کے نرغے میں رہی جب خاموشی چھائی تو باہر جھانکا۔

اب کھانے پینے کا کس کا موڈ تھا۔ پورا دن ہی سستی میں گزر گیا۔ نہ پڑھنے کا دل چاہا نہ لکھنے کا تو وہ شام ہوتے سے پہلے لان میں نکل آئی تھی اور اب جب ایزد کا پیغام لے کر اندر گئی تو معلوم ہوا کہ صبح کی غیر اعلانیہ جنگ کی تباہ کاریاں اس وقت بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھیں۔

ان کا کاٹ دار لہجہ ابی کے موضوع پر اسی طرح تیکھا اور تنفر سے بھرپور ہو جاتا تھا۔ وہ متذبذب کھڑی تھی کہ کیا کرے کہ ذرا دیر انتظار کے بعد ایزد خود ہی لاؤنج تک چلا آیا تھا۔ غالباً "اسے کوئی ضروری کام تھا ابی سے۔

لاؤنج کا جالی دار دروازہ ناک کر کے وہ ذرا سا رکا دستک پر جب امی جی نے گردن گھما کر اسے دیکھا تو نرمین کی طرح وہ بھی حیران رہ گئیں۔

"ارے اتنا ینگ شخص ہے ایزد ہمدانی۔"

ان کا رد عمل فطری اور ان کے تصور کے منافی تھا۔ ایزد نے انہیں اپنی طرف حیرت سے دیکھتے ہوئے پایا تو فوراً متانت سے سلام کر کے پروقار طریقے سے ان کے سامنے چلا آیا۔

"ان فیکٹ مجھے یاور انکل سے بے حد ضروری کام ہے۔ وقت کم تھا اس لئے میں خود اندر چلا آیا۔"

عجلت اس کے ہر انداز سے عیاں تھی' امی جی کو سامنے پا کر اس نے سنجیدگی سے اپنے آنے کا مقصد ان کے گوش گزار کیا۔

"آیئے بیٹھئے بیٹا۔ میں ابھی انہیں بلواتی ہوں۔"

اور وہ جو سوچ رہی تھی کہ اب امی جی اس کی "عزت افزائی" میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں گی' اپنے تیکھے لہجے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ے اتنا ذلیل کریں گی کہ وہ دوبارہ اس گھر میں داخل نہ ہو سکے اس وقت بے تحاشا تعجب سی ساکت رہ گئی۔
ال یہ انداز گفتگو۔ یہ ملائمت و مروت۔ وہ بھی ابی کے مہمان کے لئے۔ جن کی آمد پر ہمیشہ ہی وہ ناک بھوں چڑھاتے ہوئے ملتی تھیں۔

حیرت سے وہ بے ہوش ہونے کو تھی۔ اور یہ استعجاب اس وقت دوچند ہو گیا جب انہوں نے ملازم کو بلا کر ابی کو ائے اور ایک طرف ساکت کھڑی حیران ہوتی شرمین کو مخاطب کیا۔

"زمین جاؤ چائے کا بندوبست کرو۔"

وہ مزید وہاں رکتی تو شاید حیرت سے بے ہوش ہو جاتی اس لئے پہلی فرصت میں منظر سے غائب ہو گئی۔

امی جی کو بمشکل ہی لوگ پسند آتے تھے اور جب ان کی نظر پسندیدگی کسی پر رک جاتی تو اس کے ساتھ ان کا رویہ ایسا ہی ہوتا جیسا کہ اس لمحے ایزد کے ساتھ تھا۔

وہ زمین کو تمام بات بتاتے ہوئے کتنی حیران، کتنی ایکسائٹڈ تھی مگر جلد ہی اس کی یہ حیرت اور ایکسائٹمنٹ ختم ہو گئی۔ ایک روز ابی اور امی جی کئی مہینوں بعد خوشگوار موڈ میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ان کی گفتگو نے اسے ساکت کر دیا۔

زمین فرحت عباس شاہ کی "صحرا خرید لائے" ہیں لے کر باہر لان میں جانے کے لئے لونگ روم کے پاس سے گزری تو اپنے نام کا تذکرہ سن کر بے اختیار رک گئی۔ اور اسی روز اسے ابی کی زبانی اس بات کا علم ہوا کہ وہ ایزد اور اس کی شادی کرنے کے خواہاں ہیں۔

اس کے دل کی دھڑکن اس لمحے بے حد تیز ہو گئی تھی جانے امی جی حسب عادت اب کس طرح ابی سے اختلاف کریں گی۔ جیسا کہ ہمیشہ ہوتا آ رہا تھا۔ سالوں مہینوں میں وہ ایک ساتھ خوشگوار موڈ میں بیٹھتے اور پھر اچانک کسی نہ کسی بات پر ان کے درمیان متنازعہ گفتگو چھڑ جاتی۔ اور پھر وہی ڈھاک کے تین پات ہوتے یعنی امی جی ادھر اور ابی ادھر۔

مگر اس لمحے ایسا کچھ بھی نہ ہوا۔ اس کا گوش بر آواز وجود اس لمحے بالکل ڈھیلا پڑ گیا جب امی جی کا ٹھہرا ہوا لہجہ اس کے کان میں گونجا۔

"لڑکا تو واقعی بے حد اچھا ہے مگر کیا آپ کے دوست ہمدانی صاحب اس رشتے پر راضی ہوں گے۔"

"کیا مطلب۔؟" یاور صاحب نے بھنویں سکیڑ کر پوچھا تھا۔

"مطلب یہ کہ کہیں ان کا خیال کسی اور طرف۔ آخر کو اکلوتا بیٹا ہے۔" امی جی نے اپنے کسی خدشے کے تحت کچھ جھجکتے ہوئے کہا تھا۔ جس پر یاور صاحب نے گہری سانس بھری۔

"ہمدانی کو اس رشتے پر راضی ہونا ہی پڑے گا۔ یہ ہی اس کے مفاد میں بہتر ہے۔ ویسے بھی زمین میں کوئی کمی نہیں۔ ایزد کے ساتھ اس کا جوڑ ہر لحاظ سے بہتر رہے گا۔"

امی جی کی بات پر جس زعم سے ابی نے یہ جملہ ادا کیا وہ باہر کھڑی کانپ سی گئی۔ بغیر اس کے دل کی بات جانے ابی اس سکون سے فیصلہ سنا گئے تھے۔ افسوس کی بات تو یہ تھی کہ جن کی زندگی کے یہ اہم فیصلے تھے ان کی رائے تو کیا ان کو تو اس معاملے کے بارے میں بتانے کے بھی ابی روادار نہیں تھے۔ ابی کے لہجے میں اس کی ذات کے لئے ستائش سے زیادہ تفاخر تھا لمحے بھر کے لئے دل میں خوشی کی لہر اٹھی۔ اپنا آپ کتنا معتبر لگا، مگر اگلے لمحے اپنے فطری اور مذہبی حق کے پائمال پر وہ آزردہ ہو گئی۔

کیونکہ یہ تو طے تھا کہ اسے ایزد ہمدانی کی شخصیت نے ان معنوں میں متاثر نہیں کیا تھا کہ اسے اپنے جیون ساتھی کی صورت میں دیکھ کر اسے کوئی خاص خوشی ہوتی بلکہ کسی حد تک وہ اس سے ڈرتی رہی تھی۔ وہ تھا بھی تو ابی کی طرح۔ تند لہجے اور تناؤ سے بھرپور اس کے تیور زمین کے دل میں اس کا امیج محض ایک خود سر اور گھمنڈی شخص جیسا بنا گئے تھے۔ اس پر مستزاد اس کا سنجیدہ اور کھردرا انداز گفتگو۔

اس نے اپنے شریک سفر کا کوئی خاکہ نہیں تراشا تھا کیونکہ ابی کی جو شخصیت اس کے سامنے تھی اس نے تو اسے شادی سے ہی خوفزدہ کر رکھا تھا امی جی کا تیکھا مزاج اور ابی کا حاکمانہ پن دل میں ارمان جاگتے بھی تو کیسے۔ رہی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سی کسر سمیر کے بے حس رویے نے پوری کردی اور مرد ذات سے اس کا اعتبار رشتے کے نکتہ نظر سے کم ہو۔
وہ سوچتی اگر ابی ایسے نہ ہوتے خشک، سفاک اور بے درد تو شاید امی جی کا رویہ بھی ان سب کے ساتھ بہتر
کے بعد دیگرے دو بیٹیوں کی پیدائش پر جو طعنے سسرال اور شوہر کی طرف سے ملے اس نے انہیں مزید بیٹیوں
بدل کردیا۔ ایسے میں اگر سمیر ان کی گود میں نہ آتا تو وہ مزید درشت بھی ہوسکتی تھیں۔

ابی کو بھی کوئی خاص پروانہ تھی عورت خواہ کسی رشتے سے ان کی زندگی میں آئی انہوں نے اسے کبھی
دینے کی ضرورت نہ سمجھی اپنی بیٹیوں کے ساتھ بھی ان کا بڑا اکھڑا رویہ ہوتا تھا۔

ایسے میں ایزد جو کہ ابی کا منظور نظر تھا اسے ابی ہی کا پرتو لگتا۔ پھر بھلا اس کے لئے دل میں گنجائش کر
پیدا ہوسکتی تھی بلکہ جس روز سے ابی کے اس فیصلے کا علم ہوا تھا ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اسے ایسا لگتا جیسے
پھندا اس کے گلے میں پھنستا جارہا ہے۔ ایزد کو بنا کسی عذر کے قبول کرنا اس کے لئے ضروری تھا اور یہ وہ م
جہاں شرمین بھی اس کی کوئی مدد نہیں کرسکتی تھی اسے یقین تھا۔ اسی لئے اس سے کچھ کہتے ہوئے وہ
جھجھک جاتی تھی۔

مگر ان تمام باتوں کے باوجود وہ دل کو سمجھانے پر کمربستہ رہتی تھی اور اس کوشش میں وہ کسی حد تک کا
بھی ہوجاتی اگر جو سمعان کی ساحر آنکھیں اس کی راہ میں نہ آجاتیں گو کہ وہ اب بھی خود کو ابی کے وضع
اصولوں پر چلانے کی سعی لاحاصل میں لگی ہوئی تھی ایزد کو قبول کرنے کی اس کی کوئی کوشش اور دل کو منا
کوئی دعا بار آور نہیں ہورہی تھی۔

جب دل ہی نہ چاہے تو دعا میں اثر کہاں

کے مصداق وہ اندرونی جنگ کرنے میں ہلکان ہورہی تھی شرمین کے سوال نے اس کے زخم کھرچ
دیئے۔ اسے لگا جیسے وہ ابی کے فیصلے کا بوجھ اکیلے اٹھا نہیں سکے گی۔ جبھی شرمین کے شانے پر سر رکھ کر بے
رودی اور آنسوؤں کے ساتھ دھیرے دھیرے لفظ بھی اس کی گرفت سے نکلتے چلے گئے۔

● ● ●

نرمین کی دو دن کی غیر حاضری نے اسے خاصا پریشان کر ڈالا تھا۔ جتنا خوش وہ اس روز وہ اس کی بے اختیا
ہوا تھا۔ اتنا ہی غصہ اسے اس کی اس حماقت پر آرہا تھا۔ اچھی طرح اندازہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو آشکار اور عیا
جانے کی سزا دے رہی ہوگی۔ خود کو بھی اور اس کو بھی۔ جبھی دو دن سے بغیر اطلاع کے غائب تھی۔

اس نے سوچا بھی کہ ارم سے کہہ کر اس کے بارے میں معلومات کروائے مگر پھر خود ہی اس خیال سے ر
کہ اس کے آنے پر ہی باز پرس کی جائے گی تو بہتر ہوگا۔ البتہ اس کی ان دو دنوں کی غیر حاضری کا یہ فائدہ ضرور
اس نے ماما سے قدرے جھجکتے ہوئے "یاور ہاؤس" جانے کی بات کرلی۔ کہ بہر حال اب کافی دیر ہوچکی تھی او
بھی جس اظہار کا وہ منتظر تھا وہ نرمین کی اس بے اختیاری کیفیت نے کردیا تھا۔ گو کہ لفظی اظہار تو نہیں تھا
معاملوں میں اس کی ضرورت بھی نہ تھی۔

جو ان کہے لفظ اس کی آنکھوں میں تحریر تھے ان کے لئے اس کی ضرورت تھی۔ ویسے بھی ان دنوں میں ا
اس لڑکی کو پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ جو اپنے آپ کو سات تہوں میں چھپا کر رکھنے پر کمربستہ تھی۔ نجانے کیا خوف
اسے۔

"ہوں تو گویا فیصلہ ہوگیا....؟"

ماما نے اس کی فرمائش پر شوخی سے ہنستے ہوئے کہا تو وہ سر کھجا کر مسکرا دیا۔

"فیصلہ تو بہت پہلے ہوچکا تھا ماما۔ اب تو محض آپ لوگوں کی اجازت چاہئے تھی۔"

اس کا موڈ اس موضوع پر بات کرتے ہوئے حد سے زیادہ خوشگوار تھا۔

مسز سلمان محسوس کئے بنا نہ رہ سکیں ماں تو بچوں کی آنکھیں پڑھ لیتی ہے جبکہ اس وقت تو سمعان کا اک
انداز اندرونی مسرت کا غماز تھا۔ خوشی چہرے سے مترشح تھی۔ وہ بھی اس کی بات پر ہنس دیں۔

گولف کے اس سبزہ زار گراؤنڈ پر درختوں کے پاس وہ دونوں بیٹھے باتیں کررہے تھے سیفی اس وقت

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ساتھ اسٹروک لگانا سیکھ رہا تھا۔ اس نے دور سے ہی سمعان کو ہاتھ ہلایا جواباً" وہ بھی اسے ہاتھ سے "کیپ اٹ اپ" (Keepitup) کا اشارہ کرتے ہوئے دوبارہ ماما کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ہلکی ہلکی خنک ہوا میں یہاں بیٹھنا اچھا لگ رہا تھا۔

"کیا آپ نے پاپا سے بات کی تھی اس سلسلے میں۔"

ماما کے تیزی سے حرکت کرتے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے اس نے سوال کیا تھا۔

"ہوں۔"

مختصر جواب دے کر وہ چپ ہوئی تھیں مگر جب وہ ہنوز ان کے بولنے کا منتظر رہا تو پھر کہنے لگیں۔

"انہیں تمہارے فیصلے پر بہت خوشی ہوئی ہے مگر فی الحال وہ یہ ہی چاہتے ہیں کہ پہلے یاور صاحب سے غیر رسمی طور پر مل لیا جائے۔ رسمی اور باضابطہ گفتگو بعد میں کی جائے کیونکہ اب ان کے خیالات میں کیا کوئی تغیر یا تبدل آیا ہے یہ دیکھے بغیر دست سوال دراز کرنے میں ہمارے لفظوں کا بھرم بھی کھو سکتا ہے۔"

اس کو کئی دن پہلے آس کے جو جگنو ماما نے تھمائے تھے وہ یکدم فضائے بسیط کے حوالے کرتے ہوئے وہ بے حد سنجیدگی اور صاف گوئی کا سہارا لیتے ہوئے حقیقت کے اس پہلو سے بھی متعارف کرا رہی تھیں جس کو نرمین کی ذات کھوجنے میں وہ لاشعوری طور پر نظرانداز کر گیا تھا۔

"اوف۔" گہری سانس لیتے ہوئے اس نے دونوں ہاتھوں کو آپس میں جکڑ کر ماتھا ان پر ٹکا دیا۔ واقعی محبت کرنا اور نبھانا بلکہ اسے پانا بھی آسان نہیں ہوتا۔

"کم آن سمعان بیٹا۔ میں نے تمہیں مایوس اور دل شکستہ ہونے کے لئے تو نہیں کہا۔ تمہارے پاپا کی بات کا مطلب یہ تو نہیں کہ یاور صاحب انکار کریں گے بلکہ وہ تو محض حالات کا جائزہ لینے کے لئے ان سے ملنا چاہ رہے ہیں۔ اسی سلسلے میں انہوں نے یاور صاحب کے کلب کی ممبر شپ بھی دوبارہ جوائن کر لی ہے تاکہ از سر نو ان سے راہ و رسم بڑھائی جا سکے۔ تم سمجھ رہے ہو نا میری بات۔"

اس کے اس طرح سنجیدگی میں ڈوب کر بیٹھ جانے پر وہ بے اختیار اس کی دلجوئی کرتے ہوئے بولی تھیں وہ دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ کتنا تردد تھا ماما کی آنکھوں میں اس کے لئے۔ اس کے خوابوں کو تعبیر دینا تو گویا ان کا فرض اولین تھا۔

"در حقیقت اس طرح ایکدم سے پروپوزل لے جانے پر نرمین ۔۔۔۔ یہی نام ہے نا اس کا۔"

ذرا سا رک کر سوال کیا اور پھر اس کی خاموشی کو اثبات جان کر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ اسے ٹھنڈے لہجے میں سمجھانے لگیں۔

"اس طرح اس کی پوزیشن تھوڑی سی آکورڈ ہو سکتی ہے۔ یاور صاحب یقیناً" جانتے ہوں گے کہ وہ سلمان کے اسکول میں جاب کرتی ہے۔ تمہارے متعلق تو انہیں علم ہی ہے ایسے میں جبکہ میں نے اسے کئی سالوں سے دیکھا بھی نہیں پروپوز کر دینا صاف ظاہر کرتا ہے کہ اس سارے معاملے میں تم بھی سینٹ پر سینٹ انوالو ہو۔ اور بقول تمہارے پاپا کہ یاور صاحب ذرا الگ مزاج کے انسان ہیں جن کے نزدیک لو میرج بے حیائی کا ایک دروازہ ہے جو وہ اپنے خاندان میں کسی کے لئے کھولنے پر راضی نہیں۔ غالباً" اپنی پسند کی شادی ان کے خاندان میں جرم سمجھی جاتی ہے۔ شاید اسی لئے آج تک وہ اس خواہش کی سزا اپنی بیوی کو۔ خیر یہ بات جانے دو۔"

روانی میں وہ جانے کیا کیا گوہر افشانیاں کرتی چلی گئی تھیں اور اسے آج احساس ہوا کہ آخر وہ دونوں بہنیں دل و نظر کے تقاضوں سے کیوں منہ چھپاتی ہیں۔ کس خوف نے ان کو پابہ زنجیر کر رکھا ہے۔ تو یہ تھا اصل مسئلہ۔ یعنی ان کی لگامیں یاور صاحب کے ہاتھوں میں ہیں جبھی وہ اپنے من پسند راستوں پر چلنے کی خواہش رکھتے ہوئے بھی ان راہوں کی مسافر بننے پر مجبور ہیں جو ان کے لئے طے کر دیئے گئے ہیں۔

گویا اسی "سزا" کے خوف سے وہ اس قدر سہمی رہتی ہے کہ اس روز فرہاد کے گھر اس بے اختیاری کے نتیجے میں کھل جانے والے اس راز کو چھپانے کے لئے وہ پھر سے اپنے خول کو جوڑنے میں لگ گئی ہے یقیناً" اسی لئے اس کے سامنے آنے سے گریزاں دو دن سے اسکول نہیں آ رہی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ماما کی بات پر وہ چپ چاپ بیٹھ کر پچھلے دنوں کے تانے بانے جوڑتے ہوئے نرمین کی ذات کا جگ سا پزل حل کر رہا تھا۔

"بٹ ڈونٹ وری مائی چائلڈ۔ ہم اپنے بیٹے کی خواہش انشاءاللہ العزیز ضرور پوری کریں گے۔"

پاپا جانے کب سیفی سمیت وہاں آچکے تھے وہ اس وقت چونکا جب اس کے شانے کو دوستانہ انداز میں تھپتھپاتے ہوئے انہوں نے ہنس کر فریش لہجے میں یقین سے کہا۔

اور باوجود اپنی تمام تر دوستی کے وہ اس لمحے بے ساختہ جھینپ کر مسکرا دیا۔ سیفی کی شرارتی آنکھیں بھی شوخی سے ہنس رہی تھیں ماما اس کو محبت سے دیکھتے ہوئے مسکراتی ہوئی کھڑی ہو گئیں۔

"چلو بھئی یہ تو ڈن ہو گیا کہ ہماری بہو کون بنے گی۔ اب فی الفور یہ بھی فیصلہ کر لیا جائے کہ اس خوشی کو کہاں ڈنر کر کے سیلی بریٹ کرنا ہے۔"

وہ شاید اسے سوچوں کے اندھے غار سے نکالنا چاہ رہے تھے ماما کی بات پر سیفی نے ہنو ہنو کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔

"We would some chinese" (وی وڈ سم چائنیز۔) سیفی کی فرمائش تھی۔ پاپا نے فوراً "شانے اچکا کر والٹ خالی ہونے کی اطلاع دے دی۔ لہٰذا ماما کے مصنوعی غصے سے پاپا کو بچانے کے لئے اسے ہی ان تینوں کو اپنے فیورٹ ریسٹورنٹ میں لانا پڑا۔

بظاہر وہ سب کے ساتھ بولتا رہا تھا تاہم ماما کی فراہم کردہ معلومات نے اسے کافی ڈسٹرب کر دیا تھا۔ رات بھر یہی سوچتا رہا کہ کیا کرے اور یہ سوچ اس وقت مزید وسیع دائروں میں پھیل گئی جب صبح اٹینڈنس رجسٹر (Attendence Register) پر سائن کرنے نرمین بھی آئی۔ ایک دو ٹیچرز اور ساتھ تھیں البتہ سائن کر کے وہ سب پلٹ گئیں اور اپنی باری آنے پر جب وہ بیگ سے پین نکال کر آگے بڑھی تو پین نے لکھنے سے انکار کر دیا۔ سمعان کی گہری سنجیدہ نظریں اسی پر ٹکی ہوئی تھیں اس نے دیکھا بھاری پپوٹوں کی حرکت اس کے رت جگے کی غماز تھی اس پر پلکوں کی جلن اٹھتے جھکتے باقی راز بھی کھول رہی تھی۔ نرمین بیک وقت بہت نروس اور ملول لگی۔

اس نے اسے پین جھٹک کر چلنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتے دیکھا تو بغیر ایک لفظ کہے خاموشی سے اپنا پارکر آگے بڑھا دیا۔ نرمین نے چونک کر نظر اٹھائی دوسری طرف بھی تقریباً "وہی پر سوچ اور تھکی ہوئی جگار کی کہانیاں سناتی آنکھیں تھیں ڈارک براؤن اور گہری آنکھیں۔ بہ سرعت اس کی انگلیوں میں دبا پین لے کر اس نے سائن کئے اور تیزی سے باہر نکل گئی۔ نکلتے نکلتے پکار لئے جانے کا اندیشہ رہا مگر جب اس کے کمرے کی دہلیز پار کر کے بھی سمعان کی آواز سنائی نہ دی تو دل ہی دل میں دو دن کی غیر حاضری پر باز پرس کئے جانے کے سکون کے ساتھ ساتھ عجیب سی بے چینی اس کے اندر میں آسمائی تھی۔

"کیا ہے تمہارا دل نرمین؟ سودائی یا دیوانہ؟ کیوں تمہیں ایسی راہوں پر بھٹکانے کا متمنی ہے۔ جس پر چل کر منزل تو کیا منزل کا سراغ بھی کھو دو گی تم۔ مت کرو خود پر یہ ظلم۔ جس راہ چلنا نہیں اس کے کوس کیا گننا۔ مت اس سمت دیکھو جس طرف کے مناظر تمہاری بصارتوں کے لئے "شجر ممنوعہ" بنا دیئے گئے ہیں۔"

اسٹاف روم میں اپنی مخصوص نشست پہ آکر بیٹھتے ہوئے وہ خود سے لڑنے میں مصروف تھی ایسے میں اس کی ساتھی ٹیچرز اس سے کیا کہہ سن رہی تھیں اسے اندازہ نہ تھا بس ہوں ہاں میں جواب دیتے ہوئے وہ بظاہر اپنے بیگ میں جھانکتے ہوئے کچھ تلاش کرنے کا تاثر دے رہی تھی۔

● ● ●

بابر بھائی کی شادی کے ہنگامے تھے تو دعوتوں کے سلسلے چل نکلے۔ ہر جگہ ظاہر ہے پوری فیملی ہی مدعو ہوتی۔ ان دنوں چونکہ وہ بے حد خوش تھا اس لئے اپنے ارد گرد کے اس ماحول سے قطع نظر جسے وہ ہمیشہ ناپسندیدہ قرار دیتا آیا تھا آج کل وہ احد اور پاپا کی سنگت میں خاصا مسرور و مگن نظر آتا۔ نیو بھابھی سے پہلے بھی بہ حیثیت کزن اچھی علیک سلیک تھی اب اور بہتر انداز سے انڈر اسٹینڈنگ ہوتی جا رہی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ماما کی گہری نظریں اکثر اسے اپنا مطالعہ کرتی نظر آتیں۔ کبھی وہ الجھ جاتا اور کبھی جھنجھلاہٹ پس پشت ڈالتے ہوئے اپنے کام میں مگن ہو جاتا۔ اس نے محسوس کیا کہ جب وہ کسی سے محو گفتگو ہوتا ماما اس کے ایک ایک لفظ لفظ پر دھیان دے رہی ہوتی تھیں۔ اس کے ذہن میں کیا منصوبے بنتے بگڑتے رہتے تھے۔ شاید اس کا اندازہ لگانے کے لیے وہ اس کی گفتگو سنتے ہوئے گہری پر سوچ نظریں اس پر مرکوز رکھتیں اور یہ احتیاط اس وقت عروج پر ہوتی جب وہ پاپا کے پاس جا کر بیٹھتا۔ خواہ موضوع گفتگو کچھ ہی کیوں نہ ہو ماما اس وقت تک ان کے ساتھ براجمان رہتیں جب تک کہ وہ بات ختم کر کے اٹھ نہیں جاتا تھا۔

ان کی یہ روٹین خاصے اچنبھے کا باعث تھی کیونکہ ایسا بہت بار ہوا کہ وہ پاپا کے پاس جا بیٹھا اور ان کے درمیان بزنس سے متعلق یا ادھر ادھر کی کوئی بات چھڑ گئی ایسے میں ماما فوراً اٹھ جاتی تھیں۔ پاپا روکتے اور کسی صحت مند بحث میں شمولیت کے لئے انہیں دعوت بھی دیتے مگر وہ ٹال جاتیں جبکہ اب جیسے ہی وہ پاپا کے پاس آ کر بیٹھتا وہ سب کام چھوڑ کر ادھر ہی آ جاتیں۔

جانے انہیں کون سے عزائم کی فکر تھی یا شاید انہیں شک ہو گیا تھا کہ وہ ان کی مرضی کے خلاف پاپا کے ساتھ مل کر کچھ ایسا قدم ضرور اٹھانے والا ہے جو ان کے لئے قابل قبول نہیں ہو گا۔ ان کا قیاس کسی حد تک درست ہی تھا جب سے سفینہ لاج اور احتشام ہاؤس کے درمیانی فاصلے سمٹے تھے۔ سفارتی تعلقات کی یہ بحالی اس کے دل میں اپنی خوشی کی تکمیل کا ارمان پورا کرنے کی شدید متقاضی تھی۔ زوہا اس گھر میں آ جائے اب اس خواب کے حقیقت بننے کا واہمہ یقین میں بدل رہا تھا۔

وہ جانتا تھا کہ خرچے کا کوئی مسئلہ نہیں ایک سال میں تو کیا وہ ایک مہینے میں دو دو شادیاں افورڈ کر سکتے ہیں۔ اس کا اپنا بزنس بہت اچھا چل رہا تھا۔ تعلیم سے فارغ ہوئے اسے بھی عرصہ ہو چلا تھا۔ ایسے میں بابر بھائی کے بعد اب اگر اس کا ارادہ اپنا گھر بسانے کا تھا تو یہ کوئی باعث استعجاب بات نہ تھی۔

اور سچ تو یہ تھا کہ وہ اسی سلسلے میں پاپا سے بات کرنے کا خواہاں تھا مگر ماما کی موجودگی ہر بار اسے خاموش رہنے پر مجبور کر دیتی۔ تنہائی میں پاپا انہیں کیسے کنونس کرتے ہیں یہ اس کا مسئلہ نہیں تھا البتہ ماما سے دوبدو بحث و مباحثہ کرنے کا اس کا موڈ نہیں تھا۔

شاید اس لئے کہ اسے اندازہ تھا کہ ان کا طرز گفتگو یقیناً اس کے لئے ناقابل برداشت ہو گا تو دوسری طرف ثمر بیگم بھی اس کے کھرے تیکھے اور دو ٹوک انداز پر بپھر سکتی تھیں لہٰذا بہتر یہ ہو گا کہ وہ پاپا سے پہلے بات کر لے چنانچہ کسی اچھے موقع اور سازگار ماحول کا وہ منتظر تھا۔

ویسے بھی شادی کے بعد سے صرف ایک بار زوہا سے فون پر بات ہوئی تھی اور وہ یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا تھا کہ وہ خاصی الجھی الجھی ہے۔ ماما کے لیے دیئے اور قدرے حقارت آمیز رویے کا رد عمل ہی ہو سکتا تھا وہ واقف تھا اس بات سے۔ اسی لئے زوہا سے کوئی سوال نہیں کیا۔ جس بات کا جواب اس کے پاس نہ تھا اسے پوچھ کر وہ کرتا بھی کیا۔

البتہ اب یہ طے کر لیا تھا کہ اس معاملے کو بھی اب جلد ہی نمٹانا ہے اور اس سلسلے میں جب اسے احتشام ہاؤس میں ماحول سازگار نہیں لگا تو اس نے "دعلی ولاز" کا رخ کیا۔ دادا جان ہی وہ واحد شخصیت تھے جن پر وہ پاپا کے بعد اپنے مسئلے کا بوجھ لاد سکتا تھا۔

● ● ●

"یہ تمہیں کیا ضرورت تھی دادی جان سے ایسی بکواس کرنے کی۔ اور ایکا ایکی یہ اتنے سارے خوف خدشے تمہارے اندر کہاں سے آسمائے۔"

صہیبہ رات کو ٹیرس پر مدحت کے ساتھ آ بیٹھی تھی۔ کل دادی جان سے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے بعد وہ خاصی ریلیکس فیل کر رہی تھی۔ زوہا شفق کے بلانے پر آج ادھر چلی گئی تھی ویسے بھی نمیرا باجی سے ملے کافی دن ہو گئے تھے۔ اسی لئے اسے مدحت کے ساتھ تنہا بیٹھنے کا موقع مل گیا تھا۔ کافی کا مگ اسے تھماتے ہوئے مدحت نے بغیر کسی تمہید اور پیش بندی کے گفتگو کا آغاز توپ داغنے کے انداز میں کیا تو اس نے مگ لبوں سے لگاتے ہوئے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کچھ نہ سمجھنے کا تاثر دے دیا۔

"اچھا پلیز اب غلط بیانی سے کام مت لینا۔ صاف صاف کہو یہ سب کیا ہے۔"

صبیحہ کے تیور ٹالنے والے لگ رہے تھے جبھی اسے اپنے لہجے کو عاجزانہ بنانا پڑا۔

"اُفوہ۔ بھئی ایسا کیا کہہ دیا میں نے کہ تم یوں سوالنامہ اٹھائے چلی آئی ہو میرے پاس' صرف دادی جان کے کہنے پر دل کی بات ہی تو کی تھی میں نے۔"

اس نے قدرے منہ بنا کر اس کے پہلے جملے پر خفگی کا اظہار کیا۔

"مگر تمہیں یہ سب ان سے نہیں کہنا چاہئے تھا صبیحی۔ جانتی ہو تمہاری کل کی گفتگو سے کس قدر ہرٹ ہوئی ہیں دادی جان۔ تمہارے اس لاشعور میں چھپے خوف کی وجہ وہ اپنی ذات اور اپنے فیصلوں کو سمجھ رہی ہیں معلوم ہے تمہیں کچھ۔"

مدحت نے نرمی سے کہتے ہوئے اسے شرمندہ کرنا چاہا وہ چپ سی ہو گئی۔ اس نہج پر تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔ غالباً "تشیب" کے باعث پانی اُدھر کا سفر کر گیا تھا۔ وہ لب کاٹتے ہوئے متعجب نظروں سے مدحت کو دیکھنے لگی۔

"امی بھی خاصی شرمندہ ہوئی ہیں دادی جان کے سامنے۔ کہہ رہی تھیں صبیحہ مجھے بہت تنگ کرتی ہے۔ ساس کی نظروں میں خوب ذلت کرائی ہے تم نے ان کی۔؟"

مدحت اس کی خاموشی پر تفصیلاً "کھری کھری سنانے بیٹھ گئی تھی۔ اس کے آخری فقرے پر واضح ناگواری کا تاثر اس کے چہرے پر در آیا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا۔ ایسا کیا کیا ہے میں نے جو تم مجھے یہ الزام دے رہی ہو۔"

یکدم ہی وہ چراغ پا ہو گئی تھی مدحت قصداً "چپ ہوئی تو وہ دوبارہ تیز لہجے میں کہتی چلی گئی۔

"بولو۔ کیا کہہ دیا ہے میں نے دادی جان سے۔ اور تم کیوں ہمیشہ امی کی حمایتی بن کر آجاتی ہو۔ خود امی نے کیا کبھی میرے دل کی بات جاننے کی کوشش کی۔ بس فیصلہ سنا دیا۔ مجھے تو بتانے کی بھی زحمت نہیں کی گئی اور تم کہتی ہو کہ میں نے امی کو شرمندہ کروایا ہے بولو غلطی میری ہے کیا؟ میں نے تو صرف اپنا مافی الضمیر دادی جان کو بتایا تھا۔ یہ بتانے کی کوشش کی تھی کہ میں کیوں شادی نہیں کرنا چاہ رہی۔؟"

"کیوں نہیں کرنا چاہ رہیں۔ آج مجھے بھی بتا دو۔؟"

اس کے غصے میں بولتے بولتے چپ ہونے پر مدحت نے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے اس قدر نرمی اور دلار سے پوچھا کہ وہ جھلا کر اسے گھورنے لگی۔

"ایمان سے صبیحی۔ اتنے اچھے تو ہیں ایز دبھائی بھلا کیا خرابی ہے ان میں۔"

اس کے گھورنے کا اس پر مطلق اثر نہیں ہوا تھا۔ مسکراہٹ کھل کر لبوں پر بکھراتے ہوئے مدحت بڑے مزے سے پوچھنے لگی تو وہ چڑ سی گئی۔

"اتنے ہی اچھے لگتے ہیں تو خود کر لو شادی ان سے 'مجھے معاف کرو۔؟"

بے ساختہ اشتعال کے نتیجے میں وہ بلا ارادہ کہہ گئی تھی مگر فقرہ مکمل ہوتے ہی اسے لگا جیسے کوئی بہت غلط بات نکل گئی ہو ہونٹوں سے۔

مدحت اسے ہی دیکھ رہی تھی اپنے جملے کا ردعمل بھرپور تاثر اس کے چہرے پر بکھرا تھا وہ اسے بے ساختہ قہقہہ لگانے پر مجبور کر گیا۔

"میں تو خیر تمہیں معاف کر ہی دوں گی۔ اپنی کہو' خود کو معاف کر سکو گی اس دریا دلی پر۔" مدحت اس کی بہن تھی اس کے احساسات کا ابھی ابھی جو ادراک اسے ہوا تھا اس پر ہنسی کے ساتھ ساتھ خوشی بھی محسوس ہو رہی تھی اسے۔ جبکہ وہ بری طرح جھینپ گئی تھی۔

"بکو مت۔ بہت فضول باتیں کرنے لگی ہو تم۔"

خجالت سے اس کا لہجہ پست ہو گیا تھا نظریں چراتے ہوئے مگ خالی کر کے وہ کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ مدحت کی گہری شوخ نگاہیں اسی پر جمی ہوئی تھیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اندر چلو۔ مجھے نیند آرہی ہے۔" مدحت کی نظروں سے وہ کنفیوژ ہونے لگی تھی۔

"نیند آرہی ہے یا شرم آرہی ہے بی بنو کو۔؟" وہ بھی اٹھ گئی۔

اسے ستانے میں مدحت کو بڑا مزا آرہا تھا۔ ایسے کہاں وہ ہاتھ آتی تھی ہمیشہ دوسرے اس کے شوخ فقروں اور شرارت جملوں کے آگے عاجز رہتے تھے جبکہ آج وہ خود شرمائی شرمائی سی کس قدر مختلف لگ رہی تھی۔ مدحت اس کے روپ پر نہال سی ہوگئی۔

"چپ کرو نہیں تو سر توڑ دوں گی۔"

اپنے عیاں ہوجانے پر وہ جزبز ہورہی تھی مدحت نے تو نیچے جاتے ہی یہ خبر بمعہ چٹ پٹے مسالے کے نشر کر دینی تھی۔ لہٰذا مصنوعی غصے کا سہارا لیا۔

"اونہوں۔ کھسیانی بلی مت بنو ڈیئر۔ مجھے پتا چل گیا ہے سب۔ یہ انکار اور تکرار تو محض دکھاوا ہے اندر سے دل برابر اصرار کیے جارہا ہے اور تم ہمیں بے وقوف بنا رہی ہو۔" مدحت کمر پر ہاتھ رکھ کر باقاعدہ لڑنے کو تیار کھڑی ہو گئی تھی۔

"مدحت۔ باز آجاؤ نہیں تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔"

غصے میں آنکھیں نکال کر اس کی طرف جارحانہ انداز میں بڑھی تو مدحت انگوٹھا دکھاتے ہوئے سیڑھیوں کی جانب بھاگ گئی اور پھر قدرے فاصلے پر رک کر مڑی۔

"تم سے برا کوئی ہو بھی نہیں سکتا سچ سچ بے چارے ایزد بھائی کی قسمت۔ اللہ رحم کرے۔"

اس کا جملہ پورا ہونے سے پہلے وہ اس کی طرف لپکی تھی مگر مدحت دو تین چھلانگوں میں سیڑھیاں کراس کر گئی۔ وہ پہلے اسٹیپ پر رک کر بے ساختہ ہنس دی۔

بڑی کھلی کھلی ہنسی تھی۔ امی کا فیصلہ ٹھونسنے والا انداز پسند نہ آنے کے باوجود دادی جان کے قائل کرنے پر اس کا دل راضی ہونے لگا تھا۔ سارے خدشے اور سارے اندیشے خوش رنگ خوابوں کی دھند میں گم ہوتے جارہے تھے۔ اسے لگا جیسے وہ دھیرے دھیرے اسیر ہوتی جارہی ہو۔ جانے یہ کس کا اعجاز تھا۔ ایزد کا یا پھر۔

● ● ●

"ماشاء اللہ تو گویا آپ کی نیا بھی پار لگی۔"

فرہاد کے لئے صہیبہ کی بات طے ہونے کی خبر بڑی دھماکہ خیز تھی۔ وہ تو ہرگز نہ جتاتی مگر زوہا سے کوئی بات اتنی مشکل سے ہضم ہوجاتی تو بات ہی کیا تھی۔

فرہاد کے انداز گفتگو پر وہ قدرے بلش ہوگئی۔ اگر وہ اس کے سامنے ہوتا تو شاید اس مشرقی ادا پر متحیر ہی رہ جاتا اور اس کا ہنس کر چپ ہو جانا بھی کافی اچنبھے کا باعث تھا۔

"بس تو پھر جلدی سے مٹھائی کھلاؤ لڑکی۔ اچھا ہے اب تمہارے چھوہارے بٹتے ہی میں بھی ماما پاپا کو بھیجنے والا ہوں۔"

اس کے لہجے سے خوشی اور شرارت ٹپک رہی تھی۔ ایکسٹینشن پر چہکتی زوہا اس بات پر یک بیک چپ سی ہو گئی مگر فرہاد اپنے بولنے میں یہ بات محسوس نہ کرسکا۔

"گویا موصوف منتظر بیٹھے ہیں۔"

اپنی بات نظرانداز کرکے اس نے جھٹ فرہاد کو آڑے ہاتھوں لیا۔

"بالکل بالکل مسٹر، بزرگ کہہ گئے ہیں کہ نیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

بڑا بے ساختہ اور بھرپور جواب آیا تھا وہ قہقہہ لگا کر ہنسنے لگی زوہا البتہ بری طرح جھینپ گئی تھی۔

"ماشاء اللہ۔ کافی تیز جارہے ہیں موصوف اللہ خیر کرے۔"

"انشاء اللہ خیر ہی ہوگی۔ فی الحال تو تم یہ بتاؤ کہ قرعہ فال نکلا کس بے چارے کے نام ہے۔"

اس کی بات پر جلدی سے کہتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے شوخ سوال کردیا۔

"کیا۔؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس کے بے چارے کہنے پر وہ بری طرح غرائی تھی۔

"دھیرج دھیرج ڈیئر سسٹر۔ یہ کان میرے ذاتی ہیں۔ یقین کرو کرائے پر نہیں ملے تھے مجھے۔ اگر یہ وہ پھٹ دوسرا کہاں سے لاؤں گا۔"

"اچھا ہی ہے ہیر رنگ ایڈ لگا کر گھومیے گا خوب جچیں گے۔"

وہ بڑی سفاکی سے بولی تھی۔

"بھئی بہت خوب۔ سسرال جانے سے پہلے ہی زبان پر دھار رکھوالی ہے۔ خدا ہی حامی و ناصر بے چاروں کا۔ لطیف سے طنز سمیت بڑی ہمدردی سے کہا تو وہ اور جل گئی۔ زوہا ہنس رہی تھی۔

"کوئی ضرورت نہیں زیادہ ترس کھانے کی سمجھے' آپ۔ ارے وہ تو بہت خوش نصیب ہیں جو مجھ جیسی انہیں مل رہی ہے۔ آپ کی طرح تھوڑا ہیں کہ زوہا جیسوں پر ٹرخا دیا جائے۔"

زوہا مسلسل ہنستے ہوئے فرہاد کا ساتھ دے رہی تھی لہٰذا اس نے بیک وقت دونوں پر چوٹ کی۔ جواباً "زوہا تین چار مکے اس کے بازو پر لگائے۔

"ہم اسی میں خوش ہیں لڑکی۔ غریب فرہاد کو دال چاول ہی ہضم ہو جاتا ہے' قورمہ بریانی ان کے نازک معدہ کے لئے کافی گراں ثابت ہوتے ہیں۔"

فرہاد کے موڈ کی خوشگواریت کا اندازہ اس کی گفتگو اور مسلسل ہنسی سے ہو رہا تھا آج کئی دنوں بعد اسے چھیڑ کا موقع ملا تھا وہ بھلا کیوں باز رہتا۔

"سن لو زوہا۔ تمہاری کیا ویلیو ہے محترم کی نظر میں۔"

اس نے زوہا کو گھسیٹ کر بھڑکانے والا لہجہ اپنایا۔

"بس تم زیادہ بی جمالو نہ بنو۔ جانتی ہوں میں تمہیں بھی اور انہیں بھی۔"

زوہا نے آنکھیں نکالیں کیونکہ دونوں ایک دوسرے کو چھوڑ کر اب اسے نشانہ بنا رہے تھے۔ جواباً "صہیبہ فرہاد بے اختیار ہنس دیئے۔ زوہا کا لہجہ تھا ہی اس قدر بے ساختہ۔ البتہ ان کے قہقہے پر وہ جھینپ گئی تھی۔

"ہاں تو بھئی میں کیا پوچھ رہا تھا۔ موصوف کا نام کیا ہے کہاں رہتے ہیں کیا کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ کچھ بائیو بھی معلوم ہے یا کوئی اور شاید راضی نہ ہو یہ سوچ کر بغیر کچھ جانے پوچھے ہی ہاں کر دی ہے۔"

فرہاد اسے ستانے سے باز نہیں آ رہا تھا وہ کلس کر رہ گئی۔

"سخت جیلسی کی بو آ رہی ہے مجھے آپ سے فرہاد بھائی۔ سچ سچ۔ مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔"

"اور مجھے اس بے چارے سے۔؟"

"اف۔ چپ ہو جائیے آپ' نہیں تو سر توڑ دوں گی میں آپ کا۔" اب کے وہ جھلا گئی تھی۔

بمشکل زوہا نے بیچ بچاؤ کرایا ورنہ فون پر ہی تیسری عالمی جنگ چھڑنے کے چانسز بڑھ گئے تھے۔

"ایزد نام ہے حضرت کا۔ موصوف بزنس مین ہیں اور دادی جان دا جان کے پرانے جاننے والوں میں سے ہیں لوگ۔"

اس سے پہلے کہ پھر طبل جنگ بجتا زوہا نے مختصراً "ایزد کا تعارف کرا دیا۔ خلاف توقع وہ خاموشی سے زوہا کو سن رہی۔

"ایزد۔" وہ جیسے کچھ سوچ کر بولا تھا اور پھر یکدم اس کے ذہن میں جھماکا ہوا۔

"کہیں ایزد ہمدانی تو نہیں۔ اوہ نو۔" فرہاد کا رنجیدہ لہجہ یکدم تشویش زدہ ہو گیا تھا۔

صہیبہ نے یکدم گھبرا کر زوہا کا ہاتھ پکڑ لیا۔

● ● ●

"کیوں کیا ہوا؟ کیا آپ جانتے ہیں انہیں۔"

زوہا کی گھبراہٹ فرہاد کے لہجے اور صہیبہ کے متوحش تیور دیکھ کر بڑھ گئی تھی اس نے حد درجہ تشویش سے سوال کیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہاں۔" فرہاد کا انداز سوچتا ہوا اور آواز دھیمی تھی۔

"کیا جانتے ہیں آپ ان کے بارے میں، پلیز فرہاد بھائی بتائیے۔"

اس میں صبر کا مادہ ویسے ہی بہت کم تھا اس پر فرہاد کا اس طرح خاموش ہو جانا، وہ تو یوں بھی آج کل بے حد وہمی ہو رہی تھی۔ حقیقتاً گھبرا گئی، دل میں طرح طرح کے اندیشے آ رہے تھے۔

"بولئے فرہاد۔؟" زوہا بھی اس صورتحال سے نینس ہو گئی تھی۔

اور اس طرف فرہاد جو کہ بے حد مشکل سے اپنی ہنسی ضبط کئے بیٹھا تھا بے اختیار ہنس پڑا۔

"ارے۔" وہ دونوں یکدم متعجب سی ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔

"بن گئیں نا بے وقوف، دیکھا کیسا مزا آیا۔" وہ بے تحاشا ہنسے جا رہا تھا۔

"فرہاد بھائی۔" غصے اور جھنجلاہٹ سے وہ کانپ کر رہ گئی۔

"بہت فضول مذاق کیا ہے آپ نے، مجھے آپ سے یہ توقع نہیں تھی، ہر بات اور ہر وقت مذاق کے لئے نہیں ہوتا۔ بعض معاملے بہت حساس ہوتے ہیں۔ انہیں اس طرح ٹریٹ۔ اوف۔"

فون پٹخ کر اس نے دونوں ہاتھوں میں سر تھام لیا تھا، اتنا سنجیدہ اور بھڑکتا لہجہ، فرہاد اور زوہا جیسے سن سے ہو گئے کہ کیا وہ واقعی صہیبہ علی تھی۔

"صہیبی۔" ایئر پیس پر فرہاد کی نادم سی آواز ابھری۔ مگر وہ فون رکھ چکی تھی۔

"آئی ایم سوری فرہاد، صہیبہ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں، میں بعد میں فون کرتی ہوں آپ کو۔ او کے اللہ حافظ۔" زوہا اس کے اس غیر متوقع رویے پر ششدر تھی، بمشکل جلدی سے بات کر کے فون بند کیا اور اس کی طرف پلٹی۔

وہ اب تک سر ہاتھوں میں تھامے اپنے غصے کو کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ زوہا کے لئے اس کا یہ رویہ یہ انداز اس قدر نیا اور اچنبھے کا باعث تھا کہ چند ثانئے تو وہ اسے یونہی ٹکٹکی باندھ کر دیکھتی رہی۔

"صہیبی۔ تم ٹھیک تو ہو؟"

بالآخر وہ اس کے شانوں پر نرمی سے ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"یس۔" مختصر جواب بہت ہلکی آواز میں دیا گیا تھا۔

"آئی ایم سوری صہیبی، مگر فرہاد کا مقصد تمہیں تنگ کرنا یا پریشان کرنا ہرگز نہ تھا۔ وہ تو بس یونہی۔" صہیبہ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تو وہ رک گئی۔

بات ادھوری چھوڑ کر انگلیاں مسلتے ہوئے وہ کافی حیران اور کنفیوز لگ رہی تھی۔

"اتنی سیریس ہو گئی ہو، ارے بھائی کے لئے۔"

اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے زوہا بڑی سادگی سے استفسار کر رہی تھی۔ اسے یکدم ہنسی آ گئی۔ زوہا اس ادا پر مزید حیران ہوئی، صہیبہ اب جواب دینے کے بجائے چادر کا کونا ٹھیک کرنے کا مشغلہ اختیار کر چکی تھی۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا صہیبی، خاموش کیوں ہو گئیں بولو۔"

اب کے زوہا کے لہجے میں اصرار تھا، اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی دروازے سے مدحت بلند آواز کہتی چلی آ رہی تھی۔

"خاموشی نیم رضامندی۔" جتنا سنا تھا اس حساب سے ہی وہ گویا ہوئی تھی۔

"رئیلی؟" زوہا نے مسکرا کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تو وہ نظر چرا گئی۔

"سوچ سمجھ کر بولا کرو مدحت، گفتگو کا موضوع جانے بغیر لقمہ دینے کی عادت بہت خراب ہوتی ہے۔" اس نے مدحت پر آنکھیں نکالیں تو زوہا کی معنی خیز مسکراہٹ میں اضافہ ہو گیا۔

"کیوں خیریت تم لوگ کیا نیوکلر بم (Nuclear Bomb) بنانے سے متعلق باتیں کر رہے تھے۔"

"اس سے کچھ کم خطرناک بات بھی نہیں تھی۔"

زوہا کے لہجے نے مدحت کی آتش شوق بھڑکا دی۔ صہیبہ نے اسے غضب ناکی سے گھورا مگر اب دیر ہو چکی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھی، مدحت کے کان کھڑے ہو گئے۔

"ہوں تو گویا کوئی خاص بات ڈسکس کی جا رہی تھی، مجھے بھی بتاؤ۔"

وہ صبیحہ کے سر ہو گئی تو وہ جھنجلانے لگی۔

"تو پوچھ لو۔ اس پی جمالو سے، جان چھوڑو میری مجھے اور کام بھی کرنے ہیں۔"

وہ اٹھ کر جانے لگی تو مدحت نے استفہامی نظریں زوہا پر ٹکائیں، اور پھر یکدم پلٹ کر بولی۔

"تمہیں سمرہ بھابھی بلا رہی ہیں صبیحی، مون دوا پینے سے سخت انکاری ہے۔ اس وقت بھی اچھی خا کھانسی ہو رہی ہے اسے بھابھی نے کہا ہے آکر ان کی ہیلپ کرو۔"

"ہاں، ہیلتھ ورکر ہوں نا جیسے میں۔"

وہ رک کر اس کی بات سنتے ہی بڑبڑائی اور پھر باہر نکل گئی، مدحت نے دوبارہ رخ روشن زوہا کی طرف پھیرا گڑبڑا گئی اب اسے کیا بتاتی کہ وہ لوگ فرہاد سے بات کر رہے تھے گو کہ اس سے کچھ چھپا نہیں تھا مگر وہ خود سے ا کا ذکر کرتے ہوئے جھجک رہی تھی۔

"کیا بات تھی؟"

"کوئی خاص نہیں بس میں اسے ایزد بھائی کے نام سے چھیڑ رہی تھی۔"

"کیا رسپانس رہا۔" مدحت نے اشتیاق کا مظاہرہ کیا۔

"کچھ زیادہ ہی پازیٹو تھا۔" وہ ہنسی۔

"رئیلی؟"

"ہوں۔" وہ دونوں اس بات پر قہقہہ لگا کر ہنس پڑیں۔

● ● ●

"کیا یہ واقعی میں تھی یعنی صبیحہ علی۔"

ٹیرس پر ٹہلتے ہوئے وہ اپنا محاسبہ کر رہی تھی، ابھی ذرا دیر پہلے ہی اس نے بمشکل فوزیہ کو بھیج کر تنہائی میں خ سے پوچھا تھا۔

"کتنا اوور ری ایکٹ کیا میں نے کیا سوچتے ہوں گے فرہاد بھائی یوں بھی کوئی عیاں ہوتا ہے کسی کے سامنے مگر مجھے خود پر اختیار کیوں نہیں رہا، جبکہ میں تو فی الحال شادی کے لئے راضی بھی نہیں ہوں، پھر بھلا یہ سب ا گا۔۔۔"

چلتے چلتے تھک کر وہ پاس پڑی کین کی کرسی پر بیٹھ گئی اور سر کو کرسی کی بیک سے ٹکا دیا۔

دل و دماغ میں عجیب طرح کی بحث چھڑی ہوئی تھی وہ خود کو ٹٹول کر کسی نتیجے پر پہنچنے کی خواہش مند تھی، آج ا نے جس شدید رد عمل کا اظہار کیا تھا وہ خود سے سہم گئی تھی۔ اس کے دل میں کون سے جذبے جڑیں بنا رہے ہیں اس سے انجان وہ جانے کن بھول بھلیوں میں گم تھی کہ آج کے واقعے نے اسے چونکا دیا۔

"کیا چاہتی ہوں میں، ایک طرف انکار کرتی ہوں تو دوسری طرف کھو دینے کا خوف بھی مجھے ڈرائے ہوئے ہے مگر یہ خوف میرے اندر آیا کہاں سے اور کیوں آیا؟ کیا دا جان اور دادی جان کی بنجر اور بے ثمر زندگی کی حقیقتوں نے مجھے ہراساں کر رکھا ہے یا یہ میری چھٹی حس ہے۔"

وہ اٹھ کر ایک بار پھر ٹہلنے لگی تھی گتھیاں الجھ رہی تھیں اور سلجھانے کی کوشش میں وہ مزید اپ سیٹ نظر آ رہی تھی۔ کوئی سرا کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔

"شاید میں اپنا تجزیہ ٹھیک سے کر نہیں پا رہی، اسی لئے فیصلے کی ریشمی ڈور، میرے ہاتھ سے پھسل پھسل جاتی ہے۔" ریلنگ پر دونوں کہنیاں ٹکائے وہ دور کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے کھڑی تھی کہ نیچے گیٹ پر موٹر کے رکنے پر بلا ارادہ ہی اس نے نیچے نگاہ کی۔

آذر اور ساجد کو کوئی ڈراپ کرنے آیا تھا۔ وہ متعجب سی دیکھ رہی تھی کہ ان کے پاس اپنی بائیک ہے پھر کیوں کسی کے ساتھ آئے ہیں؟

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ضرور کوئی گڑبڑ ہوئی ہو گی دونوں سے۔"

اس نے قیاس کیا اور اس سے پہلے کہ وہ ان دونوں کو پکار کر کچھ پوچھتی، فرنٹ ڈور کھول کر باہر نکلتے ایزد کو دیکھ کر اس کی آواز گلے میں ہی پھنس گئی۔

چند ثانیے پہلے وہ جس کو سوچ رہی تھی وہ یوں جھٹ سامنے آ کھڑا ہو گا گمان تک نہ تھا۔ دل عجیب رفتار سے دھڑکنا شروع ہوا تو وہ گھبرا گئی۔

نیچے آذر اور ساجد اسے اندر آنے کو کہہ رہے تھے مگر وہ شائستگی سے انکار کر رہا تھا۔ وہ یونہی بے خیالی میں اسے دیکھتے ہوئے اپنے دل کی دھڑکنوں کی بدلی ہوئی ہیئت پر غور کر رہی تھی کہ جانے کیسے یکدم ایزد نے نگاہ اونچی کر کے ڈالی، اور اسے پا کر جیسے بے ساختہ وہ مسکرایا تھا۔

"اوہ۔" وہ بے اختیار پیچھے ہٹی تھی۔

ایزد کے لبوں پر دلفریب تبسم پھیل گیا، آذر بالآخر اسے اندر لانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس نے چند سیکنڈ بعد جھانکا تو وہ تینوں غائب تھے، مرسڈیز کی موجودگی گواہ تھی کہ وہ اس وقت گھر میں موجود ہے۔

"افوہ بھئی وہ انسان ہے، اس قدر ڈرنے کی کیا بات ہے۔"

دل کی مضطرب دھڑکنوں کو ڈانٹتے ہوئے وہ پیچھے ہٹ کر کرسی پر جا بیٹھی۔ جس لمحے وہ اپنے حواس درست کر رہی تھی مدحت اور زوہا افتاں خیزاں خوشی سے دمکتے چہرے لئے اوپر بھاگی چلی آ رہی تھیں۔

اس نے شکر کیا کہ وہ ریلنگ سے ہٹ آئی تھی، ورنہ وہ اس کا خوب ریکارڈ لگاتیں۔ خود کو نارمل ظاہر کرنے کے لئے اس نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر جیسے ان دیکھے رنگ مٹانے کی کوشش کی جو کچھ دیر پہلے اسے اسیر کر گئے تھے۔

"صبیحی، صبیحی، تمہارے لئے ایک زبردست خبر ہے۔" مدحت نے آتے ہی سسپنس پھیلانے کی پوری کوشش کی تھی۔

"کیسی خبر۔" اس نے تجاہل عارفانہ سے کام لیا۔

"ایک زبردست مہمان آیا ہے تمہارا۔"

زوہا نے مدحت کو دیکھ کر ایک آنکھ دباتے ہوئے معنی خیزی سے کہا، دونوں بمشکل قہقہے روکے ہوئے تھیں۔

"کیا دادا جان آئے ہیں؟" غضب کی اداکاری تھی، وہ کرسی سے یوں اٹھتے ہوئے بولی جیسے واقعی یہ ہی سمجھی ہو۔

"لاحول ولا۔" مدحت نے سر پیٹ کر اسے گھورا۔ تو اس نے معصومیت کے اگلے پچھلے تمام ریکارڈ توڑتے ہوئے آنکھیں پٹپٹائیں۔

"ہمارے تو نہیں البتہ تمہارے پوتے پوتیوں کے ہونے والے دادا جان ضرور تشریف لے آئے ہیں مل لو جا کر۔"

زوہا نے ہنستے ہوئے کچھ ایسے مزے سے کہا کہ وہ بلش ہو گئی، مدحت نے توصیفی نظروں سے زوہا کو دیکھتے ہوئے گویا اسے سراہا اور ہنستی ہوئی بولی۔

"یقین کرو ان کی بے قرار نگاہیں تمہیں ہی تلاش کر رہی ہیں، دادی جان سے تو صرف ہوں ہاں کی جا رہی ہے۔"

"اور نہیں تو کیا، اصل مدعائے دل تو وہ تم سے عرض کرنے کے متمنی ہیں۔" زوہا نے بھرپور ساتھ دیا۔

"تمہیں الہام ہوا ہے کہ وہ متمنی ہیں۔" وہ بظاہر چڑ کر بولی تھی۔

"اوہ، بن رہی ہو زوہا، وہ۔" مدحت نے شرارت سے "وہ" کو لمبا کھینچا، اور آنکھوں کو معنی خیزی سے گردش دی تو اسے ہنسی آ گئی۔

"کس قدر فضول ہو تم مدحت۔" اس کے کندھے پر دھپ جمائی۔

"تم سے کم۔" انکساری سی انکساری تھی۔

"چلو نیچے یار! ایزد بھائی تمہارے منتظر ہوں گے۔"

"دماغ درست ہے تمہارا۔ امی مجھے سمندر میں پھنکوا دیں گی اس بے حیائی پر۔" وہ انہیں گھور کر ڈپٹتے ہوئے بولی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"فکر نہ کرو' موصوف سوئمنگ جانتے ہیں' نکال لائیں گے تمہیں مانند لعل و گوہر سمندر کی تہہ سے۔" گویا مطلق پروانہ تھی۔

"پھر شاید تمہارا نام بدل کر صدف رکھ دیں' ہے نا زوہا۔ سمندر سے جو موتی والا سیپ ملتا ہے اسے صدف کہتے ہیں نا۔" مدحت اپنی معلومات میں اضافے کے لئے پوچھ رہی تھی' زوہا نے بزرگانہ انداز میں سر کو جنبش تو وہ جھلا گئی۔ غضبناکی سے انہیں دیکھا۔

پہلے ہی ایزد کی آمد نے اسے بے طرح ڈسٹرب کر دیا تھا ابھی وہ اپنے آپ سے سوال و جواب کر بھی نہ سکی تھ یہ ڈرامائی پچویشن پیدا ہو گئی' اس پر مستزاد ان دونوں کی فضول گفتگو۔

"سچ کتنا مزا آئے گا' ہم سب تمہیں صہیبی کہیں گے اور وہ صدف' اچھا ہے انفرادیت رہے گی۔" مد اس لمحے اس ستانے کے لئے شوخ ہوتی جا رہی تھی۔

"بکے جاؤ تم' میرا تو سر خالی کر دیا ہے تم لوگوں نے۔ ہٹو راستے سے میں جا رہی ہوں۔"

"کہاں' ایزد بھائی کے پاس؟" انہیں گھور کر اسے دروازے کی طرف بڑھتے دیکھ کر ان دونوں نے بلا ارادہ آواز ہو کر کہا تو وہ سر پیٹ کر رہ گئی۔

"سچ پاگل ہو گئی ہو تم لوگ تو۔ اونہہ بے گانی شادی میں عبداللہ دیوانہ۔" پلٹ کر غصے سے گھر کا پھر طنز کرکے جوش پر گویا ٹھنڈے پانی کا چھینٹا مارنے کی کوشش کی۔

"وہ تو گویا بات شادی تک پہنچ گئی' مبارک ہو مبارک ہو۔" مدحت بھی اس کی بہن تھی ذرا سا سرا پکڑ کر سوت کاتنے لگتی تھی وہ بری طرح جھنجلا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگی تھی کہ سامنے سے سیڑھیاں چڑ رضیہ چچی نے اسے دیکھ کر پکار لیا۔

"جی چچی۔؟" وہ مرے مرے قدموں سے ان کے پاس چلی آئی وہ بھی اوپر آ چکی تھیں۔ اسے مدحت اور کے ساتھ دیکھ کر معنی خیزی سے مسکرائیں۔ وہ بے اختیار پلکیں جھکا گئی۔

"ارے لڑکیوں تمہیں بھیجا تھا کہ جا کر اسے بلا لاؤ' تم خود یہاں بیٹھ گئیں۔"

"دراصل امی یہ کہہ رہی تھی کہ میں اتنی آسانی سے نہیں جاؤں گی' کم از کم دو تین بار آئی تو ہوں ساتھ۔" کرتے رک گئے۔" زوہا کی معصومیت دیکھنے کے لائق تھی۔

صہیبہ کے غضب ناک انداز میں گھورنے کے باوجود وہ اپنی والدہ کے کندھے سے لگتے ہوئے بولے جا تھی' مدحت کی ہنسی اور رضیہ بیگم کی مسکراہٹ بڑی بے ساختہ تھی۔

"اچھا تو یہ بات ہے۔" رضیہ بیگم نے اس کے کندھے پر دوستانہ انداز میں ہاتھ رکھ کر سوال کیا۔

"پلیز چچی جان۔" وہ جھینپ کر الجھی سی ہو گئی۔

"دیکھئے امی کتنی عاجزی سے کہہ رہی ہے' آپ سفارش کریں نا اس کی۔" زوہا جانے کون کون سے وقتوں حساب بے باق کر رہی تھی کہ اس پر صہیبہ کی گرم نگاہوں کا بھی اثر نہیں ہو رہا تھا غالباً ماں کی موجودگی کا سبب تھا' جانتی تھی کہ اس وقت اس کے ہاتھ بندھے ہیں۔

وہ دونوں اسے دیکھتے ہوئے ایک بار پھر ہنس دیں' زوہا کا جملہ تھا ہی اتنا بے ساختہ۔

"ایمان سے زوہا تمہیں تو میں دیکھ لوں گی۔" دانت پیستے ہوئے اس نے بمشکل غصہ ضبط کیا۔

"اچھا اب چلو نیچے صہیبی جا کر چائے بناؤ تمہاری دادی جان کا حکم ہے۔" رضیہ بیگم نے جلدی سے اپنی طرف متوجہ کرکے حکم نامہ جاری کیا' انداز میں مسکراہٹ تھی۔

"میں؟" اس کی تو جیسے جان ہی نکل گئی' کچن کے کاموں سے تو ویسے ہی بہت کم شغف تھا اسے اور یوں بھی وقت چائے بنانے کا موڈ نہیں تھا خصوصاً ایزد کے لئے تو ہرگز نہیں' معلوم تھا اسے کہ اس کا کتنا ریکارڈ لگایا جا گا' ایسے میں چائے قطعی اچھی نہیں بن سکتی تھی' لہٰذا بہتر تھا کہ یہ کام کسی اور سے کرایا جائے۔

"ہاں تم۔" رضیہ چچی بعجلت بولتے ہوئے پلٹ گئیں اور پیچھے آنے کا اشارہ کیا تو اسے بادلِ نخواستہ پیچھے پڑا۔ یہی غنیمت تھا کہ کچن میں فوزیہ اور روبانہ چچی موجود تھیں' اسے دیکھتے ہی وہ دونوں بھی مسکرائیں۔ اس۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ چاہ اس کی ہیلپ کریں گی مگر ایسا ہونا ممکن نہیں تھا وہ بھی سب کے ساتھ شریک تھیں۔

"خدایا۔" اس نے بے بسی سے ان سب کو دیکھا۔

ہر بار وہی سب کو چھیڑتی شوخ فقروں شریر جملوں سے ستاتی تھی لہٰذا سب کا بہت حساب نکلتا تھا اس کی طرف۔

"چلو بھئی جلدی کرو اور ہاں صہیبی چائے میں چینی مت ڈالنا۔" سمرو بھابھی بڑے مصروف سے انداز میں کچن کی طرف آئی تھیں آتے ہی صہیبہ کو آرڈر دیا۔

"کیوں؟ چینی کی بجائے کیا صرف صہیبی کی انگلی گھمائی جائے گی چائے میں۔" فوزیہ نے بے حد سادگی سے بھابھی سے دریافت کیا تو وہ سب ہنس پڑے وہ اپنی گت بنتی دیکھ کر جھینپ گئی۔

"ارے نہیں بھئی وہ موصوف چائے میں چینی نہیں پیتے۔" بھابھی نے ہنسنے کے بعد اطلاع دی۔

"تو پھر گڑ ڈال لو۔" مدحت نے مشورہ دیا۔

"زیادہ ڈالنا کیونکہ جتنا گڑ ڈالو اتنا میٹھا ہوتا ہے۔" روحانہ چچی نے بظاہر سنجیدگی سے کہا تھا ایک زبردست قہقہہ۔" صہیبہ نے انہیں "یو ٹو بروٹس" والی نظروں سے دیکھا وہ مسکرائیں اور بولیں۔

"بیٹا جب یہ وقت آتا ہے تو سب چلتا ہے۔"

"اور نہیں تو کیا' میری باری میں کتنا ستایا تھا تم نے یاد نہیں' شکر کرو تمہاری جیسی کوئی نند نہیں تمہاری۔" سرو بھابھی نے ڈائننگ ٹیبل کے کارنر پر ٹکتے ہوئے مزے سے یاد دلایا۔

"اف بھابھی' ایک تو آپ کو کچھ بھولتا نہیں۔" وہ خجل سی ہو گئی ویسے بھی یہ سچ تھا' سب اس کی جھنجلاہٹ اور لفت کو انجوائے کر رہے تھے۔

"ارے بھئی چائے ملی یا نہیں۔"

آذر نے اس لمحے اندر داخل ہوتے ہوئے طنزیہ استفسار کیا۔

"ابھی یہ طے کیا جا رہا ہے کہ چائے بنائی کیسے جائے۔"

زوہا نے اسے اطلاع دے کر گویا انتظار کا راستہ دکھایا۔

"کیا مطلب' وہ بے چارہ شریف بندہ کیا آپ کے اس سلوک کا منتظر بیٹھا ہے۔" اس نے بھنویں سکیڑ کر حاضرین کو غصے سے دیکھا۔

"خیر منتظر تو وہ کسی اور کا ہے مگر افسوس اتنی جلدی تو یہاں دال گلنے والی نہیں۔"

بھابھی نے معنی خیزی سے کہا تو وہ چپ چاپ چائے بنانے کے لئے کوکنگ رینج کے پاس چلی آئی۔ آج تو وہ سب روحانہ بیگم اور رضیہ بیگم کو بھی بھلائے اسے زچ کرنے کے درپے تھیں۔

"اور یوں بھی دال میں ابھی کچھ کالا ہے۔ پہلے صاف کر لیں پھر پکائیں گے۔"

فوزیہ کا اشارہ صہیبہ کے مسلسل انکار کی طرف تھا' آذر اس ذو معنی گفتگو سے کچھ جھنجلا گیا تھا' بے چارگی سے ماں کی طرف دیکھا۔

"تم چلو بیٹا چائے بس آ رہی ہے' ویسے بھی ابھی ساجد ریفریشمنٹ کا سامان نہیں لایا ہے۔" روحانہ بیگم نے اسے تسلی دے کر باہر کی راہ دکھائی۔

"حالانکہ انہیں ریفریش (Refresh) کرنے کے لئے صہیبہ کا دیدار ہی کافی ہو گا۔"

مدحت زوہا کے کان میں دھیرے سے بولی تھی مگر آواز سمرو بھابھی اور فوزیہ کو بھی سنائی دے گئی۔ وہ سب یکدم ہنسنے لگیں تو اس نے مڑ کر تیکھے چتونوں سے انہیں گھورا اور دانت پیس کر رہ گئی مگر ان چاروں کو مطلق پروا نہ تھی۔

ساجد جب تک لوٹا رضیہ اور روحانہ بیگم ڈرائنگ روم میں دادی جان کے بلاوے پر جا چکی تھیں۔ جتنی دیر اس نے ٹرالی سجائی وہ سب اس کو چھیڑتی رہیں' آج کام میں کوئی بھی اس کی ہیلپ نہیں کر رہا تھا۔

ساجد سے معلوم ہوا کہ ان کی بائیک کہیں خراب ہو گئی تھی ایزد کا وہاں سے گزر ہوا تو بصد اصرار انہیں ڈراپ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کرنے آگیا تھا' ان سب نے "بصد اصرار" پر بڑی معنی خیزی سے اسے دیکھا تھا' وہ جھینپ گئی' ساجد ڑالی نے بھابھی اور مدحت بھی چلی گئیں۔

"تم بھی آؤ نا صہیبی' جھپ کر انہیں ایک نظر دیکھ ہی لو۔"

فوزیہ نے بڑے اشتیاق سے اسے معصومانہ آفر دی تو وہ اسے گھورنے لگی بعد میں زوہا نے بھی کئی بار کہا مگر "پاگل ہو گئی ہو تم" کہتی اوپر اپنے کمرے میں آگئی۔

● ● ●

"ارے سلمان صاحب' آپ نے کئی سال بعد اپنی کمپنی سے نوازا ہے۔ اب دوبارہ یہ کلب چھوڑ کر جایئے گا۔" حسن کاظمی نے بے حد اصرار سے کہا۔

حسن کاظمی برسوں سے یہاں کے ممبر تھے' بہت عرصے پہلے جب سلمان صاحب اور یاور علی خان صاحب دوستی اور کاروباری شراکت عروج پر تھی ان دونوں نے بیک وقت یہاں کی ممبرشپ جوائن کی تھی اس وقت حسن کاظمی یہاں موجود تھے' ان سے کافی پرانی یاد اللہ رہی تھی۔

البتہ جب سلمان صاحب کے یاور صاحب سے اختلاف ہو گئے اور انہوں نے کاروبار علیحدہ کر لیا تو نئے سرے سے خود کو اسٹیبلش کرنے اسکول بنانے اور اس کا اسٹینڈرڈ بنانے کی تگ ودو میں سلمان صاحب کو اتنا وقت نہیں ملا کہ یہاں لوٹ کر آتے۔ تاہم زمین کی خاطر وہ یاور صاحب کی طرف پرانے مراسم کو بحال کرنے رشتے کی بنیاد ڈالنے کے لئے ایک بار پھر ہاتھ بڑھانا چاہتے تھے' اور اس کام کے لئے کلب سب سے زیادہ موزوں تھا۔

"آپ کا خلوص سر آنکھوں پر کاظمی صاحب اب تو میرا دل بھی نہیں چاہے گا کسی کو چھوڑ کر جانے کا۔" مسکرا کر دلنوازی سے بولے تھے۔

"بالکل بالکل آپ جیسے اچھے لوگ بار بار نہیں ملا کرتے۔"

اسکواش سے شغل کرتے ہوئے مزمل بلگرامی نے ہنس کر بات بڑھائی تھی۔ سلمان صاحب اس عزت افزائی پر خوش دلی سے ہنسے۔

اس وقت ان کی ٹیبل پر تین چار صاحبان اور موجود تھے وہ سب کئی عرصے بعد ملے تھے کچھ سے نیا تعارف ہوا تھا تاہم یاور صاحب ہنوز انہیں نظر نہیں آئے تھے۔

چند دن میں انہوں نے باقاعدگی سے کلب جانا اپنے روٹین میں شامل کر لیا تھا' ایک آدھ بار مسکرا کر سمعیہ بھی ساتھ چلنے کی آفر کی تو وہ خجل سا ہو کر ادھر ادھر ہو گیا۔

مگر ساتھ ہی اپنے نصیب پر اسے بڑی خوشی ہوئی تھی کہ ایسے اچھے والدین اس کی زندگی کا اہم سرمایہ ہیں۔ پر سیفی جیسا بھائی اور فرہاد جیسے اچھے دوست کا ساتھ اسے ملا ہوا تھا' کچھ کم تو نہیں تھا یہ سب۔ وہ نازاں تھا مگر تھا۔

زندگی میں جس سے اور جب جب محبت کی وہ سب لوگ اس کی نظروں کے سامنے تھے اور جس نادان لڑکی کو اس نے اپنا بنانا چاہا تھا اسے حاصل کرنے کی راہ میں بھی بظاہر کوئی رکاوٹ نہ تھی۔

ایک ڈیڑھ ہفتے تک تو انہوں نے انتظار کیا کہ شاید یاور صاحب خود مل جائیں مگر جب ایسا نہ ہو سکا تو انہوں نے حسن کاظمی صاحب سے ہی رابطہ کیا۔

"وہ تو آپ شیخ یاور کو پوچھ رہے ہیں۔ ارے وہ تو آج کل فارن گئے ہوئے ہیں۔ بہت بڑھا لیا ہے اپنا بزنس انہوں نے۔ اب تو انہیں بہت کم فرصت ملتی ہے ادھر آنے کی' تاہم مہینے میں ایک آدھ بار ضرور آ جاتے ہیں اگر کوئی فنکشن ہو تو بھی اکثر وہ آ جاتے ہیں۔" حسن کاظمی صاحب نے ان کے پوچھنے پر تفصیلاً "بتایا تو وہ سرہلا کر رہ گئے۔

● ● ●

"ہیلو بھابھی' کیا حال ہے کہاں کی تیاری ہے۔"

احد جس وقت گھر میں داخل ہوا زونیو کہیں جانے کے ارادے سے باہر نکلنے کے لئے پر تول رہی تھیں۔

"ہیلو اینڈ فائن' تم بتاؤ کہاں سے آ رہے ہو۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

خوبصورت اور نازک سے کام کا سوٹ پہنے شولڈر بیگ کندھے پر لٹکائے وہ اس سے مسکراتے ہوئے سوال کر رہی تھی۔ ابھی شادی کو زیادہ دن نہیں ہوئے تھے لہٰذا گھر والوں کے روٹین کا اسے زیادہ اندازہ نہیں تھا شادی سے پہلے وہ لوگ لاہور میں مقیم تھے۔ دو سال پہلے آئی تو بابر کی منظور نظر ٹھہر گئی لہٰذا ثمر بیگم اسے بیاہ لائی تھیں۔

"میں یونیورسٹی سے آ رہا ہوں۔ نیا سمسٹر شروع ہو گیا ہے۔"

وہ کچھ تھکا تھکا سا لاؤنج کے وسط میں رکھے صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھتے ہوئے بولا تھا۔

"آئی سی' چلو پھر شام کو ملیں گے فی الحال تو مجھے پارلر جانا ہے۔" وہ جانے کے لیے تیار تھی اطلاعاً بولی۔

"تین بج دس بجے کے بعد پارلر جا کر کیا کریں گی' کہیں دوپہر والی کسی شادی کی تقریب اٹینڈ کرنے کا تو پروگرام نہیں۔" احد نے حد درجے تشویش سے استفسار کیا تو وہ ہنس پڑی۔

"آف کورس ناٹ' ان فیکٹ مجھے بال شارٹ کرانے ہیں سخت پریشان کر رکھا ہے انہوں نے۔" وہ بے زاری سے گویا ہوئی جیسے بالوں سے سخت عاجز ہو۔

"انہوں نے' سے آپ کا مطلب بابر بھائی ہیں یا یہ بے چارے بال؟" اس نے جھٹ سوال کیا۔

"دونوں نے ہی۔" وہ خوش دلی سے ہنس دی۔ "بابر کو بھی تو لمبے بال پسند نہیں اور مجھے بھی عادت نہیں ہے یہ تو بس شادی کے بعد سارے جھوں پر جوڑا بنانے کے شوق میں بڑھا لیے مگر اب میں بور ہو گئی ہوں نیا اسٹائل بنواؤں گی۔" زونیو خاصی دوستانہ مزاج قسم کی لڑکی تھی۔

"مگر خیال رہے مشروم کٹ مت کرائیے گا۔" اس نے جیسے دہائی دی۔

"کیوں؟ کیا بہت برا لگتا ہے تمہیں؟"

"جی بہت زیادہ' اتنا کہ میں مشروم کے فلیور والے نوڈلز تک نہیں کھاتا۔" اس نے برا سا منہ بنا کر کچھ اس طرح کہا کہ وہ ہنسنے لگی۔

"کم آن احد نوڈلز اور بالوں میں بہت فرق ہوتا ہے۔"

"اسی لیے تو میں مشروم کا نوڈلز میں ڈالے جانا زیادہ بہتر خیال کرتا ہوں۔" وہ پھر اسی انداز میں بولا تھا' زونیو اس لایعنی بحث کا مطلب تو نہیں سمجھی بس ہنس دی۔

"اچھا بابا... دیکھوں گی۔"

"ماما کہاں ہیں؟" وہ اس کی کمپنی میں انجوائے کرتا تھا اسی لیے اسے جانے نہیں دے رہا تھا۔

"مسز احسان کی این جی او کے ان آگریشن (Inaugration) میں جانے کے لیے کچھ تیاری کر رہی ہیں۔ غالباً "ماسک" لگایا ہے انہوں نے اس وقت۔"

"تو گویا کھانا مجھے تنہا ہی کھانا پڑے گا؟" اس نے سرد آہ کھینچی۔

"بس بھائی بس' روم نمبر بیچر کر فریزنگ پوائنٹ تک پہنچا دیا ہے تمہاری ٹھنڈی سانسوں نے۔ تنہائی اتنی ہی بری لگتی ہے تو لے آؤ نا کوئی لائف پارٹنر۔" وہ اس سے باتوں میں مصروف ہوئی تو آپ ہی چل کر سامنے والے صوفے پر آ بیٹھی اور شوخ تبسم سمیت سوال کیا۔

"ارے ابھی میرا نمبر کہاں' ابھی تو فرہاد بھائی کی فائل اوپر آئی ہے۔ مجھے تو مزید کچھ دیر ویٹنگ روم (Waiting Room) میں بیٹھنا ہے۔" بڑے دردناک لہجے اس نے جیسے دکھڑا رویا تھا۔ زونیو کھلکھلا دی۔

"تو پھر تلاش کرو نا کوئی اچھی سی بھابھی' بلکہ تلاش کی کیا ضرورت ہے ثنا بہت اچھی ہے آنٹی اسے چاہتی بھی بہت ہیں۔" اس نے مشورے سے نوازا۔

"مگر چاہنا تو فرہاد بھائی کا ضروری ہے زونی جی۔" اس نے جیسے کچھ جتایا۔

"کیا مطلب؟" وہ کچھ متعجب سی رہ گئی بات خلاف توقع تھی غالباً۔

ظاہر ہے سالوں سے سن رکھا تھا کہ ثنا کو ثمر بیگم نے فرہاد کے لیے پسند کر رکھا ہے لاہور میں جب وہ رہتی تھی جب سے ہی یہ خبر ڈھکی چھپی نہیں تھی ان لوگوں سے' شروع میں تو وہ حیران بھی ہوئی کہ بڑے بیٹے کے ہوتے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہوئے انہیں فرہاد کی کیا پروا ہے۔ وہ تو بعد میں پتا چلا کہ ثنا کا جھکاؤ ہی اس طرف تھا اور پھر بابر کی قسمت میں تو وہ لکھی ہوئی تھی۔

"مطلب یہ کہ۔۔۔" احد رک کر کچھ سوچنے لگا سمجھ نہیں آیا کہ اسے بتائے یا نہ بتائے۔ گو کہ فرہاد ناپسندیدگی کو مخفی رکھنے کا قطعی خواہش مند نہیں تھا تاہم فی الحال ماما کی ناراضگی کا تارگٹ اسے بنانے کا بھی اس کوئی ارادہ نہ تھا اسی لئے خاموش ہو رہا۔

"بتاؤ نا احد، جسٹ ٹیل می، آفٹر آل میں اب تمہاری فیملی کی ممبر ہوں ڈیئر۔" وہ اس کی جھجک کو صحیح معنی گئی تھی۔

"ارے نہیں زونی بھابھی ایسی کوئی بات نہیں۔" وہ ندامت سے مسکرا کر جلدی سے بولا۔ "ان فیکٹ بھائی کی نیچر ایز یو نو (جیسا کہ آپ جانتی ہیں) ثنا سے بہت مختلف ہے بس اسی لئے وہ ثنا کے لئے ایگری کرتے نہیں آتے۔" بہت کچھ نہ کہتے ہوئے وہ کافی کچھ کہہ گیا تھا۔

"ہوں۔" زونی نے بھنویں اچکا کر سنجیدگی سے بات سمجھنے کا تاثر دیا۔

"مگر وہ فرہاد میں بہت انوالو ہو چکی ہے اور میرا خیال ہے سب سے زیادہ سکسیس فل (Succesful) میرج لائف ان لوگوں کی ہی ہوتی ہے جو ان سے شادی کرتے ہیں جو انہیں چاہتے ہیں، آئی تھنک فرہاد کو یہ بات مدنظر رکھنی چاہئے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر ہر کوئی آپ کی طرح عقل مند تھوڑا ہی ہوتا ہے۔" احد اس کی بات پر شرارت سے کھجاتے ہوئے بولا تھا۔

"ویل، ہماری شادی صرف بابر کی پسند سے ہی نہیں ہوئی تھی؟" وہ چڑانے والے انداز میں ہنسی۔

"گویا ادھر بھی آگ برابر لگی ہوئی تھی۔" اس نے بے حد اشتیاق کا مظاہرہ کیا۔

"کدھر لگی ہوئی تھی آگ بھئی۔" فرہاد کی آواز پر وہ دونوں گھومے۔

"زونی بھابھی کی طرف، بابر بھائی نے لگوائی تھی۔" احد نے سادگی سے معلومات فراہم کیں۔

"چپ کرو تم، اپنی ہی ہانکے جاتے ہو۔" زونی کچھ خفیف سی ہو گئی تھی، جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

فرہاد بہت لیا دیا رہتا تھا اس لئے اس کے ساتھ بہت بے تکلفی نہیں تھی اس کی۔ اچھی طرح بات چیت کر دلوں کی عادت تھی البتہ اس طرح کا بے تکلف مذاق ان کے درمیان کبھی نہیں رہا تھا۔

"ارے آپ کہاں چلیں بیٹھئے مجھے دیکھتے ہی کھڑی کیوں ہو گئیں۔" فرہاد نے بات کو طول دینے کے بجائے ٹالنے کو نظر انداز کرتے ہوئے فکر مندی سے استفسار کیا۔

"ناٹ ایٹ آل فرہاد، ایسی بات نہیں میں تو کب سے جانا چاہ رہی تھی بس احد سے باتوں میں لگ گئی، بہر حال بیٹھو میں کھانا لگواتی ہوں۔" وہ مسکرا کر صفائی پیش کرتے ہوئے کچن کی طرف بڑھنے لگی تو احد نے روک لیا۔

"میں کیا سوتیلا ہوں بھابھی کہ مجھے کھانے کے لئے نہیں پوچھا؟" مصنوعی خفگی سے شکوہ کیا۔

"اوہ۔ آئی ایم سوری بس خیال نہیں رہا، تم دونوں مجھ سے خفا مت ہو۔ دھیرے دھیرے ایڈجسٹ کر جاؤں گی۔ اکیلی تھی ممی پاپا کے گھر اس لئے عادت نہیں ہے مجھے۔" وہ قدرے لاچاری سے معذرت کرتے لہجے میں بولی اور ان دونوں کو دیکھا۔

"اچھا جاؤ میں معاف کیا۔" احد نے شاہانہ انداز میں پیر پھیلاتے ہوئے کہا تو اس نے فرہاد کی طرف نظر کی۔

"مجھے تو خیر کوئی شکایت ہی نہیں ہے۔" اس نے خوش دلی سے شانے اچکائے تو وہ مطمئن ہو کر چلی گئی۔

"خیریت بھائی، یہ آپ اتنی جلدی کیسے نازل ہو گئے۔ آفس نہیں گئے تھے کیا؟"

اب احد نے رخ روشن اس کی طرف پھیر کر استفہامیہ نگاہیں اس پر ٹکا دیں۔ آنکھوں میں شوخی اور کھو بیک وقت تھی۔ وہ زیر لب مسکرایا مگر بظاہر سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"داجان کی طرف گیا تھا۔" اس کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے اس نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی۔

"اوہ، آئی سی۔" معنی خیزی سے مسکراتے ہوئے احد قصداً کھنکارا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"صرف داجان تھے وہاں' فکر مت کرو۔" اس نے جیسے صفائی پیش کی۔

"میں نے کب پوچھا آپ سے۔" وہ فوراً "معصوم" بن گیا۔

"جیسے میں جانتا نہیں تمہیں' شکل پر لکھا تھا تمہاری۔"

"کیا واقعی۔" اس نے جلدی سے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے استفہامی نظروں سے اسے دیکھا' تو وہ "باز آجاؤ۔" کہتا اٹھ گیا۔ زونیو کھانا لگوا کر ان سے ساتھ نہ دینے پر معذرت کرتی چلی گئی تو وہ دونوں ٹیبل پر آ بیٹھے۔

"کمال ہے آپ داجان کے گھر گئے اور بغیر کھائے پیئے چلے آئے۔ جہاں تک میری معلومات ہے داجان تو خاصے مہمان نواز شخص ہیں پھر آپ کو کیوں نہیں پوچھا انہوں نے۔" پلیٹ میں ایگ فرائیڈ رائس نکالتے ہوئے وہ شرارت سے کہہ رہا تھا۔

"بس میرا موڈ نہیں ہو رہا تھا اس وقت کھانے کا ویسے بھی میں کچھ سنجیدہ بات کرنے گیا تھا۔" فرہاد پر سوچ انداز میں کھیرا کترتے ہوئے بولا تو احد نے قدرے تردد سے اسے دیکھا' آنکھوں میں سوال تحریر تھا۔

"کون سی سنجیدہ بات۔" وہ اس کی آنکھیں پڑھ کر بھی نظر انداز کر کے کھانے کی طرف متوجہ ہوا تو احد کو پوچھنا ہی پڑا۔ اب کھانے میں دل بھلا کیسے لگتا۔ وہ خاموش ہی رہا۔

"کیا اپنی شادی اور "سفینہ لاج" سے متعلق کچھ کہنے گئے تھے آپ۔" اس کا قیاس درست تھا۔

"ہوں۔" مختصر جواب آیا۔

"اوہ۔ تو گویا اب آپ عملاً" کوئی قدم اٹھانا چاہتے ہیں' مگر بائی داوے آپ کو اتنی جلدی کیا ہے۔" وہ ذرا کی ذرا سنجیدہ ہوا تھا پھر شوخی پر آمادہ ہوتے ہوئے میز پر جھک آیا۔

"داجان کی طبیعت آج کل ٹھیک نہیں۔ اس لئے ان کی خواہش ہے کہ۔ انہوں نے مجھے فون کر کے بلوایا تھا' پچھلے دنوں میں بھی ملا تھا ان سے اس سلسلے میں' کیونکہ ماما تو مجھے پاپا سے اس ٹاپک پر کوئی بات کرنے نہیں دے رہیں۔ اس لئے مجھے ادھر کا ہی رخ کرنا پڑا تھا۔" احد کی آنکھوں میں درج سوال کا وہ خود ہی جواب دیتا چلا گیا تھا۔ احد نے گہری سانس بھری۔ سلما کے رویئے کا اسے احساس تھا۔

"کیا ہوا ہے داجان کو؟"

"وہی ہارٹ ٹربل' آج کل ان کا بی پی بھی ہائی رہنے لگا ہے۔ ساتھ ہی ہارٹ بیٹ بھی Stable نہیں ہے۔" اس نے پانی پیتے ہوئے مختصراً" احوال عرض کیا۔

"اوہ۔ سو سیڈ؟" احد نے تاسف کیا۔

"تمہارا فرض صرف رسمی اظہار تاسف سے ختم نہیں ہو جاتا احد۔ میں جب بھی جاتا ہوں تمہیں اور ہابر بھائی کو پوچھتے ہیں۔ کبھی مل آیا کرو ان سے۔ ساری زندگی کوئی کسی کے ساتھ نہیں رہتا۔ تمہاری ذرا سی توجہ ان کی سانسوں میں اضافے کا سبب بن سکتی ہے' کسی قسم کی خدمت کا لالچ نہیں انہیں۔" احد کے افسوس کرنے پر وہ بے اختیار درشت لہجے میں کہتا چلا گیا تھا۔ ناصحانہ انداز سنجیدگی کا مظہر تھا۔

بات درست تھی احد نادم سا ہو کر سر جھکا گیا۔

"میں شام کو سمعان کے ساتھ ٹینس کورٹ جاؤں گا' اگر پاپا سے ملاقات ہو تو بتا دینا کہ داجان نے انہیں بلوایا ہے۔ کل یا پرسوں ان کے پاس چلے جائیں۔" نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے اٹھتے ہوئے اس نے اسے تاکید کی' اور ادیر پہلے ہی ڈانٹ پڑی تھی ورنہ احد اس بات پر اس کا خاصا ریکارڈ لگا سکتا تھا' تاہم اس وقت محض سر کے اشارے سے اثبات کا عندیہ دے کر پانی کا گلاس اٹھا لیا۔

• • •

"دیکھا تم نے زرمین' تمہارے ابی کو ذرا احساس ذمہ داری نہیں وہ ہفتے سے یو کے جا کر بیٹھ گئے ہیں' پتہ نہیں کہ فون کر کے مجھے مطلع ہی کر دیں کہ کب آئیں گے۔ ہر رات میں فون سرہانے رکھ کر سوتی ہوں' مگر انہیں پروا نہیں۔"

ٹی وی لاؤنج میں امی جی اس کے پاس آ کر بیٹھیں تو اپنا دکھڑا رو دیا۔ اس نے قدرے حیرت ناک شوخی سے انہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دیکھا البتہ کہا کچھ نہیں۔ چپ چاپ جرنل چیک کرتی رہی۔

"ابی آپ کو سرپرائز دینے کا ارادہ رکھتے ہوں گے امی جی۔ غالباً اسی لئے واپسی کی تاریخ بتائی نہیں آ[پ] خیال رہے کسی بھی دن نازل ہو جائیں گے۔" آج سمیر کافی دنوں بعد شام میں گھر پر تھا۔ قدرے استہزائیہ میں شوخی سے بولا۔

ابی کی غیر موجودگی میں اس کی روٹین کافی بدل جاتی تھی آنے جانے کے اوقات کار بالخصوص تبدیل ہو ج[اتے] اکثر شام کو وہ ابی کے منع کرنے کے باوجود دوستوں میں نکل جاتا تھا مگر آج کل گھر پر موجود رہتا۔

"دے دیا انہوں نے مجھے سرپرائز' یاور اور مجھے سرپرائز دیں ناممکن۔" امی جی یکدم تلخ ہو گئی تھیں۔ زاری سے گویا ہوئیں۔

"خیر سرپرائز کے طور پر یہ تین تین بچے تو دیئے تھے انہوں نے آپ کو اور کیا خوب دیئے تھے۔" سمر ایسی [بے] تکلفی سے بات کرتا تھا۔ وہ مارے شرم کے نظر بھی نہ اٹھا سکی جبکہ امی جی مسکرا رہی تھیں۔

"کیوں ٹھیک کہا نا میں نے ملیں گے کہیں ایسے بچے۔" اس کا موڈ بڑا خوش گوار تھا۔

"ہوں' میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو تم۔" سمیر ان کے پاس ہی کارپٹ پر بیٹھا چینل بدل رہا تھا۔

امی جی نے نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر کر محبت سے کہا تو اپنا کام کرتی زمین رک کر استو[ار] نظروں سے انہیں دیکھنے لگی' ان کا ممتا بھرا یہ روپ کتنا مختلف انوکھا اور حسین لگتا تھا۔

"اگر تم لوگ نہ ہوتے تو شاید یاور کی تلخ نوائیاں سہنا میرے بس سے باہر ہو جاتا۔" مسکراتے مسکرا[تے] اچانک وہ آبدیدہ ہو گئی تھیں' زمین نے ان کا دکھ پوری طرح محسوس کیا اور آزردہ ہو گئی۔

"ویسے امی جی' سچ سچ بتایئے' کیا کبھی بھی ابی نے آپ سے اچھی طرح' آئی مین کیا آپ لوگوں نے کبھی انڈر اسٹینڈنگ کے ساتھ وقت نہیں گزارا۔" جھجکتے ہوئے اس نے دھیمے سروں میں اپنا سوال ان کے سا[منے] دہرایا تو زہرہ بیگم کے چہرے پر کئی رنگ آ کر گزر گئے۔ کچھ دیر خاموشی چھائی رہی پھر وہ قدرے سنبھل کر بولیں۔

"ہماری شادی جن حالات میں ہوئی ان کے باعث ہی تو ہم میں ذہنی ہم آہنگی نہیں ہو سکی تھی۔ اب [یہ] باتیں کیا کریدنا' ورنہ سچ یہی ہے کہ شروعات ہی جب اچھی نہ ہوں تو اختتام بھی بہتر نہیں ہو سکتا' ایک ا[چھی] ابتدا ہی اچھی انتہا کو جنم دیتی ہے۔ ہماری زندگی آغاز سے ہی Clashes کا شکار رہی اس لئے اس کا انجام۔ گاڈ [نوز] بیٹر کیا ہو گا؟"

مایوسی سے کہتے ہوئے وہ زمین کی رہی سہی امیدیں بھی توڑتی چلی گئیں۔ سمیر نظر پھیر کر بظاہر ٹی وی کی جا[نب] متوجہ ہو گیا تھا' ماحول میں عجیب سی بوجھل پن در آیا اور وہ چمن کے پرے سے ٹہلتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ کن "حالات" میں ان کی شادی ہوئی ہو گی۔ کون سی منحوس گھڑیاں تھیں وہ جن کی نحوست آج بھی ان سب [کی] زندگی پر چھائی ہوئی ہے۔

سمیر نے بھی کوئی سوال نہیں کیا تھا اور وہ بھی سوچوں کے تانے بانے بنتے ہوئے اپنے اندر مچلتے استفسار [کو نظر] انداز کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ شرمین کی تقلید میں ملازمہ چائے کی ٹرالی دھکیلتی چلی آئی۔

"خیریت' اتنی خاموشی۔" آنکھوں ہی آنکھوں میں سوال کیا۔

"امی جی کو ابی کی یاد ستا رہی ہے۔" سمیر ایک بار پھر شوخ ہوا۔ شرمین کے لبوں پر بڑا بے ساختہ تبسم مچل[ا] البتہ نظروں میں تحیر بھرا طنز تھا۔ زمین نے چائے کا مگ تھامتے ہوئے توجہ جرنل کی جانب مرکوز کر دی۔

"سمیر۔" امی جی کا تادیبی انداز ملازمہ کو دیکھ کر عود کر آیا تھا' سمیر زیر لب مسکرانے لگا۔

"ابی کا کوئی فون آیا' کچھ خبر ملی کہ کہاں ہیں وہ کب آئیں گے۔" شرمین نے سنجیدگی سے استفسار کرتے ہوئے موضوع ایک بار وہی چھیڑ دیا جس سے امی جی کی توجہ ہٹانے [کے] لئے سمیر نے شریر لہجہ اختیار کیا تھا۔ ایک بار پھر ان کا موڈ آف ہو گیا۔

"نہیں کیا ضرورت ہے یہ بتانے کی' انہیں پرواہ کہاں ہے کہ یہاں کوئی پریشان ہو رہا ہو گا' وہ تو ہمیشہ ایسے ہی ہیں۔" بکھرے طنزیہ لہجے نے بات کو خاصا تلخ بنا دیا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"تو ایزد صاحب سے پتا کیا ہوتا" اب تو ان کو ہی ابی کے پروگرامز اور پلاننگز کا پتا ہوتا ہے۔ رائٹ ہینڈ (Right hand) جو ٹھہرے۔" سمیر نے ترشی سے کہا۔

"ان بے چاروں کو بھی کہاں پتا ہوگا ابی کی پلاننگز اور پروگرامز کا۔" زرمین کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے ثرمین استہزائیہ ہنس کر بولی تو وہ سٹپٹا گئی۔

"کیوں؟ ابی نے کیا ان کو پی اے کے عہدے سے دستبردار کر دیا ہے۔" سمیر نے گھوم کر استفہامیہ انداز میں کہا تھا۔ زرمین نے ثرمین کو تنبیہی نظروں سے دیکھا۔

"نہیں' بلکہ ان کا تو اب عہدہ بڑھایا جانے والا ہے۔" وہ پھر جلتی ہوئی مسکراہٹ سمیت بولی تھی۔

"ثرمین! کیوں فضول باتیں کئے جاتی ہو' جاؤ جا کر رات کے کھانے میں چکن اور چاول تیار کراؤ" اور ہاں مرچ کم رکھے بشیراں سے کہنا' روٹی بھی اس سے بنوانا۔ کوئی ضرورت نہیں تمہیں نقشے بنانے کی۔" اسے روٹیاں بنانا اچھا لگتا تھا مگر امی جی کو اس کے ہاتھ کی کچی پکی روٹیاں پسند نہیں تھیں۔

ایزد کا موضوع لمبا ہوتا دیکھ کر انہوں نے اس کو وہاں سے ٹالا تو وہ معنی خیزی سے مسکراتے ہوئے کچن کی طرف چل دی۔ زرمین نے سکون کا سانس لے کر سمیر کو دیکھا جو کہ اب امی جی سے کچھ پیسوں کا مطالبہ کرتے ہوئے کہیں جانے کا موڈ بنا رہا تھا۔

"کتنا لکی ہے سمیر' آزاد اور خود مختار" اس کے شانوں پر کسی کے فیصلے کی صلیب اور گلے میں کسی کے اختیار کا طوق نہیں" اور خدا کرے اسے ایسے دکھ کبھی نہ ملیں۔"

اسے امی جی سے لاڈ کرتے دیکھ کر وہ سوچ رہی تھی اور لاشعوری طور پر اس کا اور اپنا موازنہ کر رہی تھی۔

● ● ●

"سن رہے ہیں آپ کچھ کہہ رہی ہوں میں" کوئی مشورہ تو دیجئے بھئی۔"

بی بی جان ہمدانی صاحب کے مستقل اخبار پر نظریں جمائے رکھنے پر چڑتے ہوئے ذرا جھنجلا کر بولی تھیں۔ ہمدانی صاحب نے اخبار کے پیچھے سے سر نکال کر ان کی تیور ملاحظہ کئے اور پھر اپنے انہماک کو اخبار کے ساتھ تہہ کر کے ایک طرف رکھ دیا۔

"جی بیگم سن لیا ہے میں نے آپ کا فیصلہ" اب مشورہ میں کیا دوں ایزد سے پوچھ لیں' بھئی ہمیں تو بارات کے ساتھ باراتی بن کر جانا ہے سو اس کے لئے تیار ہیں' بلکہ اگر آپ کہیں تو ہم اکیلے ہی بارات لے جائیں۔" شوخی سے چشمہ ناک پر جماتے ہوئے انہوں نے بی بی جان کو سخت برافروختہ کر دیا تھا۔

"کیسے جائیں آپ ایسی ہی باتیں۔ یہاں بیٹے کے رشتے کی بات چل رہی ہے اور آپ کو اپنے سہرے کے پھول یاد آ رہے ہیں۔ میں کہتی ہوں سنجیدہ ہو جائیے ہمدانی صاحب میں واقعی ایزد کی تاریخ پکی کرنے کا سوچ رہی ہوں' اور اسی سلسلے میں سفینہ لاج جانے کے لئے آپ کا عندیہ لینا چاہتی ہوں۔" وہ زچ سی ہو کر رہ گئیں تو ہمدانی صاحب کو سنجیدہ ہونا ہی پڑا۔ کسی گہری سوچ کا تاثر ان کے چہرے پر در آیا تھا اس لمحے۔

"سوچ لیجئے بیگم' بچی ابھی پڑھ رہی ہے۔ اس کے والدین اور خود وہ کیا اتنی جلدی ہتھیلی پر سرسوں جمانے کے لئے تیار ہو جائے گی؟" ان کا نکتہ نظر بھی ٹھیک تھا بیگم ہمدانی ذرا کی ذرا رکیں۔

"ہاں وہ تو ٹھیک ہے مگر ہمیں کون سی نوکری کرانی ہے ماشاء اللہ ایزد برسر روزگار ہے اپنا بزنس ہے اس کا۔ کوئی کمی تو نہیں ہوگی۔" انہوں نے اپنی جانب سے معقول جواز پیش کر کے ان کے خدشے کو جھٹلایا۔

"پلیز بیگم' تعلیم کو روزگار کے ساتھ نتھی مت کیا کریں۔ علم تو زیور ہے۔ انسان کی شخصیت کو سنوارتا ہے' اس میں آمدنی اور کمائی کا تذکرہ کہاں سے آ گیا۔" وہ ذرا خفگی سے گویا ہوئے۔

"اچھا بھئی ٹھیک ہے۔ آپ کی بقراطیت سر آنکھوں پر مگر اب مجھ سے یہ خالی گھر نہیں دیکھا جاتا۔ میں ایزد کی شادی کرنے کا فیصلہ کر چکی ہوں۔" انہوں نے جیسے پسپائی اختیار کی مگر فیصلہ سنا دیا۔

"اور اگر صہیبہ کے گھر والے اس افراتفری پر راضی نہ ہوئے تو؟" قدرے مسکرا کر استفسار ہوا۔

"تو بھلا اس میں افراتفری کہاں سے آ گئی۔ بس میں تو چاہتی ہوں کہ کوئی رسم کر کے اسے اپنے ایزد کے نام سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

باندھ لوں۔ کتنے اچھے لگیں گے وہ دونوں ایک ساتھ۔" چشم تصور سے وہ جانے کیا کیا دیکھ رہی تھیں۔ ہمدانی صاحب ان کے جوش پر مسکرانے لگے تھے۔ کیسے ارمان تھے ان کے دل میں۔

"ایمان سے بیگم آپ کو دیکھ کر تو یہ لگتا ہے جیسے آپ بہو نہیں کوئی خزانہ لا رہی ہیں اپنے گھر۔"

"ہاں تو وہ کسی خزانے سے کم تو نہیں، آپ نے محسوس کیا جب سے ابرواس سے ملا ہے کتنا خوش رہنے لگا ہے۔ میں ماں ہوں اس کی آنکھیں پڑھ سکتی ہوں جن میں مسرتوں کے ان گنت دیئے جلنے لگے ہیں۔ ورنہ آپ کی علالت کے بعد سے تو وہ بالکل بجھ کر رہ گیا تھا اب کچھ دنوں سے کیسا کھلا کھلا رہنے لگا ہے۔ یقیناً اسے یہ پسند اچھی لگی ہے۔" وہ قدرے تفاخر سے محبت بھرے لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

"بجا ارشاد فرمایا، دراصل آپ کی چوائس ہمیشہ سے اچھی رہی ہے واقعی پسند کئے جانے کے لائق ہے۔ وہ ہم بھی تو آپ کی ہی چوائس تھے نا۔ آپ کی والدہ بتاتی ہیں کل سات امیدواروں میں سے چنا تھا آپ نے ہمیں زندگی کے اس بھیانک مذاق یعنی معذوری کے باوجود ہمدانی صاحب کی بذلہ سنجی اپنے عروج پر رہتی تھی۔ ہمدانی ان کے شوخ لہجے پر قدرے خجل ہو گئیں مگر پھر بھی بولیں۔

"اندھوں میں کانا راجا تھے آپ اس لئے۔"

"تھے تو راجا نا۔ یوں بھی آپ کے لئے اندھوں کی قطار لگی تھی تو ٹھیک ہی لگی تھی، ہماری والدہ کی نظر خاصی کمزور تھی ان دنوں۔" وہ انہیں چھیڑنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے اس وقت بھی وہ انہیں تیکھی نظروں سے دیکھ کر رہ گئیں۔ مرحوم ساس کو کیا کہتیں۔ اٹھ کر باہر چلی آئیں۔

"ابرو بیٹے۔ تم اگر فارغ ہو تو ذرا میرے پاس آؤ۔"

وہ اس وقت جانے کون کون سے کاغذات پھیلائے بیٹھا تھا مگر بی بی جان پر عجلت سوار تھی وہ جلد از جلد اس معاملے کو پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہتی تھیں اس لئے اس کے سامنے پھیلے دفتر کو نظر انداز کرتے ہوئے اسے بلا۔

"جی۔ بی بی جان، ابھی ذرا مصروف ہوں کچھ دیر بعد آجاتا ہوں۔" سر اٹھا کر اس نے تھکے تھکے انداز میں کہا یاور صاحب کے فارن ٹور نے اس کی ذمہ داریاں کئی گنا بڑھا دی تھیں، آج کل سوچنے سمجھنے کا بھی وقت نہیں رہا تھا۔

"مجھے عشاء کی نماز پڑھنی ہے، تمہارے بابا تو صبح کا اخبار رات تک چاٹتے رہتے ہیں۔ ان سے تو بات فضول ہے تم آجاؤ مجھے کچھ ضروری امور پر تمہاری رائے چاہئے۔ یہ کام بعد میں کر لینا۔" دو ٹوک لفظوں میں اسے گویا حکم سنا دیا گیا تو وہ کچھ الجھن آمیز نظروں سے دیکھتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا بات ہے بی بی جان، آپ کہئے میں سن رہا ہوں، یہیں بیٹھ جایئے۔" ان کے شانوں پر دباؤ ڈالتے ہوئے اس نے انہیں اپنے قریب ہی بٹھا لیا۔ وہ بڑی خوش اور سنجیدہ لگ رہی تھیں۔

"میں تمہاری تاریخ طے کرنا چاہ رہی ہوں، اگلے ماہ کی پندرہ تک کہو تم کیا کہتے ہو۔"

خاصا اچانک اور غیر متوقع حملہ تھا وہ دل میں خوشی و انبساط کی لہر دوڑتی محسوس کرنے کے باوجود چند ثانیے چپ سا رہا، البتہ زیر لب مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ کچھ لوگوں کا تذکرہ ہی دل کا کنول کھلا دیتا ہے۔

"جیسا آپ بہتر سمجھیں۔" اس نے سعادت مندی سے متبسم لہجے میں کہا تو بی بی جان خوشی سے پھولے نہ سمائیں۔ بڑھ کر اس کی پیشانی چوم لی۔ کہاں تو وہ راضی نہیں ہوتا تھا دس مسئلوں کی آڑ میں چھپتا بہانے بناتا تھا کہاں ایک جملے میں انہیں سرخرو کر دیا تھا اس نے۔

"تو پھر جاؤں سفینہ لاج۔" انہوں نے مشفق انداز میں اسے چھیڑا تو وہ ہنس پڑا۔

"بصد شوق مگر بی بی جان دیکھ لیجئے غور کر لیجئے ایک بار پھر، ابھی فریق ثانی کی تعلیم مکمل نہیں ہوئی ہے۔ ہو سکتا ہے وہاں سے کچھ Resistance ہو۔ آئی مین کم از کم گریجویشن تو کر ہی لینا چاہئے۔" وہ خود دل سے راضی تھا مگر اندازہ تھا کہ صہیبا اتنی جلدی شادی کرنے پر شاید رضامند نہ ہو سکے۔ خود اسے بھی تعلیم کی اہمیت کا احساس تھا پھر یہی دن تو ہوتے ہیں لڑکیوں کی آزادی کے، اس کے بعد تو وہ پابند ہو جاتی ہیں۔

بی بی جان، ہمدانی صاحب کے بعد اس کی جانب سے بھی اسی نکتہ کی طرف توجہ دلانے پر کچھ سوچنے لگیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"کیا تم ایک نان گریجویٹ لڑکی سے نباہ نہیں کر سکو گے۔" کچھ دیر توقف کے بعد انہوں نے سوال کیا تو اس کی لمبی مونچھوں تلے لب بے ساختہ مسکرا دیئے۔

"میں نے اپنی نہیں فریق ثانی کی بات کی تھی۔" اس نے اپنا دامن بچایا۔ بی بی جان عندیہ سمجھ گئیں۔

"اس کا نام صہیبہ ہے۔ کیا فریق ثانی کہہ کہہ کر پکارتے ہو اسے۔" اس کی چالاکی پر انہوں نے مسکراہٹ دبا کر قدرے تادیبی انداز اختیار کیا تو وہ سر جھکا کر مسکرانے لگا۔ بی بی جان فیصلہ کرتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"چلو پھر ٹھیک ہے، تمہاری رضامندی تو مل گئی۔ میں بات کرتی ہوں، وہ لوگ راضی ہو گئے تو ٹھیک وگرنہ میں نکاح کی تقریب رکھ رہی ہوں اگلے ہفتے کی؟"

"اف بی بی جان، آخر آپ کو اتنی جلدی کیوں ہو رہی ہے۔ میں کہیں بھاگا تو نہیں جا رہا جو زنجیریں ڈالنے کے درپے ہو رہی ہیں آپ۔" وہ بھی ان کے ساتھ کھڑے ہوتے ہوئے شوخی سے بولا تو وہ ہنس دیں۔

"معلوم ہے مجھے کہ تم بھاگے نہیں جا رہے مگر سانسوں کا کوئی بھروسا نہیں نہ جانے کس وقت اپنی آمدورفت روک دیں۔"

"پلیز بی بی جان، ایسی باتیں نہیں کریں۔" اس نے انہیں ٹوک دیا۔

"ابھی تو آپ کو سو سال جینا ہے۔" لاڈ سے ان کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔ وہ اس کے اس انداز پر نہال سی ہو گئیں، ذمہ داری کے بوجھ تلے دب کر تو اس کا مزاج ہی تیکھا ہو گیا تھا۔ اب کیسا بدل گیا تھا۔ یقیناً "صہیبہ کی وجہ سے۔

"ہونہہ کوئی سو سال نہیں۔ ارے تم تو اپنی بیوی کے نخروں میں لگ جاؤ گے اور میں اکیلی رہ جاؤں گی۔" انہوں نے بھی اسی کے انداز میں کہا تو اس نے جھٹ کان پکڑ لیے۔

"ارے ایسی ہی بات ہے تو میں باز آیا شادی سے، آپ کے اور بابا کے ساتھ بھی زندگی گزر رہی ہے۔" اس نے جیسے توبہ کی۔

"ہاں مگر یہ زندگی، زندگی نہیں ہے بیٹا۔ زندگی کو جینے میں اور عمر بتانے میں فرق ہوتا ہے۔ اب تمہیں صحیح معنوں میں زندگی جینا ہے۔ خدا تمہیں خوشیوں کے دن دکھائے سلامت رکھے، میرا کلیجہ اور آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ اور کیا چاہیے۔" ممتا سے بھرپور صدقہ اتارتی نظریں اس کا احاطہ کیے ہوئے تھیں۔

"وہ تو ہے۔" اس نے شوخی سے سر کھجاتے ہوئے انہیں دیکھ کر سعادت مندی سے کہا تو بی بی جان نظر بد سے بچانے کی خاطر چاروں قل کا ورد کر کے اس پر دم کر گئیں۔

"اوہ۔ تو گویا منزل قریب آ رہی ہے ایزو ہمدانی۔ چلو یار شکر ہے بزرگ حضرات بنا کہے ہی دل کی بات جان گئے۔ وگرنہ خود سے کہنے کی کوشش میں تو سال گزر جاتے۔"

ہاتھوں کا تکیہ بنا کر کاؤچ پر دراز ہوتے ہوئے وہ خود سے مخاطب تھا۔ آنکھوں کی پتلیوں پر صہیبہ کا ہیولہ متحرک تھا۔ ریلنگ پر کہنیوں کا بوجھ ڈالے شام کے دھندلکے میں گلابی کپڑوں میں ملبوس کچھ سوچتی کچھ حیران ہوتی صہیبہ علی اب تک حافظے کا حصہ بنی ہوئی تھی۔ اس کے لب آپ ہی آپ کچھ گنگنانے لگے۔ دل خوش ہو تو نغمے خود بخود چشموں کی مانند بہہ نکلتے ہیں، اور وہ اس وقت بہت خوش تھا۔

● ● ●

"واپس آ جائیے محترمہ، احد اسماء سے صرف بات کر رہا ہے۔ بلیو می اسماء کا نکاح تک ہو چکا ہے۔ یعنی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" زارا کولڈ ڈرنک اٹھائے اس کے سر پر آ سوار ہوئی تھی۔ اسے کافی فاصلے پر موجود اسماء اور احد کو خوش گپیاں کرتے دیکھنے میں محو پا کر قریب آ کر چونکایا۔

"فضول مت بولا کرو۔" ثمرین نے کھسیا کر کہا اور اس کے ہاتھوں سے ڈرنک لیتے ہوئے نظر چرائی۔

"اور تم فضول حرکتیں کرتی رہا کرو۔ ایسے ٹکٹکی باندھ کر تم دیکھ رہی تھیں، بالکل ایسی بچی لگ رہی تھیں جس کا من پسند کھلونا کسی اور کے ہاتھ میں چلا گیا ہو۔" ہنستے ہوئے ڈرنک کا سپ لیتی زارا بے تکان بول رہی تھی۔ ثمرین اس کی مثال پر بے ساختہ ہنس پڑی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ میں تو بس یونہی۔"

"دور ہی دور سے احد کی نظر اتار رہی تھی۔ یہی نا۔" اس کی بات کاٹ کر زارا نے لقمہ دیا تو وہ خشمگیں نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

اسی اثناء میں احد بھی ان کی طرف چلا آیا تھا۔ ہاتھ میں بڑی سی البم تھی۔ یقیناً" بابر کی شادی کی تصویریں تھیں اس میں۔

"ہیلو لیڈیز۔ کیا حال ہے۔" وہ ان کے نزدیک آتے ہوئے خوش دلی سے بولا تو وہ دونوں مسکرا کر اسے خوش آمدید کہتی نظروں سے دیکھنے لگیں۔

"بیٹھیے۔" وہ کھڑا ان کی دعوت کا منتظر تھا تو شرمین نے دھیمے سروں میں کہا۔ اس کے اس ایک لفظ پر بہت حیرت سے احد نے اسے دیکھا مگر کچھ کہا نہیں وہ خجل ہو گئی۔

"بھئی اب تو بیٹھ ہی جاؤ احد' دیکھو تو شرمین نے آفر کی تھی آج تمہیں۔ یقیناً" اٹس آ گریٹ ڈے فار یو (It's a great day for you)" زارا ہنس رہی تھی جرنل وغیرہ ہٹا کر رومال سے گھاس پر پڑے سوکھے پتے ہٹاتے ہوئے مزے سے بولی تو جہاں شرمین جھینپی وہیں احد ہنس پڑا۔

"ویل سیڈ' آئی ایم رئیلی آنرڈ (Well said I am really honoured)"

"یہ کیا ہے۔" شرمین نے موضوع بدلنے کی خاطر البم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سوال داغا۔

"بابر بھائی کی شادی کی تصویریں ہیں۔ دیکھو۔" البم ان کے درمیان رکھ کر وہ زارا کی تفتیش پر ایک ایک تعارف کراتا جا رہا تھا۔ زارا بار بار شرمین کی بے دھیانی پر اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں معنی خیز اشارے کر رہی تھی اور وہ "تم کبھی نہیں سدھرو گی۔" والے انداز میں سر کو نفی میں جنبش دے کر رہ جاتی۔

احد بالخصوص شرمین کو مخاطب کر رہا تھا مسکراتا شوخی سے اسے پزل کرنے کی کوشش کرتا شرمین کو وہ زندگی سے بے حد قریب لگا اور اس کے مقابلے میں اپنا وجود بالکل کھنڈر کی مانند لگ رہا تھا۔

"یہ زوہا ہیں۔ تمہاری کزن۔" زوہا کی تصویر آنے پر زارا نے چپس کترتے ہوئے پوچھا۔

"ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے اثبات میں بولا تھا' فرہاد کی خاطر بڑی مشکل سے یہ تصویر کھینچی تھی اس نے ورنہ وہ تو صبیحہ کے پیچھے چھپی جا رہی تھی' اسے فرہاد کی چوائس بے حد اچھی لگی عین اس کی فطرت کے مطابق تھی وہ۔

"اور ہونے والی بھابھی بھی۔" زارا نے سرسری سے انداز میں جیسے انکشاف کیا۔

"تمہیں کیسے معلوم؟" وہ حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ شرمین بھی اچنبھے سے اس کی طرف متوجہ تھی۔

"تمہارے بھائی اور ان موصوفہ کے چہرے کے تاثرات سے۔ یاد کرو مسٹر میں نے ہی تمہیں بھی پکڑا تھا رہے ہاتھوں۔ جب تم آہیں بھرا کرتے تھے۔" زارا اپنی صلاحیت پر فخر سے کہہ رہی تھی۔

"ہوں' اتنا تجربہ۔" وہ معترف ہوتے ہوئے مرعوب ہو کر بولا۔

"جی جناب۔" وہ چہکی۔ شرمین ہنسنے لگی' احد نے نظر پھیر کر یکدم اسے دیکھا۔

"پھر کچھ فیس ریڈنگ کا استعمال ادھر بھی کر دو دوست اور مجھے بھی بتاؤ کہ دریا کے دوسری جانب کسی بستی کے آثار نظر آ رہے ہیں یا نہیں؟" گہری کہتی سچی جذبوں سے پر آنکھیں شرمین کو بری طرح ڈسٹرب کر گئیں۔ اتنا واضح اظہار اور وہ بھی بے تابی بھرا۔ سنجیدگی کے ساتھ وارفتگی تھی لہجے میں۔

زارا اس کے استفسار پر قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

"بزرگ کہہ گئے بھائی جدھر چاہ ادھر راہ۔" کولڈ ڈرنک ختم کرتے ہوئے اپنے ہاتھ جھاڑ کر فلسفہ بیان کیا۔

"زارا۔" شرمین کی تنبیہی آواز پر وہ یونہی ہنستی رہی اور احد مسکراتا رہا۔ ان لوگوں میں ہنسی مذاق چل رہا تھا کہ دور سے متلاشی نظریں ادھر ادھر بھٹکاتی صبیحہ کو دیکھ کر وہ کچھ حیران رہ گیا۔

"ارے یہ سائنس فیکلٹی میں کہاں سے آ گئیں۔" سوچتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے دراز قد کے باعث جلد ہی صبیحہ کی نظروں کی گرفت میں آیا تو وہ تیز قدموں سے چلتی ان سب کے پاس آ رکی۔ خوش دلی سے زارا اور شرمین سے مصافحہ کیا ان سے پہلے بھی ملاقات ہو گئی تھی اس لئے تعارف کی ضرورت نہیں پڑی جلدی سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ان کی طرف متوجہ ہوئی۔ حال احوال کے بعد بولی۔

"فرہاد بھائی کا فون خراب ہے میں کب سے ٹرائی کر رہی تھی۔ پلیز ان سے کہنا کل میں داجان کی طرف جا رہی ہوں۔ آ جائیں مجھے معذرت و عذرت کرنی ہے۔" انگلیاں چٹخاتے ہوئے وہ قدرے ندامت سے کہہ رہی تھی۔

احد تو اس معاملے کے تناظر کا پتا نہیں تھا اس لئے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"اوہو۔ اب بھی نہیں سمجھے آپ ارے بھئی کچھ ناراضگی ہو گئی تھی میری ان سے کلیئر کرنا ہے۔"

اس نے احد کو یوں دیکھا جیسے کہہ رہی ہو۔ "جلدی سمجھ جاؤ بھائی۔" وہ مسکرا دیا۔

"صرف آپ ہی آ رہی ہیں یا "شیریں" صاحبہ کا بھی ارادہ ہے۔" شوخی سے سوال ہوا۔ وہ ایک لمحے کو سمجھ نہ پائی اور جب بات عقل میں آئی تو خوش دلی سے ہنس پڑی۔

"ارے نہیں بھئی۔ یہ "شیریں" صاحبہ خاصی کنفرزیو ہیں۔ آپ ابھی ان موصوفہ کو جانتے نہیں۔ انشاء اللہ ساتھ رہیں گے تو سارے جوہر کھل جائیں گے ان کے۔" وہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"آمین ثمہ آمین۔" احد نے صدق دل سے کہا۔ "آج آئی نہیں وہ آپ کے ساتھ۔" پھر سوال کیا۔

"موصوفہ آپ کے ڈیپارٹمنٹ کے باہر موجود ہیں۔ غالباً "شرما رہی ہیں۔ میں نے کہا نا کہ اور کھل جائیں گے چار ملاقاتوں میں۔ لہٰذا آپ فکر مت کیجئے گا۔" وہ اسے تسلی دیتے ہوئے بے فکری سے بول رہی تھی۔ شرمین قدرے تعجب سے اسے دیکھا۔ ایسی بے فکری اور لاابالی زندگی اس کے حصے میں کبھی نہیں آئی تھی۔

"ارے آپ فکر مت کریں۔ میں سمجھ رہا ہوں ان کی نیچر۔ بھائی کی پسند کی بھی غالباً "یہی وجہ رہی ہو گی۔" احد مطمئن تھا وہ سر ہلا کر ہنسی اور پھر بے حد تاکید کرتی ان تینوں سے رخصت لے کر چلی گئی۔

"بائی دا وے احد ان کا کیا رول ہے۔" زارا نے جھٹ اپنی الجھن کو الفاظ دیئے۔

"سپورٹنگ کیریکٹر ہے۔ یعنی یہ کہ بھائی اور زوہا کے معاملے میں صہیبہ کی وجہ سے ہی اتنی پروگریس ہوئی ہے۔ کیا بتاؤں بس یوں سمجھو فیملی پالیٹکس میں عوامی نمائندہ ہیں یہ۔" صہیبہ کی اہمیت کے بارے میں بتاتے ہوئے وہ بہت سنجیدہ لگ رہا تھا۔ شرمین کی نظریں اس کے اس روپ کو دیکھنے میں کھو سی گئیں اور چونکیں جب وہ تیزی سے کھنکار رہا تھا۔ زارا کی مسکراہٹ اس کے ساتھ تھی۔ وہ بھی جھینپ گئی۔

● ● ●

کھانا اس نے اور فرہاد نے داجان کے ساتھ کھایا تھا تمام وقت ہنستے شوخ فقرے چست کرتے وہ لوگ داجان کو ہنسانے پر مجبور کرتے رہے۔ داجان کی بذلہ سنجی بھی عروج پر تھی ہنس ہنس کر ان کا ساتھ دیتے دونوں کو چھیڑتے ہوئے وہ بھی لطف لے رہے تھے۔ کھانے کے بعد وہ ڈاکٹر کی تاکید کو نظر انداز کر کے ان دونوں کے ساتھ بیٹھنا چاہتے تھے مگر ان کی ہٹ دھرمی اور دھمکی کے آگے ان کی ایک نہ چلی اور بالآخر انہیں کمرے کی راہ لینی پڑی۔

"لیکن دیکھو تم دونوں لڑنا ہرگز نہیں۔ جب آتے ہو تو میرے گھر کی دیواریں ہلا جاتے ہو۔" وہ جاتے جاتے تاکید کر گئے تھے۔ اور ان دونوں نے فرمانبرداری کا وعدہ بھی کر لیا تھا۔

لیکن وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو جائے۔ ذرا دیر بعد دونوں ہی بحث میں الجھ کر باقاعدہ لڑ رہے تھے بالآخر صہیبہ نے ہی ہتھیار ڈالے۔

"اوکے میں اپنی غلطی مان لیتی ہوں۔ واقعی مجھے اس دن غصہ آ گیا تھا مگر آپ نے بھی تو ڈرا دیا تھا مجھے۔ سچ میں پریشان ہو گئی تھی میں۔" اس نے اعتراف کیا۔

"ابو صاحب کو کھو دینے کا دھڑکا لگ گیا تھا۔" وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔

"پلیز فرہاد بھائی، وہاں گھر میں بھی سب نے میرا ناطقہ بند رکھا ہے۔ کم از کم آپ تو میرا ساتھ دیں۔" وہ بسورتی دل کی بات اس انداز میں چھپانے کی کوشش کی مگر وہ ہوشیار تھا۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں لڑکی۔" اس نے ڈپٹ کر کہا تو وہ ایک لمحے کے لئے چپ ہو گئی پھر دھیمے سروں میں استفہامیہ بولی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"آپ انہیں کب سے جانتے ہیں؟"

"کس کو۔" وہ تجاہل سے بولا۔

"او اچھا۔ تمہارے "ان" کو۔ ایزد ہمدانی صاحب کو۔" ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے محض اسے مقصود تھا وہ جو بھی ضبط سے بیٹھی رہی کوئی تاثر نہ دیا تو یکدم سنجیدہ ہو گیا۔

"بھئی جن دنوں میں اپنا بزنس شروع کر رہا تھا دا جان نے ملوایا تھا مجھے ایزد سے' وہ بھی ان دنوں نیا نیا امریکہ میں آیا تھا اور ہم نے مل کر کافی عرصہ ساتھ کام کیا مگر دھیرے دھیرے وہ اپنے فادر کے بزنس میں انوالو ہو گیا۔ میں اپنی لائف میں' لیکن جتنا بھی عرصہ ہم ساتھ رہے میں نے یہ ہی جانا کہ وہ بہت قابل اور لائق بندہ Ambitious اور محنتی' بزنس ethics کے بارے میں وہ بہت فینز تھا اور یہی اس کی سب سے بڑی اچھائی ہے۔"

فرہاد بہت متاثر لگ رہا تھا اس سے' آنکھوں میں تحریر سچائی اس کے جملوں کی مکمل تشریح تھی۔ اس کے دل میں سکون کی لہریں موجزن ہو گئیں۔ طویل سانس لیتے ہوئے اس نے فرہاد کی طرف دیکھا۔

"ہو گئی تسلی یا کیریکٹر سرٹیفکیٹ جاری کروں۔" بات مکمل کر کے وہ اس کے ردعمل پر ہنس پڑا تھا' وہ جھینپ گئی۔

"اس کی ضرورت نہیں' مجھے یقین ہے جو لوگ مجھے چاہتے ہیں مجھے کسی گڑھے میں دھکا نہیں دے سکتے۔" خفیف سی مسکراہٹ لطافت سے بھرپور اور یقین سے پر تھی۔

"یقیناً" "تمہاری خوشی ہی ہماری خوشی ہے' خاطر جمع رکھو' ہمیں تمہارے مستقبل کو خوشیوں سے بھرپور کی خواہش ہے۔" اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگاتے ہوئے وہ بہت خلوص اور محبت سے بولا تھا۔

جانے کیوں صبیحہ کی پلکیں اس محبت پر یکدم بھیگ گئیں۔

● ● ●

"اب کیا ہو گا خالہ جان' صبیحہ تو شور مچا دے گی۔ پہلے ہی وہ شادی پر بمشکل راضی ہوئی ہے وہ بھی تعلیم ہونے کے بعد' اور پھر ایک طرح سے ٹھیک بھی ہے آپ بیگم ہمدانی سے کہہ دیجئے ہم اتنی جلدی شادی نہیں کر سکتے۔"

رخسانہ بیگم اس نئی خبر پر واقعتاً" پریشان ہو گئی تھیں کچھ صبیحہ کی مزاحمت کا بھی اندازہ تھا دوسرے وہ خود بھی جلدی اسے ذمہ داریوں کے شکنجے میں جکڑنے کا ارادہ نہیں رکھتی تھیں' رشتہ طے کرنے کی بھی اس لئے جلدی کی کہ بار بار اچھے رشتے ملنا مشکل تھے۔ پھر آگے ایک اور بیٹی بھی تھی۔ دونوں کا سوچنا تھا۔

"میں نے ان سے کہا ہے بیٹا تم پریشان مت ہو وہ سمجھدار خاتون ہیں خود بھی سب سمجھتی ہیں صرف خواہش کا اظہار کیا ہے انہوں نے۔" سفینہ بیگم نے انہیں تسلی دی۔

"میں جانتی ہوں خالہ جان کہ انہیں کس قدر ارمان ہے پھر ہیں بھی اکیلی اکلوتے بیٹے کی شادی کا ارمان تو ہو گا' ہمدانی صاحب بھی بھلے آدمی ہیں مگر یہاں صبیحہ کو بھی تو دیکھیں' اگر وہ مان جائے تو شاید میں ہاں کہہ دوں' امتیاز صاحب اتنی جلدی کے حامی نہیں نعیم بڑا بھائی ہے وہ بھی پہلے اس کی تعلیم مکمل کرنے کی بات کر چکا ہے۔"

رخسانہ بیگم عجیب تذبذب کا شکار تھیں دو بیٹیوں کی موجودگی کے باعث جلد از جلد ان کے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتی تھیں مگر ساتھ ہی ان کی خواہش اور پسند کی بھی فکر تھی۔

"سب کا نظریہ اپنی اپنی جگہ درست ہے رخسانہ بیٹا' اللہ بہتر کرے گا تم فکر مت کرو۔"

انہوں نے بہو کو تسلی دے کر دروازے کی طرف نظر کی جہاں سے امتیاز صاحب اور انعام صاحب اندر آ رہے تھے۔ سوالیہ نظریں ماں کی طرف مرکوز تھیں۔

اکرام صاحب جب روحانہ بیگم اور نعیمہ بیگم کے ساتھ تشریف لے آئے تو سفینہ بیگم نے مسز ہمدانی کی خواہش کے درمیان رکھ دی۔ بہوویں تو خاموش ہی رہیں البتہ تینوں بھائیوں نے وہی نکتہ اعتراض اٹھایا جو کہ وہ رخسانہ بیگم کی زبانی سن چکی تھیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"تو گویا تم سب کی رائے یہی ہے۔" انہوں نے سب کو باری باری دیکھا۔

"جی۔" ان سب نے ایک دوسرے کی جانب دیکھتے ہوئے متفق ہونے کا عندیہ دیا تو وہ ذرا کی ذرا رکیں اور پھر بولیں۔

"تو ٹھیک ہے پھر اگلے ہفتے نکاح کر دیتے ہیں۔" انہوں نے جس اطمینان سے کہا وہ سب حیران رہ گئے۔

"جی امی جان۔" امتیاز صاحب بیٹی کے معاملے میں اس عجلت پر حیرت زدہ سے رہ گئے سب کی الجھی نظریں ان پر اٹھیں تو انہوں نے مختصراً مسز ہمدانی کی دوسری فرمائش ان کے گوش گزار کر دی۔

"اس میں حرج ہی کیا ہے بیٹا آج نہیں تو کل یہ سب تو ہونا ہی ہے۔ اس طرح صہیبہ کی تعلیم کا مسئلہ بھی نہیں رہے گا۔ اور ان بھلے لوگوں کی خواہش بھی پوری ہو جائے گی وہ بہت اصرار سے کہہ گئی ہیں۔ اکلوتے بیٹے کی خواہش ہے بہت سے ارمان ہیں ان کے دل میں۔"

ان سب سے کہتے ہوئے وہ درحقیقت انہیں قائل کر رہی تھیں۔ مسز ہمدانی کے ماؤں والے ارمان وہ سمجھتی تھیں اسی لئے دل سے چاہتی تھیں کہ یہ تقریب جلد منعقد ہو جائے۔

"مگر امی جان اس طرح صہیبہ" رخسانہ بیگم کچھ کہتے کہتے رک گئیں۔

"میں اسے سمجھا لوں گی تم یہ مجھ پر چھوڑ دو۔" انہوں نے ذمہ داری لی۔

"مگر جبر نہ ہو تو اچھا ہے۔" انعام صاحب بھتیجی کے لئے متفکر تھے۔ ان کی آنکھوں کے سامنے پلی بڑھی تھی اس کی نازک مزاجی سے واقف تھے۔

"مجھے وہ تم سب کی طرح عزیز ہے بچوں بس دل سے خدشے نکال پھینکو، صہیبہ کے بعد زوہا کے رشتوں کے بارے میں بھی سوچنا ہے کم از کم بات طے کر دی جائے تاکہ شادی کی تیاری کی جا سکے اس لئے بہتر ہے کہ ایک کے فرض سے پہلے سبکدوش ہو جایا جائے۔" انہوں نے ٹھوس لہجے میں کہا تو وہ سب قائل ہو گئے۔

رخسانہ بیگم کا دل جیسے ہلکا سا ہو گیا تھا، نعیم کی شادی کو تین سال ہو رہے تھے اور نمیرا کی شادی کو ڈیڑھ سال اب تو صہیبہ کے بعد زوہا ہی کا نمبر تھا۔

"چلیے مبارک ہو بھابھی، مٹھائی کھلایئے اب۔"

ریحانہ بیگم نے بات طے ہوتے ہی مسرت سے کہا رضیہ بیگم نے فوراً" ساتھ دیا۔

سب نے ہی مسکراتے ہوئے ایک دوسرے کو مبارکباد دی تو کمرے میں خوشی وانبساط کی لہر دوڑ گئی، سفینہ بیگم نے دلی طمانیت کے ساتھ ان سب کی طرف دیکھا جو ماں کی ایک آواز پر لبیک کہتے ہوئے یہ طے کرنے میں لگ گئے تھے کہ کیا کیا انتظامات کیے جائیں۔

جب کہ باہر سمرہ بھابھی کے اطلاع دینے پر لاؤنج میں بیٹھی تمام لڑکیوں اور لڑکوں میں حیرت واستعجاب کے ساتھ خوشی ومسرت کی لہر دوڑ گئی تھی۔

"سن رہی ہو صہبی تمہارے سہرے کے پھول کھلنے والے ہیں۔"

وہ فون پر اپنی کسی یونیورسٹی کی فرینڈ سے حالیہ اسائنمنٹ پر تبادلہ خیال کر رہی تھی کہ مدحت نے مارے جوش کے اس کے ہاتھ سے ریسیور چھین کر کریڈل پر پٹختے ہوئے اسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ وہ بری طرح جلال میں آ گئی۔ بات پلے نہیں پڑی تھی اس پر یہ جارحانہ پن۔

"کیا مصیبت ہے تمہیں طوفان آگیا ہے کیا؟۔"

"طوفان ہی سمجھو ہمشیرہ۔" وہ ہنسی اتنے میں باقی سب بھی وہیں آ گئیں۔

"ارے ہمدانی بمعہ قاضی صاحب آ رہے ہیں۔" زوہا اس کے گلے لگتی ہوئی چہکی۔

"کیا۔۔۔؟۔" اس نے گھبرا کر سمرہ بھابھی کی طرف استفہامیہ دیکھا تو وہ مسکرائیں۔

"ہوں یہی سچ ہے تمہارے نکاح کی تیاریاں کی جانے والی ہیں بنو۔"

بھابھی کے انکشاف نے اسے ساکت کر دیا۔

● ● ●

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"دولہا راجہ آنے والے ہیں بمعہ بارات"

فوزیہ چہک رہی تھی سب ہی مسکرا رہے تھے خوشی سے سب کے چہروں کی جگمگاہٹ بڑھ گئی تھی

"ارے بھئی انہیں تو شادی مرگ ہو گیا ہے۔"

آذر اور ساجد بھی وہیں چلے آئے تھے ساجد نے آتے ہی شوخی سے کہا سب کے سب بے ساختہ ہنس پڑے جبکہ وہ بالکل گم صم سی ہو گئی تھی۔

"کم آن صبیحی باجی کچھ تو بولیں ورنہ گھر والے ڈر کر انکار بھی کر سکتے ہیں سوچ لیں نقصان ہو جائے گا" آذر ساجد کے چپ ہوتے ہی بولا تھا۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں آذر' اپنی صبیحی بڑی عقل مند ہے اپنا نقصان کبھی نہیں کرے گی دیکھا!" سمرہ بھابھی نے شوخی سے اسے دیکھتے ہوئے مصنوعی سنجیدگی سے کہا تو سب نے فوراً "ہاں" میں ہاں ملائی۔

"بالکل بالکل یوں بھی کتنی منتوں مرادوں کے بعد تو یہ دن آیا ہے 'یقیناً' صبیحی نے کوئی وظیفہ پڑھا ہو گا۔" مدحت نے مزے سے سرہلا کر گویا نیا انکشاف کیا۔

"پلیز پلیز مجھے بھی بتایئے۔"

آذر معتقدانہ انداز میں اس کے قدموں کے پاس بیٹھتے ہوئے عاجزی سے بولا اس نے بے ساختہ پیر سکیڑ لیے اور جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یہ سب کیا کہہ رہی ہیں بھابھی۔" وہ اب تک گویا بے یقین تھی سنجیدگی سے پوچھنے لگی۔

"وہی کہہ رہے ہیں جو تم سن رہی ہو۔"

بھابھی اس کی سنجیدگی دیکھ کر خود بھی سنجیدہ ہو گئی تھیں نظروں ہی نظروں میں اسے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولیں تو وہ جھلا گئی۔

"دراصل تمہاری ساس کو تمہاری جدائی بے حد شاق گزر رہی ہے اس لئے انہوں نے نکاح کی فرمائش کی۔" مدحت نے اس کے قریب ہو کر بظاہر رازدارانہ انداز میں شوخی سے کہا مگر آواز سب نے سنی۔

"ساس نے یا ایزد بھائی نے۔"

زوہا نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائیں تو وہ جھینپ سی گئی

"بھئی وضعدار لوگ ہیں ہو سکتا ہے بیٹے کا نام لیتے ہوئے جھجک محسوس کی ہو۔"

ساجد نے بردباری سے خیال آرائی کی۔

"اور نہیں تو کیا' ایسے معاملات میں والدین اپنے سر الزام لینے سے قطعی احتراز نہیں کرتے۔" فوزیہ قطعی متفق بھی مسکرا کر بولی تو سب ہنسنے لگے۔

اس کی پوزیشن بڑی عجیب ہو گئی تھی نہ ہنسی آ رہی تھی نہ غصہ بس اس وقت سخت قسم کی سنجیدگی طاری تھی اس کے چہرے پر۔

دادی جان اتنی جلدی یہ سب کر دیں گی اسے اندازہ تک نہ تھا ابھی تو وہ خود کو دادی جان کے یقین دلانے کے باوجود اس امر کے لئے راضی نہیں کر پائی تھی کہ انہوں نے بالا ہی بالا سب کچھ طے بھی کر دیا "سفینہ لاج" میں آج تک ایسے تمام فیصلے بزرگوں نے ہی کیے تھے البتہ بچوں کی خوشی اور مرضی کو ضرور مد نظر رکھا گیا تھا اس کے معاملے میں بھی جبر سے کام نہیں لیا گیا تھا اسے ہموار کرنے اور گھر والوں کی رائے سے متفق کرنے کے لئے نصیحت اور حکم کے بجائے دوستانہ انداز و اطوار اپنائے گئے تھے مگر مسئلہ یہ تھا کہ وہ ثمیرا باجی یا نعیم بھائی کی طرح سیدھے مزاج کی نہیں تھی۔ وہ تو ایک ایسے ہشت پہلو ہیرے کی مانند تھی جس کی ہر تراش سے ایک نئی روشنی منعکس ہوتی تھی ہر ایک کے لئے اس کے ارادوں کی منطق کو سمجھنا سہل نہ تھا دادی جان' رخسانہ بیگم (امی) کے مقابلے میں اس کے مزاج کو زیادہ سمجھتی تھیں جبھی اسے راضی کرنے کے لئے انہوں نے کسی حد تک خود کو' اپنے ماضی کو بھی اس کے سامنے کھول دیا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ا خیال ہی نہیں بلکہ یقین محکم تھا کہ وہ ایزد کے ساتھ خوش رہے گی اور اسی لیے اس کی سخت مزاحمت کے ودانہوں نے ہار نہیں مانی اور اسے منا ہی لیا۔ مگر اس طرح کہ اس پر جبر نہیں تھا زبردستی نہیں تھی انہوں نے ے زیر نہیں کیا تھا بلکہ قائل کیا تھا۔

پھر بھی وہ فطری طور پر کچھ الجھ سی گئی آگے پڑھنے کی بہت چاہ تو نہیں تھی اس میں مگر آنرز کے بعد ماسٹرز کرنے کا ارام تو برسوں سے طے شدہ تھا جب کہ اس صورتحال میں تو آنرز ہونا بھی مشکل لگ رہا تھا۔

ب لوگ اس کے گرد شوخ فقروں کے تبادلے اور ذو معنی جملوں کی تکرار سے بہت خوشگوار ماحول بنائے ہوئے ے بھابھی نے اسے نظروں ہی نظروں میں سمجھا دیا تھا کہ اس وقت کچھ نہیں کہنا لہٰذا وہ دل مار کر چپ ہو بیٹھی ں۔

ہا اس کی رگ رگ سے واقف تھی اس لیے زیادہ تر خاموشی سے اس کا مطالعہ کرتی رہی البتہ مدحت فوزیہ کی ی اور ساجد و آذر کی مسرت دیکھنے کے لائق تھی بھابھی نے مون کو لا کر اس کی گود میں بٹھا دیا تھا جو ٹکر ٹکر سب سنتے بولتے دیکھ رہا تھا۔

رل افراد ابھی تک اندر ہی صلح و مشورے میں لگے ہوئے تھے لہٰذا ینگ جنریشن نے اچھا خاصا شور مچایا ہوا تھا ں لیے نعیم بھائی لاؤنج میں داخل ہوئے آذر و ساجد باقاعدہ بھنگڑا ڈال رہے تھے۔

"میری پیاری بہنیا بنے گی دلہنیا
ے کے آئیں گے دولہے راجہ "

"خیریت بھئی کس کی ڈولی جا رہی ہے آج۔"

ال کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے ہاتھ میں پکڑا بریف کیس نیچے کارپٹ پر رکھتے ہوئے وہ حیرت اور مسرت کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ ان کے سامنے آ کھڑے ہوئے تھے۔

"آپ خود بوجھیے۔"

ب کے سلام کرنے اور ان کے جواب دینے کے بعد بھابھی نے ہنستے ہوئے گویا ان کا امتحان لیا، نعیم بھائی نے یک نظر سب کے چہروں پر ڈالی سب سے زیادہ سنجیدہ اور پرسوچ آنکھیں صبیحہ کی تھیں چہرے پر ابھی تک گویا برت ڈیرے ڈالے ہوئے تھی۔

"یہ میں کیا سن رہا ہوں صبیحی۔"

بے ساختہ اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس سے پوچھ بیٹھے تو وہ جو اتنی دیر سے خود پر ضبط کیے کھڑی تھی بے ساختہ بھائی کے سینے پر سر رکھ کر سسکنے لگی

"ارے ارے۔" سب ہی اس انتہائی غیر متوقع ردعمل پر بوکھلا سے گئے

"کیا مسئلہ ہے سمرہ، صبیحی کو کیا ہوا۔"

یم بھائی لاڈلی بہن کے آنسوؤں پر یکدم برگشتہ نظر آنے لگے تھے اس کے گھنے بالوں والے سر کو تھپکتے ہوئے گویا ے ریلیکس ہونے کا اشارہ دیا جا رہا تھا۔

"جی وہ دراصل، دادی جان نے اگلے ہفتے صبیحی کا نکاح طے کر دیا ہے۔"

سرہ نند کے چپکوں پھپکوں رونے اور شوہر کے کڑے تیوروں سے سٹپٹا کر بولی تھیں آذر اور ساجد تو سیکنڈوں میں نجیدہ صورتحال دیکھ کر کھسک لیے۔

ذیہ اور زوہا نے بھی کچن کا رخ کرنا مناسب سمجھا البتہ مدحت بھائی اور بھابھی کے پاس کھڑی سخت نظروں سے اسے گھور رہی تھی جس کی بے تکی گریہ وزاری نے سارا ماحول ڈسٹرب کر دیا تھا

"اگلے ہفتے۔ مگر اتنی جلدی کیا تھی اس کام کی۔"

ادی جان کا حکم اور معاملے کی نوعیت جان کر وہ کچھ دھیمے پڑ گئے زیر لب بڑبڑاتے ہوئے اسے دیکھا جو ان کے ندھے سے لگی سوں سوں کر رہی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"میرے لئے ایک کپ چائے لے کر آؤ سمرہ اور مدحت تم ذرا دوڑ کر صبیحی کے لیے پانی لے آؤ۔"
ان دونوں کو وہاں سے دوڑا کر اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے نعیم سخت الجھی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے بہت مضبوط تھی بچپن میں بھی اسے رونے بسورنے کی عادت نہیں تھی چوٹ لگ جاتی تو بھی بڑی ہمت سے برداشت کر لیتی تھی۔ سوائے آزادی رائے کہ اسے کسی معاملے میں خواہ اپنے یا دوسرے کے لئے لڑتے جھگڑتے نہیں دیکھا تھا۔

مگر آج جب کہ خوشی کا موقع تھا اس کے یوں آنسو بہانے کی وجہ سوائے نامنظوری کے اور کچھ نہیں ہو سکتی تھی مدحت اس اثناء میں پانی کا گلاس اسے دے کر جا چکی تھی اس کے جانے کے بعد نعیم بھائی نے اسے دھیمی آواز میں پکارا۔

"صبیحی۔"

"جی بھائی۔" اب وہ خود کو سنبھال چکی تھی مگر ساتھ ہی یہ فکر بھی دامن گیر ہو گئی کہ اب نعیم بھائی کو کیا جواز دے گی۔ جن کی تفتیش کا آغاز ہونے والا تھا اپنی حماقت مہنگی پڑی تھی اسے۔

چند ثانیے نعیم چپ بیٹھے غالباً "موزوں الفاظ ترتیب دے رہے تھے اس نے سہمی سہمی نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"کیا تمہیں اس رشتے سے انکار تھا صبیحی۔" وہ اس کے نظر جھکانے پر اچانک پوچھ بیٹھے تو وہ سٹپٹا گئی گو مشکل دگرنہ گویم مشکل' خوامخواہ رو کر فساد کھڑا کیا' خود کو کوستے ہوئے اب وہ بھی مناسب الفاظ کی تلاش میں غلطاں ہو چکی تھی۔

"اگر ایسی ہی بات تھی تو تمہیں یہ سب پہلے کہنا تھا بیٹا۔" نعیم بھائی کی شفقت اور نرم خوئی کا ایسا مظاہرہ پہلے ہی دیکھنے میں آیا تھا مگر جب سے اس کے لئے رشتوں کی آمدورفت گھر میں بڑھی وہ اس سے خصوصی التفات اظہار کرنے لگے تھے غالباً "جدائی کے خیال سے دل میں سوئی محبت بڑے طمطراق سے جاگ اٹھی تھی۔

"مگر فکر مت کرو ابھی بھی اگر تمہیں اعتراض ہے تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

اس کی خاموشی پر وہ اس کی ہمت بڑھاتے ہوئے بولے تو اس نے قدرے گھبرا کر انہیں دیکھا اس کی ذرا سی بے وقوفی کس کٹہرے میں لے آئی تھی اسے "اگر انکار کرتی تو یقیناً" نعیم بھائی امی اور پاپا سے الجھ جاتے ایسے میں دلاور جان کی پوزیشن بھی خراب ہو سکتی تھی۔

"وہ ان فیکٹ بھائی۔"

متذبذب سی انگلیاں مسلتی وہ نعیم بھائی کو مزید الجھن میں ڈال گئی۔

"ہوں' کہو میں سن رہا ہوں' کیا تمہیں یہ پروپوزل ناپسند ہے۔"

"نہیں۔" آواز بہت دھیمی تھی۔

"تو پھر؟۔"

اس کے نفی میں گردن ہلانے پر نعیم بھائی کا لہجہ حیرت سے بھرپور تھا اب آپ ہی آپ متبسم ہو گئے۔

"یہ سب کچھ اتنا جلدی..... میں ماسٹرز کرنا چاہتی ہوں۔"

سر جھکائے ہوئے اس نے مجرموں کی طرح بات کی بھیگی پلکیں ایک دوسرے سے جڑ گئی تھیں۔

"اوہ۔" وہ اس کی بات سن کر جیسے پرسکون ہو گئے' جب کہ وہ بہت بے چین لگ رہی تھی۔ نعیم نے اسے محبت بھری نظروں سے دیکھا اور اس کا سر تھپک کر کہنے لگے

"تو گڑیا تمہیں ماسٹرز کرنے سے کون روک رہا ہے ابھی تو صرف نکاح ہی ہو رہا ہے تا یوں بھی تم خود سمجھدار ہو زندگی میں ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے تعلیم کا بھی اور شادی کا بھی میں حصول تعلیم کے خلاف نہیں مگر ہمارا مذہب اور روایات یہ ہی سکھاتے ہیں کہ لڑکیوں کو اپنے گھر بار کی زیادہ فکر کرنی چاہیے معقول رشتہ آنے کے بعد بلاوجہ تاخیر اچھی نہیں سمجھی جاتی پھر تم بعد میں بھی اپنی اسٹڈی جاری رکھ سکتی ہو گریجویشن تک کی تعلیم بھی ناکافی نہیں ہوتی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ٹھیک ہے شوق اپنی جگہ مگر یہ بھی تو حقیقت ہے نا کہ ایزد کے گھر والوں کو بہت ارمان ہوں گے اور اسی وجہ سے جلدی کی ہے۔" وہ مبہم سا مسکرائے تو وہ قدرے جھینپ گئی۔
"مگر اتنی عجلت یہ سب گریجویشن کے بعد بھی تو ہو سکتا تھا۔"
وہ سخت جھجک کے اس نے کہنے کی ہمت کر ہی لی اس وقت بھائی بہت مہربان تھے۔
"گریجویشن کے بعد بھی ایک تقریب رکھ لیں گے رخصتی کی تقریب، فکر مت کرو۔"
اسے راضی دیکھ کر وہ بہت مطمئن ہو گئے تھے اسی لیے شوخی سے اسے چھیڑتے ہوئے بولے تو وہ انہیں شاکی نظروں سے دیکھنے لگی۔
"اچھا بابا گریجویشن کے بعد نہ سہی، پوسٹ گریجویشن کے بعد سہی۔" اب کہ وہ اس کے روٹھنے پر ہنستے ہوئے بولے تو وہ بے یقینی سے انہیں دیکھنے لگی۔
"آپ سب کو راضی کر لیں گے۔"
اس نے بعجلت "سب کو" پر زور دیتے ہوئے استفہامی نظریں ان پر ٹکائیں تو وہ "یقیناً" کہتے ہوئے ہنس پڑے اور وہ جانتی تھی کہ بڑے بھیا یعنی نعیم بھائی کا [illegible] مضبوط اور ناقابل تبدیل ہوتا ہے، بے تحاشا خوشی نے اسے مخمور کر دیا تو وہ بے ساختہ ہنستی ہوئی ان کے کندھے سے لگ گئی۔
اور اسی لمحے وہ سب لوگ جو دروازوں سے جھانک رہے تھے لاؤنج میں مبارک سلامت کا شور مچاتے اچھلتے کودتے چلے آئے تو وہ نا چاہتے ہوئے بھی سرخ ہو گئی
دادی جان بقیہ تمام بزرگ حضرات جس لمحے لاؤنج میں آئے وہ سب اس کی اچھی خاصی درگت بنا چکے تھے۔ بڑوں کو دیکھ کر زبان کو تو لگام دے دی گئی تھی مگر آنکھوں کے اشاروں سے اسے خوب خوب چھیڑا جا رہا تھا۔
دادی جان نے اسے پاس بلا کر شفقت سے سینے سے لگایا تو وہ صحیح معنوں میں شرما دی اور موقع ملتے ہی اپنے کمرے کی راہ لی۔

● ● ●

"اوہو بھائی آپ تو واقعی مجنوں بن گئے ہیں مجھے معلوم نہیں تھا کہ انیسویں صدی کا ایک عدد رومانی ہیرو ہمارے گھر میں بھی رہتا ہے۔"
رات کو کھانے کے بعد وہ اور سیفی واک پر نکلے ہوئے تھے حسب معمول سیفی کی زبان قینچی کی رفتار کو بھی مات دے رہی تھی جب کہ سمعان محض مسکرا کر اسے بظاہر سن رہا تھا، حقیقتاً تو ذہن کی پرواز کہیں اور تھی۔ سیفی نے جانے کیا سوال کیا وہ قطعاً سن نہ سکا تو سیفی بری طرح چڑ کر بولا۔
"کیا مطلب؟" اس کی آنکھیں اس تبصرے پر حیرت سے پھیل گئیں۔
"مطلب یہ کہ پہلے مجھے واقعی اندازہ نہیں تھا کہ آپ زمن باجی میں اس قدر سنجیدگی سے انوالو ہو گئے ہیں"
اس کی دی ہوئی آزادی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے سیفی بے تکلفی سے بولا تو وہ مسکراہٹ ضبط نہ کر سکا۔
"پھر اب یہ اندازہ کس طرح ہوا آپ کو۔"
"آپ کی کنڈیشن کو دیکھتے ہوئے میں نے خود جج (Judge) کیا ہے کہ آپ واقعی سیریس ہیں کتنی دیر سے میں باتیں کیے جا رہا ہوں اور آپ ہیں کہ بالکل ہم بکم بنے ہوئے ہیں اس وقت میں اور آپ ایک ساتھ واک کر رہے ہیں مگر گزشتہ تیس منٹ سے ہمارے درمیان ڈائیلاگ کی بجائے مونولاگ (Monologue) چل رہا ہے۔"
بڑی سنجیدگی سے اس کا تجزیہ کرتے ہوئے خفگی بھرے انداز میں کہہ رہا تھا سمعان ہنس کر چپ ہو گیا کیا کہتا کچھ غلط تو نہیں کہا تھا سیفی نے۔
"ویسے بھائی اب ہو گا کیا، بابا تو اب تک یاور انکل کو دریافت نہیں کر سکے" زمن باجی کو اس گھر تک کیسے لائیں گے۔" اسے بابا کی صلاحیتوں پر شبہ ہو گیا تھا۔
"تم فکر مت کرو سب ٹھیک ہو جائے گا، یاور انکل آج کل پاکستان سے باہر ہیں اس لیے یہ مسئلہ Pending ہو گیا ہے۔ مگر جونہی وہ آئیں گے ماما ان سے ڈائریکٹ بات کرنے کا سوچ رہی ہیں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ پاپا کی پلاننگ لانگ ٹرم لگ رہی ہے جب کہ ماما مزید اس معاملے کو Delay کرنے کے حق نہیں ہیں۔" وہ بہت نرمی سے گویا اسے تسلی دے رہا تھا۔

"صرف ماما پاپا آپ بھی۔"

سیفی نے شوخی سے آنکھیں گھمائیں۔

"وہ عظیم دماغ ہمیشہ ایک طرح سوچتے ہیں۔"

اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگا کر اس نے چالاکی سے کہا تو سیفی قہقہہ مار کر ہنس پڑا اس دوران وہ گھر تک پہنچ چکے تھے وہ بھی مسکراتا ہوا اندر چلا آیا۔

"تو جب سارے مسئلے تقریباً حل ہو ہی چکے ہیں پھر آپ کی ٹینشن چہ معنی دارد"

لان چیئر پر بیٹھتے ہوئے سیفی نے سلسلہ کلام وہیں سے جوڑا جہاں سے شروع کیا تھا۔

"کس نے کہا کہ میں ٹینس ہوں۔"

اس نے بے فکری کے انداز میں شانے جھٹکتے ہوئے خود کو یکدم فریش ظاہر کیا۔

"کسے کہنا چاہیے۔" سیفی حد درجے سنجیدگی سے استفہامی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا تو وہ اس غضب کی مزاج شناسی پر دل ہی دل میں اسے داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔

"تم آن سیفی اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سوا' صرف ایک ہی مسئلہ تو نہیں ہوتا بندے کے ساتھ بھی دس معاملات ہوتے ہیں جو ذہن کو الجھا دیتے ہیں میں در حقیقت ایک نئے مسئلے پر غور کر رہا ہوں۔"

"کون سے مسئلے پر غور ہو رہا ہے ذرا ہم بھی تو سنیں۔"

پاپا نے اندر سے باہر لان کی طرف آتے ہوئے اس کی بات پر دوستانہ اشتیاق کا مظاہرہ کیا۔ تو دونوں بیک وقت چونکے۔ سلمان صاحب سگار سلگا کر وہیں چلے آئے سمعان نے اٹھ کر انہیں اپنی کرسی پیش کرنی چاہی تو انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا اور ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئے۔

"ہاں تو بھئی کون سا مسئلہ زیر غور تھا۔" مسکرا کر استفسار کیا سیفی منتظر تھا کہ وہ کیا کہے گا

"کچھ ایسی خاص بات نہیں پاپا بس وہ فرہاد کی آفر پر غور کر رہا تھا آپ سے میں نے پہلے بھی تذکرہ کیا تھا وہ اپنے بزنس میں شمولیت کی کئی بار آفر کر چکا ہے میں ان دنوں پڑھ رہا تھا اس لئے جواب نہیں دیا مگر اب تو فائنل سمسٹر کا رزلٹ بھی آؤٹ ہو چکا ہے وہ مسلسل Insist (اصرار) کر رہا ہے۔"

اس نے پاپا کو پہلے ہی بتا رکھا تھا لہٰذا اس وقت بغیر تمہید و تفصیل کے معاملہ ان کے گوش گزار کیا۔

"آئی سی۔" سلمان صاحب سگار کا کش لیتے ہوئے کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے سیفی نے قدرے اکتا کر دیکھا۔

"جاؤ تم جا کر کمپیوٹر آن کرو میں ابھی آتا ہوں مل کر کوئی گیم کھیلیں گے۔"

اس نے سیفی کی عدم دلچسپی دیکھتے ہوئے اسے اندر دوڑایا اور پاپا کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"تم نے کیا سوچا ہے اس ضمن میں۔"

کچھ دیر بعد پاپا نے گہری سوچ سے نکل کر اس سے پوچھا۔

"کچھ ایسا خاص نہیں بزنس میں میرا انٹرسٹ تو ہے مگر اسکول کا ایڈمنسٹریشن آپ تنہا کیسے چلائیں گے یہ ہے۔" وہ سنجیدہ تھا سلمان صاحب نے متبسم نظروں سے اسے دیکھا۔

"وہ تو ہے یوں بھی اب سب کو تمہاری سخت گیری کی عادت پڑ چکی ہے۔"

ایش ٹرے میں راکھ جھاڑتے ہوئے انہوں نے اسے دیکھے بغیر کہا مگر وہ ان کا مطلب بخوبی سمجھ گیا تھا' جھینپ کر زیر لب مسکرا دیا۔

"مگر میرا خیال ہے کہ تمہیں اس آفر پر ضرور غور کرنا چاہیے۔" بالآخر وہ بولے۔

"بزنس ایڈمنسٹریشن پڑھنے کا ارادہ تمہارا یوں بھی تو نہیں تھا بہتر ہے کہ تم فرہاد جیسے experienced (تجربہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

م کے ساتھ کام کرو اور خود بھی ایکسپیریئنس گین کرو" وہ بردباری سے بولا۔

"مگر اسکول۔" اس نے کہنا چاہا۔

"اس کی تم پرواہ مت کرو میں ہوں نا پہلے بھی سب کچھ دیکھ رہا ہوں پھر ضروری تو نہیں کہ تم چند گھنٹے بھی اسکول انہ دو صبح کے وقت دو تین گھنٹے تو تم میرے ساتھ بھی رہ سکتے ہو اینڈ آئی تھنک کہ فرہاد اس کنڈیشن پر راضی ہو جائے گا یوں بھی وہ تمہاری میری پرابلم سمجھتا ہے۔"

ہر طرح سے اسے اپنی منشاء اور خوشی کے مطابق فیلڈ چننے کے لئے آزاد چھوڑ رہے تھے جس کے وہ قائل نہیں ہ سمعان ان کی اس پالیسی پر ہمیشہ شکر گزار رہا تھا اس وقت بھی ان کے الفاظ "تمہاری پرابلم" سے وہ سمجھ گیا تھا کہ انہیں اس کے ذہن کے ساتھ ساتھ دل کا بھی خیال ہے۔

ر یہ سچ بھی تھا کہ زمین کے ساتھ کام کرنے کی اس کے وجود کو اردگرد محسوس کرنے کی اسے عادت پڑ چکی تھی نے میں یکدم خود کو اس روٹین سے علیحدہ کرنے کی اسے قطعاً" خواہش نہ تھی گو کہ چند سال قبل جب اس نے ی اسٹیڈیز کے ساتھ ساتھ پاپا کے ساتھ اسکول جوائن کیا اس وقت بھی فرہاد کی آفر اپنی جگہ موجود تھی اور اس کا یہ پروگرام تھا کہ جیسے ہی اس کا ایم بی اے مکمل ہو گا وہ اس کے بزنس میں پارٹنر شپ اختیار کر لے گا۔

ر اب ایسا کرنا اسے خود مشکل لگ رہا تھا جذبوں کی جس سنہری زنجیر نے اسے زمین سے باندھ دیا تھا اس نے ے مجبور کر ڈالا تھا اور سلمان صاحب بحیثیت والد یہ بات اچھی طرح سمجھتے تھے۔

"اوہ تھینک یو پاپا آپ نے میرا پرابلم حل کر دیا۔ ورنہ میں کئی دن سے اسی کشمکش و پیچ میں تھا کہ کروں تو کیا کروں' فرہاد کے ساتھ کام کرنے کا تو بہت پہلے ہی وعدہ کر چکا تھا مگر اسکول کا کام بھی میرے لئے فوقیت رکھتا ہے اینڈ ہی اس کی وجہ صرف وہی نہیں جو آپ سمجھ رہے ہیں۔" محبت و تشکر سے کہتے کہتے اس نے انہیں کچھ یاد دلایا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اسکول مجھے آپ کی وجہ سے بھی عزیز ہے۔" اس کے لہجے میں قدرے جھجک تھی۔

"اوہ آئی نو اٹ مائی سن۔"

اس کے صفائی پیش کرنے والے انداز پر وہ قہقہہ لگا کر ہنسے تو وہ بھی قدرے خفیف سا ہو کر ہنس پڑا۔ سلمان صاحب نے براہ راست تو اسے بتایا نہیں تھا مگر در حقیقت اسے بزنس کرنے کی اجازت دیتے ہوئے ایک ور پہلو بھی ان کی نظر میں تھا اور وہ تھا شیخ یاور علی خان کا "کاروباری پیمانہ۔" انہیں رشتے ناتوں کو بھی اپنی "بزنس انڈنیس" کے مطابق ڈیل کرنے کی عادت تھی یا ر دوستی کے لئے بھی یہ ہی ان کی پرکھ کا معیار تھا اور سلمان صاحب نہیں چاہتے تھے کہ ان کا بیٹا یاور علی کی کسی شرط پر پورا نہ اتر سکے۔

● ● ●

"خیریت کس کا فون تھا۔"

وہ بے حد سنجیدگی سے بات کر کے ریسیور رکھ رہی تھی کہ شرمین نے آ کر دریافت کیا۔

"ایزد ہمدانی کا۔"

"اوہ۔" اس کی بات کاٹ کر بیچ میں ہی وہ بول پڑی تھی۔ قدرے استہزائیہ انداز تھا

"تم نے انہیں منع نہیں کیا کہ بھئی اپنی ہونے والی سسرال میں زیادہ فون وغیرہ کرنے اور آمدورفت رکھنے سے قدر گھٹ جاتی ہے جب کہ ان کی تو یہاں قدر دانی کرنے والا سوائے امی کے کوئی ہے بھی نہیں۔"

اپنے مخصوص کاٹ دار لہجے میں بولتے ہوئے شرمین سامنے والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے ریموٹ سے ٹی وی آن کر کے بولی۔ فون کرنے کی وجہ دریافت کرنے کی بجائے عجیب بات نکالی تھی اس نے۔

"پلیز شرمین۔" زمین اس کی چبھتی ہوئی بات پر دکھ اور عاجزی سے کہہ اٹھی آنکھوں میں التجا سی تھی۔

"مجھے خاموش کرانے سے بھلا کیا فائدہ ہے زمین کیا میں نے غلط کہا۔"

شرمین ایک بار پھر اس کی بزدلی پر اسے سخت سست سنانے لگی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ابی تمہاری منشاء اور مرضی کے بغیر تمہیں اس روکھے اور "منی مائنڈڈ" بندے کے ساتھ بیاہ دیں۔" اسی طرح خاموشی کی مورت بنی چپ چاپ ڈولی میں بیٹھ جاتا۔" شرمین نے بری طرح اسے جھڑکا۔

"تو پھر میں کیا کروں؟" وہ جیسے رونے کو ہوگئی۔

"جب بھی یہ شوشا اٹھے انکار کر دینا ایزد تمہارے مزاج کا شخص نہیں ہے۔" اس نے مضبوط اور ضد میں کہا تو وہ بے بسی سے سر جھکا گئی۔

"شاید میں ایسا ہرگز نہ کر سکوں۔" آواز درد سے بوجھل تھی۔

"مگر کیوں؟" شرمین نے لہجے میں تمام تر غصہ اور جھنجلاہٹ بھر کر کہا۔

"زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا ہے شرمین کہ امی اور ابی کسی ایک بات پر متفق ہوئے ہیں میں انکار کر کے نااتفاقی کو دعوت نہیں دینا چاہتی۔" گہری سانس بھر کر اس نے اپنی کمزوری کی وجہ بتائی۔

"کیا صرف اتنی سی بات کی خاطر تم اپنی زندگی داؤ پر لگا دو گی یہ جانتے ہوئے بھی کہ شادی ایک جوا ہے جو وہ سب کچھ حاصل کر لیتا ہے اور جو ہار گیا وہ پھر زندگی کے ہر موڑ پر شکست کھاتا ہے کسی کے حصے میں سودا کے حصے میں زیاں۔" شرمین نے بے حد رنج سے اسے دیکھا جو لڑنے کے سارے ہتھیار جیسے دریا برد کر چکی تھی۔

"برتر از اندیشہ سود و زیاں ہے زندگی۔"

بے حد گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے کہا۔

"پھر اس کی کیا ضمانت کہ آئندہ زندگی میں مجھے کوئی مزاج آشنا ہی ملے گا ویسے بھی جس کے متعلق پہلے معلوم ہو اس کے ساتھ ایڈجسٹ کرنے میں مشکل نہیں ہوتا کم از کم اسے سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔"

"ابی نے اپنے جیسا ایک میل شاؤنسٹ ڈھونڈ لیا ہے تمہارے لئے تاکہ جو دکھ ان کی ذات سے ملے گئے بھی مل جائیں۔" شرمین سخت زہر خند ہو رہی تھی۔

"ہو سکتا ہے ازالہ ہو جائے۔" اس نے موہوم سی امید کا اظہار کیا۔

"کیا تم دل سے اس شادی کے لئے راضی ہو جاؤ گی نرمین۔" شرمین کو استعجاب نے گھیر رکھا تھا اتنا تو جانتی تھی کہ سمعان گردیزی کے جذبوں نے اسے بھی اسیر کر لیا ہے مگر دوسری طرف.....

وہ اپنے مذہبی اور معاشرتی حق کے لیے لڑنے پر بھی تیار نظر نہیں آ رہی تھی' شرمین کا تعجب کرنا عبث نہ تھا آج تک اس نے اپنے لیے کسی سے کچھ نہیں مانگا تھا مگر یہ معاملہ تو زندگی بھر کا تھا۔

"معلوم نہیں مگر نباہ کرنے کی کوشش کروں گی۔" اس نے تھکے تھکے سے انداز میں صوفے کی پشت سے دیا' شرمین نے غایت درجے کے تاسف سے اسے دیکھا۔

"شادی کا مطلب جانتی ہو' اس کا مطلب "خوشی" ہے کیا تمہیں خوشی مل جائے گی۔"

شاید مل ہی جائے میرا خیال ہے ہمیں والدین کی مرضی سے ہی شادی کرنی چاہیے تاکہ مستقبل میں پیش آ والے منفی حالات اور Mishaps کے ذمہ دار وہی ہوں ورنہ اپنے بل بوتے پر فیصلہ کرنے سے برے حالات کوئی کندھا بھی نہیں ملتا آنسو بہانے کے لئے۔" اپنی تمام تر یاسیت کے باوجود اس کا انداز مدلل اور احساس عاری تھا۔

"تمہاری اپروچ تو بڑی غلامانہ سی ہے نرمین تم اتنی Pessimist (مایوس) کیوں ہو زندگی کا ایک روشن بھی تو ہوتا ہے ایزد تمہارے لئے موزوں نہیں مگر کوئی اور بھی تو مل سکتا ہے۔"

"تصویر کو جس رخ سے دیکھا جائے وہ ویسی ہی نظر آتی ہے شرمین' ابی کو ایزد پسند ہیں اور اگر میرا نصیب ان سے جوڑا گیا تو میں بھی انہیں اسی اینگل (Angle) سے دیکھنا چاہوں گی یوں بھی زندگی تو گزارنی ہی ہوتی ہے اچھی گزرے یا بری گزر ہی جاتی ہے وقت ہی تو پورا کرنا ہے خواہ کسی کے بھی ساتھ کاٹا جائے۔" اس کی آواز دھیمے سے دھیمی ہوتی جا رہی تھی جیسے محض خود سے مخاطب ہو۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"مر بھی جائیں تو کیا' ہماری جگہ خالی ہو جاتی ہے اور کوئی آ کر اسے پُر بھی کر دیتا ہے جب کہ ہم اپنے ہونے کا ثبوت پیچھے نہیں چھوڑتے اور اپنے ہونے کی سزا بھگتتے رہتے ہیں۔" پھر قدرے چونک کر خاموش بیٹھی مایوس سی نظروں سے اپنی جانب دیکھتی شرمین سے بولی۔

"ضروری تو نہیں کہ ایزد کے بارے میں ہماری رائے جیسی ہے وہ ایسے نہ ہوں انسانوں کے بارے میں انسانوں (Judgement) غلط بھی تو ہو سکتی ہے۔" اس کے لہجے میں بظاہر جو امید تھی اس میں حد درجے مایوسی ارہی تھی۔ شرمین کو ہمیشہ کی طرح اس بار بھی اس کی بزدلی پر تاؤ آ گیا۔

"مگر یہ محض خود ساختہ جواز ہیں نرے الفاظ' جو ذہن کو تو بھلے لگتے ہیں مگر حقیقت نہیں بدل سکتے۔"

"میں حقیقت سے نظر تو نہیں چرا رہی شرمین بلکہ اسے فیس کرنے کا حوصلہ پیدا کر رہی ہوں' پلیز مجھے مجبور د لو میری ہمت بڑھاؤ کہ اب جس پل صراط پر میں نے قدم رکھ دینے کا فیصلہ کر لیا ہے وہ بہت پیچیدہ ہے۔"

ین کے کندھے سے لگ کر وہ کتنی دیر روتی رہی۔

"پلیز نرمین جسٹ ریلیکس تم Nevrotic ہو رہی ہو۔"

آنسو پیتے ہوئے وہ نرمین کو سمجھا رہی تھی جسے ہر گزرتے دن کے ساتھ یقین ہوتا جا رہا تھا کہ اس کا نصیب نی اور انی ایزد سے ہی جوڑنے والے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو امی جی خالہ جان کے ملنے جلنے والوں میں سے آیا ہوا ں کا رشتہ یوں بلا جواز انکار کر کے رد نہ کرتیں۔

ہی یہ بات اس نے انہیں فون پر خالہ کو کہتے سنی تھی اس لئے سخت اپ سیٹ تھی اس پر مستزاد ایزد کا فون کرنا یہ بتانے کے لئے کہ امی دو دن بعد کراچی پہنچ رہے ہیں) اسے شرمین کی عدالت میں کھینچ لایا اور اس کٹہرے میں ے ہو کر وہ ہر بار خود پر چڑھایا خول اتارنے پر مجبور ہو جاتی تھی۔

● ● ●

"علی ولا" میں بیگم و احتشام صاحب کی آمد و رفت وقت گزرنے اور والدہ کے انتقال کے بعد سے کم ہوتی چلی گئی بھی کبھار اگر کوئی ضروری کام ہوتا تو وہ ضرور آتے یا پھر تہوار کے موقعوں پر وقت نکالنا ناگزیر ہو جاتا تھا۔

یگم کی ہٹ دھرمی اور شراکت قبول نہ کرنے والے رویے کے باعث انہوں نے شادی کے چند سال بعد ہی گھر کو خیرباد کہہ دیا تھا شروع شروع میں تو وہ خود بہت گھبرائے ساری زندگی والدین نے پلکوں پر بٹھا کر رکھا مگر انی میں جس کی محبت نے انہیں خواب دیکھنے سکھائے وہ قوت برداشت کے معاملے میں بہت کمزور نکلی۔

ثریا بیگم کی تمام تر شفقتوں اور محبتوں کے باوجود وہ ساس سسر کو برداشت نہ کر سکیں۔ والدین کو بیٹے کی تکلیف ساس تھا ایک طرف بیوی تھی جو کہ اپنی محبت کا خراج مانگتی تھی اور دوسری جانب والدین جن کی شفقتوں اسے پابہ زنجیر کر رکھا تھا۔

رات کی ناچاقیوں کے باعث انہوں نے یہی بہتر سمجھا کہ بیٹے کو اس کھینچا تانی سے نجات دے دی جائے لہٰذا دں نے خود سو بیٹے کو گھر علیحدہ کرنے کی اجازت دے دی' فرہاد اور ریان دونوں بہت چھوٹے تھے۔

چونکہ پہلی اولاد تھا لہٰذا ثمر بیگم اسے ہمہ وقت ساتھ لگائے رکھتیں مگر جب جلد ہی فرہاد بھی اس دنیائے رنگ و بو اپنے حصے کے دکھ اور سکھ کشید کرنے چلا آیا تو وہ بوکھلا گئیں اور یوں فرہاد دادی اور دادا جان کے پاس رہنے لگا۔

وجہ تھی کہ "علی ولا" سے جانے کے بعد سب سے زیادہ اسے ہی ایڈجسٹ ہونے میں مشکل پیش آئی وہ دادی دادا کی شفقتوں اور اعزازی محبت کا عادی ہو چکا تھا ابتدا میں اس نے بہت احتجاج کیا اس کی حالت دیکھتے ہوئے شام صاحب اسے اپنی والدہ کے سپرد کرنے کا سوچنے لگے تھے مگر ثمر نہ مانیں۔

یں اپنا شوہر کا والدین سے شیئر کرنا برداشت نہ ہوا تھا کجا کہ اپنی اولاد اور وہ بھی ان سے جنہیں وہ شروع دن سے ند کرتی آئی تھیں چنانچہ فرہاد کی شدتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے انہوں نے اسے اسکول میں داخل کروا دیا' ن اور ناظرہ قرآن کا وقت بھی کچھ اس طرح سیٹ کیا کہ اسے ہفتوں "علی ولا" جانے کا موقع نہ ملتا

جتا" ہوا یہ کہ فرہاد کے مزاج میں ہٹ دھرمی آتی چلی گئی مغرور تو وہ شروع سے تھا اب تو لہجے میں بھی تلخی آ گئی ثمر بیگم نے اسے ہاتھوں سے نکلتا دیکھا تو یہی درست سمجھا کہ اسے دادی کے پاس بھیج دیا جائے کیونکہ اس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دوران احد کی آمد نے انہیں اور بھی مصروف کر دیا تھا۔

یوں وہ علی ولا واپس چلا آیا مگر دادی کا ساتھ محض ایک سال رہا اور پھر وہ دار فانی سے کوچ کر گئیں۔ البتہ دا اسے بے حد سہارا تھا اس کے مزاج کو صحیح سمت دکھانے میں انہوں نے اپنی ساری کوششیں صرف کر دی سفینہ بیگم کے بچوں کا جو حق انہوں نے اپنی بے پرواہی میں ادا نہ کیا تھا فرہاد کی پرورش کر کے وہ گویا اس کے کتھارسس کرتے تھے۔

وقت کا دھارا تیزی سے بہتا چلا گیا اور دو تین سالوں کی محنت اور ریاضت نے فرہاد کی شخصیت کو چار چاند لگا یہی وجہ تھی کہ وہ دادا جان سے بہت نزدیک تھا اس نے اپنی زندگی کا ہر فیصلہ دادا جان کی رضا خوشی اور معاونت تھا' چنانچہ جب ثمر بیگم نے اسے اعلیٰ تعلیم دلوانے کا بہانہ کر کے اسے واپس بلایا تو وہ "قطعاً" راضی نہ تھا۔

مگر اس بار بھی علی صاحب کوئی بدمزگی نہیں چاہتے تھے چنانچہ ان کے سمجھانے پر وہ واپس وہیں چلا آیا جہا بھی آنے کے بعد اسے کوئی خوشی نہ ملی تھی مگر اس بار ایسا نہ ہو سکا احد کی کمپنی نے اسے بہت جلد ایڈجسٹ میں مدد دی۔

بابر بھائی جو کہ بالکل ماما کا پرتو تھے ان کے مقابلے میں احد اسے پاپا کی طرح لگا محبت کرنے والا' قدرے بڑا صاف گو' سو بہت جلد وہ گھل مل گئے اور یوں میٹرک سے لے کر پوسٹ گریجویشن تک کا یہ عرصہ اس نے ا ساتھ انجوائے کرتے ہوئے گزارا جو اس سے چار سال چھوٹا تھا مگر مزاج آشنائی تو غضب کی تھی دونوں میں۔

ثمر بیگم اسے اس گھر میں جڑیں پکڑتا دیکھ کر مطمئن ہو گئیں تو انہیں کسی طرف سے کوئی خطرہ نہ رہا مگر یہ کہ یکدم فرہاد کا رویہ بدلنے کیوں لگا تھا۔ اتفاقاً "اگر اس کا کوئی فیصلہ ان کی پسند سے مماثلت رکھتا تو ٹھیک' و اب بھی ان کے کہے میں نہیں آتا تھا۔

وہ اسے میڈیکل کی طرف بھیجنا چاہ رہی تھیں مگر اس نے کامرس کو اپنے لیے پسند کیا ان کی خواہش تھی کہ و دور کے تقاضوں کو پوری طرح اور صحت سے اپنائے تو اس نے اپنی مشرقی اقدار اور روایت کا ساتھ رہنا ضر سمجھا۔

بنیادی بات نظریاتی اختلافات تھے جس نے انہیں اور فرہاد کو کبھی ایک پلیٹ فارم پر جمع نہیں ہونے دیا تاہم کرنے کا فیصلہ اس کا ایسا تھا کہ ثمر بیگم نے سکون کا سانس لیا ورنہ انہیں تو خوف تھا کہ کہیں وہ پوسٹ گریج کے بعد کہیں جاب کرنے کے لئے بضد نہ ہو جائے۔

اگر ایسا ہو جاتا تو میکے میں تو ان کی ناک ہی کٹ جاتی اور ثنا جوان کے بیٹے میں بہت دلچسپی لیتی تھی اس کے فوراً" ہی انکار کر دیتے فرہاد کے لئے' لہٰذا جس روز اس نے گھر میں اعلان کیا کہ وہ اپنا بزنس کرے گا ثمر بیگم نے اطمینان محسوس کیا تھا۔

سارے مسئلے حل ہو گئے تھے سوائے اس کی شادی کے' بابر کی شادی کے بعد انہوں نے یہ ہی سوچا تھا کہ منا وقت دیکھ کر وہ ثنا کے متعلق بات چھیڑیں گی گو کہ اس امر سے وہ بھی بخوبی واقف تھیں کہ فرہاد کی ناپسندیہ گراف کس قدر اونچا ہے وہ اپنے ننھیال والوں سے سخت چڑتا تھا ان کا دوغلا پن بناوٹ' دولت پر جان دی دولت کے ترازو میں انسانوں کو تولنے کی روایات سے وہ سخت الرجک تھا۔

تاہم پھر بھی وہ قدرے پرامید تھیں کہ وہ اسے دلائل سے قائل کر ہی لیں گی مگر اچانک جو منظر ان کی آنکھوں دیکھا اور ذہن نے جذب کیا وہ انہیں اچنبھے اور مشکل میں ڈال گیا۔

سفینہ لاج سے آنے والے اپنے کزنز کے ساتھ اس کا جو برتاؤ تھا وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا ماموؤں اور خالاؤں بچوں سے تو اسے جیسے پرخاش تھی مگر ان سب کے ساتھ وہ کیسے گھلا ملا ہوا تھا تو گویا کہ وہ بہت پہلے سے ان لوگوا جانتا ان سے میل میلاپ رکھتا رہا تھا سو تو جیسے ششدر رہی رہ گئیں اس بات کا تو انہوں نے تصور بھی نہیں کہ فرہاد علی ولا سے سفینہ لاج کا سفر انہیں بتائے بغیر کرے گا۔

اسی پر بس نہیں' زوہا کی طرف اٹھتی شہد رنگی اس کی والہانہ نگاہیں ان کی عقابی بصارتوں سے مخفی نہیں رہی تھیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ماں تھیں اس کے مزاج کو سمجھ سکتی تھیں۔

پچھلے کئی مہینوں سے اس کے رویے میں وہ ایک واضح تبدیلی محسوس کرتی رہی تھیں۔ وہ جو زیادہ تر اپنا وقت اپنے کام میں مگن خاموشی سے گزارتا تھا اب بات بات پر ہنسنے مسکرانے لگا تھا غصے کا گراف بھی پہلے کی نسبت نیچے آگیا تھا البتہ اپنی ننھیالی کزنز کے ساتھ اس کی رعونت اور بے رخی بڑھتی ہی چلی گئی تھی۔

وہ اکثر محسوس کرتیں اب وہ ببانگ دہل انہیں واشگاف لفظوں میں سخت سست سنانے لگا تھا ان کے اوچھے مذاق اور بے باک فقرے بازی پر پہلے کی طرح اب تحمل کا مظاہرہ قطعاً" نہ ہوتا بلکہ وہ انہیں ملامت اور نصیحت کا ایسا کڑوا گھونٹ پلاتا کہ دنوں وہ پلٹ کر احتشام ہاؤس نہ آتیں اور یہ بات ثمر بیگم کو سخت ناگوار گزرتی۔

"انہیں سمجھادیں ماما کہ مجھ سے بے تکلف مت ہوا کریں خصوصاً" ان ثنا صاحبہ کو اچھی طرح یہ بات باور کرادیں کہ میں فرہاد علی ہوں مجھ میں ان کی بے ترتیب اور حیاو تمیز سے عاری شخصیت برداشت کرنے کی اہلیت نہیں وہ میرا ضبط نہ ہی آزمائیں تو بہتر ہے۔"

کبھی کبھی ماما اسے دبے لفظوں میں سمجھاتیں تو وہ ہتھے سے اکھڑ جاتا' اور اس کے اس طرح چراغ پا ہونے والی عادت سے وہ خود خائف رہتی تھیں لہٰذا ان سب کو بھی نرم لفظوں میں سمجھانے کی کوشش کرتیں فرہاد کا زہر خند ہونا اس کی نفرت اور شدید ناپسندیدگی کا غماز تھا۔

مگر وہ لڑکیاں جنہیں ان کے والدین کچھ نہیں کہتے تھے انہیں بھلا کب عادت تھی کسی کی سننے کی ثمر بیگم کی بات وہ سمجھتے ہوئے بھی انجان بن جاتیں خصوصاً" ثنا کے لئے تو بہت مشکل تھا فرہاد سے دور رہنا ساتھ ہی خود کو بدلنا بھی۔

چنانچہ اتنا تو انہیں اندازہ تھا کہ فرہاد کس طرح سوچتا ہے مگر کس کے لئے سوچتا ہے یہ راز گویا ان کے دل و دماغ میں بھونچال سا لے آیا۔ جس سسرال سے وہ سخت الرجک تھیں ان کا بیٹا وہیں کی ایک لڑکی کو دل دے کر بیٹھ گیا تھا اور بھلا دل کے بغیر بھی کوئی جیتا ہے اور سسرال بھی کون سی سوتیلی سسرال۔

انہیں تو ایک ساس سر گوارا نہ تھے کجا کہ دوسری سسرال اور وہ بھی ساس جیٹھ جیٹھانیوں اور نندوں والی بھری پری سسرال' انہیں فرہاد کے اس فیصلے سے حد درجے اختلاف تھا تاہم فی الحال چونکہ اس نے کچھ نہیں کہا تھا وہ منتظر تھیں کہ فرہاد تذکرہ کرے تو وہ اسے صاف لفظوں میں سمجھادیں کہ انہیں علی ولا اور سفینہ لاج سے کوئی تعلق رکھنا گوارا نہیں۔

مگر ہنوز وہ خاموش تھا لہٰذا وہ بھی چپ تھیں مگر دوسری طرف اس نے داجان کو ساری بات کہہ سنائی تھی۔ زوہا کا ایک بہت اچھا پرپوزل آیا ہوا تھا یہ اطلاع اسے صہیبہ سے ملی تھی۔ چنانچہ وہ خود بھی سنجیدہ ہو گیا تھا گو کہ صہیبہ نے اسے یقین دلایا تھا کہ فی الحال آرز مکمل کرنے سے پہلے تو کوئی بھی زوہا کی شادی کے حق میں نہیں ہے مگر منگنی تو بہرحال کی جاسکتی تھی اور اسی خدشے کے پیش نظر اس نے بابا سے بات کرنے کی کوشش کی جسے ماما نے مسلسل مسلط رہ کر ناکام بنادیا تو اس نے سارا معاملہ داجان کے گوش گزار کردیا اور اسی سلسلے میں انہوں نے احتشام صاحب کو بلا بھیجا تھا۔

"اپنے بچوں کی خوشی کو مدنظر رکھ کر ہی فیصلہ کرنا شامی بیٹا نہیں تو زندگی روگ بن جائے گی ان کی' تمہیں تو بہتر اندازہ ہوگا اس بات کا۔"

احتشام صاحب کئی دن بعد اس طرف آئے تھے لمبی تمہید اور ادھر ادھر کی باتوں کے بالآخر داجان اس موضوع پر آ ہی گئے جس کی خاطر انہوں نے انہیں بلایا تھا۔

"اوہ۔"

احتشام صاحب نے قدرے سکون کا سانس لیا (تو گویا اس سلسلے میں بلوایا تھا انہوں نے)

"جی بابا میں آپ سے مکمل اتفاق کرتا ہوں مگر یقین کریں فرہاد نے اس ضمن میں مجھ سے اب تک کوئی بات نہیں کی البتہ مجھے کسی حد تک اندازہ ضرور تھا۔"

انہوں نے سعادت مندی سے کہتے ہوئے جیسے اپنی صفائی پیش کی داجان مبہم سا مسکرائے۔

"معلوم ہے مجھے کہ اس نے تم سے فی الحال کوئی تذکرہ نہیں کیا مگر وہ ایسا کرنا ضرور چاہتا تھا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چائے کا سپ لیتے ہوئے انہوں نے ایک بامعنی وقفہ دیا۔

"تو اسے کس نے روکا تھا۔"

احتشام قدرے الجھن بھرے لہجے میں بولے تھے مگر جونہی والد کی نظروں سے نگاہ ملی بات از خود ہی سمجھ میں آ گئی ایک گہری سانس ان کے لبوں سے آزاد ہوئی۔

"پتا نہیں کیوں بابا' فرہاد اب تک اپنی ماں سے صدیوں کے فاصلے پر کھڑا ہے جب کہ میں سمجھتا تھا ثمر اور وہ ایک دوسرے کو انڈر اسٹینڈ کرنے میں ناکام ہیں۔"

داجان بیٹے کی بات سن کر جانے کیوں خاموش ہی رہے تو وہ پھر تسلسل جوڑتے ہوئے گویا ہوئے

"ایسا کیوں ہوتا ہے بابا کہ دو محبت کرنے والے بھی ایک دوسرے کے مزاج کو سمجھ نہیں پاتے ساتھ رہتے ہوئے بھی دور جانے پر بھی۔"

داجان کو بیٹے کی آنکھوں اور لہجے میں تفکر ڈوبتا ابھرتا نظر آ رہا تھا

"بات اپنی انا کے خول سے نکلنے کی ہے شاہی بیٹا جب انسان خود پرستی کی دبیز تہوں تلے خود کو دبا لیتا ہے تو دوسرے کا احتجاج اور خواہش محض ثانوی حیثیت اختیار کر جاتی ہے مگر بہر حال ہم اس وقت ایک ماں اور بیٹے کی بات کر رہے ہیں۔" وہ چند ثانیے کے لئے رکے احتشام صاحب ہمہ تن گوش تھے۔

"اور ثمر خواہ کتنی ہی خود پرست اور انا پسند کیوں نہ ہو بیٹے کی خوشیوں کو آگ لگانے والی ہرگز نہ ہو گی۔" نہیں امید ہی نہیں ممتا کی کمزوری پر یقین بھی تھا۔

"تو سر' آئی ایم سوری بابا' یہاں آپ قطعی غلط ہیں ثمر رشتوں اور بندھنوں کے تسلط سے آزاد ایسی عورت ہے جو اپنے آگے کسی کی سننے کی روادار نہیں۔"

"اولاد کی بھی۔۔۔"

"وہ ایک حاکمانہ نیچر کی عورت ہے محبت کو جبر کی حد تک استعمال کرنے کی عادی۔" احتشام صاحب قطعاً سنجیدہ تھے البتہ ان کے لہجے سے کسی قسم کی نفرت یا بیزاری کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔

"تو گویا دوسرے لفظوں میں تم بھی انکار کر رہے ہو۔" داجان سست لہجے میں بولے۔

"ہرگز نہیں بابا۔"

والد کے تھکے ہوئے لہجے پر احتشام صاحب چونک اٹھے۔

"میں نے ہمیشہ زندگی کو آزادانہ گزارنے کی وکالت کی ہے ہر شخص کو اپنی لائف اپنی رضا اور اپنی چوائس سے گزارنے کا حق ہے اور میں اپنے بیٹے کو اس حق سے دست بردار نہیں کر سکتا۔" وہ مضبوط لہجے میں کہہ رہے تھے۔

"اور ثمر' ان کا کیا ہو گا' انہوں نے تو غالباً اپنی کسی بھانجی یا بھتیجی کو۔۔۔"

"یہ فرہاد کی زندگی کا معاملہ ہے بابا میں بابر کی طرح اسے بھی اپنے فیصلے میں آزاد سمجھتا ہوں۔" داجان کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی انہوں نے اپنا موقف بیان کیا۔

"اور یہ ہی بات ثمر کو سمجھانی ہو گی مجھے امید ہے وہ فرہاد کی زندگی کو تلخ کرنا نہیں چاہے گی۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو سکا تو بھی فرہاد کو کمپرومائز پر مجبور کر کے دو دو زندگیاں تباہ کرنے کا رسک میں کبھی نہیں لے سکتا۔"

فیصلہ کن حتمی لہجے میں کہتے ہوئے وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"تو پھر ٹھیک ہے پہلے اپنے گھر کا ماحول سازگار بناؤ اور ثمر کو قائل کرو' پھر سفینہ لاج جا کر خود بات کرنا' یہ بہت نازک مرحلہ ہو گا' ثمر بیٹا کا رویہ اس معاملے میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔"

"سفینہ لاج" کے نام پر ان کا لہجہ بے حد دھیما ہو گیا تھا احتشام صاحب نے قدرے گہری نظروں سے والد کی طرف دیکھا ان کی آنکھوں میں ٹھہرا غبار بہت واضح تھا چند بوجھل لمحے چپ چاپ سرک گئے تو وہ گہری سانس بھر کر سوچ کے گھنے جنگل سے نکلے۔

"جی بابا' میں سمجھتا ہوں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اگر میں فرہاد کی خواہش کی شدت کو جانتا نہ ہوتا تو شاید اسے اس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دشوار راہ پر چلنے سے ہی روک دیتا مگر۔۔۔"

"نہیں شاہی یوں سمجھو کہ تمہارا بیٹا کفارہ ادا کر رہا ہے وہ خلیج جو میں نے خونی رشتوں کے مابین اپنی خود پسندی کے باعث پیدا کی اسے وہ پاٹنے کی کوشش کر رہا ہے۔ تمہارے باپ کے کمزور وجود سے پچھتاوؤں کی سوئیاں نکال رہا ہے وہ اسے مت روکنا۔"

دا جان کی آنکھیں بہت کچھ کہہ سن رہی تھیں ان کا لہجہ اتنا دلگیر اور آواز اتنی مدھم تھی کہ احتشام صاحب بمشکل سن سکے لبوں تک بہت سے الفاظ آئے مگر وہ انہیں پیچھے دھکیلنے میں کامیاب ہو ہی گئے۔

جو شخص خود کٹہرے میں کھڑا اپنے ضمیر کے فرد جرم عائد کرنے پر ندامت سے چور ہوا سے مزید ملامت کرنا بذات خود جرم ہوتا ہے۔

"میں اپنی کوشش کو انشاء اللہ کامیابی سے ضرور ہمکنار کروں گا آخر کو میں اس کا فادر ہوں' اور جس طرح آپ نے میری خوشیاں حاصل کرنے میں میری معاونت کی میں بھی ایسا ہی کروں گا۔" والد کو تسلی دینے کے سے انداز میں مضبوط لہجے کا اتار چڑھاؤ یکدم احساس تشکر سے لبریز ہو گیا تو دا جان کے لبوں پر ایک آسودہ مسکراہٹ آکر ٹھہر گئی۔

● ● ●

ابزد نے تو دو دن بعد کا کہا تھا مگر ابی اسی شام کو اچانک چلے آئے تو وہ سب ہی حیران رہ گئے۔ کتنے دن بعد انہیں دیکھا تھا حسب عادت امی جی کا ہر دم شانتار ہنے والا چہرہ نرم تاثرات کی آماجگاہ بن گیا نرمین نے حسب معمول بہت غور سے ان کا مطالعہ کیا تھا۔

سمیر بھی اس وقت گھر پر تھا لہٰذا اسے دیکھ کر ابی کی آنکھوں میں بھی حیرت اتر آئی تھی۔

"اس بار بہت دن بعد واپسی ہوئی ابی میں سمجھا آپ نے وہاں بھی کوئی آفس کھول لیا ہے۔"

ابی کی حیرت کو محسوس کرنے کے بعد نمیر بہت خوشگوار موڈ میں کہہ رہا تھا' شرمین نے نرمین کی حیرت سے کشادہ ہوئی آنکھیں دیکھیں تو مسکرا دی۔ امی جی بھی متبسم تھیں۔

"ہاں بس ایک کے بعد دوسری ڈیلنگ ہوتی چلی گئی تو میں نے سوچا کہ جب یہاں آہی گیا ہوں تو سارے معاملے نبٹا کر ہی چلوں یوں بھی یہاں کی مجھے کوئی فکر نہیں تھی ابزد کے ہوتے ہوئے کوئی مسئلہ ہو نہیں سکتا تھا۔"

ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے وہ صوفے پر بیٹھ گئے۔ لہجے سے کامیابی کی مسرت پھوٹ رہی تھی۔ وہ سب ان کی بزنس اپروچ پر کچھ تلخ سے ہو گئے گویا گھر کی قطعاً "پروا نہ تھی۔

"ہاں مگر آپ کو انفارم تو کرنا چاہیے تھا میں کتنا پریشان رہی بچے الگ ٹینس تھے۔"

امی جی نے ان کی توجہ گھر کی طرف دلائی از خود لہجے میں تیکھا پن در آیا تھا' وہ بھی جیسے چونکے۔

"کیوں اس میں ٹینشن لینے کی بھلا کیا ضرورت تھی۔" ان کی تیوریاں چڑھ گئیں اس بات پر۔

"میں بزنس ٹور پر گیا تھا کیا یہ بات تم سب کی نالج میں نہیں تھی۔"

"وہ سب تو معلوم تھا مگر کوئی خیر خبر بھی دیتا ہے۔ یہ نہیں کہ جا کے پیچھے والوں کو بھول ہی بیٹھیں۔" امی جی کا پارہ ان کی بات پر چڑھ گیا۔

سمیر نے قدرے بے زاری سے ان دونوں کی طرف دیکھا' جو اپنے اپنے ترکش سنبھالنے والے تھے گویا جھگڑا یقینی تھا۔

"تو میں یہ سب کرتا کس کے لئے ہوں تم لوگوں کے لئے مگر تم احسان فراموش لوگ ہو' بجائے خوش ہونے کے الٹی باتیں بناتے ہو تم کیا سمجھتی ہو میں عیاشیاں کر رہا تھا وہاں "اس لیے بھول بیٹھا تم سب کو۔"

غصے سے یاور صاحب کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں زہرہ بیگم کے ماتھے پر شکنوں کا جال بچھ گیا۔

"ایک تو بات کو کہیں سے کہیں لے جانا کوئی آپ سے سیکھے' غلطی کر کے بھی سینہ زوری تو سرشت ہے آپ کی۔"

وہ بھی تنتنا کر کھڑی ہو گئی تھیں۔

"اگر ہمارے لئے کچھ کرتے ہیں تو یہ احسان نہیں فرض ہے آپ کا' حق ہے میرا اور میری اولاد کا' کوئی بھیک

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مانگنے نہیں چلے آئے ہیں اس گھر میں ہم۔"

دوبدو جواب موصول ہوا تو یاور صاحب کی آنکھوں سے جیسے چنگاریاں نکلنے لگیں۔ سمیر نے ایک تلخ نظر والدین ڈالی اور باہر کی راہ لی کئی دن بعد مل بیٹھنے کا موقع ملا تھا اور وہ بھی "دائمی تنازعوں" کی نذر ہو گیا۔

"کیے جاؤ گھٹیا باتیں کم ظرف لوگوں کے اطوار کبھی بدلتے ہیں، تم جیسی عورت صرف یہ ہی باتیں کر سکتی۔ شوہر اتنے عرصے بعد آیا اس کی مزاج پرسی تو کی نہیں شکایتوں کا دفتر کھول لیا، تمہیں برداشت نہیں ہوتا میرا اِ گھر میں سکون سے رہنا۔"

اشتعال سے بھرے وہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے شرمین کو اس لمحے ان دونوں پر بے طرح غصے آرہا تھا آپس میں لڑ۔ ہوئے وہ دونوں ہی تہذیب کے دائروں سے نکل جانے کا عادی تھے شائستگی اس لمحے بھی ان کا دامن چھوڑ چکی تھی۔

"ہاں ہاں گھر سے باہر رہنے کا یہی تو بہانہ بنایا ہے تم نے یاور علی میں بھی خوب سمجھتی ہوں تمہیں مگر کا کی آڑ میں تم چھپ نہیں سکتے۔"

زہرہ بیگم کی شعلہ صفت آواز میں شک کے سائے سرسرا رہے تھے جوان بیٹیوں کے سامنے اس ہرزہ سرائی پر یاو صاحب کی کنپٹیوں کی رگیں جیسے کھولنے لگیں۔

"تم جیسی عورت جس گھر میں ہو، وہاں آنا بھی کون چاہے گا زہرہ بیگم وہ تو میں اپنی اولاد کی خاطر آجاتا ہوں ورنہ تمہاری صورت دیکھنے کی تو کبھی تمنا نہیں رہی۔"

"تو مجھے کون سی حسرت کھائے جا رہی ہے یاور علی، میں نے بھی تمام عمر سمجھوتا ہی کیا ہے تم سے جانے کس زعم میں ہو تم" لہجہ زہر خند تھا۔

"معلوم ہے مجھے تمہیں تو سمجھوتا ہی کرنا تھا ساری شدتیں تو تم نے پہلے ہی کہیں۔"

"چپ ہو جاؤ یاور علی ورنہ اچھا نہیں ہوگا، کم ظرف ہو تم جو ذرا سی بات آج تک نہیں بھلا سکے مگر یاد رکھنا جس جذبے کی سزا تم نے آج تک مجھے دی ہے وہ صرف انسانوں کا مقدر ہوتا ہے تم جیسے پتھر سنگدل چٹان کا نہیں اور اسی کا غم تمہیں مار رہا ہے۔"

جانے یاور صاحب کیا کہنے جا رہے تھے کہ زہرہ بیگم نے چیخ کر انہیں روکا تھا وہ دونوں ہکا بکا دھواں دھواں نظروں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھیں جو اس لمحے ایک دوسرے کے ایسے دشمن لگ رہے تھے کہ بس نہیں چلتا تھا قتل ڈالیں ایک دوسرے کو۔

کوئی راز چھپا تھا ان کی باتوں میں شرمین آگے بڑھ کر کچھ پوچھنا چاہتی تھی انہیں روکنا بھی چاہتی تھی کہ نرمین اسے کھینچ کر اپنے ساتھ لے گئی۔

"ٹھہر جاؤ نرمین مجھے چھوڑو آج پوچھنے دو مجھے اس چپقلش کی وجہ، آخر کس جذبے کی تسکین کرتے ہیں یہ دونوں اس طرح لڑ جھگڑ کر کس بات کا انتقام لے رہے ہیں یہ ایک دوسرے سے، اور ہمیں بھی مصلوب کیے جا رہے ہیں۔"

شرمین اس کے بازوؤں میں مچل مچل گئی تھی مگر نرمین نے بے دردی سے آنسو بہاتے ہوئے اس پر اپنی گرفت مضبوط رکھی حتی کہ اسے کمرے میں لا کر دروازہ لاک کر دیا۔

"پلیز شرمین خود کو سنبھالو پلیز۔"

"مجھے جانے دو آج حساب کتاب کرنے دو مجھے بھی نرمین۔" شرمین جیسے ہسٹرک ہوئی جا رہی تھی مگر اس نے اسے نہ جانے دیا بالآخر اس کے کندھے پر سر رکھ کر وہ بھی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

● ● ●

یاور صاحب کی واپسی پر ایزد کو ان سے بہت سے بزنس میٹرز پر بات کرنی تھی مگر جس دن وہ واپس آئے اس کے دوسرے دن ہی اسلام آباد میں ایک اہم میٹنگ اور اپنے ادھر والے آفس کے عملے کو مستعد کرنے جانا پڑا اسلام آباد میں بھی ان کا بزنس پھیلا ہوا تھا ان کی خواہش تو شروع سے ہی رہی تھی کہ ایزد وہاں کا بزنس سنبھال لے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ اپنے والدین کو اس طرح چھوڑ کر جا نہیں سکتا تھا اور ساتھ جانے پر بی بی جان راضی نہ تھیں۔

انہیں روشنیوں کے اس خوبصورت اور پیارے سے شہر کراچی سے انہیں بہت محبت تھی "یہاں رہیں خواہ کیسے بھی رہیں" یہ ان کا مقولہ تھا اور ایزد اپنی ماں کی خواہش کو پس پشت نہیں ڈال سکتا تھا لہٰذا اکثر وبیشتر وہ اسلام آباد جاتا رہتا تھا البتہ قیام وسکونت ادھر ہی تھی۔ لہٰذا ابا اور صاحب کو ادھر بہت وقت دینا پڑتا تھا۔

اس بار اس کے جانے کا پروگرام تھا مگر ابا اور صاحب زہرہ بیگم کی باتوں اور تکرار کے باعث خاصے ریلیش موڈ میں تھے لہٰذا جونہی انہوں نے اس کی بجائے وہاں جانے کا قصد ظاہر کیا وہ ان کے مزاج کو دیکھتے ہوئے خاموش ہو رہا اور وہ اسلام آباد روانہ ہو گئے۔

ادھر بی بی جان نے نکاح کی تیاریاں تیز سے تیز تر کر دی تھیں سات دن بعد تقریب تھی ایزد کا دل پہلی پہلی خوشی کے حصول پر تازہ گلاب کی مانند کھلا ہوا تھا۔

پتہ نہیں وہ کیا سوچتی ہو گی اس کی فیلنگز کیسی ہوں گی جسے چند دن بعد اس کا ہو جانا تھا جس کے خیال و خواب کے بارے میں وہ کچھ بھی نہیں جانتا تھا، البتہ زندگی کے بہت سے حسین لمحوں کو اس کے ساتھ کا تحفہ سمجھ کر ان کا منتظر تھا۔

بی بی جان اس موقع پر اس کی بھرپور توجہ چاہتی تھیں اور ان کی خواہش کچھ ایسی غلط بھی نہ تھی مگر ابا اور صاحب کی غیر موجودگی میں اس کے لئے وقت نکالنا مشکل تھا ان کی آمد سے اس نے سوچا تھا کہ اسے بی بی جان کی شکایت دور کرنے کا موقع مل جائے گا مگر ایسا ہونا مشکل ہو گیا۔

ابا اور صاحب آتے ہی دوبارہ چلے گئے لہٰذا اس کی مصروفیت وہی رہی اور وہ ان کو اس افراتفری کے باعث اپنے نکاح کی خبر بھی نہیں نہ دے سکا۔

● ● ●

"میرا تو خیال ہے صبیحہ تم نکاح والے دن سرخ زرتار جوڑے کی بجائے فیروزی کلر کا شرارہ سوٹ بنوا لو تم پر بہت سوٹ کرے گا۔"

شفق اور نیرا آج کل ادھر ہی رہتی تھیں سعدیہ پھپھو نے ان کو یہاں رکنے کی بھی اجازت دے رکھی تھی گو کہ انہوں منع تو نہیں کیا تھا انہوں نے مگر اپنے شوہر کے مزاج کے باعث وہ خود بھی دوڑ دوڑ کر میکے آنے سے گریز کرتی تھیں۔

"نہیں بلکہ ایسا کرو ڈیپ بلیو کلر پسند کر لو بہت اچھا لگے گا۔"

ندا نے بھی شفق کا ساتھ دیا جو کہ اس کی نیلے رنگ کے شیڈز سے ناپسندیدگی کے باعث اسے چھیڑ رہی تھی۔

"اور نہیں تو کیا نیلے کے تو سارے شیڈز ہی اچھے ہوتے ہیں۔"

مدحت گرم گرم فرنچ فرائز کی پلیٹ اندر لاتے ہوئے حسب عادت بغیر بات سمجھے بولی تھی۔ اس نے ان تینوں کو شدید غصے سے گھورا۔

"دیکھ لیجئے امی یہ لوگ مجھے بلاوجہ غصہ دلا رہی ہیں۔"

صبح سے اب تک یہ ہی طے نہیں ہو سکا تھا کہ نکاح کا جوڑا کس رنگ کا ہو گا بی بی جان نے کل ہی فون پر سفینہ بیگم سے کہا تھا کہ اس سلسلے میں صبیحہ کی پسند معلوم کی جائے لہٰذا سب ہی اس کے مقدر پر رشک کرتے ہوئے کہ کس قدر چاہنے والی ساس مل رہی ہے اسے ستائے جا رہے تھے۔ بھانت بھانت کی بولیاں تھیں اور در جنوں مشورے۔

"بھئی یہ مذاق کر رہی ہیں تم سے اب تم بھی تو فیصلہ کرنے میں اتنی دیر لگا رہی ہو" امی مدحت کے نئے سل آئے سوٹ کی جانچ پڑتال کر رہی تھیں۔

"اسے تو فیصلہ کرنے میں تاخیر کرنے کی عادت ہے تائی جان اب دیکھیے نا کس قدر مشکل سے مانی ہے نکاح کے لئے۔" نیرا باجی نے بھی اسے دیکھتے ہوئے شوخی سے کہا۔

"وہ تو بے چارے ایزد بھائی کی شدتیں ہیں کہ رنگ لے آئیں ورنہ ان محترمہ نے تو انہیں ایک آدھ صدی کا بن باس دے دینا تھا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

زوہا نے بہن کے کان میں سرگوشی کی تو نمیرا ہنس پڑیں اس دوران امی باہر چلی گئی تھیں۔

"رہنے دو سب اوپری باتیں ہوتی ہیں دل میں تو لڈو پھوٹتے ہیں۔"

مدحت نے رخسانہ بیگم کے جاتے ہی واشگاف لفظوں میں اعلان کیا انداز ایسا پختہ تھا کہ صبیحہ نے کھینچ کشن دے مارا، سب لوگ فریج فرائز سے انصاف کر رہے تھے۔

"تمہیں بڑا پتا ہے کہ لڈو پھوٹ رہے ہیں یا نہیں۔"

غصے سے اس نے آنکھیں دکھائیں جو کہ اس اچانک حملے کی تاب نہ لا کر زوہا پر جھک گئی تھی سب ہنس پڑے تھے سمرہ بھابھی بولیں۔

"مشاہدہ بھی کوئی چیز ہوتی ہے یار۔" انداز صاف چھیڑنے والا تھا

"بہر حال اب ادھر ادھر کی باتیں چھوڑ دو اور صبیحی تم بتاؤ کہ کون سا کلر پسند ہے تمہیں، آنٹی کا فون آ ہو گا۔" آخر کار نمیرا بھابھی نے ان سب کی توجہ اصل معاملے کی طرف دلائی۔

"پتا نہیں کوئی سا بھی بتا دیں نمیرا باجی میری سمجھ میں نہیں آرہا۔"

اس نے مدحت کے لائے ہوئے کیٹلاگ ایک طرف ڈالتے ہوئے قدرے الجھ کر کہا۔

"کیا بات ہے صبیحی۔" اس کے بے دلی سے کہنے پر زوہا نے تشویش سے اسے دیکھا۔

"کچھ نہیں۔"

اس نے تھکے تھکے لہجے میں کہا اور اٹھ کر کمرے سے نکلی تو دادی جان کو سامنے صوفے پر بیٹھا دیکھ کر تیز اوپر چلی آئی آج کل وہ ہمہ وقت اس کے چہرے پر خوشیوں کے سائے کی متلاشی رہتی تھیں ایک عجیب خوف ان کے دل میں آسمایا تھا کہ جانے وہ خوش ہے کہ نہیں اور وہ انہیں اپنے مطمئن ہونے کا عندیہ دیتی کو جھکا کر مسکرا دیتی تھی۔ مگر جوں جوں نکاح کا دن قریب آتا جا رہا تھا وہ خود تذبذب میں پڑی ہوئی تھی۔

ایک قطعی انجان شخص کے ساتھ زندگی کا ناتا جوڑا جا رہا تھا گھبراہٹ فطری تھی جانے وہ شخص کیسا ہو، مزاج کے ساتھ نباہ بھی کر سکے یا نہیں، سمجھوتے کی پتا نہیں کتنی راہیں چلنا پڑیں۔

مگر نہیں زندگی میں خوشیوں بھری راہگزر بھی تو آتی ہے پھر تاریک پہلو کیوں سوچا جائے۔

"آنٹی اتنی اچھی ہیں یقیناً" ایزد بھائی بھی اچھے ہوں گے۔"

زوہا دن میں کوئی دس بار اس کی شکل پر پریشانی کے بادل منڈلاتے دیکھ کر اسے سمجھاتی تھی۔

"ارے صبیحی تم یہاں، بیٹا وہاں سب لڑکیاں تمہیں بلا رہی ہیں۔"

روبانہ چچی اس طرف کسی کام سے آئیں تو اسے تنہا دیکھ کر اسے زبردستی دوبارہ باہر لے آئیں لاؤنج میں ہنگامے تھے رونقیں تھیں۔

بھائی نے سب کے مشورے سے بالآخر گولڈن اور میرون کلر فائنل کر دیا تھا اس سے پوچھا تو وہ دھیرے سے رہ گئی البتہ زوہا اس کی سنجیدگی کو محسوس کر گئی تھی۔ لہٰذا جونہی شام کو اسے تنہائی ملی اس نے صبیحہ کو کھری سنا ڈالیں۔

"کیا مسئلہ ہے تمہارا سچ سچ بتاؤ کہ تم خوش کیوں نہیں ہو۔"

"کک۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔؟"

وہ واضح طور پر چونکی تھی حیرت سوا تھی زوہا کے سوال پر سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"مطلب تم مجھ سے پوچھ رہی ہو، خود کو نہیں دیکھا کس طرح تمام وقت تم نے اپنے آپ کو ہر معاملے علیحدہ شو کیا ہم کیا سوچ رہے ہوں گے سب لوگ، اگر تم واقعی خوش نہیں ہو تو پہلے منع کرنا تھا سب کے سامنے کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

زوہا تو حد درجے بھری بیٹھی تھی غصہ کرنے پر آئی تو اس کی ایک نہ سنی۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو زوہا پلیز میری بات سنو میں نے ایسا کچھ نہیں کیا نہ ہی میں نے کوئی تماشا بنوایا ہے۔"

زوہا کے غیر متوقع تیکھے تیور اسے ششدر کیے دے رہے تھے جلدی سے اپنی صفائی پیش کی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"تو پھر آج کسی بھی چیز میں تم نے دلچسپی کیوں نہیں لی۔"

یا کا استفسار کڑا تھا وہ سٹپٹا گئی کیا جواب دے کیا نہ دے مگر غلطی تو اس سے ہو گئی تھی آج اپنی ذہنی الجھن ور انتشار کا جو مظاہرہ کیا تھا اس کے بعد امی سے بھی اسے ڈانٹ پڑ سکتی تھی۔

"سچ کہوں زوہا مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے' پتا نہیں وہ شخص کیسا ہے میں اسے جانتی ہوں نہ سمجھتی ہوں زندگی کے آنے والے دور نے مجھے خوفزدہ کر دیا ہے۔"

کچھ ایسے گھبرائے اور متذبذب انداز میں بولی تھی جیسے خود بے حد الجھی ہوئی ہو' زوہا نے اسے غور سے دیکھا اگر ں کے ایک ایک راز سے واقف نہ ہوتی تو شاید یہ ہی سمجھتی کہ وہ راضی نہیں مگر یہاں یہ معاملہ بھی نہیں تھا نہ ہی ج تک کسی اور کے لئے اس نے کبھی سوچا تھا للہٰذا ان پہلوؤں کی طرف سے تو وہ مطمئن تھی مگر آج کے رویے پر ہ تھا اسے' اس لئے مشتعل انداز اپنا کر سختی سے پوچھ رہی تھی مگر جو جواب اس نے دیا تھا اسے سن کر اسے ری طور پر یکدم ہنسی آ گئی تھی۔

"کم آن بے وقوف لڑکی ایسا تو تقریباً" ہر لڑکی کے ساتھ ہوتا ہے اب ہر کوئی نمیرا باجی کی طرح بیاہ کر خاندان میں جاتا نہیں کہ پہلے سے سب کے بارے میں معلوم ہو' ہر لڑکی کو آہستہ آہستہ سب کے مزاج سے آشنائی حاصل رنی ہی پڑتی ہے خصوصاً "اپنے مجازی خدا سے۔"

زوہا ہنس رہی تھی وہ مسکراتے ہوئے بھی بڑے پتے کی بات کہہ گئی۔ اس کا خوف فطری تھا مگر وہ سوائے اسے ریلیکس کرنے کے بھلا کیا کہہ سکتی تھی۔

اس کے جملے پر اس نے مبہم سا مسکرا کر سر جھکا لیا'

"ویسے اگر تم یہ چاہو کہ انہیں پہلے سے تھوڑا بہت جان لو تو ایسا کرو آج ایزد بھائی کو فون کر لو بات کرنے سے بھی بہت اندازہ ہوتا ہے۔" زوہا اسے بظاہر سنجیدگی سے مشورے دے کر بولی تھی مگر جونہی اس نے غصے سے نظر اٹھائی وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی تو اسے بھی مسکرانا پڑا۔

• • •

ابو گھر پر نہیں تھے لہٰذا ایزد کا اس طرح شام ڈھلے یوں گھر چلے آنا انہیں اچنبھے میں ڈال گیا ابھی ابھی ملازمہ اس کی آمد کی اطلاع دے کر گئی تھی۔ امی جی نے ڈرائنگ روم کھلوا دیا تھا مگر ایزد وہیں چلا آیا۔

لاؤنج میں ابو کی غیر موجودگی کے باعث حسب معمول سب موجود تھے۔

"اسلام علیکم مسز اوور کیسی ہیں آپ"

سمیر کے بے دلی سے ہاتھ بڑھانے کے باوجود ایزد نے خوشگوار انداز میں مصافحہ کر کے امی جی کی طرف توجہ مرکوز کی تو وہ دونوں جو کہ اس وقت بڑے انہماک سے اسکریبل کھیل رہی تھیں دور بیٹھنے کے باوجود بے ساختہ دیکھنے پر مجبور ہو گئیں۔

آج ایزد کا لہجہ کس قدر خوشگوار تھا' ان کا استعجاب غیر ارادی تھا

"الحمد اللہ ٹھیک ہوں بیٹا آپ کیسے ہیں اور آپ کے والدین۔۔۔؟"

امی جی کی پسندیدہ لسٹ میں ایزد کا نام شامل تھا لہٰذا اس سے بات کرتے ہوئے ان کا انداز بہت مختلف ہوتا تھا۔

"سب بالکل ٹھیک ہیں اللہ کا شکر ہے۔"

"کیسے آنا ہوا' ایزد صاحب' ابو تو آج کل گھر پر نہیں۔"

سمیر نے بالآخر ان کی نگاہوں کو زبان دے دی۔

"ان فیکٹ آج میں یا ور انکل سے ملنے نہیں بلکہ آپ سب کو انوائیٹ کرنے آیا ہوں انکل پچھلے دنوں اس قدر بزی رہے کہ ان سے میں تذکرہ نہ کر سکا۔" وہ کہہ رہا تھا سمیر کے تلخ لہجے کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ خلاف عادت و مزاج مسکرا رہا تھا زمن ششدر تھی اس کایا پلٹ پر۔

"بات دراصل یہ ہے کہ اس فرائی ڈے کو میرا نکاح ہے۔" ایزد نے مسکراتے ہوئے بتایا۔

• • •

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"کیا واقعی؟"

امی جی نے سب سے پہلے حیرت کے شدید جھٹکے سے نکلتے ہوئے سوال کیا تھا۔

"جی بس سب کچھ کافی جلدی ہو گیا۔"

ایزد مسکرا رہا تھا جب کہ خوشی اور حیرت نے نرمین پر شادی مرگ طاری کر دیا تھا شرمین بھی حیرت زدہ تھی نرمین کی مسرت کا اندازہ کر کے وہ بے ساختہ مسکرا رہی تھی۔

"بہت مبارک ہو۔"

سمیر نے جانے کیسے رسم نبھائی تھی۔ ایزد نے خوشدلی سے مصافحہ کر لیا۔

"مگر بیٹا آپ نے تو پہلے کبھی تذکرہ تک نہیں کیا' غالباً" یاور کی تاریخ میں بھی یہ بات نہیں ہوگی۔"

امی جی کو حقیقتاً "افسوس ہوا تھا' ملال ان کے لہجے سے جھلک رہا تھا' یا پھر اپنی خوشی کے زعم میں ایزد نے غور کیا تھا۔

"جی میں نے کہا نا کہ یہ سب کافی ارجنٹ ہوا ہے' بی بی جان کی شدید خواہش تھی اس لئے۔"

مضبوط اور پر اعتماد انداز میں وہ خلاف عادت (بقول نرمین کے) بہت محبت سے کہہ رہا تھا۔

شرمین نے بغور اس کا مطالعہ کیا اس رشتے پر وہ دل سے خوش نظر آ رہا تھا ایک گونا گوں اطمینان اس کے دل میں گیا۔ نرمین اس ان دیکھی صلیب سے آزاد ہو گئی تھی جس نے اسے جکڑ رکھا تھا۔

"کون لوگ ہیں' آپ لوگوں سے رشتہ داری ہے کیا؟"

امی جی اب مخصوص زنانہ سوالات کی طرف آ گئی تھیں سمیر ان کے اشارے پر کچھ ریفرشمنٹ کا انتظام کر چل دیا تھا۔ شرمین نے بھی کچن کی راہ لی اور ملازمہ کو چند ہدایات دے کر لوٹ آئی۔

"رشتے دار ہی سمجھ لیں بی بی جان کے جاننے والوں میں سے ہیں۔" وہ بتا رہا تھا۔

"بلکہ اب تو واقعی رشتے دار ہو جائیں گے۔"

اس کے خاموش ہونے پر شرمین بے ساختہ ہنس کر بولی تھی ایزد نے بے حد حیرت سے اس کی طرف نظر کی جو جس کے بعد کھلی فضا کی تروتازگی کو خود میں سموتے ہوئے خوشی اور انبساط کے عروج پر نظر آ رہی تھی۔

اس لمحے آزادی کا یہ احساس ہی بہت تھا کہ اسے ناپسندیدہ راستے پر اب نہیں ڈالا جائے گا کہ اس راہ کا مسافر راہ گزر نے چن لیا تھا۔ گو کہ ابی کی رضا اور حاکمیت کی تلوار تو اب بھی سر پر لٹک رہی تھی مگر اس فوری شکنجہ نکلنے کی بے پایاں خوشی نے اسے مغلوب کر رکھا تھا۔

اس کے لہجے میں خوشی اور اعتماد محسوس کر کے ایزد نے قصداً مسکرا کر سر کو ہولے سے جھٹکا تھا امی جی بے حد گہری سانس بھر کر تاسف سے ان دونوں کی طرف دیکھا جنہیں ساتھ دیکھنے کا ارمان بہت دن پہلے سے ان دل کا مکین بن چکا تھا۔

"تو پھر مٹھائی کہاں ہے ایزد صاحب۔"

شرمین نے اندر آتے ہوئے یوں ہی ہنستے ہوئے پوچھ لیا تھا ایزد اور امی جی دونوں ہی نرمین اور شرمین کے خو تیوروں پر حیران ہو رہے تھے اب بھی ایزد نے استعجاب سے شرمین کو دیکھا تاہم لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ تھی۔

"مٹھائی بھی کھلاؤں گا آپ لوگوں کو مگر پہلے آپ لوگوں کو اس تقریب میں شامل ہونا ہے۔

انکل کو تو میں بتا بھی نہیں سکا البتہ آپ لوگوں کو ضرور آنا ہے۔ پلیز مسز یاور کوئی عذر نہیں چلے گا اس دن۔"

خوشی انسان کے وجود کو کیسے ہلکا پھلکا کر دیتی ہے ایزد کے اک اک انداز سے یہ اسرار چھلک رہا تھا امی جی کی ط دیکھتے ہوئے اس نے جس لہجے میں کہا اس میں ضد مان اور اصرار سب ہی کچھ تھا۔

"آف کورس مسٹر ایزد' یہ خوشی صرف آپ کی نہیں ہماری بھی ہے۔ ہم ضرور آئیں گے۔"

امی جی کے کچھ بولنے سے پہلے شرمین نے بات اچک لی تھی معنی خیزی سے مسکراتے ہوئے نرمین کو اک نظر ہوئے وہ بہت اعتماد سے بولی تھی ایزد تھینکس کہہ کر ہنس پڑا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اپنی والدہ اور والد کو ہماری طرف سے بہت مبارک باد دیجئے گا ایزد بیٹا۔"

...ن کو تادیبی نظروں سے دیکھتے ہوئے امی جی نے ایزد سے کہا تو وہ تابعداری سے سر ہلا کر بولا۔

"وہ غالباً" آپ کو خود فون کرنے والی تھیں مگر مصروفیت کی وجہ سے کر نہیں سکیں بہرحال میں آپ کا میسج ...ی ... دوں گا۔"

"کوئی بات نہیں بیٹا ایسے مواقع پر وقت کی قلت تو واقعی محسوس ہوتی ہے۔"

...ی سنجیدگی سے بولیں تو ایک لمحے کے لئے زرمین کے دل میں ملال نے سر اٹھایا۔

...مد فیصلہ تھا جس پر امی جی اور ابی دونوں متفق تھے مگر وائے قسمت کہ ایسا ہونا ممکن نہیں رہا تھا۔ اسے ایک ...ت رنج اور تاسف نے گھیر لیا تاہم وہ پھر بھی دل سے خوش تھی۔ تھوڑی دیر میں ملازمہ ریفرشمنٹ کا سامان ...ئی تو ادھر ادھر کی باتوں میں چائے پی لی گئی۔

"اوکے تو پھر یہ کارڈ رکھیے اور آئیے گا ضرور مجھے بے حد خوشی ہوگی۔"

"نہیں بھی۔" ایزد نے کارڈ بڑھاتے ہوئے اصرار سے کہا تو شرمین کی زبان ایک بار پھسل گئی امی جی نے اب ...ا قاعدہ خفگی سے اسے گھورا تو اس نے بقیہ اظہار مسرت بمشکل دبا لیا۔

...ے ایک نظر زرمین پر ڈالی جس پر وہ دھیرے سے مسکرا کر اثباتی انداز میں سر جھکا گئی تھی وہ سب کو بڑے خلوص ...الوائیٹ کر رہا تھا اسے بھی تاکیدی نظروں سے دیکھتا باہر نکل گیا۔

...ی اسے چھوڑنے گیٹ تک گئیں تو ان کے باہر نکلتے ہی شرمین فرط مسرت سے اس سے لپٹ گئی زرمین کی ...ت بھی عجیب تھی ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کا وجود روئی کے گالوں کی طرح ہلکا پھلکا ہو کر ٹھنڈے اور نرم نرم ...ں میں اڑا جا رہا ہو شرمین کے کندھے پر سر ٹکا کر وہ ہنسی تو پھر ہنستی چلی گئی۔

...ی مجرم کو پھانسی کے پھندے سے زندہ واپس اتار لیا جائے شاید اس کی بھی ایسی ہی کیفیت ہوتی ہوگی۔ جیسی کہ ...لمحے زرمین اپنی زندگی "کالے پانی" کی سزا سے بچتے ہوئے دیکھ کر محسوس کر رہی تھی۔

...دیات میں اس قدر جان افروز لمحات بھی آئیں گے اس کے لئے یہ سوچ ہی ناممکن تھی ایسی حسین ساعتیں ...ھ سے چند گھنٹے پہلے قطعی بعید از قیاس تھیں مگر اب دھیرے دھیرے اعتبار آتا جا رہا تھا۔ جب کہ شرمین اب ...ہ کہتے ہوئے کارڈ کو بے یقین نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہوا تم اتنے غور سے کیا پڑھ رہی ہو؟۔"

...ین کے یکدم چپ ہو جانے پر اس نے ٹھٹک کر پوچھا تھا۔

"ارے بھئی یہ دیکھ رہی تھی کہ موصوفہ کون ہیں جن سے ایزد صاحب نکاح کر رہے ہیں پتا چلا کہ یہ تو احد کی ...ن ہیں تم نے بھی اس کے بھائی کی شادی پر دیکھا ہوگا اسے 'صہیبہ علی' وہی جو احد کے بھائی کے ساتھ بہت ...ل تھی۔ اچھی انڈر اسٹینڈنگ ہے اس کی فرہاد علی سے۔"

...ین نے کارڈ پر ایڈریس پڑھ کر رسانیت سے کہا تو وہ یونہی نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

"ارے بھئی اس روز تم نے دیکھا نہیں تھا جسے سمعان صاحب کے کہنے پر فرہاد علی نے تمہارے پاس بھیجا تھا ...ہ بہت ہنس مکھ لڑکی 'صہیبہ علی'۔" شرمین کا انداز چھیڑنے والا تھا وہ خجل سی ہوگئی۔

"وہ اچھا۔" ذرا تاخیر سے یاد آنے پر بے ساختہ کہا۔

"ہوں وہ تو بہت پیاری لڑکی ہے بہت شگفتہ اور چارمنگ۔"

"تم سے زیادہ نہیں ہے میرا خیال ہے ایزد صاحب کو ایک بار پھر غور کر لینا چاہیے۔" اس کے سادگی سے کہنے ...ین کا انداز شوخی اور شرارت سے بھرپور ہو گیا تو وہ جھینپ کر اسے غصے سے دیکھنے لگی۔

...ی اثناء میں امی جی بھی اندر واپس چلی آئی تھیں چہرے پر سوچ کی پرچھائیاں اور ماتھے پر شکنوں کا جال بچھا ہوا تھا ...وہ یکدم سنجیدہ ہو گئیں غالباً" وہ ان سے ہی کچھ کہنے کے ارادے سے اس طرف آ رہی تھیں۔ وہ دونوں متوجہ ...ھیں کہ وہ آتے ہی برس پڑیں۔

"آج کیا ہو گیا تھا تم دونوں کو مزاج تو ٹھکانے ہیں تمہارے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ان کا ازلی جاہ و جلال لہجے سے اور آنکھوں سے جھلک رہا تھا قہر والی نظروں سے ان کو دیکھ کر وہ انتہائی درد استفسار کر رہی تھیں۔

زمین نے ندامت سے سر جھکا لیا (واقعی خوشی میں بے قابو تو ہو گئی تھی وہ)

"کیوں امی جی کیا ہوا؟" شرمین نے بڑی سادگی اور تغافل سے سوال کیا تو امی جی کا غصے کا گراف او زمین نے اسے تنبیہی نظروں سے دیکھا بھی مگر وہ نظر انداز کر گئی۔

"کیا ہوا یہ پوچھ رہی ہو اس قدر بے تکلفی سے اس غیر لڑکے کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے تمہیں ذر آیا یہی تربیت دی ہے میں نے تمہیں' اول تو اس کی موجودگی میں تم دونوں کو یہاں رکنے کی ضرورت ہی اور جو ایسا کر بھی لیا تو یہ جرات کہ میرے سامنے اسے بے باکی سے مخاطب کر رہی تھیں۔ اور تم زمیں تمہارے منہ میں زبان نہیں ہوتی اور آج۔۔۔؟ ہوا کیا تھا تمہیں۔۔۔؟"

شرمین پر برستے برستے ان کا رخ زمین کی طرف ہوا تو وہ مزید پشیمانی میں گھرنے لگی۔

"پلیز امی جی یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ اتنا ہلکے کردار کا سمجھ رکھا ہے آپ نے ہمیں' کسی سے مروت مظاہرہ کرنا اب ایسا بھی ناقابل معافی جرم نہیں کہ آپ یوں ہمیں ڈانٹیں۔"

شرمین کی برداشت جانے کیوں اتنی کم تھی کہ ذرا سی بات پر بپھر اٹھتی تھی زمین نے گھبرا کر اسے دیکھا ج جی کی آنکھوں سے تو جیسے شرارے نکلنے لگے تھے۔

"زبان کو لگام دو شرمین تمہاری گستاخی اور بے باکی حد سے بڑھ رہی ہے میں تمہیں ڈھیل دے رہ میرے سر پر چڑھتی جا رہی ہو کس نے تمہیں اجازت دی کہ اپنے اخلاق کا یوں سر عام ہر ایرے غیرے۔ مظاہرہ کرو حد میں رہو لڑکی' تمہارا باپ تو پہلے ہی جلاد ہے' کسی نرم و لطیف جذبے کی قدر نہیں اس کے د کانٹوں کی راہ پر مت چلو۔"

جانے وہ کیا سے کیا کہہ گئیں' انہیں شرمین کے دل پر جیسے کسی نے انگارے رکھ دیئے زمین نے بھی کچ تپش محسوس کی تھی امی جی کے جملے سے۔ لہجے میں تلخ اور اذیت کی آنچ تھی۔

وہ دونوں کچھ سمجھتے ہوئے بھی سمجھ نہ سکی تھیں آنکھوں میں ہلکی سی نمی لیے امی جی غصے میں گرج رہی تھیں

"میں نے ہمیشہ تمہیں دور رکھا ہے ایسی خرافات سے یہ اخلاق و مروت بعد کے لیے کڑی سزا میں ہیں۔ دور رہنا سیکھو ایسے رستوں سے سمجھیں۔"

حسب سابق وہ سخت اور درشت لہجے میں انہیں جانے کیا سمجھا اور جتا گئی تھیں کہ چند ثانیے وہ دو مسمریزم کے زیر اثر رہیں پھر قدرے چونک کر شرمین نے اس کی طرف دیکھا جو خوشی کو پوری روح۔ محسوس کرتے ہوئے بھی امی جی کے لب و لہجے میں کرلائی کسی سنگین سچائی کی تلخی کا جام پی رہی تھی

"ہم نے سمجھا زمین امی جی نے کیا کہا؟۔"

شرمین کا لہجہ یکدم ساکت و سپاٹ ہو گیا تھا' زمین نے ذرا کی ذرا نظر اٹھائی اور پھر رخ پھیر کر گہری سانس لی

"شاید ہاں یا شاید نہیں۔" وہ عجیب کھوئی کھوئی سی لگ رہی تھی۔

"ابی کو جلاد کیوں کہا انہوں نے' کیوں یہ جملہ کہا کہ کسی لطیف جذبے کی قدر نہیں انہیں' سوچو زمین کیا بھید ہے ان دونوں کے ماضی میں۔" شرمین بہت سنجیدگی سے پوچھ رہی تھی۔

"رہنے دو شرمین ماضی کی راکھ کریدنے سے سوائے ہاتھ جلانے کے کچھ حاصل ہونے والا نہیں آج جس میں ہم زندہ ہیں کل کی فکر کرو جسے ہمیں فیس کرنا ہے۔"

شاید وہ قصداً اسے کچھ بھی سوچنے سے روکنا چاہ رہی تھی جب ہی ہلکی سی مسکراہٹ سمیت بولی تو شرمین۔ سانس لیتے ہوئے سر اثبات میں ہلا کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"میری طرف سے تمہیں آزادی مبارک ہو' مجھے یقین ہے کہ اب تم خود کو پر سکون محسوس کر رہی ہو یقین کرو میں بھی بے حد خوش ہوں۔" بہت محبت سے شرمین کہہ رہی تھی وہ مدھم سروں میں ہنس پڑی اس کے انگ انگ سے عیاں تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ویسے تم سوچ لو اب بھی وقت ہے ابی کو فون کر کے یہ نکاح رکوایا بھی جاسکتا ہے ایزد صاحب خاصے معقول
ے ہیں آج پہلی بار انہیں ہنستے ہوئے دیکھ کر مجھے احساس ہوا۔"
ن حقیقتاً "خوش تھی جب ہی لہجے اور جملوں سے شرارت ٹپک رہی تھی اور وہ جو انتہائی انہماک سے اس کی
ن رہی تھی سمجھنے پر اسے مارنے دوڑی تو ثمرین بھاگ کر اپنے کمرے میں جا چھپی۔

● ● ●

کمال حیرت ہے' ثمرین یاور ہنس بھی سکتی ہے میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔" کار کا فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھنے کے
ں کے ذہن میں پہلی سوچ یہ ہی آئی تھی۔
ہاں تو وہ انسان ہے بھئی ہنس سکتی ہے رو بھی سکتی' فطری سی بات ہے۔" اس کے ذہن نے اسے جیسے سخت
سنانے کے انداز میں ڈانٹا تو وہ مبہم سے انداز میں مسکرا دیا۔
حیرت اپنی جگہ مسلم تھی کہ جس لڑکی کو وہ اتنے سال سے جانتا اور پہچانتا تھا وہ اتنی متضاد بھی ہو سکتی تھی عام
ہ وہ سہمی سہمی اور خاموش رہتی تھی جب کہ آج اس کی موجودگی کے باوجود وہ کتنی با اعتماد اور خوش گفتار لگ
رہی تھی۔
ہو سکتا ہے یاور انکل کی غیر موجودگی نے اسے یہ اعتماد بخشا ہو کیونکہ ان کی حاکمیت سے بھرپور انداز و اطوار
قایت لوگوں کو ان سے دور کر دیتے ہیں۔"
ہی تجزیہ کرتے ہوئے سوچ رہا تھا اور غالباً "ٹھیک ہی سوچ رہا تھا۔
مگر بہر حال آج اسے اپنی خوشی میں خوش دیکھ کر میرے دل سے اس کے لیے کدورت نکل گئی ہے یقیناً" وہ
اچھی لڑکی ہے مگر پتا نہیں کیوں یاور انکل ان سب سے نالاں ہیں ان کے رویوں سے شاکی' ممکن ہے کہ اپنی
کے اس منفی رد عمل میں یاور صاحب کا کچھ اپنا عمل بھی شامل رہا ہو جس کی اصلاح کرنے کی غالباً" کسی نے
ش نہیں کی۔"
گھر کی طرف موڑتے ہوئے وہ سنجیدگی سے تجزیاتی سوچ ذہن میں بسائے ہوئے تھا حتی کہ وہ گھر تک پہنچ گیا۔

● ● ●

اسلام علیکم ارم کیسی ہو۔"
ے کے گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی اس کی نظر کو آرڈینیٹر ارم پر پڑی تو بے حد شگفتگی سے سلام کیا۔ غالباً"
ے اپنے لہجے سے چھلکتی خوشی کا اندازہ نہیں تھا جب ہی ارم کے تاثرات پر وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے
ی جو اس کے سلام کا جواب دے رہی تھی۔
علیکم اسلام میں تو الحمد اللہ ٹھیک ہوں تم سناؤ کچھ زیادہ ہی ٹھیک لگ رہی ہو۔"
تھی ہی ہنس مکھ اور شوخ' حیرت دبا کر فوراً" شروع ہو گئی تو وہ خوشدلی سے ہنس پڑی۔ بڑا خوبصورت قہقہہ تھا
ں روم کی طرف جاتا سمعان یکدم ٹھٹک کر مڑا تھا نظریں اس پر جا رکیں جو اپنے اردگرد سے بے نیاز ارم سے
ہمہ تن رہی تھی۔
بس آج موسم اچھا ہے تو موڈ بھی اچھا ہو گیا ہے۔"
کے سوال پر اس نے قدرے محتاط انداز میں مسکرا کر جواب دیا تو ارم اس کے تیور پہچان کر مزید سوال کرنے
گریز کرتے ہوئے اسٹاف روم کی جانب بڑھ گئی اسے حاضری کے رجسٹر پر سائن کرنے تھے اس لیے وہ سمعان
اس کی طرف چلی آئی جو کہ اس کے آنے سے پہلے ہی اندر جا چکا تھا۔
اسلام علیکم۔" اس نے داخل ہوتے ہی سلام کیا جس کے جواب میں سمعان نے سر ہلا دیا تھا۔
نظر اسے دیکھا وہ واقعی آج بہت فریش اور کھلی کھلی لگ رہی تھی۔ وہ آنکھیں جو ہمہ وقت سنجیدگی سے پر رہتی
اس وقت انجانی مسرت سے چمک رہی تھیں چہرے کا تاثر بھی خوشگوار تھا لبوں پر ایک مدھم سی مسکراہٹ
دکیہ اس کی شخصیت کو مسحور کن بنا رہی تھی۔
اور کیسی ہیں آپ مس ثمرین۔"
ن کر کے پین کا کیپ لگا رہی تھی تو فائلز کو ادھر ادھر کرتا وہ ایکدم ہی بول پڑا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"جی ٹھیک ہوں۔"

مدھم سی مسکراہٹ سمیت اس نے دھیمے سروں میں کہا تو سمعان لہجے میں مضبوطی اور اعتماد محسوس کیے بنا نہ رہ سکا، آج پہلی بار اس کے لہجے نے اس کے جملے کا ساتھ دیا تھا۔

بعض لوگ ایسی کھلی کتاب کی مانند ہوتے ہیں جنہیں پڑھنا مشکل نہیں ہوتا خصوصاً" سمعان گردیزی۔ زمین یاور ایسی ہی کتاب تھی جسے وہ بغیر کسی تردد کے پڑھ لیتا تھا جب کہ اس کی عبارت اوروں کے لیے آسان بھی نہ تھی۔

"اور آپ کی فیملی میں تو سب خیریت ہے خصوصاً" آپ کی وہ سسٹر کیسی ہیں۔"

اس کے بااعتماد انداز کے باعث وہ بھی قدرے ریلیکس ہو کر پوچھ رہا تھا، زمین کے تذکرے کے ساتھ ہی آنکھوں میں احد کا سراپا اتر آیا جو اس کے لئے کس قدر سیریس تھا، اس کا اندازہ اسے فرہاد کی باتوں کے بعد پڑھ کر ہوا تھا۔

"جی الحمد اللہ سب خیریت ہے ابی پچھلے دنوں فارن ٹور پر تھے اب واپس پاکستان آگئے ہیں۔"

اس نے یوں ہی بتایا تو وہ جیسے چونک گیا۔

"کہاں ہیں آج کل وہ بابا ان سے ملنا چاہ رہے تھے۔"

اپنی دھن میں وہ بے ساختہ کہہ گیا تو اپنی جگہ کھڑی زمین کی آنکھوں کے آگے جیسے ستارے جھلملانے لگے بڑی باتیں کچھ لوگ کس قدر آسانی سے کہہ جاتے ہیں۔

"جی وہ۔" وہ اٹک سی گئی۔

"غالباً" بابا کو ان سے کوئی خاص ڈیل کرنی ہے مگر وہ مل ہی نہیں رہے۔"

اس کی گھبراہٹ پر محظوظ ہوتے ہوئے اس نے مزید اضافہ کیا تو وہ سٹپٹا سی گئی۔

"اسلام آباد گئے ہوئے ہیں آج کل وہ۔"

سمعان منتظر تھا اس کے جواب کا لہٰذا اسے کچھ نہ کچھ تو کہنا ہی پڑا تھا اور جواباً" اس نے قدرے مایوسی سے کہا تو وہ بلا ارادہ اس کی جانب نظر اٹھا گئی۔

حسب سابق آنکھوں میں مجمل مجمل جذبے اور پاکیزہ خواب لیے وہ اسے دیکھ رہا تھا جلدی سے پلکیں جھپکتے وہ تیزی سے باہر نکل آئی۔

کافی ٹیچرز اسٹاف روم سے نکل کر اسمبلی گراؤنڈ کی طرف چلی گئی تھیں وہ دل میں ہوتی دھکڑ پکڑ کو قابو کرنے کی کوشش کرتے ہوئے قصداً" اپنا لاکر کھول کر کھڑی ہو گئی چند ثانیے تک یونہی چیزیں ادھر ادھر کر کے وہ خود کو نارمل کرنے میں کامیاب ہو ہی گئی تھی۔

دل لاکھ سرزنش کے باوجود سمعان کے جملے پر اچانک آزاد ہونے والی خوشی سے دامن نہیں بچا پا رہا تھا، بالآخر اس نے بھی اس سعی لاحاصل کو چھوڑ کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔

"کیا ہوا زمین آج نیند پوری نہیں ہوئی کیا؟"

پاس سے گزرتی فاکہہ نے اسے پکارا تو وہ کسلمندی سے آنکھیں کھول کر ذرا سا مسکرائی اور تساہل سے بازو پھیلا لیے۔

"لگتا ہے محترمہ کا خواب ادھورا رہ گیا ہے آنکھیں موند کر اسے مکمل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔" دوبارہ آنکھیں موندنے کی دھمکی تھی فاکہہ کی بات میں اضافہ کیا تو وہ ہنستے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یہاں سے پرکار پرندہ بنانا تو کوئی تم سے سیکھے۔"

شولڈر بیگ شانے پر ڈالتے ہوئے وہ اس کے ساتھ ہی باہر کی طرف قدم بڑھا گئی، باقی سب بھی ہنستی مسکراتی نکل آئیں۔

سمعان، سلمان صاحب کے ساتھ خود بھی اسمبلی گراؤنڈ کی طرف جا رہا تھا اسے یوں بے ساختہ ہنستے ہوئے دیکھ کر سوچے بنا نہ رہ سکا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"جانے خوشی کی کون سی خوش رنگ تتلی اس کے ہاتھ لگی ہے کہ یہ مسکراہٹوں سے ناراض لڑکی ہنسا سیکھ گئی
یا اس کی وجہ وہ نوید تو نہیں جو میں نے چند منٹ پہلے اسے سنائی ہے۔"
اسے خیال آیا کہ چند لمحے پیشتر اس نے پاپا کا اس کے ابی سے ملنے کا تذکرہ کیا تھا اور اس کے ساتھ ہی
کامرانی کا سنہرا احساس یکدم اس کے وجود پر چھا گیا۔
نوں بعد اس نے خود کو ہلکا پھلکا محسوس کیا تھا دل کا بوجھ آپ ہی آپ کم ہو گیا۔

● ● ●

"منگنی اور شادی کرنے میں بڑا فائدہ ہے' نہ شاپنگ کے لیے خوار ہونا پڑتا ہے نہ میچنگ کی فکر' سارا سامان
گھر سے ہی آجاتا ہے۔"
ت شاپنگ بیگ اس کے بستر پر پھینکتے ہوئے دھم سے اس کے پاس گرنے کے سے انداز میں بیٹھ کر بولی تو وہ
ں پڑی۔ ابھی ابھی شاپنگ سے واپسی ہوئی تھی سب کی۔
ہا اور فوزیہ بھی تھکن سے چور اندر آ رہی تھیں بھابھی ان کے پیچھے تھیں۔
"اور وہ بھی ایسا سامان کہ ہم جیسے جو انتی محنت شاقہ کے بعد ڈھنگ کی چیزیں تلاشنے میں کامیاب ہوتے ہیں
میں بھی پیچھے چھوڑ دیا جاتا ہے۔"
ہا نے بھی مایوسی کے اظہار کے طور پر سر کو جھٹکا۔
"خیریت لگتا ہے کچھ زیادہ ہی تھک گئی ہے عوام۔" صہیبہ نے مسکرا کر خوشدلی سے استفسار کیا۔
"جی جناب آپ جیسے خواص جب بستر توڑنے لگیں تو یہ تو ہونا ہی ہے۔"
بھی اس کے ساتھ نہ جانے پر خاصی بھنائی ہوئی تھیں وہ پھر بھی ہنس پڑی۔
"سچ اتنی گرمی میں تو میرا سوائے مرنے کے کسی چیز کو دل نہیں چاہتا۔"
ں نے شانے اچکاتے ہوئے صاف گوئی سے کہا۔
"تو پھر یہ نکاح کس خوشی میں کر رہی ہو' منہ دکھائی میں کیا اے سی ملنے والا ہے۔"
ہا کا سوال سراسر بھابھی کی تائید تھی۔ اس نے ڈھٹائی پن سے کان لپیٹتے ہوئے باہر کی راہ لی تو فوزیہ دوڑ کر راہ میں
گئی۔
"ارے صہبی کہاں جا رہی ہو ہماری شاپنگ تو دیکھ لو۔"
"تمہاری شاپنگ بھی دیکھ لوں گی فی الحال تو دادی جان نے مجھے بلایا ہے کپڑوں کی فٹنگ چیک کرنی ہے' وہ میرا
نظار کر رہی ہوں گی۔"
زیہ کے اتنے اصرار سے کہنے پر اس نے مبہم سی مسکراہٹ اس کی جانب اچھالتے ہوئے قدرے رازدارانہ
داز اختیار کیا تو وہ سب ہی متجسس نظروں سے اسے دیکھنے لگیں۔
"کون سا سوٹ؟" وہ سب تقریباً ساتھ ہی چلائی تھیں۔
"وہی جو پرسوں پہننا ہے' کچھ دیر پہلے ہی آیا ہے۔"
ں نے مزے سے انہیں اطلاع دی تو سب ہی خوشی سے چیخ پڑیں۔
"کیا واقعی! چلو آؤ چل کر دیکھیں۔"
ت نے سب سے پہلے پیش قدمی کی۔
"مگر تمہاری ساس تو کل آنے والی تھیں' آج کیسے آ گئیں۔"
ابھی کو کھد بد لگ گئی تھی کہ کل کا پروگرام چینج کیسے ہو گیا۔
"وہ نہیں آئی تھیں ان کا ڈرائیور دے کر گیا ہے فٹنگ چیک کرانے کے لئے وہ تو کل ہی آئیں گی۔"
ابھی کے سوال پر اس نے جتنے اطمینان اور نارمل انداز میں تفصیلاً جواب دیا سب کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل
ئی۔ "ماشاءاللہ کیا خوشی ہے۔" زوہا نے بے ساختہ سراہا یا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہوں یہی تو میں کہوں محترمہ ہماری شاپنگ میں انٹرسٹ کیوں نہیں لے رہی تھیں۔ اپنا جوڑا آنے کی مسرت سے فرصت کسے تھی؟"

بھابھی نے بھی مسکرا کر اس کی گوشمالی کی۔

"کمال ہیں آپ لوگ بھی، جب میں اپنے معاملے میں انٹرسٹ نہیں لے رہی تھی تو بھی آپ لوگوں کو پرابلم تھی اب خوش ہوں تو بھی آپ لوگ ہلکان ہیں میرا تو جینا ہی مشکل کر دیا ہے سب نے مل کر۔"

ان سب کے شوخ اور شرارتی تیوروں پر وہ جھنجھلا کر روہانسی ہو گئی تھی۔

"خیر یہ جینا مشکل کر دینے کا الزام تو تم اپنے بھائی پر ہی رکھو ہم نے ایسا کچھ نہیں کیا۔"

مدحت نے جھٹ اپنے گلے سے بلا اتاری وہ محض گھور کر رہ گئی باقی سب ہنس رہی تھیں۔ دادی جان کے کمرے تک پہنچتے پہنچتے سب اسے بری طرح زچ کر چکے تھے۔

"اتنی دیر سے تمہارا جوڑا آیا ہوا تھا پہلے سے آکر چیک کیوں نہیں کیا۔"

زوہا نے پوچھا تو وہ قدرے محجوب سی ہو گئی دھیرے سے کہنے لگی۔

"بس مجھے اکیلے دادی جان کے سامنے آتے ہوئے عجیب سا لگ رہا تھا تم لوگ آگئے ہو تو"

"تو کم شرم آرہی ہے۔"

مدحت نے اس کا جملہ اچک لیا تو وہ یکدم جلال میں آگئی۔

"تمہاری طرح نہیں ہوں سمجھیں تم چلو تو اندر امی سے شکایت نہ کی تو۔"

"تو مسز ایزد میرا نام نہیں۔"

فوزیہ کے برجستہ جملے پر سب ہنس پڑیں تو وہ بھی شرمائی ان کے جھرمٹ میں اندر چلی آئی کمرے میں دادی، رخسانہ بیگم، رومانہ بیگم اور رضیہ بیگم سمیت موجود تھیں۔ اسے دیکھ کر چاروں شفقت سے مسکرا دیں۔

"بہت دیر کر دی بیٹا میں نے کب سے تمہیں بلایا ہوا تھا۔"

پاس بیٹھنے پر دادی جان نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں اکیلے آتے ڈر لگ رہا تھا کہہ رہی تھیں کہ مجھے اب باڈی گارڈ کی ضرورت پڑنے لگی ہے۔"

مدحت کی زبان پر کھجلی ہوئی تھی۔ وہ مارے خفت کے نظر بھی نہ اٹھا سکی۔

"اسی کا تو انتظام کیا جا رہا ہے۔"

بھابھی نے ہنس کر کہا تو محفل زعفران زار بن گئی۔

"اچھا بس اب اسے اس قدر نہ چھیڑو، تنگ آنے لگی ہے وہ بھی۔"

دادی جان نے سب کو ہلکے سے گھرکتے ہوئے اس کا دفاع کیا تو وہ ان کی طرف دیکھ کر ہنس پڑی۔

"چلو بیٹا جاؤ یہ پہن کر آؤ، بسم اللہ ذرا دھیان سے۔"

امی نے اسے سرخ بھاری عروسی جوڑا تھمایا تو وہ فطری حیا سے مغلوب ہو کر کسی سے بھی نظر ملائے بغیر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

ہر تجربے کا اپنا رنگ اپنا مزا ہوتا ہے۔ جوڑے تو لڑکیاں بہت پہنتی ہیں مگر جو سہاگ کا جوڑا ہوتا ہے اس کا تو سرور نرالا ہوتا ہے۔ اس نے خود کو آئینے میں دیکھا تو شرما گئی سادگی کے باوجود بغیر میک اپ اور زیور کے بھی وہ حد درجہ پیاری لگ رہی تھی۔

کتنی ہی دیر وہ باہر آنے کے لئے خود کو تیار کرتی رہی بالآخر جب امی نے پکار لیا تو دھڑکتے دل کے ساتھ دروازہ کھول کر باہر نکل آئی بھاری شرارے میں چلنا دشوار لگ رہا تھا۔ مگر پھر بھی وہ سنبھل سنبھل کر چل رہی تھی۔

"ماشاء اللہ۔" دادی جان سمیت تینوں بہوؤں کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"اف کیسا غضب ڈھا رہی ہو صبیحہ تم۔"

مدحت اور زوہا توصیفی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے لپٹ گئیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ایزد بھائی کا تو پرسوں خدا ہی حافظ ہوگا خیال رہے کہیں اسی وقت رخصتی پر بضد نہ ہو جائیں۔"
فوزیہ نے تقریباً کان میں گھستے ہوئے سرگوشی کی تو وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

• • •

ل فون کی بیل مستقل بج رہی تھی آج ایزد کی والدہ کو آنا تھا لہٰذا سب ہی بے حد مصروف تھے اسے اٹھ کر فون
ینڈ کرنا پڑا۔
"ہیلو" قدرے بے زاری سے ہیلو کہا۔
"ہیلو۔"
سری طرف سے بھاری لہجہ سنائی دیا تھا وہ ٹھٹک سی گئی۔
"جی؟۔"
"کیا آپ صبیحہ ہیں؟"
ے کے لہجے میں شوق تھا اک عالم اضطراب تھا صبیحہ کی ہتھیلیاں بھیگ گئیں۔
ل کی دھڑکن میں محشر بپا ہو گیا تھا اندر کا خودکار نظام اسے اشارہ دے رہا تھا کہ دوسری جانب ایزد ہمدانی ہے۔
"جی؟۔"
ند ثانیے کے وقفے کے بعد اس نے اپنا ازلی اعتماد بحال کرتے ہوئے دھیرے سے کہا تو ایئر پیس پر ایزد کی گہری اور
رطمانیت سے بھرپور آواز گونجی
"تھینکس گاڈ یہ آپ ہی ہیں۔" وہ کہہ رہا تھا۔
صبیحہ نے چور نظروں سے ادھر ادھر دیکھا فی الحال لاؤنج میں کوئی موجود نہ تھا۔
"جی۔!" اس ایک لفظ کے علاوہ اسے کہنے کے لئے کچھ نہ سوجھا تو ایزد ہنس پڑا۔
"آپ نے میرے فون کرنے کا برا تو نہیں منایا۔"
بڑی پریشانی سے کہہ رہا تھا البتہ لہجے میں ایک یقین بھی تھا کہ جیسے وہ انکار ہی کرے گی۔
"یہ سوال پوچھنے کا آپ کو خاصی دیر سے خیال آیا۔"
بے ساختہ لبوں سے یہ جملہ پھسلا تھا ایزد کے لیے اپنا قہقہہ دبانا مشکل ہو گیا تو وہ جھینپ سی گئی۔
"مجھے ان فیکٹ آپ کا یہ ہی پر اعتماد انداز اچھا لگا تھا اعتماد کے بغیر شخصیت ادھورے پن کا شکار ہو جاتی ہے پر
اد لوگ ہمیشہ سے میری کمزوری رہے ہیں"
ے کے بعد وہ بڑی صاف گوئی سے کہہ رہا تھا صبیحہ اس انداز گفتگو پر خاصی حیران تھی اور ایزد کے اس انکشاف
اسے اس نے پسند کیا ہے دل میں آپ ہی آپ ایک الگ جلترنگ بجنے لگی تھی۔
"آپ کو کیسا لگ رہا ہے یہ سب کچھ"
ے کے خاموش رہنے پر سوال ہوا تو وہ چونکی۔
"کیا کیسا لگ رہا ہے؟۔"
"بھئی یہی سب نکاح وغیرہ کی تقریب۔"
خوشگوارت کے احساس تلے استفسار کر رہا تھا۔
"وغیرہ سے کیا مطلب ہے کیا کوئی اور بھی تقریب ہوگی۔"
کا وغیرہ کہنا اسے ٹھیک ٹھاک پریشان کر گیا بلا ارادہ گھبرا کر استفہامی لہجے میں بولی۔
"آپ کا سینس آف ہیومر بھی اچھا ہے۔"
لبا" اسے مذاق ہی سمجھا تھا وہ جلا کر رہ گئی۔
"تھینکس فار دی کامپلیمنٹ۔"
ر تو کہنا ہی تھا البتہ وہ کچھ سٹپٹا رہی تھی۔
"ہاں تو میرے سوال کا تو آپ نے کوئی جواب ہی نہیں دیا؟۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ پھر اسی سوال پر آگیا تھا جس سے اس نے قصداً" نظر چرائی تھی لاکھ بولڈ سہی اس موقع پر کچھ بھی کہتے ہوئے سخت تذبذب کا شکار تھی۔

"جی کیا کہوں؟۔" الٹا اس سے سوال کیا۔

"وہی جو سچ ہے۔" ایزد نے اس کا حوصلہ بڑھایا۔

"تو پھر یوں سمجھیے کہ جیسا آپ محسوس کر رہے ہیں میں بھی ایسا ہی فیل کر رہی ہوں۔" زندگی میں پہلی بار اسے الفاظ گلے میں پھنستے محسوس ہوئے تھے۔

ایزد اس کے انداز اس کے لہجے پر بے پناہ خوشی محسوس کیے بنا نہ رہ سکا۔

"آپ کو کیا پتا کہ میں کیسا محسوس کر رہا ہوں؟۔"

اب کے گھما پھرا کر سوال ہوا تو وہ واقعی جھلا گئی۔

"پلیز آپ مجھے پزل کر رہے ہیں۔"

گلہ کرتے انداز میں اس نے کچھ ایسی بے بسی سے کہا کہ ایزد کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"بٹ بلیوی میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا بائی دے۔" وہ ہنس کر بولا "ہم دو اجنبی اب ایک منزل کی طرف رہے ہیں ساتھ ساتھ مجھے یقین ہے کہ اس سفر میں ہم دونوں ایک دوسرے کو سپورٹ کریں گے۔ ایک دوسرے پر بھروسا کریں گے۔ میں بہت آؤٹ اسپوکن بندہ ہوں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ مجھے آپ واقعی بہت اچھی ہیں اور امید ہے کہ مجھ سے آپ کو کوئی گلہ نہیں ہوگا۔"

دھیما دھیما گمبھیر لہجہ صہیبہ کی سماعتوں میں گونج کر دل کی فضا خواب خواب کر رہا تھا

"کیا آپ کچھ کہنا نہیں چاہیں گی۔"

اس کے خاموش ہونے کے بعد بھی وہ اس کی آواز کے سحر میں تھی جب ہی ایزد کو اسے چونکانا پڑا تو وہ اس سوال پر سوچ میں ڈوب گئی اور جب ابھری تو صرف یہ ہی کہا۔

"مجھے فقط اتنا کہنا ہے کہ میں ہرٹ ہونا نہیں چاہتی ہوپ فلی آپ اس بات کا خیال رکھیں گے۔" انتہائی سنجیدہ اور نپے تلے لہجے میں جو کچھ اس نے کہا ایزد کے اندر ایک گہرا احساس چھوڑ گیا۔

● ● ●

"کیا دیکھ رہے ہیں آپ؟ کس کا کارڈ ہے یہ۔"

ثمر بیگم جس لمحے لاؤنج میں داخل ہوئیں احتشام صاحب کسی کارڈ کو پڑھنے میں مشغول نظر آئے نسوال آپ ہی آپ لبوں سے پھسل پڑا فرہاد ساتھ ہی بیٹھا تھا سر کے اشارے سے اسے سلام کا جواب دے کر وہ شوہر کے پہلو میں آ بیٹھیں۔

"لیجیے خود ہی دیکھ لیں۔"

انہوں نے کارڈ بیوی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور ان کے چہرے کے تاثرات دیکھنے لگے جو کہ کارڈ کو پڑھنے کے ساتھ ساتھ بدلتے جا رہے تھے۔

"اوہ۔"

بھنویں اچکا کر تیکھے پن سے سب سے پہلے فرہاد کو دیکھا جو ان ہی کی جانب متوجہ تھا سنجیدہ تیور لیے ماں کی نگاہ کا کچھ خاص اثر نہیں ہوا اس پر تو انہوں نے احتشام صاحب کی طرف رخ پھیرا

"تو پھر کیا سوچا ہے آپ نے "بھتیجی کے نکاح میں جائیں گے یا نہیں۔"

"نہ جانے کا بھلا کیا سوال ہے تم بابر اور زونیرہ سے بھی کہہ دو کہ تیار رہیں کل جانا ہے ہمیں سفینہ لاج۔"

بیگم کے سوال پر وہ قطعیت سے بولے تو چند سیکنڈ تو وہ چپ رہیں پھر بولیں۔

"مگر میری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا کہ ان سب باتوں کی اب کیا ضرورت ہے؟۔" وہ کچھ جھنجلائی ہوئی تھیں۔

"کیا مطلب؟۔" احتشام صاحب کی بھنویں تن گئیں۔

"مطلب یہ کہ گڑھے مردے اکھیڑنے کی آخر آپ سب لوگوں کو ایکدم کیا سوجھی ہے"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ صاف صاف بات کرنے پر اتر آئی تھیں فرہاد نے لب بھینچ کر خود کو کچھ بھی کہنے سے روکا۔

"ثمر بیگم ذرا الفاظ استعمال کرنے میں رشتوں کی نزاکت اور تقدس کا خیال کیا کرو۔" احتشام صاحب صاف جلال میں آگئے تھے مشتعل سے بولے۔

"یہ رشتے ناتے اور محبتوں کے سوتے یکدم کیسے جاگ گئے اس بات نے حیران کر رکھا ہے مجھے کل تک "سفینہ لاج" والے پلٹ کر پوچھتے بھی نہیں تھے بھائی کو تو خیر کیا پوچھتے بوڑھے باپ کو دو انگلیوں کا سلام نصیب نہیں تھا انہیں اب یہ سب میل ملاپ کس شاخسانے کی کڑی ہے"

ان کا لہجہ بھڑک گیا تھا آواز بھی اونچی ہو گئی تھی۔

"تمہیں اس سے کیا غرض ہے یہ میرے گھر والے ہیں پہلے نہیں ملتے تو نہ سہی تمہیں کون سی فکر تھی۔ اب اگر وہ ہمیں اپنی خوشیوں میں شریک کرنا چاہ رہے ہیں تو اس میں اعتراض کس بات پر ہے۔"

ان کا لہجہ دبنگ بھی تھا اور تند بھی۔

"مجھے اس سارے سلسلے میں کچھ گڑبڑ لگ رہی ہے۔ یقیناً" اس میں ان سب کی یعنی "سفینہ لاج" والوں کی کوئی چال ہے" اور آپ بھی اس میں شریک ہو گئے ہیں۔"

وہ ذرا بھی متاثر ہوئے بغیر روکھے لہجے میں بولیں۔

"دیکھو ثمر میں نے ہمیشہ تمہیں ہر طرح کے فیصلے کی آزادی دی مگر ہر بات کی ایک حد ہوتی ہے اب میں ساری عمر تمہاری پسند اور ناپسند کو معیار بنا کر نہیں جی سکتا میرے سامنے اب اور بھی لوگ ہیں جن کے بارے میں مجھے سوچنا ہے۔"

فرہاد کے اشارے پر انہوں نے بمشکل اپنا لہجہ دھیما کرتے ہوئے کہا تو وہ اور بپھر گئیں۔

"جن لوگوں کا آپ تذکرہ کر رہے ہیں وہ میرے بھی کچھ لگتے ہیں ان کے لئے میں بھی سوچ سکتی ہوں۔"

"تو ضرور سوچو مگر ان کی خوشی کا خیال کرتے ہوئے ان کے رجحان کا دھیان رکھتے ہوئے۔"

وہ ان کے بھڑکنے پر رسانیت سے بولے تو وہ چپ ہو گئیں۔

"دیکھو ثمر اپنی مخصوص سوچ کے دائرے سے باہر نکل کر دیکھو زندگی کا کینوس بہت وسیع ہے" تمہیں صرف وسیع النظری کی ضرورت ہے اپنی خوشی کا معیار ہر شخص خود بناتا ہے" اسے مسمار کر کے نیا جہان آباد کرنا اسے الٹ کرنے کے مترادف ہے آخر تم یہ کیوں نہیں سوچتیں۔"

ان دونوں کے مابین اب با معنی بلکہ معنی خیز گفتگو ہو رہی تھی جو وہ کہہ رہے تھے وہ سمجھ رہی تھیں البتہ الفاظ کا بظاہر تاثر کچھ اور بن رہا تھا گو فرہاد نے قطعی خاموشی اختیار کر رکھی تھی البتہ اس کی نگاہیں بول رہی تھیں۔

بیگم احتشام نے ایک دو سیکنڈ اس کی آنکھوں میں دیکھا اور پھر کچھ کہے بغیر اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

"پاپا!"

"ٹیک اٹ ایزی فرہاد۔"

وہ یکدم کچھ کہنا چاہتا تھا کہ احتشام صاحب نے اسے روک دیا۔

"تمہاری ماما کے اعصاب فولادی ہیں" انہیں رام کرنے میں کچھ وقت تو لگے گا فی الحال تم ان سے کچھ نہ ہی کہو تو بہتر ہے" البتہ مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ ثمر کچھ کچھ تمہارا پلان جان گئی ہے۔ جب ہی اس کا رد عمل اس قدر شدید ہے۔"

وہ گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے کہہ رہے تھے فرہاد نے اثبات میں سر ہلا کر نظریں جھکا لیں۔

"پاپا آپ کو کیا لگتا ہے کیا میں نے غلط راستے کا چناؤ کیا ہے؟"

وہ سوال آج تک اس نے خود سے نہیں پوچھا تھا آج ان سے پوچھ رہا تھا احتشام صاحب چند لمحے چپ ہی رہے ایک عجیب بوجھل سا سکوت ان دونوں کے درمیان حائل رہا۔

"منزل کی طرف قدم بڑھانے کے بعد ایسی باتیں نہیں سوچی جاتیں فرہاد" اس سے متعلق تو تمہیں پہلے پوچھنا چاہیے تھا اب تو آگے بڑھ گئے ہو غلط ہے یا صحیح اپنا فیصلہ تمہیں نبھانا ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ پہلو بچار ہے تھے۔ مگر فرہاد ان کو یوں چھوڑنے والا نہیں تھا۔

"تو کیا اس مقام پر آپ مجھے کوئی مشورہ نہیں دیں گے۔"

"میرا مشورہ تو یہی ہے کہ جب سفر شروع کر دیا ہے تو اس راستے کی کٹھنائیاں نہ دیکھو آگے بڑھنے کی لگن دل میں، باقی سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

وہ مطمئن تھے اور اسے بھی پرسکون رہنے کی تلقین کی تو وہ قدرے ریلیکس ہو گیا۔

● ● ●

"یور آر موسٹ ویلکم ڈیئر یقین کرو تمہارا یہ پارٹنرشپ کا فیصلہ مجھے دل سے پسند آیا ہے میں کب سے اس د
کا منتظر تھا۔"

سمعان اس کے آفس میں بیٹھا اس کا جوش و خروش دیکھ رہا تھا فرہاد واقعی کب سے اسے پک اپ کر رہا تھا اور اس کا دل خاصا خوش ہو گیا تھا۔

"ہاں یار مجھے معلوم ہے جب ہی تو پاپا کی طرف سے اجازت ملتے ہی میں چلا آیا۔ مگر میری کچھ شرائط بھی ہیں"

"کیسی شرائط — تم بتاؤ مجھے منظور ہے سب کچھ۔" فرہاد سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"صرف یہی کہ صبح مجھے اسکول کو ٹائم دینا ہوگا۔" وہ صاف گوئی سے بولا تو فرہاد بے ساختہ ہنس دیا۔

"تو تم کیا سمجھ رہے تھے مجھے تمہارے دل کی پروا نہیں ارے بھائی ہم تو دل والوں کے دوست ہیں سب کا خ
رکھتے ہیں کیا سمجھے۔"

معنی خیزی سے اسے دیکھتے ہوئے وہ بولا تو سمعان بھی مسکرا دیا۔

"خیریت تو ہے آج کچھ زیادہ ہی خوش لگ رہے ہو۔"

فرہاد واقعی کافی مسرور نظر آ رہا تھا سمعان نے جلد ہی اسے پکڑ لیا تھا اس کی بات پر وہ پھر مسکرانے لگا تو سمعان
کہا۔

"لگتا ہے ہفت اقلیم کی دولت ہاتھ لگ گئی ہے۔"

"لگی تو نہیں مگر انشاء اللہ جلد لگ جائے گی۔ تم قیاس کرو کیا وجہ ہو سکتی ہے اس مسرت بے پایاں کی۔"
نے ہنس کر اسے مشکل میں ڈالا۔

"سفینہ لاج کا راستا کھل گیا ہے کیا؟" وہ بے ساختہ بولا تھا فرہاد اس کے قیاس پر اپنا قہقہہ ضبط نہ کر سکا۔

"واقعی یار سمعان تم بھی نجومی ہو چکے۔"

"تو کیا واقعی کوئی پروگریس ہوئی ہے؟" اس نے دلچسپی لی۔

"ہاں یہی سمجھ لو۔"

پھر ساری بات بتاتے ہوئے فرہاد اسے بہت خوش نظر آیا غالباً اسے قوی امید تھی کہ اب سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔

"مگر تمہاری آنٹی میرا مطلب ہے ان کا کیا ریسپانس ہے۔"

پوری بات سن کر اس کے ذہن میں پہلا سوال یہی آیا تھا جو بغیر کسی پس و پیش کے اس نے فرہاد سے کہہ بھی
اور اس بات کے جواب میں فرہاد کے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی۔

"بس یار ایک اسی مقام پر آ کر میں خود الجھ جاتا ہوں ماما اپنے فیصلوں کی مضبوطی کو چیلنج کرنا قطعی گوارا نہیں کرتیں اور میرے معاملے میں ہمیشہ ایسا ہی ہوا ہے پتا نہیں کیوں میں اور وہ شروع سے متضاد سمتوں میں سوچتے آئے ہیں اور اس بار بھی یہی مسئلہ درپیش ہے وہ کچھ اور چاہتی ہیں۔" وہ تھکے تھکے سے لہجے میں بول رہا تھا۔

"تو کیا تم نے انہیں سب کچھ بتا دیا ہے۔"

"نہیں مگر بابر بھائی کی شادی پر انہیں اندازہ ہو گیا تھا اور بقیہ کسر پاپا کے رویئے نے پوری کر دی۔"

"کیا مطلب۔"

"مطلب یہ کہ پاپا کا فل فیور میرے ساتھ ہے اور یہی بات ماما کو سخت برگشتہ کر دیتی ہے ان فیکٹ انہیں ند

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ے زیادہ سفینہ لاج سے الرجی ہے بلکہ زوہا کے بارے میں تو غالباً" وہ جانتی بھی نہیں۔"

فرہاد الجھا الجھا سا لگ رہا تھا سمعان کچھ دیر خاموش رہا۔

"بائی دی وے فی الحال تم آنٹی کی فکر تھوڑی کم کرو' اور دوسری طرف کا سوچو انکل تمہارے ساتھ ہیں اپنی خوشی حاصل کر لو تم خوش رہو گے تو آنٹی کی شکایت بھی رفتہ رفتہ ختم ہو جائے گی۔

"ڈونٹ وری سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

اسے تسلی دیتے ہوئے وہ بڑی بردباری سے کہہ رہا تھا۔

"ہاں میں بھی یہی سوچتا ہوں' بائی دی وے تم آؤ ذرا اپنے اسٹاف سے ملواؤں تمہیں یقیناً" تم اچھا فیل کرو گے۔"

گہری سانس بھر کر کہتے ہوئے فرہاد یکدم اٹھ کھڑا ہوا تو وہ اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔

● ● ●

جس وقت وہ تیار ہو کر باہر نکلا بی بی جان ایک عالم اضطراب میں ادھر ادھر پھر رہی تھیں۔ کچھ کمی نہ رہ جائے اس کا اندیشہ انہیں ایک سیکنڈ سکون سے بیٹھنے نہیں دے رہا تھا وہ انہیں دیکھ کر مسکرا دیا۔

"دیکھ لو بھئی لڑکیوں کوئی کسر نہ رہ جائے۔"

وہ زرق برق لباس میں ہنستی مسکراتی لڑکیوں سے مخاطب تھیں ایزد تو اتنے لوگ دیکھ کر ہی حیران ہو رہا تھا جنہیں بی بی جان نے جمع کر رکھا تھا۔ قریبی رشتے دار تو ان کے تھے نہیں بی بی جان کا سارا خاندان بیرون ملک میں ہی آباد تھا بلکہ بابا اپنے والدین کے اکلوتے فرزند تھے۔

آج تو بابا بھی بہت دنوں بعد خوش نظر آ رہے تھے گو کہ ہنسی مذاق کی تو انہیں عادت تھی مگر سچی خوشی ان کے چہرے اور آنکھوں سے آج جھلک رہی تھی۔

"بس کریں بی بی جان تھک جائیں گی۔ سب ٹھیک ہے کوئی مسئلہ نہیں۔"

چند ایک دوستوں سے مل کر وہ بی بی جان کے پاس چلا آیا اور انہیں کندھوں سے تھام کر محبت سے بولا تو وہ بے ساختہ اس کی طرف پلٹیں۔

"ماشاءاللہ چشم بددور۔"

بلیک ڈنر سوٹ میں اس کی دراز شخصیت بہت جاذب نظر لگ رہی تھی بی بی جان کی آنکھوں میں ممتا اور محبت کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ بے ساختہ اس کا ماتھا چومنے کے لیے اسے اپنے سامنے تھوڑا سا جھکا لیا۔ تو وہ قدرے جھینپ سا گیا۔

"کمال ہے بی بی جان میں نے آج کوئی پہلی بار سوٹنگ کی ہے؟ ویسے ہی تو عام سا لگ رہا ہوں۔"

وہ صاف گوئی سے کہتے ہوئے انہیں چھیڑ بھی رہا تھا۔

"ہو خوامخواہ عام سا لگ رہا ہے میرا بیٹا' سات شہزادے واروں میں تم پر سے' ماشاءاللہ میری تو نظر نہیں ٹک رہی" وہ محبت سے کہہ رہی تھیں۔

"رہ گئی سوٹنگ کی بات تو میں نے کتنا کہا تھا کہ شیروانی کلاہ میں ہی دولہا' دولہا لگتا ہے مگر تم مانے نہیں۔"

انہیں اب بھی اس کے سوٹ پہننے کا قلق تھا کہ شیروانی اور کلاہ میں وہ زیادہ جچتا یہ ان کا خیال تھا جبکہ ایزد اس کے قطعی خلاف تھا جبھی محض خاموشی سے سر جھکا کر مسکرا دیا۔

"اچھا بیگم اب چلیں بھی کافی دیر ہو گئی ہے' یہ گلے شکوے بعد کے لیے اٹھا رکھیے۔"

ہمدانی صاحب نے قریب آتے ہوئے قدرے شوخی سے کہا تو بی بی جان حسب عادت چڑ سی گئیں مگر فی الحال بحث کا وقت نہیں تھا۔ لہذا انہوں نے سب کو ہدایت دیتے ہوئے باہر کی راہ لی۔

ذرا دیر بعد سب ہی سفینہ لاج کے لان میں موجود تھے جہاں سارا اریجمنٹ کر رکھا تھا بارات کے استقبال کے لیے ساری لڑکیاں زرتار کپڑوں میں ملبوس پھولوں کے ہار لیے کھڑی تھیں مووی کی چکا چوند اور لائٹنگ کی روشنی میں ہرا بھرا وسیع لان لوگوں سے بھرا بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔

"اف زوہا میں سخت نروس ہو رہی ہوں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اندر ماہر بیوٹیشن کے مشاق ہاتھوں سے بنی سنوری وہ سخت بزل سی بیٹھی تھی۔

"زیادہ نروس مت ہو جانتی ہو اس طرح تم کچھ زیادہ ہی حسین لگنے لگتی ہو اگر ایزد بھائی نے رخصتی کی شروع کردی تو لینے کے دینے پڑجائیں گے۔"

وہ ہنستے ہوئے اسے چھیڑ رہی تھی اس نے سخت ناراضگی سے اسے دیکھا۔

"مجھے مزید پریشان نہ کرو زوہا بس دادی جان سے کہہ دینا میں باہر نہیں آؤں گی۔"

"تو یہ تو ڈر گئی۔"

زوہا کو ہنسنے کا موقع مل گیا تھا صہیبہ نے تیکھی نظروں سے اسے گھورا مگر ادھر اثر نہ تھا۔

"تمہاری تو ہنسی فرہاد بھائی کو دیکھ کر بند ہوگی۔ بہت بن لیں ٹوتھ پیسٹ کا اشتہار۔"

اس نے دانت پیستے ہوئے کہا تو زوہا واقعی دھیمی پڑ گئی۔ نظریں جھکائے جھکائے پوچھنے لگی۔

"تمہیں کیسے معلوم کہ وہ لوگ آئیں گے۔"

"کل فون آیا تھا فرہاد بھائی کا کہہ رہے تھے سرپرائز بھی ہے کوئی۔"

"کیسا سرپرائز۔" اس کے اطمینان سے بتانے پر زوہا گھبرا کر بول پڑی۔

"غالباً" آج ہی وہ تمہیں پرپوز کرنے والے ہیں ذرا خیال رکھنا۔"

وہ ایک آنکھ بند کرکے ہنستے ہوئے بولی تو زوہا کے چہرے کا رنگ ہی اڑ گیا اسے چھیڑنے میں صہیبہ کی گھبراہٹ خاصی کم ہوگئی تھی۔

"بکو مت صہیبی کی بچی اگر اب کچھ ہوا تو میں سچ بتا رہی ہوں۔ میں تو وہاں سے بھاگ جاؤں گی ایک سے نہیں رکوں گی وہاں۔"

"کس کا ساتھ؟" اس کے جملے پر اس نے معصومیت و سادگی سے دریافت کیا تو زوہا بری طرح جھلا گئی۔

اندر کمرے میں بیٹھی وہ دونوں کھسر پھسر کیے جا رہی تھیں کہ بھابھی نے آکر بارات آنے کی اطلاع دی۔

"وہ خدایا۔" اس کی ہتھیلیاں بھیگ گئیں۔

"بس دل تھام کر بیٹھو میری جان کہ دولہا میاں کی سواری باد بہاری آئی۔"

زوہا اسے چھیڑتے ہوئے باہر نکل گئی تو کمرے میں وہ تنہا رہ گئی۔

● ● ●

امی جی کسی طور ایزد کے نکاح میں شرکت کے لیے تیار نہ ہوئیں تو بالآخر ان دونوں نے بمشکل سمیر کو منایا کہ وہ عام طور پر ان کا کہا ہرگز نہیں مانتا تھا مگر آج امی کی غیر موجودگی اور ان کے بصد اصرار کے باعث مان گیا۔

جس لمحے وہ تینوں وہاں پہنچے احتشام صاحب اور ثمر بیگم فرہاد، احد، بابر اور زونیرہ کے ساتھ اندر داخل ہو رہے فرہاد نرمین کو دیکھ کر اور احد شرمین پر نظر پڑنے سے ٹھٹک کر رک گئے۔ وہ دونوں چونکہ پہلے سے جانتی تھیں لیے بہت حیران بھی نہیں ہوئیں اور ایک طرف بڑھ گئیں۔

سفینہ بیگم کے لیے یہ نظارہ بہت حیرت انگیز تھا کہ پہلی بار احتشام اور ثمر بیگم سفینہ لاج میں قدم دھر رہے ساتھ میں ان کے تمام بچے بھی تھے۔

"پاپا وہ رہیں دادی جان۔"

فرہاد کے ایک طرف اشارہ کرنے پر ان دونوں نے بیک وقت اس سمت دیکھا۔

سفینہ بیگم انہیں ہی دیکھ رہی تھیں۔ احتشام صاحب کے قدم ایک لمحے کے لیے جیسے زمین نے پکڑ لیے۔

یہی عورت ان کی ماں کی سوکن تھی جس کی جدائی نے باوجود تمام تر خوشیوں کے ان کے والد علی صاحب ذہن کو ہمیشہ بٹائے رکھا۔ ان کی والدہ ثریا بیگم ساری عمر ان کے خوف سے چین کی نیند نہ سو سکیں جبکہ وہ تو اپنا شہر اور گھر دونوں ہی چھوڑ گئی تھیں۔

ثمر بیگم نے البتہ بے حد حیرت اور قدرے تنفر سے فرہاد کی طرف دیکھا جو ان سے پہلے مسکرا کر خوش دلی ساتھ سفینہ بیگم کی طرف بڑھ گیا تھا ان سب کو بھی اس کی تقلید کرنی پڑی احد اور بابر اس وقت قطعی خاموش۔

زونیرہ کافی دلچسپ نظروں سے سب کو دیکھ رہی تھی۔

"مجھے خوشی ہے بیٹا کہ آج آپ لوگ تشریف لائے خون کے رشتے کبھی نہیں ٹوٹتے ماضی میں توڑے گئے من اپنی روح سمیت موجود ہیں تو ان سے نظر چرانا محض کوتاہ اندیشی ہی ہوگی۔"

سلام دعا اور تعارف کے بعد سفینہ بیگم 'احتشام صاحب کو لفظ تلاش کرتے دیکھ کر بولیں تو ثمر بیگم کی جبیں پر شکنوں کا جال بچھنے لگا۔

گویا اس ساری کارروائی کا اصل کردار خود یہ سفینہ خاتون ہیں۔

"پلیز آپ ہماری بزرگ ہیں شرمندہ نہ کریں۔"

احتشام صاحب کی نظریں ان کے آگے اٹھ نہیں رہی تھیں گوکہ قصوروار وہ نہیں تھے مگر علی صاحب کی تمام تر زیادتیوں کا ذمہ دار وہ خود کو سمجھ رہے تھے۔

ان ہی کی موجودگی نے تو علی صاحب کو اپنے دیگر اولاد کی یاد بھلا رکھی تھی ان کا قصور بھی کچھ کم نہ تھا۔

"آپ سب دوسرے بچوں سے ملیں 'بیٹا آپ غالباً" فرہاد اور آپ احد ہیں جایئے ادھر آپ کے سارے کزنز وہیں ہیں میں نعیم کو بلا رہی ہوں ان سے تو آپ کی ملاقات رہی ہے۔"

سفینہ بیگم تمکنت سے مسکرا کر فرہاد وغیرہ کی طرف متوجہ ہوئیں تو احتشام صاحب نے دزدیدہ نظروں سے ادھر ادھر دیکھا اکرام صاحب اور انعام صاحب ذرا فاصلے پر موجود تھے۔

"جی ہم مل لیتے ہیں۔"

فرہاد جلدی سے وہاں سے ہٹ گیا کہ ابھی یہاں تو وضاحتوں اور ندامتوں کے طویل سلسلے تھے۔ احد اس کے ساتھ تھا نعیم بھائی نے انہیں دیکھ لیا تھا لہٰذا وہ ان کی طرف ہی بڑھے چلے آرہے تھے۔

ذرا ہی دیر میں ان کا تعارف سب سے ہو گیا زونیرہ کو سمرہ بھابھی کے حوالے کر کے وہ دونوں بابر بھائی کے ساتھ نئے رشتے داروں سے متعارف ہوتے رہے۔

آزر کسی کے بلانے پر ذرا ادھر ادھر ہوا تو اس نے پہلی فرصت میں گھر کا۔

"بھائی دیکھیے اصول کی بات تو یہ ہے کہ یہ آپ کی سسرال بننے والی ہے میری نہیں 'میری یادداشت تو رشتوں کے معاملے میں ویسے ہی کمزور ہے مجھے ذرا ادھر ادھر ہونے دیجیے میرے بھی کچھ واقف کار یہاں موجود ہیں۔"

مسکینی طاری کرتے ہوئے وہ بے بسی سے بولا تو فرہاد کو اس پر ہنسی آگئی۔

اوکے جاؤ مگر ذرا بھابھی کو بلا لو ان کو ملوا دینا مس یادور سے اور زوہا سے بھی۔"

بات کے اختتام پر وہ ذرا دھیما ہو گیا تھا احد شرارت سے کھنکار کے آگے بڑھ گیا۔ بابر بھائی خاصے اکتائے ہوئے لگ رہے تھے اس نے دور کھڑی ثمر بیگم پر نظر ڈالی سفینہ بیگم کی دوسری بہوؤں کے ساتھ کھڑی نخوت سے سر اٹھائے وہ اپنی بے زاری کا منہ بولتا ثبوت تھیں۔

زمین اور شرمین تو ایزد کو دولہا بنا دیکھ کر بھی اب تک بے یقین ہوئی جا رہی تھیں کہ اچانک احد بھی وہاں چلا آیا ان کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹ گیا۔

"ہیلو ریسپیکٹڈ لیڈیز' کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں۔"

اپنے فطری اور ازلی شوخ لہجے میں انہیں پکارتے ہوئے وہ بیٹھنے کی اجازت طلب کر رہا تھا وہ دونوں ہی بے ساختہ مسکراہٹ کو ضبط نہ کر سکیں اور اثبات میں سر ہلا دیا۔

"خیریت آپ لوگ یہاں کیسے۔" وہ پوچھ رہا تھا۔

ان دونوں کو اس سوال کی توقع تھی اس لیے زمین نے مختصراً" اپنی موجودگی کی وجہ بتا دی۔

"واقعی دنیا گول ہے لگتا ہے ہم کہیں بھی جائیں کتنے ہی راستے کیوں نہ اختیار کریں ہمیں کہیں نہ کہیں ملنا ہے یعنی اک منزل ضرور ہے ہم سب کی۔"

خوشدلی سے مسکراتا وہ بظاہر زمین سے مخاطب تھا مگر وہ دونوں جانتی تھیں خوب سمجھتی تھیں کہ وہ کیا کہہ رہا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہے جبھی جھینپ کر مسکراتے ہوئے ثمرین کا چہرہ یک دم لو دینے لگا تھا۔

ثمرین کی آنکھوں میں بھی سکون کی پرچھائیاں تھیں اور یہ طمانیت اس وقت مزید بڑھ گئی جب نکاح کی رسم ہو گئی اور مبارک سلامت کے شور نے فضا میں خوشگوار تاثر بھر دیا۔

تھوڑی ہی دیر میں صہیبہ کو حسین روپ میں سجائے ایزد کے پہلو میں لا بٹھایا گیا تو وہ سارے اندیشے وا ہمے اس کے اندر تھے دھیرے دھیرے میٹھی نیند سونے لگے۔

فرہاد نے بھی پہلی فرصت میں اپنا کیمرہ نکال لیا تھا۔ صہیبہ کے ساتھ ساتھ زوہا کی ڈھیر ساری تصویریں کھینچی تھیں اور ان سب سے علیحدہ ایک طرف سخت ناگوار تاثر لیے ثمر بیگم بیٹھی فرہاد کی آنکھوں میں جلتے دیے کر سخت کبیدہ خاطر ہوتی جا رہی تھیں۔

● ● ●

"یہ جو کچھ تم کر رہے ہو فرہاد یاد رکھو میری خوشی اور مرضی اس میں شامل نہیں۔ یہ مت سمجھو کہ مجھے کچھ نہیں میں سب جانتی ہوں کہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔"

ثمر بیگم کا لہجہ انگارے برسا رہا تھا آنکھوں سے نکلتے شرارے گواہ تھے کہ ان کے ضبط کی آخری حد آ گئی۔ فرہاد نے مٹھیاں بھینچ کر خود کو فوری اور سخت جواب دینے سے روکا۔

"پلیز ماما میں نے ایسا کچھ نہیں کیا کہ جس پر آپ خفا ہوں' رہ گئی آپ کی خوشی کی بات تو جب آپ ٹھنڈے دل سے غور کریں گی تو اس سارے سلسلے میں کوئی قباحت محسوس نہیں ہو گی۔"

وہ خود کو دھیما اور ٹھنڈا رکھ کر بات کر رہا تھا در حقیقت تو وہ انہیں ہموار کرنا چاہتا تھا ساری زندگی اس کا ثمر بیگم کا ٹکراؤ رہا تھا مگر اب معاملہ کوئی چھوٹا موٹا نہیں تھا' زندگی کا سب سے اہم اور ضروری فیصلہ تھا یہ جس میں سب کی اتفاق رائے کا متمنی تھا۔

"مجھے کس بات پر غور کرنا ہے' کس پر نہیں' اس کے لیے مجھے تم سے پوچھنے کی ضرورت نہیں فرہاد' جب تم اپنے فیصلے میں خود مختار ہو تو میں بھی تمہاری پسند ناپسند کو رد کرنے کا اختیار رکھتی ہوں۔"

ثمر بیگم اس کی بات پر تلملا کر کھڑی ہو گئی تھیں فرہاد نے انتہائی غصے اور بے بسی سے انہیں دیکھا۔

"اور میں تم سے بہت واضح لہجے میں کہہ رہی ہوں کہ "سفینہ لاج" سے کوئی لڑکی یہاں نہیں آئے گی اس گھر کی بہو صرف اور صرف ثنا بنے گی بس اور تم جانتے ہو کہ میں نہ سننے کی عادی نہیں۔"

انہوں نے دو ٹوک انداز میں حتمی فیصلہ سنایا تو فرہاد کے لیے ضبط کرنا ناممکن ہو گیا۔

"اور آپ بھی اس بات سے واقف ہیں ماما کہ میں اپنا وعدہ بھولنے والوں میں سے نہیں۔ ثنا آپ کی بھانجی ہے اس سے میری کوئی کمٹ منٹ نہیں رہی اگر آپ نے کچھ کہہ رکھا ہو تو آپ خود ذمہ دار ہیں کیونکہ میں نے اس رشتے پر ہامی نہیں بھری اور نہ ہی ایسا کرنے کا میرا کوئی ارادہ ہے۔"

وہ بھی ان ہی کا بیٹا تھا آج مقابل آ گیا تھا اور نا صرف اپنا فیصلہ سنایا تھا بلکہ اس کے تیور اس بات کے گواہ تھے وہ عملاً" بھی ایسا کرنے سے گریز نہیں کرے گا۔

"میں نے پاپا اور دادا جان سے کہہ دیا ہے زوہا بہت اچھی لڑکی ہے اور اسی سے شادی کرنے کا میں نے فیصلہ کیا ہے۔ وہ نہیں تو کوئی نہیں۔ کم از کم ثنا ہرگز نہیں۔"

اتنی قطعیت تھی اس کے لہجے میں کہ ثمر بیگم دم بخود کھڑی رہ گئیں اور وہ فیصلہ سنا کر یہ جا وہ جا۔

"اوہ خدایا۔" وہ سر تھام کر بیٹھ گئیں۔

"یہ سب کیا ہو گیا' مجھے تو پہلے ہی شک تھا کہ ڈورے ڈالے گئے ہیں میرے بیٹے پر' ظاہر ہے اتنا قابل وجیہہ ا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لڑکا انہیں کہاں ملتا۔ پھنسا لیا "سفینہ لاج" والوں نے۔"

ثمر بیگم اس لمحے اپنی ساری شائستگی بھلائے جاہل عورتوں کی طرح بین کر رہی تھیں اور اس سے پہلے کہ باقاعدہ دیے جانا شروع ہوتے اعتشام صاحب نے کمرے میں قدم رکھتے ہوئے بیوی کو قدرے سخت نظروں سے دیکھا۔

"دیکھ لی آپ نے بیٹے کی ہٹ دھرمی، مجھ سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بحث کرنے لگا ہے۔ مگر میں جانتی ہوں یہ سب آپ کی اور آپ کے والد کی شہ ہے۔ جو وہ اتنا سر پر چڑھنے لگا ہے۔"

وہ تو شوہر کو دیکھ کر مزید بھڑک گئی تھیں۔ اعتشام صاحب نے بے حد بے زاری سے انہیں دیکھا۔

"مگر دیکھیں اعتشام ایسا کچھ نہ ہو تو بہتر ہے ورنہ مجھ سے کسی بھی کام میں شرکت کی امید مت رکھیے گا۔ نہ میں کوئی تعلق رکھوں گی سن لیں۔"

شوہر کی خاموشی پر انہوں نے مزید غصے سے وارننگ دی تو اعتشام صاحب ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے صوفے پر آبیٹھے۔ ثمر بیگم کے چہرے پر اشتعال اور جلال کی لہریں موجزن تھیں۔

"دیکھو ثمر، اس موضوع پر ہم پہلے بھی بحث کر چکے ہیں۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ میں Descision Libell (آزادی فیصلہ) کا قائل ہوں۔ بابو اور فرہاد دونوں ہی ہمارے بیٹے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم ایک کو تو اپنی خواہش اور پسند کے مطابق زندگی گزارنے کا اختیار دے رہی ہو دوسرے پر جبراً اپنا فیصلہ مسلط کرنے کی تمہاری بے جا یہ ضد، میری سمجھ سے بالاتر ہے۔"

ثمر بیگم نے دیکھا اعتشام صاحب بھی جھنجلائے ہوئے لگ رہے تھے ان کے تیور اس بات کی گواہی تھے کہ ان کی حمایت فرہاد کو حاصل ہے اور وہ بابر کی طرح فرہاد کے فیصلے کو بھی دل سے قبول کرنے کو آمادہ نظر آرہے ہیں۔

"کیا مطلب ہے آپ کا" بے جا ضد سے "زونیو کا اسٹیٹس اور فیملی بیک گراؤنڈ تو دیکھیے جبکہ۔"

"اسٹاپ اٹ ثمر، تم کہنا کیا چاہتی ہو، یہی کہ میرا خاندان تمہارے خاندان سے کم تر ہے۔ بہت اعلیٰ حسب و نسب والی ہو تم اور تمہارے رشتے دار، کیا سمجھ کر تم نے مجھے میرے خاندان کی کمہائیگی کا طعنہ دیا بولو۔"

اعتشام صاحب تو بلا ارادہ ہی چراغ پا ہونے لگے تھے ثمر بیگم ان کے تیوروں پر قدرے خوفزدہ اور نادم نظر آنے لگیں۔

"اتنا ہی برا ہے میرا خاندان تو کیوں چاہتی ہو تم اپنی اعلیٰ نسب بھانجی کو اپنے بعد اس فیملی کا حصہ بنانا، کیوں اس کی زندگی تباہ کرنا چاہتی ہو۔ ہمدردی کرنی چاہیے تمہیں اس سے، اسے یہاں سے دور رکھ کر۔"

وہ طنزاً "کہنے پر آئے تو کہتے چلے گئے، ثمر بیگم چند ثانیے کو شرمندہ ہوئیں مگر زیادہ دیر شوہر کا لہجہ برداشت نہ کر سکیں۔ جھلاتے ہوئے بولیں۔

"مجھے کوئی انعام نہیں ملنے والا اسے یہاں لا کر، مگر وہ ہی پاگل بنی ہے اس لاابالی لڑکے کے پیچھے جسے ہمیشہ مجھ سے اختلاف کر کے سکون ملتا ہے۔"

وہ غصے میں تھیں اس لیے بلا ارادہ سچ ان کی زبان سے نکل گیا۔ اعتشام صاحب نے قدرے چونک کر انہیں دیکھا چہرے کا تناؤ یکدم ڈھیلا پڑ گیا۔

"اوہ تو یہ کہو کہ بیٹے سے زیادہ بھانجی کی خوشی عزیز ہے تمہیں مگر ثمر بیگم زبردستی کا سودا کبھی منافع نہیں دیتا خسارہ ہاتھ آتا ہے۔ یوں بھی جب فرہاد کی خواہش نہیں تو کیا ہو سکتا ہے۔ تم بچی کو سمجھاؤ کہ بے کار ضد نہ کرے اگر

اس کی جگہ فرہاد بھی اس طرح جبرا" اپنی خوشی حاصل کرنا چاہتا تو میں اس کے بھی خلاف ہو جاتا۔ یہ تو خالصتا" اور بحث ہے۔ محض انا کی جنگ۔"

وہ اب کے رک کر قدرے ریلیکس موڈ میں بول رہے تھے ثمر بیگم تو لفظوں پر گرفت کرنے کے بعد پچھتا تھیں تاہم احتشام صاحب کے لہجے میں طنز نہیں تھا اس لیے وہ بھی دھیمی پڑ گئیں۔

"میں کبھی بھی خاندانی تعصب کو اپنے بچوں کی زندگی میں زہر گھولنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ بابر، تمہاری بھانجی زونیہ کو پسند کیا میں نے قطعی کوئی اختلاف نہیں کیا۔ تم نے بھی کتنی خوشی منائی تھی یاد ہو گا تمہیں مگر اب جبکہ یہی کچھ فرہاد نے کیا ہے تو تم کیوں اتنی Rash ہو رہی ہو۔ محض اس لیے کہ زوہا میری بھتیجی ہے۔"

کہتے کہتے آخری فقرے پر وہ تیکھے لہجے میں بولے تھے۔

"بہت افسوس کی بات ہے ثمر۔ تمہارے دل میں اتنی سی بھی گنجائش نہیں۔"

"تو کیوں ہو گنجائش ان لوگوں نے ہمیں دیا ہی کیا ہے۔ وہ لڑکی جسے بھتیجی کہتے آپ کی زبان سوکھنے لگی ہے۔ بہو بنانے کے آپ نے خواب دیکھنے شروع کر دیئے اس وقت کہاں تھی وہ اور اس کے والدین جب ہمارے گھر سے دعوت نامے جاتے اور وہ لوگ شرم و حضوری بھی شکل دکھانے نہیں آتے تھے۔ وہ اپنے ماضی کے اختلافات اور Diffrences آج بھی بھلا نہیں سکے اور آپ ان کی وکالت کرتے ہیں۔"

ثمر بیگم کا پارہ پھر چڑھنے لگا تھا اپنے مخصوص کرخت اور فیصلہ کن لہجے میں وہ سناتی چلی گئیں۔ ان کا کہنا بھی غلط نہیں تھا۔

انہیں تو یوں بھی بغض رکھنے کی عادت تھی جبکہ وہاں سے مواقع بھی فراہم کیے گئے تھے۔

"میں جانتا ہوں، جو کچھ ہوا غلط تھا۔ تمہارا کہنا اور شکایت کرنا بھی بجا ہے مگر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ماضی کی غلط روایات کو آگے بھی چلایا جائے۔ جو چیز ایک بار غلط ثابت ہو گئی اسے چھوڑ دینے میں بھلا کیا برائی ہے۔ تم پچھلے اختلافات بھلا کر تو دیکھو "کل صہیبہ کے نکاح میں تمہیں کسی نے شکایت کا موقع نہیں دیا۔ سفینہ آنٹی کا رویہ کتنا اچھا تھا کیا یہ سب پچھلی ناچاقیاں بھلانے کے لیے کافی نہیں۔"

احتشام صاحب کی دلی خواہش تھی کہ ثمر بیگم بخوشی و رضا اس فیصلے کو قبول کر لیں تاکہ سفینہ لاج جا کر اپنا عرض کرتے ہوئے کوئی نکتہ اعتراض اٹھنے کا احتمال نہ رہے۔

"ان لوگوں کا رویہ اچھا کیوں نہ ہوتا۔ فرہاد کوئی گیا گزرا لڑکا نہیں۔ ہائیلی کوالیفائیڈ ہے شکل و صورت بیسٹ ہے تو عادات و اطوار میں بھی لاثانی ہے بے مثل ہے ایسے لڑکے کون ہاتھ سے جانے دے گا۔"

ممتا کے فخر کے ساتھ ساتھ غرور بھی ان کے لب و لہجے کا حصہ بنا ہوا تھا احتشام صاحب کی ناگواری سے بھنو تن گئیں ماتھے پر رگیں ابھر آئیں۔

"ثمر جسٹ اسٹاپ اٹ۔" اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتیں وہ چیخ پڑے۔

"مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ میں نے چاہا تھا کہ بیٹے کی خوشی میں تم دل سے شامل ہو جاتیں مگر لگتا ہے تمہیں خود ایسی کوئی خواہش نہیں۔ لہٰذا اب میں تم سے اس ٹاپک پر مزید کوئی بات سننا نہیں چاہتا۔ بس میرا فیصلہ سن لو اور اس کو Oppose کرنے کی اجازت میں کسی کو نہیں دوں گا۔"

ان کا دبنگ اور حتمی لہجہ قطعیت سے بھرپور تھا کہ ثمر بیگم ایک بار پھر خاموش ہو گئیں۔

بارہا وہ اپنے غرور میں ایسی باتیں کہتی ہی رہتی تھیں۔ جس سے یہی تاثر بنتا کہ وہ احتشام صاحب کے خاندان کو اچھا نہیں سمجھتیں مگر آج تو انہوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اور میرا فیصلہ سن لو کہ اگلے ہفتے ہم سب "سفینہ لاج" جارہے ہیں۔ اینڈ دیٹس آل۔"
ثمر بیگم ششدر سی کچھ کہنا چاہتی تھیں مگر انہوں نے ہاتھ اٹھا کر انہیں کچھ کہنے سے روک دیا۔
"آئی سیڈ نو کنٹرووری، ہم جائیں گے اور زوہا کو پرپوز کر کے آئیں گے آئی مین اٹ۔"
فرہاد کے بعد وہ بھی اپنا فیصلہ سنا کر باہر نکل گئے تو ثمر بیگم غم و غصے سے مٹھیاں بھینچ کر تیزی سے کچھ سوچنے لگیں
اس اندرونی انتشار کا کوئی حل نظر نہیں آرہا تھا۔

● ● ●

"تو گویا آپ نے معرکہ مار لیا۔ ماما سے دل کی بات آج صاف صاف کہہ ڈالی۔"
احد پوری توجہ اس کی جانب مرکوز کیے اس کے خاموش ہوتے ہی جوش سے بول پڑا تھا۔
"ہاں دل کی بات تو کہہ ڈالی مگر اصل معرکہ تو ابھی مارنا ہے۔ وہ بھی پاپا کو۔"
گہری سانس بھر کر متین سی مسکراہٹ لبوں پہ سجائے اس کا اشارہ "سفینہ لاج" جانے سے تھا۔ احمد نے متفق ہو کر سر ہلایا۔
"کیا خیال ہے آپ کا پاپا ماما کو کنوینس کر لیں گے "سفینہ لاج" جانے کے لیے۔"
احد کچھ بے یقین سا لگ رہا تھا۔
"ماما کو کنونس آج تک کوئی کر سکا ہے نہ کر سکے گا ان کی نیچر کا تو تمہیں بھی پتا ہے ایک بار جو ان کی نظر میں معتوب ٹھہرا تو پھر اسے کہیں سیکورٹی نہیں مل سکتی۔ لہٰذا اس موضوع پر پاپا نے اپنا لاسٹ ڈسیژن انہیں سنا تو دیا مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔ کل رات سے تو ماما کمرے میں بند ہیں۔"
"اوہ۔" فرہاد کی بات پر احد تفکر سے سوچ میں پڑ گیا۔
"کیا سوچ رہے ہو۔" فرہاد نے ٹوکا۔
"ہوں، یہی سوچ رہا ہوں کہ یہ اونٹ بیٹھے گا کس کروٹ۔ ماما آپ کے اس رومینٹک پلے میں اہم ترین رول ادا کر رہی ہیں پاپا یا آپ انہیں خواہ کتنا ہی اگنور کریں۔ مجھے نہیں لگتا کہ "سفینہ لاج" والے اس بات کو For granted لیں گے ان کی موجودگی ضروری ہے۔"
احد کا تجزیہ بالکل ٹھیک تھا فرہاد سن کر خود بھی فکر مند نظر آنے لگا تھا۔
"بات تو تمہاری بالکل ٹھیک ہے مگر ایسا بھی مت سمجھو کہ مجھے پاپا کو ماما کی پسند ناپسند کی فکر نہیں۔ بلکہ ہم دونوں چاہتے ہیں کہ ماما تھوڑا سا Rational ہو کر سوچیں اور غیر جانبداری سے فیصلہ کرتے ہوئے میرا ساتھ دیں۔ چونکہ بابر بھائی اور میرے فیصلے میں اگر فرق ہے تو صرف اتنا کہ میں نے اس خاندان کی لڑکی کو پسند کیا جسے ماما ناقابل قبول قرار دیتی ہیں جبکہ خود اسی خاندان کی بہو ہیں۔"
فرہاد بے حد سنجیدگی سے کہہ رہا تھا احد متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکا۔ مگر شوخی سے بولا۔
"تھینکس گاڈ۔ میں نے اس فیملی پالیٹکس سے الگ ہی راہ چنی ہے۔"
"وہ تو ہے۔" فرہاد اس کی شکر گزاری پر بے ساختہ اس کے شانے پر ہاتھ مار کر ہنسا تو وہ بھی ہنسنے لگا۔
"خیریت دونوں بھائی بڑے خوش نظر آرہے ہیں۔"
زنیرہ بھابھی ابھی ابھی نیچے آئی تھیں ان دونوں کے پاس آبیٹھیں۔
"جی بس اللہ کی قدرت ہے جسے چاہے تبسم دے اور جسے چاہے آہوں کے تحفے عنایت کرے۔"
احد کی زبان پر کھجلی ہوئی تھی زنیرہ مسکرانے لگیں۔
"بائی داوے یہ آہیں کس کے حصے میں آئی ہیں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ماما کے۔"

ان کے رازدارانہ سوال کرنے پر بے ساختہ کہا تھا احد نے۔ فرہاد نے اسے نظروں ہی نظروں میں فہما
تھی وہ شرمندہ سا ہو گیا۔

"وہ۔ میرا مطلب یہ ہے کہ۔۔ دراصل وہ۔"

"معلوم ہے مجھے۔ تم کوئی جھوٹا بہانہ نہ گھڑو۔"

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا زونیہ نے اس کی جان بخش دی۔

"مگر فرہاد بھائی اب ہو گا کیا۔ آنٹی تو خاصی ناراض نظر آرہی ہیں۔ سچ میرے لیے تو یہ ان کا قطعی نیا روپ
ہے میں نے تو ہمیشہ انہیں نرم اور مشفق دیکھا ہے۔ مگر آج وہ سخت غصے میں ہیں۔ لنچ بھی نہیں کیا ہے انہوں نے۔"

زونیہ کے تفکر سے کہنے پر احد اور فرہاد دونوں ہی تشویش سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

"بابر بتا رہے تھے کہ عین فلمی سچویشن ہو گئی ہے۔ یعنی سماج کی دیوار رستے میں حائل ہو گئی ہے۔ ویسے
بات بتائیں کیا واقعی زوہا نہیں تو کوئی نہیں۔"

زونیہ کے لہجے میں آپ ہی آپ شوخی اتر آئی تھی جو بالآخر استفہامی تعجب میں ڈھل گئی انداز ایسا تھا کہ
نے محض مسکرانے پر اکتفا کیا۔

"ہاؤ لکی شی از۔" اس کے مبہم جواب اور موہوم مسکراہٹ پر زونیہ نے بڑے رشک سے کہا تو احد سے
گیا فوراً بولا۔

"زیادہ جیلس نہ ہوں۔ کچھ ماہ پہلے بابر بھائی بھی کچھ اسی قسم کی نعرے بازیاں کرتے تھے آپ کے لیے۔ ا
میں ہماری بلڈ کمپوزیشن میں ہی عشق و عاشقی کے جراثیم موجود ہیں فورحونطلی ایسے معرکے فتح کر لینے کی ر
پائی جاتی ہے ہمارے ہاں اس لیے آپ پریشان نہ ہوں آپ کی موجودگی ثبوت ہے اس بات کا۔"

"توبہ ہے احد کہاں سے کہاں لے جاتے ہو بات کو اچھا یہ بتاؤ چائے پیو گے۔"

زونیہ ہنس کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور چائے کی آفر کی تو دونوں نے جھٹ اثبات میں سر ہلا دیا۔

● ● ●

"اف اس قدر حسین فوٹو گرافس آئی ہیں۔ غضب کی جوڑی لگ رہی ہے دونوں کی۔"

فوزیہ کا بے لاگ پرجوش تبصرہ صہیبہ کے چہرے پر گلال اور تبسم بکھیر گیا۔

"ماشاء اللہ کہتے ہیں بیٹا۔"

دادی جان بھی اس وقت لاؤنج میں موجود تھیں فوراً محبت سے بولیں۔

"جی دادی جان مگر دیکھیں کتنی اچھی لگ رہی ہے صہیبہ۔"

"واقعی، نظر نہیں ٹھہر رہی۔"

مدحت نے جوش محبت میں ہاتھ مٹھی میں بھینچتے ہوئے کہا۔

"اصل مزا تو مووی دیکھ کر آئے گا۔"

"واقعی کتنا ایکسائٹنگ ہو گا یہ سب دیکھنا ہے نا صہیبہ۔"

زوہا اس وقت اتنی معصومیت سے بولی کہ صہیبہ اسے گھور کر رہ گئی۔ دادی جان کے سمیت گھر کی سب بزرگ
خواتین وہاں موجود تھیں اور ایسے میں یہ فقرہ۔

"بلکہ آج تو بیگم ہمدانی کا فون بھی آیا تھا ان کی طرف کی تصویریں بھی آگئی ہیں بلا رہی تھیں سب کو کہ ا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نے ہی آجائیں آپ لوگ۔"

رخسانہ بیگم نے خوشی سے بھرپور لہجے میں سب کو مطلع کیا۔

"سچ امی! ہم سب جائیں گے۔"

مدحت نے فوراً "نعرہ" لگایا۔

"تم بھی چلنا صبیحی مزا آئے گا۔"

بھابھی نے اسے ٹہوکا دیتے ہوئے چھیڑا تو وہ قصداً "انجان" بن گئی۔

"کیا واقعی دادی جان۔ صبیحی بھی جائے گی۔"

فوزیہ نے سنتے ہی سوال داغا تھا۔

"نہیں بیٹا شادی سے پہلے لڑکیاں سسرال نہیں جاتیں۔"

دادی جان کا تمکنت سے بھرا جواب لڑکیوں کے ارمانوں پر اوس ڈال گیا۔ صبیحہ بھی عجیب سا محسوس کر رہی تھی اس وقت پتا نہیں کون ٹھیک کہہ رہا تھا کون غلط۔

"مگر نکاح تو ہو گیا نا۔"

مدحت نے مزے سے سوال کیا تو دادی جان کے لبوں پر مسکراہٹ ٹھہر گئی۔

"یہ باتیں بڑوں کی ہیں مدحت تم مت بولا کرو۔"

رخسانہ بیگم نے بیٹی کو فوراً "جھڑکا۔" انہیں زیادہ بولنا قطعی پسند نہ تھا صبیحہ کی بھی اسی عادت سے سخت شاکی رہتی تھیں وہ یہ معاملہ اس کا تھا لہٰذا فی الحال اس نے خاموشی اپنائی ہوئی تھی۔

"آرام سے رخسانہ بیٹا بات کو سمجھ کر کیا کرو۔ ٹوک کر چپ کرا دینے سے بچوں کے اذہان سوالات کی آماجگاہ بن جاتے ہیں جواب مل جائے تو وہ مطمئن ہو جاتے ہیں بچوں کو مطمئن کرنا چاہیے۔ خاموش نہیں۔"

رخسانہ بیگم کو حسب عادت حلاوت سے نصیحت کرنے کے بعد وہ مدحت کی طرف متوجہ ہوئیں سبھی خاموشی سے انہیں سننے کے منتظر بیٹھی تھیں۔

"بیٹا نکاح جتنا مضبوط رشتہ ہوتا ہے اتنا ہی کمزور بھی بن جاتا ہے حد بندیاں اور پابندیاں ہمیشہ غلط نہیں ہوتیں۔ رخصتی سے قبل کا میل جول آج کل کے ماحول میں تو بہت اچھا لگتا ہے فیشن کا حصہ بنا ہوا ہے مگر اس میں بہت سی قباحتیں پیدا ہو سکتی ہیں جو بعد میں دونوں فریقین کے درمیان اختلافات کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں۔ اس لیے بہتر ہے کہ مجوزہ حدود میں رہتے ہوئے رشتوں کے تقدس کو پامال ہونے سے بچایا جائے۔"

"گویا اس معاملے میں اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔"

مدحت کو دادی جان کی طرف سے بولنے کی آزادی مل گئی تھی اس لیے دل کا سوال فوراً "لبوں" پر لے آئی۔ رخسانہ بیگم نے اسے کڑے تیوروں سے دیکھا جو اس وقت صبیحہ کی بہن ہونے کا حق ادا کر رہی تھی۔

"آدم اور حوا کے درمیان ایک شیطان ہمیشہ ہوتا ہے بیٹا اور یہ بات یاد رکھو کہ بہکائے خواہ شیطان ہی' سزا انسان کو بھگتنی پڑتی ہے کہ بہرحال اسے اپنے عمل کا مختار بنا کر بھیجا گیا ہے اس لیے کیا یہ بہتر نہیں کہ انسانی فطرت کو مشکل میں نہ ڈالا جائے۔"

• • •

علی اب تک اسلام آباد میں ہی تھے اور ان کے فون نہ کرنے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اس بار بھی ناراضگی شدید نوعیت کی ہے ساتھ ہی وہاں ان کی ضرورت اتنی زیادہ ہے کہ وہ فی الحال کراچی واپس نہیں آ رہے تھے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حسب سابق یہ اطلاعات انہیں ایزد کے توسط سے ملی تھیں جو کہ اب زرمین کی نگاہوں میں اتنا برا نہ جتنا کہ پہلے ناقابل قبول تھا۔ خوشی اور طمانیت کا ایسا نشہ کئی سال سے اس کی رسائی اور دسترس سے دور آج ایسا لگتا جیسا زندگی کسی پر بہار نغمے کی مانند ہو گئی تھی جس کے لفظ لفظ میں مسرت اور جس کے انبساط کا رچاؤ تھا۔

امی جی اس روز کے بعد سے بہت چپ سی ہو گئی تھیں غالباً "ایزد کے لیے انہوں نے ابی کے ساتھ خواب دیکھ لیے تھے اور شاید زندگی کے اس واحد معاملے میں جبکہ ان کا اپنے شریک حیات سے اتفاق را اس کا یوں ختم ہو جانا انہیں ڈسٹرب کر رہا تھا۔

زرمین ان کے احساسات سمجھ سکتی تھی مگر جب اپنے کندھے سے بوجھ ہٹتا ہے تو پھر کسی کی تھکن آتی سو وہ بھی دل سے خوش اور مسرور تھی۔ تاہم امی جی کو دیکھ کر ایک موہوم سا تاسف اسے گھیرے میں۔

"نہیں تو شاید خالہ جان کے بتائے ہوئے پرپوزل ٹھکرانے کا بھی افسوس ہوتا ہو گا۔ پیچ پیچ اس فضول پڑ کر امی جی نے تمہارے بارے میں تو تقریباً "سوچنا ہی چھوڑ دیا تھا کہ گھر کا لڑکا جو موجود ہے۔ اب میر تمہاری فکر بھی تو دامن گیر ہو گئی ہے۔"

شرمین نے لیمن اسکوائش کا سپ لیتے ہوئے قدرے افسوس سے کہا آج کل تو وہ بھی زرمین کو خوش مطمئن رہتی تھی۔

سچ تو یہ تھا کہ ابی کی غیر موجودگی کے باعث گھر میں امن و امان کی فضا قائم تھی اس لیے بھی ذہن پر سکون تو

"ہاں شاید ایسا ہی ہو' ویسے سچ کہو تمہیں ایزد صاحب کی منکوحہ کیسی لگی۔" زرمین نے کچھ سوچ کر تائید میں کہا اور پھر استفسار کیا۔

"کون' صبیحہ؟"

"ہوں۔"

"ہاں اچھی ہے، بہت اچھی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ خوش رہیں گے۔ دیکھا نہیں تھا کہ وہ دونوں خصوصاً "ایزد صاحب کس قدر خوش نظر آ رہے تھے۔" شرمین ہنستے ہوئے بولی تھی۔

"ہوں' غالباً" ان کی ذاتی پسند ہے۔"

زرمین دھیمے سروں میں بولی تھی۔ شرمین نے نظر اٹھا کر اسے بغور دیکھا۔

"خیریت تمہیں کیا جیلسی ہو رہی ہے اس سے' ارے میں نے تو پہلے بھی کہا تھا سوچ لو۔ مگر اب افسو چانس ہے۔"

"بکومت۔"

شرمین کی شوخی پر وہ جھینپ سی گئی۔

"ہاں ہاں ظاہر ہے تمہارے لیے ایک اور راستا جو ہے۔ اب کانٹوں بھری راہ گزر پر کیوں چلنے لگیں۔" ش کا موڈ آج کچھ زیادہ خوشگوار تھا۔

"کیا مطلب؟"

وہ قدرے تعجب سے سوالیہ ہو گئی۔

"معنی یہ کہ وہ آپ کے باس سر سمعان گردیزی ان کا قصہ بھی تو ابھی پاک نہیں ہوا۔" شرارت سے ہوئے شرمین اٹھ کھڑی ہوئی تو وہ بات سمجھ کر چکی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اف شرمین تم کتنی ذلیل ہو، سچ بہت فضول بکتی ہو۔"

وہ ہاتھ نہ آئی تو وہ اپنی جگہ پر رک کر اسے سخت سست سناتی جھینپ مٹاتی رہی مگر شرمین نے پھر سارا وقت اس کا ریکارڈ لگایا اور وہ "اف شرمین تم بہت فضول ہو۔" کہہ کہہ کر خفا ہوتی رہی۔

● ● ●

علی ولاز کی وہی خاموشیاں تھیں وہ جس وقت یہاں آئی سخت غصے میں تھی کہ داجان سے یوں لڑوں گی یوں ثابت کروں گی کہ وہ اس کے نکاح کی تقریب میں کیوں نہیں آئے مگر انہیں سامنے پا کر ساری خفگی حسب معمول سوڈے کے جھاگ کی مانند بیٹھ گئی۔

"کیسی ہے میری پوتی۔"

وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر سلام کا جواب دینے کے بعد انتہائی شفقت سے کہہ رہے تھے۔

"آپ کو پروا ہے اس کی کہ میں کیسی ہوں۔ جیتی ہوں بھی یا۔"

"بس بیٹا بدفال منہ سے نہیں نکالتے تمہاری خفگی مجھ سے ہے زندگی سے تو نہیں۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنا فلمی ڈائیلاگ مکمل کرتی وہ اسے محبت سے ٹوک گئے ایسی محبت جس میں تنبیہہ بھی تھی اور فہمائش بھی۔

"میری زندگی کا تعلق آپ سے بھی ہے داجان۔ آپ یہ کیوں بھول جاتے ہیں بہت حق بنتا ہے آپ پر میرا۔"

وہ روٹھے روٹھے لہجے میں جھٹ بولی تھی۔

"مجھے اس سے اختلاف ہرگز نہیں۔ صرف تمہارے ہی نہیں بہت لوگوں کے حقوق ہیں مجھ پر مگر تمہارا یہ دادا فرائض کی بجا آوری میں ہمیشہ پیچھے رہ جاتا ہے بیٹا۔"

اسے ساتھ لیے وہ اپنے کمرے میں آ گئے اور بیٹھتے ہوئے بہت ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولے تو اس سے رہا نہ گیا۔

"پیچھے رہ جانے یا آگے بڑھنے کا بہت نہ سہی تھوڑا بہت تو اختیار انسان کے پاس بھی ہوتا ہے داجان۔ یوں ہی تو ہمیں سزا اور جزا نہیں دی جاتی۔ کیا آپ نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی کہ بہت نہ سہی تھوڑا بہت ہی بوجھ اتر جاتا۔" وہ یکدم بہت سنجیدہ ہو گئی تھی۔

"پتا نہیں بیٹا اب تو لگتا ہے جیسے عمر گنوائی تھی ہم نے، تھکن اور بوجھ دونوں ہی اس قدر گراں ہو گئے ہیں کہ شانے جھکنے لگے ہیں اب تو۔"

شکستہ لہجے اور تھکن سے چور لفظوں نے صہیبہ کی قوت گویائی چند ثانیوں کے لیے جیسے سلب کر لی۔ وہ خاموش بیٹھی کہنے کے لیے لفظ ڈھونڈ رہی تھی کہ داجان نے اسے مخاطب کر لیا۔

"خیر تم یہ بتاؤ کہ گھر میں تو سب خیریت ہے نا۔"

"جی۔"

"زندگی کی یہ نئی تبدیلی کیسی لگ رہی ہے۔"

"پتا نہیں داجان، عجیب سا لگ رہا ہے مجھے جیسے میں اب کسی کو کھو دینے کے خوف میں مبتلا ہو گئی ہوں۔ رشتے آخر ایسے کیوں ہوتے ہیں داجان کہ ساری زندگی خوف خدشے اور اندیشے انسان کو اپنا اسیر بنائے رکھتے ہیں۔"

"اس لیے بیٹے کہ محبت ہمیشہ کی وہمی ہوتی ہے۔ لہٰذا جب اسے رشتے کا اعزاز حاصل ہو جائے تو حساسیت بھی بڑھ جاتی ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ پروقار انداز میں کھوئے کھوئے سے کہہ رہے تھے۔

"مگر مجھے تو ایسا ہمیشہ سے لگتا ہے دا جان جیسے میں ایک ان دیکھے خوف کے حصار میں جکڑی ہوئی ہوں اور نہ کبھی ایسا ہو گا کہ۔۔۔"

"صہیبہ بیٹا! اگر بے یقینی میں سکون تلاش کرو گی تو کبھی نہیں ملے گا۔ سکون اور طمانیت تو ایمان میں ہے۔ اپنے دل کو اس خوش امیدی پر مستحکم کر لو کہ جو تمہارا ہے تمہارا ہی رہے گا خواہ وہ رشتہ ہو محبت کا اعزاز ہو یا بھی قلبی تعلق جس دن تم نے دل مضبوط کر لیا۔ خوف و اندیشوں کی دیوار آپ ہی آپ مسمار ہو جائے گی۔"

اس کا جملہ منفی تاثر دے رہا تھا لہٰذا اسے مکمل کرنے کا موقع دیے بغیر دا جان نے آج اسے وہی سبق دیا تھا دادی جان نے بھی پڑھایا تھا۔ محض لفظوں کا فرق تھا ورنہ انہوں نے بھی اسے یہ ہی نصیحت کی تھی کہ دل ایمان کی شمعیں جلانے سے ہی منزل کا راستا ملتا ہے اور اسے منزل کا راستا تو مل گیا تھا مگر منزل ملے گی یا نہیں نہ تھی۔

"اچھی ووے' یہ ساری باتیں چھوڑو۔ مجھے وہ تصاویر دکھاؤ جو تم لے کر آئی ہو۔" اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور انہوں نے قصداً" اس کی توجہ دوسری جانب دلائی تو اسے خاموشی اختیار کرنی پڑے۔ کیونکہ مزاج شناس تو تھی ان کی اس وقت اسے اچھی طرح اندازہ تھا کہ وہ مزید اس موضوع پر کچھ سننا نہیں چاہتے اس لیے خاموش ہو تصویریں بیگ سے نکال کر ان کی طرف بڑھا دیں اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ان کی بذلہ سنجی کی زد میں تھی ڈھیروں گلال اس کے گالوں پر بکھرا ہوا تھا۔

• • •

گھر میں ایک خواہ مخواہ کی ٹینشن ہو گئی تھی فرہاد اس امر سے بخوبی واقف تھا جب ہی اس ضمن میں اس نے والوں کو اپنے فیصلہ سے آگاہ کیا ایسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا' البتہ باوجود اس امید کے وہ جلد اس ماحول اکتانے لگا۔

تقریباً" روزانہ ہی احتشام صاحب اور ثمر بیگم کی طویل بحثیں ہوتی تھیں اور فی الحال نتیجہ صفر ہی تھا۔ دل سے ثمر بیگم بھی جانتی تھیں کہ اس کا مطالبہ اور خواہش بے جا یا بے اصول نہیں مگر اپنی انا اور شخصی غرور انہیں اس کے خوابوں کو شرمندہ تعبیر کرنے نہیں دے رہا تھا۔ ثمر بیگم کی بے لچک شخصیت کے لیے یہ بات ان کے کے منافی معلوم ہوتی تھی کہ وہ اپنے فیصلے چیلنج کرنے والوں کی بات بلا چون و چرا مان لیں۔

تاہم احتشام صاحب کو اس بات کا سو فیصدی یقین تھا کہ جلد یا بدیر وہ راضی ہو ہی جائیں گی۔ یقین تو فرہاد کو تھا مگر یہ "دورانیہ" خاصا صبر آزما تھا۔ ثمر بیگم کے سامنے تو وہ قصداً" نہیں آ رہا تھا البتہ ایک گھر میں رہتے ہو مکمل طور پر اجنبی تو بنا نہیں جا سکتا لہٰذا جب وہ نظر آ جاتیں سلام کرنے اور احوال پرسی کی عادت اس نے چھوڑی نہ تھی۔

آج کل تو ان کا موڈ بہت خراب تھا لہٰذا سر کی خفیف سی جنبش سے جواب دے کر قصداً" اسے نظر انداز دیتیں تو وہ خود سے لڑتا الجھتا رہ جاتا۔

گھر کے ماحول کا اثر تھا کہ وہ خاصا منتشر اور متفکر نظر آنے لگا تھا زیادہ تر وقت آف موڈ میں گزرتا تھا اور یہ بات سمعان نے محسوس کر لی تھی۔ کئی دن تو وہ خاموشی سے اسے نوٹ کرتا رہا بالآخر ایک دن پوچھنے پر مجبور ہو ہی گیا۔

"کیا مسئلہ ہے بھائی تیرے ساتھ۔ کچھ بتاتا بھی ہے یا اکیلے ہی اکیلے سارا بوجھ اٹھانا ہے تم نے۔"

لنچ کے بعد چائے پیتے ہوئے کچھ دنوں کے معمول کے مطابق وہ گم صم بیٹھا تھا چنانچہ سمعان کو اسے ٹوکنا پڑا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہوں' کچھ کہا تم نے۔"

فرہاد واضح طور پر چونکا تھا سمعان کے لبوں پر باوجود تفکر کے مسکراہٹ دوڑ گئی۔ چند ثانیے اسے بغور دیکھا تو وہ اپنی غائب دماغی پر نادم سا ہو گیا۔

"اپنی پرابلم فرہاد' میرا خیال ہے ہم ہمیشہ سے شیئر کرتے آئے ہیں۔ پھر اب ایسی کیا بات ہو گئی ہے کہ تم کئی دنوں سے پریشان ہو مگر کچھ کہتے نہیں۔"

وہ بہت دلداری سے اس کے شانے پر ہاتھ دھرتے ہوئے استفسار کر رہا تھا۔ فرہاد ممنونیت سے مسکرا دیا۔ اس کی اتنی پروا تھی سمعان کو۔ ایسا مان ملنا اچھا لگتا ہے۔

"بس یار' وہی ایک مسئلہ ہے کہ کسی طور حل نہیں ہوتا۔"

"مطلب۔"

"مطلب یہ کہ اب ماما بضد ہو گئی ہیں کہ زوہا کو بہو نہیں بنائیں گی۔"

"مگر کیوں؟ تمہاری ان خالہ زاد کزن کی وجہ سے تو نہیں۔"

سوال پوچھ کر اس نے خود ہی قیاس کیا۔

"ہاں' کسی حد تک مسئلہ ثناء کی انوالمنٹ بھی ہے اور غالباً" اسی وجہ سے یہ سارا معاملہ اتنا کامپلیکیٹڈ (Complicated) بھی ہو گیا ہے مگر اصل پرابلم تو ماما کی ضد ہے۔ وہی سسرال رشتے داروں سے ازلی عداوت والا واسطے کا بیر۔"

وہ سخت الجھا ہوا اور بے زار ہو رہا تھا۔ سمعان خاصا حیران تھا۔ اس کے والدین تو اس کی پسند کے لیے دل و جان سے تیار تھے جبکہ یہاں معاملہ کس قدر متضاد تھا۔

"مگر جہاں تک تم نے بتایا تھا زوہا وغیرہ کے گھر والوں سے تو تم لوگوں کے کئی سال تک ٹرمز نہیں رہے پھر خفگی کی یہی تو وجہ ہے کہ جب اتنے سال انہوں نے کوئی تعلق نہیں رکھا تو اب ہم کیوں ان کی بیٹی کو اپنائیں۔ ان ایکٹ زوہا کی دادی نے میری دادی جان کے باعث دا جان سے قطع تعلق کر لیا تھا' ایک طرح سے ہم سب کو ڈس اون کیا تھا' اب ماما کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ وہ کیوں ان کی پوتی کو اون کریں جنہوں نے کئی سال پہلے ہمیں چھوڑ دیا تھا۔"

فرہاد بے زاری سے بتاتے ہوئے اور بھی الجھ رہا تھا۔

"مگر مائنڈ نہیں کرنا یار' یہ تو انکل کا ہیڈک ہے۔ جب وہ پچھلی باتیں بھلا کر راضی ہو گئے ہیں تو پھر آنٹی کو تو ایشو نہیں ہونا چاہیے۔"

سمعان نے دل کی بات نپے تلے انداز میں کہہ دی اور سچ بھی یہی تھا کہ جب احتشام صاحب نے سارے اختلافات رد کر کے فرہاد کی خوشی کو اولیت دی تھی تو انہیں بلاوجہ کی ضد کرنے کی قطعاً" ضرورت نہ تھی۔

"یہی تو وہ پوائنٹ ہے یار جس پر ماما کو کنوینس کرنا ایک مرحلہ ہو گیا ہے نہ وہ کوئی لاجک مانتی ہیں نہ دلیل سنتی ہیں۔ بلیو می سمعان میں تو سخت ٹینشن میں ہوں۔ ماما میری ماں ہیں میں ان کی ناراضگی بھی برداشت نہیں کر سکتا اور ان کے فیصلے سے دستبردار ہونا بھی ناممکن ہے۔ سمجھ نہیں آ رہا کیا کروں۔"

دونوں ہاتھوں میں سر تھامتے ہوئے دل کا بوجھ ہلکا کرتا وہ سمعان کو بہت پریشان اور لائق ہمدردی لگا۔ جبھی اس کے شانے کو تھپتھپاتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"میرا خیال تو یہ ہے کہ ہر طرح کی ٹینشن سے ذہن کو آزاد کرتے ہوئے پورے ٹھنڈے انداز میں سوچو یار' کچھ نہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہوتا سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ آنٹی کا وقتی غصہ ہے دھیرے دھیرے وہ کول ڈاؤن ہو جائیں گی کہ بہر حا خوشی والدین کو ہر حال میں عزیز ہوتی ہے۔ نہ تو تمہیں کسی کو کھونا پڑے گا اور نہ آنٹی زیادہ دن خفا رہیں عشق اتنی آسانی سے ہاتھ نہیں آتی ڈیئر۔ حوصلہ بلند رکھو اور امید اچھی۔ باقی خیر ہے۔"

"یہ سب ہی تو میں کر نہیں پا رہا۔ وہاں زوہا کا ایک اچھا پروپوزل آیا ہوا ہے۔ اس کے والدین سنجید رہے ہیں۔ صبیحہ کے نکاح کے بعد سے تو اور بھی اس معاملے کو سنجیدگی سے لیا جا رہا ہے۔ اب "مسئ میں زوہا کی ہی باری ہے۔ جبکہ یہاں ماما ہی مان کر نہیں دے رہیں۔ میں سوچتا ہوں کہ مجھے اس محاذ پر جیت نہیں ہو رہی ہے جبکہ یہاں مجھے Defend کرنے والے کئی لوگ موجود ہیں جبکہ زوہا کی فیملی میں ز صبیحی کہ کوئی بھی میرا ہمنوا نہیں۔"

"داجان بھی نہیں۔"

"داجان اور "سفینہ لاج" کے درمیان تو نوری سال کا فاصلہ ہے یار گو کہ ان کی پوری خواہش ہے کہ ان گناہ معاف کر دیئے جائیں مگر ہر نقصان کی تلافی اور ہر قصور کی معافی نہیں ہوتی اپنی بوے۔ وہ اس سارے میں جتنی میری ہیلپ کر سکتے تھے انہوں نے کی۔ پاپا تک میرے دل کی بات ان کے تعاون سے ہی پہنچی۔ اصل مسئلہ تو وہی ہے زوہا کی فیملی کا۔ وہاں اگر معاملہ بگڑا تو کون کونس کرے گا۔"

"تم نے تو کہا تھا کہ زوہا کی دادی کافی پسند کرتی ہیں تمہیں ہو سکتا ہے کہ وہ کسی اور کے مقابلے میں تمہ دیں۔"

سمعان کافی پر امید تھا فرہاد نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔

"کیوں مجھ میں ایسے کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں۔"

"بھئی میرا خیال تو یہی ہے کہ وہ لوگ یہی سوچیں گے کہ بہر حال تم کزن ہو آپس میں کسی بھی آؤٹ آف شخص سے تو زیادہ قابل بھروسا ہو گے ان کی نظر میں۔"

"مائی ڈیئر شاید تم یہ بات بھول گئے ہو کہ یہاں سوکنوں والی جیلسی آتی ہے حد سے زیادہ نرم دل خوا سخت جان بن جاتی ہیں کہ مثال ملنی مشکل ہوتی ہے۔ تم زوہا کی دادی جان کو ہی لو پوری جوانی انہوں نے دی مگر اپنی انا پر آنچ نہ آنے دی۔ میں سوچتا ہوں اگر یہی طرز فکر ان کا اب بھی قائم رہا تو دوسرا محاذ بھی میر سیاچن سے کم ثابت نہیں ہو گا۔"

"فار گاڈ سیک فرہاد۔ تھوڑی بہت اچھی امیدیں بھی رکھ لو یار۔ تم تو بالکل ہی ناامید ہوتے جا رہے ہو۔"

سمعان قدرے جھلا کر بولا تھا۔ فرہاد کی اسی عادت سے کبھی کبھی وہ بے زار ہو جاتا تھا۔

"کہتے ہیں کہ آدھی فتح تو جیت کے یقین میں مضمر ہوتی ہے۔ تم بھی اچھا گمان رکھو سب ٹھیک ہو جائے انگریزی کہاوت ہے کہ Good mind good find یعنی اچھی سوچ اچھا حصول۔ کچھ آئی سمجھ میں۔" اس نے قدرے ڈپٹ کر پوچھا البتہ ذہن پر وہی سوچ حاوی تھی۔

محض شادی کر لینا ہی مسئلہ نہیں تھا اس کے بعد کے معاملات بھی خاصے پیچیدہ تھے خصوصاً "ثمر بیگم کے رویے کی طرف سے وہ خاصا فکر مند تھا۔ کسی نہ کسی طرح ثمر بیگم مان جاتیں تو بھی اس کی کوئی گارنٹی نہ "سفینہ لاج" والوں کو بحیثیت سمدھیانے کے کوئی خاص حیثیت دیتیں دوسرے زوہا کے ساتھ ان کا روا فرہاد کے ذہن میں پختہ تھا یہ وہ نکتہ تھا جس پر اگر ثمر بیگم بھی اسے راضی کرنے کی کوشش کرتیں تو شا سکتیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسے امید ہی نہیں یقین واثق تھا کہ زونیو کے مقابلے میں زوہا کی حیثیت ہمیشہ ثانوی ہی رہے گی کیونکہ ثمر بیگم کی پسند ناپسند سائنسی اصولوں کی مانند ناقابل تسخیر تھیں اور یہ بات وہ ہمیشہ سے جانتا تھا۔
لہٰذا جتنا وہ متفکر تھا کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا سب ہی اسے خوش آئند کل کا یقین دلاتے تھے مگر اسے معلوم تھا کہ محبت کا حصول ہو بھی گیا تو اس میں کڑواہٹ کا عنصر ضرور شامل ہوگا۔

● ● ●

اسکول کے معاملات ویسے ہی چل رہے تھے سمعان پہلے کی طرح اب بھی صبح آتا تھا البتہ وہ سر میں اسکول آف ہونے سے پہلے ہی اسے فرہاد کے ساتھ اپنے نئے آفس میں جانا ہوتا جہاں ان کے شراکت کے کاروبار کا آغاز ہو چکا تھا۔

آخری پیریڈ جو کہ وہ پہلے باآسانی لیتا تھا اب اس نے زمین کو دے کر اس کا لنچ بریک سے پہلے والا پیریڈ لے لیا تھا اور جس وقت اس نے یہ بات اس سے ڈسکس کی اس کے ذہن میں فوراً "کیوں" کا سوال در آیا۔ جسے اس نے ہونٹوں پر روک لیا تاہم آنکھوں میں استفسار مچل گیا تھا۔ جبھی سمعان کو جواب دینا پڑا۔

"ان فیکٹ مجھے اب جلد ہی اسکول سے نکلنا ہوا کرے گا اس لیے میں نے ٹائم ٹیبل میں یہ ردوبدل کیا ہے۔ ہوپ فلی آپ کو پریشانی نہیں ہوگی۔"

"آف کورس بھلا اس سے فرق بھی کیا پڑتا ہے۔"

وہ رسماً مسکرا کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی سمعان اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔

"آپ نے وجہ نہیں پوچھی۔"

بڑی اپنائیت سے استفسار ہوا۔

"جی!"

وہ کچھ سٹپٹا سی گئی۔ یہ مہربان مسکراہٹ اور یہ اپنائیت، جتاتا لہجہ نیا تو نہیں تھا مگر اس میں جو سرخوشی اسے محسوس ہوئی اس نے چونکا دیا تھا۔

"مطلب یہ کہ یہ تو ایک نیچرل سی بات ہے کہ آپ مجھ سے پوچھیں کہ یہ ردوبدل بھلا کس لیے ہے۔ مگر پتا نہیں کیوں زمین آپ ہمیشہ فطری ردعمل کو چھپانے کی کوشش کرتی ہیں۔"

وہ مسکرا کر کہتے کہتے آخری فقرے پر ذومعنی ہو گیا تھا۔

"جی میرا خیال ہے کہ ایسی تو کوئی بات نہیں۔"

وہ نظریں جھکا کر آواز اور لہجہ کو ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی تو سمعان کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"بائی دے وے میں خود بتا دیتا ہوں کہ میں نے اپنا نیا بزنس اسٹارٹ کر دیا ہے اپنے دوست فرہاد کے ساتھ۔ فرہاد سے تو مل چکی ہیں نا آپ ان کے بھائی احد آپ کی سسٹر کے کلاس فیلو بھی ہیں؟"

وہ سوالیہ ہوتے ہوئے غیر ضروری تفصیل میں جا رہا تھا۔

"غالباً اسے بھی احد کی خواہش کا پتا ہے جبھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔" وہ سوچ کر رہ گئی۔

"جی!" البتہ اس نے فقط اتنا ہی کہا۔

"بس اسی لیے یہاں سے وہاں جانا پڑتا ہے۔ ان فیکٹ میرا انٹرسٹ یہاں بھی ہے آئی مین پاپا نے، اسکول میں بھی اور اپنے بزنس میں بھی بس اسی لیے آپ کے ٹائم ٹیبل کو ڈسٹرب کیا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ دوستانہ انداز میں صفائی پیش کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”آئی ڈونٹ مائنڈ اٹ، سر اس سے فرق بھی نہیں پڑتا۔“

وہ قصے کے اصل پہلو سے قصداً ”پہلو تہی برتتے ہوئے نارمل سے لہجے میں بولی تو سمعان کے گالوں پر کھیلنے لگا جو کہ اس کے اعتماد کی فصیلیں گرانے لگتا تھا۔

”میں چلوں گی سر۔“

اس نے منظر سے غائب ہونے میں ہی عافیت جانی اور اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گئی مگر چند قدموں سے ہی سمعان کے پکارنے پر رکنا پڑا۔

”زمین!“

”جی سر۔“

اس نے تابعداری سے پلٹ کر پوچھا۔

”آپ کے فادر جیسے ہی اسلام آباد سے واپس آئیں مجھے انفارم کیجیے گا اور اگر مجھ سے کمنا اچھانہ لگے تو پاپا کو بتایا جا سکتا ہے۔“

معنی خیزی سے زیر لب مسکراتے ہوئے جو کچھ اس نے کہا وہ سمجھ کر وہ ٹھیک ٹھاک چکرا گئی۔

”او خدایا تو کیا انکل کو بھی انہوں نے بتا دیا ہے۔“ وہ جیسے بلش ہو کر رہ گئی۔ ”عجیب آدمی ہیں۔“

تیزی سے باہر نکلتے ہوئے بلا ارادہ بڑبڑائی تھی۔

”کون آدمی بھئی۔ کہیں سر سمعان تو نہیں۔“

سامنے سے آتی ارم کے کان حسب عادت اس کی بڑبڑاہٹ سن چکے تھے وہ پہلے تو چونکی پھر سٹپٹا گئی۔

”نہیں، میں کسی اور کے بارے میں سوچ رہی تھی۔“

اس نے اپنے گلابی چہرے سے پھوٹتی حدت کو محسوس کر کے بروقت بہانہ گھڑا تو جواباً ”ارم کا قہقہہ گونج گیا۔

”یہ کسی کون ہے اس کی تفصیل تو میں تم سے آکر پوچھتی ہوں۔ فی الحال یہ رجسٹر دے آؤں سر کو۔ پھر تم سے باتیں ہوں گی۔“

شرارتی نظروں سے جھک کر اس سے کہتے ہوئے ارم آگے بڑھ گئی تو وہ بری طرح جھینپ کر جھنجلانے لگی۔

● ● ●

بیگم ہمدانی کا اصرار روز بروز بڑھ رہا تھا اور یہاں سب کا اشتیاق لہٰذا دادی جان نے ان کی دعوت قبول کر ہی لی اور چھٹی کا ایک دن مقرر کر لیا گیا۔

لڑکیوں کو زیادہ شوق ہو رہا تھا اس لیے وہ سب تیار ہو گئے دادی جان کا قطعی ارادہ نہیں تھا کہ ان کے ساتھ جائیں مگر رخسانہ بیگم وغیرہ کے کہنے اور بیگم ہمدانی کی پر زور تاکید پر انہیں جانا ہی پڑا۔

صہیبہ کو البتہ ساتھ نہیں جانا تھا اور یہ بات بیگم ہمدانی کو بھی معلوم تھی چنانچہ اسے اکیلے ہی رہنا تھا۔ جب ساس نے بھی اصرار نہیں کیا تو سب کی امیدیں ہی ختم ہو گئیں۔

”سچ کتنا مزا آتا جو صہیبی بھی ہمارے ساتھ جاتی۔“

زوہا نے تیار ہوتے ہوئے کوئی تیسری بار یہ جملہ بولا تھا صہیبہ ہنستے ہوئے مدحت کی فرنچ ناٹ باندھنے میں لگی رہی۔ ”ارے یہ بھی چلی جائے گی وہاں پھر تم لوگوں کو صرف یادیں آیا کریں گی اس کی۔“

بھابھی نے ہنستے ہوئے فقرہ کس کر اسے شوخی سے دیکھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"کیوں؟ اسے ایزد بھائی کیا قید کر ڈالیں گے۔"
فوزیہ نے شرارت بھری معصومیت سے سوال داغا۔
"خیر عمر قید تو انہیں مل ہی گئی ہے نکاح کی بیڑیاں ڈال دی گئی ہیں پاؤں میں مزید کیا اسیر کریں گے وہ۔"
بھابھی بہت شوخ ہو رہی تھیں۔
"بالکل بالکل، اسیر محبت سے بڑھ کر بھی کوئی قیدی ہوتا ہے۔"
مدحت نے فوراً "ہانک" لگا کر سب کا ساتھ دیا تو اس نے قصداً اس کے بال زور سے کھینچ لیے مگر مدحت کو پروا
بن تھی ڈھٹائی سے ہنس دی۔
"بہت فضول بکتی ہو تم۔"
وہ اس کے مسلسل ہنسنے پر چڑ گئی تھی کھسیا کر بولی۔
"بتاؤں گی آج ایزد بھائی کو کہ تم ان کے تذکرے کو فضول کہہ رہی تھیں۔" مدحت نے جھٹ دھمکی دی۔
"معلوم ہے مجھے پوری بلی جمالو ہو تم۔"
وہ مزید جل گئی اس کی دھمکی پر۔
"اور تم میری بڑی بہن۔"
برابر کا جواب آیا سب کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ ایک ہی تو پوائنٹ تھا جس پر وہ سب اس کا ریکارڈ لگا لیتے تھے
اور وہ جو چٹاخ پٹاخ بولنے کی عادی تھی کیسے چپ ہو جاتی تھی۔
پورے اہتمام سے تیاری کرتے ہوئے وہ لوگ مسلسل اسے زچ کرتی رہیں تو وہ باقاعدہ روٹھ کر امی جی کے پاس
لی آئی۔
"واؤ زبردست سچ آج تو آپ بہت زبردست لگ رہی ہیں امی۔"
بلیک بارڈر والی گرے ساڑھی میں رخسانہ بیگم واقعی اچھی لگ رہی تھیں۔ اس کی بے ساختہ تعریف پر مسکرا کر
اس کی طرف مڑیں۔
"کتنا ہی مکھن لگا لو فی الحال تمہاری کوئی فرمائش پوری نہیں کی جائے گی ہمارے یہاں لڑکیاں سسرال رخصتی
سے پہلے نہیں جاتیں۔"
مصنوعی سنجیدگی میں مسکراہٹ چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے انہوں نے اسے چھیڑا تو وہ باقاعدہ روہانسی ہو
گئی۔
"امی آپ بھی حد کرتی ہیں میں کوئی اس لیے کہہ رہی تھی۔"
"تمہارا بھروسا بھی نہیں۔ سارے جگ سے نرالی ہوتی ہیں تمہاری فرمائشیں بھی۔" امی ہولے سے ہنس کر
ایں تو وہ خفگی سے انہیں دیکھنے لگی۔
وہ چند دنوں میں پرائی ہونے والی تھی رخسانہ بیگم کو یکدم اس پر ڈھیر سارا پیار آ گیا قریب آ کر اسے خود سے لگا
لیا۔ "بہت خوش نصیب ہے میری بیٹی کہ اسے اتنا اچھا گھرانہ ملا ہے۔ میں تو شکر کرتے نہیں تھکتی۔"
وہ مکمل طمانیت سے کہہ رہی تھیں لمحے بھر کے لیے اس ممتا بھری آغوش سے جدا ہونے کا خیال اس کی پلکیں
بھگو گیا تو اس نے جلدی سے خود کو ان سے علیحدہ کیا۔
"صرف میں ہی خوش نصیب ہوں۔ کیا وہ لوگ لکی نہیں کہ جنہیں مجھ جیسی لڑکی ملی ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

قدرے گردن اکڑا کے تفاخر سے کہا تو رخسانہ بیگم نے ہنس کر اس کا ماتھا چوم لیا۔

"جیتی رہو' خدا تمہیں سکھ کی چھاؤں دے۔"

ماں کے لبوں سے نکلتی مقدس دعائیں' اس کے اندر جیسے قطرہ قطرہ آب حیات ٹپکنے لگا۔

اور یہ سکون اور خوشی اس لمحے اور بڑھ گئی جب سب کے جانے کے بعد وہاں پہنچتے ہی ایزد کا فون آ گیا۔ غالباً اس کا شدت سے منتظر تھا۔ جبھی فون اٹھاتے ہی بڑی لگاوٹ سے شکوہ کیا۔

"صہیبہ تم نہیں آئیں میں نے بہت انتظار کیا تھا آج کے دن کا۔"

نکاح کے بعد سے آپ جناب کا تکلف ایزد نے ختم کر دیا تھا۔ اس لمحے بھی اس کا مہربان محبتوں سے پر لہجہ صہیبہ کے اندر باہر بہاروں کے رنگ بکھرا گیا۔

"بس دادی جان نے منع کر دیا تھا۔"

"کیوں۔"

بڑی بے چینی سے سوال ہوا۔ تو وہ بے ساختہ بولی تھی۔

"اس لیے کہ ہمارے یہاں لڑکیاں رخصتی سے پہلے۔"

اور یہیں فطری شرم سے اس کی فراٹے بھرتی زبان کو بریک لگ گئے تھے اس ادھورے جملے میں پورے معنی پنہاں تھے۔ ایزد بے اختیار ہنسا تو وہ اور بھی پزل ہو گئی۔

"یعنی رخصتی کے بعد کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

وہ ہنس رہا تھا اور وہ اپنے اعتماد کو بحال کرتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ اب کیا جواب دے۔

● ● ●

"بس ثمر بیگم بہت ہو گیا۔ میں نے تمہیں ایک ہفتے کا ٹائم دیا تھا اور تم نے دو ہفتے برباد کر دیے۔ اب آخری بار میں تم سے کہہ رہا ہوں۔ ماں بن کر بیٹے کی خوشی میں اس کا ساتھ نہیں تو میں اکیلے ہی یہ مسئلہ نبٹا لوں گا۔"

آج تو احتشام صاحب شدید غصے سے پھٹ پڑے تھے ثمر بیگم جو ان کے سکوت کو غالباً" اپنی حمایت سمجھنے لگی تھیں ایک بار پھر سٹپٹا گئیں۔ مگر ضد اپنی جگہ تھی۔

"کیسے نبٹائیں گے آپ اکیلے یہ مسئلہ' فرہاد صرف آپ کا بیٹا ہے میرا کچھ نہیں۔"

وہ بری طرح چیخ کر بولی تھیں۔

"ہاں بیٹا ہے تو پھر اس کی خوشی کا بھی تو خیال کرو ماں بن کر تم صرف وصول ہی کرتی رہو گی کچھ دو گی نہیں اپنی اولاد کو۔"

"کیا نہیں دیا میں نے انہیں محبت' توجہ' عزت اور ہر وہ چیز جو ایک اچھی ماں دیتی ہے میری بہترین تربیت ہی تو آج اس قدر پالش شخصیت بنائی ہے ان کی کہ لوگ ایک بار دیکھ لیں تو بھول نہیں سکتے۔"

وہی طنطنہ اور وہی مغرور انداز فکر تھا ان کا' احتشام صاحب چڑ گئے مگر پھر بھی دھیمے سروں میں بولے۔

"تو پھر آج کیوں بیٹے کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی کی راہ میں حائل ہو رہی ہو۔"

"میں حائل ہو رہی ہوں کیں؟ نہیں شادی میں تو اسے ایک اچھی اور بہتر زندگی دینا چاہتی ہوں۔"

وہ اٹل لہجے میں بولیں۔

"مگر اسے وہ زندگی نہیں چاہیے۔ اب وہ اپنے لیے اچھے برے فیصلے کر سکتا ہے ثمر۔ تمہیں اس قدر تردد نہیں کرنا چاہیے۔ ویسے بھی سچ کہوں تو تمہیں خود معلوم نہیں کہ بیٹے کے لیے کیا ٹھیک ہے کیا غلط۔ تم آج تک اس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مزاج کو سمجھ ہی نہیں سکیں۔

رکھو اگر میاں بیوی میں ذہنی ہم آہنگی اور مطابقت نہیں ہو تو گھر بسنے کے ساتھ ہی اجڑ جاتے ہیں اور ہمیں ا گھر بسانا ہے۔"

پھر مصالحتی انداز میں سمجھا رہے تھے۔

"تو کیا ضروری ہے کہ گھر بسانے کے لیے اسی لڑکی کو اپنایا جائے۔"

زیر خند ہونے لگی تھیں احتشام صاحب اس تحقیرانہ انداز گفتگو پر مشتعل ہو گئے۔

"ہاں ضروری ہے کیونکہ وہ تمہارے بیٹے کی چوائس ہے اور مجھے قبول ہے' رہ گئیں تم تو تمہاری انا کی دیواریں بلند ہیں۔ میں ان سے مزید سر نہیں پھوڑ سکتا' کل شام میں "سفینہ لاج" جا رہا ہوں۔ اگر تم یہ سمجھو کہ واقعی ں فرہاد سے محبت ہے تو شام کو تیار ہو جانا۔"

ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے احتشام صاحب نے فیصلہ لکھ کر گویا قلم توڑ دیا۔ اور کمرہ چھوڑ گئے۔

ر بیگم بے یقینی سے ہلتے ہوئے پردے کو دیکھتے ہوئے متحیر بیٹھی رہ گئی تھیں۔

وہی احتشام علی تھے جو ان کی خاطر اپنے والدین کو چھوڑ آئے تھے مگر اولاد واقعی ایسی شے ہے کہ اس کے لیے ٹ جاتا ہے۔

• • •

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے' سارے استدلال اور ضبط اس لمحے ساتھ چھوڑ گئے تھے اس کی اور اس سے متعلق امور گھر میں یوں کشیدگی کا باعث بنیں گے اس کا اسے کم از کم اتنا اندازہ نہیں تھا۔

بیگم کی ہٹ دھرمی اپنی جگہ تھی تو احتشام صاحب بھی ضد میں آ گئے تھے۔ دوسرے دن شام کو آفس سے ہی انہوں نے چائے پیتے ہوئے ملازم کو کپڑے استری کرنے کا حکم دے کر گویا ٹیبل پر بیٹھے ہر شخص کو یہ باور یا کہ وہ آج "سفینہ لاج" جانے کے فیصلے پر قائم ہیں۔

نیو بھابھی بمشکل ثمر بیگم کو چائے دینے کے لیے ڈائننگ روم تک لائی تھیں اس غیر متوقع بات پر گھبرا کر سر کو دیکھنے لگیں جن کے چہروں پر اپنی اپنی بات پر قائم رہنے کا عزم صاف لکھا نظر آ رہا تھا۔

نہوں سٹپٹا کر بابر اور فرہاد پر نظر ڈالی مگر وہ تینوں جیسے بہرے بنے اپنا اپنا کپ تھامے بیٹھے تھے۔

بیگم کی آنکھوں میں یکدم شرارے سے اتر آئے تھے سخت تیوروں سے فرہاد کو دیکھ کر وہ احتشام صاحب کی متوجہ ہوئیں۔

"گویا آپ نے فیصلہ کر لیا ہے جانے کا۔"

"فیصلہ تو میں کر چکا تھا اب اس پر عمل درآمد کر رہا ہوں۔" احتشام صاحب کے ٹھنڈے اور ٹھہرے ہوئے لہجے نے پر سب سے پہلے فرہاد نے ڈائننگ روم چھوڑا تھا اور زونیو بھی بابر کو اشارہ کرتی ہوئی نکل گئی تھیں کہ اس میں بابر دونوں کو سمجھانے کی کوشش کرے۔

بیگم ان کے دوٹوک انداز پر ایک لمحے کے لیے خاموش سی رہ گئیں پھر قدرے جلال سے مخاطب ہوئیں۔

"آپ کی بات سے میں یہ سمجھ لوں کہ میرا اپنے بیٹے اور اس کی زندگی پر کوئی حق نہیں ہے۔"

"زندگی پر تو حق ہے مگر زندگی تباہ کرنے کا نہیں۔" انہوں نے بلا توقف کہا تو ثمر بیگم کی بھنویں تن گئیں۔

"آپ کا مطلب ہے میں فرہاد کی زندگی برباد کرنا چاہتی ہوں۔ میں یعنی ثمر احتشام علی جس نے اسے جنم دیا اسے پالا ی کی ماں ہوں احتشام وہ بھی سگی...." اتنے بڑے الزام پر وہ تلملا کر رہ گئی تھیں۔

"تم سوتیلی ماؤں کی طرح اس کی خوشیوں کی راہ میں کانٹے کیوں بچھا رہی ہو کیوں اس کے ارمانوں کو کچل کر ارمانوں کا محل تعمیر کرنے کی ٹھان رکھی ہے۔ یہ ہے تمہاری محبت اور ممتا کہ اسے کئی دنوں سے پریشان کر رکھا ساری زندگی کسی کی اولاد والدین کے بنائے ٹریک پر نہیں چل سکتی۔ شعور و آگہی کے ملتے ہی ہر ذی نفس اپنی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چوائس سے زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ فرہاد نے بھی ایسا ہی کیا تو اس میں غلط کیا ہے؟"

احتشام صاحب کا پروقار اور تمکنت سے بھرپور انداز بڑا دبنگ تھا۔

ثمر بیگم جھنجلا کر چپ ہو گئی تھیں وہی مرغے کی ایک ٹانگ تھی کہ آزادی حقوق کی پاسداری کرنی ہے جبکہ ان کی لغت میں اولاد کے لیے ایسی کوئی آزادی نہیں تھی جو انہیں ماں کے تسلط کے خلاف لے جائے۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اور فرہاد کو میری پسند ناپسند کا کوئی خیال نہیں اگر میں نہ بھی جاؤں تو بھی آپ جائیں گے اکیلے۔"

ثمر بیگم کی جھنجلاہٹ اب بے بسی کا رنگ اختیار کر گئی تھی انہوں نے شکستہ لہجے میں پوچھا۔

"اکیلا کیوں۔ بابر جا رہا ہے میرے ساتھ اور زونیرہ بھی' آخر کو اس گھر کا بڑا بیٹا اور بڑی بہو موجود ہیں یہاں مجھے اکیلے جانے کی کیا ضرورت ہے۔"

انہوں نے جس اطمینان سے جواب دیا ثمر بیگم بوکھلا کر بابر کو دیکھنے لگیں جس کی حمایت انہیں ہمیشہ حا... رہی تھی۔

"پلیز ماما معاملے کو سلجھانے کی کوشش کریں۔ پاپا کا کہنا ٹھیک ہی تو ہے کہ جو حق مجھے ملا وہ ان دونوں کو بھی جانا چاہیے۔ ویسے بھی فرہاد کی چوائس کوئی بری نہیں اچھی ریزن ایبل لڑکی ہے ساتھ ہی ہماری کزن ہے۔ اسلم کزن ہی سہی۔ سوائے آپ کی ناپسندیدگی کے اس کی فیملی میں کوئی برائی بھی نہیں' پھر کیوں خواہ مخواہ کا جھگڑا کر کے گھر کا ماحول خراب کیا جائے۔"

بابر نرمی سے مسکراتا ثمر بیگم کا ہاتھ تھامتے ہوئے اپنے اسی لہجے میں کہہ رہا تھا جس کی بدولت آج تک ثمر اس کی مانتی آئی تھیں۔

"تو تم یہ سمجھتے ہو کہ میں خواہ مخواہ ماحول خراب کر رہی ہوں۔" بابر کا ہاتھ جھٹک کر غصے میں کہتے ہوئے وہ کھڑی ہو گئیں۔

"پلیز ماما جسٹ کول ڈاؤن۔ میرے کہنے کا مطلب ہرگز یہ نہیں تھا۔ میں تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ فرہاد ہمیں عزیز ہے اس لیے اس کی خواہش بھی ہمیں عزیز ہونی چاہیے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے آنٹی۔"

تب اسی لمحے زونیرہ بھابھی اندر داخل ہوتے ہوئے ہمت کر کے بولیں تو ثمر بیگم اس طرح پانسہ پلٹنے پر حیران سی رہ گئیں۔

"فرہاد بھائی کی چوائس واقعی اچھی ہے۔ زوہا بہت ملنسار' پر خلوص اور regard دینے والی لڑکی ہے۔ ثنا میری کزن ہے لاکھوں میں ایک ہے مگر فرہاد بھائی اور اس کی نیچر میں بہت فرق ہے جبکہ زوہا جیسے مزاج کی ہے اس لیے دونوں ایک دوسرے کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔"

احتشام صاحب کے اشارے پر زونیرہ نے بات بڑھاتے ہوئے کہا اور ثمر بیگم کے پاس آ بیٹھیں تو وہ گہرا سانس بھر کر رہ گئیں۔

"ہوں۔ تو گویا تم سب کی یہی خواہش ہے۔" کافی دیر کمرے میں دبیز خاموشی حائل رہنے کے بعد ثمر بیگم کا پاٹ دار کھردرا لہجہ گونجا تو سب نے تائیدی نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔

"مگر تمہاری خوشی کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔" احتشام صاحب نے سگار سلگاتے ہوئے اعتماد سے لقمہ دیا تو ثمر بیگم انہیں دیکھ کر ایک ثانیے کے لیے رکیں اور پھر گویا ہوئیں البتہ لہجے میں کدورت اور تلخی انتہا کی تھی۔

"ٹھیک ہے میں بھی چلتی ہوں۔ سفینہ لاج اپنے بیٹے کی خوشی پوری کرنے کے لیے۔"

"او تھینکس ماما۔"

بابر جیسے خوشی سے کھل گیا زونیرہ اور احتشام صاحب بھی مسکرا رہے تھے تاہم احتشام صاحب نے بہت غور سے ثمر بیگم کی آنکھوں میں جھانکا تھا جہاں مسرت اور شادمانی کی بجائے عجیب انجانی سی چمک نظر آ کر معدوم ہو گئی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ار کے ہنسنے پر وہ ذرا سا مسکرائی تھیں۔

"اوہ تھینکس آنٹی۔ بلیو می بہت اچھا فیصلہ ہے آپ کا جب آپ زوہا سے ملیں گی تو آپ کو پتا چلے گا کہ کتنی ائس لڑکی ہے وہ۔"

زونیو کی برین واشنگ بہت اچھی کی گئی تھی کچھ یہ بات بھی تھی کہ زوہا سے وہ حقیقتاً متاثر ہوئی تھیں۔ صہیب کے نکاح والے روز اس سے پہلی ملاقات ہی زونیو پر کافی اثر چھوڑ گئی تھی۔

"چلو اس مجنوں کو یہ خبر سناتے ہیں۔"

بابر فرط مسرت سے کہتے ہوئے اٹھے تو زونیو بھی شوخی سے ہنستی باہر چلی گئیں ان دونوں کو خوشی سے ہنستا مسکراتا جاتا دیکھ کر احتشام صاحب نے بے ساختہ ثمر بیگم کی طرف نظر پھیری۔

"تھینک یو سو مچ ثمر۔ تم نے میرا مان رکھ لیا۔"

سگار ایش ٹرے میں بجھا کر وہ ان کے پاس چلے آئے تھے سالوں کی رفاقت میں پہلی بار انہیں ثمر کا یوں جھکنا بہت اچھا لگا تھا۔ ان کا ہاتھ تھپتھپا کر مطمئن مسکراہٹ سمیت وہ کہہ رہے تھے کہ ثمر بیگم نے سنجیدگی سے نظریں اٹھائیں۔

"مگر آپ نے میرا مان توڑ دیا احتشام مجھے میری نظر اور میرے بچوں کی نگاہ میں بے وقعت کر دیا یہ ثابت کر دیا کہ بحیثیت ماں میں ان کے لیے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی۔" وہ بہت شاکی لہجے میں کہہ رہی تھیں احتشام صاحب بلبلا سے گئے۔

"بلیو می ثمر میرا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا اور نہ ہے تم یہ بات دل سے نکال دو کہ تم اپنی اولاد کی نظر میں بے وقعت ہو گئی ہو ابھی جا کر فرہاد کے چہرے سے خوشی پڑھو خود جان لو گی کہ اس کی بڑھتی ہوئی مسرت کے ساتھ ہی تمہاری بدولت عزت اور احترام کتنا بڑھ گیا ہو گا سب کے دل میں خصوصاً میرے دل میں۔" وہ خوشی اور سرشاری سے بوجھل لہجے میں بولے تو ثمر بیگم کے لبوں پر بے ساختہ سا تبسم ٹھہر گیا۔ البتہ دل سے وہ کدورت نکل نہیں سکی جو "سفینہ لاج" کے لیے سالوں سے رقم تھی۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتیں احد شور مچاتا فرہاد کو کھینچ کر اندر لے آیا۔

"کیا یہ سچ ہے ماما یا بھابھی مذاق کر رہی ہیں۔" احد کی شوخی اور فرہاد کی خوشی عروج پر لگ رہی تھی ثمر بیگم نے گہری نظروں سے فرہاد کو دیکھ کر دھیرے سے اثبات میں سر ہلایا تو احد نے نعرہ مارا اور فرہاد سے لپٹ گیا۔ جبکہ اس کی نظریں ماں کی طرف مرکوز تھیں جو نہایت خاموشی سے اس کے چہرے پر کھلتے رنگ دیکھ رہی تھیں۔ بالآخر وہ اس سے الگ ہو کر ان کے پاس چلا آیا۔ اس وقت کچھ کچھ نروس اور بے یقین سا فرہاد انہیں یکدم اتنا معصوم لگا کہ بے اختیار اس کے بالوں پر ہاتھ پھیر کر ماتھا چوم لیا۔

"میں خوش ہوں بیٹے صرف اس لیے کہ تم خوش ہو۔"

باوجود کوشش کے سنجیدگی ان کے لہجے سے جھلک گئی تھی ایسی سنجیدگی جس میں بے زاری تو نہ تھی البتہ قلبی مسرت کا بھی شائبہ نہ تھا فرہاد نے قدرے گہری نظر سے ماں کی طرف دیکھا جن کی آنکھوں میں ہلکی سی آمادگی کا تاثر تھا گویا یہ سب انہوں نے باول نخواستہ صرف اس کی خوشی کے لیے کیا ہو۔

"اوہ۔" وہ سانس بھر کر رہ گیا۔

کچھ کہنے کی کسر احد نے چھوڑی نہ تھی خوب ہنس بول کر ہنگامہ کیا حتیٰ کہ ثمر بیگم بھی مسکرانے پر مجبور ہو گئیں۔

دل راضی نہیں ہو رہا تھا مگر فرہاد سمیت سب کو خوش دیکھ کر اطمینان ضرور ہوا۔

● ● ●

"اف یہ کیا کہہ رہے ہیں فرہاد بھائی۔"

صہیب ان سب کے آنے کی خبر سن کر بوکھلا گئی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ٹھیک کہہ رہا ہوں اب تم ذرا اپنے اوسان قابو میں رکھ کر میری بات سنو۔"

فرہاد نے بے حد سرشاری سے کہتے کہتے سنجیدگی طاری کی تو وہ جو حیرت کے سمندر میں غوطہ زن تھی بمشکل دھیان اس کی طرف لگا سکی جبکہ ذہن اب تک "بھلا یہ کیسے ہو گیا؟" میں ہی اٹکا ہوا تھا۔

"جی جی کہیے میں سن رہی ہوں۔"

"تم ایک کام کرو وہ یہ کہ دادی جان کو ساری صورتحال بتا دو۔"

"کیا۔۔۔؟۔"

فرہاد کے کہنے پر وہ یوں دھاڑی کہ اسے ریسیور کانوں سے دور کرنا پڑا۔

"جانتے ہیں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں دادی جان سے ساری بات کہوں اور وہ بھی میں! اتنی ہی پتلی گردن نظر آ رہی ہے آپ کو میری۔"

باوجود تمام تر اعتماد کے صبیحہ گھبرا گئی تھی چھوٹی چھوٹی باتیں منوانا اور بات تھی جب کہ یہ تو بہت بڑا فیصلہ اور اہم معاملہ تھا اسے معلوم تھا کہ اگر امی کو بھنک بھی پڑ گئی تو دادی جان سے زیادہ وہ ہی سنا دیں گی اسے جب ہی گھبرائے لہجے میں شکوہ کیا۔

"کم آن صبیحی میں کوئی تمہیں سیاچن بھیج رہا ہوں جو کانپنے لگی ہو۔"

وہ ہنس رہا تھا اور حیران بھی تھا کہ صبیحی جیسی لڑکی بھی ڈر سکتی ہے۔

"یہ محاذ اس سے کم بھی نہیں امی کو پتا چلا تو جان لے لیں گی میری۔"

"تو تم اپنی عزیز کزن اور دوست کے لیے اتنا بھی نہیں کر سکتیں بہنیں تو بھائیوں کے لیے دونوں جہان کی دولت لٹا دیتی ہیں جب کہ تم پہلے مقام پر ہی تھک گئیں۔"

فرہاد نے طنزاً کہنے کی کوشش کی جو کہ کامیاب ہوئی جب ہی وہ بھڑک اٹھی تھی۔

"جی نہیں میں کوئی تھکی نہیں ہوں۔"

"رکی تو ہو۔" فرہاد نے چھیڑا۔

"آگے دادی جان کے ساتھ ساتھ امی اور تمام گھر والے ہیں۔"

وہ یکدم بے بسی سے بولی تو فرہاد کو ہنسی آ گئی۔ مسکرا کر بولا۔

"تو پیچھے میں اور زوہا ہیں فیصلہ کر لو۔"

"یعنی آگے کنواں پیچھے کھائی۔" اس نے بے چارگی سے کہا۔

"ہوں اور بیچ میں صبیحی علی پھنس آئی۔"

فرہاد بہت اچھے موڈ میں تھا گھر کا محاذ پر ہونا کل تک ناممکن نظر آ رہا تھا مگر آج جیسے سارا جہاں خوشیوں کے نور سے منور ہو گیا تھا۔

"مگر۔" وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس نے ٹوک دیا۔

"اگر مگر کچھ نہیں بس تم یہ بات دادی جان تک پہنچا دو اور اگر خود ایسا نہ کر سکو تو مجھے بتاؤ میں بات کر لیتا ہوں"

"کوئی ضرورت نہیں ان سے کچھ کہنے کی۔ شرم تو نہیں آئے گی خود سے کہتے ہوئے۔" وہ جھلائی تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"کیا کروں بغیر بہن کا بھائی ہوں۔ ایسا تو کرنا ہی پڑے گا۔" فرہاد نے اسے پھر چھیڑا۔

"اچھا میں بات کرتی ہوں دادی جان سے۔"

مرے مرے لہجے میں کہہ کر اس نے فون رکھ کر ساتھ بیٹھی زوہا کو دیکھا جو حیرت اور پریشانی کا مرقع بنی اس کا ضبط آزما رہی تھی۔

● ● ●

"اس کو کہتے ہیں کہ نیت صادق ہو تو منزل مل ہی جاتی ہے۔" یونیورسٹی کی کینٹین میں بیٹھا کولڈ ڈرنک سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ا انداز ہوتا احد بڑے مزے سے بولا تو شرمین اور زارا ہنس پڑیں۔

"تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تمہاری نیت ہی صادق نہیں۔"

زارا نے معنی خیزی سے جوابا" کہا تو اس نے برا سا منہ بنالیا۔

"مجھے تو کبھی کبھی لگتا ہے جذبے صادق نہیں۔"

"رت کرو بھائی۔ ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں۔" زارا نے ہنس کر بظاہر ہمدردی سے تسلی دی۔

"مگر فی الحال یونیورسٹی کے امتحان کی خبر لے لیں آپ دونوں، پروفیسرز اگلے ہفتے ٹیسٹ لینے کے موڈ میں لگ رہے ہیں۔"

شرمین فوراً سیریس بن گئی جیسے کچھ سنا ہی نہ ہو اور ان دونوں کی توجہ کسی اور جانب مرکوز کرنی چاہی۔

"بس کرو تم شرمین ہاں تو احد تم کیا بتا رہے تھے کہ فرہاد بھائی کا پرپوزل لے کر جا رہے ہو تم لوگ۔"

زارا کی دلچسپی اب تک پچھلے قصے میں تھی اس نے شرمین کو ڈپٹ کر دوبارہ سے تذکرہ چھیڑا۔

"ہاں انشاءاللہ آج ماما وغیرہ جائیں گے اسی لیے تو میں کہہ رہا تھا کہ اس کو کہتے ہیں منزل کا ملنا۔" وہ ہنس کر بولا تو زارا نے بھی تائیدی انداز میں سرہلا دیا۔

"میرا تو خیال ہے کہ تم بھی آنرز کمپلیٹ کر کے اپنے بھائی کے ساتھ بزنس کر لو۔ خوامخواہ ماسٹرز تک کا انتظار نہ کرو تو بہتر ہے کیونکہ تمہیں ہے جلدی سوار اور ادھر بھی۔" معنی خیزی سے آنکھوں کو شرمین کی طرف جنبش دی۔

"ایک کے بعد ان کا ہی نمبر ہے۔ اچھا ہے خس کم جہاں پاک ہوگا۔"

مزے سے ہاتھ جھاڑ کر بولتے ہوئے وہ یکدم شرمین کی سخت نظروں کی گرفت میں آگئی تھی جبکہ احد ہنسنے لگا

● ● ●

کہنے کو تو اس نے دادی جان سے سب کچھ کہہ دیا تھا مگر اب دل ایسی رفتار سے دھڑک رہا تھا جیسے منٹوں میں پسلیاں توڑ کر باہر آجائے گا۔

کمرے کا سکوت اور دادی جان کی خاموشی اس کی جان پر بنائے دے رہی تھی نظریں پیروں پر جمائے وہ یوں بیٹھی تھی جیسے اشارہ ملتے ہی بھاگ کھڑی ہوگی، ساری بہادری آج ہوا ہو گئی تھی۔ دادی جان شاید اس کے ضبط کا امتحان لے رہی تھیں، چپ ہی سادھ لی تھی۔

چند ثانیے گزرنے پر بھی ان کی خاموشی نہ ٹوٹی تو اس نے ڈرتے ڈرتے نظر اٹھائی اور جھکالی وہ اسے ہی دیکھ رہی تھیں البتہ آنکھوں میں سوچ کی جو پرچھائیاں نظر آرہی تھیں اس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اسے دیکھ کر بھی نہیں دیکھ رہیں۔

"اور کچھ کہنا ہے تمہیں۔"

اس کا اضطراب اور بے چینی ان سے مخفی تو نہ تھی بالآخر قطعی سپاٹ لہجہ میں سوال کیا۔

صہیبہ کے لیے یہ لہجہ نیا تھا گھبراہٹ اس کے چہرے سے مترشح تھی سفینہ بیگم نے اسے ایک نظر دیکھا تو وہ نفی میں گردن ہلی۔

"نہیں جی نہیں۔" نفی میں گردن ہلی۔

"ٹھیک ہے تو پھر تم جاؤ۔"

"جی جی۔"

(یعنی اور کچھ نہیں پوچھا ڈانٹا بھی نہیں۔ خدایا) حیرت سے اس کی بڑی بڑی آنکھیں مزید کشادہ ہو گئی تھیں۔ بے ساختہ سوال کر ڈالا۔

"ہاں بس جاؤ۔"

سنجیدگی اور بردباری سے اس کی طرف دیکھ کر انہوں نے حتمی لہجے میں کہہ کر تسبیح ہاتھ میں لے لی گویا جانے کا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صاف اشارہ تھا۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں وہ فوراً باہر نکل گئی۔

"یا اللہ کیا یہ واقعی سچ ہے یا کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے میں نے۔۔۔" کمرے تک آتے آتے اس کی حالت ناگفتہ بہ ہو چکی تھی۔

وہ تو دادی جان کا ہر متوقع سوال کا جواب سوچ کر گئی تھی۔ مگر جاتے ہی سب کچھ ذہن کی سلیٹ سے مٹ گیا وہ تو شکر ہوا کہ انہوں نے کوئی سوال نہیں کیا۔

"خیریت کیا کتے پیچھے لگ گئے ہیں۔"

مدحت اسی لمحے اندر آئی تھی بے ساختہ بولی۔ جواباً وہ اوسان بحال کرتے ہوئے اسے گھورنے لگی۔

"بہت فضول بولتی ہو تم۔۔۔ یہ بتاؤ زوہا کہاں ہے۔۔۔"

"نیچے لاؤنج میں ہے چچی جان کے پاس۔ اور ہاں سنو امی بلا رہی ہیں تمہیں۔۔۔"

مدحت نے جواب دے کر پیغام دہرایا۔

"کیوں۔۔۔؟" وہ چونکی۔

"پوچھیں گی کہ اتنی دیر سے دادی جان کے کمرے میں کیا کر رہی تھیں۔ یقیناً ان کا دماغ چاٹ رہی ہو گی۔۔۔"

"بکو مت۔۔۔ ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔"

گھبراہٹ بے ساختہ اس کے لہجے سے جھلکی تھی۔ مدحت نے ذرا کی ذرا اس کی طرف دیکھا اور خاموشی سے آگے بڑھ گئی مگر اس پر امی کی تفتیش کی ٹینشن سوار ہو چکی تھی۔ لہٰذا جس لمحے نیچے آئی زوہا نے فوراً اس کی طرف دیکھا پھر دوبارہ سر جھکا کر قیمہ کی کٹنگ کرنے لگی۔

"جی امی۔۔۔ آپ بلا رہی تھیں۔۔۔"

مرے مرے لہجے میں بولتی وہ وہیں چلی آئی زوہا کی آنکھوں میں استفسار مچل رہے تھے مگر اس وقت کہنے کا موقع نہ تھا۔

"ہاں۔۔۔ کہاں تھیں تم۔۔۔"

پالک کے پتے کاٹتے ہوئے ان کا سوال بھی کاٹ دار تھا۔

"دادی جان کے پاس۔۔۔"

"دس بار منع کیا ہے۔ مت کیا کرو ان سے الٹی سیدھی باتیں۔ اپنی ہم عمروں میں کیوں نہیں بیٹھتی ہو تم۔۔۔"

ان کی ڈانٹ کا آغاز ہو چکا تھا۔

"ہلیو امی۔ میں نے کوئی فضول بات نہیں کی۔ میں انہیں مہمانوں کے بارے میں بتا رہی تھی۔"

اس کے اوسان اب تک بحال نہیں ہو سکے تھے لہٰذا بے خیالی میں سچ زبان سے پھسل گیا تو زوہا گھبرا کر اپنا ہاتھ قینچی سے کاٹ بیٹھی۔

"یا اللہ۔۔۔"

اس کی چیخ کے ساتھ ہی چچی جان اور امی بے ساختہ اس طرح متوجہ ہو گئیں اور یوں "مہمانوں" سے متعلق تفصیل پوچھنے کا کسی کو خیال نہیں رہا۔

زوہا کے ہاتھ کی ڈریسنگ کر کے وہ اسے اپنے کمرے میں لے آئی۔ ایک سنانے اور دوسری سننے کو مشتاق تھی لہٰذا دروازہ لاک کر کے جلدی سے اس کے پاس آ بیٹھی۔

"کیا ہوا دادی جان نے کیا کہا تم سے۔"

"کچھ بھی نہیں۔۔۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟"

اس نے جواباً اسے تفصیل سنا ڈالی۔

"اوہ تو گویا دادی جان کے فیصلے کا تمہیں اندازہ بھی نہیں ہوا۔۔۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لاہا کا دل جیسے ڈوب کر ابھرا تھا۔

"نہیں۔۔۔ بلکہ ابھی کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہوگا۔ لہٰذا خاموشی سے دیکھتی جاؤ کہ کیا ہوتا ہے۔"

"اوہ میرے خدا۔۔۔"

لاہا حسب عادت سر تھام کر بیٹھ گئی تھی صورت حال ایسی تھی کہ صہیبہ نے بھی کوئی دلاسہ دینا ضروری نہیں سمجھا کیونکہ وقت کیا چال چلنے والا تھا اس کا دونوں کو نہ علم تھا نہ اندازہ۔۔۔

• • •

"ابی تو اس بار کچھ زیادہ ہی ناراض ہو کر گئے ہیں۔ پلٹ کر خبر ہی نہیں لے رہے۔۔۔" رات کو وہ اور شرمین لان میں ٹہل رہی تھیں جب اس نے کہا۔

"کون سی نئی بات ہے۔ ابی کی خفگی کا گلیشیئر اتنی آسانی سے پگھلنے والا نہیں ہوتا۔ ان کی نیچر ہی ایسی ہے کہ جب تک مخالف کی ناک سے لکیریں نہ کھنچوالیں ان کی انائیت تسکین نہیں پاتی۔"

شرمین کا تبصرہ حسب سابق تلخ تھا لہٰذا وہ چپ ہو کر کچھ سوچنے لگی۔

"خیریت ہے تمہیں کیونکر خیال آیا ان کا۔۔۔"

کچھ دیر بعد اس کی خاموشی محسوس کر کے شرمین نے سوال کیا۔

"ہوں۔۔ بس ایسے ہی۔۔۔"

وہ ذرا سی چونکی پھر شانے اچکا کر بے فکری ظاہر کی جبکہ سمعان کا یہ کہنا کہ "آپ کے فادر واپس آجائیں تو مجھے بتائیے گا۔" آج کل ایک سوال بن کر اس کی آنکھوں میں ٹھہر گیا تھا' روز وہ اسی استفہامی نظروں سے اسے دیکھتا تھا اور وہ نظر جھکا لیتی۔ وجہ یہی تھی کہ ابی واپس آئے نہیں تھے اور کانٹیکٹ بھی نہیں کیا تھا۔

البتہ ابزد فون پر ہر تیسرے چوتھے دن ان کی خیریت سے مطلع کر دیتا تھا۔ اپنے گھر والوں کو حقیر ثابت کرنے کا ابی کا یہ پرانا طریقہ تھا۔ غالباً" اسی لیے گھر سے باہر والے لوگ ان پر حاوی رہے جس کے باعث خصوصاً" زرمین کی طبیعت میں قدرے بزدلی آتی چلی گئی تھی۔۔۔

"ویسے یہ "بس ایسے ہی" کا استعمال تم نے رسماً" کر لیا ہے ورنہ بات کچھ اور ہے۔ میں فیل کر رہی ہوں کہ تم ابی کا انتظار کرنے لگی ہو۔ خیریت تو ہے ڈیئر یہ "ویٹنگ روم" میں بیٹھنے کی عادت کب سے ڈالی تم نے۔۔۔"

شرمین بھی تاڑنے والی نظر رکھتی تھی فوراً" پکڑ لیا۔

"کم ان شرمین۔ تم تو پر کا پرندہ بنانے لگتی ہو۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ابی کو ہم سب ہی مس کرتے ہیں۔ اگر میں نے تذکرہ کر دیا تو کیا ہوا۔ سچ کہو کیا تم ان کی کمی کو محسوس نہیں کرتیں۔۔۔؟"

اس نے قصداً" سمعان کا ذکر کرنے سے گریز کرتے ہوئے سوال داغا تو شرمین سنجیدگی سے سر ہلاتے ہوئے بولی۔ "ہاں۔۔ وہ تو ہے مگر ہم نے آج تک ابی کے جانے کی دعائیں مانگی ہیں آنے کی نہیں 'غالباً" اس لیے کہ ان کی وجہ سے گھر میں ہمیشہ کشیدگی بڑھتی ہے۔ یہ بڑی تکلیف دہ حقیقت ہے مگر یہی سچ ہے۔ لہٰذا آج تمہارے اس طرح ابی کا ذکر چھیڑنے سے میں سمجھی کہ تمہیں شاید کچھ بھنک پڑ گئی ہے۔"

بات ایسی تھی کہ وہ لامحالہ چونک پڑی۔

"کیا مطلب۔۔۔ کس بات کی بھنک۔۔۔"

رک کر بے ساختہ اس کا استفسار کرنا شرمین کو ہنسا گیا۔

"مائی ڈیئر۔۔۔ آپ کیا سمجھتی تھیں کہ ابزد صاحب کے شکنجہ خوف سے آزاد ہونے کے بعد آپ کو کھلی فضاؤں میں اڑان بھرنے دی جائے گی۔ نہیں عزیزم امی جی نے آپ کے لیے اب آنے والے پرپوزل کی جانچ پڑتال شروع کر دی ہے۔۔۔ کل خالہ جان سے بات کر رہی تھیں وہ تمہارے لئے۔۔۔"

شرمین کی خبر غیر مستند نہیں ہو سکتی تھی بے اختیار سمعان کا خیال آیا جو کہ ابی کی واپسی کا منتظر تھا جبکہ یہاں امی جی نے اکیلے ہی فیصلہ کرنے کی "خو" دوبارہ اپنالی تھی۔ گویا اس بار بھی جنگ یقینی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اوہ تو پھر اب کیا ہو گا۔۔۔" وہ خود کلامی کے سے لہجے میں بولی تو شرمین دو قدم آگے چل کر پلٹ آئی۔
"اب وہی ہو گا جو منظورِ والدین ہو گا۔ ویسے تم اپنی رائے کا اظہار ضرور کرنا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔
اس کے شانوں پر نرمی سے ہاتھ رکھتے ہوئے شرمین بولی تو وہ خالی نظروں سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

● ● ●

آج کئی دن کے بعد وہ چھٹی والے دن گھر پر تھا۔ بی بی جان نے تو اس بار سختی سے وارننگ دے دی تھی کہ اگر اس چھٹی کو بھی اسے آفس کی نذر کیا تو وہ اس کا آفس جانا ہی بند کر دیں گی۔
لہٰذا حکمِ حاکم مرگِ مفاجات کے مصداق آج وہ گھر پر موجود تھا۔ بی بی جان کے بلانے پر جس وقت وہ ان کے پاس آیا وہ سیف کھولے جانے کیا کیا نکال کر باہر رکھ رہی تھیں۔
"خیریت بی بی جان۔۔۔ یہ سب کیا ہے؟"
قدرے حیرت سے سامنے رکھے زیوروں کے ڈبوں کو دیکھ کر وہ سوالیہ انداز میں بولا۔
بی بی جان مسکرا دیں۔
"ارے بھئی یہ سب زیورات صہیبہ کے لیے ہیں۔۔۔"
"یہ سب۔۔۔؟"
اب کے حیرت مزید بڑھ گئی۔
"ہاں۔ کچھ میرے تھے اور کچھ نئے بنوا کر رکھے تھے تمہاری دلہن کے لئے۔"
وہ ہنس کر ایک ایک سیٹ کو تنقیدی نظروں سے دیکھتی ہوئی بولیں۔
"مگر یہ تو بہت زیادہ ہیں۔ اگر ایک بار پہننے کی کوشش کی تو صرافہ بازار کا اشتہار لگنے لگے گی۔۔۔"
وہ مسکراتے ہوئے بولا تو بی بی جان محبت سے مسکرا دیں۔
"تو بیٹا ایک وقت میں اتنا لادنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔۔۔ ویسے بھی آج کل کی لڑکیاں طلائی زیورات پہنتی کتنا ہیں۔ ایک انگوٹھی ڈال لی اور ایک سیٹ۔ کانوں میں آرٹیفیشل میچنگ کی چیزیں۔ لو جی سنگھار مکمل۔۔۔
"تو اچھا ہی ہے نا۔۔۔ آج کل ڈکیتی کی وارداتیں بھی تو کتنی ہو رہی ہیں۔ بہتر ہے کہ نہ ہی پہنا جائے خوامخواہ کی نمائش۔۔۔"
اس نے قصداً انہیں چھیڑنے کو کہا۔
"تو۔۔۔ تمہیں یہ سب نمائش لگ رہا ہے جبکہ میں تو تمہاری اور صہیبہ کی مشترکہ پسند سے کچھ اور بھی لینے جا رہی تھی۔۔۔"
بی بی جان اس کی بات پر سنجیدہ ہو گئیں۔ مذاق سمجھ نہیں آیا تھا ان کے۔
"کیا مطلب۔ مزید کچھ لینا ہے آپ کو۔ کہیں دو دو لانے کا ارادہ تو نہیں آپ کا۔۔۔"
اس نے گھبرانے کی بھرپور اداکاری کی۔
"کیا دو دو۔۔۔ میں سمجھی نہیں۔۔۔"
"دو دو۔۔۔ بہوئیں بی بی جان۔۔۔ کتنی بھولی ہیں آپ بھی۔۔۔"
وہ وضاحت کرتے ہوئے شوخی سے انہیں دیکھ کر بولا تو وہ بات سمجھ کر ہنس پڑیں۔
"چل بے وقوف۔۔۔ بیٹا ایک ہے تو بہو بھی ایک ہی ہو گی۔۔۔"
"مگر شرع میں تو چار کی اجازت ہے۔۔۔"
وہ پھر شرارتی انداز میں گویا ہوا۔
"بشرطیکہ مساوات قائم رکھ سکو۔ نہیں تو ایک ہی بہتر ہے۔"
وہ قدرے سنجیدہ ہو گئیں تو اسے بھی مذاق ختم کرنا پڑا۔
"وہ کم آن بی بی جان۔ اتنی سنجیدگی سے میرے مذاق کا قتل نہ کیا کریں۔۔۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ان کے شانوں کے گرد اپنا مضبوط بازو حمائل کر کے وہ لاڈ سے بولا تھا۔

"تو بیٹا۔۔۔ یہ بھی خوب کہی۔ اچھا مذاق تھا۔۔۔ مگر حقیقت ہی ہے بیٹا عورت بہت کمزور اور حساس ہوتی ہے خصوصاً" اپنے شوہر کے معاملہ میں۔ صہیبہ نے یہی کچھ اپنی دادی کے ساتھ بھی دیکھا ہے تمہیں بہت خیال رکھنا ہے گا۔ ویسے تو مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ ایسا ہوگا نہیں۔ لیکن اگر زندگی میں ایسا کوئی موقع آئے تو یاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ' نے چار شادیوں کی اجازت ضرور دی ہے مگر سورہ نساء میں فرمایا کہ۔

"اگر برابری رکھ سکو تو ٹھیک ہے ورنہ ایک ہی کافی ہے۔۔۔"۔

"سمجھے۔۔۔"

ناصحانہ لہجہ یکدم سنجیدہ ہو چلا تھا۔ وہ بھی مبہم سے انداز میں سرہلا گیا۔

"تو پھر کیا خیال ہے چلیں کسی دن صہیبہ کی طرف اسے ساتھ لے کر جیولرز کے ہاں ہوتے آئیں گے۔۔۔"

اس کے خاموش ہونے پر انہوں نے خود موضوع بدل دیا۔

"ابھی جلدی بھی کیا ہے بی بی جان۔ پورے ڈیڑھ سال بعد شادی کا پروگرام ہے تو پھر ابھی سے یہ خریداری شروع کرنے کا فائدہ۔۔۔"

"معلوم ہے مجھے کہ ڈیڑھ سال بعد شادی ہے مگر جس حساب سے تم ہاتھ آتے ہو تیاری کے لیے ڈیڑھ سال بھی کم ہے۔۔۔"

وہاں جواب تیار تھا وہ جھینپ کر سر کھجانے لگا۔

"میں تو پریشان ہو گئی ہوں تمہارے معمول سے۔ آج اکیلے ہو اس لیے سب چلتا ہے مگر کل کو جب گھربار والے ہو جاؤ گے تو یہ لاپرواہی نہیں چلے گی' گھر کے لیے مرد عورت دونوں کو یکساں توجہ اور وقت دینا پڑتا ہے جبکہ تم ہو کہ تمہیں بزنس سے ہی فرصت نہیں ہے۔۔۔ آخر یاور صاحب اور اتنا بڑا عملہ کیا کرتا ہے۔"

بی بی جان کی جھنجلاہٹ عود کر آئی تھی پچھلے دنوں کا سارا غصہ ایک وقت میں نکال دیا۔

"اسٹاف تو کام کرتا ہی ہے مگر کسی نہ کسی ذمے دار شخص کو سپرویژن (SUPERVISION) تو کرنا ہی پڑتا ہے۔ رہ گئے یاور انکل تو وہ آج کل اسلام آباد میں ہیں۔"

اس نے بی بی جان کو تسلی کے لیے تفصیلاً" بتایا۔

"کیوں اسلام آباد میں کیوں۔۔۔؟"

"وہاں بھی وہ کام کرتے ہیں بی بی جان۔۔"

"بیٹا! کیا انہیں اپنے گھر کو وقت نہیں دینا ہوتا۔ آخر انسان کماتا کیوں ہے اس لیے کہ گھر کا سکون حاصل کر سکے اور جب گھر ہی چھوڑ کر پردیس میں رہنا پڑے تو فائدہ ایسی کمائی کا۔۔۔"

بی بی جان نے بڑی سادگی سے کہا تو وہ مبہم سا مسکرایا۔

"ہر ایک کے لیے گھر میں سکون نہیں ہوتا بی بی جان۔ بعض لوگ سکون کی تلاش میں گھر سے دور ہو جاتے ہیں۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟"

زیورات کے ڈبے بند کرتے ہوئے اس کی بات پر بی بی جان قدرے چونک سی گئیں اور سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"مطلب یہ کہ یاور انکل کی اپنے گھر میں دلچسپی نہ ہونے کے برابر ہے "غالباً" اس کی وجہ مسز یاور کا رویہ ہے۔ اس کی وجہ سے بچے بھی ان سے کھنچے کھنچے رہتے ہیں۔"

اس نے سنجیدگی سے تجزیہ کرتے ہوئے جواباً" کہا۔

"مگر بیٹا ان کی بیٹیاں تو بہت پیاری اور سلجھی ہوئی ہیں۔"

"ہاں وہ تو ہے مگر وہ یاور انکل سے کافی دور دور رہتی ہیں۔ خدا جانے کیوں؟ جبکہ انکل تو بہت نفیس آدمی ہیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اپنے گھر والوں کے اس رویے کی بنا پر ہی وہ گھر سے دور بھاگتے ہیں۔"

"مگر بیٹا یہ تو مسئلے کا حل نہیں۔ انہیں چاہیے کہ سب کے ساتھ رہیں انہیں سمجھیں اور ان کے مسئلے حل کرنے کی کوشش کریں تاکہ گھر کے ماحول کو متوازن بنایا جاسکے۔"

بی بی جان نے بڑی ہمدردی سے تجویز پیش کی تو ایزد سر ہلا کر ایک لمحے کے لیے رکا۔

"تو آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا انہوں نے کوشش نہیں کی ہوگی۔"

"ہاں بیٹا وہ تو ہے کون اپنے گھر کا سکون برباد کرنا چاہتا ہے۔ درحقیقت گھر بنانا بہت آسان ہوتا ہے مگر اسے بسانے اور آباد رکھنے کے لیے خون سے چراغ جلائے جاتے ہیں۔ یہ بہت باریکی اور سمجھ سے کرنے والا کام ہے قدم قدم پر سمجھوتے کرنے پڑتے ہیں اور اپنی انا کو کچلنا پڑتا ہے۔"

ان کا لہجہ تجربے کی گہرائی لیے ہوئے تھا جواباً" ایزد خاموشی سے سر جھکا کر رہ گیا۔

● ● ●

"سفینہ لاج" کے لیے آج کا دن حیرت اور تعجب کا پیغام لایا تھا۔ احتشام صاحب ثمر بیگم اپنے بڑے بیٹا اور بہو زونیو کے ساتھ ملنے آئے تھے۔ جتنی بھی حیرت کی جاتی کم تھا۔

"یا اللہ یہ سورج کہاں سے نکلا تھا آج۔"

سمرہ بھابھی کچن میں کھڑی جلدی جلدی ریفرشمنٹ ٹرالی سجاتے ہوئے کہہ رہی تھیں ہر کوئی اپنی جگہ انگشت بدنداں تھا۔

"واقعی۔ حیرت ہی حیرت ہے۔ "احتشام ولا" سے آج تک کوئی نہیں آیا تھا مگر اب یکدم تعلقات کی یہ تجدید مجھے تو گھبراہٹ میں مبتلا کر رہی ہے۔"

رخسانہ بیگم بھی اس وقت وہیں موجود تھیں فوراً" بولیں صہیبہ نے خاموشی سے نظریں چرالیں۔

اس کی والدہ بے خبر تھیں کہ اس سارے قصے کے پیچھے اس کا ہی ہاتھ تھا لہٰذا اس وقت جبکہ سب حیران تھے اپنی پریشانی چھپا نہیں پارہی تھی۔ کیونکہ ان سب کی یہاں آنے کی نوعیت اور جواز کا صرف اسے ہی علم تھا۔

زوہا تو کل سے سوچ سوچ کر پیلی پڑ گئی تھی اس وقت بھی ان لوگوں کی آمد کا سن کر اپنے کمرے میں بند ہو گئی تھی۔

ڈرائنگ روم میں تمام بزرگ موجود تھے اور جونہی رخسانہ بیگم ریفرشمنٹ کا سامان لے کر گئیں ساری نئی جنریشن لاؤنج میں نکل آئی۔

فوزیہ 'سمرہ بھابھی' آذر ساجد اور مدحت کے ساتھ وہ بھی وہیں آگئی تھی۔

"سچ مجھ سے تو یہ خبر ہضم نہیں ہو رہی۔ خیریت تو ہے کہیں جائیداد کی تقسیم کا مسئلہ تو نہیں چھیڑا جا رہا۔ آخر دادا جان خاصے ویل آف شخص ہیں۔"

آذر نے گفتگو کا انداز خاصے طنز سے کیا تھا۔

"تمہیں کیسے معلوم۔ تم ان کے پراپرٹی ڈیلر تھے کیا پہلے۔"

ساجد نے اس کی ہنسی اڑائی۔

"کم آن بھائیو! کیا فضول بحث میں پڑ گئے ہیں آپ لوگ۔ اس وقت تو اہم ترین سوال یہ ہے کہ کام خواہ کوئی بھی ہے وہ لوگ یہاں آئے ہیں۔ دادی جان احتشام انکل کی اسٹیپ مدر ہیں اس کے باوجود وہ ان کو کتنا Regard دے رہے تھے۔"

فوزیہ جتنی حیران تھی اتنی ہی ایکسائیٹڈ بھی تھی۔

مدحت نے ایک نظر غور سے صہیبہ کو دیکھ کر کہا تو اسے احساس ہوا کہ مدحت کو بھی اندازہ ہو گیا ہے کہ وہ لوگ کیوں آئے ہیں۔۔۔۔

"مگر بات اب بھی وہیں اٹک جاتی ہے کہ آخر کیوں۔ سالوں بعد یہ تجدید وفا کا آغاز کیوں کیا گیا ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اور اس کے بعد کا اہم سوال یہ ہے کہ اب ہمارے بزرگ حضرات کا کیا رسپانس ہوگا۔ کہیں مزید تلخیاں نہ بڑھ جائیں۔"

سرہ بھابھی نے پُرسوچ انداز اختیار کیا۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ لوگ دا جان اور دادی جان کا patch up (مصالحت) کرانے کے لیے آئے ہیں۔"

ساجد نے بے ساختہ اور بے حد سادگی سے کہا تھا۔ جس پر سب نے بلا ارادہ "ہکومت" کا نعرہ لگا دیا تو وہ سہم کر چپ ہو گیا۔

"فضول باتیں کرنے سے گریز کیا کرو ساجد۔ اس سے بہتر ہے کہ تم خاموش رہو۔"

صبیحہ کے غصے کو ہوا مل گئی تھی اس بات پر۔ اس قسم کا مذاق اسے پسند نہیں تھا لہجے میں اس قدر تناؤ تھا کہ چند لمحے کے لیے سب چپ سے رہ گئے۔

"ارے یہ زوہا کہاں ہے۔ نظر نہیں آ رہی۔"

سرہ بھابھی کو یکدم خیال آیا تھا۔

"وہ محترمہ خاصی بزدل ہیں۔ کمرے میں بیٹھی ہول رہی ہوں گی۔"

ساجد نے مذاق اڑانے کے سے انداز میں کہا تو سب مسکرا دیے سوائے مدحت اور سرہ کے۔

نعیم بھائی ینگ جنریشن میں سب سے بڑے تھے لہٰذا اس وقت وہ بھی اندر تھے دادی جان نے کسی بہانے سے پھپھو کو بھی بلا لیا تھا آج۔

"بھابھی آپ جائیں نا اندر۔ جا کر دیکھیں تو کیا ہو رہا ہے۔"

فوزیہ کو کھدبد لگی ہوئی تھی بھابھی کو اکساتے ہوئے کہا۔

"نہ بابا مجھے تو معاف رکھو۔ مجھے فیملی پالیٹکس سے سخت ڈر لگتا ہے۔" انہوں نے فوراً" دامن بچایا۔

"بچ بچ بڑے افسوس کی بات ہے بھابھی۔ اتنی بزدل ہیں آپ۔" مدحت نے انہیں چھیڑا تو وہ مزے سے مسکرا دیں۔

"کیا بات ہے صبیحی تم اس قدر چپ چپ کیوں ہو۔ تمہیں تو آج کے دن بہت خوش ہونا چاہیے تھا۔ آخر کو ہمیشہ سے ان سب کی طرفدار رہی ہو۔"

بھابھی نے ہی اس کی "موجودگی میں گم شدگی" کو سب سے پہلے محسوس کیا۔

"اور کیا۔ آج تو تمہاری طرف سے مٹھائی ہونی چاہیے تھی۔"

آزر نے فوراً" مطلب کی بات کی۔

"میں خوش تو ہوں۔"

اس نے خود کو سنبھال کر پھیکی مسکراہٹ سے جواب دیا۔ اب ان سب کو کیا بتاتی کہ اس وقت وہ خود کو کمرہ امتحان میں بیٹھا محسوس کر رہی ہے۔

"ماشاءاللہ ایسی شکلیں ہوتی ہیں خوش ہونے والوں کی۔"

مدحت نے قصداً" سب کے ساتھ مل کر اس کا ریکارڈ لگایا۔

"میرا خیال ہے اپنی صبیحی کے آج کل سسرال سے فون نہیں آ رہے۔"

"ہوں۔ واقعی ایسا ہی لگتا ہے۔"

بھابھی نے سب کی توجہ اس کی طرف کر دی تھی اور اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی ڈرائنگ روم سے بھابھی کا بلاوا آ گیا تو وہ گھبراتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئیں مون کو فوزیہ کی گود میں دیا اور دوپٹہ سلیقے سے اوڑھ لیا۔

"جاؤں۔"

وہ کچھ نروس سی ہو رہی تھیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہاں بھئی جائیں۔۔۔ اور جلدی سے پتا کر کے آئیں کہ اندر کیا مذاکرات ہو رہے ہیں۔۔۔"

سب اپنی اپنی بولی بول کر انہیں بھیجنے میں بالآخر کامیاب ہو گئے مگر آدھا گھنٹہ گزرنے کے بعد بھی وہ واپس آئیں تو ساجد اور آذر بور ہو کر باہر نکل گئے۔

"توبہ ڈرائنگ روم نہ ہوا کوندا ہو گیا جو جاتا ہے لوٹتا ہی نہیں۔۔۔"

فوزیہ باقاعدہ چڑتے ہوئے ڈرائنگ روم کے دروازے کی طرف چل دی غالباً "کان لگا کر سننے کا ارادہ تھا۔

اس کے جاتے ہی مدحت صہیبہ کی طرف متوجہ ہوئی جس نے فوراً "نظریں پھیر لی تھیں۔ مگر مدحت نے کا ہاتھ تھام کر اسے متوجہ کر لیا۔

"بتاؤ صبی یہ سب کیا چکر ہے۔"

"کون سا چکر؟"

"یہی احتشام انکل کے آنے کا۔۔۔" مدحت جھنجلائی۔

"تمہیں اندازہ ہونا چاہئے۔"

اس نے مبہم سے جواب میں وضاحت کر دی۔

"کیا مطلب۔۔۔ کیا واقعی وہ لوگ زوہا کو پرپوز کرنے۔۔۔!"

"ہاں اسی لیے آئے ہیں۔ مگر سمجھ نہیں آتا کہ اب ہو گا کیا۔۔۔؟"

اس کی بات کاٹ کر صہیبہ نے بے ساختہ کہا اور پھر پریشانی سے اسے دیکھا جو اب تک استعجاب کا مرقع ہوئی تھی۔

● ● ●

سالوں سے ایک مخصوص روش پر چلنے سے اچانک کسی نئی راہ کی نوید سنائی جائے تو اسے قبول کرنا اتنا نہیں ہوتا کہ فوراً" ہی راستا بدل دیا جائے۔

سفینہ بیگم جانتی تھیں کہ ان کے بیٹوں اور بہوؤں کے لیے یہ بات قبول کرنا اتنا آسان ہرگز نہیں۔ غالباً" لیے انہوں نے پہلے سے تیاری کر رکھی تھی۔

بابر کی شادی پر وہ سب "احتشام ولا" گئے اور پھر صہیبہ کے نکاح پر وہاں سے سب "سفینہ لاج" شرکت لیے آئے تھے۔ پینتیس سال بعد کی یہ آمدورفت کافی اچھی رہی۔

یہی وجہ تھی کہ آج جب یہ لوگ بغیر کسی دعوت کے آئے تو سب ہی ٹھٹکے مگر چونکہ نوعیت کا علم نہیں تھا لیہاں کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے خوشدلی سے انہیں خوش آمدید کہا۔

لیکن اب جبکہ دادی کے کمرے میں ایک بار پھر میٹنگ ہو رہی تھی اس رشتے پر کوئی راضی ہوتا نظر نہیں تھا خصوصاً" انعام صاحب زوہا کے والد ہونے کے باعث یہ رسک لینے کو تیار نہ تھے کہ اسے ثمر بیگم کے تسلط دے دیا جائے اب پھر سگے اور سوتیلے رشتوں کا مسئلہ تھا۔

خوامخواہ معاملہ گمبھیر ہوتا جا رہا تھا۔ دادی جان پوتی کے دل کی خواہش سے واقف تھیں فرہاد سے بھی مل تھیں۔ اور اپنی عمیق نظروں سے اس کے جذبوں کو بھی جانچ چکی تھیں لہٰذا اس رشتے کی حامی ہونے میں کوئی مانع نہیں تھا۔

شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنی زندگی کی تلخیوں سے دوسری نسل کے جوانوں کو دکھ نہیں پہنچانا چاہتی مگر یہاں موجود سب نے ہی اس رشتے کے خلاف اپنے اپنے دلائل دیئے تو وہ چند ثانیے کے لیے رک گئیں بہت باوقار انداز میں گویا ہوئیں۔

"تمہارے اختلافات اپنے والد سے میری وجہ سے تھے۔۔۔ اور برحق تھے مگر اس سارے قصے میں احتشام قصور ہے یہی کہ وہ تمہارے والد کا بیٹا ہے۔۔۔ میں جانتی ہوں کہ سوتیلے رشتوں کو قبول کرنا آسان نہیں ہوتا مگر یہ تو سوچو کہ اپنی تیسری نسل کو اس قصور کی پاداش میں سزا کیوں دی جائے جو اس کے اسلاف نے کیے ہوتے فرہاد اچھا بچہ ہے میں ملی ہوں اس سے "وہ سب سے مختلف ہے اپنے گھر میں۔۔۔ اچھا منکسار" سلجھا ہوا لڑکا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

خوش نصیبی ہے' بیٹا انعام میں جانتی ہوں کہ تم اپنی بیٹی کو کتنا چاہتے ہو مگر یہ بھی سوچو کہ میں اس کا برا نہیں چاہ سکتی۔"

"پلیز امی جان میں نے ایسا کب کہا۔" انعام صاحب عاجزی سے بولے۔

"تو پھر میری صلاح مانو۔ ماضی کو بھول کر مستقبل کے لیے وسیع النظری سے سوچو۔ زوہا کا جوڑ بہت اچھا رہے گا فرہاد سے۔ وہ لوگ اتنی چاہ سے آئے ہیں انہیں خالی ہاتھ لوٹانا اچھا نہیں لگتا۔ دیکھو۔"

"اگر مگر کو چھوڑ دو بیٹا۔ زندگی کے فیصلے جذباتیت سے نہیں ہوشمندی اور عقل سے کیے جاتے ہیں۔ تم دونوں بہرحال والدین ہو حق رکھتے ہو فیصلہ کرنے کا مگر اتنا خیال ضرور رکھنا کہ آج کے بچے ہم سے پچھلے دنوں کا حساب ضرور مانگتے ہیں اس لیے بہتر ہے کہ مستقبل کے لیے نئی جہتیں اور سمتیں تلاش کی جائیں تاکہ آج کا مستقبل کل کا ماضی بنے تو اس پر سوال کرنے اور انگلی اٹھانے والے کے لیے ہمارے پاس ٹھوس دلائل موجود ہوں۔"

اپنی بات مکمل کر کے انہوں نے محفل گویا برخاست کر دی اور سب اٹھ کر باہر چلے گئے۔

● ● ●

کوئی بھی انقلاب اچانک نہیں آتا اس کے پیچھے سالوں کی زیر زمین اور بالائے زمین تحریکوں کی کوششیں کارفرما ہوتی ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ اس مسئلے کا حل بھی اتنی جلدی نہیں نکل سکتا تھا۔

بیگم انعام اور خود انعام صاحب اس رشتے سے مکمل طور پر مطمئن نہیں تھے لہٰذا معاملہ طول پکڑتا چلا گیا۔ جس قدر دن گزرتے جا رہے تھے زوہا اور فرہاد کی بے قراری عروج کو چھونے لگی تھی۔

اور یہی حال دا جان' احتشام صاحب اور صہیبہ کا بھی تھا' تینوں ہی بالواسطہ و بلاواسطہ اس معاملے میں جذباتیت کی حد تک انوالو تھے۔

● ● ●

ڈائننگ روم میں جس وقت صرف کانٹے اور چمچ چلنے کی آواز سنائی دے رہی تھی سفینہ بیگم کی آواز گونجی تو پچھلے کئی دنوں سے چھائی خاموش فضا ان کے فیصلے سے چیخ گئی۔

"میں نے زوہا کا رشتہ فرہاد سے طے کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے بہو۔ اگر کسی کو اعتراض ہے تو بتایئے۔"

جملہ تھا کہ بم۔ سب کے اوسانوں پر یوں گرا کہ چمچ ان کے ہاتھوں سے چھوٹ کر پلیٹوں میں جا گرے اور کمرے میں ایک چھناکے کے بعد خاموشی چھا گئی۔

● ● ●

"ماں کے سامنے بولنے کی کس میں جرأت تھی سب اپنی جگہ لب بستہ بیٹھے ہوئے تھے سفینہ بیگم نے تمکنت سے بھرپور انداز میں سب کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"کچھ کہنا چاہتے ہو انعام؟"

انعام صاحب کے چہرے کے تاثرات صاف بتا رہے تھے کہ وہ اپنی بیٹی کے مستقبل سے متعلق اس فیصلے پر متردد تھے کچھ ایسی ہی حالت زوہا کی والدہ رضیہ بیگم کی بھی تھی۔

"جی امی جان۔"

وہ مودب تھے مگر ساتھ ہی متفکر بھی۔ زندگی میں پہلی بار ان کے فیصلے سے اتفاق رائے نہیں ہوا تھا انہیں مگر صاف انکار کی بھی مجال نہیں تھی۔

"کہو میں سننا چاہتی ہوں تو کہ اس بارے میں کچھ دن پہلے بھی میں نے تم سب کو صحیح راستے کا تعین کرنے کے لیے بہت کچھ کہا تھا مگر شاید تم اب تک دل میں گنجائش نہیں پیدا کر سکے ہو۔"

"نہیں امی جان' بات ہمارے دلوں میں گنجائش کی نہیں اصل معاملہ تو یہ ہے کہ کیا زوہا کو احتشام ولا میں وہ عزت اور وقار مل سکتا ہے جس کی وہ حقدار بن کر جائے گی۔"

انعام صاحب نے انتہائی تشویش سے سوال کیا تو سفینہ بیگم خاموش رہ گئیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"کیونکہ ثمر بیگم کے تیور تو انتہائی خطرناک لگ رہے تھے غالباً" وہ آج بھی اپنے اور ہمارے درمیان تفاوت کو اہمیت دیتی ہیں۔ انہیں اپنے صاحب ثروت و اقتدار والے خاندان کا غرور اب بھی ہم سے بہت فاصلے پر رکھے ہوئے ہے۔"

انعام صاحب کے خاموش ہوتے ہی رضیہ بیگم بول پڑی تھیں۔

"میری بیٹی بہت سیدھی اور نرم طبع ہے۔ ثمر بیگم کا رویہ وہ برداشت نہیں کر سکتی اس گھر میں گھٹن کا شکار ہو کر رہ جائے گی۔"

رضیہ بیگم ماں تھیں ان کا دل قطعی راضی نہ تھا کہ بیٹی کو ایسے امتحان میں ڈالیں جس کا حتمی نتیجہ وہ ابھی سے دیکھ رہی تھیں۔

"دیکھو بیٹا ثمر جس خاندان سے تعلق رکھتی ہیں وہاں اس قسم کی باتوں کی بھی تو گنجائش نہیں ہوتی' ان کے خاندان میں پسند کی شادیاں کرلینے والوں تک کو قبول کر لیا جاتا ہے جب کہ یہ شادی تو باقاعدہ بزرگوں کے فیصلے کے تحت طے کی جا رہی ہے۔

رہ گئی بات ان کے تیوروں کی تو ساس بہو کے رشتے میں تناؤ تو کسی بھی گھر میں ہو سکتا ہے اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ "احتشام ولا" کی بجائے اگر اس کا رشتہ کہیں اور طے ہوا تو اس قسم کی رنجش کا احتمال نہیں ہوگا۔"

ان کا انداز مدلل اور بات اس قدر جامع تھی کہ سب قائل سے ہو گئے۔

"اور پھر اپنے اپنے ہی ہوتے ہیں اور کچھ نہ سہی احتشام علی تو اتنی چاہ سے مانگنے آئے ہیں تم نے دیکھا نہیں ان کی بہو نینو کتنے خلوص اور محبت سے ملی' فرہاد اور احد کی طبیعت بھی بہت اچھی ہے' بابر تو بھی میں نے دیکھا ہے اگر اچھے میں نہیں تو برے میں بھی نہیں ہے کسی کے' ایسے میں صرف ثمر بیگم کی وجہ سے اتنے اچھے رشتے کو رد کرنا کفر ہے۔

علی صاحب کی وجہ سے خونی رشتوں میں جو دراڑیں پڑ گئی ہیں انہیں محبت سے پر کرنے کا یہ بہت خوبصورت اور سہل طریقہ ہے احتشام علی نے بھی یہی سوچ کر ہمارے در پر دستک دی ہے سوال کیا ہے۔ سچ ہی تو کہتے تھے وہ کہ آخر ہم اپنی اولاد کو کیا عملی نصیحت کر رہے ہیں یہی کہ اسلاف کے عملی کا رد عمل آئندہ نسلوں تک جاری رہے۔"

سفینہ بیگم پوتی کے دل کی بات جانتی تھیں مگر اسے لبوں پر لانا قطعی غیر ضروری خیال کرتے ہوئے وہ معاملے کو موزوں اور مدلل طریقے سے حل کرنا چاہتی تھیں۔

"مگر امی جان کیا آپ کو یقین ہے کہ اس رشتے کو استوار کر کے پچھلے تمام رشتوں کی تجدید ہو جائے گی؟ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ حالات اس سے بھی بدتر ہو جائیں۔"

امتیاز صاحب تو دیر سے خاموش تھے کہ بہر حال یہ انعام صاحب کی بیٹی کا معاملہ تھا وہ ہی فیصلہ کرنے کا حق رکھتے تھے مگر بالآخر دل میں آئی بات زبان تک آ گئی تھی۔

"ہمیں اچھے اور بہتر مستقبل کی امید پر ہی فیصلہ کرنا چاہیے بیٹے' یوں بھی ایسے خدشے اور اندیشے تو ہر رشتے میں ہوں گے' محض "احتشام ولا" کے مکینوں سے ہی تو یہ رویہ متوقع نہیں ایسے حالات تو کہیں بھی کسی کے بھی ساتھ پیش آ سکتے ہیں۔"

انہوں نے پھر اسی وقار اور رسانیت سے جواب دیا۔

"یہ سب باتیں تو رب تعالیٰ پر چھوڑ دینی چاہئیں کہ آیا بچی وہاں خوش رہے گی کہ نہیں سوچنے والی بات تو یہ ہے کہ کیا واقعی لڑکے کی تعلیم' شخصیت' عادات و خصائل اور اخلاق و کردار لائق تحسین ہیں کہ نہیں' تو فرہاد کے معاملے میں تمہیں مثبت رائے ہی ملے گی۔

ویسے بھی زندگی لڑکے اور لڑکی کو گزارنی ہوتی ہے اور ہم آہنگی ہی سے زندگی بہتر گزر سکتی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ خوش رہ سکتے ہیں وہ آج کی نسل کے نمائندے ہیں انہیں ماضی کی رنجشوں

اور غیر ضروری خدشوں میں نہ الجھایا جائے تو بہتر ہے۔"

یک بیک ان کا لہجہ فیصلے کی آنچ سے سلگنے لگا تو اس کے بعد کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں ہوئی اور سفینہ بیگم خاموشی سے اٹھ کر کمرہ خالی کر گئیں تو سب ایک ایک کر کے اٹھ گئے۔

"اب کیا ہو گا انعام! میرا دل امی کے اس فیصلے پر گھبرا رہا ہے۔"

کمرے میں اس وقت وہی دونوں رہ گئے تھے سب کے جاتے ہی بیگم انعام نے نہایت گھبرا کر شوہر سے استفسار کیا جو کہ اس وقت کسی گہری سوچ میں غرق تھے۔

"مگر میں مطمئن ہوں۔"

قدرے توقف سے انعام صاحب گویا ہوئے تو ان کے بولنے کی منتظر رضیہ بیگم نے حیرت سے انہیں دیکھا، کہاں تو پریشانی آنکھوں سے مترشح تھی اور کہاں یہ غایت درجے کا اطمینان۔

"کیا مطلب کیا آپ بھی راضی ہو گئے ہیں۔"

رضیہ بیگم مزید سٹپٹا گئیں۔

"ہاں اس لئے کہ امی کی باتوں میں صداقت ہے واقعی فرہاد اچھا لڑکا ہے پھر سسرالوں میں کئی طرح کے لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے ہماری بیٹی زوہا بہت اچھی اور سلجھی ہوئی طبیعت کی مالک ہے اس سے کوئی خوانخواہ کیوں الجھے گا۔ انعام صاحب ماں کے فیصلے سے متفق ان کے دلائل کے باعث ہوئے تھے لہٰذا اطمینان سے اپنی شریک حیات کو سمجھانے لگے جنہیں فطری طور پر بیٹی کی پروا تھی۔

"ثمر بیگم سے میری صرف ایک یا دوبار ملاقات ہوئی ہے انعام اور میں سمجھتی ہوں کہ انہیں کسی سے الجھنے کے لیے کسی جواز کی ضرورت نہیں جب کہ یہاں تو کئی سالوں کی کشیدگی ہی بہت بڑی توجیہہ بن سکتی ہے پھر احتشام صاحب کون سے سگے چچا ہیں کہ ان سے اتنی اچھی امیدیں رکھی جائیں۔"

وہ کسی طور قائل ہوتی نظر نہیں آ رہی تھیں ان کا کہنا صحیح اور خدشات قطعی فطری تھے۔

"ثمر بیگم کی حد تک تو میں تمہاری بات مان سکتا ہوں مگر احتشام ایسے نہیں اس کا مجھے یقین ہے۔"

انعام صاحب بے ساختہ بولے تو رضیہ بیگم بلا ارادہ طنز کر گئیں۔

"اس لیے کہ وہ آپ کے بھائی ہیں۔"

"رضیہ پلیز بات سمجھنے کی کوشش کرو میرے کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ میں بھائی کو اچھا اور بھابی کو برا سمجھتا ہوں بات صرف یہ ہے کہ انسان کی تھوڑی بہت پرکھ اور سمجھ مجھے بھی ہے یوں بھی امی جان زوہا کا برا نہیں چاہ سکتیں۔"

انہوں نے بالآخر تجربے کی گہرائی سے کہنا شروع کیا۔

"فرہاد سیلف میڈ انسان ہے تقریباً آدھی زندگی تو اس نے ابا جان کے ساتھ گزاری ہے اس لیے اصولی اور فطری طور پر وہ ماں سے اتنا قریب بھی نہیں ہے بلکہ اس سارے قصے میں اسے ابا جان کی بھی پشت پناہی حاصل ہے۔"

"آپ سے کس نے کہا۔"

رضیہ بیگم شوہر کی معلومات پر حیران رہ گئیں۔

"ہماری بیٹی کا رشتہ مانگا ہے انہوں نے لہٰذا معلومات کرانا میرا فرض تھا اور اس وجہ سے مجھے معلوم ہوا کہ فرہاد اپنے فیصلے خود کرتا ہے کسی کے رعب میں نہیں آتا وہ۔"

انعام صاحب نے اپنی معلومات کا نچوڑ ان کے سامنے رکھ دیا جس کا خاطر خواہ اثر ہونے کی بجائے الٹا ہی جواب سننے کو ملا۔

"تو یہ کوئی اچھی بات تو نہیں جو لڑکا اپنے والدین کے کہنے میں نہیں وہ کسی کی کیا سنتا ہو گا زوہا کی رائے کی تو پھر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کبھی کوئی اہمیت ہی نہیں ہوگی۔"

"لاحول ولا قوۃ۔"

انعام صاحب نے گویا سر ہی پیٹ لیا۔

"تم عورتیں بھی کمال کرتی ہو ' اگر لڑکا والدین کے کہنے میں ہو تو وہ ناقابل قبول کہ میری بیٹی کی نہیں سنے گا۔ اگر اپنے فیصلے خود کرتا ہو تو بھی ناپسند ' آخر تمہیں داماد چاہیے یا چابی سے چلنے والا کھلونا۔

دیکھو جن گھروں میں صرف ایک فرد کی حکومت اور اجارہ داری قائم ہو وہ کبھی ترقی نہیں کرتے ' متوازن ا پرسکون گھروں کی بنیاد باہمی اتفاق اور آپس میں ایک دوسرے کے مشوروں کو اہمیت دینے سے ہی مضبوط ہوتی۔ لہٰذا یہ سوچنا چھوڑ دو کہ تمہیں اپنی بیٹی کسی سلطنت کی مطلق العنان سربراہ بنا کر بھیجنی ہے بلکہ اسے یہی سبق دو گھر کو پرسکون بنانے کے لیے سمجھوتا واحد ہتھیار اور چارہ کار ہوتا ہے۔"

انعام صاحب ناصحانہ انداز میں کہتے کہتے بہت کچھ جتا کر اٹھ گئے تو رضیہ بیگم دل میں بنتے بگڑتے خوشیوں ا اندیشوں کے گرداب میں پھنس کر اکیلی رہ گئیں۔

● ● ●

"دیکھو زوہا میں تمہاری ماں ہوں بیٹا تم مجھ سے اپنے دل کی بات با آسانی کہہ سکتی ہو یہ جو رشتہ آیا ہوا ہے میں اس سے کس حد تک مطمئن ہوں تم اندازہ کر سکتی ہو۔"

آج زوہا کی پیشی رضیہ بیگم کے کمرے میں تھی اور حسب عادت و سابق وہ بخت حشر لگ رہی تھی۔

"تمہاری دادی سمیت تمہارے پاپا بھی اس فیصلے پر راضی ہو گئے ہیں کہ انہیں ہاں کہہ دی جائے یعنی احتشا صاحب کے بیٹے فرہاد کا رشتہ منظور کر لیا جائے۔"

ماں کے لبوں سے نکلنے والے الفاظ تھے یا دھیروں نرم و مخمل مخمل پھولوں کی پتیاں جنہیں عطر بیز ہواؤں نے ا کر اس پر لا ڈالا تھا۔

بے اختیار سوالیہ نظریں ان کی طرف یوں اٹھیں جیسے ان کے الفاظ کی تصدیق چاہتی ہو بے یقینی اور بے پایاں مسرت بیک وقت نقطۂ عروج کو چھو رہی تھیں کہ فوری طور پر یہ احساس کرنا مشکل لگ رہا تھا کہ آیا وہ خوش زیادہ ہے یا بے یقین۔

"جب کہ مجھے ان لوگوں کو ہاں کہتے بہت واہمے ستا رہے ہیں۔"

رضیہ بیگم اس کی حالت سے قطع نظر اور بے خبر اپنی ہی کہے جا رہی تھیں۔

"پتا نہیں کیسا ماحول ہے گھر کا تمہاری دادی جان بہت مطمئن ہیں انعام بھی یہی کہتے ہیں کہ فرہاد اچھا لڑکا ہے میں بھی یہ بات مانتی ہوں مگر سوتیلے پھر سوتیلے ہوتے ہیں میرا تو دل ڈرتا ہے۔"

رضیہ بیگم درحقیقت سخت کشمکش و پیچ میں تھیں بیٹی نمیرہ کو اپنی نند یعنی انعام صاحب کی بہن سعدیہ کے بیٹے سے بیاہا تھا وہ ماشاءاللہ خوش تھی ایک بیٹا بھی تھا چند ماہ کا۔

چونکہ سگی پھوپھی کا گھر تھا لہٰذا کوئی پریشانی نہیں تھی گھر کا لڑکا تھا سب کا دیکھا بھالا چنانچہ اس کی طرف سے کوئی فکر نہ تھی جب کہ زوہا طبیعتاً "بھی قدرے بزدل اور فطرتاً" زود رنج تھی۔ اسے ایسے ناموافق حالات کا سامنا کرنے وہ تن تنہا بھیج نہیں سکتی تھیں' وہ بھی کن لوگوں میں؟ ان میں جنہیں "سوتیلے" کہا جاتا ہے۔

"اب تو بڑے بھیا بھابھی اور تمہارے چچا چچی بھی انعام اور تمہاری دادی کی برین واشنگ سے تقریباً" راضی لگنے لگے ہیں مگر مجھے اپنی بیٹی کو ایسے لوگوں میں نہیں بیاہنا جن کے ساتھ پہلے ہی رنجشوں والے رشتے رہے ہیں۔"

زوہا کا ماتھا چومتے ہوئے انہوں نے بڑی محبت اور تردد سے کہا تھا وہ جو لمحے بھر پہلے خوشیوں کے ہنڈولے میں جھول رہی تھی یکدم آسمان سے زمین پر آ گری۔

"جی امی؟۔"

لبوں نے بے آواز جنبش کی سوالیہ حیرت سے آنکھیں وا ہوئیں رضیہ بیگم کی طرف اٹھیں تو انہوں نے کہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ی بیٹا میرا دل بالکل راضی نہیں اور اس قصے کے اختتام کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ تم انکار کر دو۔"
نہ سکی ہے۔"
ں کے بازو سست ہو کر اطراف میں جھول گئے۔
و امی نے کیا کہہ دیا' جب صرف دو قدم کے فاصلے پر منزل رہ گئی تو وہ کہتی ہیں راستہ بدل دو)
ہ تاسف اور اضمحلال چہرے پر عکس بن کر جھلکنے لگے۔

اہں زویا تم اپنی دادی کو انکار کر دو' دیکھو نا تمہارے بڑے ماموں کب سے کہہ رہے ہیں کینیڈا میں ظہیر کے ساتھ اچھی زندگی گزرے گی' وہ وہاں اکیلا ہے اچھا کھاتا کماتا ہے پھر سگے ماموں کا بیٹا ہے پھولوں پر رکھ سکتا ہے ں ہے۔"

وہ اسے یوں چمکارنے اور پھسلانے لگیں جیسے وہ کوئی کچا ذہن رکھنے والی اسکول گرل ہو جسے ماں کے بہلاوں بہل جانے کی عادت ہو۔

ر حقیقتاً" ایسا نہیں تھا وہ اچھی طرح اپنا اچھا برا سمجھتی تھی۔

شرم مانع تھی ورنہ ماں سے دل کا حال کہہ ڈالتی ساتھ ہی اسے یہ بھی معلوم تھا کہ ظہیر اور اس کے مزاج میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ وہ شہرا تیز رفتار زندگی کا مالک جب کہ وہ طبعاً" ہی نہیں فطرتاً" بھی دھیمے مزاج کی تھی۔

"کیوں کیا ہوا تم چپ کیوں ہو؟"

ان کی بات پر وہ نظریں جھکائے انتہائی تذبذب کا شکار بنی بیٹھی تھی کہ کس طرح ماں کو سمجھائے کہ اس کی خوشی ر کے ساتھ نہیں فرہاد کے ساتھ رہنے میں ہے۔

"چلو ایسا کرو اچھی طرح سوچ لو میں تمہارے ساتھ ہوں بیٹا بالکل ڈرنا مت یہ تمہاری زندگی کا معاملہ ہے وہی ہو جو تم چاہو گی اور مجھے معلوم ہے کہ تم میری بیٹی ہو۔"

دوبارہ اسے گھیر کر حسب منشاء فیصلہ کرانے کی کوشش کرتے ہوئے رضیہ بیگم نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر ے جانے کا اشارہ دیا تو وہ مرے مرے انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

"جاؤ جا کر اطمینان سے سوچ لو میں جانتی ہوں تم بہت شرمیلی ہو لہٰذا صہیبہ کو اپنے فیصلے سے مطلع کر دینا میں سے پوچھ لوں گی۔"

اسے ایک طرح سے پابند کرتے ہوئے بھی انہوں نے بظاہر اسے اپنے فیصلے میں آزاد کر دیا تھا' وہ کیا کہتی' تے ہوئے آنسوؤں کو پلکوں کی باڑھ پر روکتے ہوئے بمشکل کمرے سے باہر نکلی اور جا کر اپنے روم میں بند لیا۔

● ● ●

شرمین کی اطلاع کے مطابق امی جان نے اس کے لیے کسی اور رشتے میں سنجیدگی لینی شروع کر دی تھی اور یہ ے ایسا لمحہ تھا کہ جب وہ واقعتاً" بری طرح الجھ گئی۔

زندگی میں خوشیوں اور اطمینان کے دن بھی کتنے کم ہوتے ہیں یا شاید اس کے ساتھ ایسا معاملہ تھا وہ جانتی تھی ہ شرمین سمعان گردیزی کی پسندیدگی سے واقف ہے اسی لیے اسے پہلے سے امی جی کے ممکنہ فیصلے سے آگاہ کر دیا تھا کہ وہ اپنے لیے کوئی فیصلہ کرلے مگر اس میں اتنی جرأت اتنی مجال کہاں تھی۔

نئے سرے سے پریشانی پھر گلے کا ہار بن گئی تھی مسئلہ صرف یہی نہیں تھا کہ امی جی اس کے لیے رشتہ دیکھ رہی ہیں بلکہ اصل پریشانی یہ تھی کہ ابی کی غیر موجودگی میں اگر ایسا کچھ طے ہو بھی جاتا تو گھر میں کشیدگی کا بڑھنا یقینی ت تھی۔

دوسری طرف سمعان کی آنکھوں میں لکھے سوال اب لبوں پر آنے کے لیے مچلنے لگے تھے اسے لگتا وہ کسی روز ں اسے روک کر اپنے سوال کا جواب مانگ لے گا۔ جب کہ جواب میں اسے بتانے کے لئے اس کے پاس جو کچھ اسے وہ الفاظ کا پیراہن دے کر خود کو بے مول نہیں کرنا چاہتی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک بار پھر وہی پرانی کیفیت اس پر حاوی ہو گئی تھی' کھوئی کھوئی سی تو وہ پہلے بھی رہتی تھی مگر اب جو صورتحال سامنے آئی تھی اس نے اسے سٹپٹا دیا۔ اس روز اسکول سے واپس آنے کے بعد وہ آرام کرنے کا سوچ رہی تھی کہ امی جی دروازہ ناک کر کے اندر چلی آئیں

"وہ امی جی آپ یہاں؟۔"

حیرت فطری تھی کہ انہیں ایک دوسرے کے رومز میں آئے گئے کئی کئی دن گزر جاتے تھے۔ آپس میں بات چیت اول تو ہوتی نہیں تھی اور جو کبھی نوبت آ بھی جاتی تو اس کام کے لیے لونگ روم ہی استعمال ہوتا تھا۔

"ہوں کیا میں تمہارے کمرے میں نہیں آسکتی۔"

ادا سے مسکرا کر کہا گیا یہ جملہ اسے چونکا گیا جو حیرت سے اپنی جگہ منجمد سی ہو گئی تھی ہوتا ہے نا ایسا کہ جب کوئی بات خلاف واقعہ ہو جائے تو استعجاب سے انسان لمحے بھر کے لیے ساکت رہ جاتا ہے وہ بھی اس وقت کچھ ایسی ہی کیفیت سے دوچار تھی۔

دوسرے ذہن میں کہیں دور خطرے کی گھنٹی بھی بجی تھی۔ امی جی کا اس طرح اس کے کمرے میں آنا بلاوجہ نہیں ہو سکتا تھا۔

"نن نہیں تو ایسی تو کوئی بات نہیں ان فیکٹ آپ اس طرح سے آئی نہیں ہیں اس لیے مجھے تھوڑا اسٹرینج لگا۔"

انہیں صوفے پر بیٹھتا دیکھ کر اس نے خود کو کمپوز کیا آج کل تو ہر لمحہ یہ ہی لگتا تھا کہ جیسے کسی بھی وقت کچھ بھی غیر متوقع ہو جائے گا۔

"میرا خیال ہے تم ریسٹ کرنے کے موڈ میں تھیں"

اس کی بات کو سرے سے نظر انداز کرتے ہوئے انہوں نے نیا سوال داغ دیا انداز ایسا تھا کہ یہاں آ کر انہیں لگا ہو جیسے وہ غلط وقت پر آ گئی ہیں۔

"نہیں کچھ ایسا خاص نہیں البتہ چینج کرنے کا پروگرام ضرور تھا۔"

اس نے اب تک چینج نہیں کیا تھا صبح ناشتا نہ کرنے کے باعث اس وقت بھوک بہت زوردار لگی تھی لہٰذا پہلے کھانا کھا لیا تھا۔

"او کے تم چینج کر آؤ میں تمہارا ویٹ (انتظار) کر لیتی ہوں' دراصل تم سے کچھ بات کرنی ہے۔"

صوفے کی بیک سے ٹیک لگا کر سائیڈ پر رکھا میگزین اٹھاتے ہوئے انہوں نے قدرے سرسری سے لہجے میں کہا تو وہ بات کی "نوعیت" سمجھ کر خاموشی سے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

(پتا نہیں امی جی اب کیا کہنے والی ہیں جانے میں ان کے سوالوں کا جواب دے بھی سکوں گی یا نہیں یا ہمیشہ کی طرح خاموش رہ جاؤں گی۔)

وہ حقیقتاً "الجھ گئی تھی مگر قہر درویش بر جان درویش کے مصداق چپ چاپ آ کر ان کے مقابل بیٹھ گئی۔

غالباً "وہ کوئی بے حد دلچسپ آرٹیکل پڑھنے میں محو تھیں کہ چند ثانیے اس کی آمد سے بے خبر رہیں اور جب اس کی نظروں کی محویت سے لاشعوری طور پر چونکیں تو اس کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔

"ہوں تو آ گئیں تم"

"جی۔"

عجیب سا ہوتا ہے یہ سوال بھی' کسی کو دیکھتے ہوئے بھی اس سے اس کی موجودگی کی تصدیق چاہنا پھر اگلے کا جواب دینا اور بھی دلچسپ ہو جاتا ہے کہ جیسے وہ بھی اپنے ہونے کی تصدیق کو اہم سمجھتا ہے۔

"اور تمہارا اسکول کیسا جا رہا ہے؟۔"

اس کی توقع کے برعکس انہوں نے ادھر ادھر کی بات چھیڑ دی تھی۔ چنانچہ الجھے ہوئے ذہن کے ساتھ اس نے ان کے سوال کا مختصر جواب دے دیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ٹھیک جا رہا ہے۔"

"تم سیٹ ہو وہاں۔"

"جی بالکل ماحول اچھا ہے اس لیے کوئی مشکل نہیں ہوتی۔"

"کب تک ارادہ ہے تمہارا ٹیچنگ کا۔"

"جی؟۔"

اچانک غیر متوقع سوال کر ڈالا تھا انہوں نے وہ سٹپٹا سی گئی۔

"اس میں اس قدر بوکھلانے کی کیا بات ہے، بہت سیدھا سوال کیا ہے میں نے کہ کب تک جاب کرنا چاہتی ہو امی جی کا لہجہ اس کے تیوروں پر قدرے تند اور خشک ہو گیا تو وہ سنبھل گئی البتہ ایک لمحے کے لیے اسے ایسا ہی لگا جیسے زندگی کی اس صحرا میں جہاں اس نے صرف آبلہ پائی ہی جھیلی تھی آخری نخلستان کا سراغ بھی اس سے چھننے والا ہے۔

"ابھی تو نیا سیشن اسٹارٹ ہوا ہے؟۔"

مرے مرے لہجے میں بمشکل جواب دیا۔

"خیر یہ تو ہر سال کا بکھیڑا ہے ایک سیشن شروع ہو گا تو دوسرا ختم ہو گا بہر حال مجھے یہی کہنا تھا کہ میں جلد ہی تمہاری شادی کرنا چاہتی ہوں اس لیے ریزائن کرنے کے لیے تیار رہنا پہلے سے اس لیے کہہ دیا ہے کہ بعد میں شکوہ نہ کر سکو۔"

یہ کہتے کہتے وہ اٹھ کھڑی ہوئیں اور دوبارہ اسے دیکھتے ہوئے جو ساکت سی بیٹھی رہ گئی تھی اپنے مخصوص انداز میں بولیں۔

"آج شام تمہاری میمونہ خالہ اپنے کچھ جاننے والوں کے ساتھ آ رہی ہیں سو کر ذرا جلدی اٹھ جانا ویسے تو انہیں اپنے دونوں بیٹوں کے لیے لڑکیوں کی تلاش ہے مگر خیر میں فی الحال تمہارا ہی سوچنا چاہتی ہوں۔ شرمین تو ابھی پڑھ رہی ہے۔"

اسے بتانے سے زیادہ ان کا انداز خود کلامی کا سا تھا ساتھ ہی بات مکمل کر کے انہوں نے دروازے سے باہر کی راہ لی تو وہ جامد نظروں سے دروازے کو دیکھ کر رخساروں پر پھیلتی نمی محسوس کر کے چونک سی گئی۔

● ● ●

"اف ایک تو میں انتظار کی اسی کوفت سے سخت عاجز ہوں بیٹھے بیٹھے الٹے سیدھے خواب بنتے رہو' شاید یہ ہو جائے شاید وہ ہو جائے امیدیں دعائیں اور کوفت سخت بورنگ پیریڈ ہوتا ہے انتظار کا یہ اگر کسی سے بدلہ لینا مقصود ہو تو اسے انتظار سونپ دینا چاہیے۔"

احد نے انتہائی بے زاری کے مظاہرے کے لیے، بہت برا منہ بنایا تھا' فرہاد نے قدرے مسکرا کر چائے کا مگ ہونٹوں سے لگا لیا۔

"ویسے احد واقعی تم نے ٹھیک کہا میں تم سے متفق ہوں۔"

زونیہ نے ہنس کر اس کا ساتھ دینا ضروری سمجھا اور شوخی سے بولیں۔

"مگر داد دو فرہاد بھائی کے ضبط کی' کہ اب تک "سفینہ لاج" والوں سے کوئی سوال نہیں کیا کس کمال کا حوصلہ ہے ان کا' پندرہ دن ہو گئے مجال ہے کہ چوں کی ہو۔"

"خیر اب ایسی بھی بات نہیں ان پندرہ دنوں میں ہم سینتیس کالیں تو کر ہی ڈالی ہوں گی۔"

احد نے فوراً "متفق نہ ہونے کا عندیہ دیتے ہوئے کہا تو فرہاد محض اسے گھور کر رہ گیا۔

"بہر حال یہ تو مذاق کی بات ہے مگر ہمیں واقعی اب فون کرنا چاہیے میں آج ہی احتشام انکل سے کہوں گی وہ بات کریں زوہا کے گھر والوں سے آخر کچھ پتا تو چلے۔"

"اور نہیں تو کیا' کہیں ایسا نہ ہو ہمارے فرہاد بھائی "ویٹنگ روم" میں بیٹھے بیٹھے بوڑھے ہی ہو جائیں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

احد کو جانے کیوں فرہاد کو چھیڑنے میں مزا آتا تھا اس وقت بھی اس کی خاموشی کے باوجود مستقل بولے جا رہا تھا۔
"کون بوڑھا ہو رہا ہے یار؟ کچھ میں بھی سنوں۔"
بابر نے لان کی طرف آتے ہوئے محض آخری فقرہ ہی سنا تھا فوراً سوال داغا تو زونیہ نے جھٹ جملے کا پس منظر سنا دیا۔
"وہ تو گویا انتظار ان بیئرایبل (Un bear able) ہو گیا ہے فرہاد صاحب کے لیے۔"
بابر نے بھی اسے ہی آڑے ہاتھوں لیا تو وہ خفیف سا ہو گیا۔
"کیا ہو گیا ہے بھائی۔ آپ سب لوگ مجھے کیوں کارنر کر رہے ہیں؟ کچھ کہا تو نہیں میں نے آپ لوگوں سے۔"
جھینپے جھینپے انداز میں وہ بولتا بہت مختلف لگ رہا تھا۔
"ہاں تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ہم آپ کے اپنے ہیں۔ آپ نے کہا نہیں تو کیا ہوا ہم آپ کے دل کا حال چہرے سے پڑھ سکتے ہیں۔"
احد کی شوخی اسے بے ساختہ ہنسنے پر مجبور کر گئی۔ بابر بھی مسکرا دیئے۔
"حکومت۔ انتہائی کمینے ہو تم۔"
ایک زوردار دھپ اس کے شانے پر رسید کرتے ہوئے اس نے گویا بدلہ لیا۔
"آپ گواہ رہیے گا بھابھی اور بابر بھائی، خلوص رکھنے والوں کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہے۔" اس کا اشارہ فرہاد کے مارنے کی طرف تھا۔
"ہاں بھئی ٹھیک بات ہے مطلب نکل جانے کے بعد بھلا کون پوچھتا ہے۔"
احد آج عروج پر تھا بکنے پر آیا تو بکتا ہی چلا گیا زونیہ کی ہنسی اس کی باتوں پر رکتی نہیں تھی اس وقت بھی اس کا بھرپور ساتھ دیتے ہوئے فرہاد کو انہوں نے بھی خوب خوب چھیڑا۔
"اوہو بھئی بس کرو اب۔ معاف کرواسے۔ اور یہ سوچو کہ آخر "سفینہ لاج" والے اس قدر دیر کیوں کر رہے ہیں؟"
بابر بھائی نے کافی دیر اس کی درگت بنتی دیکھی تو ان دونوں کو روک دیا اور اصل موضوع کی طرف لوٹ آئے وہ تینوں ہی سنجیدہ ہو گئے۔
"ہاں۔ یہی بات تو ہم کر رہے تھے کہ انکل سے کہہ کر ذرا معلوم کرواتے ہیں کہ ادھر کیا حالات ہیں۔"
زونیہ نے معنی خیزی سے کہتے ہوئے "ادھر" پر زور دیا۔
"ارے پاپا سے کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیوں نہ صہیبہ سے معلوم کریں۔"
احد کے ذہن میں اچانک ہی نیا آئیڈیا آیا تھا جسے اس نے فوراً "الفاظ دے دیئے بابر اور زونیہ نے بھی تائیدی نظروں سے اسے دیکھا۔
"ہاں واقعی یہ ٹھیک ہے۔ چلیں فرہاد بھائی کال کریں صہیبہ کو، اس سے واقعی صحیح صورت حال کا پتا چلے گا۔ صہیبہ سے ہی ہمیں فرسٹ ہینڈ نالج (First Hand Knowledge) مل سکتی ہے۔"
زونیہ کی جذباتیت اس وقت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ کسی دلچسپ فلم کی طرح وہ اس ساری صورت حال کا لطف لے رہی تھیں گویا۔
"کم آن بھابھی۔ جسٹ کالم ڈاون (Just Calm down) کسی کو کال کرنے کی ضرورت نہیں۔ صہیبی مجھے فون کر چکی ہے۔"
"انہوں نے کیا فون یا آپ نے۔"
احد نے بات کاٹ کر اسے گھورا۔
"فوہ احد تو کومت۔ ہاں تو بتاؤ فرہاد کیا بات ہوئی۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نے بھی دلچسپی کا اظہار کیا تو فرہاد زیر لب مسکرا دیا۔

ت کیا ہونی ہے فی الحال اتنا ہی معلوم ہو سکا ہے کہ دولہا کے قادر یعنی انعام اور دلاوی جان راضی ہو گئے ہیں۔"

ہے۔"

ی بات مکمل ہوتے ہی احد نے نعرہ مار دیا تھا۔ جبکہ بابر بظاہر مسکراتے ہوئے اس کے "دلاوی جان" کہنے پر

، تحیر سے بیٹھے تھے۔

ت افسوس کی بات ہے فرہاد بھائی۔ اتنی بڑی خبر آپ کو معلوم تھی اور آپ اب تک خاموش بیٹھے ہوئے

ر اسی بھی بھنک نہ پڑنے دی ہمیں۔"

ہو نے سب سے پہلے اسے آڑے ہاتھوں لیا تھا اور اس سے پہلے کہ وہ کوئی دفاعی بیان دیتا احد اور بابر بھی

ے خلاف ہو گئے اور پھر احد نے اتنا شور مچایا کہ اسے ان سب کو ٹریٹ دینے کا وعدہ کرتے ہی بنی۔

ے اوکے جہاں آپ سب کہیں گے وہیں ٹریٹ دوں گا۔"

ٹھیک ہے مگر یاد رہے میری طرف سے دس بارہ دوست بھی شامل ہوں گے۔" احد نے بے نیازی سے کہا۔

ور میری اور بابر کی طرف سے بھی اتنے ہی سمجھ لو۔"

یہ تو یکی سا تھی تھیں احد کی۔ بابر محض مسکرا دیے۔

وہ بھی یہ ٹریٹ دی جا رہی ہے یا دعوت ولیمہ۔"

الغی سنسنا گیا تھا۔

ی نہیں ڈیر برادر یہ ٹریٹ ہی ہے کیونکہ دعوت ولیمہ کے لئے تو صرف میرے ہی ساٹھ ستر دوست ہوں گے۔

یا بھابھی کی دوستیں بھی اس کار خیر میں شرکت کے لئے ضرور آئیں گی۔"

ں نے آنکھ مارتے ہوئے زونیو کو اشارہ کیا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دیں۔

و پھر ٹھیک ہے ان سب کو صرف ولیمے میں ہی بلوا لینا۔ ٹریٹ والے دن میں صرف سمعان کو لے جاؤں گا

رنٹ۔ آپ لوگ بھی ولیمے میں ہی شرکت کی زحمت کر لیجئے گا۔ اوکے گڈ بائے۔"

بھی ان ہی کا بھائی تھا اٹھا اور ایک سانس میں اپنا فیصلہ سنا کر ہنستا ہوا چلتا بنا۔

ہ سے زونیو اور احد کی چیخ و پکار نے اس کا اپنے کمرے تک پیچھا کیا۔ جس کے دروازے سے اندر داخل

تے ہوئے وہ بے ساختہ مسکرا رہا تھا۔

● ● ●

ج شام امی جی کے بتائے ہوئے مہمانوں کی آمد متوقع تھی لہٰذا صبح جس لمحے وہ اسکول آنے کے لیے تیار

ہی تھی انہوں نے شرمین کو یہ خبر سنانے کے لیے بھیج دیا۔

روازہ ناک کر کے جس لمحے شرمین کمرے میں داخل ہوئی وہ نجانے کن سوچوں میں گم کپڑے پریس کرنے میں

ظر آ رہی تھی تاہم ہاتھوں کی حرکات سے اندازہ ہو رہا تھا کہ دھیان کام کی طرف نہیں۔

زنگین۔"

ک کی آواز اور اس کی آمد سے پیدا ہونے والی آہٹ پر بھی جب نرمین متوجہ نہیں ہوئی تو اسے پکارنا پڑا۔

ہوں۔ تم خیریت۔"

وہ چونک کر مڑی اور قدرے تعجب سے شرمین کو دیکھا جو کہ اتنی صبح کم ہی اٹھتی تھی۔ یونیورسٹی میں زیادہ تر دس

بجے تک ہی جانا ہوتا تھا لہٰذا وہ جاگتی بھی اسی حساب سے تھی۔

"ہاں میں۔ امی جی نے بھیجا ہے مجھے۔ تم سے کچھ کہنا ہے۔"

مائی لیتے ہوئے وہ صوفے پر ڈھتے ہوئے بولی۔

"کیا کہنا ہے؟"

فکر سے اس کی آنکھوں میں سوال آ کر ٹھہر گئے۔ ساتھ حیرت بھی تھی کہ ایسی کون سی بات ہے جو امی جی نے خود

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس سے براہ راست نہیں کہی بلکہ خلاف معمول شرمین کو نیند سے جگایا۔

شرمین اس کے چہرے پر چھائے تشویش کے بادل دیکھ چکی تھی لہٰذا سنجیدگی سے اسے دیکھ کر قریب اشارہ کیا اور پھر بولی۔

"آج امی جی نے کچھ مہمان بلوائے ہیں۔ غالباً" تمہیں ان کی آمد کی نوعیت کا اندازہ تو ہوگا؟" شرمین قدرے توقف کرکے اسے دیکھا۔ اس کی خاموشی میں تائید تھی۔

"اس لیے امی جی کا کہنا ہے کہ اگر آج نہ جاؤ تو بہتر ہے اور اگر جاؤ تو اسکول سے ڈائریکٹ گھر آنا پرسوں کا شاپنگ کا پروگرام بنایا تھا اسے کل پرسوں پر ٹال دو۔"

اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے شرمین بولی تو وہ سست ہاتھوں سے استری کا پلگ نکال کر خود بھی صوفے پر گئی۔ "خیریت تمہیں کیا ہوا؟ لڑکیاں تو ایسے موقعوں پر بڑی خوش ہوتی ہیں جب بری پر پتھر آتے ہیں۔ خاموش کیوں ہو؟"

اسے کریدنے کی خاطر شرمین بڑی خوبصورت مسکراہٹ لبوں پر سجائے ہوئے پوچھ رہی تھی آنکھ میں شوخی کی چمک تھی جسے دیکھ کر زمین نے نظر چرالی۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ بس یہ سب اچانک ہوا اس لیے عجیب سا لگ رہا ہے۔"

اسے تو خود سے بھی رازداری برتنے کی عادت تھی بھلا اس سے کیا کہتی جو اس کی بہن تھی اور وہ بھی چھوٹی۔

"شیور کہ یہی بات ہے؟"

شرمین نے قدرے جھک کر آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔

"ہاں۔ اور بات ہو بھی کیا سکتی ہے۔"

وہ نظریں چرا کر اٹھ کھڑی ہوئی اور کپڑے سمیٹ کر ایک طرف ڈال دیئے۔

"تو کیا اسکول نہیں جا رہیں؟"

"نہیں۔"

استری کا تار لپیٹ کر اسے اسٹینڈ پر رکھتے ہوئے وہ قصداً" رخ موڑ گئی۔

"ہاں ظاہر ہے اب پڑھنے پڑھانے میں بھلا کیا لطف آئے گا۔"

"تم ناشتا کرو گی شرمین یا دوبارہ سونے کا ارادہ ہے۔"

شرمین کی شوخی نظر انداز کرکے اپنے احساسات اور تاثرات چھپاتے ہوئے اس نے باہر نکلنے کا قصد کر مڑ کر سوال کیا۔

"سونے کا تو نہیں فی الحال تم سے باتیں کرنے کا موڈ ہے۔"

اس کے چہرے کو پڑھتے ہوئے شرمین کچھ زیادہ ہی شوخ ہو رہی تھی۔ جس پر گہرے دکھ اور کچھ کھو دینے کا صاف نظر آرہا تھا۔

"مگر میرا ایسا کوئی موڈ نہیں۔"

وہ سنجیدہ لگ رہی تھی۔

"کیوں۔ مجھ سے بات کرنے کا دل نہیں چاہ رہا یا کسی اور سے محو کلام ہونے کی خواہش ہے۔"

"شرمین پلیز۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے آج۔ میں پہلے ہی پریشان ہوں۔ مجھے ڈسٹرب نہ کرو۔" وہ جھنجلا گئی تھی۔

"کیوں؟۔ تم کیوں پریشان ہو آج؟۔"

شرمین یک بیک سنجیدگی سے اس کے سامنے آتے ہوئے بولی تو وہ چند ثانیے اسے دیکھتی رہی اور

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اے کی طرف بڑھ گئی۔

"میں اسکول فون کر کے ارم کو آج چھٹی کرنے کا بتانے جارہی ہوں۔ تم کچن میں چل کر ناشتا بنواؤ۔" باہر نکلتے اس نے کہا تو شرمین کچھ سوچ کر اس کے پیچھے چلی آئی۔

"زمین ایک منٹ رکو پلیز۔" لہجے میں التجا اور غصہ دونوں تھا۔

"ایا ہے؟"

درسانیت سے کہتے ہوئے مڑی۔ جبکہ آنکھوں میں نمی جگہ لینے لگی تھی۔ شرمین اس کے اشک دیکھ کر لمحے لیے رک گئی۔

"یوں خود کو جھٹلاتی ہو پاگل لڑکی، تمہیں بھی سمعان گردیزی نے متاثر کیا ہے۔ اس کے جذبوں نے تسخیر کیا۔ اس حقیقت کو ماننے سے کیوں گریزاں ہو تم۔ کیوں اپنی زندگی کو اپنے ہاتھوں آگ لگا رہی ہو۔ ہوش کرو ن پلیز۔" اس کے کندھوں پر محبت سے ہاتھ رکھتے ہوئے وہ درد سے بولی تو کئی دنوں کے پلکوں پر اٹکے ہوئے بہنے لگے۔ شرمین نے خاموشی سے اسے رونے دیا اور اسے لے کر واپس کمرے میں آ گئی۔

"خود سے لڑنے کے بجائے حالات سے لڑنا سیکھو لڑکی۔ آخر تم خود کو کیوں اذیت دیتی ہو۔"

"تو میں کیا کروں۔"

انسو پونچھتے ہوئے وہ گلوگیر لہجے میں بولی۔

"تم امی جی کو منع کیوں نہیں کر دیتیں کہ کسی کو بلانے کی فی الحال ضرورت نہیں۔"

"اور جو انہوں نے پوچھا کہ کس برتے پر کس بنا پر انکار کر رہی ہوں تو۔"

"بھئی میں نے کب کہا کہ انکار کرو۔ کسی طرح ٹال دیتیں۔"

نرمین نے ناصحانہ انداز میں سمجھایا۔

"اب تک کے لیے اور بھلا کس کے لیے۔"

بی سانس بھر کر اس نے دل گیر انداز میں کہا۔

"کس کے لیے؟ یہ تم کہہ رہی ہو۔ ارے بے وقوف لڑکی سمعان گردیزی کے لیے اور کس کے لیے۔"

نرمین نے ملامتی نظروں سے گھور کر کہا تو وہ متورم نظروں سے اسے دیکھ کر قدرے مسکرا دی۔

"تمہیں یاد ہے شرمین ابی نے سلیمان انکل سے کیوں ٹرمز ختم کیے تھے۔ صرف اس لیے کہ وہ ابی کی طرح منی نہیں اور نہ ہی بزنس کو اوور نائیٹ ترقی دینے کے لیے وہ اصولوں پر سمجھوتا کرتے ہیں۔" اس کے لہجے میں ابی صاحب کے لیے تفاخر تھا اور کہیں کہیں ابی کی سوچ پر تاسف بھی۔

"تو؟ اس بات کا تمہارے اور سمعان کے پروپوزل سے کیا تعلق ہے۔" شرمین نے قدرے استعجاب سے دیکھ کر استفسار کیا۔

"ابی کے اصول تمہیں معلوم ہیں شرمین۔ انہیں سلیمان انکل سے دوبارہ تعلق جوڑنا کبھی گوارہ نہیں ہوگا۔"

اس کے معصوم سے خدشے پر شرمین کو ہنسی آنے لگی۔

"اور تم نے یہ سب قبل از وقت سوچ کر ساری امیدوں کو ناامیدی کی قبر میں دفن کر دیا ہے۔ سچ نرمین تم سی ا میں نے آج تک نہیں دیکھی۔"

نرمین ہنس کر قدرے جھلاتے ہوئے بولی۔

"حقیقت جب روز روشن کی طرح عیاں ہو تو آنکھیں چرانے سے کچھ نہیں ملتا شرمین۔ میں ابی کو جانتی ہوں۔" اس کا لہجہ یکدم ناامید ہو گیا تھا۔

"مگر قسمت آزمانے میں کوئی حرج تو نہیں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شرمین نے اسے بک اپ کرنے کی کوشش کی۔

"نہیں شرمین میں ایسی روشن طالع نہیں کہ خوشیاں ہاتھ بڑھا کر تھام لوں۔ مجھے امی جی اور ابی کے بنائے راستے پر ہی چلنا ہے۔"

وہ حد درجہ مایوس اور مضمحل تھی۔

"تو گویا تم نے طے کر لیا ہے کہ محض آنسو بہا کر ساری زندگی بِتا دو گی۔ ٹھیک ہے ایسا ہی کرو۔ بیٹھ کر روؤ میں تمہارے اسکول فون کر دیتی ہوں۔"

اٹھ کر اسے ڈپٹتے ہوئے غصیلے لہجے میں بولتی شرمین کمرے سے نکل گئی تو وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر رہ گئی

● ● ●

"ہیلو جی سمعان صاحب سے بات کرا دیں۔"

"وہ تو غالباً ابھی اسکول نہیں آئے ہیں۔ ایک منٹ آپ ٹھہریے میں پتا کرتی ہوں۔ ممکن ہے کہ ہوں۔"

شرمین کے نمبر ملانے پر ارم نے فون ریسو کیا تھا اور تھوڑی دیر کے انتظار کے بعد سمعان لائن پر تھا۔

"ہیلو۔" اس کی بھاری آواز ایئرپیس پر گونجی

"ہیلو۔ السلام علیکم۔ میں شرمین جاوید خان ہوں۔"

اپنا تعارف بمعہ سلام عرض کیا تو سمعان حیران سا رہ گیا۔

"اوہ آپ۔ وعلیکم السلام۔ خیریت آپ نے کیسے فون کیا۔"

اپنے استعجاب کو الفاظ دیتے ہوئے سمعان کا لہجہ سخت تشویش لیے ہوئے تھا۔

"جی بس اتنا بتانا تھا کہ آج زرمین اسکول نہیں آ سکے گی۔"

"اوہ اچھا۔" وہ قدرے رکا۔

"بائی دا وے سب خیریت تو ہے نا؟ آئی مین۔ کیا زرمین ٹھیک ہیں۔"

شرمین نے محسوس کیا کہ باوجود کوشش کے وہ اپنا لہجہ رسمی نہیں بنا سکا تھا۔ تردد اور "تفکر" جھلک رہا تھا۔

"جی الحمدللہ زرمین بالکل ٹھیک ہے۔ بس ذرا آج کچھ خاص گیسٹ اسے دیکھنے کے لیے آ رہے ہیں اور امی جی نے اسے روک لیا ہے۔"

لہجے کو قصداً "لاپروا" بناتے ہوئے وہ یوں بولی جیسے بات برائے بات کہی ہو جبکہ دوسری طرف سمعان اس پریشان سا ہو گیا۔

"خاص گیسٹ؟ مگر غالباً" آپ کے فادر تو ابھی اسلام آباد میں ہی ہیں؟۔" وہ اپنی حیرانی کو بمشکل چھپا پا رہا تھا

شرمین کو اس کے انداز پر ہنسی آ گئی جسے ضبط کر کے بولی۔

"جی ہاں ابی تو فی الحال وہیں ہیں۔ ویسے بھی یہ معاملات تو خواتین ہی نبٹاتی ہیں۔ پھر ابی کا روٹین تو شروع ایسا ہی ہے اس لیے ان کی آمد پر فیصلے کو ٹال دیں گے فی الحال تو صرف وہ لوگ آ رہے ہیں۔ محض دیکھنے۔"

خوشگواریت اس کی ہنسی میں رچی ہوئی تھی اس لمحے۔ ایک پل میں وہ جان گئی تھی کہ سمعان زرمین کے کس حد تک سنجیدہ ہے۔ اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ اس میں زرمین کو کھو دینے کا حوصلہ نہیں۔

"آئی سی۔"

اس لمحے بعد وہ محض اتنا ہی کہہ سکا۔

"او کے مسٹر سمعان سی یو۔ بس یہی کہنا تھا آپ سے۔ اللہ حافظ۔"

اپنی ہنسی دباتے ہوئے اس نے یکدم سنجیدگی اپناتے ہوئے کہا اور فون بند کر دیا۔ اور پھر کتنی ہی دیر وہ یہ انجوائے کر کے ہنستی رہی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

(وہ احمق لڑکی تو کچھ کرنے والی تھی نہیں۔ لہٰذا مجھے ہی یہ سب کرنا پڑا۔ اب اگر سمعان صاحب نے گھر والوں کو نہ بھیجا تو زرمین کا رشتہ طے ہوتا دیکھ کر مجھے یہ افسوس نہیں ہو گا کہ میں نے اس کے لیے کچھ نہیں کیا)

● ● ●

شرمین کی دی ہوئی اطلاع نے اسے سخت بے چین کر دیا تھا اور اس لمحے وہ سخت الجھن میں تھا کہ کس طرح ماما اور پاپا کو یہ کہے کہ وہ اس کے گھر جائیں۔ کیونکہ یاور صاحب کی غیر موجودگی میں پاپا ادھر جانے کے لیے کوئی خاص رضامند نظر نہیں آرہے تھے اور ماما کی بھی یہی رائے تھی۔ جبکہ اس وقت جو حالات تھے ان سے اور شرمین کی گفتگو سے اس نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ زہرہ بیگم (آپی جی) اس معاملے کو خود ہینڈل کرنے کا سوچ چکی تھیں۔ جس وقت سے وہ اسکول سے واپس آیا تھا اسی طرح پریشان پریشان سا لگ رہا تھا۔ آج تو فرہاد کے پاس بھی نہیں گیا تھا۔ بلکہ آفس میں آج اسے اہم میٹنگ کے سلسلے میں فرہاد کے ساتھ سٹنگ رکھنی تھی۔

"سمعان بیٹا تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟"

لان میں بیٹھا وہ خنک ہوا سے بے نیاز اپنی سوچوں میں الجھا ہوا تھا کہ ماما نے اندر سے اس کی طرف آتے ہوئے اسے پکارا۔

"خیریت تو ہے بیٹا؟ آج تم کچھ ڈل لگ رہے ہو۔"

قریب آکر تردد سے سوال کیا تو اس نے کچھ سوچ کر انہیں حقیقت حال سے باخبر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

"جی ماما۔ بس یونہی ذرا موڈ ہو رہا تھا آرام کرنے کا۔"

مسکرا کر کسلمندی سے کہتے ہوئے پیر پھیلائے تو وہ اس کے پاس پڑی کرسی پر بیٹھ گئیں۔

"کیوں خیریت ہے! تمہیں کام سے ہٹ کر آرام کرنے کی کیا سوجھی ہے۔" وہ متعجب سی سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگیں کہ اس کی روٹین کا شروع سے اندازہ تھا۔ اسے تو فراغت سے اچھی خاصی چڑ ہوتی تھی۔

اسکولنگ کے دنوں میں بھی چھٹیوں کے دوران وہ خاصا جھنجلایا رہتا کہ کیا کرے کس طرح وقت گزارے۔ شروع میں سیفی بھی بہت چھوٹا تھا اس لیے ایسا محسوس کرتا تھا بعد میں اس کے ساتھ اچھا وقت گزر جاتا یوں بھی فرہاد کی کمپنی اسے سب کچھ بھلا دیتی تھی۔

"ارے میں نے تو بس یونہی کہہ دیا تھا۔ آپ خوا مخواہ پریشان مت ہوں ماما۔ میں ٹھیک ہوں۔"

اس نے ہنس کر انہیں تسلی دی۔

"تو پھر آج آفس کیوں نہیں گئے۔ اسکول سے گھر کیوں لوٹ آئے۔"

ماما کی تفتیش شروع ہوئی تو اس نے کان کھجا کر مسکراتے ہوئے انہیں دیکھا۔

"یونہی۔ بس موڈ نہیں تھا۔"

اس نے شانے اچکا کر سنجیدگی اختیار کر لی۔

"یہ تمہارے موڈ کو آج کل کیا ہوتا جا رہا ہے سمعان۔ لگتا ہے کچھ ٹینشن میں ہو تم۔"

ماما آخر ماں تھیں۔ سمجھ گئیں کہ وہ الجھ رہا ہے۔ جبکہ وہ ان کی نظر شناسی پر اک نظر انہیں دیکھ کر نظریں چرا گیا تھا۔ "اچھا خیر یہ بتاؤ زرمین کیسی ہے؟"

اس کے انداز سے انہیں یہ ہی گمان ہوا کہ ہو نہ ہو معاملہ بیٹے کے دل کا ہے اس لیے براہ راست استفسار کیا۔

"ٹھیک ہی ہو گی۔"

اس نے قصداً مختصر جواب دیا۔

"ہو گی سے مطلب۔ تم ملے نہیں کیا اس سے۔"

ماما کا سوال حسب توقع اور حسب خواہش تھا وہ اسی طرف آگئی تھیں کہ جہاں وہ انہیں لانا چاہتا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اپنی کامیابی پر دل ہی دل میں مسرور ہوتا وہ مسکرا دیا۔

"آج وہ اسکول نہیں آئی تھی۔ غالباً" اس کے پروپوزل کے لیے کچھ لوگ آنے والے تھے۔ اس کی سہیلی شرمین نے بات برائے بات بتایا تھا۔"

وہ انہیں بتانا چاہ رہا تھا اور بتا کر ان کے چہرے کی طرف دیکھا جس پر تفکر کی پرچھائیاں صاف نظر آرہی تھیں اس کی خواہش کے مطابق وہ کچھ سوچنے لگی تھیں۔ وہ منتظر نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"ہوں۔ تو یہ ہے تمہاری ٹینشن۔"

کچھ سوچ کر وہ اس کی طرف متوجہ ہوئیں اور مسکرا کر اسے دیکھا تو وہ جھینپ گیا۔

"ارے بے وقوف۔ یہ کوئی پریشان ہونے والی بات ہے۔ لڑکیوں کے گھر لوگ تو آتے ہی رہتے ہیں۔ بہرحال فکر نہ کرو میں سلمان سے بات کرتی ہوں۔ میرا خیال ہے ہمیں یاور صاحب کی واپسی کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔"

آخری جملے پر وہ بہت سنجیدہ لگ رہی تھیں۔ سمعان بے ساختہ مسکرا دیا تو وہ اسے دیکھ کر متبسم سی اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر اٹھ گئیں۔

● ● ●

"دادی جان۔ آپ کا فون ہے۔"

لاؤنج میں آتے ہوئے آذر نے دادی جان کو مخاطب کیا تو وہ سب جو دادی جان کے ارد گرد براجمان دنیا جہان کی باتیں کر رہی تھیں چپ ہو گئیں۔

"میرا فون! کس کا ہے؟"

اٹھتے ہوئے سفینہ بیگم نے سوال کیا۔

"احتشام انکل کا۔ آپ کو بلا رہے ہیں۔"

زوہا کی طرف دیکھتے ہوئے وہ قدرے شوخی سے بولا تو سب کی بے ساختہ نظر زوہا کی طرف اٹھی اور اس کی نظر اپنی ماں کی جانب اٹھ گئی۔

"لگتا ہے جواب کے لیے فون کیا ہے انہوں نے۔"

رخسانہ بیگم نے ساس کی طرف دیکھ کر اندازاً" کہا۔

"ہوں۔ مجھے بھی یہی لگتا ہے۔"

سفینہ بیگم پر سوچ انداز میں کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

"تو پھر آپ کیا کہیں گے اب۔ کیا فیصلہ کیا ہے آپ نے۔"

رضیہ بیگم نے قدرے گھبرا کر سوال کیا۔

● ● ●

سفینہ بیگم نے انتہائی سنجیدہ نظروں سے انہیں دیکھا تو وہ نظریں چرا کر رہ گئیں۔ اپنا فیصلہ تو وہ سنا ہی چکی تھیں لہٰذا اس وقت رضیہ بیگم کا یہ سوال کرنا گویا ان کے فیصلے سے سرتابی کرنے کا مترادف تھا۔

دوسری اہم بات یہ تھی کہ سفینہ بیگم ان کی نظروں میں الجھن، اختلاف اور خوف بیک وقت دیکھ رہی تھیں جو اس بات کو واضح طور پر بیان کر رہا تھا کہ رضیہ بیگم "احتشام ولا" کے مکینوں سے رشتہ جوڑتے ہوئے بہت متذبذب ہیں۔

"میں فی الحال انہیں گھر بلا کر لیتی ہوں۔ یہ معاملات یوں طے نہیں ہوتے۔"

رضیہ بیگم کے گھبرائے ہوئے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے انہوں نے پر سوچ انداز میں کہا اور اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئیں۔

ان کے پیچھے جانے کی کسی بہو میں جرات نہیں تھی۔ بقیہ لڑکیاں بھی دھیرے دھیرے اٹھ کر زوہا کے کمرے میں جمع ہو گئیں۔ جہاں وہ نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"بس زوہا تم تو اب تیاری پکڑ لو۔"

مدحت نے خوشی سے جھومتے ہوئے کہا تھا۔

"بالکل۔ بلکہ ہمیں بھی اپنی اپنی وارڈ روبز کی طرف توجہ دینی چاہیے "احتشام ولا" کے مکینوں کو لگتا ہے بہت جلدی ہے۔"

صبیحہ کے چہرے پر بھی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی آنکھوں میں شوخی دھرنا دیے بیٹھی تھی۔

"سب کو کیوں بدنام کر رہی ہو۔ صرف فرہاد بھائی کا نام لو۔"

فوزیہ نے معصومیت سے سچائی کا پرچار کیا تو سب ہنس پڑے۔

جبکہ زوہا اسی خیال سے سہمی بیٹھی تھی کہ امی کے کہنے کے باوجود اس نے نہ تو دادی ہی کو انکار کیا اور نہ ہی صبیحہ کو امی کے خیالات سے آگاہ کیا تھا۔ کل رات ہی تو ان سے بات ہوئی تھی اور آج شام ہی وہاں سے فون آیا۔

وہ اسی ادھیڑ بن میں گم بیٹھی کچھ سوچ رہی تھی جبکہ وہ اسے کچھ اور ہی سمجھ کر شوخ شوخ فقروں سے نوازتے ہوئے ہنسی مذاق کر رہی تھیں۔

● ● ●

"آج تمہیں جانے کی کچھ زیادہ ہی جلدی ہو رہی ہے۔ دو منٹ رک جاتیں تو اچھا تھا میں نے احد کو کہہ دیا تھا کہ لاسٹ پیریڈ میں کینٹین چلیں گے۔"

زارا اس کے ساتھ چلتے چلتے قدرے خفگی سے کہہ رہی تھی۔ مگر اس پر عجلت سوار تھی۔

"اول تو یہ کہ تمہیں احد کو کہنے سے پہلے مجھے بتانا چاہیے تھا۔ دوسرے یہ کہ میں نے ڈرائیور کو کہہ دیا تھا کہ آج مجھے جلدی پک کر لے۔"

شرمین تیز قدموں سے پارکنگ لاٹ کی طرف جاتے ہوئے بولی تو زارا شاکی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"اوہو۔ اب ایسی شکلیں بھی مت بناؤ۔ بابا کل آ کر تمہارے ساتھ کینٹین چلی جاؤں گی فی الحال تو مجھے گھر پہنچنا ہے اور پھر تمہیں احد سے ایسے کون سے ضروری مذاکرات کرنے ہیں جو کل تک کا وقفہ برداشت نہیں ہو رہا۔"

اسے منانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے اس نے گھڑی پر نظر ڈال کر استفسار کیا۔

"بکومت۔ مجھے کوئی مذاکرات نہیں کرنے۔ وہ تو بس اس کے بھائی کی اسٹوری کہاں تک پہنچی' پوچھنا چاہتی تھی میں۔" وہ قصداً" برا مان کر بولی تھی شرمین مسکرانے لگی۔

"حد کرتی ہو تم بھی زارا' فرہاد بھائی کا قصہ کوئی فلمی اسٹوری ہے کہ اس قدر دھیان سے سنا جائے' کمال ہے۔ میڈم آپ کو چاہیے کہ لیکچر دھیان سے سنیں اور یاد کریں' اگلے مہینے سے سمسٹر اسٹارٹ ہو رہا ہے۔ کچھ آئی سمجھ۔"

باقاعدہ ڈپٹنے کے انداز میں اسے سمجھاتی وہ اپنی گرین سوک تک پہنچ چکی تھی۔ زارا نے جھلا کر "دفع ہو" کہا تو وہ ہنستی ہوئی دروازہ کھول کر پیچھے بیٹھ گئی۔

"او کے اللہ حافظ۔ کل ملیں گے۔"

زارا کا بگڑا موڈ دیکھنے کے باوجود بہت ہنس کر اسے ہاتھ ہلایا تو وہ ناراضگی کا اظہار کرتی واپس پلٹ گئی۔

گاڑی تیز رفتاری سے یونیورسٹی سے نکل کر سڑک پر دوڑے جا رہی تھی۔

"ڈرائیور سیدھے گھر لے چلو۔"

تحکم سے کہہ کر اس نے قصداً" نظر باہر دوڑانی شروع کر دی۔

"مگر میڈم نرمین بی بی کو اسکول سے پک کرنا ہے۔"

ڈرائیور حسب توقع کچھ گڑبڑا گیا تھا۔

"نہیں اسے آج تھوڑا وقت لگے گا' اسکول میں کوئی میٹنگ ہے ٹیچرز کی اسکول دین بعد میں چھوڑ جائے گی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسے۔ صبح تمہیں اس نے انفارم نہیں کیا تھا۔"

اعتماد سے غلط بیانی کرتے ہوئے اس نے آخر میں قصداً حیرت کا اظہار کیا۔

"نہیں جی۔" ڈرائیور نے سادگی سے انکار کرکے کار گھر کے روٹ پر ڈال دی تو اس نے اطمینان سے چیونگم پرس سے نکال کر منہ میں ڈال لی۔

امی جی کو آج میمونہ خالہ کی طرف جانا تھا اس لیے وہ بہت سکون سے یہ ڈراما کھیل گئی تھی۔ اسے امید ہی نہیں یقین بھی تھا کہ گاڑی نہ پہنچنے کی صورت میں سمعان ہی اسے ڈراپ کرنے آئے گا اور دوران سفر اگر وہ چاہے تو اپنے احساسات سے آگاہ کردے گا اسے۔

کیونکہ ویسے تو کبھی نرمین نے اسے موقع نہیں دیا تھا۔ جب بھی اس نے کہنا چاہا وہ کنی کترا جاتی یا پہلو بچا جاتی۔ شرمین اس کی ایک ایک بات سے واقف تھی۔

"مگر آج کہاں جائے گی وہ احمق لڑکی اور اگر اب بھی سمعان نے اسے اپنے جذبوں اور احساسات سے واقف نہیں کیا تو میمونہ خالہ کے لائے ہوئے پروپوزل کے لیے سب سے بڑا ووٹ میرا ہوگا۔"

وہ غائب دماغی سے گزرتے ہوئے مناظر دیکھتے ہوئے اسی سوچ میں غلطاں تھی کہ بریک لگنے کی آواز پر چونکی۔ گھر آگیا تھا اس نے اندر آتے ہی سب سے پہلے امی جی کی غیر موجودگی کی تصدیق کی اور سکون سے کچن میں چلی گئی جہاں ملازمہ مستعدی سے کھانا سرو کررہی تھی اس کے پوچھنے پر نرمین کے بارے میں وہی اسٹوری سنادی۔

"شکر ہے سارا کام پلان کے مطابق ہوا۔ اب یقیناً" امی جی کی انویسٹی گیشن سے بھی نرمین کا سابقہ نہ پڑے گا اور متوقع نتائج بھی حاصل ہوجائیں گے۔"

وہ مسکراتے ہوئے نرمین کی متوقع کیفیت سوچ کر ہنس دی۔ گرم گرم روٹی اس کی پلیٹ میں رکھتی ملازمہ چونک سی گئی۔

"آپ نے مجھ سے کچھ کہا بی بی جی۔"

"ہوں۔۔۔ نہیں۔" وہ کچھ چونکی۔ "ویسے یہ سمیر کہاں ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"ابھی کچھ ہی دیر پہلے ناشتا کرکے گئے ہیں جی۔"

"اس وقت؟" اس نے گھڑی پر نظر ڈالی پونے دو ہو رہے تھے۔

"جی۔"

"امی جی کے ساتھ گیا ہے۔"

"نہیں ان کے بعد گئے ہیں۔"

ملازمہ جواب دے کر پلٹ گئی تو وہ سمیر کے متعلق سوچنے لگی جو کہ ابی کی غیر موجودگی اور سخت گیری کے بعد امی جی کے لاڈ پیار کے باعث بگڑتا چلا جارہا تھا۔

"پتا نہیں نرمین کب واپس آتی ہے مجھے اس کا انتظار کرنا چاہیے۔"

کھانے کے بعد آنکھوں میں اترتی نیند کو دھکیلتی وہ میگزین اٹھا کر لاؤنج میں چلی گئی۔

● ● ●

ایک کے بعد ایک ٹیچرز اٹھ کر چلی گئیں تو اسے احساس ہوا کہ آج بہت دیر گزر گئی ہے۔ ابھی تک چوکیدار نے ڈرائیور کے آنے کی اطلاع نہیں دی تھی۔ عام طور پر وہ شرمین کو بعد میں پک کرتا تھا اس لیے کچھ دیر تو وہ خیال میں رہی کہ اب آتا ہوگا۔ اب آتا ہوگا مگر جب زیادہ وقت گزرا تو گمان کیا کہ ممکن ہے شرمین کو پک کرنے پہلے چلا گیا ہو لیکن اب تو مقررہ وقت سے بھی زیادہ ٹائم گزر چکا تھا۔

جب آخری ٹیچر بھی چلی گئی اور اسٹاف روم خالی ہوگیا۔ تو اسے ناچار باہر آنا پڑا۔ کل کی مہمان خواتین کی وجہ سے ویسے ہی سخت اپ سیٹ تھی۔ آج کا دن بھی بہت پریشانی میں گزرا تھا۔ میمونہ خالہ کے تیور تو کبھی بتا رہے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کہ وہاں کروا کر ہی دم لیں گی۔ اس لیے رات کو نیند بھی ٹھیک سے نہیں آئی تھی۔

خواب دیکھنا آسان ہوتا ہے مگران سے دستبردار ہونے کے لیے جو حوصلہ چاہیے وہ اس میں مفقود تھا۔ بظاہر تو وہ خود کو یہ ہی باور کراتی رہتی کہ وہ ایڈجسٹ ہو جائے گی خود کو حالات کے مطابق ڈھال لے گی مگر حقیقتاً ایسا تھا نہیں۔ اپنے دعوے کو عملاً ثابت کرنے کی اس میں کوئی صلاحیت نہیں تھی۔

کل ایک طویل عرصے بعد اس پر وہی کیفیت طاری ہوئی تھی جو ایزد کے نکاح سے پہلے ایزد کی آمد پر اسے مغلوب کر لیتی تھی۔ تھکن اور ٹینشن نے یوں بھی ادھ موا کر رکھا تھا اس پر صبح سے کئی بار سمعان کا سامنا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی کرید تھی کئی سوال تھے' وہ سمجھ نہیں سکی تھی آخر سمعان کے ان تیوروں کا جواز کیا ہے۔

وہ اس کے چہرے سے کیا اخذ کرنا چاہتا ہے؟

اس کی آنکھوں سے کون سی تحریر پڑھنے کا مشتاق ہے؟

اور اس کے لہجے سے کیا جانچنے کی سعی کر رہا ہے؟

لہٰذا حسب فطرت سوائے متفکر ہونے کے کچھ اور نہیں کیا تھا اس نے اب تک ایسی حالت میں جلد از جلد گھر پہنچ کر بستر پر ڈھیر ہونے کا سخت دل چاہ رہا تھا۔

"یا خدایا۔ آخر کہاں رہ گیا ڈرائیور۔"

چوتھی بار گیٹ تک آکر اس کی غیر موجودگی کا یقین کرتے ہوئے وہ جھنجلا گئی۔ دل تو دل اس وجہ سے کچھ مطمئن تھا کہ آج امی جی کو خالہ کی طرف جانا تھا ورنہ اس وقت تک تو انہوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا ہوتا۔ مگر ساتھ ساتھ اسی وجہ سے پریشانی بھی ہو رہی تھی کہ اگر ڈرائیور نہیں آیا تو کیا کرے گی۔

"کیوں نہ گھر فون کر کے پتا کروں؟"

ڈھائی بجاتی گھڑی پر نظر ڈال کر وہ پریشان پریشان سی سمعان کے کمرے کا دروازہ ناک کر کے چلی آئی وہ غالباً جانے کے ارادے سے ہی اٹھا تھا۔ اسے اس وقت یہاں موجود دیکھ کر متعجب رہ گیا۔

"آپ ابھی تک یہیں ہیں نرمین؟"

"جی وہ ابھی تک گھر سے گاڑی نہیں آئی۔ کیا میں فون کر سکتی ہوں۔"

وہ حد درجے متوحش تھی سنجیدگی سے سوال کیا تو سمعان نے سر کی جنبش سے اجازت دیتے ہوئے جانے کا ارادہ فی الوقت ملتوی کر دیا۔

"ہیلو شرمین' کیا ہوا تم گھر پر ہو اور اب تک ڈرائیور مجھے لینے نہیں آیا۔"

شرمین کے فون ریسیو کرتے ہی وہ کچھ پریشان سی پوچھ بیٹھی۔

"ہاں اصل میں فیول فلٹر خراب ہو گیا ہے گاڑی کا' میں نے ڈرائیور کو ٹھیک کرانے بھیجا ہے۔ تم کہاں ہو اس وقت۔"

"میں یہاں اسکول میں ہوں' تم مجھے انفارم نہیں کر سکتی تھیں' جانتی ہو کب سے انتظار کر رہی ہوں یہاں۔"

اسے بہت کم غصہ آتا تھا مگر اس وقت جھنجلاہٹ عروج پر تھی۔ سمعان اسے بغور دیکھ کر معاملے کی نوعیت جانچنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"او ہو' آئی ایم سوری یار میں سمجھی اب تک تم نے عقل مندی کا تقاضا نبھا کر کسی سے لفٹ لے لی ہو گی۔ آئی مین کسی کولیگ سے۔"

شرمین اس کی کیفیت سے محظوظ ہوتے ہوئے بلا ارادہ شوخی سے کہہ گئی تو نرمین سٹپٹا گئی۔ "کیسی باتیں کرتی ہو تم اب بتاؤ کہ میں کیا کروں۔"

"کرنا کیا ہے خود ہی آنا ہو گا تمہیں۔" شرمین اس وقت کتنی کٹھور بن گئی تھی۔

"اوکے میں رکشہ کر لیتی ہوں۔"

اس نے پر سوچ انداز میں جواب دیا۔

"حکومت حالات دیکھو آج کل کے کوئی ضرورت نہیں تن تنہا یوں رکشہ میں آنے کی تمہارے اسکول وا گھر تک ڈراپ نہیں کر سکتے' کہاں ہیں وہ تمہارے عاشق زار مسٹر سمعان گردیزی' ان سے کہو تمہیں ڈر کر دیں۔"

شرمین نے اسے جھڑک کر اصل مدعا عرض کیا تو وہ اس کے عاشق زار کہنے پر بری طرح جھلا گئی۔ وہ سامنے بیٹھا اسے نوٹ کر رہا تھا۔

بے اختیار نظر اس کی نظر سے ملی تو چہرہ گلابی ہونے لگا۔

"کیسی باتیں کرتی ہو شرمین۔ سخت پریشان ہو گئی ہوں میں۔"

دھیمے سے لہجے میں دبا دبا غصہ تھا اور خفت الگ تھی۔ اس نے تنگ آ کر فون رکھ دیا۔ سمعان گویا اس کا تھا اس کے اٹھتے ہی خود بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

"خیریت؟" شائستگی سے سوال کیا۔

"جی۔ ان فیکٹ وہ گاڑی خراب ہو گئی اس لیے ڈرائیور آ نہیں سکا۔"

حقیقت بتائے بنا چارہ نہ تھا۔ اسے خجالت محسوس ہو رہی تھی کہ کیا سوچتا ہو گا سمعان اس کے گھر والو اس کی اتنی بھی پروا نہیں تھی کہ اسے فون کر دیتے۔

"اوہ۔" وہ مبہم سا مسکرا دیا۔

"چلیے آیئے میں آپ کو ڈراپ کر دوں۔"

شرمین اور سمعان کے حسب خواہش آج اچھا موقع ملا تھا۔

وہ متذبذب سی ایک لمحے کو سوچتی رہی۔ آج تو سلمان انکل بھی نہیں آئے تھے ورنہ وہ ان سے کہہ د فی الحال سوائے سمعان کی آفر قبول کرنے کے کوئی چارہ نہ تھا۔

"چلیں۔" وہ رک کر اس کے چہرے کے تاثرات جانچتا رہا اور جب پسپائی کی کیفیت دیکھی تو سنجیدگی سے اور باہر کی جانب چل دیا۔

بلیک چادر اپنے گرد لپیٹے وہ حسب معمول خاموشی سے سفر کر رہی تھی وہ تو صد شکر تھا کہ آج امی جی گھر پر م نہیں تھیں ورنہ سمعان کے ساتھ جانے کے لیے وہ کبھی تیار نہ ہوتی۔

"اور سنایئے زرمین' آپ کے فادر کیسے ہیں۔"

"جی ٹھیک ہیں۔"

کافی دیر بعد سمعان نے خاموشی توڑی جس کا مختصر جواب دے کر زرمین پھر چپ ہو گئی۔

"بائی داوے کل کا دن کیسا گزرا آپ کا۔"

"جی؟" استعجاب سے اس کی آواز قدرے اونچی ہو گئی تھی۔

سمعان اس کے تیور پر زیر لب مسکرا دیا تو وہ اور خفیف سی ہو گئی۔

(تو کیا انہیں معلوم ہے کہ کل گھر پر کون آیا تھا۔ مگر نہیں انہیں کس طرح پتا چل سکتا ہے۔)

"میرا مطلب یہ تھا کہ کل آپ نے گھر پر ریسٹ کیا تو کیسا لگا' بائی داوے کل آپ آئی کیوں نہیں۔" وہ ا چھیڑ کر محظوظ ہو رہا تھا' وہ کچھ سٹپٹا سی گئی' سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ سمعان اس سے ایسے سوال کیوں کر رہا ہے۔

"بس کچھ کام تھا۔" بہت دھیمی آواز اور دبے دبے لہجے میں وہ یہی کہہ سکی۔

"آج گھر پر ہوں گی آپ کی مدر اور آپ یا کہیں جانے کا پروگرام ہے۔"

مشاقی سے موڑ کاٹتے ہوئے سمعان نے کچھ ثانیے بعد پوچھا تو وہ جو ابھی تک اس کے پچھلے سوال پر الجھی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھی۔ چونک کر اسے دیکھنے لگی، نظروں میں سوال تھا۔

"ان فیکٹ ماما اور پاپا آ رہے ہیں آج آپ کی طرف۔"

اس کے دیکھنے پر وہ دوستانہ مسکراہٹ سمیت بہت بڑا دھماکا آرام سے کر گیا تھا مگر زمین جیسے ہل گئی تھی اپنی جگہ سے شاکڈ سی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"م۔۔۔ مگر۔" اس نے کچھ کہنا چاہا تو سمعان نے ٹوک کر کہنا شروع کر دیا۔

"دیکھیے زمین، میں کئی بار آپ سے بلاواسطہ اور بالواسطہ اپنی فیلنگز کا اظہار کر چکا ہوں۔ آپ کافی سمجھدار ہی ہیں یقیناً" یہ بات میرے بتانے سے پہلے ہی جان چکی ہوں گی۔ لیکن آپ نے ہر بار قصداً" مجھے اگنور کیا۔ شروع میں تو میں یہی سمجھا کہ آپ مجھے یا میری فیلنگز کو سمجھتی نہیں ہیں۔" وہ بہت روانی اور سنجیدگی سے کہہ رہا تھا زمین کی نظریں آپ ہی آپ جھک گئیں۔

"مگر بعد میں احساس ہوا کہ آپ مجھے ایک اچھا انسان ضرور سمجھتی ہیں۔ کبھی کبھی یہ گمان بھی ہوتا کہ شاید آپ انکیجڈ ہوں مگر اس کا اندازہ بھی ہو گیا کہ ایسا نہیں۔"

وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا زمین کا دل چاہا پوچھے کہ بھلا بتا پوچھے اسے کیسے اندازہ ہوا مگر اس لمحے تو قوت گویائی حیا سے ساکت ہو چکی تھی۔ جبکہ سمعان بہت عرصے بعد انتہائی جذب اور سکون سے اپنے احساسات اس تک پہنچا رہا تھا۔

"لہٰذا آج مما اور پاپا آپ کی طرف آ رہے ہیں۔ پہلے ان دونوں کا خیال تھا کہ آپ کے فادر آئی مین ابا اور انکل کی واپسی تک انتظار کر لیتے ہیں مگر اب لگتا ہے کہ انتظار نقصان دہ بھی ہو سکتا ہے۔"

پر اعتماد مسکراہٹ اس لمحے سمعان کے لبوں کا حصہ بنی ہوئی تھی وہ بار حیا سے سرخ پڑ گئی۔ جب کوئی مردانہ والہانہ انداز میں اپنے دل کے نہاں خانوں میں چھپے جذبے عیاں کرتا چلا جائے تو عورت پر آپ ہی آپ شرم کا غلبہ ہونے لگتا ہے۔

وہ بھی اس وقت اس حجاب کی احساساتی کیفیت سے دوچار تھی۔ جبکہ دوسری طرف حقیقتوں کی برہنہ تلواریں بھی سر پر لٹک رہی تھیں۔ امی کا فیصلہ اور ابا جی کی صلاح۔

وہ یک دم گومگو کیفیت سے نکل آئی۔ "ابا، سلمان صاحب کے بیٹے سے رشتہ جوڑنے پر کیا واقعی راضی ہو جائیں گے؟" اس نے خود سے گویا سوال کیا۔

"نہیں۔۔۔ کبھی نہیں۔" اس کے اندر جیسے بازگشت سنائی دینے لگی۔

"تو پھر ان بھلے لوگوں کو کیوں سوال کے تجربے سے ہمکنار کیا جائے۔"

"نہیں نہیں۔۔۔ مجھے ابھی ہی یہ بات کلیئر کر دینی چاہیے۔"

اس نے خود کو فوراً" تیار کیا سمجھایا مگر اس فیصلے پہ دل جیسے خون کے آنسو رو دیا۔

سمعان اسے ہی بغور کن انکھیوں سے دیکھ رہا تھا اس کا ایک ایک تاثر اس کی نگاہوں کی زد میں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اندرونی ادھیڑبن کا شکار ہے۔ البتہ ایک لمحہ پہلے والی خوشی اور طمانیت کا جو راج اس کے چہرے پہ سمعان کے اقرار سے چھایا تھا وہ آہستہ آہستہ مفقود ہوتا جا رہا تھا۔

حتی کہ کئی ثانیے بیت گئے۔ سمعان نے لب بھینچ کر اسے دیکھا اس کا گھر چند منٹوں کے فاصلے پر تھا۔ چنانچہ اس نے خود کو بولنے پر آمادہ کر ہی لیا۔

"سمعان صاحب، شاید آپ کو یہ بات یاد نہیں کہ ابی اور سلمان انکل کے درمیان کبھی بزنس پارٹنرشپ رہی تھی جو کہ نظریاتی اور اصولی اختلافات کی بناء پر ختم کر دی گئی۔ حتی کہ ابی کی دوستی بھی اس کاروباری بندھن کے ساتھ ختم ہو گئی۔"

وہ بمشکل خود کو سنبھالے ہوئے بول رہی تھی اس شخص سمعان گردیزی کے سامنے بولنے کا یعنی دل کی بات

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کہنے کا پہلا تجربہ تھا اور وہ اس لمحے اس کی شخصیت کے سحر سے آزاد حقیقت کے آئینے میں دیکھتے ہوئے بول رہی تھی۔

"تو اس بات کا آپ کے اور میرے پرپوزل سے کیا تعلق ہے۔"

اس نے قصداً "رفتار دھیمی کرتے ہوئے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"تعلق تو بہت گہرا ہے سمعان صاحب۔ ابی نے سلمان انکل سے اپنی فرینڈشپ جن اختلافات کی بنا پر ختم کی۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ وہ اتنی نازک ریلیشن شپ ان کے ساتھ جوڑ سکیں گے۔ نہیں وہ ایسا کبھی نہیں کریں گے۔"

گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے قدرے مایوسی سے کہا تو سمعان اس کی آنکھوں میں اترتی دھند دیکھ کر بے اختیار خوش ہوتے دل کی بدلتی سرتال پر دھیان دیے بغیر نہ رہ سکا۔ اسے کھو دینے کا خدشہ اور خوف اسے بھی تھا مگر یہ احساس ہی خوش کن تھا۔

"کیا آپ کو ان کے اس فیصلے کا افسوس ہوگا؟"

اس کی بات کے جواب میں قطعی غیر متوقع کریدتا ہوا سوال تھا وہ بری طرح گڑبڑا گئی۔ ایک نظر اسے دیکھا جو اسٹیئرنگ وہیل کو مشاقی سے گھما کر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"اس سوال کی یہاں کوئی گنجائش نہیں۔ میں ابی اور امی جی کے فیصلے سے سرتابی کرنے کی مجال نہیں رکھتی۔" وہ سنجیدہ اور مبہم سے انداز میں بولی تھی۔

"اور آپ کا دل؟"

بھاری لہجہ اور براؤن آنکھوں میں چمکتے سوال اور ان کے جواب جو کہ اثبات میں تھے اسے گنگ کر گئے۔ اس لمحے کے لیے کچھ کہہ ہی نہ سکی پھر گہری سانس بھر کر بولی۔

"میں دل سے نہیں سوچتی، دماغ کے فیصلوں کو اہمیت دیتی ہوں۔"

اس کے گہرے لہجے میں جہاں سوچ کی پرچھائیاں تھیں وہیں کچھ کھو دینے کا احساس بھی تھا۔

"لیکن میں اپنے دل کو دماغ کے برابر اہمیت دیتا ہوں اور اس لیے آپ کی اس لاجک کی میرے نزدیک خاص اہمیت نہیں۔ لہٰذا صرف اس پوائنٹ کی وجہ سے میں پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔"

وہ سامنے دیکھتے ہوئے یک دم انتہائی سنجیدگی سے بولا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔ چہرے سے پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس کی بات پر خفا ہوا ہے یا محض سنجیدگی سے جواب دیا ہے اسے۔

اس نے بات اتنی قطعیت اور حتمی انداز میں کہی تھی کہ سوائے خاموشی کے کوئی چارہ نہ تھا۔ عجیب صورتحال تھی اس وقت وہ نازک اور حساس موضوع جو ان کے درمیان کبھی مذکور نہیں رہا تھا اس وقت اس کی تمام تر باریکیوں سمیت وہ اس پر بات کر چکے تھے۔

نرمین کا دل جیسے کانوں میں دھڑک رہا تھا اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ابھی جو کچھ کہا سنا گیا ہے وہ حقیقت ہے یا کسی خواب کے گماں میں وہ لب بستہ بیٹھی تھی۔

سمعان نے اس کی طرف کن انکھیوں سے دیکھا وہ اس لمحے کسی بت کی مانند ایستادہ لگ رہی تھی۔ جامد ساکت۔

پھر ان کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی حتیٰ کہ وہ گھر پہنچ گئے۔ دروازہ کھول کر باہر نکلتے ہوئے اس کے چہرے پر اتنی الجھن تھی کہ سمعان کو کہنا ہی پڑا۔

"شاید میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا نرمین، میری باتوں سے آپ بہت الجھ گئی ہیں۔"

وہ بہت اپنائیت اور یگانگت سے دریافت کر رہا تھا۔ وہ ٹھٹک کر رک گئی۔

"یس اٹس آل رائیٹ۔ ہر ایک کا اپنا پوائنٹ آف ویو ہوتا ہے۔" وہ سنگین حد تک سنجیدگی سے کہہ کر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لی۔

"آج شام کی چائے پر انتظار کیجیے گا۔ ماما اور پاپا آ رہے ہیں۔"

وہ اس کے تیور قصداً نظر انداز کر رہا تھا۔ وہ یکلخت فطری حیا سے نظریں جھکا گئی اور اس سے پہلے کہ اس کا ضبط ہاتھ چھوڑتا وہ تیزی سے باہر نکل آئی۔ پلٹ کر دیکھنے کی ہمت نہیں کی کہ آج سمعان ساری شدتیں واضح کر گیا تھا اس پر۔

"ایک سیکنڈ نرمین۔" وہ اندر کی طرف قدم بڑھا رہی تھی کہ اس نے پکار لیا۔ وہ سوالیہ نظروں سمیت پلٹی۔

"آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔"

اب کے خاصی شوخی سے سوال ہوا تھا البتہ چہرے پر متانت تھی۔ وہ اس انداز پر سٹپٹا سی گئی۔ اسی اثناء میں گیٹ کھل گیا تھا۔ شرمین غالباً "اس قدر تاخیر سے گھبرا کر خود باہر نکل آئی تھی اور حسب خواہش ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر ایک دبی دبی سی مسکراہٹ لبوں کو چھو گئی تو وہ باہر چلی آئی۔

"السلام علیکم سمعان صاحب، شکر ہے تم آ گئیں بیچ میں تو پریشان ہو گئی تھی۔" دونوں کو یکے بعد دیگرے مخاطب کیا تو سمعان کا سوال پس پردہ چلا گیا۔

"حالانکہ ایسی دیر تو نہیں ہوئی۔"

سمعان نے دوستانہ انداز میں کہا تو شرمین مسکرا دی جبکہ نرمین اس وقت بالکل چپ تھی۔

"آپ کو شاید وقت کے گزرنے کا اندازہ نہیں ہوا ہو گا ورنہ دیر تو خاصی ہو چکی ہے۔ آئیے نا سمعان صاحب آپ کے لیے کچھ ٹھنڈا چائے وغیرہ بلکہ اب تو کھانے کا وقت بھی ہے۔"

شرمین نے معنی خیزی سے جملہ بولا اور پھر یک دم میزبانہ انداز اپنا لیا تو سمعان مسکرا کر رسانیت سے انکار کرتے ہوئے چلا گیا۔ وہ دونوں خاموشی سے اندر چلی آئیں۔

● ● ●

"خدا کے لیے زوہا، کبھی اچھی شکل بھی بنا لیا کرو۔ تمہارے چہرے پر سوئیاں تو بارہ بجے پر آ کر رک گئی ہیں نہیں دیکھ دیکھ کر میرا تو دل گھبرا گیا ہے۔"

صبیحہ پچھلے کئی دنوں سے زوہا کے چہرے پر گھبراہٹ اور خدشوں کا جال بچھا دیکھ رہی تھی۔ آج سخت بےزاری سے اظہار ناپسندیدگی کیا۔

"تو تم ہی بتاؤ کیا کروں۔ جب ذہن پریشان ہے تو شتماری مسکراہٹ چہرے پر کہاں سے لا کر سجاؤں۔"

کتاب بیچ کر میز پر رکھتے ہوئے زوہا حد درجے بےزار اور مایوس نظر آ رہی تھی۔ لہجہ اس قدر سنجیدہ اور روکھا تھا کہ صبیحہ ایک لمحے کو چپ ہو گئی۔

ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی وہ۔ "سفینہ لاج" میں ابھی تک فرہاد کے رشتے سے متعلق حتمی فیصلہ نہیں کیا گیا تھا۔ لہٰذا وہ ہمہ وقت خود کو سولی پر لٹکا محسوس کرتی تھی۔ کون جانے آنے والی گھڑیاں وقت کا کون سا فیصلہ سنانے والی تھیں۔

اندیشوں اور خدشوں کا جال دن بدن اسے اپنے شکنجے میں کستا جا رہا تھا۔ گھبراہٹ اور ناامیدی الگ دل میں گھر کیے بیٹھی تھی۔

"آخر تم اتنی پریشان کیوں ہو یار۔ اب ایسی بھی قیامت کی گھڑی نہیں آئی کہ بندہ یوں ہتھیار ڈال دے۔"

اس کے قریب آ کر بیٹھتے ہوئے اس نے رسان سے کہا تو زوہا نے جن نظروں سے اسے دیکھا وہ نگاہیں چرانے پر مجبور ہو گئی۔

"تم ایسے مرحلے سے گزری نہیں ہو نا صبیحی اسی لیے تمہیں اندازہ نہیں کیسی مشکل گھڑی ہے یہ۔ ہر لمحہ ایک صدی بن کر گزر رہا ہے۔ میں اپنے آپ کو اس مقام پر کھڑا محسوس کر رہی ہوں جہاں سے کسی طرف بھی کوئی راستہ جاتا نظر نہیں آ رہا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دونوں ہتھیلیوں پر پیشانی ٹکاتے ہوئے وہ سخت پریشان لگ رہی تھی۔ صبیحی کے سامنے دل کھول کر رکھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

"کم آن زوہا' اب ایسی بھی بات نہیں' گھر میں تقریباً" سب ہی راضی ہیں۔ دادی جان اور انعام چچا کا ہاں سمجھو منزل کو پالینا ہی ہے۔"

وہ چونچلے انداز میں اسے خوش آئند رخ دکھا رہی تھی۔

"اور امی کا انکار کرنا؟"

جھٹکے سے سر اٹھا کر اس نے ڈائریکٹ سوال داغا تو وہ حیرت سے شاکڈ رہ گئی۔

"یہ تم کہہ رہی ہو۔ منجھلی چچی بھلا ایسا کیوں کرنے لگیں۔"

"وہ ماں ہیں صبیحی انہیں۔ مگر آنٹی کے تیور دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں وہاں خوش نہیں رہوں۔ سوتیلے رشتے کے باعث وہ اور بھی متامل ہیں۔ روز بابا سے یہ ہی بات ہوتی ہے اور پچھلے دنوں تو انہوں نے مجھ سے بھی کہا کہ انکار کردوں دادی کے سامنے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ میں اچھی سوچ رکھوں تو کیسے۔"

اس کے سوال پر جھنجلا کر اس نے کچھ ایسی بے بسی سے کہا کہ صبیحہ بھی ایک لمحے کے لیے چپ سی رہ گئی پھر اس کے شانے پر دھیرے سے ہاتھ رکھتے ہوئے پرسوچ لہجے میں بولی۔

"زندگی میں خوشیاں صرف ایک بار دروازہ دل پر دستک دیتی ہیں زوہا۔ اگر قفل کھول کر ان کا استقبال نہ کیا جائے تو وہ واپس لوٹ جاتی ہیں کبھی نہ واپس آنے کے لیے۔ تمہیں بھی اب یہی فیصلہ کرنا ہے۔ دروازہ کھولنا ہے یا چوکھٹ کے اس طرف آنسو بہاتے ہوئے خود کو ہی دھوکا دیتی رہوگی کہ ایسی کوئی آہٹ ایسی کوئی دستک تم تک آئی ہی نہیں۔"

"صبیحی!" زوہا نے تڑپ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "پلیز ہیلپ می۔"

"سوری ڈیئر' علاج تو سارے معالج ہی بتاتے ہیں مگر دوا خود کھانی پڑتی ہے۔ تمہیں شفا چاہیے تو آگے بڑھ کر تریاق اٹھالو۔ نہیں تو وہی کرو جو تمہاری صلاح ہے۔"

دوٹوک لہجے میں فیصلہ سناتی صبیحی تیزی سے اٹھ کر کمرہ چھوڑ گئی تو زوہا نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔

"یا خدا میں کیا کروں۔"

● ● ●

سمعان اسے ایک عجیب مخمصے میں ڈال کر خود کس قدر اطمینان سے چلتا بنا تھا جبکہ وہ اس وقت سخت ذہنی انتشار کا شکار تھی۔ وہ کوئی بات سمجھتا ہی نہیں تھا۔ امی کی فطرت کو وہ اچھی طرح سمجھتی تھی ایک روز امی جی نے بھی ایسی ہی بات کہی تھی جب شرمین اور اس نے ایزو سے ذرا ہنس کر بات کرلی تھی۔ ان کے جملے آج اس کی سماعتوں کا حصہ تھے۔

"تمہارا باپ تو پہلے ہی جلاد ہے' کسی نرم و لطیف جذبے کی قدر نہیں اس کے دل میں' کانٹوں کی راہ پر مت چلو۔"

کتنے سخت لہجے میں انہوں نے ڈانٹا تھا انہیں بغیر کسی مروت و لحاظ کے۔

"میں نے ہمیشہ تمہیں دور رکھا ہے ایسی خرافات سے یہ اخلاق و موت بعد کے لیے کڑی سزائیں بن جاتی ہیں۔ دور رہنا سیکھو ایسے رستوں سے سمجھیں۔"

ان کا پرتپش اور درشت لہجہ ایک بار پھر اس کے کانوں میں گونج گیا۔

"خیریت کیا سوچے جارہی ہو۔ ٹھیک سے کھانا کھاؤ نا۔"

شرمین اس کی کیفیت نوٹ کررہی تھی اس لیے جب کافی دیر تک وہ چمچے کا کھیل کرتی رہی تو اس نے تردد سوال کرکے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"لگتا ہے رستے میں سمعان صاحب نے کوئی پریشان کن خبر سنادی ہے تمہیں جبھی چہرے پر یوں ہی ہوائیاں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اڑ رہی ہیں۔"

وہ اسے یونہی نا سمجھنے والے انداز میں دیکھ رہی تھی کہ شرمین نے غضب کی قیاس آرائی کی۔

"تمہیں کیسے پتہ۔"

بے اختیار سوال پھسلا تھا اس کی زبان سے پھر یک دم وہ سٹپٹا کر اپنی بے اختیاری پر نادم ہو گئی۔

"کہا تو کسی نے نہیں ہے۔ تمہارا چہرہ اشتہار بنا ہوا ہے سارے قصے کا۔ وہ کیا خوب کہا ہے کسی نے کہ چہرہ دل کا آئینہ ہوتا ہے۔"

لاپرواہی سے فروٹ باسکٹ اپنی طرف کھسکا کر شرمین نے آڑو نکالتے ہوئے کہا تو وہ خفیف سی ہو گئی۔

"ہاں تو اب بتا بھی چکو کہ کیا ماجرا ہے۔ میری تو فکر سے نیند بھی اڑ گئی ہے۔"

شرمین آج بہت شوخ ہو رہی تھی وہ کچھ جھلا کر اسے دیکھنے لگی۔

"لگتا ہے احد کی کمپنی نے اچھا اثر دکھایا ہے تمہاری طبیعت پر۔" صاف اپنی خفت اور حیا چھپائی جا رہی تھی۔

"یہ قصہ پھر کبھی چھیڑیں گے فی الحال تم بات کو بدلو نہیں۔" شرمین گویا کچھ اور سننے پر تیار ہی نہ تھی۔ چنانچہ ناچار اسے اصل صورت حال بتانا ہی پڑی۔

"واہ کیا کوئیک سروس ہے محترم کی۔" ساری بات سن کر شرمین بے ساختہ جوش اور خوشی سے کہہ اٹھی تو زمین نے قدرے تحیر سے اسے دیکھا۔

"کیا مطلب کوئیک سروس۔" اس کی آنکھوں میں الجھن در آئی تھی۔

"مطلب یہ کہ کہ تمہارے رخصت ہونے سے پہلے ہی حضرت نے عملی قدم اٹھا لیا ورنہ میرا تو یہی خیال تھا کہ ابھی ایک آدھ سال تو وہ مزید سوچنے کا پروگرام رکھتے ہیں۔"

وہ ذرا کی ذرا گڑبڑائی اور پھر اپنی بے اختیاری کو کوستے ہوئے یک دم خود کو نارمل کر کے جھٹ بہانہ گھڑا۔

"اونہہ مگر۔"

"اگر مگر چھوڑو ڈیر! تو مٹھائی کھلاؤ ڈٹ کر۔" شرمین کی خوشی آج غیر معمولی تھی۔

"مٹھائی کا یہاں کیا قصہ۔ آخر تم سمجھتی کیوں نہیں شرمین اس پروپوزل کے آنے سے میری پوزیشن کتنی اکورڈ ہو جائے گی کچھ اندازہ ہے تمہیں۔"

اس نے اس حوالے سے کہا کہ وہ دونوں کو لگ رہے تھے اور امی کی ذہنی رسائی ان علاقوں تک بھی تھی جس کا کہ ان کے تصور و گماں میں بھی گزر نہ تھا۔ جبکہ یہ تو بالکل واضح بات تھی۔

امی کے متوقع رویے نے اسے از حد سراسیمہ اور متوحش کر رکھا تھا۔

"معلوم ہے مجھے مگر اب تمہیں اتنا پریشان ہونے کی بھی ضرورت نہیں انکار ہو یا اقرار ہر دوسری صورت میں تمہیں جاب تو چھوڑنی ہی ہو گی کیونکہ امی جی بلکہ جب ابی کو پتا چلے گا کہ ایزد کا نکاح ہو گیا ہے تو وہ بھی تمہاری جلد از جلد شادی کرنا چاہیں گے لہٰذا اس طرف سے تو تم پریشان مت ہو۔ رہ گئی بات تمہاری پوزیشن کی تو اس کی تم فکر مت کرو۔"

شرمین بہت رسانیت سے حوصلہ افزا لہجے میں اسے سمجھا رہی تھی۔

"صمعان نے بھی اب اپنا بزنس شروع کر دیا ہے۔ وہ بھی احد کے بھائی فرہاد کے ساتھ کافی ماہر بندے ہیں وہ اس فیلڈ کے۔ لہٰذا ان کی ترقی کا چانس نوے فیصد ہے۔ اور تمہیں تو معلوم ہے کہ ابی کو اس طرح کے بزنس میں انٹرسٹڈ لوگ پسند ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے معلومات اس تک پہنچا رہی تھی۔

"لہٰذا ان حضرت کی پوزیشن چونکہ مضبوط ہے اس لیے تمہاری پوزیشن کو بھی کوئی خطرہ نہیں۔ رہ گئی بات اور دوسرے عوامل کی تو ڈیئر زمین کچھ باتوں کا فیصلہ وقت کرتا ہے تم خاموشی سے اس کے فیصلے کا انتظار کرو۔ یقیناً اس بار قدرت تمہیں مایوس نہیں کرے گی۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شرمین کے پاس نجانے کہاں سے اس قدر امید افزا باتوں کا اسٹاک آ گیا تھا۔ غالباً احد کی کمپنی کا اثر تھا۔ ہی دل میں سوچتے ہوئے بظاہر اس کی باتوں پر کان دھر رہی تھی۔

ذرا دیر بعد شرمین نے انتہائی اطمینان سے شام کے ریفریشمنٹ کا مینو بھی تیار کر لیا جبکہ وہ دھڑکتے دل کے ساتھ امی جی کی واپسی کی منتظر تھی۔ جنہیں ایک گھنٹے تک واپس گھر آ جانا تھا۔

● ● ●

"اوہو تو آپ یہاں چھپی ہوئی ہیں اور میں کب سے وہاں ماما پاپا کی بور کنورسیشن سن سن کر جمائیاں لے رہا تھا۔"

سیفی کی کچن میں آمد قطعی غیر متوقع تھی زمن بری طرح اچھل پڑی۔

سمعان کے والدین کب سے آئے ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے شرمین کو زبردستی اس نے ریفریشمنٹ کی ٹرالی تھما کر بھیج دیا تھا جو کہ اب تک لوٹی نہیں تھی۔ امی جی کا موڈ اس وقت کیسا تھا اسے سخت تشویش تھی شرمین نے آ کر کچھ نہیں بتایا تھا۔

لاؤنج میں چونکہ سب سے پہلے اس سے ہی ملاقات ہو گئی تھی لہٰذا امی جی کے رسمی بلاوے پر وہ اندر نہیں گئی انہیں ایسے مواقع پر لڑکیوں کا زیادہ دیر مہمانوں کے سامنے رہنا پسند نہیں تھا۔ وہ ان کی طبیعت سے واقف تھی اس لیے قصداً خود کو کچن میں مصروف کر لیا تھا کہ سیفی کے عقب سے آ کر بولنے پر چونک گئی۔

"وہ تم"

وہ محض اتنا ہی کہہ سکی۔ آج کئی ماہ بعد سیفی سے دوسری ملاقات اس قدر غیر متوقع ماحول میں ہو رہی تھی نظریں چرائے کچھ کترائی کترائی سی کیفیت میں بس اتنا ہی کہہ سکی۔

"جی میں۔ بھئی آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ آج ہم یعنی سفیان گردیزی آئے ہیں، بنفس نفیس، معاملے کی نوعیت تو خیر آپ جانتی ہی ہوں گی کہ میں یاددہانی کے لیے کچھ عرض کر دیتا ہوں کہ اصل میں۔"

"تم چائے پیو گے سیفی۔"

سیفی کی ٹرین چھوٹ گئی تھی جسے روکنے کے لیے اس نے گھبرا کر بے ساختہ سوال کر کے قطع کلامی کی تو وہ ذرا رک کر معنی خیز مسکراہٹ لبوں پر سجا کر بولا۔

"میں صرف مٹھائی کھاؤں گا اور بھائی سے یہی وعدہ لے کر آیا ہوں۔ میں نے دیکھا آپ نے ٹرالی میں یہ آئٹم نہیں رکھا۔ مگر دیکھیے ایسے معاملات میں کیک اور پیسٹریز وغیرہ سے کام نہیں چلتا۔ میں تو پکی شادی مبارک والے لڈو کھاؤں گا۔"

"یا خدایا۔"

وہ سیفی کی لن ترانی پر بری طرح بلش ہو گئی تھی جبکہ وہ سادگی سے استحقاق سے کہے جا رہا تھا لہجے میں یقین یا امید تھی۔

"آپ نے میری بات کا برا تو نہیں منایا۔ ان فیکٹ میں ذرا فرینک قسم کا لڑکا ہوں مگر فکر مت کریں بھائی بالکل بھی ایسے نہیں ہیں انہیں تو دل کی بات کہنے میں ایک زمانہ لگ جاتا ہے۔"

اس کی خاموشی پر وہ پھر بولتا چلا گیا تھا وہ جھینپ سی گئی۔

"اتنے سے لڑکے ہو کر کتنی بڑی بڑی باتیں کرتے ہو تم۔"

"اتنا سے کہاں، آپ سے بھی چار پانچ انچ لمبا ہوں میں، ارے آپ کو کیا معلوم کہ کتنا ہینڈسم اور اسمارٹ مشہور ہوں میں۔" دوستانہ لہجے میں بولتے بولتے یکدم وہ اس کی طرف جھک کر بولا۔

"ویسے بھائی کے مقابلے میں تو کچھ بھی نہیں۔ کیا خیال ہے آپ کا؟"

سیفی نے ایکدم سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تو وہ خجل سی ہو گئی۔

"میرا خیال ہے تم اندر چل کر بیٹھو سیفی۔ سب لوگ تمہاری کمی کو محسوس کر رہے ہوں گے۔" اس نے پچھلا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نہیں آیا تو نرمی سے بولی۔

"بھئی آپ صاف صاف کہیں کہ آپ بھائی کی کمی محسوس کر رہی ہیں لیکن کیا کریں وہ ٹھہرے مشرقی لڑکے آج وہ کیسے آسکتے تھے۔ مگر خیر فکر مت کریں واپسی پر وہی ہمیں پک کرنے آئیں گے۔"

سیفی اپنی دھن میں بولتا جا رہا تھا اس کے تیور یک دم سنجیدہ ہو گئے۔ اس کے اور سمعان کے درمیان کوئی سٹ منٹ نہیں تھی جو کچھ بھی ہو رہا تھا وہ سمعان کی ایما پر ہو رہا تھا ایسے میں اسے اپنی ذات کے ساتھ ایسے جملے ملک کرانا قطعی اچھا نہ لگا۔

"اوہ آئی ایم سوری میں شاید کچھ زیادہ ہی بول گیا۔ آپ نے شاید مائنڈ کیا۔"

سیفی نے اس کی آنکھیں پڑھ لی تھیں یکدم معذرت خواہانہ لہجہ اپنایا۔

"اٹس آل رائیٹ کوئی بات نہیں۔"

اسے سیفی کا محبت بھرا انداز پہلی ملاقات میں ہی اچھا لگا تھا کہ وہ کئی دن اسے بھلا نہ سکی تو اس وقت بھی اپنی نرم و حلیم طبیعت کے باعث اسے معاف کر گئی۔ سیفی ادھر ادھر کی باتیں کر کے واپس ڈرائنگ روم میں چلا گیا تو وہ کچن میں چلی آئی۔

"خیریت' یہ ہونے والے دیور صاحب کیا فرما رہے تھے۔"

آتے ہی وہ بڑے مزے سے بولی تھی نرمین نے اسے سخت نظروں سے دیکھا اور پوچھا۔

"امی جی کے تیور کیسے ہیں اس وقت۔"

"بالکل ویسے جیسے ہونے چاہئیں مطلب یہ کہ وہ اس وقت انتہائی خوش اخلاقی سے انکل اور آنٹی کے ساتھ محو گفتگو ہیں۔ یوں بھی پرانی میل ملاقات ہے اس لیے پرانے قصے بھی نکل رہے ہیں اس لیے تو میں وہاں بیٹھی ہی۔ بڑا مزا آیا۔"

اس نے دیکھا نرمین حد درجہ مطمئن اور خوش تھی۔ اس نے آج سے پہلے اسے اتنا خوش اور پر سکون بہت کم دیکھا تھا۔ مگر آج کل تو اس کے لفظ لفظ سے پھول جھڑ رہے تھے۔

"کیا یہ ابی کی غیر موجودگی کے باعث ہے۔"

وہ سوچتے ہوئے چپ چاپ باہر چلی آئی' یہ محض اتفاق ہی تھا کہ اس وقت ملازمہ لاؤنج کا دروازہ کھول کر اندر آتے سمعان کا استقبال کر رہی تھی وہ اپنی جگہ ٹھٹک گئی حتیٰ کہ وہ اس کے پاس چلا آیا۔

"میں حسب وعدہ آگیا ہوں اور انشاءاللہ حسب امید جواب لے کر جاؤں گا۔"

جذبوں سے رچا ہوا بھاری لہجہ خوابوں کے ان گنت جال اس کے گرد بن گیا تھا۔ اسے لگا جیسے چاروں طرف مہک و خوشبو کی برسات ہونے لگی ہے۔

● ● ●

خوشیوں کی رات آئی تاروں کی بارات آئی
جھومو مل کے یہاں او ناچو تا' ہاہا جھومو آج کی رات

کیسٹ فل والیوم پر لگی ہوئی تھی آج "سفینہ لاج" میں فرہاد کا رشتہ زوہا سے طے کر دیا گیا تھا۔

رضیہ بیگم کے سخت اختلاف اور زوہا کے خدشوں سب کے اندیشوں اور ثمر بیگم کے ناز بردارئیے کے باوجود یہ رشتہ پکا ہو گیا تھا لہٰذا آذر' ساجد اور عمر وغیرہ نے باقاعدہ دھمال ڈال دیا تھا۔

"بس میرا تو ڈبل نیگ' رشوت اور مزدوری نکال کر رکھنا تم دونوں۔ آخر کو اس سارے قصے میں میرا حصہ سب سے زیادہ ہے۔"

صہیبہ تقریباً اس کے کان میں گھسی ہوئی تھی۔

"تمہاری رخصتی پکی کروادوں گی سب بے فکر رہو۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

زوہا کی خوشی دیدنی تھی بہت شوخی سے بولی۔

"ماشاءاللہ کیا کہنے" آپ تو ایک دن میں ہی پر نکالنے لگی ہیں۔ آثار اچھے نہیں لگ رہے۔"

وہ بے ساختہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"بے فکر رہو" تمہارا انعام ڈوبے گا نہیں۔"

وہ بدو جواب آرہا تھا وہ دونوں ہی کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

دادی جان نے آج سب کو گھر پر بلایا تھا۔ رشتے کے سلسلے میں احتشام انکل کی فیملی بھی دوبارہ مدعو تھی اور ا دوران گفتگو رشتہ پکا کر دیا گیا۔

رضیہ بیگم کا خیال تھا کہ انہیں مناسب الفاظ میں انکار کر دیا جائے گا مگر انعام صاحب نے جب انتہائی اطمینا اور واضح الفاظ میں اپنی طرف سے بات پکی کر دی تو رضیہ بیگم کے پاس سوائے خاموشی کے کوئی چارہ نہ تھا۔

دادی جان نے اس کی توثیق کی تو مبارکباد کا سلسلہ چل نکلا اور احتشام انکل نے تین ہزار کے کرارے نوٹ کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے اس کے سر پر دست شفقت پھیر کر خوش دلی کا خوبصورت اظہار کیا۔

ثمر بیگم نے بھی "تکلفاً" گلے لگایا اور یوں بات پکی ہوئی اور اس کے بعد سے ینگ جنریشن کو غل مچانے کا مل گیا۔

"خدا کے لیے اس گھسے پٹے گانے کو ہٹاؤ کچھ اور لگاؤ۔" شفق نے تنزر کے آگے ہاتھ جوڑے۔

"ہاں۔ ایسا کرو شادمانی لگالو۔"

"کوئی ضرورت نہیں کوئی انڈین گانا نہیں چلے گا۔ بی پاکستانی اینڈ لسن پاکستانی۔" ساجد نے جذبہ حب الو پرچار کیا۔

"بالکل بالکل۔" حمر نے ساتھ دینا ضروری سمجھا۔ آج ڈیک پر لڑکوں کی اجارہ داری تھی، شفق عاجز آگئی۔

"اچھا بھئی کوئی ڈھنگ کا گانا لگالو۔"

لہٰذا تھوڑی دیر میں "ووشی ایا۔ مبارک میری دلہن" کی کیسٹ لگادی گئی۔

رضیہ بیگم نے آکر دیکھا اس وقت زوہا کی آنکھوں اور چہرے پر اتنی چمک اور خوشی تھی کہ ان کے سا خدشے اور تاسف آپ ہی آپ ختم ہوتے چلے گئے۔

بھلا اولاد کی خوشی کے آگے بھی کوئی چیز حیثیت رکھتی ہے۔ ان کے دل سے بے اختیار دعا نکلی کہ وہ ہمیشہ ای خوش رہے۔

احتشام صاحب نے واضح طور پر اگلے ماہ سمسٹر ہونے کے بعد کی کوئی بھی تاریخ پکی کرنے کا کہہ دیا تھا مگر کچھ تیاری نہیں تھی۔

دادی جان نے کوئی حتمی فیصلہ نہیں دیا تھا۔ تاہم یہ طے ہو گیا تھا کہ آنرز کے بعد زوہا کی رخصتی کردی جائے

● ● ●

چند دن کافی سکون اور خاموشی سے گزر گئے تھے۔ سلمان انکل کے گھر آنے کے بعد وہ اسکول میں قصدا روزان دونوں سے شرمائی اور کترائی رہی۔

امی جی کا بھی خیال یہی تھی کہ اب اسے اسکول جانا ترک کر دینا چاہیے مگر سلمان صاحب نے خود ہی کسی سہولت سے انہیں قائل کر لیا تھا کہ ایسی کوئی بات نہیں۔ یہ رشتہ خالصتاً" ان کی اور بیگم سلمان کی ایماء پر ہے۔ ان دونوں کا اس سارے قصے میں کوئی ہاتھ نہیں لہٰذا وہ تردد نہ کریں یوں بھی اس روز سمعان سے ملنے ان کا دل خاصا مطمئن تھا۔

سمعان میں وہ تمام ظاہری خوبیاں موجود تھیں جو کہ ایک ماں اپنے داماد میں دیکھنا چاہتی ہے۔ ساتھ ہ اخلاق بھی اپنے والدین کی طرح لاکھوں میں ایک تھا۔ پھر ایک ہی چھوٹا بھائی تھا نہ نندوں کا جھنجھٹ نہ گھ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

الی بوجھ تعلیم یافتہ سلجھا ہوا اسمارٹ اور خوبصورت داماد کا ملنا ان کی خوش نصیبی ہی ہو سکتی تھی۔
انہیں میمونہ خالہ کا لایا ہوا رشتہ اس پروپوزل کے آگے بہت کمتر لگا تو اسے ذہن سے نکال کر وہ سنجیدگی کے تو اسی کے متعلق سوچنے لگیں۔
آج کل یاور صاحب کا بھی کچھ پتا نہیں تھا نہ تو انہوں نے فون کیا تھا اور نہ ہی یہاں سے کوئی کال کرتا تھا۔ تاہم یہ وہ حقیقتاً "ان کی آمد کی منتظر تھیں۔
اپنے متعلق تو انہوں نے کبھی ان سے وقت نہیں مانگا تھا مگر یہ معاملہ ایسا نہیں تھا کہ اسے ان کی مدد اور تعاون بغیر ڈیل کیا جاتا۔ ایسے میں ان کے علاوہ نرمین وہ واحد شخصیت تھی جسے ابی کا شدت سے انتظار تھا۔ ساتھ ہی میں یہ دکھ بھی کنڈلی مار کر مانند سانپ بیٹھ گیا تھا کہ انہیں اپنی بیوی اور اولاد کی اتنی سی بھی پروا نہیں تھی کہ ان خیریت ہی دریافت کر لیتے۔
کیسے باپ تھے وہ کہ مہینوں انہیں اپنے گھر والوں کی یاد نہیں آتی تھی۔ بس ایک دھن میں مگن دولت کے انبار ئے جا رہے تھے اور جن کے لیے یہ سب کر رہے تھے ان کی دیگر ضروریات کے لیے ان کے پاس سوچنے کی بہت تھی نہ ضرورت۔
"ابی۔" وہ سوتے میں اس بری طرح چیخی کہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ کس قدر خوفناک خواب تھا وہ۔

● ● ●

سوتے ہوئے بھی جاگنے کا گمان ہو رہا تھا اور اب جبکہ وہ جاگ چکی تھی خواب کی احساساتی کیفیت اس پر ئی چھائی ہوئی تھی۔ دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔
"ابی۔" زیر لب کہتے ہوئے اس نے بالوں کو ہاتھ میں جکڑ لیا۔
"آپ کہاں ہیں ابی۔؟"
ابی کو جس بری طرح خون میں لت پت اس نے چشم خواب سے دیکھا تھا وہ اسے دہلا گیا تھا بڑا عجیب نظارہ تھا۔ انہیں پکار رہے تھے اور نقاہت کے باعث بول تک نہیں سکتے تھے۔
کہنے کو تو وہ جاگ گئی تھی مگر اب تک حواسوں پر وہی خوف دکھ اور اذیت سوار تھی جو خواب دیکھتے ہوئے اس چھائی تھی۔ اس نے اٹھ کر لائٹ آن کی اور سائیڈ ٹیبل پر رکھے گلاس سے پانی پی کر خشک گلے کو تر کرنا چاہا مگر گلاس خالی تھا۔
ناچار اسے کچن کی طرف آنا پڑا۔ نرمین کا کمرہ لاک تھا جو اس بات کا اشارہ تھا کہ وہ سو چکی ہے۔ وہ لاؤنج کے دروازے کے پاس سے گزر کر کچن کی طرف بڑھی تو اندر کارپٹ پر لیٹے سمیر پہ نظر پڑی وہ اس وقت ٹی وی آن کیے ہوا تھا۔
ایک کے بعد دوسرا چینل جس برق رفتاری سے بدلا جا رہا تھا وہ اس بات کا غماز تھا کہ دھیان ٹی وی دیکھنے میں لگی نہیں ہے۔
وہ خاموشی سے کچن میں آگئی فریج سے ٹھنڈا پانی نکال کر پینے کے بعد کچھ سکون محسوس ہوا دو کپ چائے بنانے کا خیال آیا نیند تو اڑ چکی تھی رات کے ڈھائی بج رہے تھے سوائے سمیر کے سب سو رہے تھے۔
جانے کیوں اس کا دل چاہا کہ سمیر سے باتیں کرے اس لیے چائے بنا کر مگ میں انڈیلی۔ اس تمام عرصے میں وہ خواب بھلانے کے لیے قصداً "ادھر ادھر کی باتیں سوچنے پر مجبور کرتی رہی مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی۔
سمیر اب بھی اپنے سابقہ کام میں مصروف تھا۔ یقیناً" سوچ کا دھارا کسی اور جانب تھا جبھی اس کی آمد کا بھی اسے اندازہ نہ ہو سکا حتیٰ کہ وہ اس کے پاس سے گزر کر سامنے والے فلور کشن پر جا بیٹھی۔
"اوہ! آپ اتنی رات گئے۔"
وہ اسے دیکھ کر اٹھا اور ٹی وی آف کرتے ہوئے حیرانی سے بولا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہوں بس یونہی آنکھ کھل گئی۔"

چائے کا مگ اس کی جانب بڑھایا جو اس نے مسکرا کر تھام لیا' غالباً" چائے کی طلب تھی۔

"کوئی خواب تو نہیں دیکھ لیا۔"

بظاہر بڑا سادہ سا لہجہ تھا سمیر کا مگر وہ چونک گئی۔

"تمہیں کیسے پتا؟۔" اس نے پوچھا۔

"آپ کے چہرے سے لگ رہا ہے۔"

اس کی حیرانی کا جواب بڑی سنجیدگی سے ملا تھا۔ وہ یونہی سر جھکا کر چائے کے گھونٹ بھرنے لگی۔ آج کئی دن بعد سمیر کے ساتھ بیٹھ کر بات کرنے کا موقع ملا تھا دل بھی پریشان تھا اس لیے وہ زیادہ دیر خود کو روک نہ سکی۔

"پتا نہیں ابی کیسے ہوں گے میں نے انہیں ہی خواب میں دیکھا ہے۔"

"اسی لیے ڈری ہوئی لگ رہی ہیں۔"

سمیر کو یکدم ہنسی آئی تھی بڑی شوخی سے بولا تو وہ شکایتی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ آنکھوں میں نمی کی چھاپ بھی بہت گہری تھی۔

وہ یاور صاحب کا اکلوتا بیٹا تھا مگر ان سے کس قدر مختلف تھا ان کے مسائل اور ان کے تفکرات سے اسے کوئی غرض ہی نہیں تھی۔

نرمین کا دل باپ کی اس تنہائی اور اکیلے پن پر بہت آزردگی محسوس کر رہا تھا' کس قدر بدنصیب تھے وہ کہ ... کے ہوتے ہوئے بھی بے اولاد کی طرح زندگی گزار رہے تھے۔ بیوی تو وہ ان سے دور ــــ اور بچے ہیں تو وہ ... نالاں۔

"کتنا فاصلہ ہے نا ہمارے اور ابی کے درمیان۔" سمیر کی شوخی اس کی آنکھوں میں تحریر اس حقیقت پر آہستہ غائب ہو گئی۔ وہ بھی غالباً" مغموم ہو گیا تھا جبھی سنجیدگی سے خاموش ہو رہا۔

"ابی ٹھیک تو ہوں گے نا سمیر۔"

اس کا دل انجانے وسوسوں سے سہما جا رہا تھا جبھی گھبرا کر سمیر سے پوچھا۔

"کیا بات ہے۔ اب کیا دیکھ لیا آپ نے بہت ڈسٹرب لگ رہی ہیں۔"

خواب کا منظر ایک بار پھر اس کے چہرے پر زردی کھنڈ گیا تو سمیر کو پوچھنا ہی پڑا۔

"ہاں مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ میں نے ابی کو بہت پریشان بہت تکلیف میں دیکھا ہے۔ سمیر مجھے لگتا ہے انہیں ہماری ضرورت ہے۔"

اس کے پوچھنے پر وہ بے اختیارانہ بولی تھی سمیر نے چند سیکنڈ جانچتے ہوئے اسے دیکھا وہ واقعی ازحد متوحش نظر آ رہی تھی۔

"کم آن باجی۔ سب ٹھیک ہے۔ آپ خواہ مخواہ ایک خواب کی وجہ سے پریشان ہو رہی ہیں۔ ابی کو کیا ہونا ... ٹھیک ہی ہوں گے۔"

سمیر نے مسکرا کر تسلی دیتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"لگتا ہے آپ آج کل ابی کو کچھ زیادہ ہی مس کر رہی ہیں۔ اس لیے انہیں خواب میں دیکھ لیا ویسے صحیح ہے آج کل آپ انہیں یاد نہیں کریں گی تو کون کرے گا۔"

وہ اس وقت نجانے کس موڈ میں تھا کہ کچھ زیادہ ہی شوخی سوار تھی۔

"کیا مطلب؟" وہ خاک نہ سمجھی۔

"مطلب یہ کہ ابی آئیں گے تو ہی آپ کا کیس سماعت کے لیے ان کے کورٹ میں پیش کیا جائے گا۔ ڈونٹ وری۔ وہ جلد آئیں گے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ معنی خیزی سے بولا تو وہ قدرے مسکرا دی۔ ای جی کا تو وہ رائیٹ ہینڈ تھا اسے ساری معلومات یقیناً حاصل تھیں۔

"بائی داوے یہ سمعان صاحب کیا وہیں اسکول میں ہوتے ہیں۔ آپ نے تو دیکھا ہو گا انہیں کیسے لگے آپ کو۔" وہ بڑے دوستانہ انداز میں پوچھ رہا تھا جبکہ حیرت سے اس کی تو جیسے قوت گویائی غائب تھی۔

"مجھے افسوس ہے اس روز میں دیر سے واپس آیا۔ ان فیکٹ میری کلب ٹیم کا میچ تھا اور مجھے ہی سب دیکھنا تھا۔" وہ آج ایکسپلینیشن دے رہا تھا۔ حیرت کا مقام تو تھا تاہم اس نے آہستہ آہستہ خود کو سنبھالا۔

"ہوں اس روز وہ لوگ اچانک بھی تو آ گئے تھے۔"

"ورنہ ہم کوئی ڈیفنس سسٹم ہی الرٹ کر دیتے۔" وہ مسکرا کر برجستہ بولا۔

"تمہیں سلمان انکل کیا بالکل یاد نہیں۔" وہ قصداً "نظر انداز کر کے بولی۔

"نہیں بس دھندلا دھندلا سا عکس ہے ذہن میں ان فیکٹ ابی کے فرینڈز اور سوشل سرکل کے لوگوں سے میں الرجک ہوں۔ دیٹس وائے میری میموری میں ایسے لوگ کم ہی فٹ ہوتے ہیں۔ بہت جلد بھول جاتا ہوں میں ایسے لوگوں کو۔"

ابی کے ذکر پر اس کا لہجہ حسب سابق تلخ ہو گیا تھا۔

"مگر خیر ای جی سے سنا ہے بیٹے اچھے ہیں ان کے۔"

وہ پھر چھیڑنے والے انداز میں بولا تھا۔

"انکل بھی برے نہیں ہیں بلکہ ابی سے بہت ڈفرنٹ (مختلف) نیچر ہے ان کی۔" وہ سمعان کے موضوع پر بھی سنجیدہ تھی حقیقتاً" ذہن اب تک منتشر ہی تھا اس پر مستزاد سمیر کا خلاف عادت رویہ اسے اور حیرانیوں میں ڈبو رہا تھا۔ "شاید اسی لیے آپ کو پسند کر لیا انہوں نے ورنہ تو کوئی موڈ اسکوڈ ہی چاہیے ہوتی۔"

اس کا لہجہ ستائشی تھا وہ چپ سی ہو گئی۔ جانتی تھی کہ آج کل کے مادیت پرست دور میں اس جیسی لڑکیوں کی کہاں ڈیمانڈ ہے یہ دور تو ہے ہی طرحداری کا۔

"ویسے اب تک تو ابی کو آ جانا چاہیے تھا۔ ای جی بھی آج کل ان کی منتظر ہیں۔"

قدرے توقف کے بعد وہ از حد بردباری سے بولا اور "ای جی" پر بالخصوص زور دیا تو وہ پھر پریشانی سے اسے دیکھنے لگی۔

"بائی داوے ای جی کو ابی کے لیے ویٹنگ روم میں بیٹھے بندوں کی طرح بے چین دیکھ کر کتنا اسٹرینج لگتا ہے نا۔"

اس کا انداز کبھی کبھی بالکل شرمین کی طرح لگتا تھا۔ نرمین کی خاموشی اس کی بات کی تائید تھی۔

"بنی وے آپ زیادہ برڈن مت لیں۔ ابی بھی آ جائیں گے زیادہ ہی ناراض ہو کر گئے ہیں ورنہ دو ڈھائی مہینے تو کبھی یوں آئسولیٹ (الگ) ہو کر نہیں رہے وہ۔"

سمیر خود کچھ کنفیوز ہو رہا تھا۔ اس بار تو ابی نے سب کو ہی پریشان کر دیا تھا۔

"ہوں ویسے ہم میں سے بھی تو کوئی پہل نہیں کرتا۔ آخر کو وہ بڑے ہیں ہم سے اگر وہ غلطی کریں تو کیا ہم اگنور نہیں کر سکتے۔ آئی مین ہم یا ای جی۔"

وہ دھیمے سروں میں بولی تھی پر امید نظریں سمیر پر تھیں جس کے چہرے کے تاثرات ناقابل فہم تھے۔

"ای جی اور ابی دونوں ہی اپنی اپنی انا کی خاطر کبھی آگے نہیں بڑھتے یہ کوئی نئی بات نہیں ہم لوگ یوز ٹو ہیں اس کے۔ پتا نہیں آپ کیوں اب تک اس سالوں پرانے ایٹ موسفیئر کو ایکسیپٹ (قبول) نہیں کر پائیں۔ لائک آپ تو سب سے پہلے اس گھر میں آئی ہیں میں اور شرمین باجی تو بعد میں آئے۔"

وہ طنزیہ مسکراہٹ سمیت قدرے تحیر اور تاسف سے کہہ رہا تھا۔

"بنی وے آپ بھی جلد اس ماحول سے دور چلی جائیں گی۔ اینڈ آئی ہوپ کہ اس کے بعد آپ کا لائف

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسٹائیل اور وے آف تھنکنگ (سوچ کا انداز) بھی بدل جائے گا۔ اس لیے فی الحال جو جہاں اور جیسا ہے ویسا ہی رہنے دیں۔ ڈسٹرب کرنے کی کوشش کی تو خود ڈسٹرب ہو جائیں گی۔"

وہ پلک جھپکے بغیر انتہائی درجے کی متانت اور بردباری سے بولتے ہوئے سمیر کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ہر لفظ جیسے نپا تلا تھا۔

"اور اب جائیے جا کر سو جائیں۔ بہت رات ہو گئی ہے۔"

اسے خاموش دیکھ کر چونکایا۔ تو وہ طویل سانس بھر کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اور تم؟ تمہارے لیے کیا دن نکلا ہوا ہے۔"

چلتے چلتے قدرے تنبیہی انداز میں سوال کیا۔ جواباً وہ استہزائیہ ہنسا۔

"میرے لیے دن اور رات ایک جیسے ہیں۔ جب چاہے جاگو جب دل کرے سو جاؤ۔ ٹوڈ فرینس۔"

"کیوں کیا تم نارمل نہیں ہو۔" وہ اس کے جواب میں بے حد سنجیدگی سے بولی۔

"نارمل وہ ہوتا ہے جو ایک نارمل ماحول کا رہنے والا ہوتا ہے۔ ہم جیسے ایکسٹرا اورڈنری حالات میں رہ کر ہماری سائیکولوجی رہی سہی اوور نارمل ہو گئی ہے۔ ویدر الس یو اوری۔"

اس کی اور اپنی جانب اشارہ کرتے ہوئے وہ مبہم سا مسکرایا تھا۔

"تو پھر مجھے نصیحت کیوں کر رہے تھے۔" وہ الجھی۔

"مجبوری ہے۔ آپ کی بھی میری بھی۔" وہ شانے اچکا کر بولا تو وہ خاموشی میں گھری اپنے کمرے کی طرف آئی۔ کبھی کبھی کسی کو سمجھانے کے لیے آپ کے پاس لفظوں کا فقدان ہو جاتا ہے۔

آج پہلی بار سمیر سے بات کر کے احساس ہوا۔ اس سارے سیٹ اپ نے ان دونوں بہنوں کے ساتھ سمیر کو بھی اپ سیٹ کر دیا اسے سمیر کے لہجے میں شرمین کا عکس نظر آیا تھا۔

اور یہ احساس اتنا تکلیف دہ تھا کہ وہ آنکھوں میں اترتی دھند کو بمشکل قابو کر سکی البتہ ذہن سوچنے میں محو تھا اسے وہ روکنے پر قادر نہیں تھی۔

"کاش ابی اور امی جی سمجھ سکتے کہ ان کے اختلافات ان کی اولاد کے احساسات اور نفسیات پر کس قدر اثرات مرتب کر رہے ہیں مگر انہیں تو شاید اس بات کا احساس بھی نہیں ہے اور ہو گا بھی کیسے انہوں نے ہم بارے میں سوچنے کی کوشش ہی کب کی ہے۔"

● ● ●

زنیو بھابھی اور احد کے ساتھ ساتھ بابر بھائی بھی اسے بخشنے کے لیے تیار نہیں تھے سمعان بھی اس وقت کی بھرپور مدد کر رہا تھا فرہاد نے کئی بار اسے "یو ٹو بروٹس" والی نظروں سے دیکھا مگر وہ شانے اچکا کر مسکرا دیا۔

"او کے۔ لے چلتا ہوں آپ کو جہاں کہیں گے۔ کیا یاد کریں گے کس شاہ سے پالا پڑا تھا۔"

زنیو کی دھمکیوں اور سب کے اصرار پر بالآخر اسے ماننا پڑا۔

"دیٹس دی اسپرٹ" (Thats the spirit)

احد نے چہک کر کہا تو پہلے وہ ذرا کی ذرا مسکرایا پھر سنجیدہ ہو گیا۔

"مگر میری ایک شرط ہے۔"

"کیسی شرط؟" کورس میں سوال ہوا۔

"آپ لوگ خصوصاً بھابھی آپ 'زوہا' کو بھی لانے کا بندوبست کریں تو۔"

اس نے حتمی اور قطعی انداز میں سنجیدہ سی شکل بنا کر کڑی شرط رکھ دی۔

"یہ چیٹنگ ہے۔ فاؤل ہے۔ ہکومت کنجوس کہیں کے۔"

وہ سب ایک ساتھ جھنجھلاتے ہوئے چیخ کر بولے تھے فرہاد نے اطمینان سے دونوں انگلیاں کانوں میں ٹھو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہں اور اس وقت تک نہیں نکالیں جب تک کہ سمعان نے اس کے شانے پر دھپ نہیں جمائی۔

"یہ بہت مشکل ہو جائے گا فرہاد بھائی۔ زوہا کے پیرنٹس سے اجازت ملنا پاسیبل نہیں۔ یوں بھی اس کی ادی۔ آئی مین آپ کی دادی بھی خاصی روایت پسند ہیں۔ مجھے نہیں لگتا کہ کامیابی ہو سکے گی۔"

زونیرو نے بے چارگی سے کہا تو اس نے سر نفی میں ہلا دیا۔

"کہتے ہیں جہاں چاہ وہاں راہ یہ کام تو آپ کو کرنا ہی ہو گا بھابی۔ کمال ہے آپ سے ایک چھوٹا سا کام نہیں ہو سکا میرا۔" فرہاد نے زونیرو کو صاف بلیک میل کیا۔

آج کل فرہاد کا موڈ حد سے زیادہ خوشگوار رہتا تھا۔ ثمر بیگم بھی دل سے آمادہ نہ ہونے کے باوجود اسے خوش دیکھ کر طمانیت سے مسکرا دیتی تھیں کہ بہرحال اولاد کی خوشی ہر ماں کے لیے باعث مسرت ہوتی ہے۔ خواہ اس کی بنیاد ماں کی ناپسندیدگی ہی پر کیوں نہ رکھی گئی ہو۔ وہ بھی اسے خوش باش، تا مسکراتا سرشار اور فریش دیکھ کر اپنے اس دل کو سمجھانے لگتیں جو اپنی زندگی کی پہلی شکست پر کبھی کبھی بری طرح جھلنے لگتا تھا۔

"کیا کروں۔"

زونیرو نے بے بس سمعان بابر اور احد کی طرف دیکھا تو احد کو ان پر ترس آگیا۔

"اوکے میں کوئی ٹرک آزمانے کی کوشش کرتا ہوں۔ ہوں ایسے کرتے ہیں کہ زوہا بھابی اور صبیحہ کو دا جان کی طرف بلا لیتے ہیں پھر وہاں سے انہیں پک کر لیں گے۔ کہیے کیسا کمال کا آئیڈیا ہے۔؟"

احد کے زرخیز ذہن سے جھٹ مشورہ بر آمد ہوا تو اس نے تفاخر اور امید سے سب کی طرف دیکھا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔"

بابر اور سمعان نے سب سے پہلے اتفاق رائے کیا۔

"مگر اس طرح اپنے گھر والوں کو انفارم کیے بغیر ہمارے ساتھ جانے پر وہ راضی ہوں گی بھی یا نہیں۔"

زونیرو کو نئی فکر نے ستایا تو سب چپ ہو گئے۔

"میرا خیال ہے ڈائریکٹ دادی جان کو اپروچ کرنا چاہیے۔ آفٹر آل کزن ہے وہ ہماری لہٰذا انکار کرنے کی کوئی ل نہیں بنتی جبکہ بھابی اور بابر بھائی بھی ساتھ ہیں۔"

فرہاد جو کہ کافی دیر سے خاموش تھا اس بات پر سنجیدگی سے بولا۔

"مگر ساتھ تو سمعان بھائی بھی ہیں اس پر ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ اب صبیحہ علی بھی صبیحہ ایزد ہمدانی بن گئی ہیں ان کے بغیر زوہا بھابی آئیں گی نہیں اور صبیحہ کے لیے ایزد صاحب سے پرمیشن لینی پڑے گی۔"

احد نے نکتہ اٹھایا تو وہ سب یکدم بور ہو گئے۔

"لاحول ولا۔ لگتا ہے ڈنر کرنے نہیں بلکہ کسی خفیہ مہم پر جا رہے ہیں۔ کوئی نہ کوئی بات مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ اسی لیے کہا تھا ماما نے سوچ کا فرق ضرور ڈسٹرب کرے گا۔"

بابر کچھ زیادہ ہی بور ہو گئے تھے ناک بھوں چڑھا کر بولے۔

"کیا مطلب۔"

فرہاد کی بھنویں سکڑ گئیں۔

"مطلب یہ کہ سفینہ لاج کے مکینوں کا لائف اسٹائل ہم سے بہت مختلف ہے لاکھ وہ لوگ ویل آف سہی مگر اندر سے وہی کنزرویٹو سوچ ہے ان لوگوں کی' کیسے ایڈجسٹ کرو گے تم وہاں اور زوہا یہاں؟ اب اسی بات کو لو ذرا سا ایک پولیٹکل اشو کی طرح ہیڈک بن گیا ہے۔"

بابر انتہائی صاف گوئی سے بولے تو فرہاد سمیت سب ہی ایک لمحے کو چپ سے ہو گئے اور چند سیکنڈ کے بعد اس خاموشی کو فرہاد نے ہی توڑا۔

"جو کچھ آپ نے کہا بالکل ٹھیک کہا بھائی۔ بہت فرق ہے زوہا کے ماحول اور ہمارے لونگ اسٹائل میں۔ مگر مجھے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس کی یہی بات پسند ہے۔ اسے روایت پسندی' قدامت پسندی یا کنزرویٹو اپروچ کہہ لیں۔ مجھے ایسی لڑکیاں ہیں جو زندگی کو فیشن اور ماڈرن سوسائٹی کی نگاہ کی بجائے اسلامک پوائنٹ آف ویو سے دیکھتی ہیں۔ یہ مشرقیت میری پسند کی وجہ ہے لہٰذا میں خود اپنی شرط واپس لے رہا ہوں۔ آپ سب لوگ تیار رہیے گا کل ہم سب کرا چل رہے ہیں۔"

آخری فقرے پر قصداً" مسکراہٹ لبوں پر لاتے ہوئے اس نے سمعان کا ہاتھ پکڑا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں ذرا سمعان کے ساتھ کلب تک جا رہا ہوں بائے۔"

ان سب پر طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے وہ گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

"لگتا ہے فرہاد بھائی ناراض ہو گئے۔ آپ کو اس طرح بی ہیو نہیں کرنا چاہیے تھا بابر' خوامخواہ فرہاد کا موڈ آف گیا۔" زونیہ ان دونوں کے جاتے ہی بولی تھیں احد نے خاموشی اختیار کر رکھی تھی البتہ اس کی نظروں میں بھی تھی "خوامخواہ موڈ آف نہیں ہوا ہے اس کا' تم خود سوچو' ذرا ذرا سی بات میں اختلافات جنم لیں گے ان دونوں درمیان' میری بات پر سوچ کا ہی در کھلا ہے اس کے ذہن میں اور نیچرلی ایسا چیج برداشت کرنا آسان نہیں ہوتا۔ بابر کو اپنے کیے کا ذرا تاسف نہ تھا اور ہوتا بھی کیوں کچھ غلط تو نہیں کہا تھا انہوں نے۔

"لاکھ وہ خود سمیت سب کو یہ اشور (assure) کرے کہ اسے یہ مشرقیت اور اورینٹل ازم (ientalism پسند ہے مگر وہ خود ایک براڈ مائنڈڈ فیملی کے ماحول کا عادی ہے۔ ایسی باتیں رومینٹک ہونے کی حد تک تو اچھی ہیں مگر جب پریکٹیکلی ان سے سابقہ پڑتا ہے تو سارا رومانس دھرا کا دھرا رہ جاتا ہے۔ آج جو بات جو خوبی فرہا کے پسندیدگی کا ریزن بنا ہے کل کو وہی اس کی لائف کو اسپوائل (Spoil) بھی کر سکتی ہے۔"

بابر کا موڈ یکدم ہی پٹری بدل کر صاف گوئی کی طرف چل رہا تھا احد اور زونیہ کے پاس دلائل نہیں تھے کہ ا قائل کرتے اس لیے خاموش رہنے میں ہی عافیت جانی بلکہ کسی کسی حد تک تو دونوں ہی بابر کی دلیل پر دل گھائل ہو گئے تھے۔

● ● ●

زندگی میں خوشیوں کی یوں بھی برسات ہوگی پچھلے دنوں اس بات کا تصور بھی ناممکن لگ رہا تھا۔ زوہا جانتی کہ رضیہ بیگم کے اختلاف کو ضرور اہمیت دی جائے گی مگر ایسا نہ ہوا۔ دادی جان اور انعام صاحب نے جب ا کیا تو کتنے ہی لمحے وہ ساکت رہ گئی تھی اور جب یقین آیا کہ تقدیر اس پر مہربان ہو چکی ہے تو خوشی چھپائے نہ چھ حتیٰ کہ رضیہ بیگم کو خود اس بات کا احساس ہوا کہ اگر وہ اس رشتے کو مسترد کر دیتیں تو زوہا کا دل کتنا ٹوٹتا۔

اولاد کی خوشی بھی کیا چیز ہوتی ہے انسان اس کے آگے اپنے اصول اور اپنے تمام جواز ہار دیتا ہے صرف خواہش کے طفیل کہ بچوں کی خوشیاں فتح حاصل کریں۔

رضیہ بیگم نے بھی اسی خیال سے ہاں کی تھی تاہم زوہا کے دل میں خوشی کے ساتھ ساتھ ان کی ناپسندیدگی کا چبھ رہا تھا شاید اسی لیے وہ آج کل قصداً" ان کے قریب کم آتی تھی۔

جوائنٹ فیملی سسٹم کی غالباً" سب سے بڑی خرابی ہی یہ ہے دو فریقین کو اطمینان سے بات کرنے کی مہلت مشکل ہو جاتی ہے خصوصاً" ایسے حالات میں جبکہ ایک فریق خود دامن بچا رہا ہو گریز برت رہا ہو۔

مگر اس روز رضیہ بیگم کو موقع مل ہی گیا وہ اپنے کمرے میں اتفاق سے اکیلی تھی کہ وہ چلی آئیں اور اس کے کم پیش کرنے پر بیٹھتے ہوئے بغور اسے دیکھا تو اس نے نظر چرا لی۔

"بہت خوش ہو۔؟"

بڑی محبت سے استفسار کیا تھا انہوں نے' ممتا کی حدت سے پر لہجہ اس کے دل میں اتر گیا وہ متذبذب سی کھڑی رہی تو انہوں نے پاس بٹھا لیا۔

"تم خوش ہو تو میں بھی خوش ہوں۔ اس روز جو کچھ میں نے کہا وہ اپنی سوچ اور تجربے کی بنیاد پر کہا تھا مگر تم

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بتایا تک نہیں کہ تمہاری بھی یہی خواہش ہے۔"

وہ کہہ رہی تھیں زوہا پر جیسے گھڑوں پانی پڑ گیا خفت سے چہرے پر سرخی چھا گئی۔ رضیہ بیگم نے اسے بغور دیکھا تو مسکرا دیں اور شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں۔

"فرہاد واقعی اچھا لڑکا ہے۔ میں ملی ہوں اس سے تو اچھا لگا۔ اب تمہارے مستقبل کی طرف سے پریشانی کم ہو گئی ہے۔"

اس کی ندامت کم کرنے کی خاطر وہ ہنس کر بولیں تو اس نے دھیرے سے نظر اٹھا کر ماں کی طرف دیکھا۔

"آپ کو مجھ سے کوئی شکایت تو نہیں امی؟۔"

وہ اب تک پشیماں لگ رہی تھی رضیہ بیگم نے اسے محبت سے لپٹا لیا۔

"نہیں بیٹا تم سے کوئی گلہ کوئی شکایت نہیں۔ بس نیسو کی طرح تم بھی اپنے گھر میں خوش رہو آباد رہو میرے کلیجے میں ٹھنڈ اتری رہے گی۔ مگر بیٹا لاکھ چچا پھوپھی کا گھر ہو۔ سسرال بہرحال سسرال ہی ہوتا ہے۔ نیسو بھی تمہاری سعدیہ پھپھو کے گھر گئی ہے عمر کو بچپن سے جانتی تھی مگر شادی کے بعد سب کچھ بدل جاتا ہے تمہیں بھی کافی برداشت کا مظاہرہ کرنا ہو گا۔"

وہ ناصحانہ لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

"کیونکہ ثمر بیگم کے تیور شروع سے ہی "غضبناک" کی تشریح کیا کرتے آج بھی کئی سال گزر جانے کے باوجود ان کے مزاج میں ذرا برابر فرق نہیں آیا' سچ تو یہ ہے کہ وہ سفینہ لاج تک آ گئیں میں اسی بات پر اب تک حیران ہوں۔" ان کے لہجے میں ایک بار پھر خدشے بول اٹھے تو اس نے گھبرا کر ان کی طرف دیکھا اور وہ اس کے تیور سے ہی بھانپ گئیں کہ وہ خوفزدہ ہو گئی ہے جب ہی کہنے لگیں۔

"مگر خیر اب اس میں اتنا گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ بہرحال ہیں تو وہ بھی انسان ہی کتنا ہی سخت دل کر لیں آخر کو محبت سے ہی ہاریں گی۔ تم اپنی طرف سے شکایت کا موقع مت دینا۔ کل تمہاری دادی نے فرہاد کو بطور خاص انوائیٹ کیا ہے۔ ہو سکتا ہے تمہیں بھی بلوایا جائے۔ کل کے لیے کوئی اچھا سا سوٹ نکال لینا۔ میرا خیال ہے شگن کر کے ہی جائیں گی ثمر بیگم۔"

وہ اسے ایک نئی الجھن میں ڈال کر کمرہ چھوڑ گئیں تو وہ ایک بار پھر خوب صورت گل رنگ خوابوں میں کھوئے کھوئے ثمر بیگم کا متوقع سلوک یاد کر کے اداس سی ہو گئی۔

● ● ●

رات کے خواب کا اثر اس قدر گہرا تھا کہ صبح اٹھنے کے بعد بھی وہ خود کو فریش محسوس نہ کر سکی۔ رہ رہ کر ابی کا خیال اسے ڈسٹرب کر رہا تھا۔ چنانچہ اسکول جانے سے پہلے اس نے ٹیلی فون انڈکس نکال لی۔ اسلام آباد کا نمبر اس میں درج نہ تھا۔ آفس فون کرنے کا سوچا مگر ٹائم نو بجے کا تھا ایزد کا نمبر ڈائل کیا تو وہ بھی انگیج جا رہا تھا۔

"او گاڈ! اتنی صبح کسے فون کیا جا رہا ہے۔؟"

وہ جھنجلا سی گئی۔ ایک لمحے کو خیال آیا امی جی سے پوچھے شاید انہیں کوئی کانٹیکٹ نمبر معلوم ہو مگر ایسا ذرا مشکل ہی تھا کیونکہ ابی سے متعلق وہ سب سے زیادہ بے خبر رہتی تھیں شرمین اور سمیر سے پوچھنا بے کار تھا خوامخواہ کا طنز سننے کو ملتے۔

"کیا کروں کیا کروں؟" اسے کسی کل چین نہیں تھا۔

بالآخر ایک ہی خیال ذہن میں آیا کہ ایزد سے معلوم کیا جائے۔ فون تو اس کا مستقل انگیج کی ٹون دے رہا تھا غالباً" خراب تھا۔ چنانچہ اس نے خود ابی کے آفس جانے کا فیصلہ کر لیا۔ فون پر بات کرنا آسان نہیں تھا امی جی کو اگر بھنک بھی پڑ جاتی تو ڈانٹ پڑنا ضروری تھا۔

آج کل تو وہ ویسے بھی ابی کی بے توجہی کی وجہ سے حد درجہ جھنجلائی ہوئی رہتی تھیں۔ آج اسکول میں بھی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پیرتمس ڈے تھا لہٰذا اس کا وہاں پورے دن رکنا ضروری بھی نہیں تھا۔
نو بجنے کے بعد وہ جی کڑا کر کے اسکول سے نکل گئی۔ سلمان انکل کی وجہ سے اسے زیادہ پریشانی نہیں ہوئی۔ البتہ سمعان نے اسے ڈراپ کرنے کی آفر کی تھی جسے سہولت سے منع کر کے وہ باہر چلی آئی اسکول کے چوکیدار نے اسے یلو کیب بلا دی تھی۔
ابی کے آفس میں کبھی خاص طور پر آنا نہیں ہوا تھا سوائے اس کے کہ کبھی اس راستے سے گزرنا ہوا تو ابی نے تذکرۃً بتا دیا۔ البتہ ایسے موقعہ کم ہی آئے کہ وہ سب ابی کے ساتھ کہیں گھومنے پھرنے نکلے ہوں۔
ایزد کے روم کے باہر تک پیون اس کی رہنمائی کر گیا تھا دس پندرہ منٹ تک اسے باہر ہی منتظر رہنا پڑا مگر جونہی اندر سے بیل بجا کر پیون کو بلایا گیا اگلے سیکنڈ وہ اسے بلانے چلا آیا تھا۔
”زمین“ آپ! آیئے نا اندر۔ یہاں کیوں رک گئیں۔؟“
پیون کے پیچھے پیچھے ایزد تھا اور اس سے پہلے کہ وہ قدم بڑھاتی وہ حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے خود اس تک پہنچ گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں واضح تحیر اور الجھن تحریر تھی۔
”جی وہ دراصل۔“
اس نے پیون کی طرف اشارہ کیا اور بات ادھوری چھوڑ دی تو ایزد پیون کی طرف متوجہ ہوا۔
”اوہ“ وہ قدرے چونکا۔
تم کافی اور سینڈوچز لے کر آؤ اور ہاں کافی ٹھنڈی نہیں ہونی چاہیے۔“ پیون کو تحکم سے مخاطب کر کے وہ اندر کی طرف بڑھ گیا اور اسے ساتھ آنے کا اشارہ کیا تو وہ کچھ جھجکتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔
آفس ابی کے مزاج اور بزنس کی کامیابی کا آئینہ دار تھا بیش قیمت فرنیچر اور خوبصورت انٹیریئر سے مزین وہ کمرہ جہاں ایزد بڑی سی کارووڈ میٹل کی میز کے اس طرف بیٹھا اب تک ”خیریت تو ہے“ کا سوال بنا ہوا تھا آفس میں داخل ہونے کے بعد اسے یکدم ابی کی کمی کا احساس شدت سے ہوا۔ گو کہ انہیں کبھی یہاں بیٹھے دیکھا نہیں تھا البتہ یہ سب تھا تو ان ہی کا یہ الگ بات کہ ایزد بھی اس میں پارٹنر تھا تاہم یاور صاحب کے شیئرز اس سے زیادہ تھے۔
”خیریت زمین آپ یہاں کیسے آئیں؟۔ کوئی کام تھا تو مجھے فون کر لیتیں۔“
سامنے دیوار پر لگی یاور صاحب کی تصویر پر نظر جماتے دیکھ کر بالآخر ایزد نے پکارا تو وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی اور سنبھل کر بولی۔
”کام تو کچھ نہیں تھا ان فیکٹ مجھے ابی کا کانٹیکٹ نمبر چاہیے تھا۔ آپ کے گھر فون کیا تھا مگر مستقل انگیج کی ٹون آرہی تھی۔“
”وہ ہاں ان فیکٹ فون خراب ہے آج کل ہمارا۔“ اسے گویا یاد آیا۔
”مگر انکل کا کانٹیکٹ نمبر تو آپ کے پاس ہونا چاہیے۔“ انتہائی سنجیدگی سے کہا گیا یہ جملہ زمین کو خفت میں مبتلا کر گیا۔
”کتنا بے عزت کرا دیتی ہے ابی کی یہ بے حسی اور بے رخی۔“
اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تو سر جھکا کر خاموش ہو رہی۔ غالباً ایزد کو بھی احساس ہو گیا تھا کہ وہ بہت آزردہ ہو گئی تھی اس بات پر جبھی فوراً انٹر کام کی طرف متوجہ ہوا تاہم اس دوران پیون اجازت لے کر اندر داخل ہو گیا تھا۔ ایزد بھی خاموشی سے کافی سرو ہونے کا انتظار کرنے لگا اور جونہی پیون باہر نکلا وہ قدرے حلاوت سے بولا غالباً معذرت خواہانہ انداز تھا۔
”انکل اسلام آباد کے اس نمبر پر ملیں گے آپ چاہیں تو آفس سے ہی انہیں کانٹیکٹ کر سکتی ہیں مگر وائی داوے آپ کو ایسا کیا ارجنٹ کام ہے ان سے۔؟“
اسے اب تک یہ بات متعجب کر رہی تھی کہ زمین اس کے آفس میں موجود ہے۔ جس نے آج تک یہاں فون

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بھی محض ضرورتاً" ہی کیا تھا۔

"کچھ ایسا خاص نہیں۔ بس مجھے ان کی خیریت پوچھنی ہے۔ آپ کی لاسٹ ٹائم کب بات ہوئی ہے ابی سے۔"

اس نے جواب دے کر سادگی سے سوال کیا تو ایزد کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ دوڑ گئی صرف ان کی خیریت معلوم کرنے کے لیے وہ اتنی دور سے پریشان ہوتی آئی تھی۔

"کل شام میں انکل نے فون کیا تھا مجھے۔ ہی از جسٹ آل رائیٹ (وہ بالکل ٹھیک ہیں) مگر آپ اتنی پریشان کیوں ہیں۔ کیا کوئی مسئلہ ہے۔ مجھے بتایئے اگر میں ہیلپ کر سکوں تو مجھے خوشی ہوگی۔"

وہ خلوص سے بولا تو زمین مبہم سا مسکرا دی۔

"نہیں کوئی مسئلہ نہیں' الحمد اللہ سب ٹھیک ہے مگر میں ابی سے بات کرنا چاہتی تھی۔ اگر آپ یہیں سے کانٹیکٹ کرا دیں تو زیادہ اچھا ہے۔"

بے حد جھجکتے ہوئے اس نے مدعا عرض کیا تو ایزد نے مزید کوئی سوال کرنے کا ارادہ ترک کر کے ایک سیکنڈ کے لیے اسے الجھی ہوئی نظر سے دیکھا اور "او کے" کہہ کر آپریٹر سے نمبر ملوا دیا۔

"لیجیے انکل لائن پر ہیں بات کر لیجیے۔"

ریسیور اسے تھما کر ایزد قصداً" آفس روم سے باہر نکل گیا تو اس کے ہاتھوں سے پسینہ بہنے لگا۔

"ہیلو۔" اس نے کپکپاتے ہوئے کہا۔

"ہیلو۔ شیخ یاور اسپیکنگ۔" ابی کی فریش آواز اس کے اندر سکون اتار گئی۔ کل رات کے بعد سے اب سکون آیا تھا اسے۔

"جی ابی میں زمین بات کر رہی ہوں۔"

"ہم' خیریت تو ہے۔" ان کے لہجے میں بے ساختہ حیرت اور پریشانی در آئی تھی۔

"جی ابی۔ ان فیکٹ' بہت دنوں سے آپ گھر نہیں آئے اور نہ ہی کوئی خبر ملی تو میں نے سوچا کہ آپ کو فون کر لوں۔ آپ کیسے ہیں ابی۔"

باوجود کوشش کے آنسو اس کے لہجے میں گھل گئے تھے ابی کی آواز نے سارے بند توڑ دیے۔

"میں ٹھیک ہوں بیٹا۔ تم سناؤ گھر پر سب خیریت ہے۔"

"جی۔" ان کے پدرانہ شفقت سے بھرپور لہجے نے اسے مزید بے اختیار کر دیا۔

"میں یہاں کام میں پھنس گیا ہوں پرسوں تک امریکا فلائی کر جاؤں گا۔ دو مہینے تو لگ جائیں گے۔ وہاں سے واپسی پر ہی کراچی آؤں گا۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ کوئی پرابلم ہو تو ایزد سے کہہ دینا وہ سولو کر دے گا۔"

"جی۔" وہ مزید کچھ اور نہ کہہ سکی۔

"کوئی اور بات؟۔"

وہ غالباً" مصروف تھے جبھی قدرے عجلت میں سوال کیا تو وہ دل میں اترنے والے اطمینان کو محسوس کر کے پرسکون ہو گئی اور ایک دو باتیں کر کے فون رکھ دیا۔

کافی ٹھنڈی ہو چکی تھی لہٰذا اسے یونہی چھوڑ کر باہر نکلنے کا قصد کیا تو ایزد چلا آیا۔

"مجھے یقین ہے کہ آپ میرے یہاں آنے کا ذکر کسی سے نہیں کریں گے ابی سے بھی نہیں۔"

نظریں جھکا کر اپنے مخصوص متذبذب اور خفیف لہجے میں اس نے کہا تو ایزد باپ اور اولاد کے درمیان فاصلوں کو محسوس کر کے حیران رہ گیا۔

● ● ●

فرہاد اور زوہا کی منگنی کا فنکشن تھا صبیحہ اور فرہاد بضد تھے کہ دا جان بھی اس تقریب میں شرکت کے لیے سفینہ لاج آ سکیں مگر وہ کسی طور راضی نہیں ہو رہے تھے۔ وہ دونوں انہیں سمجھا سمجھا کر ہار گئے تھے جیسے۔

"بس بیٹا تم لوگوں کے ساتھ میری دعائیں ہیں۔ یہی کافی ہے۔ مجھے مجبور مت کرو۔" ان کے اصرار پر وہ انتہائی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مجبوری اور تاسف سے بولے۔

"مگر کیوں دا جان۔ آخر ایسی بھی کیا ناراضگی کیا انسان محبت کرنے والوں کی خطاؤں کو بھلا نہیں سکتا۔"
صہیبہ نے ضدی سے انداز میں سوال کیا۔

"بھلا تو دیا جاتا ہے بیٹا مگر کچھ خطائیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کو کبھی معاف نہیں کیا جاتا شاید وہ غلطیاں قابلِ معافی ہوتی ہی نہیں۔"

چہرے سے اضمحلال جھلک رہا تھا فرہاد اور صہیبہ دونوں نظر چرا گئے۔

"مگر یہ میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہے دا جان آپ کا آنا بے حد ضروری ہے۔" قدرے توقف سے فرہاد نے محبت سے کہتے ہوئے ان کا بازو تھام لیا۔

"رہنے دو اپنے نکاح پر بھی ان کی ہزار منتیں کی تھیں میں نے مگر انہیں پرواہ کہاں ہے ہماری۔"
صہیبی نے اب کے نئے انداز میں اکسانے کی کوشش کی۔

"صاف بلیک میلنگ ہے یہ' تم دونوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں سب سے زیادہ تم دونوں کو ہی چاہتا ہوں۔" وہ بردباری سے مسکراتے رہے تو صہیبی نے منہ پھلا لیا۔

"جتنا چاہتے ہیں اس کا اندازہ تو اسی بات سے ہو رہا ہے کہ ہماری خوشی میں شرکت تک کرنے کے روادار نہیں ہیں آپ۔"

"بلکہ اتنی منتوں پر کان بھی دھرنے کا ارادہ معلوم نہیں ہوتا۔"
فرہاد بھی شاکی تھا دا جان نے جن نظروں سے ان دونوں کی طرف دیکھا وہ دونوں ہی نادم ہو گئے۔

"مجھے تم دونوں سے بے حد پیار ہے بیٹا۔ مگر محبت کا مطلب اپنے پیاروں کو آزمائش میں ڈالنا نہیں۔ تم خود سوچو اگر میں تمہاری خوشیوں میں شرکت کر سکتا تو کیا انکار کرتا۔" رک کر دونوں کو دیکھا وہ لاجواب ہو گئے۔

"مگر کبھی کبھی انسان بہت بے بس ہو جاتا ہے۔ گزرے دنوں کی گرد فیصلوں کے شیشوں کو دھندلا دیتی ہے۔ میں تمہاری مسرتوں میں شامل ضرور ہوں خواہ شرکت کر سکوں یا نہیں۔ مگر سفینہ لاج آنا میرے لیے اتنا آسان نہیں۔ ماضی کے انگاروں پر چل کر واپسی کا سفر طے کرنا پڑتا ہے بچوں اور اب اس عمر میں میری ہڈیوں میں اتنی سکت نہیں۔ البتہ میرے سارے بچے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر رہیں۔ اب یہی خواہش ہے میری اور اپنی محبتوں کے صدقے میں میری یہ خطا معاف کر دینا بیٹا۔ سمجھ لینا کہ تمہارا دا جان بہت مجبور اور بے بس تھا وگرنہ۔"

فرطِ ملال سے ان کا گلا رندھ گیا تھا۔ صہیبہ یکدم بھیگی پلکوں سے ان کے شفیق سینے میں چہرہ چھپا گئی تو فرہاد نے بزور "مسکراتے ہوئے کپکپاتا ان کا بوڑھا ہاتھ تھام لیا۔

● ● ●

شگن والے روز زوہا قصداً "اس کے سامنے نہیں آئی تھی اور باوجود صہیبہ کی کوششوں کے اس نے سامنے آنے سے انکار کر دیا تھا۔ یوں تو سفینہ لاج میں اس طرح ملنے جلنے پر کوئی خاص ممانعت نہیں تھی تاہم دادی جان کی تربیت نے لڑکیوں میں آپ ہی آپ جھجھک پیدا کر دی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ صہیبہ جو کہ حد درجے پر اعتماد اور قدرے براڈ مائنڈڈ تھی ایزد سے بات کرتے ہوئے قصداً "اس بات کو ملحوظ خاطر رکھتی۔ حتیٰ کہ ایزد نے کئی بار ڈھکے چھپے لفظوں میں ملنے کی خواہش کا اظہار بھی کیا مگر وہ ٹال گئی۔

فرہاد اس روز زوہا کی اس کی گم شدگی پر اچھا خاصا جھنجلایا ہوا تھا تاہم بابر بھائی کی بات میں اسے کافی سچائی محسوس ہوئی تھی۔ واقعی زوہا کے مزاج اور احتشام ولا کے ماحول میں بہت زیادہ فرق تھا۔

"یہ فرق کیسے ختم ہو گا؟ آیا زوہا خود کو بدلے گی یا ماحول کو اس کے مطابق ڈھلنا پڑے گا۔" یہ بات کئی دن تک فرہاد خود سوچتا رہا تھا اور حقیقتاً "اسے کسی مقام پر ایسا لگا کہ زوہا کے لیے ماما کے ساتھ ایڈجسٹمنٹ کرنا مشکل ہو جائے گا۔ مگر اپنی محبت پر بہت مان تھا اسے۔

"زوہا سمجھ لے گی سب کچھ۔"

آخر میں وہ یہ کہہ کر خود کو مطمئن کر کے تمام خیالات سے دامن چھڑا لیتا۔

بائل گرین اور مسٹرڈ کنٹراس والے آر گنزا کے بیش قیمت سوٹ میں ملبوس زوہا جب اس وقت نظر کے سامنے ئی تو سارے تفکرات آپ ہی کسی پس منظر میں چلے گئے۔ تالیوں کی گونج مبارک سلامت کے شور اور خوب ورت جملوں کی چھیڑ چھاڑ میں اس نے خود زوہا کو انگوٹھی پہنائی یہاں سے سفینہ بیگم یعنی دادی جان کو یہ فریضہ ادا رنا تھا مگر فرہاد کو خود انگوٹھی پہنا تا دیکھ کر سب ہی رک گئے اور سفینہ بیگم نے تمکنت سے انگوٹھی زوہا کے ہاتھ ں تھما دی۔

"پہنا دو بیٹا۔"

اسے بے حد حیرت سے اپنی طرف دیکھتا پا کر انہوں نے حلاوت اور محبت سے کپکپاتے ہاتھ سے فرہاد کی انگلی میں نگوٹھی ڈال دی۔

رضیہ بیگم، رخسانہ بیگم اور سعدیہ بیگم نے قدرے حیرت سے یہ مظاہرہ دیکھا اور تقریب کے خوشگوار اختتام ک بمشکل چپ رہیں اور جونہی سب کاموں سے فارغ ہو کر وہ سب ان کے کمرے میں جمع ہوئیں بے اختیار یہ ال ان کی آنکھوں سے جھلکنے لگا۔

"میں نے یہ سب اس لیے ایسا کیا بیٹا کہ ہر گھر کے کچھ قاعدے قوانین ہوتے ہیں۔ ثمر بیگم کے گھر کا ماحول ایسا ے ان کے یہاں رسومات بڑوں کی بجائے بچے کرتے ہیں یا دونوں فریقین خود کر لیتے ہیں۔ اب یہ نیا دور ہے یں بھی اصل خوشی تو بچوں کی ہی ہوتی ہے۔ زوہا کو جس گھر میں جانا ہے اسے ابھی سے اس کے متعلق ڈھال نا چاہیے۔ اس کے لیے یہی بہتر ہے۔"

"مگر امی۔" سعدیہ بیگم نے کچھ کہنا چاہا۔

"بیٹا بے کار کی بحث میں کیا پڑنا۔ تقریب خوشگوار رہی یہی کافی ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظر انداز کر دینا اہیے۔"

وہ بردباری اور وقار سے بولیں تو سب خاموش ہو گئیں اور پھر بات شادی کی تیاریوں کی طرف نکل گئی۔ نند اوجیں ایک دوسرے سے صلاح مشورہ کرنے لگیں تو سفینہ بیگم بے اختیار سوچے بنا نہ رہ سکیں کہ زوہا کو وہ آخر کس ول میں بھیج رہی ہیں۔

"لاکھ فرہاد اچھا سہی اپنی مرضی سے یہ رشتہ طے کرانے کے بعد وہ یقیناً ماں کی ناراضگی کو خوشی میں بدلنے کے ے ان کی ہر بات مانے گا اور زوہا کو بھی مجبور کرے گا ایسے میں زوہا کی زندگی میں ان کی دی ہوئی تربیت کہیں کوئی ھوٹ نہ ڈال دے۔"

یہ خیال خاصا پریشان کن تھا سفینہ بیگم متفکر ہوئے بنا نہ رہ سکیں بار بار ان کی آنکھوں میں ثمر بیگم کی صورت وم جاتی تھی جو نخوت سے ساری چیزوں کو تاک رہی تھیں۔ کھانے میں مرچوں کی زیادتی تو تحفے میں دیے گئے سات کی کوالٹی انہیں ہمہ وقت پریشان کرتی رہی یا غالباً "وہ قصداً" اس کا اظہار کر رہی تھیں۔

خصوصاً جب رسم کے وقت زوہا سخت نروس ہو رہی تھی انہوں نے بہت تکلف سے اسے گلے لگاتے ہوئے ہنستے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔

"پہنا دو زوہا ہمارے یہاں یہی دستور ہے فیانسی خود رنگز ایکسچینج کرتے ہیں۔"

لہجے میں تکبر اور نخوت صاف محسوس کی گئی تھی۔ زوہا اس وقت کچھ اور سوچ نہیں پا رہی تھی ورنہ وہ بھی ن ہوتی البتہ قریب بیٹھی سفینہ بیگم کے کانوں تک ان کا یہ فقرہ بخوبی پہنچا جس سے انہیں فطری طور پر دھچکا لگا ۔ بہر حال فنکشن اچھا ہو گیا تھا۔ زوہا اور فرہاد کا اچھا خاصا ریکارڈ لگایا گیا تھا اور صہیبہ نے زبردستی فرہاد سے نیگ ول کیا تھا۔ اس کی دیکھا دیکھی زونیرہ بھابھی نے بھی دیور کی جیب خالی کرالی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

زوہا نے کئی بار کن انکھیوں سے دیکھا ساتھ بیٹھا فرہاد کوئی واہمہ نہیں تھا سچ تھا حقیقت تھا وہ سفینہ لاج کے میں اس کے پہلو میں بیٹھا اس کی آنکھوں کے اولین خواب کی حسین تعبیر تھا۔

● ● ●

منگنی کے کئی دن بعد تک ہلہ گلہ ہوتا رہا موویز اور تصاویر کے تبادلے ہوتے رہے اور بالآخر صبیحہ کے اصرار پر زوہا کو بھی پڑھائی کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ آنرز کا سمسٹر سر پر کھڑا تھا صبیحہ نے تو ایم اے کا پروگرام رکھا تھا مگر زوہا کو اس کی مہلت ملنے والی نہیں تھی اور اس کا اسے افسوس بھی نہیں تھا۔ بلکہ اپنے من پسند کے ساتھ سب کی رضا اور خوشی سے زندگی گزارنے کے خواب اسے سب کچھ بھلائے دے رہے تھے حتیٰ کہ کتابیں بھی۔

”پڑھ لو زوہا نہیں تو فیل ہو جاؤ گی۔ پھر تمہاری شادی اگلے سال تک کے لیے پوسپون کرنی پڑے گی اور اس حامی میں بھی ہوں گی۔“

اسے ڈرانے کے لیے صبیحہ نے جس لہجے میں دھمکی دی تھی وہ زوہا کو کھلکھلا کر ہنسنے پر مجبور کر گئی پچھلے ماہ کی ٹینشن کے بعد آج کل وہ کھل کر ہنستی ہوئی بہت اچھی لگ رہی تھی اور اس کی یہی بے ساختہ ہنسی اس خوشی کی غماز تھی جو گھر کے بزرگوں کو اپنے فیصلے پر مطمئن کر دیتی تھی۔

”کوئی پروا نہیں فرہاد مجھے محض بی اے بھی قبول کر لیں گے۔“

وہاں ایک عالم اطمینان تھا۔ صبیحہ بھنا گئی۔

ان کی اسی عشقیہ روش نے تمہیں کسی کام کا نہیں چھوڑا ہے۔ میں کہتی ہوں کہ سدھر جاؤ زوہا۔ ورنہ نہیں ہو گا۔“

”اچھا تو ہو گیا ڈیر اب کیا ڈرنا۔“

منگنی کی انگوٹھی پر ایک جذب سے انگلی پھیرتے ہوئے اس نے مزید جلایا۔

”بیٹا جب سسرال پہنچو گی تب پوچھوں گی کہ کیسی رہی۔ ابھی تو شیخ چلی جیسے خواب دیکھتی رہو۔“

”تمہارے جلنے سے سوائے تمہاری رنگت خراب ہونے کے کوئی اثر نہیں ہونے والا مجھیں۔“

زوہا کا کتاب میں بالکل دل نہیں لگ رہا تھا لہٰذا اطمینان سے سائیڈ ٹیبل پر رکھا منگنی والا البم اٹھا کر ایک بار دیکھنے لگی۔

”اف دل نہیں بھرتا تمہارا زوہا کی بچی۔“ اس نے گویا سر پیٹتے ہوئے بے زاری اور حیرت کے ملے جلے لہجے میں کہا۔ ”تمہارا دل بھرتا تھا جب نکاح کی تصویریں بار بار دیکھا کرتی تھیں۔“ فوراً جواب آیا تو وہ بلش کر گئی مگر بولی۔ ”میں کب دیکھتی تھی۔ ایویں خوامخواہ۔“

”ایویں خوامخواہ نہیں ڈیئر میں نے خود راتوں کو اکثر آپ کے کمرے میں جھانکا تو بڑی محویت سے کھوئی ہوتی تھیں محترمہ وہ بھی چوری چھپے۔“

”چوری چھپے کیوں ممانعت ہے کیا تصویریں دیکھنے کی۔“ وہ چیخی۔

”وہ تو مجھے معلوم نہیں البتہ رات کے اندھیرے میں یہ فعل انجام دیتا دیکھ کر میں نے یہی سمجھا تم معصومیت اور سادگی کی انتہا تھی صبیحہ اور چڑ گئی۔

”خیر تم سے تو بہتر صورت حال تھی تم تو دن دہاڑے وہ بھی ایک نامحرم کی تصویریں دیکھ رہی ہو۔ میں تو اپنے۔“

اور بقیہ جملہ اس کی زبان پر نہ آسکا۔ ایک پر حجاب تبسم نے لبوں کا احاطہ کر لیا تھا زوہا اس کی کیفیت پر ساختہ ہنسی تھی۔

”ماشاء اللہ کیا عالم حجاب ہے۔ فرط حیا سے نام تک زبان پر نہیں آرہا صبیحی تم تو پکی مشرقی بیوی نکلی ہو۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ب تمہیں قطعی موڈ اسکوڈ سمجھتے تھے' خیال تھا کہ جب پہلی بار اپنے منگیتر سے ملو گی تو جھٹ مصافحے کے
ہ ہاتھ آگے بڑھا دو گی مگر تم تو نظر تک نہیں اٹھاتیں۔ ایزد بھائی بے چارے منگنی کے فنکشن والے دن کتنے
نام سے تیار ہو کر آئے تھے مگر تم نے نظر اٹھانا گوارا نہ کیا۔ ہاں یہ الگ بات کہ چپکے چپکے خوب دیکھا انہیں حتیٰ
تین چار بار مووی بھی دیکھ چکی ہو میری اور مجھے ڈانٹتی ہو۔"
اس کے گلے لگتے ہوئے زوہا ہنسی کے درمیان کہہ رہی تھی وہ محض اسے گھورنے کی رسم ہی پوری کرتی رہی کہ
نے میں مدحت نے داجان کے فون کی اطلاع دی۔
"کیا! داجان کا فون۔"
حسب عادت مسرت سے ایک فقرہ مارا چھلانگ لگائی اور لاؤنج کی طرف دوڑی' دوسری طرف داجان ہی تھے
ہانے حسب سابق پہلے تو خوب ہی ناراضگی کا اظہار کیا اور جب ان کے ٹھہرے ہوئے لہجے سے یہ اندازہ ہوا کہ وہ
نا اداس ہیں تو فوراً "رخت سفر باندھ لیا۔
ای سے تھوڑی بہت رد و کد کے بعد ہی اجازت ملی زوہا کو سختی سے کہا کہ سنجیدگی سے پڑھائی کرے اور بیگ میں
ان بھر لیا۔
"مجھے تین چار دن لگ سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ تمہیں میری کمی محسوس نہیں ہوگی۔"
ملپ کرائی زوہا کو معنی خیز سے دیکھتے ہوئے اس نے شوخی سے کہا تو وہ ہنس پڑی۔
پاپا اس وقت گھر پر موجود تھے ان سے ہی درخواست کرنی پڑی کہ وہ اسے علی ولاز چھوڑ آئیں۔
دادی جان کی خصوصی اجازت کے بعد کوئی بھی اسے انکار نہیں کرتا تھا البتہ پاپا سے آج پہلی بار کہا تھا۔ وہ چند
ے کے لیے چپ ہی رہ گئے۔ وہ خاموش کھڑی ان کے جواب کی منتظر تھی۔
"انتظار کر لو صبیحی ابھی تفہیم یا آذر میں سے کوئی آتا ہوگا۔ تمہیں چھوڑ آئے گا۔" رخسانہ بیگم نے شوہر کی
ی سے بہت معنی اخذ کیے۔ ۔۔ اسے منظر سے ہٹانے کے لیے ۔ ساتھ ہی آنکھوں سے بھی اشارہ کیا۔ تو وہ
ب میں پڑ گئی۔
ایک نظر امتیاز صاحب کی طرف دیکھا اور پھر انہیں خاموش پا کر خاموشی سے بیگ اٹھا لیا۔ ابھی آگے بڑھنے کا
ہی رہی تھی کہ انہوں نے پکار لیا۔
"ٹھہرو میں چلتا ہوں۔"
وہ تیار ہو گئے تھے وہ حیران حیران سی ان کے ساتھ گاڑی میں آبیٹھی۔ اس کے نکاح کے بعد سے پاپا اس کا پہلے
زیادہ خیال رکھنے لگے تھے وہ ان کی یہ تبدیلی محسوس کرتی تو دل ہی دل میں مسکرا دیتی۔
اب اس کے جلد پرائے ہو جانے کے احساس نے ان کا دل مزید گداز کر دیا تھا اور اسی احساس نے غالباً "آج
علی ولاز تک آنے کے لیے راضی کر لیا تھا۔
"بابا کی طبیعت خراب ہے یا یونہی ملنے جا رہی ہو صبیحی۔"
تے میں انہوں نے پوچھا تھا۔
"بس یونہی' ان فیکٹ داجان آج کل بہت اداس اور ڈپریسڈ رہنے لگے ہیں۔ پہلے کی طرح بذلہ سنجی اور
مزاجی اب دھیرے دھیرے ان میں مفقود ہوتی جا رہی ہے۔ میرا خیال ہے وہ سب کو مس کرنے لگے ہیں۔"
رتے ڈرتے اس نے کہہ ہی دیا تھا۔ امتیاز صاحب کے چہرے کے تاثرات اس کی بات پر گمبھیر ہو گئے تھے۔
ہی اور بہت سے لوگ بھی انہیں مس کرتے تھے مگر جب انہوں نے پروا نہیں کی اور آج اکیلے رہنے پر مجبور
وہ دل میں سوچ رہے تھے مگر بولے کچھ نہیں۔ البتہ صبیحہ نے باپ کی آنکھوں سے ان کی سوچ پڑھ لی تھی۔
ات رائیگاں جانے اور باپ بیٹے کے درمیان موجود لامتناہی فاصلوں کا احساس اسے آزردہ کر گیا۔
"پتا نہیں کیوں ہم کسی کی خطا معاف کرنے کو تیار نہیں ہوتے ایک طویل سزا کاٹنے کے بعد بھی ہمارا قصوروار

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہماری نظروں میں معتوب ہی ٹھہرتا ہے۔ جانے کیوں کبھی کبھی ہم اتنے کم ظرف اور چھوٹے دل کے مالک جاتے ہیں۔ شاید اس کم ظرفی کا تعلق ہماری امید ہماری توقع اور ہماری چاہت ہے۔ جتنی چاہت توقع اور مان ہو گا اتنی ہی ناراضگی بھی شدید ہو گی۔ یقیناً" اسی وجہ سے داجان بھی اب تک ندامت کے حصار میں قید ہیں سفینہ لاج والے اپنی انا میں۔"

وہ چپ چاپ سوچے چلے جا رہی تھی چونکی تو اس وقت جب گاڑی علی ولا کے گیٹ پر رکی۔

امتیاز صاحب کی طویل خاموشی نے اتنا کچھ سمجھا دیا تھا کہ اس نے انہیں ساتھ چلنے کے لیے بھی نہیں کہتی تو فائدہ بھی کیا تھا۔ خاموشی سے بیگ سنبھال کر باہر نکلی اور دروازہ بند کر کے انہیں خدا حافظ کہتے ہو قصداً" تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔

درحقیقت وہ اس وقت اپنی زبان کو بمشکل کنٹرول کر سکی تھی جو داجان کی حمایت میں شعلہ بیانی کی روایت کرنے کی شدید خواہشمند تھی۔

امتیاز صاحب تیزی سے ریورس کر کے گاڑی واپسی کی روٹ پر موڑ گئے تو وہ بے دلی سے اندر چلی آئی۔ دا اسے دیکھ کر حسب سابق بے حد خوش ہوئے تھے فوراً" پوچھا کہ کس کے ساتھ آئی ہو تو اس نے قصداً" جو دینے کے بجائے انہیں کسی اور طرف متوجہ کر لیا۔

● ● ●

دو دن تو داجان کی معیت اور کتابوں کی سنگت میں گزرتے پتا بھی نہ چلے البتہ تیسرے دن جب داجان طبیعت کچھ بہتر تھی وہ اپنے کسی واقف کار کی طرف گئے ہوئے تھے تو ایزد ہمدانی کی آمد اسے اچنبھے اور پریش میں ڈال گئی۔

"ایزد آپ۔"

خان بابا ایزد کو لاؤنج میں بٹھا کر اسے بلا لائے تھے وہ انہیں دیکھ کر بلاشبہ متعجب رہ گئی تھی۔

"جی میں۔"

اس کا بھرپور نظروں سے جائزہ لیتے ہوئے ایزد مسکرایا تو وہ ہاتھ میں پکڑی کتاب بے اختیار سینے سے لگا ہوئے بکھری لٹیں کان کے پیچھے اڑسنے لگی۔

"خیریت کیسے آنا ہوا؟۔ داجان تو گھر پر نہیں۔"

"خیریت ہی ہے صہیبہ اور رہا آنے کا سوال تو گھر پہ فون کیا تھا زوہا نے بتایا تم یہاں ہو تو سوچا داجان سے کے بہانے تم سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔ ورنہ ویسے تو تم نے ملنا نہیں ہے۔"

بات کرتے ہوئے خوب صورت مسکراہٹ نے اس کے چہرہ کا احاطہ کیا ہوا تھا صہیبہ ایزد کی آنکھوں اترے جذبوں کی قندیلیں جلتی دیکھ کر بے اختیار نظر چرا گئی۔

"ایسی بات نہیں ان فیکٹ میں آج کل اسٹڈی میں مصروف ہوں فائنل سمسٹر سر پر کھڑا ہے۔ پھر اس فوراً" بعد زوہا کی شادی ہے۔ بس اب تو مصروفیت اور بڑھ جائے گی شاپنگ اور تیاریاں بلکہ گھر میں تو مدحت فو اور بھابھی نے باقاعدہ تیاریاں شروع بھی کر دی ہیں۔"

ایزد کے شکوے کے جواب میں اس کا مفصل عذر حاضر تھا۔

"اور تم تیاریاں کب شروع کرو گی شادی کی۔"

وہ رکی تو ایزد نے قصداً" معنی خیزی سے سوال داغ دیا تو وہ بے ساختہ مسکرا دی۔

"جناب ایم اے سے پہلے بالکل ارادہ نہیں اور یاد رکھیے آپ اگر ایسا ہوا تو میں سب سے زیادہ آپ سے خفا جاؤں گی۔"

وہ مان اور بڑے ناز سے بولی تھی۔

"مجھ سے بھلا کیوں۔؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ونکہ اس ساری سازش کے پیچھے آپ کا ہی ہاتھ ہو گا مجھے اچھی طرح معلوم ہے۔"
نے کشادہ آنکھوں سے گھورتے ہوئے جواب دیا۔

ئی محبت اور جنگ میں سب جائز ہے کا مقولہ تو سنا ہو گا تم نے میں بھی اس کا حامی ہوں لہٰذا ایسا ہو جائے تو
ج نہیں۔ رہ گئی ناراضگی کی بات تو تمہیں منانا ایزد ہمدانی کے لیے مشکل نہیں ہو گا۔"

ری طرف بھی اطمینان اور اعتماد کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

ی نہیں۔ ایسی بات نہیں' یاد رکھیے گا یہ صہیبہ علی ہے اگر ایک بار خفا ہوئی تو پھر کبھی نہیں مانے گی۔"
ٹھونک کر وہ بولی تو ایزد ہنس پڑا۔

انڈ یو ڈیئر کہ تم صہیبہ علی نہیں' اب صہیبہ ایزد ہمدانی ہو اور دوسرے یہ کہ میں تمہیں کبھی خفا ہونے
دوں گا۔"

ہر اور جذبوں کے رچاؤ سے مہکتا لہجہ صہیبہ کے چہرے پر گلال بکھرا گیا تو ایزد نے بے حد طمانیت سے اس
موں میں اتری دھنک کو دیکھا اور مسکرا دیا۔

● ● ●

اچھا آپ بیٹھیے میں چائے کا کہہ کر آتی ہوں۔" وہ حجاب آمیز اس بھاری گھڑی کو ٹالنے کے لیے نظر چرا کر
اسے بٹھا کر آگے بڑھی۔

ہے دو چائے کی مطلق خواہش نہیں ہم یہاں آکر بیٹھو آج بہت دن بعد تمہیں دیکھا ہے میں تمہاری کمپنی
کرنا چاہتا ہوں۔" ایزد کی پرکشش بھاری آواز میں یکدم جذبوں کا رچاؤ اور مہکتا پن اتر آیا تھا وہ خود کو بے
با محسوس کرنے لگی۔

مجھے پڑھنا ہے۔" دھڑکتے دل اور دھیمے سروں میں عذر تراشا تو ایزد گھوم کر اس کے سامنے آکھڑا ہوا وہ چند
سے زیادہ اس کی آنکھوں میں نہ دیکھ سکی۔

الحال تو میری آنکھیں پڑھو اور دل کی حکایتیں سنو باقی کام بعد میں۔" اس کا ہاتھ تھام کر ایزد صوفے کے پاس
بات محض رشتہ کی ہوتی ہے وہ اس التفات اور وارفتگی کی شدت سے روشناس کراتے لمس کے باعث
ی رہ گئی۔

ہت دھیرے سے ہاتھ چھڑا کر صوفے پر بیٹھی تو ایزد بھی سامنے والی راکنگ چیئر پر جا بیٹھا پھر اس نے بہت سی
مستقبل کی اپنے دل کی اور اپنی چاہت کی باتیں۔ صہیبہ کی باتیں اور آنے والی زندگی کی پلاننگ کی باتیں'
گلابی پڑتے چہرے کے ساتھ مسکراتی اسے سنتی رہی۔ ایزد کا انداز سادہ تھا مگر وہ جانتی تھی کہ اس لہجے کے
نی شدت میں کار فرما ہیں کتنی جنون پسندی ہے' محبت اگر رشتے سے بندھ جائے تو اور بھی مضبوط ہو جاتی ہے۔
ت ملگجے حلیے اور بکھرے بالوں کے باوجود صہیبہ ہمدانی اسے دنیا کی پرکشش ترین لڑکی لگ رہی تھی۔
کے رنگ آنکھوں میں آبسیں تو ہر منظر رنگین ہو جاتا ہے۔

ھا یہ بتائیے آنٹی اور انکل کیسے ہیں؟" ایزد کی باتیں اس کے دل کی دھڑکن بڑھانے لگیں تو اس نے
دوسرا موضوع چھیڑ دیا ایزد اس کے گریز پر قدرے مسکرایا اور پھر اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

دونوں بالکل ٹھیک ہیں البتہ تمہیں بہت مس کرتے ہیں ان کا خیال ہے کہ تم ہمدانی ہاؤس آجاؤ گی تو گھر میں
اتر آئیں گی۔ ویسے اس معاملے میں میں بھی ان سے سینٹ پر سینٹ متفق ہوں۔"

ہے آپ تو حد سے زیادہ رومینٹک شخص ہیں' دیکھنے میں کتنے خشک بور اور سنجیدہ لگتے ہیں مگر اندر سے
شاعر ہیں۔" مان اور ناز بھرے انداز میں ہنستے ہوئے صہیبہ بولی تو ایزد بھی ہنس پڑا۔

زم ہمارے اندر کتنے جوہر ہیں یہ تو جب ہی پتا چلیں گے جب آپ ہماری کسٹڈی میں آئیں گی۔ یہ تو
سے جھلک ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایزد کے لہجے میں پھر سے شیریں پانی کے بہتے چشموں کی گنگناہٹیں جاگنے لگی تھیں وہ سٹپٹا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ ذرا انتظار کیجیے میں ابھی آتی ہوں۔"

اب کے اس کی بات سننے کا موقع آنے سے پہلے ہی وہ تیزی سے باہر نکل آئی کچن میں آ کر خانساماں کو ریفریشمنٹ کے بارے میں خصوصی ہدایات دینے کے بعد وہ کمرے میں چلی آئی۔ استری شدہ پیچ کلر کا کڑھائی والا کاٹن سوٹ نکالا اور چینج کر کے منہ ہاتھ دھویا بال سلجھائے اور باہر نکل آئی کچن میں آئی تو ٹرالی تیاری تھی۔

"ماشاء اللہ صرف پندرہ منٹ میں کوئی لڑکی تیار بھی ہو سکتی ہے حیرت ہوئی دیکھ کر۔"

لاؤنج میں داخل ہوتے ہی ایزد کی توصیفی اور پرستائش نظروں نے اس کا استقبال کیا تو وہ جھینپ گئی مگر خاموش نہ رہ سکی فوراً بولی۔

"لڑکیوں کی تیاری میں تاخیر کا خاصا تجربہ لگتا ہے۔"

چائے کپ میں ڈالتے ہوئے کھلے بالوں سمیت جھکی ہوئی وہ بہت اچھی لگ رہی تھی لہجہ میں شرارت آمیز تھی ایزد ہنس پڑا۔

"تجربہ تو خیر نہیں البتہ مشاہدہ تو ہے۔"

"اس نوعیت کے مشاہدوں کے لیے ٹائم مل جاتا ہے آپ کو۔"

کپ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے جس سادگی سے سوال ہوا ایزد کے لبوں پر بے ساختہ تبسم کھیل گیا۔ برجستہ گوئی اچھی لگی تھی لہٰذا خاموشی سے کپ تھام لیا۔

اسی لمحے داجان کی کار کا ہارن سنائی دیا وہ واپس آ گئے تھے۔

"لیجیے داجان آ گئے اب آپ ان سے بیٹھ کر باتیں کیجیے گا میں چلی کتابوں سے ہیلو ہائے کرنے یوں بھی وہ کئی دنوں سے آپ کو یاد کر رہے تھے۔"

وہ بولتی ہوئی باہر نکل گئی تھی ایزد نے پاس پڑا میگزین اٹھا کر ورق گردانی شروع کر دی۔

"توبہ ہے داجان دو گھنٹے کا کہہ کر پورے ساڑھے چار گھنٹے بعد لوٹے ہیں آپ۔ اندر مہمان آئے بیٹھے ہیں کب کے۔" وہ انہیں دیکھتے ہی شروع ہو گئی تھی۔

"معلوم ہے مجھے ایزد میاں آئے ہیں گاڑی دیکھ لی تھی ان کی باہر۔"

داجان نے اس کے سوال سے پہلے ہی جواب دیا اور اس کے ساتھ چلتے ہوئے اندر آ گئے۔ جب کہ وہ یہ سوچ رہی تھی کہ ایزد کا یہاں آنا گویا معمول کی بات ہے جب ہی داجان کو تعجب نہیں ہوا ابھی یہ سوچتی ہوئی اندر داخل ہوئی تھی کہ فون پر انتہائی تشویش سے بات کرتا ہوا ایزد داجان سمیت اسے بھی پریشان کر گیا۔

"او کے بی بی جان، میں بس آ رہا ہوں آپ پلیز پریشان مت ہوں۔" موبائل فون بند کر کے وہ تیزی سے کھڑا ہوا تھا۔ داجان جو کہ اسی لمحے اندر داخل ہوئے تھے بوکھلا سے گئے۔

"خیریت تو ہے بیٹا کیا ہوا؟؟"

"ابھی ابھی بی بی جان نے فون کیا ہے مجھے، بابا کی وہیل چیئر لان کی سیڑھیوں سے سلپ ہو گئی ہے مجھے جانا ہو گا داجان۔"

وہ اپنے اعصاب کو کنٹرول کرتے ہوئے جلدی جلدی بول رہا تھا علی صاحب نازک اور تشویش ناک صورتحال محسوس کر کے ایک لمحے کے لیے چپ رہ گئے۔

"میں چلوں گا داجان انشاء اللہ پھر ملاقات ہو گی۔"

"پریشان مت ہو برخوردار میں بھی ساتھ چل رہا ہوں تم اپنی گاڑی میں نکلو میں بس پیچھے ہی آ رہا ہوں۔" انہوں نے بھی فوراً ہی معاملہ طے کر لیا تو ایزد تیزی سے باہر نکل گیا۔ صہیبہ اس کے متفکر اور پریشان چہرے کو دیکھ کر خود بھی متاسف ہو گئی۔ کبھی کبھی اکلوتی اولاد ہونا بھی کتنا دشوار ہو جاتا ہے ساری ذمہ داری ایک

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لی ہے۔

"بیٹا تم جاکر پڑھو میں ذرا ایزد میاں کے والد کو دیکھ کر آتا ہوں بہت بھلے آدمی ہیں اس وقت ایزد کو کسی ڈھارس تسلی کی ضرورت ہے۔"

"مگر آپ کھانا تو کھالیں دوپہر کو بھی کچھ کھائے بغیر چلے گئے تھے آپ۔" وہ تردد سے بولی۔

"نہیں فی الحال تو بھوک نہیں۔ بس ہمدانی صاحب کی فکر ہے میں چلتا ہوں تم پڑھو بیٹھ کر۔" وہ اسے ہدایت دیتے ہوئے بولے۔

"آپ انہیں میری طرف سے پوچھ لیجئے گا دا جان۔"

"نہیں بیٹی یہ خیریت پوچھنے کا سب سے غیر اخلاقی طریقہ ہے' عیادت کرنے کا اپنا ہی ثواب اور تاثر ہے۔ گھر بیٹھے پیغام بھیج دیا یہ کوئی طریقہ ہوا۔"

دا جان اس کے کہنے پر سنجیدگی سے بولے تو وہ نادم ہو گئی اور پھر بلا سوچے سمجھے ہی بول پڑی۔

"تو پھر آپ دو منٹ رکیے میں کورٹ شوز پہن آؤں میں بھی آپ کے ساتھ چلتی ہوں بس دو منٹ۔"

عجلت میں کہتی کمرے کی طرف بڑھ گئی تو دا جان کے ماتھے پر سوچ کی شکنوں نے جال بن دیا۔ وہ جیسے تذبذب میں پڑ گئے تھے کہ آیا اسے ساتھ لے جائیں یا نہیں مگر جب وہ بالوں کو برش کرتی دروازے سے نمودار ہوئی تو انہیں انکار کرنے کا حوصلہ نہ ہوا۔

"چلیں؟۔"

"ہوں' ہاں چلو۔" وہ کچھ چونکے۔

جس وقت وہ لوگ ہمدانی ہاؤس پہنچے' ایزد' ہمدانی صاحب کو گاڑی میں ڈال کر اسپتال جانے کی تیاری کر رہا تھا بی بی جان آنسو ضبط کرتی شوہر کی تکلیف دل پر محسوس کرتے ہوئے دلجوئی کر رہی تھیں۔

"السلام علیکم آنٹی۔"

ان کے پیچھے پیچھے وہ بھی پورچ میں کھڑی گاڑی کے پاس چلی آئی تو بی بی جان سمیت ایزد حیرت سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

"وعلیکم السلام کیسی ہو بیٹا!" اسے محبت سے ساتھ لگاتے ہوئے سوال کیا۔

"بالکل ٹھیک' کیا ہوا انکل کو؟۔"

یہ سوال تفصیل طلب تھا لہٰذا ایزد نے بی بی جان کو اشارہ کیا تو انہوں نے اسے اپنے ساتھ فوری بٹھا لیا اور دا جان بھی بیٹھ گئے اسپتال پہنچنا ضروری تھا۔

راستے میں انہوں نے بتایا کہ وہ نماز پڑھنے میں مشغول تھیں کہ ہمدانی صاحب اپنی سیماب طبیعت کے باعث لان میں نکل آئے جب کہ وہ ہرگز انہیں اس طرف آنے نہیں دیتی تھیں بس وہیں کسی طرح وہ بیلنس نہ رکھ سکے اور گر کر بے سدھ ہو گئے۔

ڈاکٹر نے مکمل چیک اپ کے بعد کافی تسلی اور حوصلہ دیا تھا مگر ایزد اور بی بی جان دونوں کی آنکھوں سے پریشانی مترشح تھی۔

ضروری ڈریسنگ کرنے اور دوائیں دینے کے بعد انہیں روم میں شفٹ کر دیا گیا یقیناً تکلیف زیادہ تھی جب ہی ہمدانی صاحب اب تک نیم بے ہوشی کی حالت میں ہی تھے۔

"ریلیکس آنٹی سب ٹھیک ہو جائے گا آپ ٹینس ہوں گی تو طبیعت خراب ہو جائے گی آپ کی۔"

وہ بی بی جان کے پاس بیٹھ کر انہیں تسلی دینے لگی۔ تو وہ بمشکل خود پر قابو پا سکیں اور پھر کچھ دیر بعد اس کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے وہ کافی حد تک ریلیکس ہو چکی تھیں۔

ایزد کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کہے کہ ایزد وہاں اس سے ملنے آیا تھا جب ہی اس حادثے کا پتا چلا مگر پھر بھلا ہو دا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جان کا انھوں نے اتفاقیہ طور پر اسے پکار لیا۔

"بیٹا صبیحی چلو گھر چلو وہاں سے سوپ وغیرہ بنا کر لے آتے ہیں۔"

"ارے نہیں انکل اس کی ضرورت نہیں میں ابھی خود بنا لاؤں گی۔" بی بی جان جیسے چونک گئیں ان کی ویسے ہی شکر گزار ہو رہی تھیں۔

"فکر نہ کرو بیٹا صبیحی کے ہاتھوں میں بھی خاصا ذائقہ ہے' برا یہ بھی نہیں بنائے گی۔" وہ بردبار مسکراتے ہوئے بولے تو صبیحہ اور ایزد ہنس پڑے۔

"ارے نہیں' میرا مطلب یہ تھوڑا ہی تھا مجھے یقین ہے میری بہو بہت اچھی اور سگھڑ بچی ہے۔"

انھوں نے محبت پاش نظروں سے اسے دیکھا تو وہ بلش ہو کر رہ گئی۔ ایزد کی نگاہوں نے جیسے یہ منظر سنہ یادداشت کے البم میں محفوظ کر لیا تھا۔

"تو پھر ٹھیک ہے ہم تھوڑی دیر میں واپس آجاتے ہیں۔" وہ اٹھتے ہوئے بولے تو صبیحہ بھی کھڑی ہو گئی صاحب کو نیم بے ہوشی کے باعث سکون کا انجکشن لگا دیا تھا لہٰذا انھیں ایک آدھ گھنٹہ ڈسٹرب نہیں کرنا تھا۔

"مگر گاڑی تو ہم گھر چھوڑ آئے ہیں۔" یکدم انھیں یاد آیا۔

"اٹس آل رائٹ دا جان وہ میں بھجوا دوں گا فی الحال ایسا کرتے ہیں کہ آپ یہیں ٹھہریے میں اور صبیحہ سوپ وغیرہ لے آتے ہیں۔" ایزد نے مشورہ دیا تو وہ کچھ متعجب سی رہ گئی اور منتظر نظروں سے دا جان کی طرف ہو گئی۔ جانے ان کا فیصلہ کیا ہوتا تھا۔

اس نے ماں کے سامنے یہ آفر کر دی تھی انکار کی صورت میں دونوں کو برا لگ سکتا تھا پھر نکاح کے مضبوط بندھنوں نے تو یوں بھی ان دونوں کو ایک دوسرے کا بنا دیا تھا لہٰذا انکار کی گنجائش نظر نہیں آئی۔

ایک لمحے کو سوچنے کے بعد انھوں نے سر ہلا دیا تو وہ اپنے اندر مچلتے اعتراض کو دباتی دا جان کا مان رکھتی باہر نکل یقیناً" دا جان نے مصلحت اسی میں سمجھی ہوگی' ایزد بھی تو حد کرتے ہیں آنٹی کے سامنے ہی کس ڈھٹائی سے دیا "ہم دونوں چلے جاتے ہیں۔" وہ کچھ جز بز ہوتی اس کے ساتھ پارکنگ لاٹ کی طرف آگئی تھی ایک نظر اطرف دیکھا وہ خاصا سنجیدہ اور متفکر نظر آ رہا تھا۔

اسے کچھ تسلی ہوئی کیونکہ اس کا رومینٹک موڈ صبیحہ کے اعتماد اور حاضر جوابی کی دھجیاں اڑا دیتا تھا وہ خود کو پر مجبور ہو جاتی۔

"کہاں چلیں' ہمارے گھر یا دا جان کی طرف؟"

کار ریورس گیئر میں ڈالتے ہوئے ایزد نے سوال کیا تو وہ اس کے "ہمارے" کہنے پر زیر لب مسکرائی شیشے دیکھتے ہوئے بولی۔

"نہیں علی ولا چلیے۔" وہ اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی اور ایک عجیب سے احساس نے اسے حصار میں لیا ہوا تھا۔ ایزد اس کے گریزاں انداز پر مسکرا دیا۔

"کیوں کیا مجھ پر بھروسا نہیں میرا خیال ہے میں اتنا برا بندہ بھی نہیں۔" وہ یقیناً اسے چھیڑ رہا تھا مگر وہ کچھ ہو چلی۔

"انسان اچھا یا برا نہیں ہوتا ایزد وقت اچھا یا برا ہوتا ہے' اور جب برا وقت آجائے تو ہر چیز ہمارے خلاف ہو جاتی ہے سب کچھ بدل جاتا ہے۔" بڑا سنجیدہ اور نپا تلا جواب آیا تھا اس کی طرف سے وہ مسکرا دیا۔

"گویا تم برے حالات کا ذمہ دار انسان کو نہیں ٹھہراتیں چلو اچھا ہے کبھی مجھ سے غلطی ہوئی تو آسانی سے مل جایا کرے گی۔"

اسے سنجیدہ ہوتے دیکھ کر ایزد نے قصداً "بذلہ سنجی" سے کہا گو کہ خود وہ دل ہی دل میں بابا جان کی طرف سے پریشان تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"جی نہیں بعض لوگوں سے امیدیں زیادہ ہوتی ہیں لہٰذا ان سے ناراضگی بھی شدید ہوتی ہے اور امیدیں ان ہی زیادہ ہوتی ہیں جنہیں ہم بہت زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔"

"اوہ رئیلی۔"

وہ بے دھیانی میں جوشیلے انداز میں بولتی چلی گئی تو ایزد نے اس کے آخری فقرے پر بڑی بے ساختہ شوخی سے ال لیا تو وہ بری طرح گڑبڑا گئی۔

"ڈرائیونگ پر توجہ دیجیے مجھے ابھی اپنے ایگزام بھی پاس کرنے ہیں اور اس کے بعد زوہا کی شادی بھی اٹینڈ کرنی ہے۔"

دل میں ہونے والی ہنگامی دھکڑ پکڑ سے بری طرح سٹپٹا گئی تھی اس لیے اس کی توجہ دوسری جانب مبذول کی۔

"اور پھر ایک روز ہمدانی ہاؤس بھی آنا ہے مسز ایزد ہمدانی کے روپ میں۔" ایزد کا لہجہ ایک بار پھر جذبوں سے بوجھل ہونے لگا تو اسے اپنے کانوں کی لوئیں جلتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔

● ● ●

"اف بدتمیز تم کہاں غائب تھیں کل پوری شام میں نے کتنی بیلیں بجائی ہیں فون کی۔" زوہا تو فون اٹھاتے ہی شروع ہو گئی تھی صہیبہ بے اختیار مسکرا دی۔

"کیوں تم پر کیا افتاد آ پڑی تھی۔؟"

"حکومت مجھے تو صرف یہ فکر لگی تھی کہ ایزد بھائی سے تمہاری ملاقات ہوئی کہ نہیں انہوں نے فون کیا تھا"

"اور تم نے جھٹ انہیں میرے یہاں رہنے کا بتا دیا۔" وہ قدرے تختی سے بولی۔

"تو کیا جھوٹ بولتی' اچھا خیر دفع کرو اس فضول ٹاپک کو یہ بتاؤ کہ کل کیا کیا باتیں ہوئیں" زوہا کے لہجے میں حد سے اشتیاق سمایا ہوا تھا۔

"میں ان سے اکنامکس ڈسکس کرتی رہی خصوصاً "پبلک فنانس" پر تو کافی باتیں ہوئیں۔" بڑی سنجیدگی اور متانت سے جواب ملا تھا زوہا نے گویا سر پیٹ لیا۔

"کیا مطلب؟ تم نے ان فضولیات میں وقت گنوا دیا اتنا گولڈن چانس دلوایا تھا میں نے تمہیں۔"

وہ تو جیسے صدماتی کیفیتوں میں تھی صہیبہ دبی آواز سے ہنس پڑی تو وہ جیسے چونکی۔ اور پھر خوب لڑی حتیٰ کہ اسے بیٹھ کر ساری صورتحال بتانی پڑی۔

"ہوں تو یہ بتاؤ کہ سوپ تم نے اکیلے بنایا تھا یا ایزد بھائی بھی ایپرن پہنے کچن میں تمہاری ہیلپ کرانے کو آموجود ہوئے تھے۔" اس نے جیسے مزہ لیتے ہوئے دریافت کیا تھا صہیبہ جھنجلا گئی۔

"جی نہیں وہ تو لاؤنج میں بیٹھے میگزین پڑھتے رہے میں نے اکیلے سب کام کیا تھا آئی سمجھ۔" اس نے اپنی صفائی دی۔

"جنگل میں مور ناچا کس نے دیکھا۔؟"

اسے جلانے میں بڑا لطف آتا تھا یوں بھی ایسے مواقع کم ہی نصیب ہوتے تھے ورنہ ہر بار صہیبہ کے ہاتھوں اس کی درگت بنتی تھی۔

"بھاڑ میں جاؤ تم نہیں یقین آتا تو نہ کرو میں نے کوئی مووی نہیں بنا رکھی کہ تمہیں دکھاؤں۔" وہ حسب توقع طرح چڑ گئی تھی۔

"جلدی کیا ہے مووی بھی بن جائے گی۔" زوہا کی شوخی عروج پر تھی۔

"تم یہ بتاؤ کہ کیا صرف انہیں خیالات میں وقت برباد کیا یا کچھ پڑھائی کی طرف بھی توجہ دی۔؟"

"بس کیا بتاؤں تمہاری اس قدر یاد آ رہی تھی کہ کتابیں چھونے کا دل ہی نہیں چاہا۔"

"میری یا فرہاد بھائی کی۔" اس نے موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا فوراً جوابی حملہ کیا تو زوہا ہنس پڑی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"میرا تو خیر یادوں سے دل بہل رہا ہے آپ تو اپنے موصوف سے مل بھی لی ہیں سچ بہی دل چاہ رہا ہے کہ آ دیکھوں اس اچانک اور اتفاقی ملاقات نے چہرے پر کتنا حسین اور آنکھوں میں کتنی چمک پیدا کی ہے۔"

اسے زوہا کی دماغی حالت پر شبہ ہونے لگا تھا جب ہی ہنستے ہوئے بولی۔

"آجاؤ میں فرہاد بھائی کو بلا لیتی ہوں پھر آئینے میں اپنی شکل دیکھ لینا یقیناً "مختلف حال نہیں ہو گا۔"

زوہا بھی اس بات پر قہقہہ لگائے بنا نہ رہ سکی اور جب چپ ہوئی تو بولی۔

"کم آن یار واقعی اب آ بھی جاؤ بہت رہ لیں دا جان کے پاس سچ مجھے کمبائن اسٹڈی کی سخت ضرو ہے۔" لہجے میں بے چارگی تھی۔

"کس کے ساتھ میرے یا فرہاد بھائی کے ساتھ۔" اس کی تو بن آئی تھی مزے سے چھیڑا تو وہ بھی ہنس دی۔

"مگر انہیں "آئی۔ آر" کی کچھ سمجھ ہوتی تو ضرور پڑھتی ان سے مگر انہیں تو صرف۔۔۔"

"عشق و عاشقی کے مضامین ہی رٹے ہوئے ہیں ہیں نا' یہی کہنا چاہتی تھی ناں" صہیبہ نے اس کی بات ا لی تھی۔

"تو کچھ اور کہنا چاہتی تھی البتہ تمہارا تجربہ اگر ایسا ہے تو کوئی حرج نہیں کہہ لو کہہ لو۔"

زوہا بھی کچھ کم موڈ میں نہیں تھی دونوں ہی سیر کو سوا سیر ثابت ہو رہی تھیں کافی دیر بعد جب دونوں نے گھڑی د تو چیخیں نکل گئیں۔ ڈیڑھ گھنٹے سے اوپر ہو گیا تھا دونوں کو باتیں کرتے ہوئے۔ گویا پڑھائی کا قیمتی وقت نکل گ جس پہ افسوس کرنے کے بعد اس نے سفینہ لاج کے مکینوں کو ہمدانی صاحب کی طبیعت کے بارے میں بتا۔ تاکید کی اور خدا حافظ کہہ دیا۔

● ● ●

بعد میں سفینہ لاج سے تقریباً" سب ہی ہمدانی صاحب کی عیادت کو گئے البتہ صہیبہ پھر نہ جا سکی' امتحانوں جب کچھ ہی دن رہ گئے تو اسے زوہا کے اصرار پر واپس گھر جانا پڑا جب کہ وہ یہاں کافی سکون سے پڑھائی کر رہی گھر میں تو مومن وغیرہ کا شور رہتا تھا' یوں بھی بھرا پرا گھر تھا آئے دن کوئی نہ کوئی ہنگامہ کھڑا رہتا ایسے میں وہ ڈسٹرب ہوتی تھی۔

شروع سے ہی تعلیم کا اسے غیر معمولی شوق تھا اور نتیجہ بھی ہمیشہ اے ون ہی رہا تھا اس کا پوزیشن نہ سہی گو اسکالرشپ مل چکا تھا اسے' یہی وجہ تھی کہ اسے ایم اے کر کے پی ایچ ڈی کرنے کا جنون تھا جسے ایزد ہمدانی کی نے ایم اے تک لا کر بریک لگا دیئے تھے۔

ایزد نے پھر کئی بار بلایا اسے' بی بی جان کا فون بھی آیا مگر اسے بلاوجہ اس طرح جانا اچھا نہ لگا' یوں بھی سفینہ ل تک یہ بات ایزد کی عقلمندی کی وجہ سے پہنچ نہ سکی تھی اس نے بھی زوہا کو منع کر دیا تھا گو کہ اسے یہ بات کچھ خا قابل اعتراض نہیں لگتی تھی۔ کہ بہر حال دا جان اس کے ساتھ تھے مگر اسے معلوم تھا وہ اس امر سے واقف تھی دا جان اور دادی جان کی سوچوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔(جو کہ زوہا کو احتشام ہاؤس بیاہنے کے خیال سے کہہ جا رہا تھا۔)

● ● ●

کافی دیر سے بیگم یاور فون سننے میں محو تھیں نرمین اور شرمین ملازمہ کے ساتھ چائے کی ٹرالی لیے جس وقت لاؤنج میں آئیں انہیں دیکھ کر انہوں نے فون رکھ دیا سمیر بھی کچھ دیر پہلے ہی کمرے سے برآمد ہوا تھا باہر جانے قصد تھا مگر چائے کے ساتھ ریفرشمنٹ دیکھ کر رک گیا۔

"کیا حال ہے لیڈیز' آج سب بڑے چپ چپ ہیں۔"

سمیر نے صوفے پر براجمان ہوتے ہوئے ٹرالی سے پیٹیس کی پلیٹ اچکتے ہوئے جس لا ابالی پن سے سوال کیا کسی نے جواب دینے کی کوشش نہیں کی۔ البتہ شرمین نے مخصوص نظروں سے اسے یوں دیکھا جیسے کہہ رہی ہو "پہلے کب شور مچاتے تھے یا ہنستے بولتے تھے۔" سمیر اس کی نگاہوں کا مطلب سمجھ گیا تھا جب ہی کندھے جھٹکتے ہوئے ہنس پڑا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"سمیر تم سے میں نے کہا بھی تھا کہ ایزد سے یاور کے متعلق پوچھنا فون کیا تم نے اسے۔" اس کے ہنسنے پر بیگم نے بڑی تیکھی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے باز پرس کی تو وہ چونک گیا۔ حسب توقع بالکل ذہن سے نکل گیا تھا اسے۔

"سوری امی جی بالکل خیال نہیں رہا ان فیکٹ آج کل میں جم خانہ کے کرکٹ ٹورنامنٹ کی وجہ سے بہت بزی ہوں آپ کو معلوم تو ہے۔" وہ دوبارہ سے کھانے کے شغل میں مصروف ہوتے ہوئے لاپرواہی سے بولا تو بیگم یاور کا اشتعال کا تاثر دینے لگا۔

"تمہاری فضول ایکٹوٹیز سے زیادہ اہم تھا یہ کام، تمہیں اور تمہارے باپ کو تو پرواہ ہی نہیں کہ جوان بیٹیاں بیٹھی ہیں گھر میں انہیں بیاہنا ہے شادیاں کرنی ہیں ان کی، باپ ہے کہ پلٹ کر خبر نہیں لیتا اور بھائی کو سامنے رکھے وہ نظر نہیں آ رہے۔"

وہ ابل ہی برس پڑی تھیں سمیر کے چہرے پر سنجیدگی نے ڈیرہ جمالیا شرمین اور نرمین حسب عادت خاموش بیٹھی چائے کی چسکیاں لے رہی تھیں۔

"ایسی بات نہیں ہے امی جی بلیو می مجھے یاد نہیں رہا تھا آئی ایم سوری۔" سمیر زیادہ دیر امی جی کو ناراض نہیں رکھ سکتا تھا اس لیے فوراً "اٹھ کر ان کے پاس فلور کشن پر آ بیٹھا" اس کا منانا تھا اور بیگم یاور کا فوراً "ماننا۔"

اس نے مسکرا کر ان دونوں کو دیکھا اور اٹھ کر ٹی وی آن کر دیا جب کہ نرمین کی مکمل توجہ امی جی کی طرف تھی جو ابو کی اس "گمشدگی" سے سخت نالاں لگ رہی تھیں ساتھ ہی تفکرات بھی ان کی آنکھوں سے جھلک رہے تھے۔

وہ جانتی تھی کہ ابو امریکا جا رہے ہیں اور دو ماہ سے پہلے لوٹنے والے نہیں مگر ان سے کہنے کا یارا نہیں ہو رہا تھا۔

"بیٹا سمجھا کرو بہنوں کا ساتھ ہے یاور تو پیسہ کمانے کی دھن میں سب کچھ بھولے جا رہے ہیں انہیں تو یہ بھی یاد نہیں کہ ان کے ذمے اللہ تعالیٰ نے دو بیٹیوں کے فرائض لگا رکھے ہیں، وہ مڑ کر نہیں دیکھتے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے ایسے میں اگر کوئی پرپوزل آئے تو میری سمجھ نہیں آتا کیا کروں۔"

وہ سخت تذبذب کا شکار ہو رہی تھیں یاور صاحب کا اپنے فرائض سے اس طرح پہلو تہی برتنا انہیں مخمصے میں ڈال رہا تھا۔ بیگم سلمان کا یہ دوسرا فون تھا وہ سمعان کی منگنی کرنے کی خواہش مند تھیں لہٰذا ان کا واضح جواب چاہتی تھیں۔

"آپ تسلی رکھیں امی جی، میں ابو کے بارے میں معلوم کرتا ہوں ایزد صاحب کو خود ہی چاہیے تھا کہ اگر ابو کے پروگرام میں کوئی تبدیلی ہو گئی تھی تو وہ ہمیں انفارم کر دیتے۔" ایزد سے متعلق بات کرتے ہوئے سمیر کا لہجہ غیر ارادی تلخی لیے ہوئے تھا نرمین محسوس کر کے لب چبا گئی۔

"اس کا بھی قصور نہیں پرائی اولاد پر کسی کا کیا زور جب تمہارے ابو کو ہی جب پروا نہیں تو کسی کو کیوں الزام دیں۔"

بیگم یاور زہر خند ہو رہی تھیں نرمین کو یکدم خیال آیا کہیں سمیر کے پوچھنے پر ایزد کی زبان سے کوئی بات نہ نکل جائے گو کہ وہ اسے منع کر کے آئی تھی مگر پھر بھی دل کا چور اسے ڈرانے لگا تو آخر اس نے کچھ کہنے کا سوچ ہی لیا۔

"میرا خیال ہے امی جی ابو کہیں ٹور پر جانے والے ہیں۔" دھڑکتے دل اور گھبرائے ہوئے اوسانوں کے ساتھ اس نے کہہ ہی دیا۔

"تمہیں کیسے معلوم؟"

غیر متوقع امی جی نے سوال داغ دیا تھا، وہ ذرا سی گڑبڑائی پھر سنبھل گئی سمیر بھی استفہامی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"ایک دو دن پہلے فون آیا تھا ان کا آپ سو رہی تھیں۔"

کچھ جھجکتے اور کچھ اٹکتے ہوئے اس نے بتایا تو جہاں یاور صاحب کی خبر ملنے پر کچھ سکون ہوا وہیں اس کے اس قدر تاخیر سے بتانے پر وہ خشمگیں نظروں سے اسے گھورنے لگیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"تو پہلے نہیں بتا سکتی تھیں کتنی دیر سے خون جلا رہی تھی میں اپنا مگر تمہیں بھی اپنے باپ کی طرح مجھے دے کر چین ملتا ہے۔"

بات کو کہیں سے کہیں لے جانے کی تو انہیں عادت تھی نرمین اپنی جگہ چور سی بن گئی بہت دنوں کا ابال تھا نکلنا تھا اور حسب سابق قرعہ فال نرمین کے نام ہی نکلا تھا۔ سمیر نے بھی قدرے شاکی نظروں سے اسے دیکھا ماں کو تسلی دینے لگا تو وہ اٹھ کر لاؤنج ہی چھوڑ گئی۔ شرمین البتہ ٹی وی چھوڑ کر اب ان سب کی طرف متوجہ تھی۔

"یہ کمال ہے امی جی اتنی چھوٹی سی بات پر آپ کتنی ایگزاسٹ ہو جاتی ہیں اب اگر نرمین باجی بھول گئیں میں اس قدر ریش (Rash) ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ دیکھئے نا وہ کتنی ہرٹ ہوئی ہوں گی۔ آخر آل وہ بیٹی ہیں پھر ہم سب میں سب سے زیادہ Sensitive بھی ہیں۔"

شرمین کے اٹھ کر جاتے ہی سمیر ان کو سمجھانے لگا تھا جب کہ شرمین اس کی تلاش میں لان کی طرف آ گئی جہاں وہ اپنی مخصوص جگہ لان کی سیڑھیوں پر بیٹھی ہتھیلیوں کے پیالوں میں آنسو جمع کر رہی تھی۔ شرمین کا دباؤ جونہی اپنے شانے پر محسوس کیا آنسو صاف کرتے ہوئے اس نے چہرہ موڑ لیا۔ شرمین اس کے پاس گئی۔

"چلو بس بھی کرو، امی جی کی عادت کیا تم جانتی نہیں اور پھر غلطی بھی تو تمہاری تھی تمہیں یاد رکھنا چاہیے تمہیں اندازہ نہیں کہ امی جی کتنی پریشان ہیں سمعان کے پروپوزل کے بعد سے وہ چاہتی ہیں کہ ابی آ جائیں تمہارا معاملہ فائنل کر دیں۔"

شرمین اسے سمجھا رہی تھی مگر اسے امی جی کے جملوں کی کاٹ رلائے دے رہی تھی نجانے کیوں وہ ہمیشہ دکھوں کے کانٹے اس کے دل میں اتار دیتی تھیں بلکہ شرمین کے ساتھ تو ان کا برتاؤ اور بھی برا تھا۔ وہ امی جو خیال رکھتی تھی ان کا نقصان ان کے دکھ اسے کتنی آزردگی اور شکستگی سے دوچار کرتے تھے اس کا رواں رواں گواہ تھا مگر وہ کیسے ایک پل میں روند دیتی تھیں سارے جذبوں کو سارے کومل احساسات کو۔

"نرمین، جسٹ کول ڈاؤن یار، چھوڑ بھی دو اب سب ٹھیک ہو جائے گا، تم امی جی کی جگہ خود کو رکھ کر میں ٹھیک ہی سمجھو گی۔"

آج شرمین اسے سمجھا رہی تھی جب کہ ہمیشہ وہ اسے ٹھنڈا کرتی تھی اس کا غصہ کم کرنے کی کوشش کرتی تھی آج احساس پر بڑی کاری ضرب پڑی تھی۔

"مجھے امی جی کے پرابلمز کا احساس ہے شرمین مگر کیا امی جی نے ہمارے دکھ سمجھنے کی بھی کوشش کی؟ تکلیف کبھی محسوس کرنے کا خیال آیا انہیں بلکہ وہ تو بے دریغ الزام تراشی کر ڈالتی ہیں۔ کیسے کیسے گھاؤ لگے دل میں انہیں کیا معلوم؟"

گالوں پر پھسلتے آنسو بے دردی سے صاف کرتے ہوئے وہ بے حد آزردگی سے کہہ رہی تھی۔ شرمین اس محسوس کر کے چپ سی ہو گئی۔ اسی لمحے گیٹ پر ہارن سنائی دیا تھا وہ دونوں ہی چونک گئیں مگر اس سے پہلے کہ وہ کر اندر جاتیں ایزد کافی عجلت میں واچ مین کے گیٹ کھولتے ہی اندر چلا آیا تھا۔

"السلام علیکم۔" اس کے قریب آنے پر وہ دونوں ہی اٹھ کھڑی ہوئیں تو اس نے سنجیدگی سے ان دونوں مخاطب کیا۔

"وعلیکم السلام۔ کیسے ہیں ایزد صاحب آپ؟" شرمین نے قدرے مسکرا کر سلام کا جواب دیا اور اس کی اپنی جانب مبذول کرانے کی کوشش کی مگر وہ نرمین کی بھیگی پلکیں اور متورم چہرہ دیکھ چکا تھا۔ جس سے یہ اندازہ چنداں مشکل نہ تھا کہ وہ اب سے چند لمحے قبل بہت ٹوٹ کر روئی تھی اور اب بھی ضبط گریہ سے اس کی آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"جی بالکل ٹھیک ہوں' ان فیکٹ کافی دیر سے آپ کے گھر کا نمبر ڈائل کر رہا تھا انگیج کی ٹون مستقل آ رہی تھی لہٰذا یہ انفارمیشن دینے چلا آیا کہ یاور انکل کل صبح کی فلائیٹ سے امریکا جا رہے ہیں ممکن ہے کہ ایک دو ماہ میں لوٹ آئیں۔" زرمین کی طرف سے نظر ہٹا کر وہ عجلت میں تفصیل بتانے لگا۔

"مگر آپ آیئے تو امی جی سے مل لیں وہ کافی پریشان تھیں ابی کی طرف سے۔ ان فیکٹ حسب عادت انہوں نے گھر پر فون نہیں کیا ہے۔" شرمین نے صاف گوئی سے کہتے ہوئے اصرار کیا تو اس نے گھڑی پر بے چینی سے نظر دوڑائی زرمین اس دوران اندر جا چکی تھی۔

"فی الحال میرے پاس وقت نہیں میرے بابا آج کل ہاسپٹلائز ہیں اس لیے مجھے وہیں جانا ہے۔ آپ آنٹی کو بلا دیں میں یہیں مل لیتا ہوں۔" وہ جانتا تھا کہ اندر جائے گا تو زیادہ وقت لگ جائے گا۔

"اوہ خیریت انکل کو کیا ہوا۔" شرمین اس سے تفصیل پوچھنے لگی تو اتنی دیر میں امی جی باہر نکل آئیں ایزد سے یاور صاحب کے بارے میں سنا تو ان کا غصہ دو چند ہو گیا مگر ایزد کے والد کی طبیعت کا سن کر وہ رسماً" ان کی بابت پوچھنے لگیں اس لمحے اپنے غصے کو کنٹرول کرنا ان کی مجبوری تھی۔

● ● ●

جس دن ان دونوں کا آخری پرچہ تھا وہ سب اپنے گروپ کے ساتھ خوب ہنستی بولتی باہر نکلی تھیں پارکنگ لاٹ کی طرف آئیں تو ایزد کو اپنا منتظر دیکھ کر حیران ہی رہ گئیں۔

"آپ! خیریت؟ کیسے آئے؟" صبیحہ کی حیرت میں دبی دبی مسرت بھی ہلکورے لے رہی تھی۔

"بس خیال آیا کہ آج آپ دونوں کا آخری پیپر ہو گا کیوں نہ گھر ڈراپ کر دیا جائے۔" ایزد نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"سوچ کر بتایئے ایزد بھائی میرا ابھی خیال آیا تھا یا محض مروت برتی جا رہی ہے۔" زوہا نے قدرے چالاکی سے سوال کیا تو ایزد ہنس پڑا صبیحہ کی پلکیں بھی لمحے بھر کے لیے عارض پر لرز گئی تھیں۔

"بھئی میرا خیال ہے کہ آپ کافی عقل مند ہیں۔" جواب خاصا دو بدو تھا زوہا بے ساختہ ہنس پڑی۔ صبیحہ نے بھی ساتھ دیا۔

"چلیے اسی بات پر آپ کا اپنے گروپ سے تعارف کرا دیتے ہیں۔" پھر صبیحہ نہ نہ کرتی رہی مگر زوہا نے لڑکیاں اکٹھی کر ہی لیں۔

"اوہ تو آپ ہیں محترم ایزد ہمدانی۔؟"

"یعنی ہونے والے میاں۔"

"بلکہ دولہا میاں۔" وہ سب کی سب شروع ہو گئی تھیں ایزد محض مسکرانے پر اکتفا کرنے لگا۔

"سچ صبیحی تم تو واقعی گھامڑ ہو۔ ارے اگر میں تمہاری جگہ ہوتی تو ایم اے ویم اے کا چکر چھوڑ کر جھٹ رخصتی کرا لیتی۔" ان میں سے جو سب سے زیادہ تیز تھی بولی تو جیسے ہنسی کا فوارہ چھوٹ گیا۔

"ویسے اس معاملے میں 'میں آپ سے اتفاق کروں گا۔" ایزد کی تو جیسے بن آئی تھی فوراً" تائید کرتے ہوئے اتفاق رائے کیا۔ صبیحہ نے جھٹ گھورنے کا فریضہ ادا کیا اور پھر کتنی دیر تک وہ سب اس کا ریکارڈ لگاتی رہیں۔ یہاں تک کہ ایزد کو ہی معذرت کرنی پڑی۔

"اوکے بھئی اوکے اب جان چھوڑو ہماری۔" زوہا نے انہیں بھگایا سب ہاتھ ہلاتی وش کرتی چلی گئیں اور وہ تینوں یونیورسٹی سے باہر نکل آئے۔ صبیحہ کو تھوڑی بہت فکر تھی کہ اگر سفینہ لاج وہ ایزد کے ساتھ پہنچیں تو کچھ اچھا نہیں ہو گا مگر ایزد نے کلیئر کر دیا کہ وہ دادا جان کی اجازت سے یہاں آیا ہے اور انہیں علی ولا ہی ڈراپ کرے گا۔

"اوہ۔" علی ولا کے نام پر زوہا کچھ جھجک گئی منگنی کے بعد سے فرہاد اور اس کا آمنا سامنا نہیں ہوا تھا یوں بھی جیسے جیسے شادی کے دن نزدیک آتے جا رہے تھے وہ اور بھی جھجھک محسوس کرنے لگی تھی۔

فرہاد کو احساس ہو گیا تھا اس لیے اس نے بھی فون کرنے کم کر دیئے یوں بھی وہ تو بولتی نہیں تھی وہ ہی اپنی کہتا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کہانی سنا رہا تھا۔ صبیحہ فرنٹ سیٹ پر ایزد کے پہلو میں بڑے فطری استحقاق سے بیٹھی اپنے تمام پیپرز ڈسکس کر رہی تھی اور جب وہ چپ ہوئی تو ایزد نے بیک مرر سے پیچھے خاموش بیٹھی زوہا کو مخاطب کر لیا۔

"اور سنایئے زوہا آپ کیسی ہیں۔؟ آپ کے پیپرز کیسے ہوئے۔؟"

"جی بالکل ٹھیک ہوں میں اور پیپرز بھی ٹھیک ہی ہوئے۔" وہ فرہاد کے خیال سے نکلتے ہوئے مسکرا کر بولی۔

"ظاہر ہے دل تو موصوفہ کا پڑھائی میں لگتا نہیں تھا، پاس ہو جائے یہی بہت ہو گا اس کے لیے۔" صبیحہ نے قصداً چھیڑا۔ تو وہ سرخ ہو گئی ایزد کے سامنے اس طرح صبیحہ کا بولنا اسے شرما گیا۔

"اوہ۔" ایزد نے جیسے سمجھ کر ہونٹ سکوڑے اور مسکرا دیا۔

"ویسے شادی کب تک ہے آپ کی۔؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"اس مہینے کی بیس کو۔" جواب صبیحہ نے دیا۔

"یعنی محض اٹھارہ دن باقی ہیں۔"

"جی اور تیاری مکمل ہے۔"

"ویسے یہ فرہاد علی بھی اچھے بندے ہیں۔ میں مل چکا ہوں ان سے بزنس کے سلسلے میں داجان نے ہی انٹروڈیوس کرایا تھا انہیں مجھ سے یقیناً وہ آپ جیسی اچھی اور سلجھی ہوئی لڑکی ڈزرو کرتے ہیں۔" وہ سادگی اور سچائی سے ستائشی لہجے میں بولا تو صبیحہ کے دیکھنے پر زوہا نے جھٹ انگوٹھا دکھا دیا۔

"منہ دھو رکھو محترمہ دل رکھ رہے ہیں تمہارا۔"

"جی نہیں۔ وہ تو بس تمہارا رکھ لیا ہے اب گنجائش نہیں کیوں ایزد بھائی۔" زوہا ایک دم شروع ہو گئی تھی ایزد کو بھی ساتھ ملا لیا تھا۔ وہ ہنسنے لگا۔

"بڑے افسوس کی بات ہے ایزد آپ نے بھی زوہا کا ساتھ دیا۔" وہ چڑ سی گئی۔ حسب عادت جس ناز اور بے تکلفی سے وہ بولی ایزد نے بے ساختہ بڑی گہری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"ظاہر ہے عقل مند جو ہیں انہیں معلوم ہے کہ جوتا چھپائی کی رسم پر مجھ سے ہی سابقہ پڑے گا ابھی اگر دشمنی لیتے تو مہنگی پڑتی۔"

"خیر مہنگی تو آپ کی کزن کی ناراضگی بھی پڑتی ہے اچھی خاصی جنگجو ہیں یہ دھمکیاں دینے میں تو ماہر۔" ایزد اسے چڑانے کو قصداً اس طرح بول رہا تھا۔ جس پر جہاں صبیحہ نے غصیلی اور تیکھی نظروں سے گھورا وہیں زوہا نے شدومد سے سر ہلانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

"وہ تو ہے آخر کو محترمہ آپ کی منکوحہ ہوتی ہیں۔ آل رائیٹ ریزروڈ ہوئے ہیں آپ کے ان کے نام۔ رہ گیا غصہ تو وہ تو بالکل ٹھیک کہا آپ نے۔ سنبھل کر رہیے گا ایزد بھائی۔ اس کی ناراضگی بڑی خطرناک چیز ہے اول تو یہ کم ہی خفا ہوتی ہے مگر جب ایک بار ناراض ہو جائے تو مشکل ہی ہوتا ہے اس کا ماننا۔" زوہا کہتے کہتے سنجیدہ ہو چلی تو ایزد نے ایک نظر ساتھ بیٹھی صبیحہ کو دیکھا اور دبے دبے لہجے میں بولا۔

"انہیں ہم خفا ہونے دیں گے تب نا۔"

● ● ●

گھر میں شادی کے ہنگامے جاگ اٹھے تھے فرہاد کی خوشی اس کے چہرے سے جھلک رہی تھی۔ داجان اس کے اصرار پر احتشام ہاؤس بھی ایک آدھ بار آ گئے تھے۔ احد اور زدنیہ مل کر سارے ہنگاموں اور پروگراموں کی پلاننگ کرنے میں لگے ہوئے تھے۔

ثنا نے تو خیر اس کی منگنی بھی اٹینڈ نہیں کی تھی در حقیقت اپنی محبت اور ضد کو یوں شکست سے دوچار ہوتا دیکھنا اس کے بس کا روگ نہیں تھا اس کی وجہ سے رمشا نے بھی آنا گوارا نہیں کیا۔ جس کے باعث ثمر بیگم کئی دن فرہاد سے خفا رہیں اور اب بھی جبکہ شادی ہونے والی تھی ان کا اصرار بلکہ حکم تھا کہ رمشا اور ثنا کو منانے خود فرہاد جائے۔ اس معاملے میں تو احد نے بھی صاف دامن بچا لیا تھا۔ لہٰذا اسے ہی جا کر انہیں انوائیٹ کرنا پڑا مگر ثناء کے تیور

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہنوز بگڑے ہوئے تھے تاہم شمنی وغیرہ اسے سمجھانے بجھانے کے بعد تھک کر خود ہی احتشام ہاؤس چلی آئی تھیں۔

"بھئی جیسے وہ کزن ویسے ہی تم کزن۔ فرہاد تم نے ثناء کے ساتھ کچھ اچھا نہیں کیا وہ بہت سنجیدہ تھی تمہارے لیے۔" شمنی ہمیشہ بغیر سوچے سمجھے بولنے کی عادی تھی۔ فرہاد اس بے باک فقرے پر بمشکل ہی ضبط کرسکا۔

"مگر میں نے اس کے لیے کبھی اس انداز سے نہیں سوچا تھا شمنی۔ یوں بھی اگر سنجیدگی سے تمہارا مطلب محبت ہے۔ تو محبت اس طرح ڈھنڈورا پیٹ کر نہیں کی جاتی یہ تو موتی کی طرح ہوتی ہے سیپ میں بند رہتی ہے تبھی اپنی آب قائم رکھ سکتی ہے۔" وہ متانت سے گویا ہوا تھا۔ رمنا کے تو جیسے پتنگے لگ گئے بہن سے متعلق یہ بات سن کر اسے فطری طور پر غصہ آیا تھا۔

"اور جو تم نے علی الاعلان اپنی محبت کو حاصل کیا۔ کیا یہ ڈھنڈورا پیٹنا نہیں ہے؟ حتیٰ کہ تمہاری خاطر ثمو آنٹی کو ان بیک ورڈ لوگوں سے دوبارہ میل ملاپ رکھنا پڑا۔"

"فضول باتیں مت کرو رمنا۔ میں نہیں چاہتا کہ ایک بار پھر ہمارے درمیان ڈفرنس (Diffrences) پیدا ہوں۔ میں مہمانوں کی انسلٹ نہیں کرنا چاہتا۔" وہ بہت ضبط سے بول رہا تھا ورنہ دل تو چاہ رہا تھا اس فضول لڑکی کے دو ہاتھ جمائے کہ ساری عقل ٹھکانے آجائے۔

"او ہو۔ تو اب ہم مہمان ہوگئے۔" اس نے طنز کیا۔

"ظاہر ہے بھئی اب گھر کی او نر جو آرہی ہیں۔" ایک اور بولی۔

"بائی دا وے فرہاد تمہاری اس بیک ورڈ سی کزن میں آخر ایسا کیا تھا کہ تم نے ثنا جیسی اسمارٹ ینگ اور فارورڈ لڑکی کو چھوڑ کر اس سے شادی کا فیصلہ کیا۔" شمنی کے ساتھ کھڑی رومہ بولی تھی۔ فرہاد کی مٹھیاں بھنچ گئیں وہ سب تو جیسے اسے طنز کے تیروں سے جھلسانے آئی تھیں۔

"ارے نہیں کزن میں نے سنا ہے کہ ان کی کزن یونیورسٹی کی اسٹوڈنٹ رہ چکی ہیں غالباً" اتنی بھی بیک ورڈ نہیں ہوں گی۔" رمنا نے پھر تضحیک اڑاتے لہجے میں ایک اور تیر برسایا تو فرہاد غصے سے انہیں چھوڑ کر اندر کی طرف بڑھ گیا سامنے سے ہی ثمر بیگم چلی آرہی تھیں اپنی بھانجی بھتیجیوں کو دیکھ کر بے ساختہ مسکرا دیں۔ انہیں خوشی ہوئی تھی ان سب کو یہاں دیکھ کر بابر کی شادی میں کتنی رونق لگائی تھی انہوں نے جبکہ آج کل جیسے سب کچھ ادھورا الگ رہا تھا ان کے بغیر اسی لیے انہوں نے فرہاد کو بطور خاص بھیج کر بلوایا تھا ان سب کو۔

"ارے فرہاد تم کہاں چلے؟ تمہاری کزنز آئی ہیں ملے ان سے۔" ثمر بیگم نے اسے تند انداز میں اپنے کمرے کی طرف بڑھتے دیکھ لیا تھا فوراً" روک کر پوچھا۔

"جی مل بھی لیا اور ان کی بے ہودہ گوئی سے فریش بھی ہوگیا۔" وہ جلا بھنا تھا فوراً" اپنے اشتعال کو باہر کا راستہ دکھایا۔

"کیا مطلب؟" ثمر بیگم کی بھنویں تن گئیں۔

"مطلب یہ کہ میں نے اپنی طرف سے انتہائی دوستانہ اور فرینڈلی ماحول رکھنے کی کوشش کی مگر یہ لوگ اس قابل نہیں کہ کوئی ان سے بات کرے۔" وہ حد درجے روکھا ہو رہا تھا۔ بیگم ثمر اس کے تیکھے تیور دیکھ کر غصے میں آگئیں۔

"یہ کس لہجے میں بات کر رہے ہو فرہاد۔ جانتے ہو وہ میری بھانجی بھتیجیاں ہیں۔"

"جانتا ہوں اور یہی چاہتا ہوں کہ وہ بھی یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ میں آپ کا بیٹا ہوں کوئی غلام یا زر خرید نہیں کہ ان کی حد سے بڑھتی فضول گوئی برداشت کروں۔" وہ بھی بھرا ہوا تھا۔ مگر ثمر بیگم مزید اسے ڈھیل دینے والی نہیں تھیں پہلے ہی ان کی منگنی میں شرکت نہ کرنے کا دکھ تک نہیں نکلا تھا ان کے دل سے۔

"دیکھو فرہاد میری بات غور سے سنو یہ میرا گھر ہے یہاں میری مرضی چلتی ہے آج تک تمہارے پاپا نے بھی مجھ سے بحث کرنے کی کوشش نہیں کی تم بھی یہ بات اپنے دھیان میں رکھو کہ اگر میں صرف تمہاری خوشی کے لیے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس لڑکی کو بہو بنانے پر تیار ہو گئی ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ میرا دل بالکل صاف ہے۔ تمہارا میرے گھر والوں کے ساتھ یہ اکھڑا اکھڑا رویہ مجھے بالکل پسند نہیں تم مجھے ناراض کرنے کی بجائے خوش رکھو تو بہتر ہے۔" غصے اور دھمکی سے بھرے لہجے میں اپنی بات کہہ کر شمر بیگم آگے بڑھ گئیں تو فرہاد اپنی جگہ کھڑا ان کی بات کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔

● ● ●

یاور صاحب کی امریکا روانگی کا مسز یاور نے مسز سلمان سے ذکر کر دیا جس سے سمعان بھی واقف ہو چکا تھا۔ بات ہی ایسی تھی کہ فطری طور پر وہ کچھ ڈسٹرب ہو گیا تھا۔

جس قدر وہ اس معاملے کے طے ہو جانے کا شدت سے منتظر تھا اس قدر تاخیر ہوتی جا رہی تھی۔ انسان کتنا ہی پر اعتماد اور خوش گمان کیوں نہ ہو۔ بار بار کے ٹلنے سے ایک طرح کا اضطراب اور بے یقینی دھیرے دھیرے دل میں گھر کرنے ہی لگتی ہے۔ وہ جو کل فرہاد کو بے طرح مایوس ہو جانے پر زندگی کا روشن اور مثبت پہلو دکھا کر اس کی ہمت کم کرنے اور اعصاب کو پر سکون بنانے کی کوشش کرتا تھا۔

آج اپنی باری پر اسی ٹینشن کا شکار تھا۔ نرمین سے اسکول میں بات کرنا "تقریباً" ناممکن تھا۔ وہ تو پہلے ہی گریز پا رہتی تھی پرپوزل بھیجنے کے بعد سے تو اور بھی محتاط ہو گئی تھی۔ یوں بھی کوئی نہ کوئی شوخ جملہ زبان سے پھسل ہی جاتا تھا جس پر وہ بری طرح نروس ہو جاتی۔

اور اس کی یہی گھبراہٹ اور محجوب کیفیت سمعان کو محظوظ کر جاتی تھی ساتھ ہی حوصلہ بھی بڑھ جاتا۔ البتہ جب سے یاور صاحب کے امریکا جانے کا سنا وہ کچھ سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"کہیں ایسا تو نہیں ماما کہ وہ لوگ انکار کرنا چاہتے ہوں۔"

اس روز اس کے دل کا گمان لبوں پر آ ہی گیا۔ بیگم سلمان اس کی بات پر پہلے تو قدرے چونکیں پھر ہنس پڑیں۔

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ یاور صاحب کے ٹور کا تو سلمان کو بھی کلب کے دوسرے ممبرز سے پتا چلا ہے۔ یہ خبر تو مستند ہے۔ رہ گئی انکار کرنے کی بات تو یہ تو لڑکی والوں کا حق ہے۔ خواہ اقرار کریں یا انکار۔ مگر مجھے ایسا لگتا نہیں۔ مسز یاور کا رسپانس بالکل پوزیٹو ہے۔ مگر وہ اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں اتنا بڑا فیصلہ نہیں کر سکتیں۔"

بیگم سلمان بالکل مطمئن تھیں مسکرا کر اسے بھی تسلی دی۔

"اگر ایسی بات ہے تو وہ انکل یاور سے فون پر بات کیوں نہیں کر لیتیں۔"

وہ کچھ جھنجلا گیا تھا اس طویل اور بے زار کن پروسس سے۔ بیگم سلمان اس کے اس طرح جھلانے پر دھیمے سروں میں ہنس پڑیں۔

"کیوں۔ کیا تھک گئے ہو۔ انتظار نہیں ہو رہا؟۔"

انداز اس قدر شوخ اور نظریں ایسی معنی خیز تھیں کہ وہ ماں کے سامنے خفیف سے ہو گیا۔

شہادت کی انگلی سے پیشانی رگڑتے ہوئے وہ خود بھی مسکرانے لگا۔

"انتظار کی کوئی معیاد مقرر ہو جائے تو بندہ ریلیکس ہو جاتا ہے ماما۔ مگر یہ اس طرح بغیر کسی گارنٹی کے ویٹنگ روم میں بیٹھنے کا تجربہ کچھ خاص اچھا نہیں۔"

اس نے صاف ناگواری کا اظہار کیا تھا۔ بیگم سلمان اس کی کیفیت سمجھ کر اثبات میں سر ہلانے لگی تھیں۔

"آئی کین امیجن اٹ سمعان بیٹا (I can well imagine it) مگر ایسے کاموں میں ہتھیلی پر سرسوں نہیں جمائی جاتی۔ تمہیں تسلی سے بیٹھ کر انتظار کرنا چاہیے۔"

"وہ تو میں کر رہا ہوں۔"

"ٹھیک تو تمہیں بھی فرصت نہیں۔ فرہاد کی شادی نے تمہیں اچھا خاصا بزی کر دیا ہے۔ بیگم یاور کتنے دنوں سے بلا رہی ہیں مگر تمہاری وجہ سے میں نے اب تک انہیں کوئی ٹائم نہیں دیا۔"

"تو آپ انہیں گھر پر بلا لیں ماما۔ وہاں جانا تو ذرا مشکل ہے مگر گھر پر تو میں جلد لوٹ کر آ سکتا ہوں۔ ویسے بھی ہم

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ان کے یہاں جاتو چکے ہیں۔ اچھا ہے اس بہانے تمہارا لونگ اسٹینڈرڈ بھی دیکھ لیں گے۔"

اس نے یاور صاحب کے مزاج کے تناظر میں کہا تو بیگم سلمان نے اسے گہری نظروں سے دیکھا گو کہ اس کے لہجے میں طنز نہیں تھا مگر ایک مخصوص قسم کا تیکھا پن تھا۔ جو انہوں نے محسوس کیا۔

"یاور صاحب سے بہت نالاں لگتے ہو۔"

تولتی نظریں اسے جانچ رہی تھیں اور وہ ماں کے سامنے جھوٹ بولنے کا عادی نہیں تھا۔ تب ہی گہری سانس بھر کر ایک لمحے کے لیے رکا پھر بولا۔

"سچ تو یہ ہے ماما کہ یاور انکل کے لیے اپنے دل میں میں نے کبھی وہ عزت اور احترام محسوس نہیں کیا جو میں پاپا کے فرینڈز اور سرکل کے لوگوں کے لیے محسوس کرتا تھا وجہ یہی تھی کہ ان کا پیسہ کی طرف اس طرح اندھادھند دوڑنا مجھے سخت ناگوار گزرتا تھا۔ پھر پاپا نے ان سے پارٹنر شپ ختم کردی تو یہ چیپٹر (Chapter) کلوز ہو گیا مگر اب جبکہ دوبارہ یہ سلسلہ اور تعلق بننے لگا ہے میں اپنی پرانی فیلنگز دوبارہ محسوس کرنے لگا ہوں۔"

"تو بیٹا پھر آگے کی زندگی کیسے گزرے گی؟ والدین سب کے لیے ایک طرح سے محترم اور تعظیم کے لائق ہوتے ہیں۔ ان کے کردار اور افعال سے قطع نظر سارے بچے محبت کرتے ہیں سو ان سے نرمین بھی کرتی ہو گی اسی طرح چاہتی ہو گی انہیں جیسے تم مجھ سے اور پاپا سے محبت کرتے ہو۔ انہیں اسی طرح ریگارڈ (Regard) دیتی ہو گی جیسی عزت اور سیتی ہمیں دیتے ہو۔ ایسے میں ایسا قریبی اور نازک رشتہ بنانے کے بعد بھی اگر تمہارا رویہ یہی رہا تو تمہارے گھر کی بنیادیں کمزور پڑنے لگیں گی۔

ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا سمعان کہ لڑکی کے لیے اس کا میکا ہی سب سے بڑا مان ہوتا ہے۔ گھٹنے جب جھکتے ہیں تو پیٹ کی طرف ہی جھکتے ہیں۔ تم سمجھ رہے ہو نا میں کیا کہہ رہی ہوں؟"

متانت اور وقار سے کہتے کہتے بیگم سلمان نے رک کر اس سے پوچھا تو وہ ندامت سے نظریں جھکا گیا۔

"جی ماما۔"

"رشتے بہت اہم ہوتے ہیں انہیں دلی کدورتوں اور بدگمانیوں سے آزمائش بنا لینا دانشمندی نہیں۔ جب تمہارے پاپا سب کچھ بھلا کر پچھلے اختلافات (Diffrences) ذہن سے نکال کر صرف تمہاری خاطر یاور صاحب کی طرف بڑھے ہیں تو کیا تم اپنی پسند کی خاطر یہ بات برداشت نہیں کر سکتے۔"

وہ تو جیسے اس کا محاسبہ کرنے بیٹھ گئی تھیں۔ بے دھیانی میں کہی ہوئی بات سمعان کے گلے کی پھانس بن گئی تھی جسے نکالتی ہوئی بیگم سلمان بہت سنجیدہ تھیں۔

"آئی ایم سوری ماما۔ مجھے اپنی سوچ پر افسوس ہے مگر میں۔۔۔ اینی وے میں کوشش کروں گا کہ ان کی ذات کا یہ پہلو ذہن سے نکال کر ان کی طرف بڑھوں۔"

کچھ کہتے کہتے وہ رک کر مسکرایا اور بیگم سلمان کے شانوں پر بازو پھیلا دیے۔

"صرف کوشش ہی نہیں تم یہ عمل کرنے کی پوری سعی کرو گے۔ کیونکہ رشتوں میں دراڑیں اسی وقت پڑتی ہیں جب انسان دلوں میں میل اور بغض رکھ کر ایک دوسرے سے ملے۔ نرمین اچھی لڑکی ہے اس کی ذات میں بہت سی خوبیاں ہیں اس سے مل کر مجھے بھی اچھا لگا اور میرا خیال ہے کہ ایسی لڑکی کے لیے سب کچھ بھلایا جا سکتا ہے۔" بات کے اختتام پر وہ بھی مسکرائیں تو وہ ہنس پڑا۔

"میں سینٹ پرسینٹ ایگری ہوں آپ کی آخری بات سے۔"

شوخی سے بولتے ہوئے شریر نظروں سے انہیں دیکھا تو وہ مصنوعی خفگی سے گھور کر رہ گئیں۔

● ● ●

فون کی بیل کئی بار بج چکی تھی شرمین نے لاؤنج میں جھانکا ابھی تک کسی نے کمرے سے باہر نکلنے کی زحمت نہیں کی تھی ملازمہ صاحبہ بھی شاید خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھیں ناچار اسے ہی باہر آنا پڑا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جمائی روکتے ہوئے اس نے وال کلاک پر نظر دوڑائی دوپہر کے تین بج رہے تھے۔

"ہیلو۔"

اس کی مخمور آواز ایئر پیس سے سنائی دی تو احد کا دل خوش ہو گیا۔

"ہیلو شرمین میں، میں احد علی بات کر رہا ہوں۔"

"احد۔۔۔ تم۔۔۔" اس کی حیرانی بجا تھی۔

اس کی آنکھیں پوری کی پوری کھل گئیں۔

"جی میں۔ بندہ ناچیز۔ اور سناؤ کیسی ہو؟ کیا سو رہی تھیں؟"

وہ بڑے مگن سے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"ہاں۔ مگر یہ تمہیں اس بھری دوپہر میں فون کرنے کی کیا سوجھی۔۔۔؟"

وہ واقعی سٹپٹا گئی تھی اگر جو ای جی سن لیں یا انہیں معلوم ہو جائے تو نتائج کس قدر خطرناک ہو سکتے ہیں اس کے وہم و گمان میں نہ تھا۔

"نہ سلام نہ دعا نہ خیریت و عافیت محترمہ آخر آپ کو اخلاقیات سے اس قدر عدم دلچسپی کیوں ہے؟۔ تمہاری جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو رات کے تین بجے بھی خوشدلی سے میری کال اٹینڈ کرتی مگر آپ۔۔۔"

"اچھا اچھا پلیز۔ زیادہ تفصیل نہیں۔ مختصر گفتگو چلے گی۔"

وہ اسے بیچ میں ہی ٹوک گئی تو احد کی رگ ظرافت پھڑک اٹھی۔

"چلے گی، ضرور چلے گی۔"

ای جی کے کمرے کا بند دروازہ دیکھ کر وہ کچھ مطمئن سی ہو گئی تھی جب ہی مسکرا کر بولی۔

"تو پھر مختصراً" عرض ہے محترمہ کہ میں بیچ میدان میں آپ کی رفاقت عالی کا سوالی و مطلوب ہوں۔ برائے کرم اپنی شیریں و خوش الحان گفتار سے مثبت جواب عطا کر کے مجھ غریب کا دل رکھ لیجئے۔"

وہ یقیناً" بہت موڈ میں تھا شرمین کو بریک لگانے کے لیے سنجیدگی اختیار کرنا پڑی۔

"یہ کیا طریقہ ہے احد۔ پلیز ڈھنگ سے بات کرو۔"

قصداً" جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"یہی تو میں بھی چاہتا ہوں کہ ڈھنگ سے بات کروں۔ اپنے والدین کو لاؤں کچھ مٹھائی اور کیک وغیرہ کا تبادلے ہوں تو بات بھی بنے اور رنگ بھی جمے مگر زمانہ گواہ ہے کہ تم خود روک دیتی ہو بلکہ میرا بھی۔۔۔"

"خدا کے لیے احد بس کرو۔ الس اینف۔"

اب کے وہ واقعی سٹپٹا گئی تھی گو کہ اس کے اس طرح بات کرنے کی عادت سے بخوبی واقف تھی مگر موضوع ایسا تھا کہ وہ کچھ حجاب آمیز کیفیت کو اپنے اوپر حاوی ہونے سے روک نہیں پائی تھی۔

ساتھ ہی دل میں جو سرور اور غرور کی لہریں اٹھنے لگتی تھیں انہیں دبا کر غیر متوقع صورتحال کا تصور ذہن میں خاصا مشکل ہو جاتا تھا۔

وہ کسی یوٹوپیا میں نہیں رہتی تھی کہ محض آسودگی اور سکون کے خواب ہی دیکھتی جس ماحول کی وہ پروردہ تھی وہ ویسے بھی بے یقینی ہی دل کی مکین تھی۔

"خاک اینف۔ میں صبح سے دس بار ٹرائی کر چکا ہوں میڈم آپ کے علاوہ ہر ایک کی خوبصورت آواز اپنے پورے سرور اور مستی سمیت میرے کانوں میں انڈیلا جا چکا ہے اب کہیں جا کر تم نے ریسیو کیا۔ کہاں تھیں تم۔۔۔؟"

اس کے شوخ لہجے میں اپنائیت بھری خفگی اور یک دم بے چینی کے رنگ گھل گئے تھے شرمین عجیب سا محسوس کرنے لگی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"میں زارا کے ساتھ یونیورسٹی چلی گئی تھی مائیکرو بیالوجی کے مارکس لگ گئے بورڈ پر۔ سر کیفی تو تمہیں معلوم ہے کس قدر اِلفی شنٹ ہیں چیکنگ کے معاملے ہیں۔"

وہ دھیمے سروں میں بتانے لگی تھی موضوع بدلا تو احساسات کی مغلوب کیفیت بھی چھٹ گئی تھی۔

"اور مارکنگ میں اتنے ہی کنجوس۔ خیر تم بتاؤ تمہارا کیا رزلٹ رہا۔" اسے شرمین کی فکر لگی ہوئی تھی۔

"تھیوری میں سکسٹی اور پریکٹیکل کے ابھی ملے نہیں۔"

"اوہ یہ تو بہت اچھے ہیں۔ پھر ٹریٹ کب دے رہی ہو۔؟"

احد واقعی خوش ہوا تھا وہ بھی خوشدلی سے ہنس پڑی۔

"جب مکمل رزلٹ آجائے گا۔ زارا کے مجھ سے دو نمبر زیادہ ہیں۔"

"ظاہر ہے وہ میری دعائیں جو لیتی ہے۔"

"بس رہنے دو۔ خیر تم نے اپنا نہیں پوچھا۔"

"زارا سے ہی پوچھوں گا۔ کیونکہ آپ عالی جناب سے تو یہ توقع ہی عبث ہے کہ آپ نے میرے متعلق کچھ پتا کیا ہو گا۔"

اس کے ——— انداز پر وہ ہونٹ دبا کر مسکرائی تھی اور باوجود کوشش اسے بتا نہ سکی کہ اس کے سیکنڈ ہائیسٹ مارکس ہیں۔

"تم نے فون کیسے کیا؟ کوئی خاص بات ہے؟۔"

اس کی بات نظر انداز کر کے سیدھے سوال کر ڈالا۔

"بہت ہی خاص بات۔ بس سمجھو کہ اب میرا کیس ہائیر اتھارٹی تک جانے ہی والا ہے۔"

"مطلب۔" وہ سمجھ نہیں سکی تھی۔

"مطلب یہ کہ میری فائل اب اوپر آگئی ہے۔ بس اپروو ہونے کی دیر ہے فی الحال تو تمہاری ٹیبل پر پڑی ہے۔ اسٹیمپ لگا دو تو آگے بڑھے۔"

"احد پلیز میں سخت جھنجھلا گئی ہوں۔ ٹھیک سے کہو کیا بات ہے؟۔"

"بات صرف یہ ہے بھئی کہ فرہاد بھائی کی شادی کے کارڈ آگئے ہیں۔ تم تو یونیورسٹی سے گھر کیا بیٹھتی ہو سب کچھ بھلا دیتی ہو۔ میں نے تمہیں انوائیٹ کیا تھا یاد ہے۔"

"اوہ ہاں ہاں۔" وہ واقعی نادم سی ہو گئی۔

"بس اب ان کے کارڈ بانٹنے کی ذمہ داری مجھ پر آگئی ہے۔ پتا نہیں کیا مسئلہ ہے میرا سب ہی مجھے پوسٹ مین سمجھنے لگے ہیں لگتا ہے مستقبل قریب میں مجھے کسی کوریئر سروس یا پوسٹل سروس کے لیے بلا مقابلہ چن لیا جائے گا۔" "میری طرف سے مبارک ہو۔ کب ہے شادی۔؟" اس نے پھر درگزر سے کام لیا اور اس کی داستان نظر انداز کر دی۔

"خیر مبارک تمہیں بھی۔ آخر کو تمہارا بھی تو ——— آئی مین میری وجہ سے۔ مطلب یہ کہ ——" وہ یقیناً اسے چھیڑ رہا تھا۔

"زارا کو بھی انوائیٹ کیا ہے؟۔"

اس کے پاس سوائے اس کی بات کاٹنے کے کوئی چارہ نہ تھا۔ احد اس گریز پر ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔

"ظاہر ہے وہ مجھے تمہارے اور اپنی دوستی کے حوالے سے عزیز ہے۔"

احد کے پاس اسے زچ کرنے کے کئی طریقے تھے۔ وہ جھینپ سی گئی۔

"کیا ہوا کچھ برا لگ گیا۔ ارے بھئی میں تو یونہی مذاق کر رہا تھا۔

we are just good friend

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اور پھر یوں بھی وہ میرے دل کی سچی خیر خواہ ہے۔"

اس بار بڑی سنجیدگی اور اپنائیت سے صفائی پیش کی گئی تھی۔

"احد پلیز حد کرتے ہو تم بھی بھلا میں نے ایسا کب کہا۔"

وہ کچھ زیادہ ہی سٹپٹا گئی تھی۔

"اگر کہا بھی تو کوئی حرج نہیں۔ یوڈزروائٹ (تم اس کا حق رکھتی ہو)۔"

وہ گمبھیر اور بھاری آواز میں بولا تو وہ پزل سی ہونے لگی۔

"تم آؤ گی نا۔"

اس کی خاموشی پر احد کی ہی آواز ابھری تو وہ خود کو سنبھال کر بولی۔

"بالکل نہیں۔ ورنہ تم اس طرح کی باتیں کر کے مجھے پریشان کرو گے۔"

"ارے نہیں بالکل نہیں۔ بلیو می۔ تم آؤ تو میں چاہتا ہوں کہ ماما سے اس بار تمہاری ملاقات کراؤں۔ وہ بھی اسپیشل قسم کی۔"

بات کرتے کرتے وہ حد درجہ سنجیدہ ہو گیا تو شرمین یک دم تھم سی گئی۔

"دیکھو شرمین یاور میں تمہارے ساتھ کوئی فاؤل گیم نہیں کھیل رہا ہے میں نے اپنے سارے جذبے تم تک پہنچا دیے ہیں۔ تم نے انہیں آبدار موتی کی طرح سنبھال کر رکھا ہے یا کنکر سمجھ کر پھینک دیا یہ تمہارا ذاتی فعل ہے۔ لیکن میں شروع سے آنسٹ ہوں اینڈ ناؤ اٹس ٹائم ٹو پروو مائی سینٹی منٹس۔

(and now its time to prove my sentiments)

احد کی سنجیدگی گمبھیر لہجے سے اور بھی پر اثر لگ رہی تھی شرمین ایک بار پھر تذبذب میں پڑ گئی۔

"اور ممکن ہے کہ میں ماما کے ساتھ تمہاری طرف آؤں تاکہ تمہاری مدر سے ڈائریکٹ بات ہو جائے۔ بس یہ کہنے کے لیے فون کیا تھا۔ تھینکس اَلاٹ۔ تم سے بات کر کے میری خوشی دگنی ہو گئی ہے۔ تھینکس ہنی اینڈ اللہ حافظ۔ پھر ملیں گے۔"

اسے مزید کچھ کہنے کی الجھن میں ڈالے بغیر احد نے فون بند کر دیا تو کتنی ہی دیر وہ لاؤنج میں بیٹھی اس کے لفظوں کی خوشبو اپنے اردگرد محسوس کر کے خوش ہوتی رہی۔

• • •

مہندی اور بری کے فنکشن تو بخیر و خوبی انجام پا گئے البتہ اس دوران فرہاد نے بہت خاموشی سے ثمر بیگم کا روم نوٹ کیا تھا بظاہر ہنستی مسکراتی وہ ہر ہر رسم میں شریک تھیں مگر ان کے جملوں میں طنز کی جو کاٹ تھی وہ فرہاد سمیت "سفینہ لاج" کے لوگ بھی بخوبی سمجھ رہے تھے۔

سفینہ بیگم کئی بار تو پریشان ہی ہو اٹھیں کہ آخر اس رویے کی کیا وجہ ہے کیا ثمر بیگم انہیں یہ بتانا چاہتی ہیں کہ زوہا کو انہوں نے دل سے قبول نہیں کیا۔ یا سفینہ لاج والے ان کی حیثیت سے کم ہیں۔ عجیب چبھتا ہوا لہجہ تو ان کا البتہ لب مسکراتے رہے تھے۔

جہیز میں احتشام صاحب اور فرہاد کے سخت منع کرنے کے باوجود انعام صاحب نے کسی چیز کی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ ہر چیز اتنی بیش قیمت اور نفیس تھی کہ ثمر بیگم کو ساتھ آئی خواتین کے سامنے سبکی کا قطعی احساس نہیں ہو رہا تھا۔ احتشام صاحب نے اتنا تردد دیکھا تو قدرے ناراضگی سے انعام صاحب کی طرف مڑے۔

"انعام بھائی میں نے منع بھی کیا تھا آپ کو اتنا کچھ کرنے کے لیے مگر پھر بھی آپ نے میری بات کا اعتبار نہیں کیا۔ یقین کیجئے آپ نے بیٹی دے دی سب کچھ دے دیا۔ زوہا میری بھتیجی ہے خون ہے میرا پھر بھلا ان سب کی کیا ضرورت تھی۔"

وہ بہت اپنائیت بھری خفگی سے گلہ کر رہے تھے۔ انعام صاحب' اکرام صاحب اور امتیاز تینوں بھائی اس وقت وہیں موجود تھے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ارے انعام میاں ہم نے ایسا کیا کر دیا۔ سب ہی بیٹیوں کو رخصت کرتے ہوئے تو کچھ نہ کچھ دیتے ہی ہیں۔ ہا آپ کی بھتیجی ہے تو ہماری بھی تو ہے۔ اس لیے انعام کو جو کچھ دینا تھا اس نے دیا باقی ہم سب کی محبت شامل ہے ہا ہیں۔"

امتیاز صاحب نے بڑے بھائی ہونے کی حیثیت سے بات کو اس خوبی سے سنبھالا کہ احتشام صاحب کا شکوہ بھی م ہو گیا اور انعام صاحب کی لاجواب کیفیت بھی مسکراہٹ میں بدل گئی۔

اب انہیں کیا کہتے کہ یہ سب تو انہوں نے ثمر بیگم کی کم ظرف ذہنیت اور ہائی کلاس ہونے کے کامپلیکس کی ے کیا ہے۔ تاکہ آئندہ زندگی میں وہ اسے کم مائیگی کا کوئی طعنہ نہ دیں۔

لاکھ سفینہ لاج کے مکین پرانی قدروں سے محبت کرنے والے سہی اقتصادی مسائل ان کی پرانی روش کی وجہ بں تھے۔ نہ وہ تعلیم میں پیچھے تھے نہ جدید مثبت اقدار کو قبول کرنے میں۔ ہاں البتہ انہیں بے جا نمود و نمائش اور رال سے اختلاف تھا مگر ثمر بیگم کی فطرت کی وجہ سے انہیں اس نکتے پر سمجھوتہ کرنا پڑا تھا۔ وہ بھی سفینہ بیگم کے سمجھانے پر۔ انہوں نے ثمر بیگم کی سوچ اور خدشے پہلے سے ہی بڑھ گئے تھے۔ اور اسی وجہ سے نعیم بھائی کے تو فرہاد کو لڑکی والوں کی طرف سے دی جانے والی چیزوں کی شاپنگ کروادی تھی۔ اور سب کو تاکید کی تھی۔

"بیٹا دیکھنا کہ کوئی کسر نہ رہ جائے۔ میں نہیں چاہتی کہ ہماری بچی وہاں جا کر کبھی بھی کسی بھی قسم کا کوئی طعنہ ہے۔"

بلکہ کئی بار تنہائی میں زوہا کو بھی سمجھایا تھا کہ ہمیشہ ویسا ماحول اپنانا جیسا کہ وہاں ہے۔ فرہاد کی بڑی بھابھی زونیو ت اچھی ہے اس کی طرح رہنا تاکہ نہ ثمر بیگم کو کوئی اعتراض ہو نہ فرہاد کو۔

زوہا باشعور اور سمجھدار تھی خود جانتی تھی کہ ثمر بیگم کی نیچر کیسی ہے۔ کئی بار فرہاد کی باتوں سے اندازہ ہوا تھا جو کہ ے ل کر یقین میں بدل گیا تھا۔ بقیہ کسر اس دادی اور فرہاد کی منگنی کے بعد کی جانے والی برین واشنگ نے پوری دی تھی۔

بھی کبھی تو وہ سوچتی کہ کیا اس نے غلط فیصلہ کیا ہے؟ کیا واقعی آئندہ زندگی میں وہ خوش رہ سکے گی؟ کیا ثمر بیگم کے ے ہوئے اصولوں پر وہ عمل کر سکے گی زندگی کو اس طرح گزار سکے گی جس طرح بقیہ لوگ چاہتے ہیں۔

یہ سوالات ایسے تھے کہ وہ پریشان ہو گئی تھی۔ آنے والی زندگی کے بارے میں خوش گمانیوں سے زیادہ اندیشے خدشے تھے اس کے ذہن میں۔ جنہیں نظر انداز کر کے وہ خود کو بمشکل پر یقین بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔

اپنی خواہش کی نزاکت اور فیصلے کی آزمائش کا اب اسے اندازہ ہوا تھا۔ اب معلوم ہوا تھا کہ کیوں رضیہ بیگم اس شادی فرہاد سے کرنے پر رضامند نہ تھیں۔ وہ ماں تھیں اچھی طرح جانتی تھیں کہ وہ ثمر بیگم کے قائم کردہ معیار م کردہ اصولوں کی پابند ہو کر نہیں رہ سکتی مگر جب اسے خوش دیکھا تو یہ سوچ کر ہاں کر دی کہ کسی اور جگہ بھی یہی رتحال پیش آئی تو کیا ہو گا۔

گو کہ سب کو ہی واضح طور پر ایسا محسوس ہوا تھا کہ ثمر بیگم اب بھی اپنی ازلی ہٹ دھری کو جڑ سے اکھاڑ نہیں سکی مگر پھر بھی ایک دوسرے سے یہ سوچ کر نہیں کہہ رہے تھے کہ مبادا کسی اور نے ایسا محسوس نہ کیا ہو یا اگر کیا ہو تو سوائے سمجھوتے کے کوئی چارہ نہیں تھا۔

جب وہ لوگ رسم کے لیے آئے تو جس بے باکی سے وہاں ڈانس وغیرہ ہوا صہیبہ اور مدحت وغیرہ تھوڑے گانے گا کر پیچھے ہٹ گئیں۔

زونیو اور ثمر بیگم نے ہی ساری رسمیں کی تھیں زوہا کا پورا چہرہ چھپا دیکھ کر شفتی وغیرہ نے تھوڑا بہت اعتراض ایا مگر ثمر بیگم کے یہ کہنے پر کہ۔

"چھوڑو بیٹا۔ ان لوگوں کے یہاں ایسا ہی ہوتا ہے۔ ابھی انہیں ہمارے لیول تک آنے میں کچھ وقت لگے گا۔"

ظاہر تو بڑا دبا دبا لہجہ تھا مگر ساتھ کھڑی رضیہ بیگم اور نمیرا کے کانوں نے اسے بخوبی سنا تھا۔ نمیرا ابھی بن کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مستقبل سے خاصی خوفزدہ تھیں مگر ہمہ وقت ماں کو سمجھاتی رہیں مگر اس تضحیک اڑاتے جملے سے تو وہ بھی آ
ڈوب گئی تھیں۔

صبیحہ اور مدحت وغیرہ بھابھی کے ساتھ ششمی اور فرہاد کی دیگر کزنز سے ہنستی بولتی رہیں مگر ثناء کی بہن
استہزائیہ گفتگو اور طنزیہ باتوں کی وجہ سے زیادہ دیر خوش اخلاقی کا مظاہرہ کر نہ سکیں اور انہیں چھوڑ کر آ
گئیں۔

"اونہہ۔ بیک ورڈ لوگ کپڑے دیکھو ان کے شرارے غرارے اور چوڑی دار پاجامے تو ایسے زیب تن
ہوئے ہیں جیسے مغلیہ دور کی آخری نشانیاں ہوں۔"

رومہ کو بھی طنز کرنے کا موقع ملا تھا فوراً رمنا کا ساتھ دیا۔

دوسرے دن فرہاد کی رسم کے لیے سب لوگ گئے تو خاصے بددل سے تھے مگر وہاں احتشام صاحب اور
موجودگی کے باعث ماحول کافی بہتر رہا۔ پچھلے روز تو وہ مصروفیت کی وجہ سے آ نہیں سکے تھے لہٰذا ثمر بیگم کو خوب
مل گیا تھا کھل کھیلنے کا۔

صبیحہ اور فرہاد کی سخت تاکید کے باوجود دادا جان اس روز بھی نہیں آئے تھے گو کہ صبیحہ نے د
لفظوں میں ذکر کر دیا تھا کہ دادی جان نہیں آئیں گی مگر پھر بھی وہ نہیں آئے۔

یہاں رسم البتہ بہت خوش اسلوبی سے ہو گئی رضیہ بیگم نے یہاں کے رواج کے مدِ نظر نیرا اور صبیحہ
آگے رکھا تھا۔ سمرہ بھابھی بھی ہنسی مذاق کرتی رہیں احد اور شفیق وغیرہ کی چھیڑ چھاڑ میں اور بھی لطف آیا۔

سب سے بڑھ کر فرہاد کی خوشی اور چمکتی آنکھوں میں جلتی مسرتوں کی جوت نے سب کے دلوں میں پلتے
اور اندیشوں کی آگ پر پانی چھڑک دیا تھا۔ البتہ ثمر بیگم کے رویئے میں آج بھی کوئی خاص گرمجوشی نہیں دکھ
تھی۔

● ● ●

شادی والے دن حسبِ توقع بہت زیادہ گہما گہمی تھی۔ میریٹ کے ہال روم میں انتظام کیا گیا تھا۔ بارا
استقبال میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی تھی۔ سب ہی خوشدلی سے حصہ لے رہے تھے زویا کو پارلر سے ڈ
ادھر ہی لایا گیا تھا۔

بارات کے آتے ہی نکاح کا شور اٹھ کھڑا ہوا۔ اور جونہی نکاح کا مرحلہ بخوبی نبٹا "سفینہ لاج" کے تما
سمیت زویا اور فرہاد نے جیسے سکون کا سانس لیا۔ صحیح معنوں میں تو اب جا کر انہیں اپنے جذبوں کی تکمیل کا
تھا۔

کچھ دیر مووی کا سلسلہ چلتا رہا صبیحہ مسلسل زویا کے ساتھ تھی جب فرہاد کی کزنز وغیرہ اسٹیج پر آ
نامحسوس طریقے سے پیچھے ہٹتی نیچے اتر آئی۔ ان تمام لڑکیوں کی موجودگی میں عجیب سی گھٹن کا احساس
اسے۔ سوائے ششمی کے اس کی مروت بقیہ لوگوں کی تضحیک کرتی گفتگو کے مقابلے میں مدحت وغیرہ کے د
بھی جگہ بنا چکی تھی۔

اسٹیج سے نیچے اترتے ہی اس کی نظر سامنے سے آتے ایزد اور بی بی جان پر پڑ گئی۔ ایک بے ساختہ سی مسـ
نے اس کے لبوں کو چھوا تھا۔ آج پورا وقت اپنا سنگھار کرتے ہوئے اسے ایزد کا ہی خیال رہا تھا۔ مہندی ک
کے فنکشن میں تو اس نے بتا دیا تھا کہ وہ نہیں آسکے گا اسے کسی ارجنٹ کام سے لاہور جانا تھا مگر آج صبـ
اس کا بڑی شدت سے انتظار کیا تھا۔

"السلام علیکم آنٹی۔" وہ ان کے قریب آنے پر سلام کرتے ہوئے ذرا سی جھکی تو بی بی جان نے اس کا
لیا۔ اور محبت سے بولیں۔

"وعلیکم السلام، ماشاءاللہ آج تو بہت پیاری لگ رہی ہے ہماری بیٹی۔"

ایزد کی آنکھوں میں جو ستائش ہلکورے لے رہی تھی وہ بی بی جان کے لفظوں سے ادا ہو گئی تھی۔ وہ کھ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پڑی اور پھر ان سے بولی۔

"یہ تو آپ کی محبت ہے آنٹی ورنہ۔۔۔" بات ادھوری چھوڑ کر اس نے شانے اچکا دیے تھے۔ "ٹھیک کہا تم نے۔ اصل میں ہماری بی بی جان کو دل رکھنے کی عادت ہے۔ یہ کسی کو ہرٹ نہیں کر سکتیں۔" ایزد نے شوخی سے بات کی تو وہ محض مسکرا کر رہ گئی۔

"ارے بیٹا یہ تو مذاق کر رہا ہے۔ میں واقعی سچ کہہ رہی ہوں۔"

بی بی جان نے مصنوعی خفگی سے ایزد کو دیکھ کر اسے شفقت سے دیکھا تو وہ نہال سی ہو گئی ایسی ساس کا تصور کتنا دل خوش کن ہوتا ہے جو اتنی محبت اور چاہ سے بہو کو بیاہنے آئے۔

ذرا دیر پہلے ثمر بیگم کے جو تاثرات اس نے ملاحظہ کیے تھے اس کے بعد بی بی جان کا محبت کے نور سے چمکتا ہوا اس کا وجود اسے ایک ایسے چشمے کی مانند لگ رہا تھا جس سے انس اور چاہت کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔

"تھینک یو آنٹی۔ آیئے میں دادی جان کے پاس لے چلوں آپ کو۔"

"آنٹی نہیں بی بی جان۔ تم مجھے ایزد کی طرح ہی پیاری ہو تو پھر بی بی جان کیوں نہ کہو۔"

اس کے ساتھ چلتے ہوئے انہوں نے اسے شفیق انداز میں ٹوکا تو وہ جھینپ سی گئی۔ انہیں دادی جان کے پاس چھوڑ کر وہ کئی لوگوں سے ملتی ملاتی ایک طرف کھڑے ایزد کو کسی سے محو کلام دیکھ کر آگے بڑھ آئی۔

"ارے یہ تو نرمین یاور ہے۔"

اسے یاد آیا بابر بھائی کی شادی پر فرہاد نے اپنے دوست کے حوالے سے اسے بالخصوص نرمین سے ملوایا تھا۔ نرمین کو دیکھتے ہی اسے سمعان گردیزی کا سراپا یاد آ گیا۔ ان دونوں کی جوڑی تو بہت اچھی ہے۔ یہ بات اس نے دادی جان کے ہاں بابر بھائی کی مووی دیکھتے ہوئے کئی بار فرہاد سے کہی تھی۔

"ماشاء اللہ۔" فرہاد نے بہت دل سے کہا تھا۔

"السلام علیکم! اگر میں غلط نہیں تو آپ نرمین یاور ہیں۔"

ایزد کے خاموش ہونے پر وہ اس کی سائڈ سے نکل کر سامنے آتے ہوئے بولی تو نرمین جواب دیتے ہوئے خوش دلی سے مسکرائی اور بڑھ کر صہیبہ کا بڑھایا ہوا ہاتھ تھام لیا۔

"یہ میری مسز ہیں صہیبہ اور صہیبہ یہ میرے انکل اور بزنس پارٹنر کی بیٹی ہیں۔ مگر لگتا ہے کہ آپ دونوں ایک دوسرے کو جانتی ہیں۔"

ایزد کو حیرت ہوئی تھی۔ صہیبہ یک دم معنی خیزی سے مسکرا دی۔

"جی۔ بابر بھائی کی شادی پر احد نے ملوایا تھا۔ آپ کے ساتھ آپ کی سسٹر بھی تھیں اس روز۔ وہ کہاں ہیں؟" ایزد سے کہہ کر اس نے نرمین سے سوال کیا۔

"وہ اپنی کلاس فیلو زارا کے ساتھ اسٹیج تک گئی ہے۔"

"اچھا۔ ویسے ان لوگوں کا سمسٹر کیسا رہا۔"

"کافی اچھا رہا۔ کچھ سبجیکٹس (Subjects) کے تو مارکس بھی مل گئے۔ آپ نہیں گئیں یونیورسٹی۔"

"کہاں۔ فرصت ہی نہیں ملی۔ بس زوہا کی شادی کی مصروفیت بہت زیادہ تھی۔" وہ دونوں بولنے پر آئیں تو بولے گئیں۔ ایزد نے بہت حیرت سے نرمین کو دیکھا تھا اس اعتماد اور متبسم انداز میں وہ کم ہی بات کرتی تھی۔ یوں بھی بلیک ویلویٹ کے سوٹ پر آر گنزا کا گولڈن دوپٹہ لیے' بالوں کو آگے سے باندھ کر اس نے اپنی دراز زلفیں کھلی چھوڑی ہوئی تھیں۔ وہ واقعی بے حد اچھی لگ رہی تھی۔ صہیبہ سے بات کرتے کرتے کئی بار اس کی نظریں زارا اسٹیج کے پاس کھڑی زارا اور شرمین تک بھی جا پہنچتی تھیں جنہیں احد بطور خاص ندنیو بھابھی' بابر بھائی اور بیگم سے ملوا رہا تھا۔

احد کے ساتھ کھڑی شرمین اپنے ازلی اعتماد کے باوجود قدرے محجوب سی کھڑی تھی' زارا اور احد کی شوخ گفتگو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس کا رنگ گلابی کیے ہوئے تھی نرمین کو دور سے ہی ان کے گفتگو کے موضوع اور محرک کے بارے میں ہو رہا تھا۔ جس پر بے اختیار وہ خود بھی مسکرا رہی تھی۔

"بہت عرصے کی جان پہچان لگتی ہے۔"

ایزدان کے خاموش رہنے پر بولا تھا۔ دونوں یونہی ہنس پڑیں۔

"بھئی فرہاد بھائی نے بطور خاص ملوایا تھا مجھے ان سے اس لیے اس دن ہماری کافی اچھی گپ شپ رہی۔ نرمین جیسے مزاج کے لوگ بہت کم ہوتے ہیں اور میری ایسے لوگوں سے خوب بنتی ہے۔ بالکل زوہا جیسی لگیں مجھے۔"

صہیبہ نے معنی خیزی سے نرمین کو دیکھا تو وہ بھی سمعان اور فرہاد کی ملی بھگت یاد کر کے محجوب انداز میں مسکرا دی۔ فرہاد نے یقیناً "صہیبہ کو سمعان کے جذبوں کے متعلق بتا دیا تھا جب ہی وہ بطور خاص اس سے اس کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔

ایزد اس کے چہرے پر بکھرے گلال اور ہلکی ہلکی سی مسکراہٹ پر ایک لمحے کے لیے اسے دیکھتا رہ گیا۔ بائل گرین حیدر آبادی سوٹ کے لمبے چوڑے دوپٹے کو اسٹائل سے اوڑھے صہیبہ بھی ایک منٹ کو ایزد کی طرح اس پر نظر جما کر رہ گئی تھی۔

ایزد نے دیکھا نرمین کی آنکھوں میں نرمی تھی تو صہیبہ میں بلا کا اعتماد۔ نرمین قدرے پزل اور محجوب سی ہو رہی تھی جبکہ صہیبہ ایزد کی موجودگی کے باوجود بڑی مطمئن سی کھڑی تھی۔ ایک میں وقار تھا تو دوسری میں تمکنت۔ ایک نرم تھی موم کی طرح تو دوسری جمے ہوئے لاوے کی طرح قدرے مستقل مزاج۔

وہ بے خیالی میں ان دونوں کا موازنہ کرنے لگا تھا اور اس خیال میں وہ اس حد تک محو ہو گیا تھا کہ چونکا تو اس وقت جب احد سمعان گردیزی سمیت ان لوگوں کی طرف آگیا تھا۔

حسب ضرورت تعارف کا مرحلہ نبٹا تو سمعان ایزد کو دیکھ کر قدرے چونک گیا۔ اس لیے کہ ایک دو بار اس نے نرمین کو پک کیا تھا اسکول سے اور سمعان کے حافظے میں یہ چہرہ جیسے محفوظ ہو گیا تھا۔

دوران گفتگو اسے اندازہ ہوا کہ صہیبہ اور ایزد کے درمیان کیا رشتہ ہے۔ اور لمحے بھر کے لیے جیسے اس کے سر سے بوجھ اتر گیا تھا۔ جسے نرمین نے واضح طور پر محسوس کیا تھا۔

فرہاد کی شادی تھی لہٰذا مسز سلمان، سلمان انکل اور سیفی بھی آئے ہوئے تھے اور موقع ملتے ہی سیفی اس کے ساتھ ہو گیا تھا۔ شرمین نے قصداً" اسے تنہا چھوڑ دیا تاکہ سیفی اس کا دماغ چاٹتا رہے۔ جس پر گھر جا کر وہ خوب بگڑی ہوئی تھی۔

"تو نیکی کا تو زمانہ ہی نہیں رہا۔ تمہیں تو میرا احسان ماننا چاہیے میں نے تو سمعان اور تمہارے لیے آسانی پیدا کی تھی۔" شرمین شوخی سے بولی۔

"میرے لیے یا اپنے۔" نرمین نے اسے آڑے ہاتھوں لیا تو وہ بے ساختہ ہنس پڑی اور اس ہنسی میں نرمین کی مسکراہٹ بھی شامل ہو چکی تھی۔

یمیر اس لمحے جانے کس کام سے اس طرف آیا تھا انہیں یوں ہنستا دیکھا تو دل میں اترتے اطمینان کو محسوس کر کے ان دونوں کے پاس آرکا۔

"خیریت اتنی ہنسی۔ لگتا ہے کوئی خزانہ ہاتھ لگ گیا ہے۔"

اس نے بچپن سے ہی دونوں بہنوں کو جس گھٹن کا شکار دیکھا اس کے بعد ان کا خوش رہنا جیسے اسے بھی مسرور و شاداں کر دیتا تھا۔

"لگا تو نہیں مگر گمان غالب ہے کہ لگ جائے گا۔"

شرمین در حقیقت آج حد درجے خوش تھی۔ کتنی عجیب مگر سچی بات ہے کہ عورت کی زندگی میں خوشی اور مسرت کے رنگ اس صورت میں بھرتے ہیں جب کوئی مرد اسے اس کی اہمیت کا احساس دلاتا ہے اور یہی احساس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

،، سری طرف بھی ہے۔ شاید اسی لیے عورت و مرد ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ٹھہرائے گئے ہیں۔

”آئی وش کہ ایسا ہو۔ اور جب ایسا ہو تو مجھے بھی اس خزانے میں سے کچھ حصہ ملنا چاہیے۔ آفٹر آل میں اس گھر کا ولی عہد ہوں۔“

وہ ہنستا ہوا صوفے پر نیم دراز ہوا تو زمین اور شرمین بے ساختہ اس کے کندھے پر سر رکھ کر ہنس پڑیں۔

بھائی بھی کیسی ٹھنڈی چھاؤں ہوتے ہیں جی چاہتا ہے ان سے خوشی بھی شیئر کرو اور غم بھی۔ مگر کچھ باتیں صرف چھپانے کے لیے ہوتی ہیں۔ بعض حیا سے اور بعض خوف سزا سے۔

● ● ●

فان اور رسٹ کلر کے خوبصورت کنٹراسٹ کے بھاری کامدار عروسی جوڑے میں ملبوس حسن و رعنائی کا مرقع نی دھڑکتے دل اور لرزتے ہاتھوں سے زرتار آنچل سنبھالے بیٹھی زوہا فرحاد کی بے یقینی و گمان کو سچ اور حقیقت کا آئینہ دکھا رہی تھی۔

دونوں خوشی اور مسرت کے اس حد پر تھے کہ اظہار کے لیے ہر لفظ گنگ اور آواز بے صدا لگ رہی تھی۔ خوشی اور بے یقینی کے سنگم پر وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل تھے۔ مگر بجائے کچھ کہنے کے خاموش لہجے میں ایک ،، سرے سے بول رہے تھے ‘ایک بامعنی سکوت دونوں کے درمیان حائل تھا جسے فرحاد نے ہی توڑا۔

”کچھ کہو زوہا‘ تاکہ یہ خواب کی کیفیت ٹوٹ جائے۔ اور اپنی زندگی کی اس سب سے بڑی خوشی پر مجھ یقین آنے لگے۔“

اس کا طلائی چوڑیوں اور جڑاؤ انگوٹھیوں سے مزین ہاتھ تھامتے ہوئے فرحاد کی مخمور آواز بے انتہا گھمبیر اور دارفتگی لیے ہوئے تھی۔ زوہا کیا کہتی وہ تو اس کے پرحدت ہاتھ کے لمس پر مزید نروس اور محجوب ہو گئی تھی‘ فرحاد اس کی ادا پر مسکراتے ہوئے آہستگی سے ہنسا تو وہ اپنا ہاتھ کھینچنے کی سعی کرنے لگی جس پر فرحاد کی گرفت مزید مضبوط ہو گئی تھی۔

● ● ●

ولیمے والے روز دا جان بھی شریک ہوئے تھے اور دادی جان بھی۔ پورے بیس سال بعد آمنا سامنا ہوا تھا دونوں کا۔ نہ بجلی کڑکی تھی نہ بادل گرجے تھے مگر جیسے لمحے بھر کے لیے وقت کی گردش رک گئی تھی۔ حال ماضی کی طرف پلٹنے لگا تھا۔ سفینہ لاج اور علی صاحب کی آخری ملاقات جن رنجشوں کے درمیان ہوئی ان کا عکس بھی اب مٹ چکا تھا۔ مگر ایک عجیب سا غبار رہ گیا تھا آنکھوں میں۔

تینوں بیٹے بھی کئی برس بعد والد کو سامنے پا کر عجیب سی متضاد کیفیت کا شکار تھے اور اس مرحلے پر سفینہ بیگم نے بھی کوئی ہدایت نہیں دی تھی کوئی نصیحت نہیں کی تھی‘ بہت انوکھا ملاپ تھا زندگی کا جس کا سامنا کرنے کا انہیں یقین ضرور تھا مگر اسے فیس کرتے ہوئے وہ تینوں محسوس کر رہے تھے جیسے وہ بیک وقت نافرمان اور فرمانبردار تھے۔ نافرمان باپ کے لیے اور فرمانبردار ماں کے لیے۔

البتہ سعدیہ بیگم باپ کے سامنے زیادہ دیر اپنے پچھلے رویے پر قائم نہ رہ سکیں اور فطری محبت سے مغلوب ہو کر آبدیدہ سی ہو گئیں۔ عجیب سی صورت حال تھی احتشام صاحب ”دوسری بیوی کے بیٹے“ ہونے کے باعث خود کو جیسے مجرم تصور کر رہے تھے۔ اسی لیے وہاں سے چلے گئے۔ غالباً ”انہیں گمان تھا کہ ان کی موجودگی دونوں فریقین کو ڈسٹرب کر رہی ہے۔

● ● ●

زوہا چلی گئی تھی اور سفینہ لاج جیسے سونا ہو گیا تھا۔ خاص کر صہیبہ کے لیے۔ زوہا کی والدہ کے بعد اگر اسے کسی نے بے حد یاد کیا تو وہ صہیبہ ہی تھی۔ بچپن سے جوانی تک وہ دونوں ساتھ رہی تھیں اتنی تو وہ مدحت سے بھی قریب نہیں تھی جتنی کہ زوہا سے اس کی انڈراسٹینڈنگ تھی۔

شادی کی دوسری صبح وہ سب زوہا کو لینے گئے تھے اس کے بعد ان لوگوں کی طرف جانا ہی نہیں ہوا تھا‘ شام کو وہ دونوں روز ہی آجاتے تھے کیونکہ آج کل دعوتوں کا سلسلہ چل رہا تھا۔ سب سے پہلے سعدیہ پھپھو نے انہیں انوائیٹ کیا یوں بھی نمیرا باجی ان کی بہو تھیں اور زوہا نمیرا کی بہن۔ سب سے پہلے حق تو ان کا ہی بنتا تھا۔ اس کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بعد سمعان اور پھر تو جیسے ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔

پندرہ دن بعد وہ دونوں ہنی مون پر چلے گئے تو وہ اور بھی بور ہو گئی۔ ایم اے فائنل کی کلاسز شروع ہونے میں ابھی مہینے سے بھی زیادہ وقت تھا۔ اب گھر میں وہ مدحت' فوزیہ اور سمرہ بھابھی ہی رہ گئی تھیں۔ وہ زیادہ وقت م... اور آنے والے کی تیاریوں کے ساتھ گزارتی تھیں جبکہ مدحت اور فوزیہ ہمہ وقت ایک ساتھ گھسی بیٹھی جانے کیا کرتی رہتی تھیں۔ آذر ساجد اور نعیم بھائی سے اس کی کوئی خاص بنتی نہیں تھی۔ رہ گئیں دادی جان تو وہ زوہا... ولیمے میں داجان سے مروتاً "سلام دعا کرنے کے بعد سے اتنی خاموش رہنے لگی تھیں کہ کبھی کبھی وہ یونہی بور... ان کا سر کھاتی رہتی مگر ان کے پاس سوائے خاموشی سے دیکھتے رہنے کے کوئی جواب نہ ہوتا تھا۔

ان دنوں محض ایزد کے فون تھے جن کے سہارے وقت اچھا گزر جاتا تھا' وہ حقیقتاً "بور ہونے لگی تھی لہٰذا ... آکر داجان کی طرف آ گئی۔ جہاں کبھی کبھار ایزد اور بی بی جان سے بھی ملنا ہو جاتا تھا۔ گو کہ سفینہ لاج میں بھی بی... جان کی آمد و رفت رہتی تھی مگر وہاں ایزد نہیں آتا تھا اور جو آ بھی جاتا تو ملاقات ہونے کی صورت میں نہ بنتی تھی۔ وجہ سفینہ بیگم کی بارعب اور مشفق شخصیت کے اصولوں کا احترام تھا ورنہ انہوں نے براہ راست کبھی کسی کو روکا ٹوکا نہیں تھا۔ مگر ابتدا سے ہی ان کا انداز ایسا رہا تھا کہ کسی کو بھی ان کی پسندیدگی یا ناپسندیدگی کے متعلق وا... ہدایات حاصل کرنے کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ ہر فرد اپنی جگہ خود ہی سمجھ لیتا تھا۔ شاید اسی وجہ سے ان... بچے کبھی اپنے والد کے بارے میں ان سے واضح لفظوں میں بات نہ کر سکے۔ کیونکہ ان کے تیور ہی ساری داستا... سنا دیتے تھے۔ صہیبہ کو اکثر حیرت ہوتی کہ اتنی نرم خو' معاملہ فہم اور دوسروں کے جذبات کا احساس کرنے و... دادی جان محض داجان کے معاملے میں مونگے کی چٹان کیوں ثابت ہوتی تھیں۔

مگر جب سے ایزد ہمدانی اس کی زندگی میں آیا تھا اسے اچھی طرح اندازہ ہو گیا تھا کہ آخر عورت کیوں اپنے شو... کو شیئر نہیں کر سکتی محبت اور استحقاق کی شدت اسے کتنا پوزیسو بنا دیتی ہے اسے اب پتا چلا تھا۔

آج کل اس کا سارا وقت دادی جان کے بعد داجان کا تجزیہ کرتے گزر رہی تھی۔ کم و بیش ان کا بھی دادی جا... والا حال تھا۔ ایک گہری خاموشی نے ان کا احاطہ کر رکھا تھا ———— "کیا ہو گیا ہے داجان آپ کو سچ اس... آپ مجھے بہت بور کر رہے ہیں۔"

"ارے کیا واقعی!"

وہ چونک کر قدرے مسکرائے تھے۔ ٹی وی اسکرین سے نظریں ہٹاتے ہوئے انہوں نے اسے شفقت سے دیکھا تھا۔ اس نے ہنوز منہ پھلائے رکھا۔

"پلیز اب اتنا بنیے بھی نہیں۔ میں سفینہ لاج کی بوریت سے گھبرا کر یہاں آئی تو یہاں بھی وہی تنہائی وہ... یکسانیت ہے سچ میں اکتا گئی ہوں۔"

"تو کس نے کہا تھا شادی سے انکار کرنے کے لیے اگر تم مان گئی ہوتیں تو آج زوہا کی طرح کہیں گھومنے پھر... گئی ہوئی ہوتیں۔ اچھا وقت گزرتا تمہارا بھی۔ مگر اب کیا کہا جا سکتا ہے۔ اٹس یور چوائس مائی چائلڈ اکتاہٹ ہو... چاہے بوریت بھگتنی تو پڑے گی۔"

اسے حقیقتاً گلہ کرتی نظروں سے اپنی طرف دیکھتا پا کر انہوں نے قصداً خوشدلی کا لبادہ اوڑھا تھا جسے صہیبہ کی عمیق نگاہیں فوراً تاڑ گئیں۔ جواباً "نہیں کچھ کہنے کو وہ ان کے قدموں میں آ بیٹھی۔

چند ثانیے گہری نظروں سے ان کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ نظر چرا گئے۔

"داجان!"

اس کے لہجے میں ایسا استفسار تھا جسے محسوس کرتے ہی داجان قدرے بے چین ہو گئے تھے تاہم چہرے کے تاثرات اپنے قابو میں رکھنے کی بھرپور کوشش کی۔

"ہوں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"آپ ابھی تک شاکڈ ہیں دادی جان سے مل کر۔"

اس نے نظریں جھکائے جھکائے سوال کیا تو وہ مبہم سا مسکرائے اور پھر ٹھہر ٹھہر کر بولنے لگے۔

"شاکڈ تو میں انہیں کھو کر تھا اب تو ایک عجیب سی احساساتی کیفیت کا شکار ہوں۔ وقت کا قلم انسانوں کے ذہنوں پر کیسی کیسی تحریریں لکھ جاتا ہے۔ ایسی انجان اور انوکھی تحریریں کہ ہم جیسے تجربہ کار اور معمر لوگ بھی اسے پڑھ نہیں پاتے اور جو پڑھ لیں تو سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔"

ان کی آواز بے حد دھیمی اور انداز گہری سوچ میں ڈوبا ہوا لگ رہا تھا۔

"ہاں شاید اس لیے کہ وقت انسان کو بدل دیتا ہے۔" اس نے ان ہی کے انداز میں کہا تھا۔

"نہیں بیٹا بلکہ انسان اپنے لیے وقت کو بدل ڈالتا ہے۔ وقت تو وہی دیتا ہے جو انسان نے بو کر اپنے لیے اگایا ہوتا ہے۔ چاہے اپنائیت ہو یا غیریت۔"

وہ کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں مرتکز کیے عمیق خیالات میں کھوئے ہوئے تھے۔

"مگر اپنائیت کا احساس تو ہمیشہ ویسا ہی رہتا ہے دا جان جیسا ازل سے دل میں پیدا ہو گیا ہوتا ہے۔ کیا حادثے دل کو دل سے جدا کر ڈالتے ہیں؟ کیا کسی کی غلطی ہمارے دل سے اس کے لیے وہ محبت وہ التفات بھی نکال پھینکتی ہے جس سے ہم جیتے ہیں؟ سانس لیتے ہیں؟ بولیے دا جان۔ کیا واقعی ایسا ہو جاتا ہے؟"

اس کی بے یقینی سوالات میں ڈھل کر لبوں سے پھسلی تھی۔ دا جان موہوم سی آس لیے اس کی طرف مڑے تھے۔

"جو شخص جتنا چاہتا ہے اتنا ہی حق بھی رکھتا ہے اور جب حق رشتے کے حوالے سے اور بھی مضبوط ہو جائے تو دل میں معافی کی گنجائش بھی بہت بڑھ جاتی ہے۔ پھر تو جو مانگو مل جاتا ہے ماسوائے جدائی کے اور بس یہی وہ سم قاتل ہے جس سے محبت کرنے والوں کے دل ہجر کے زہر سے نیلے پڑنے لگتے ہیں۔ میری خطا یہ ہے بیٹا کہ میں نے سفینہ بی بی سے ہی ہجر مانگ لیا تھا۔ پھر ترک تعلق تو ہونا ہی تھا۔ وہ بہت انا پرور ہے شدت پسند خاتون ہیں۔ ان سے موت اور جدائی دونوں برداشت نہ ہو سکا۔"

ہلکی سی نمی ان کی آنکھوں کی سطح کو جگمگا رہی تھی۔ جہیبیہ دل پہ بوجھ سا محسوس کرتے ہوئے اٹھ آئی۔ دا جان نے بھی اسے نہ روکا شاید وہ تنہائی میں اپنا محاسبہ کرنا چاہتے تھے اس کی موجودگی اور سوالات انہیں مزید اپ سیٹ کر دیتے تھے۔

"کتنی عجیب اور ناقابل یقین پیش گوئی ہے یہ زندگی محبت ہو جائے تو پا لینے کی خواہش خدشے پیدا کر دیتی ہے اور جو پالو تو بھی جدائی شب خون مارنے نقب لگانے کہیں گھات لگانے بیٹھی ہوتی ہے۔ کبھی بہت قریب اور کبھی دور۔"

لان کی سبز گھاس پر ٹہلتے ہوئے اسے بیک وقت ایزد اور زوہا کی شدت سے یاد آئی تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں اس نے بلا ارادہ چاہا تھا اور بے حد چاہا تھا۔

بیگم یاور فرہاد کی شادی میں شریک تو نہ ہوئی تھیں مگر احد کے بے حد اصرار پر شرمین اور نرمین کو بھیجنے پر راضی ہو گئی تھیں۔ یہ بھی صرف اس لیے ممکن ہو سکا تھا کہ وہ زونیہ بھابھی کے ساتھ آیا تھا جنہوں نے دیور کی پوری حمایت کی تھی۔ بیگم یاور گو کہ پرانے خیالات کی عورت تھیں مگر انہیں انکار نہ کر سکیں۔

بلکہ حقیقت تو یہ تھی کہ انہوں نے احد کی نظروں میں چھپی بے تابی اور التفات سے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ نرمین کو محض کلاس فیلو کی حیثیت سے انوائیٹ کرنے نہیں آیا اس کے جذبے سنجیدگی میں ڈھل چکے ہیں۔

زونیہ نے بھی ڈھکے چھپے لفظوں میں کسی حد تک انہیں اپنے آنے کی وجہ باور کرا دی تھی اور ساتھ ہی احد سے متعلق ساری معلومات انہیں بہم پہنچا دی تھیں۔

دوران گفتگو انہوں نے احد کا بغور جائزہ بھی لے لیا تھا۔ وہ نہ صرف خوش شکل اور خوش گفتار تھا بلکہ اس کے چہرے کی مسلسل مسکراہٹ اور خوشگوار رویے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ بہت خوش مزاج بھی ہے۔

خصوصاً زونیہ نے اس کی بہت تعریفیں کی تھیں اور بیگم یاور کو مل کر یقین ہو گیا تھا کہ وہ غلط بھی نہیں کہہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

رہی۔

زمین کے لیے سمعان کا پروپوزل آیا ہوا تھا اور اب زونیہ اور احد کی باتوں سے لگ رہا تھا جیسے وہ بھی دل تہیہ کیے بیٹھے ہیں کہ اس گھر کی دہلیز لے لیں گے ایسے میں انہیں یاور صاحب کی غیر موجودگی سخت ناگوار گزر رہی تھی۔

ساری زندگی انہیں ان کے اس رویے کا افسوس نہیں رہا بلکہ جس قدر وہ گھر سے دور اور بیگم یاور سے کھنچے رہتے وہ اتنا ہی خود کو آزاد اور پرسکون محسوس کرتی تھیں۔ ان کی معیت سوائے اعصاب شکن اذیت کے اور تو دیتی بھی نہ تھی۔

مگر اب بچے بڑے ہو گئے تھے۔ لہٰذا ان کا یہ رویہ اب بیگم یاور کو کھٹکنے لگا تھا بیٹوں کے لیے رشتے آنے لگے اور یہ معاملہ ایسا تھا کہ تمام تر اختلافات کے باوجود دونوں کو ہی اس معاملے میں سوچ بچار کے بعد فیصلہ کرنا تھا دونوں ہی لڑکے بزنس فیملی سے ہیں اس لیے یاور صاحب کو انکار نہیں ہو گا۔ بیگم یاور یہ سوچ کر ہی خوش ہو رہی تھیں بس ان کے آنے کی دیر تھی انہیں امید تھی کہ سلمان صاحب سے پچھلی رنجشوں کے باوجود ان کے یہاں زمین کا رشتہ کرنے میں پس و پیش سے کام نہیں لیں گے۔ کیونکہ ان کی نظر میں رشتے داری کے لیے اپنے ہی اصول اور معیار تھا اور وہ تھا بزنس۔ جس کے پیش نظر انہوں نے ایزد کو زمین کے لیے چنا تھا۔ مگر یہاں وہ مات کھا گئے تھے۔ ان کی ذرا سی چوک سے یہ رشتہ تو اب ختم ہو چکا تھا لہٰذا سمعان زمین کے لیے بے حد موزوں رہے گا۔ اس وقت بھی وہ خیالات کے اسی تانے بانے میں الجھی ہوئی تھیں کہ اتنی دیر میں زمین اور شرمین ایک ساتھ ہی ان کے کمرے میں چلی آئیں۔

"امی جی آپ یہاں بیٹھی ہیں سمیر کب سے آپ کو تلاش کر رہا ہے۔"

شرمین نے اندر داخل ہوتے ہی سوال کرتے ہوئے اپنے آنے کا جواز بتایا۔

"کیوں اسے کیا کام ہے مجھ سے۔"

"وہ کہہ رہا ہے کہ کارور کشاپ لے جانی ہے اس کے لیے اسے پیسے چاہئیں۔ غالباً کلچ چینج کرانا ہے اسے۔"

زمین نے بتایا تو وہ ہوں کہہ کر الماری کی طرف بڑھ گئیں اور ہزار کے چند نوٹ لا کر زمین کی ہتھیلی پر رکھ دیے۔

"اسے دے دو اور کہنا خیال سے خرچ کرے مجھے پورا حساب چاہیے ہو گا اس کا اور ہاں سنو۔ اسے پیسے دے کر واپس آنا مجھے تم دونوں سے بات کرنی ہے۔"

ہدایات جاری کرتے ہی انہوں نے تاکید کی تو دروازے کی جانب بڑھتے ان دونوں کے قدم ٹھٹک گئے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا مگر وہ زمین کو جانے کا اشارہ کرتے ہوئے سامنے رکھے دیوان پر آ بیٹھیں۔

زمین چپ چاپ باہر نکل گئی تو شرمین ان سے ذرا فاصلے پر آ بیٹھی دل میں عجیب سی دھکڑ پکڑ شروع ہو گئی تھی نہ جانے امی جی نے انہیں کیوں روکا ہے؟۔ آخر کیا کہیں گی؟۔ دونوں ہی سوچ رہی تھیں کیونکہ ایسے مواقع کم ہی آتے تھے کہ انہوں نے خود سے انہیں مخاطب کیا ہو۔

زمین کی واپسی تک وہ خاموش ہی رہیں شرمین نے بھی سوال کرنا مناسب نہ سمجھا۔

"جی کہیے امی جی۔ ہم سن رہے ہیں۔"

زمین نے آتے ہی بیڈ کے کارنر پر ٹکتے ہوئے بے تابی سے پوچھ لیا تھا۔

"کیا کہوں کچھ سمجھ نہیں آتا یاور وہاں جا کر بیٹھ گئے ہیں اور سمیر اتنا چھوٹا ہے کہ اس سے کوئی مشورہ ہی کر نہیں سکتی۔ اس لیے آج صاف صاف تم لوگوں سے ہی بات کر رہی ہوں کیونکہ تمہاری میمونہ خالہ کا کہنا ہے کہ اس معاملے میں پہلے تم سے پوچھ لیا جائے اس کے بعد میں یاور سے خود فون پر بات کر لوں گی کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں"

انہوں نے لمبی تمہید باندھی تھی وہ دونوں ان کی گفتگو کا پس منظر سمجھ گئیں مگر اس بات پر جیسے حیرت سے گم

www.iqbalkalmati.blogspot.com

رہ گئیں کہ امی جی اور ابی کو فون کریں۔ انہوں نے تو اپنی زندگی کے ان تیئس سالوں میں کبھی ابی سے کانٹیکٹ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اور نہ کبھی ابی کو ضرورت پڑی مگر اب حالات بدل چکے تھے۔ اب ان دونوں کا نہیں ان کے بچوں کا زمانہ ہے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے رویئے میں لچک پیدا کرنے پر مجبور تھیں۔

"زمین کے لیے سمعان کے والدین سوال کر چکے ہیں اور شرمین کے لیے احد کی بھابھی نے ڈھکے چھپے لفظوں میں اظہار مدعا کر دیا ہے۔"

انہوں نے قدرے رک کر بات دوبارہ شروع کی اور ایک لمحے کے لیے ان دونوں کی طرف دیکھا تو وہ دونوں ہی عجیب سی ہو کر نظریں چرا گئیں۔

لاکھ اختلافات سہی وہ ماں تھیں بیٹیوں کی آنکھوں سے جھلکتی خوشی کی رمق انہیں نظر آ گئی تھی۔ ایک مبہم سی مسکراہٹ ان کے لبوں کو چھو گئی۔

"اس لیے میں نے سوچا ہے کہ تمہارے ابی سے فون پر ہی بات کر لیتی ہوں اس کے لیے میں نے ایزد میاں سے ان کا امریکہ کا فون نمبر لے لیا ہے۔ تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ اس بارے میں تمہاری رائے جان سکوں تو کہ میں اسے اتنا ضروری نہیں سمجھتی مگر میمونہ چاہتی ہے کہ اس معاملے میں تم لوگوں کی رائے کو اہمیت دی جائے۔ بولو بیٹا تم دونوں کو کوئی اعتراض تو نہیں۔"

اتنا شیریں لہجہ تو امی کا کبھی نہ تھا انہیں تو بس ہمیشہ ابی کا غصہ ان دونوں پر اتارنے کی عادت تھی۔ شاید لاشعوری طور پر وہ سمجھتی تھیں کہ ان دو بیٹیوں کی ذمہ داریوں نے انہیں جکڑ دیا ہے ورنہ وہ کب کا سمیر کو لے کر الگ ہو چکی ہوتیں۔

مگر بیٹیوں اور وہ بھی دو دو بیٹیوں کا ساتھ انہیں سمجھوتے پر مجبور کر دیتا تھا اور یاور علی خان کے ساتھ مفاہمت پر راضی ہو جاتیں مگر دن بہ دن زمین اور شرمین ان کے لیے وبال بنتی چلی گئیں۔

لیکن اب صورت حال یوں بدل گئی تھی کہ جیسے جیسے ان دونوں کے اس گھر سے جانے کے دن آ رہے تھے وہ انہیں پیاری ہوتی جا رہی تھیں۔ زبان میں چاہے لاکھ تلخی ہوتی اب زہرہ بیگم کی سوئی ممتا جاگنے لگی تھی اور اس میں سمیر کا ہی ہاتھ تھا جو آئے دن ان کی برین واشنگ کرتا رہتا تھا۔

"بولو بیٹا یہ تو حکم خدا فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ شرع ہے اور شرع میں شرم نہیں ہوتی کہہ ڈالو جو دل میں ہے میں تمہارے ساتھ ہوں۔ دونوں ہی برسر فیملیاں ہیں مگر میرا دل مطمئن ہے۔ سمعان اور احد دونوں ہی اچھے ہیں۔ بقول زونیرہ بیگم کے احد کی والدہ بھی جلد ہی آنے والی ہیں اور میں چاہتی ہوں کہ تم دونوں کے فرض سے جلد از جلد سبکدوش ہو جاؤں۔ اس لیے بیٹا بتا دو جو تمہاری رائے ہے۔"

ان کی خاموشی پر زہرہ بیگم نے نرمی اور حلاوت سے کہا تو وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگیں اور پھر زمین نے ہی شرمین کے اشارے پر۔

"جیسی آپ کی مرضی امی جی۔" کہہ کر جیسے ان کا دل جیت لیا۔ ایک سکون کی گہری سانس ان کے سینے سے آزاد ہو گئی تھی۔

انہیں کتنی فکر تھی کہ جانے سمعان اور احد کے متعلق ان دونوں کی رائے کیا ہو جانے وہ انہیں پسند بھی کریں کہ نہیں مگر ان کی سعادت مندی نے زہرہ بیگم کو نہال کر دیا تھا در حقیقت دونوں رشتے انہیں پسند آ گئے تھے اور وہ انہیں دل سے قبول کرنے کو تیار تھیں۔

"خوش رہو بیٹا۔ اب جاؤ تم دونوں نے میرا کام آسان کر دیا اب میں یاور کو فون کروں گی۔" ان دونوں کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیر کر انہوں نے کہا تو وہ دونوں خفیف سی ہو کر باہر نکل آئیں۔

● ● ●

گل پوش وادیوں اور سربفلک پہاڑوں سے گھرے خوب صورت مناظر نظروں میں جذب کرتے ایک

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دوسرے کی سنگت اور رفاقت کی الوہی خوشی محسوس کرتے ہوئے ان دونوں کو احساس ہی نہ ہوا کہ دن کس رفتاری سے گزرے ہیں۔

انہیں کراچی سے آئے پچیس دن ہو گئے تھے اور اگلے پانچ دن کے اندر اندر انہیں لوٹنا تھا لہٰذا فطری طور دونوں ہی بیک وقت گھر جانے کی مسرت اور ان حسین وادیوں کی جدائی سے قدرے ملول تھے۔

"خوب صورت وقت کس تیزی سے گزر جاتا ہے نا فرہاد۔" چیڑ اور دیودار کے درختوں کی مخصوص خوشبو اپنے اندر اتارتے ہوئے زوہا نے جس جذب سے کہا فرہاد کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"ہاں جبھی تو ان کی خوب صورتی ہماری یادوں کا سرمایہ بنتی ہے۔"

"آپ کو کیسا لگ رہا ہے؟"

سامنے کے منظر سے نظر ہٹا کر فرہاد پر ڈالتے ہوئے اس نے اشتیاق سے پوچھا۔

"تمہارے ساتھ تو بہت اچھا لگ رہا ہے۔"

اس کا نرم ہاتھ اپنی پر حدت مٹھیوں میں جکڑتے ہوئے وہ بڑی وارفتگی سے والہانہ انداز میں بولا تو وہ جھینپ گئی۔

"کمال ہے یار تم اب تک شرماتی ہو ارے محترمہ ہماری شادی کو پورا ڈیڑھ ماہ ہونے کو آیا ہے۔ آج کل لڑکیاں تو دو دن میں سارے حجاب اور تکلفات اٹھا کر چھپر پر رکھ دیتی ہیں آخر تم کس دور کی ایجاد ہو؟"

اس کے محجوب سے انداز پر وہ ہنستے ہوئے اس کے کندھے پر بازو پھیلا گیا تو وہ کچھ اور سمٹ گئی۔

"میں اسی دور کی ایجاد ہوں محترم اور رہ گئی تکلفات اٹھا کر رکھنے والی بات تو ایسی کتنی لڑکیوں سے سابقہ آپ کا جو اس قدر یقین سے فرما رہے ہیں۔" اس نے مصنوعی غصے سے اسے گھورتے ہوئے استفسار کیا جس لطیف سا طنز تھا۔

"بھئی تم سابقے کی بات کرتی ہو یہاں تو ساری زندگی ہی ایسی لڑکیوں کے ساتھ گزری ہے ہر طرف ان کا سایہ رہا ہے۔"

"کیا مطلب؟" اس نے آنکھیں نکالیں۔

"بھئی مطلب کیا۔ یہی اپنی کزنز کمپنی وغیرہ۔"

اس نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے اختصار سے کام لیا تو ایک ثانیے کے لیے زوہا کے لبوں پر چپ کا قفل لگ گیا۔

"اور ثناء وہ کیسی تھی؟" جھکی نظروں سے پوچھتے ہوئے اس کا لہجہ بظاہر سرسری تھا مگر فرہاد نے محسوس کیا کہ اس نام سے اس شخصیت سے کچھ خائف ہے پریشان ہے اور خود کو ثناء کے سامنے کمزور محسوس کرتی ہے۔

"تم کیوں جاننا چاہتی ہو اس کے بارے میں؟"

اس کا ہاتھ مزید مضبوطی سے تھامتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے پوچھا تو وہ نروس سی نظر آنے لگی۔

"اگر آپ اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتے تو کوئی اور بات کر لیں۔ میں نے تو بس یونہی۔" شانے اچکاتے ہوئے وہ کچھ متذبذب سی لگی۔ فرہاد کے دل پر ایک چوٹ سی لگی وہ اب بھی اس سے دل کی بات چھپا رہی تھی اور یہ رویہ اسے ہرٹ کر گیا تھا۔

"نہیں زوہا یونہی نہیں۔" یکدم اس نے انگلی اٹھا کر اسے تنبیہاً ٹوک دیا۔

"صاف بات کرو میں اوپن ہارٹڈ سنوں گا۔ کہو تمہارے دل میں کیا خدشے ہیں۔ کون سے اندیشے ہیں جنہوں نے کراچی میں تمہیں اس قدر ہراساں کر رکھا تھا۔ حتی کہ ہنی مون پر آنے کے بعد بھی کبھی کبھی تم یکدم سراسیمہ سی ہو جاتی ہو جیسے اس وقت ثناء کا تذکرہ تمہیں خائف کر گیا ہے۔"

وہ پوچھ رہا تھا سوال کر رہا تھا اور زوہا کے دل میں جیسے طوفان مچل گیا۔ ورزدیدہ نظروں سے اسے دیکھا اور دھیرے سے اپنا ہاتھ چھڑا کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی نظریں اب بھی سامنے ایستادہ پہاڑ کی چوٹیوں پر جمی تھیں۔ فرہاد بھی اٹھ کر اس کے پہلو میں آ کھڑا ہوا۔

"میں خوفزدہ نہیں ہوں فرہاد مگر ایک عجیب سا خیال ہمہ وقت میرے ساتھ رہتا ہے۔ آپ کی ماما نے مجھے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ے قبول نہیں کیا۔ نہ ہی آپ کی کزنز کا رویہ خوشگوار رہا ہے۔ بس اسی لیے میں مستقبل کے خیال سے ڈر جاتی "پ۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں آنے والے دنوں کی تلخیاں ہمارے رشتے میں دراڑیں نہ ڈال دیں۔ میں اب ایسی ,دگی کا تصور بھی نہیں کر سکتی جو آپ کے بغیر یا آپ کی محبت کے بغیر ہو۔"

پاس کھڑے فرہاد پر اک اداس سی نظر ڈالتے ہوئے وہ بہت سنجیدگی سے کہہ رہی تھی کوئی اور وقت ہوتا تو وہ اس ےاس طرح کہنے پر اسے چھیڑ چھیڑ کر پزل کر دیتا مگر اس لمحے اسے زوہا کا دل انجانے وسوسوں سے آزاد کرانا تھا۔

"کم آن زوہا تم اب بھی ایسا سوچتی رہتی ہو۔ میں ہوں نا تمہارے ساتھ پھر کیا فکر ہے تمہیں۔ ماما کا رویہ سخت نرور ہے مگر وہ تمہیں ناپسند نہیں کرتیں بس ان کا اپنا کچھ معیار ہے۔"

"اور میں اس معیار پر پوری نہیں اتری۔" وہ بیچ میں ہی تاسف سے بول اٹھی۔

on my left toe میری بلا سے زندگی مجھے گزارنی ہے تمہارے ساتھ 'ماما کو نہیں اور ارانہیں زیادہ ہی اختلاف ہوا تو میں تمہیں لے کر اپنے گھر چلا جاؤں گا۔ جہاں صرف میں اور تم ہوں گے۔"

اپنے مضبوط بازوؤں کے حصار میں اسے لیتے ہوئے وہ جس یقین اور محبت سے بولا زوہا کو لگا کہ اب وہ سارے ہانے سے ٹکرا سکتی ہے۔ ثمر بیگم اور ثناء تو کیا وہ تو اب اک دنیا کے خلاف اعلان جنگ کر سکتی ہے۔ مگر اسے یہ محاذ ذرا نہیں محبت سے جیتنا تھا اور وہ اس کے لیے خود کو تیار کر رہی تھی۔

● ● ●

یونیورسٹی میں کلاسز شروع ہوئیں تو صبیحہ علی ولا سے واپس آ گئی۔ "سفینہ لاج" زوہا کے بغیر بڑا ہی بے رونق سوس ہو رہا تھا مگر اسے بھی عادت تو ڈالنا ہی تھی خود کو۔ مدحت اور فوزیہ تو ہمیشہ کی طرح سر جوڑے مگن تھیں اسے اب بھابھی ہی کمپنی دیتی تھیں۔

بھوربن' مری اور سوات سے زوہا کے کئی فون آ چکے تھے آواز سے ہی خوشی کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ اس سے ات کرنے کے بعد گھر کے بڑوں کے اندیشے قدرے کم ہو گئے۔

ابھی کلاسز شروع ہوئے تین چار دن ہی ہوئے تھے کہ صبیحہ کی سالگرہ آ گئی زوہا ہوتی تو وہ کچھ ہلا گلا کرتی جیسے ا۔ ہمیشہ وہ چائنیز میں ڈنر دیا کرتی تھی مگر اس بار اس کا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا بلکہ یونیورسٹی جانے کی روٹین اسٹارٹ "نے کے باعث وہ بہت زیادہ تھک جاتی لہٰذا ذہن میں ایسا کچھ رہ بھی نہیں پاتا۔

اس دن بھی وہ اپنے آپ میں مگن یونیورسٹی چلی آئی گیٹ پر اتری تھی کہ سامنے گرے سوک سے ٹیک لگائے لڑے ایزد کو دیکھ کر رک گئی۔ اس نے بھی اسے دیکھ لیا تھا جب ہی کی رنگ گھمانے کا مشغلہ ترک کر کے وہ اپنی نصوص سنجیدہ مسکراہٹ سمیت اس کی طرف بڑھا۔

"ارے آپ یہاں اتنی صبح خیریت تو ہے؟"

"جی بالکل خیریت ہے۔ ویسے سلام دعا کرنے کی عادت نہیں ہے آپ کو۔" مسکرا کر جواب دیتے ہوئے وہ قصداً شوخی سے بولا تو وہ ہنس پڑی۔

"اوہ ہاں میں تو بھول ہی گئی تھی کہ اپنے سے بڑوں کو سلام کرنا چاہیے اور آپ تو ویسے بھی مجھ سے کافی بڑے ہیں۔"

"ظاہر ہے بڑے آدمی جو ہوئے۔" وہ پھر دلکشی سے مسکرایا۔

"خیر اب ایسے بھی نہیں یوں بھی میں عمر کی بات کر رہی تھی۔" اس نے جان بوجھ کر ایسی شکل بنائی کہ ایزد کو ںی آنے لگی۔

"ہاں تو بتائیے نا محترمہ کہ کیا عمر ہے آپ کی یہی تو میں پوچھنا چاہ رہا تھا۔"

"آپ یہ پوچھنے کے لیے اتنی صبح یہاں تشریف لائے ہیں۔" اس نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائیں۔

"دن کے ساڑھے گیارہ بج رہے ہیں اور تم اسے صبح کہہ رہی ہو اتنی دیر سے یونیورسٹی آتی ہو تم؟"

"بھئی کیا کریں ابھی کلاسز ٹھیک سے شروع ہی نہیں ہوئیں پچھلے کئی دن سے صبح آ رہی تھی آج تو میں نے سوچا کہ آرام سے چلا جائے ویسے آپ یہاں کب سے کھڑے ہیں؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"دیکھیں شاہی۔ مجھے اس طرح کی گفتگو پسند نہیں' یہ آپ مجھ پر ہر وقت طنز کیوں کرتے رہتے ہیں۔ کیوا جتاتے رہتے ہیں کہ میرا رویہ غلط ہے۔" بیگم ثمر کے غصے اور اشتعال کو اس طرف کا راستہ نظر آگیا تھا۔ در حقیقت انہیں زوہا پر طیش آرہا تھا جو جاتے ہوئے ان کی واضح ہدایات کو سنتی تو رہی تھی مگر اس پر عمل ان نے نہیں کیا اور اس کا ثبوت تھا کہ پندرہ دن کا کہہ کر انہیں مہینہ بھر ہونے کو آیا تھا لوٹے نہیں تھے۔ زوہا نے تو ثمر بیگم پھنکارتے لہجے میں دی گئی ہدایات کے باعث فرہاد پر بہت زور دیا تھا مگر اس نے پاپا کو فون کر دیا تھا اور انہیں مطمئن کر دیا۔ مگر یہاں ثمر بیگم جیسے ہر گزرتے دن کے ساتھ انگاروں پر لوٹ رہی تھیں۔

"اس لیے ثمر بیگم کہ فرہاد کے مقابلے میں بابر سے زیادہ کلوز رہی ہیں آپ مگر اس کے دو ماہ کے ورلڈ ٹور پر ناک بھوں نہیں چڑھائی تھی آپ نے بہت پرانی بات نہیں چند ماہ پہلے کا قصہ ہے۔ پھر اب یہ روایتی ساسوں طرح زوہا کی خوشی کیوں کھٹک رہی آپ کو؟" احتشام صاحب صاف گوئی سے بولے تو ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"واٹ ربش۔ مجھے بھلا کیوں کھٹکے گی ان کی خوشی۔ میں کوئی جیلس عورت نہیں شاہی۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔" کپ میز پر پٹختے ہوئے وہ حد درجے جارحانہ ہو گئی تھیں احتشام صاحب ایک بار پھر دل جلانے والی طنزیہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگے۔

"آپ جیلس نہیں ہیں اس کا اندازہ تو ہو رہا ہے۔"

"اسٹاپ اٹ شاہی۔ وہ میرا بیٹا ہے میں اس کی خوشی میں خوش تھی جب ہی "سفینہ لاج" کی لڑکی کو بہو بنا مائنڈ اٹ۔ یہ میری اعلیٰ ظرفی تھی۔" اسٹیپ میں کٹے ہوئے بالوں کو ایک جھٹکے سے پیچھے کرتے ہوئے وہ اہانت آمیز لہجے میں بولیں جیسے "سفینہ لاج" سے نہیں کسی کچی آبادی کے جھونپڑے سے لڑکی اٹھا لائی ہوں احتشام صاحب کا چہرہ ان کے لہجے پر سرخ ہو گیا۔

"تم نے پھر وہی فضول باتیں کرنی شروع کر دی ہیں ثمر جو میری برداشت سے باہر ہیں۔ (I think you better leave now) (میرا خیال ہے کہ تمہیں چلے جانا چاہیے)۔" بمشکل اپنے بھڑکتے لہجے کو قابو کرتے ہوئے انہوں نے صاف لفظوں میں انہیں اپنی خواب گاہ سے نکل جانے کے لیے کہا تو وہ تلملا کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"اوہ ہیل (Oh hell) مجھے بھی کوئی شوق نہیں تم سے تمہاری چہیتی کی طرفداریاں سننے کا مگر یاد رکھو شاہی یہ اچھا نہیں کر رہے ہو۔ کل کی لڑکی کو میرا مخالف بنا رہے ہو۔ اور تمہارا یہ بی ہیویر اس گھر کے لیے بہت نقصان دہ ہے۔"

"کبھی اپنے رویے پر بھی غور کرنا ثمر بیگم کہ تم کہاں کہاں اور کیسے اس گھر کو ضرب لگا رہی ہو؟ بچوں کے معاملے میں فراخدل بننا سیکھو۔ تمہیں تو ان کے ساتھ ساتھ خود کو بھی ہرٹ کرو گی۔" لہجے میں واضح وارننگ تھی بیگم غصے سے بل کھاتی چند ثانیے انہیں گھورتی رہیں اور پھر نخوت سے سر جھٹک کر باہر نکل گئیں۔

"خیریت ہے؟ لگتا ہے آج آنٹی انکل میں پھر ٹکراؤ ہوا ہے۔" ناشتے کی میز پر ان دونوں کو غائب دیکھ کر زونیہ نے بابر سے اظہار خیال کیا۔

"ہوں۔ ان فیکٹ ماما کو فرہاد کی فکر ہے۔ ایک ماہ ہونے کو آیا ہے وہ اب تک واپس نہیں آیا۔" کانٹے سے بوائل انڈا کھاتے ہوئے انہوں نے وجہ بتائی۔

"سو واٹ۔ ہم لوگ بھی تو پورے دو ماہ بعد لوٹے تھے۔ بھئی شادی کون سی روز روز ہوتی ہے۔ ہنی مون سے واپس آنے کا کس کا دل چاہتا ہے۔" زونیہ شوخی سے مسکراتے ہوئے بولیں تو بابر ذرا سا ہنس دیئے۔

"مگر تمہیں تو معلوم ہے کہ یہ شادی کس قدر کنٹروورسی کا شکار رہی ہے۔ ماما کو شاید اس لیے زیادہ غصہ ہے۔"

"مطلب۔ سم کائنڈ آف جیلسی۔" (یعنی کسی قسم کی جیلسی۔) لہجہ کو دھیما کرتے ہوئے زونیہ نے استفسار کیا تو بابر نے قصداً "نظر انداز کر دیا۔

"مجھے صرف آدھا کپ چائے دینا۔ آج موڈ نہیں ہو رہا۔" صاف ٹالا تھا۔ زونیہ خاموش ہو گئیں البتہ انہیں

ر افسوس ہوا کیونکہ یہ تو واضح ہو گیا تھا کہ اب ثمر بیگم اسے سکون سے رہنے نہیں دیں گی۔

"ہیلو کپلز۔ ارے ایک کپل کہاں ہے بھئی؟" احد اپنے مخصوص انداز میں ہیلو کرتا چلا آرہا تھا کہ ماما اور پاپا سیاں خالی دیکھ کر استفہامیہ ہو گیا۔

"ان کو شاید لیٹ ناشتہ کرنا ہے۔ تم بیٹھو میں چائے بناتی ہوں۔" زونیو نے خوبصورتی سے اس کے سوال کا ب دے کر اسے آفر کی۔ ان کی بات سے احد کیا بہلتا۔ فوراً "بھائی کی طرف دیکھ کر نظروں ہی نظروں میں سوال ور حسب توقع جواب پا کر بھنویں اچکا دیں۔

"کمال ہے یار۔ ماما بھی حد کر دیتی ہیں۔" زونیو چائے ٹھنڈی ہونے کی وجہ سے کچن کی طرف چلی گئیں تاکہ ہ چائے بنوا سکیں تو احد نے بابر سے تفصیل سن کر تاسف سے کہا۔

"اب تو ایسا ہمیشہ ہو گا ڈیئر۔ میں نے تو پہلے ہی سمجھایا تھا فرہاد کو کہ بلاوجہ ایک ایٹومت لاؤ گھر میں۔ ماما شروع بڑی Extremist (شدت پسند) رہی ہیں۔ ایک بار جسے ناپسند کر دیں پوری لائف وہ ان کی گڈ بک میں نہیں تا۔" بابر نے قدرے تشویش سے کہا تھا احد کے چہرے پر احتجاج رقم ہو گیا۔

"مگر یہ تو قطعی ان لاجیکل رویہ ہے ماما کا۔ بغیر کسی ریزن کے کسی بھی شخص کے ساتھ اختلاف سے پیدا ہنا محض ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔"

"معلوم ہے مجھے۔ مگر اب کیا ہو سکتا ہے؟ یہ ماما کی نیچر ہے اور اس معاملے میں صرف کمپرومائز ہو سکتا ہے۔ دے ناؤ لیو دس ٹاپک۔ تم ناشتہ کرو میں چلتا ہوں دیر ہو رہی ہے مجھے۔ زیادہ ٹینس ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہر ں اپنی لائف خود گزارتا ہے اور اس کے اپس اینڈ ڈاؤنز بھی خود ہی فیس کرتا ہے۔

تمہیں ان کے بارے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں' وہ اپنی قسمت کا خود سامنا کریں گے۔" کوٹ کرسی کی ے سے اٹھا کر پہنتے ہوئے بابر نے قدرے ناصحانہ انداز میں اسے ہدایت دی۔ جس پر وہ محض شانے اچکا کر رہ گیا کہنا چاہتا تھا مگر زونیو کی واپسی سے بات ادھوری ہی چھوڑنی پڑی۔ یونیورسٹی پہنچتے ہی اس نے قصداً "آرٹس ملٹی کے کئی چکر لگائے کہ شاید صہیبہ نظر آجائے تو اس سے باتوں ہی باتوں میں زوہا اور فرہاد کی واپسی کے بارے پچھ معلوم ہو سکے مگر صہیبہ غالباً" اس روز آئی نہیں تھی۔

● ● ●

"عجیب ہو تم بھی علی صاحب۔ اپنے بچہ لوگ سے دور اکیلے اس ویران گھر میں پڑا ہو۔ ام کہتا ہے کہ تم اپنے بچہ ے کو بلاتے کیوں نہیں' تمہارا بیوی تمہیں آنا نہ سہی۔ مگر اولاد کو تو باپ کا خیال رکھنا چاہیے نا۔" خان بابا گرم م سوپ کا پیالہ انہیں پکڑاتے ہوئے بولے تو دا جان کے لبوں پر مغموم مسکراہٹ دوڑ گئی۔ بڑی تھکی ہوئی نظروں ، انہیں دیکھا۔

"خیال اسی باپ کا رکھا جاتا ہے خان جو اپنی اولاد کا خیال رکھتا ہے۔ میں نے کیا کیا' میں نے تو ثریا بیگم کی محبت ت اور رفاقت میں سفینہ سمیت اپنے چاروں بچوں کو بھی دھتکار دیا۔ غافل ہو گیا ان سے' جس وقت انہیں ی ضرورت تھی میں نے انہیں قابل اعتنا نہ جانا اور اب جبکہ مجھے ان کے ساتھ کی خواہش ہے' وہ مجھ سے دور ہے۔ یہ تو مکافات عمل ہے خان۔ وہ کہتی ہے جو میں نے بوئی تھی اب وہ مجھے ہی کاٹنی ہے۔" بڑے ملول انداز اور ے لرزتی آواز میں انہوں نے خود احتسابی کی جس پر ایک لمحے کے لیے تو خان بابا بھی توقف کر گئے۔

"چلو یہ تو تمہارا بات ٹھیک ہے مگر شامی بیٹا تو تمہاری محبتیں سمیٹ کر جوان ہوا۔ اسے کون سا ماضی روکتا ہے۔" خان بابا اپنے برسوں پرانے مالک کی گرتی ہوئی صحت' تنہائی اور پچھتاوے پر بہت کڑھتے تھے اس لیے ان سے یہ باتیں نکل جاتیں۔ یوں بھی جب سے ثریا بیگم کا انتقال ہوا تھا خان بابا اور دا جان کافی نزدیک آگئے ۔ دونوں کا درد مشترک تھا دونوں ہی تنہائی کے مارے تھے۔

"اسے کوئی ماضی نہیں بلکہ اس کا حال روکتا ہے خان۔ بلکہ میں نے خود اسے منع کر رکھا ہے۔ تمہیں ثمر دلہن ہ عادت کا تو معلوم ہی ہے۔" نقاہت بھری نحیف سی آواز میں وہ اپنی اولاد کی حمایت کر رہے تھے۔ خان بابا کے امنے وہ اپنے کسی بیٹے کے متعلق کچھ نہیں سن سکتے تھے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہاہ ہائے۔ کیا قسمت ہے تمہارا علی صاحب' اتنی اولادیں ان کی بھی اولادیں بیوی' بہوئیں مگر تم تو اکیلا۔" خان بابا نے گہری سانس بھرتے ہوئے انہیں تاسف سے دیکھتے ہوئے سوچا تو دا جان ان کے چہرے سے ان کی سوچ کو پڑھ گئے۔

"نہیں خان۔ مجھ پر ترس مت کھاؤ' مجھے میری نظر میں اتنا ذلیل مت کرو۔" وہی مخصوص استہزائیہ مسکراہٹ ان کے لبوں پر بکھرنے لگی تو خان بابا نظر چرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

"ام صہیبہ بچی کو فون لگاتا ہے۔ بلائے گا اسے فرہاد تو کراچی میں نہیں ہے۔ پر صہیبہ آجائے گا۔"

"نہیں خان۔ اس کی مطلق ضرورت نہیں۔ میں شام تک ٹھیک ہو جاؤں گا۔ صہیبہ کو ڈسٹرب مت کر ابھی چند دن پہلے ہی تو وہ گھر گئی ہے پھر اب اس کی کلاسز بھی شروع ہو گئی ہیں۔ میں خود اسے فون کر لوں گا۔" دا جان نے انہیں فوراً" روک دیا تو وہ خفگی کا تاثر دیتے ہوئے باہر نکل گئے۔ اور وہ ان کو بلا کر منانے کا سوچتے رہ گئے۔ خان بابا سے انہیں کس قدر دوستی راہٹ اور تسلی کا احساس ہوتا تھا بس وہی جانتے تھے۔ جب سے صحو کرنے لگی تھی ان کی گھر سے باہر کی کمپنی بھی چھٹتی جارہی تھی تاہم اب بھی ان کا حلقہ احباب خاصا وسیع تھا۔ روز روز کون کسے یاد کرتا ہے۔

● ● ●

فرہاد کی غیر موجودگی کے باعث سمعان کو آفس میں زیادہ وقت دینا پڑ رہا تھا جس کے باعث زمین اور اس کا اسکول میں سامنا قدرے کم ہونے لگا تھا۔ سمعان کی عدم دستیابی کی وجہ سے ایک متبادل ۔۔۔ ٹیچر کا انتظام کر دیا گیا تھا۔

کافی کام سلمان صاحب کو خود دیکھنا پڑتا البتہ جب سمعان اپنی سیٹ پر آتا تو وہ اپنی روٹین کی کارروائی نبٹانے لگتے۔ اس روز بھی وہ پورے ایک ہفتے بعد اسکول آسکا تھا اور یہ روٹین محض فرہاد کی عدم موجودگی کے باعث تھی اس کی واپسی پہ یہ مسئلہ حل ہو جانا تھا۔

زمین کی طرف اس کے جھکاؤ کو سب نے دھیرے دھیرے محسوس کرنا شروع کر دیا تھا لہٰذا کسی نہ کسی طرح بات بھی "اوپن سیکرٹ" کی سب کے علم میں آگئی کہ سلمان صاحب اور ان کی بیگم نے بیٹے کے کہنے پر اسے بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

لہٰذا سب کے ہی رویئے میں ایک واضح تبدیلی آگئی تھی بظاہر کوئی کچھ نہ بھی کہتا تو سب کی نظریں شوخی یا سے انہیں دیکھتی رہتیں۔ سمعان کب آیا کب اس نے زمین کو مخاطب کیا کیوں کیا اور کس لیے کیا؟ یہ تمام سوال ایسے تھے کہ ان کے جواب کی متلاشی آنکھیں ہمہ وقت زمین کو اپنا محاصرہ کیے محسوس ہوتیں۔

آج ایک ہفتے سکون سے گزرنے کے بعد وہ پھر آگیا تھا وہ اب بھی اسے دیکھ کر ہمیشہ کی طرح پزل ہو جاتی تھی مگر اس وقت اسے نئی ٹیچر مونا کے ساتھ اس سے پچھلے ہفتے کا تمام لائحہ عمل ڈسکس کرنا تھا۔ تینوں اسٹاف روم میں موجود تھے۔

"اوکے مس مونا۔ میں سمجھ گیا۔ ایسا کریں آپ تھیوری کرالیں۔ نیومیریکل (Numerical) اور پریکٹیکل میں دیکھ لوں گا۔" لائحہ عمل پر نظر دوڑاتے ہوئے اس نے رجسٹر بند کر کے کہا تو مونا نے سر ہلا دیا اور زمین کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی۔ دونوں کو اپنی اپنی کلاسز میں جانا تھا۔

"ہم چلیں سر۔" مونا نے ہی پوچھا۔

"ہوں۔ آپ چلیے اور مس زمین آپ میرے آفس میں آیئے۔" وہ اسے سنجیدگی سے دیکھتا حکم سناتا باہر نکلا تو اسٹاف روم میں ہر طرف جیسے معنی خیز نظروں نے اس کا گھیراؤ کر لیا۔ کسی نے کھنکارنا بھی شروع کر دیا تھا وہ پہلے کی طرح پزل ہوتی باہر نکل آئی۔

سمعان کی ان باتوں سے اسے کبھی سخت جھنجلاہٹ ہو جایا کرتی تھی مگر اب محض وہ جھینپ جاتی۔ جب سے سمعان کے والدین ان کے گھر آئے تھے اس کی سوچ میں ایک واضح تبدیلی آئی تھی وہ اور خوش آئند خیالات رکھنے لگی مثبت سوچ اور اچھے خواب اب اس کے ذہن میں آنکھوں میں سجنے لگے تھے۔

خود کو قدرے نارمل کرتی ہوئی وہ ہلکی سی ناک کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"آپ نے بلایا تھا۔" سر کتنا اس نے اب چھوڑ دیا تھا اور یہ سلمان انکل اور سمعان کی مشترکہ ہدایت تھی لہٰذا محض آپ کہہ کر کام چلایا جاتا۔

سمعان نے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور مسکرا کر پین ہولڈر میں پین اٹکا دیا۔

"آیئے زمین بیٹھیے۔"

"مجھے جلدی ہے ذرا میری کلاس ہے۔" اسے ریلیکس انداز میں کرسی کی بیک سے سر ٹکاتا دیکھ کر جھنجلا کر کہا تاکہ وہ زیادہ وقت نہ لے۔

"آئی نو۔ اور آج پریکٹیکل ڈے ہے میں نے مصطفیٰ کو اریج کر دیا ہے۔ پلیز ہیو آ سیٹ۔" ساری راہیں مسدود کر کے اسے اپنے سامنے بیٹھنے پر مجبور کرتے ہوئے اس کے لبوں پر بڑی دلکش مسکراہٹ تھی۔

"بائی دا وے آپ مجھ سے اتنا کتراتی کیوں ہیں زمین؟ اب تو میرا خیال ہے کہ آپ کو گریزاں گریزاں انداز اور پریشاں پریشاں نظریں ترک کر دینی چاہئیں۔" وہ خاصے فریش موڈ میں تھا زمین محض ایک نظر اسے دیکھ کر سامنے لگی قائداعظم کی پورٹریٹ کو دیکھنے لگی۔

"ایسی تو بات نہیں ہے۔ میں بھلا کیوں پریشان ہوں گی؟"

"یہی تو میں کہہ رہا ہوں۔ اینی وے بلایا آپ کو اس لیے تھا کہ اس وقت میں بڑا خوش ہوں اور اپنی خوشی میں سب سے پہلے آپ سے ہی شیئر کرنا چاہتا ہوں۔ اب پلیز یہ مت پوچھیے گا کہ کیوں۔؟" اس کے فوراً ٹوکتی نظروں سے دیکھنے پر وہ تیزی سے بولا تو وہ بے اختیار مسکرا دی۔

"تھینکس تھینکس زمین۔ کم از کم آپ کو مسکراتا تو دیکھا۔ ویسے آپ ہنستی ہوئی بھی اتنی ہی دلکش لگتی ہیں جتنی کہ سنجیدہ۔" اس کا ستائش و توصیف سے بھرپور انداز اس قدر متانت اور تہذیب سے بھرا تھا کہ وہ باوجود چاہنے کے برا نہ منا سکی۔ محض سوالیہ نظر اس پر ڈال کر کچھ یاد دلایا۔

"اوہ ہاں۔ تو میں بتا رہا تھا کہ آج میں نے اپنے بزنس کی سب سے بڑی ڈیل فائنل کی ہے۔ (and woule you beliva) زمین۔ یہ ڈیل کرتے ہوئے میرے ذہن میں صرف ایک ہی بات تھی کہ اگر ایسا ہو گیا تو میں آپ کے فادر کے سامنے ایک اچھی اور مستحکم پوزیشن کے ساتھ جا سکوں گا۔ اور آج چونکہ ایسا ہو گیا ہے تو دل چاہا اسے آپ سے سب سے پہلے شیئر کروں۔ کہیے کیسا لگا۔ آپ کو بھی کچھ خوشی ہوئی یا۔۔۔؟" مسکرا کر خوش دلی سے کہتا وہ بڑے مسرور انداز میں شوخی سے اسے دیکھتا میز پر کہنیاں ٹکائے ہوئے جھکا تو وہ چہرے پر جھلک آنے والی خوشی چھپا نہ سکی۔

"کامیابیوں پر تو خوش ہی ہوا جاتا ہے۔" اس نے احتیاط سے جملہ ادا کیا تو سمعان ہنس پڑا۔

"ویل سیڈ۔ ویسے آپ خاصی احتیاط پسند ہیں۔ اور مجھے آپ کا یہ انداز اچھا لگتا ہے۔ اینی وے۔ ممکن ہے میں اس سلسلے میں کوئی سلیبریشن کروں آپ تیار رہیے گا۔ آپ کو آنا ہو گا۔" خوشگواریت سے کہتا وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اسے ایک اور مخمصے میں ڈال گیا۔

"جی۔ کیا مطلب؟" وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ (لو اب جانے کیا کہنے والے ہیں حضرت)

"کم آن ڈونٹ بی اسکیوڈ۔ آپ کو اکیلے نہیں بلا رہا آنٹی سمیرا اور شرمین ——————

—————— سب مدعو ہوں گے، اور چیف گیسٹ ہوں گے آپ کے فادر۔ بائی دا وے کب آ رہے ہیں وہ۔" ٹائی کی ناٹ سیٹ کرتے ہوئے اس کی نظریں آف کلر کے اسٹائلش سوٹ میں ملبوس زمین پر ٹکی ہوئی تھیں۔

"ابھی تو کچھ وقت ہے۔ ویسے امی جی انہیں فون کریں گی۔"

"تھینکس گاڈ معاملہ یہاں تک تو پہنچا۔" زمین کے بتانے پر بظاہر اس نے آہستگی سے کہا تھا مگر آواز اتنی اونچی تھی کہ اس تک بخوبی پہنچی اور اس کے چہرے پر اس کا عکس بھی جھلکنے لگا تھا جس پر سمعان کی آنکھوں میں دیے سے جل اٹھے۔

● ● ●

"بتایئے نا فرہاد ماما کے لیے کون سا گفٹ اچھا رہے گا؟" مری مال روڈ سے اختتامی شاپنگ کرتے ہوئے اس نے زینب بھابھی اور احمد کے لیے چند چیزیں لے لیں تو فرہاد سے پوچھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک تو سب سے بڑی مخالف ثمر بیگم تھیں جن کی تعریفیں غیر معمولی شدت کی حامل تھیں اور دوسرے ان کے مقابل زوہا تھی جس نے محبت بھی ہمیشہ ڈر ڈر کر کی تھی۔

● ● ●

ایزد کو جیسے ہی بیگم یاور کا میسج ملا اس نے یاور صاحب کا امریکہ والا کانٹیکٹ نمبر انہیں دے دیا تھا۔ آج کل مصروفیت پھر سے بڑھ گئی تھی ایک نیا ڈیلیگیشن آیا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ڈیلنگ میں وہ بری طرح مصروف تھا۔ اس روز بھی صرف صہیبہ کی برتھ ڈے کی وجہ سے اس نے وقت نکالا کہ وہ کام بھی ضروری تھا۔
کاروبار لوگوں سے زیادہ اہم نہیں ہے یہ اس نے اب جانا تھا۔ صہیبہ سے ملنے کے بعد اسے حاصل کرنے کے بعد۔ پہلے کی بات اور تھی اس پر صرف اسٹیبلش ہو جانے کی دھن سوار رہتی تھی مگر اب نئے اور نازک رشتے کی خوبصورت ریشمی ڈور نے اسے ایسا باندھا تھا کہ وہ سب کچھ بھلا بیٹھا تھا۔ مگر خوش تھا کہ سچی خوشی تو جذبوں کی اسیر ہوتی ہے۔
اسی وجہ سے آج کل کی گوناگوں مصروفیت سے بھی وقت نکالنے لگا تھا مگر یاور صاحب کے گھر جانے کی پھر فرصت نہیں ملی جبکہ انہوں نے (بیگم یاور نے) کئی بار بلایا بھی تھا۔
بیگم یاور کو جونہی نمبر ملا انہوں نے رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر اس طرف سے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔ اس لیے تنگ آکر انہوں نے ایزد کو فون کر ڈالا۔ اور ساری بات بتادی۔
"مگر نمبر تو بالکل یہی ہے مسز یاور۔ انکل نے اسی ہوٹل میں اسٹے (Stay) کیا ہے۔ بلکہ گزشتہ دو ہفتوں سے میں نے اسی نمبر پر کانٹیکٹ کیا ہے۔" وہ اس صورت حال پر خاصا حیران ہو رہا تھا۔ گو کہ پانچ چھ روز سے یاور صاحب نے اس سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا مگر پھر بھی اسے یقین تھا کہ وہ وہیں قیام پذیر ہیں اور ایسا تو اکثر ہوتا تھا کہ یاور صاحب کئی کئی دن رابطہ نہ کرتے اور مصروف رہتے۔
"مگر وہاں سے تو یہی جواب مل رہا ہے کہ کئی دن سے یاور ہوٹل واپس نہیں آئے جبکہ ان کا سامان وہیں موجود ہے۔ بیٹا ایزد تم ٹھیک سے پتا کرو۔ میرا دل سخت پریشان ہے' یاور کی عادت ہے وہ کبھی کسی سے شیئر نہیں کرتے کیا معلوم وہ وہاں کسی مصیبت میں پھنس گئے ہوں؟ خدانخواستہ کچھ مسئلہ نہ ہو گیا ہو۔" بیگم زہرہ اس وقت بالکل ہی بے حال ہو رہی تھیں۔ جانے کیوں ان کا دل بیٹھا جا رہا تھا' ایزد ان کے لہجے پر پریشان ہو اٹھا اس کی تشویش ہوٹل سے ملنے والی انفارمیشن پر بڑھ گئی تھی۔
"او کے مسز یاور۔ بی ایزی۔ پلیز آپ پریشان نہ ہوں میں پتا کرتا ہوں۔ ممکن ہے انہیں اپنا کوئی دوست مل گیا ہو اور وہ اس کے ساتھ کہیں تفریح یا سیاحت پر نکل گئے ہوں۔" ایزد نے خود کو کمپوز کرتے ہوئے انہیں دلاسا دینے کی کوشش کی۔
"یاور کو تفریح اور سیاحت سے قطعی دلچسپی نہیں۔ یہ تم بھی جانتے ہو ایزد۔ رہ گئی دوست کی بات تو وہ اپنے کسی رشتہ دار کے یہاں نہیں جاتے کسی دوست کے ساتھ کہاں جا سکتے ہیں؟" ان کا دل کسی تاویل کو ماننے پر تیار نہیں تھا۔ در حقیقت ایزد خود اس امر سے واقف تھا۔
"مگر وہ کسی بزنس میٹنگ کے لیے تو کہیں بھی جا سکتے ہیں۔ اس کی پاسیبلٹی (Possiblity) تو ہے نا۔ ہو سکتا ہے انہوں نے اپنا کچھ سامان لیا ہو اور کہیں بزنس انٹرنیٹ میں چلے گئے ہوں۔ بہر حال کچھ بھی ہو۔ میں معلوم کرتا ہوں آپ بالکل ریلیکس رہیے او کے۔ اللہ حافظ۔" انہیں تو بظاہر اس نے تسلی دے دی تھی مگر خود وہ سخت تشویش زدہ ہو گیا تھا۔ فوری طور پر اس نے اپنے سارے کانٹیکٹس الرٹ کیے اور تمام مصروفیات پس پشت ڈال کر یاور صاحب سے رابطہ کرنے کی کوشش میں لگ گیا۔

● ● ●

"سفینہ لاج" میں سب کو ان کے لائے ہوئے گفٹس بے حد پسند آئے تھے' اتنی محبت سے وہ دے رہے تھے اگر نہ بھی اچھے لگتے تب بھی وہ اسی طرح خوشی خوشی قبول کر لیتے۔ دوپہر کا کھانا کھا کر ہی انہیں جانے کی اجازت ملی تو فرہاد نے فیصلہ کر لیا کہ وہ داجان سے ملتا ہوا ہی گھر جائے گا۔ احد کو شام کا ٹائم دیا تھا اور کہہ بھی دیا تھا کہ وہ خود پہنچ جائے گا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہاں سے نکل کر وہ دونوں دا جان کے پاس پہنچے۔ آج تو ان کی طبیعت قدرے بہتر تھی دوسرے صہیبہ نے ان کے نکلنے سے پہلے ہی احتیاطاً فون کر دیا تھا۔ لہٰذا دا جان ان کے آنے سے قبل ہی بستر چھوڑ کر اٹھ بیٹھے تھے۔ ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر کس قدر خوش ہوئے تھے وہ۔

خان بابا کو انہوں نے بہت سی ہدایات کی ساتھ کچن کی طرف بھیج دیا تھا مگر ان دونوں کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔

"پلیز دا جان۔ آپ قطعی تکلف نہ کریں۔ یہ میرا اپنا گھر ہے۔ آپ جانتے ہیں احتشام ہاؤس کے مقابلے میں اس گھر کو میں نے زیادہ قریب محسوس کیا ہے اور مجھے محبت بھی زیادہ یہاں سے ملی ہے۔ پھر آپ سے کبھی جھجک محسوس نہیں کی میں نے۔ تو اب کیوں کروں گا؟ زوہا کے بھی دا جان کا گھر ہے۔ کوئی تکلف نہیں چلے گا۔ ان کی پلیٹ ماما کو معلوم نہیں کہ ہم کراچی آگئے ہیں۔ آتے ہی ان کی امی کی طرف چلے گئے اور اب آپ سے ملنے آیا ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ ماما سے زیادہ آپ نے محبت دی ہے مجھے۔ میں یہی بتا رہا تھا زوہا کو۔" وہ ان سے لگا کھڑا بڑی محبت سے بول رہا تھا۔ انہوں نے دیکھا ماشاء اللہ پچھلے دنوں کے مقابلے میں کس قدر نکھر گیا تھا وہ۔ صہیبہ اور زوہا سے انہیں والہانہ محبت تھی اور ان دونوں کو ہی خوش دیکھ کر ان کا خون بڑھتا تھا۔

صہیبہ کے ساتھ وجیہہ ایزد جچتا تھا تو فرہاد کے ساتھ معصوم سی زوہا۔ اس وقت بھی وہ دھیمے سروں میں ہنستی مسکراتی کس قدر مطمئن اور حسین لگ رہی تھی۔

"ماشاء اللہ۔" انہوں نے جیسے دل ہی دل میں ان کی نظر اتاری اور دائمی خوشیوں کی دعا دی۔

"ٹھیک ہے مگر کل کا دن چھوڑ کر پرسوں تم صبح سے آ رہے ہو یہاں۔ میں احتشام کو فون کر دوں گا۔ نمٹتا رہے تمہاری ماما سے۔ کیوں زوہا بیٹا آؤ گی اپنے دا جان کے یہاں؟" اسے بڑی استحقاق سے کہہ کر انہوں نے زوہا کو مخاطب کیا تو وہ مسکرا دی۔

"جی دا جان۔ میرا تو اس وقت بھی رکنے کو دل کر رہا ہے مگر فرہاد ٹھیک کہہ رہے ہیں ماما خوامخواہ پریشان ہوں گی۔" وہ مروت سے بولی۔

"اور کریں گی بھی۔" فرہاد کا انداز برجستہ تھا۔

وہ اور دا جان جس طرح دوستانہ انداز میں ہنسے، زوہا کو قدرے حیرت ہوئی۔ واقعی وہ ثمر بیگم سے کس قدر دور تھا۔ دا جان کے ساتھ ان کا مذاق اڑاتے ہوئے اس کے چہرے پر کوئی ایسا تاثر نہیں ہوتا تھا جس سے یہ اندازہ لگایا جاسکے کہ وہ یہ بات اپنی ماں کے لیے کہہ رہا ہے۔

گو کہ ہنسنے کے باوجود دا جان کی آنکھوں میں تنبیہہ تھی مگر اس نے زیادہ توجہ نہیں دی تھی بلکہ خان بابا کو آواز دے کر چائے کا آرڈر دینے لگا تھا۔

اور اس لمحے زوہا نے اپنے دل میں بے انتہا اطمینان اترتا محسوس کیا۔ ثمر بیگم احتشام ہاؤس میں اس کی واحد مخالف تھیں اور فرہاد ان سے ہی دور تھا۔ یہ بات اس کے لیے اس لحاظ سے اچھی تھی کہ ثمر بیگم چاہنے کے باوجود ان کے درمیان رنجش پیدا نہیں کر سکتی تھیں کیونکہ فرہاد تو پہلے ہی ان سے کبیدہ تھا۔

● ● ●

"شام ڈھل رہی ہے اور تم کہتے تھے کہ وہ آنے والا ہے۔ میں کہتی ہوں ہے کہاں وہ؟ تم اسے ایئرپورٹ لینے کیوں نہیں گئے؟"

احتشام ہاؤس کے وسیع لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے دونوں کو ثمر بیگم کا پر جلال لہجہ اور غصیلی آواز بخوبی سنائی دے رہی تھی۔

"بھائی نے منع کیا تھا ماما۔ ان فیکٹ ان کی سیٹ چانس پر تھی۔" احد نے اپنی طرف سے جھوٹ بولا تاکہ ثمر بیگم کا پارہ کچھ نیچے آسکے۔

"رہنے دو۔ مت دو مجھے یہ لیم ایکسکیوزز۔ میں جانتی ہوں اچھی طرح تمہیں بھی اور فرہاد کو بھی۔ اس کی ہر معاملات میں تم نے ہمیشہ اس کا ساتھ دیا ہے۔" وہ پھنکار رہی تھیں۔

"مگر اس بار ایسی کون سی غلطی ہو گئی ماما۔ ہنی مون پر تو سب ہی جاتے ہیں۔" احد خود کئی دنوں سے ان سے چڑا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہوا جھنجلا کر بول اٹھا حالانکہ ان سے الجھنے کی اس کی عادت نہیں تھی۔ یہ فریضہ محض فرہاد انجام دیتا تھا۔

"احد۔ یہ تمہیں اتنی جرات کیسے ہوئی مجھ سے بحث کرنے کی۔ گیٹ لاسٹ فرام ہیئر۔ اور آئندہ مجھ سے لہجے میں بات کرنے کی بھول مت کرنا' سمجھے۔ ناؤ، آف۔" انتہائی ترش اور خشمگیں لہجے میں انہوں نے جھڑک دیا تو وہ بمشکل خود پر ضبط کرتا محض اس لیے اپنے کمرے کی طرف آگیا کہ زونیرہ بھابھی نے اشارہ کر دیا تھا۔

"کم آن آنٹی آپ ریلیکس ہو جایئے۔ بابر گئے ہیں ایئرپورٹ ممکن ہے کہ فلائیٹ لیٹ ہو گئی ہو یا احد کو دھیان رہ گیا ہو۔ پھر وہ کہہ تو رہا ہے ناکہ فرہاد کی سیٹ چانس پر تھی ہو سکتا ہے (May be) اسی لیے وہ آنہ ہوں۔" زونیرہ ان کا پارہ نیچے لانے کی کوشش میں بہت نرمی سے بولیں۔

"بات یہ نہیں ہے زونی بیٹا تم نہیں جانتیں یہ "سفینہ لاج" والوں کی چالاکیاں' بظاہر وہ لڑکی زوہا جتنی معصوم آتی ہے اتنی ہے نہیں۔ صرف ایک بار علی ولا میں ملی فرہاد کو اور پھنسا لیا۔ اب دیکھو شادی ہوئے جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے کیسا قبضہ کر کے بیٹھی ہے جیسے فرہاد اس کی جائیداد ہو۔"

لاؤنج کے دروازے کے باہر زوہا اور فرہاد کے قدم یکدم ٹھٹک گئے تھے۔ زوہا نے بے اختیار آنکھوں میں نمی دل میں دکھ اترتا محسوس کیا۔ شانے پر لٹکے بیگ کے اسٹریپ پر اس کی گرفت یکلخت ڈھیلی پڑ گئی تھی جبکہ فرہاد کے اعصاب اسی رفتار سے کھنچے تھے۔ زوہا اس وقت اس کے ساتھ تھی اور اس نے بھی یہ سب سن لیا تھا۔

"محبت میں انسان ایسا سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے آنٹی۔ ویسے زوہا ایسی لڑکی نہیں مجھے تو وہ بہت بے ضرر سی لگی آپ نے دیکھا کیسے آپ کی ایک ایک بات مانتی تھی۔" زونیرہ اپنی مضبوط پوزیشن اور خالہ کی محبت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بول رہی تھیں کہ احد نے بالخصوص ان سے کہا تھا کہ وہ زوہا اور فرہاد کا ساتھ دیں۔ اور کچھ انہیں بھی نہ جانے کیوں زوہا کی طرف دلی کھنچاؤ محسوس ہوا تھا۔ ورنہ دیورانی کے لیے ساس کی زبان سے ایسی باتیں سن کر کوئی جیٹھانی خوش نہیں ہوتی۔

"تم ان چلتروں کو ابھی سمجھتیں نہیں بیٹا۔ مگر میں خوب جانتی ہوں ان مڈل کلاس مینٹیلٹی والی لڑکیوں کو کہ شادی ہی وہ اس لیے کرتی ہیں کہ مردوں پر قبضہ جما کر انہیں ہمیشہ کے لیے اپنا غلام بنالیں۔ وہ میری ایک بات مانتی ضرور تھی مگر ان سے دگنی لگائی بھی ہو گی فرہاد سے۔ وہ تو ویسے ہی کانوں کا کچا ہے پھر ابھی اس کا جادو خوب سر چڑھ کر بول رہا ہے اسے بھڑکانا تو اور بھی آسان ہو گا اس کے لیے۔" انتہائی تنفر اور تضحیک آمیز انداز میں ان کا زوہا کے لیے بس چلتا تو جیسے بوٹیاں کروا کر چیل کووں کو ڈلوا دیتیں۔ فرہاد کی مٹھیاں بھنچ گئیں جبکہ زوہا کی آنکھوں کی نمی پھسل کر گالوں پر اتر آئی تھی۔ وہ فیصلہ کن انداز میں انتہائی جارحانہ پن سے آگے بڑھا گویا چاہتا ہو کہ جا کر ثمر بیگم سے الجھ پڑے کہ زوہا نے اس کا ہاتھ سختی سے تھام لیا۔ متورم نظروں سے اسے دیکھا۔ اور نفی میں سر ہلا دیا۔

"پلیز ایسا ویسا کچھ نہ کریں جو ماما کی باتوں کی تصدیق کر دے۔ آئی بیگ آف یو فرہاد۔ اس وقت ضبط کر جائیں فار مائی سیک پلیز۔ یقین کریں ماما کا ایک ایک لفظ بھول جاؤں گی میں اگر آپ نے میرا مان رکھ لیا۔" منت کرتے ہوئے اس نے بمشکل آنسو روک کر رخساروں کی نمی ہتھیلی میں جذب کی تھی۔ مگر فرہاد تو جیسے بپھرا ہوا سمندر بنا ہوا تھا۔

"چھوڑو مجھے۔ مت دو مجھے کوئی واسطہ' ماما کی جرات کیسے ہوئی ایسے الزامات لگانے کی۔ انہوں نے تمہاری ہی نہیں میری بھی توہین کی ہے۔ تذلیل کی ہے میرے جذبوں کی۔ میرے تمہارے رشتے کی۔"

"پلیز پلیز فرہاد آپ کو قسم ہے میرے سر کی اس وقت خاموش ہو جایئے۔ ہم آج اپنے ہنی مون سے لوٹے ہیں میری خوشی خاک میں نہ ملائیں میں گھر میں کوئی جھگڑا نہیں چاہتی۔ پھر بڑے تو چھوٹوں کو کہتے ہی ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ برداشت اور حوصلے سے کام لیں۔" وہ اسے دھیمی آواز میں بمشکل سمجھا رہی تھی جبکہ اندر سے ثمر بیگم کی زہر اگلنے کی مستقل آواز آرہی تھی غالباً" اسی لیے انہیں ان دونوں کی گفتگو سنائی نہیں دی تھی۔

"خواہ بزرگ اپنا ظرف اور ضبط کسی کے ہاتھ بیچ آئے ہوں۔" اس کی آنکھیں لہو رنگ سی ہو رہی تھیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نے یکدم شاکی نظروں سے دیکھا اور اس کا بازو چھوڑ دیا۔
"تو ٹھیک ہے جایئے جا کر لڑیئے ان سے کہیے کہ وہ غلط کہہ رہی ہیں۔ مگر کیا اس طرح آپ میری سچائی ثابت کر سکیں گے۔ نہیں بلکہ اس طرح ان کے دل میں میرے لیے تنفر اور بڑھ جائے گا۔ انہیں یقین آجائے گا کہ میں نے ہی آپ کو ان خلاف اکسایا ہے۔ میں نے جادو کیا ہے آپ پر پلیز۔" بھیگے لہجے میں کہہ کر وہ چپ ہو گئی تو فرہاد کو ٹھنڈا کر گیا۔ کتنے ہی ثانیے اسے دیکھتا رہا پھر کسی سوچ کے تحت اپنے اعصاب نارمل کرتے ہوئے اس کے آنسو صاف کر کے اس کے بالوں پر بوسہ دیتے ہوئے بولا۔
"اوکے میں خود کو کمپوز کر لیتا ہوں۔ مگر آئندہ رونا نہیں۔ میں تمہیں خوش اور مسرور دیکھنا چاہتا ہوں۔ یو مسٹ زوہا یو آر ٹو یو رسکلی ویری مچ۔ اور تمہیں میری اس خواہش کا خیال رکھنا ہے۔" وہ حد درجے جذباتی ہو رہا تھا اس کے رویئے نے اسے زوہا سے اور بھی نزدیک کر دیا تھا' زوہا اس کی بات پر کھل سی اٹھی' اور جلدی سے چہرے کے تاثرات نارمل بناتی اندر چلی آئی۔
ثمر بیگم اب بھی چنگاریاں اگل رہی تھیں کہ زونیرہ کی نظر اس پر پڑ گئی۔
"ارے زوہا اور فرہاد۔ تم لوگ آ گئے۔ سچ کب سے تمہارا انتظار کر رہے تھے ہم سب۔" زونیرہ تیزی سے اٹھ کر ان کے قریب آئیں اور یوں پوز کیا جیسے وہ سب ان کی آمد کے ہی منتظر تھے۔ اور تھے بھی مگر اس طرح نہیں جیسے انہوں نے ظاہر کیا زوہا اور فرہاد نے ایک نظر آپس میں دیکھا اور ان کا بھرم رکھتے ہوئے مسکرا دیئے۔ جبکہ ثمر بیگم کے تنے ہوئے چہرے پر تناؤ بڑھ گیا اور شکنوں کا جال سا بن گیا۔

● ● ●

"بات کچھ ایسی ہے سمیر کہ تمہیں فون پر نہیں بتا سکتا۔ پلیز تم یہاں آجاؤ اور دیکھو آنٹی کو قطعی اندازہ نہ ہونے پائے کہ تم میرے پاس آ رہے ہو اور میں تم سے یا ور انکل کے بارے میں کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔" ایزد بہت تشویش اور سنجیدگی سے اسے ہدایت دے رہا تھا۔
"مگر ہوا کیا ہے؟" سمیر فکر مند ہو اٹھا تھا۔ ایزد کی آواز سنگینی کی چغلی کھا رہی تھی۔
"پلیز سمیر۔ نو کونسچن اینی مور۔ تم آجاؤ۔" وہ بالکل سنجیدہ تھا۔
"اوکے میں آتا ہوں۔" فون کریڈل پر رکھ کر اس نے زہرہ بیگم کو کہا کہ وہ اپنے دوست سے ملنے جا رہا ہے اور ارا" بائیک دوڑاتا ہوا آفس پہنچا۔
ابی کی موجودگی میں اسے یہاں آنے کی نہ کبھی ضرورت پڑی نہ اس نے زحمت گوارا کی مگر آج ایزد کے لہجے نے اسے پریشان کر ڈالا تھا۔ بائیک پارک کرتے ہوئے حقیقتاً" اس کا دل گھبرا رہا تھا۔ یقیناً" کچھ سنگین مسئلہ تھا جب ہی سمیر کو یہاں بلوایا گیا تھا۔
اور اس کی تصدیق اسے ایزد کی تشویش سے پر آنکھیں دیکھتے ہی ہو گئی تھی۔
"کیا بات ہے ایزد صاحب؟ پلیز جلدی سے کہہ ڈالیے۔ میں سخت نروس ہو رہا ہوں۔ اور پلیز مجھے کراس ٹاکنگ میں مت ڈالیے گا۔ ٹو پوائنٹ بات کریں۔ کیسے ہیں کیا ہوا ہے ابی کو؟" اس کی میز پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے سمیر کی پریشانی اور فکر مندی دیدنی تھی۔ ایزد نے گہری سانس بھر کر سر ہلایا اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا۔
"صاف بات یہ ہے سمیر کہ انکل کو برین میں بلڈ Congestion (خون کا جمنا) ڈائگنوز ہوا ہے۔ اور ان کا اگلے ہفتے آپریشن ہے جس میں صرف بیس فیصد کامیابی کے چانسز ہیں۔ لہٰذا پرسوں ہم سب امریکہ جا رہے ہیں۔ مجھے تم چاروں کے پاسپورٹ چاہئیں ٹکٹ اور ویزے کا انتظام کرنا ہے۔"

● ● ●

"واٹ از دیٹ رئیلی سو۔" (کیا واقعی ایسا ہو گیا ہے۔)
سمیر کی گھبراہٹ یکدم تشویش میں ڈھل گئی تھی۔ ایزد نے اس کے قریب آ کر اس کے شانے تسلی دینے کے انداز میں تھپتھپائے۔
"سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بی بریو (بہادر بنو)۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"مگر یہ سب ہوا کیسا۔ ابی ایک صحت مند آدمی ہیں آج تک انہیں کبھی نزلے بخار تک کی شکایت نہیں ہوئی وہ اس طرح Collapse نہیں کر سکتے۔ آئی کانٹ بلیو اٹ۔"

انتہائی پریشانی میں اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح اس اطلاع پر یقین کرے۔ اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے بے یقینی سے کہا۔

"مجھے تمہارے ردعمل کا اندازہ ہے۔ مجھے بھی ایسے ہی شاک لگا تھا۔ انکل کراچی سے جانے سے پہلے بالکل پرفیکٹ تھے۔" ایزد نے اس سے اتفاق کیا تھا۔

"پھر؟" وہ سوالیہ انداز میں مخاطب ہوا۔

"مگر اسلام آباد میں ان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔" ایزد نے مطلع کیا۔

"لیکن ہمیں تو انہوں نے انفارم نہیں کیا۔" سمیر حیران تھا۔

"ہاں انہوں نے اسے زیادہ اہمیت نہیں دی تھی' ایکسیڈنٹ میں بظاہر کوئی فزیکل انجری نہیں ہوئی تھی' انہیں معلوم نہیں تھا کہ سر میں اندرونی چوٹ لگی ہے۔ کسی وین (vein) سے بلڈ لیک ہونا شروع ہو گیا تھا امریکہ جانے سے پہلے اسلام آباد میں بھی انہیں چلنے میں دشواری ہونے لگی تھی۔" ایزد بہت ٹھہرے ہوئے انداز میں اسے بتا رہا تھا۔

"انہوں نے جب بھی توجہ نہیں دی۔ محض فزیو تھراپی کراتے رہے۔ مجھے بھی انہوں نے بتایا تھا مگر سر میں نے سمجھا مسکولر پرابلم ہے اور شاید ان کے فزیشن نے بھی ایسا ہی سمجھا ہو گا۔ لیکن بات اتنی معمولی نہیں تھی۔ حتیٰ کہ امریکہ میں ان کا لوئر پورشن پیرالائز ہونا شروع ہو گیا۔ جس کی وجہ سے انہیں ہاسپٹل شفٹ ہونا پڑا یہاں اس لیے اطلاع نہیں کرائی کہ وہ ہمیشہ کی طرح اب بھی مطمئن تھے کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ مگر بات کافی سیریس ہو گئی ہے' اب تو زبان اور شولڈرز پر بھی بہت اثر پڑا ہے۔"

ایزد خود پریشان اور آزردہ نظر آ رہا تھا مگر سمیر کو دلاسا دینے کی پوری کوشش بھی کر رہا تھا۔ جبھی اس کے شانے دباؤ ڈالتے ہوئے اس کی طرف جھکا۔

"تمہیں بہت ہمت سے کام لینا ہے سمیر۔ آنٹی اور اپنی سسٹرز کا مورال ہائی رکھنا ہے۔ تم جانتے ہو ناں کہ ہمارے معاشرے میں مرد ایسی ذمہ داریاں کس طرح سنبھالتا ہے۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ڈونٹ وری سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

سمیر کی آنکھوں سے جھانکتے سوال اور خدشوں کا اس کے پاس صرف یہی جواب تھا۔

"ان فیکٹ انکل نے اپنے پیرالائز ہونے کا بہت اثر لیا ہے اس وجہ سے انہیں ایک مائنو (چھوٹا سا) اٹیک ہوا ہے۔"

"اوہ گاڈ۔" اس خبر نے تو سمیر کو قطعاً "ستوحش" کر دیا۔ دونوں کہنیاں میز پر ٹکاتے ہوئے سر ہاتھوں میں تھام لیا۔

"ایزد کیا کوئی چانس نہیں۔" تھکے تھکے سے لہجے میں امید کی کرن جگمگا رہی تھی۔

ایزد کو اس کی امید توڑنا اچھا نہ لگا یوں بھی زندگی اور موت تو خدا کے ہاتھ ہے وہ "جبراً" مسکرا دیا۔

"مایوسی کفر ہے سمیر امید پر دنیا قائم ہے۔ لیٹس ہوپ فار دی بیسٹ (اچھے کی امید رکھیں) سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"شیور۔" سمیر انجانے اندیشوں اور خدشوں میں گھرا ہوا تھا۔ دل دھڑک کر کسی آنے والے خطرے کی نشاندہی کر رہا تھا مگر وہ امید کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔

"انشاءاللہ۔"

ایزد نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ تھاما تو وہ کچھ یقین اور بے یقینی میں گھرا اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم گھر جاؤ اور مجھے پاسپورٹ وغیرہ لا دو۔ مگر فی الحال آنٹی وغیرہ کو کچھ مت بتانا ورنہ جب تک ٹکٹ وغیرہ نہیں آئیں گے وہ لوگ پریشان رہیں گی۔ تم امیگریشن کے معاملات تو جانتے ہی ہو۔"

وہ اسے سمجھا رہا تھا ہدایت دے رہا تھا۔ سمیر یوں ہی خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتا سر ہلاتا باہر نکل آیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سڑک پر ٹریفک رواں دواں تھا مگر اسے چاروں طرف سناٹے گونجتے سنائی دے رہے تھے۔ آج پہلی بار اسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ اور ابی کتنے فاصلوں پر تھے۔ ورنہ جو خبر آج ابی نے اسے دی وہ اسے خود معلوم ہونی چاہیے تھی۔

• • •

کتنی گھنٹے ادھر ادھر بائیک دوڑا کر اس نے اپنی ٹینشن دور کرنے کی کوشش کی تھی مگر گھر کے دروازے تک پہنچتے پہنچتے اس کی ہمت جواب دے گئی۔ بہت مشکل تھا اپنے اعصاب پر کنٹرول کرنا خاص کر امی جی کے سامنے وہ خود کو بالکل بے دست و پا محسوس کرتا تھا۔

ہمیشہ سے ان کے ساتھ اس کی شیئرنگ رہی تھی۔ ابی اور امی جی کے درمیان جو اختلافات تھے انہوں نے ہمیشہ اسے بہنوں سے دور رکھا شرمین خاص طور پر امی جی کی بے جا طرف داریوں کے خلاف ہمیشہ بولتی تھی جس کے باعث سمیر کی اس سے کبھی نہیں بنی تھی۔

نرمین البتہ شرمین اور سمیر دونوں سے یکساں رویہ رکھنے کی کوشش کرتی جس میں امی جی کا جانبدارانہ انداز اور برتاؤ رکاوٹ ڈال دیتا تھا تاہم پھر بھی سمیر اس سے کسی حد تک نزدیک تھا۔ بالخصوص ابی کی غیر موجودگی میں یہ ہم آہنگی مزید نکھر جاتی۔

پچھلے کئی ماہ سے وہ اور سمیر کافی ہنسنے بولنے لگے تھے شرمین بھی ان کے ساتھ بیٹھ جاتی البتہ اس کا زیادہ وقت اسٹڈی میں گزرنے لگا تھا۔

لاؤنج میں امی جی نرمین کے ساتھ بیٹھی مل گئیں تو اس نے کمرے کی طرف قدم بڑھا دیئے فی الحال اپنا متفکر چہرہ ان کے سامنے لے جانا خود کو ظاہر کر دینے کے مترادف تھا۔ مگر اس سے پہلے ہی زہرہ بیگم کی آواز نے اس کے قدم جکڑ لیے۔

"سمیر! ادھر آؤ کہاں تھے تم اتنی دیر سے' دو بار آصف کا فون آیا' تم تو کہہ رہے تھے کہ آصف کے پاس جا رہے ہو۔"

اس کے رکتے ہی زہرہ بیگم قدرے غصے سے پوچھنے لگیں تو وہ سٹپٹا سا گیا۔ یکدم بہانہ سوجھا۔

"وہ' وہ ان فیکٹ عامر مل گیا تھا راستے میں' میں اس کے ساتھ جم چلا گیا تھا۔"

نظر چرا کر جھوٹ بولتے ہوئے اس نے نرمین کے چہرے پر ذرا کی ذرا نظر کی۔ جو انتہائی سنجیدگی سے دیکھ رہی تھی۔

"عامر؟" زہرہ بیگم نے پوچھا تو اس نے سر ہلا دیا۔

"وہ تمہارے کمرے میں بیٹھا انتظار کر رہا ہے۔ جاؤ اس سے مل لو۔ پھر میرے پاس آنا۔ تمہیں معلوم ہے نا کہ مجھے یہ حرکتیں کس قدر ناپسند ہیں۔"

غصے کی شدت سے ان کا لہجہ کانپ رہا تھا سمیر نے بے بسی سے ان کی طرف دیکھا۔

"آئی ایم سوری امی جی وہ در اصل"

"جاؤ سمیر میں نے کہا نا کہ عامر سے مل کر آنا میرے پاس۔"

اس کی بات کاٹ کر غصے سے کہتی زہرہ بیگم اپنی خوابگاہ کی جانب قدم بڑھا گئیں تو نرمین تنبیہی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"بلیو می' میرا مقصد امی جی کو دھوکا دینا نہیں تھا۔ میں ذرا ضروری کام سے گیا تھا۔"

نرمین کی نظروں کا اثر تھا یا کچھ ذہنی الجھن کا وہ یونہی صفائیاں پیش کرنے لگا۔ نرمین نے دیکھا پیشانی پر بکھرے بال تھکے تھکے چہرے اور بجھی بجھی آنکھوں والا سمیر اس وقت قطعی جھوٹا نہیں لگ رہا تھا۔ دھیمی سی مسکراہٹ لبوں پر سجاتے ہوئے وہ اٹھ کر اس کے پاس آ گئی۔

"پھر بھی تمہیں امی جی سے جھوٹ نہیں بولنا چاہیے تھا' وہ سمجھیں کہ تم نے انہیں چیٹ کیا ہے' اینی وے عامر تمہارا ویٹ کر رہا ہے اس سے مل لو میں امی جی کو سمجھا دوں گی۔ مگر تم آکر ایکسکیوز کر لینا ان سے۔"

"تھینک یو' ویسے مجھے آپ سے کچھ کام ہے عامر کو فارغ کر کے آؤں گا آپ کے روم میں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بمشکل مسکرانے کی کوشش کر کے شکریہ ادا کرتے ہی وہ سنجیدہ تیوروں سے گویا ہوا تھا۔ زمین نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا مگر وہ رکا نہیں تیزی سے کمرے کی جانب بڑھ گیا تو وہ دل ہی دل میں اس کے بدلے ہوئے انداز پر حیران ہوتی امی جی کے پاس چلی آئی جو اس وقت سخت غصے میں تھیں۔

ان سے کیا کہتی محض سمیر کی معذرت ان تک پہنچا دی۔

"سمجھا دو اسے مجھے جھوٹ اور بے ایمانی سے نفرت ہے اپنے باپ جیسی حرکتیں نہ کیا کرے میرے ساتھ پہلے ہی دل دکھا ہوا ہے میرا۔"

اس کے کہنے کی دیر تھی وہ سارا غبار اس پر نکالنے لگیں۔

"کہہ دیا ہے میں نے 'آپ پلیز خفا نہ ہوں۔'"

"کیسے خفا نہ ہوں۔ باپ پردیس جا کر بیٹھا ہے تو پلٹ کر خبر نہیں لیتا۔ دو جوان بیٹیوں کا بوجھ سینے پر دھرا ہے اس بے حس انسان کو پروا نہیں' صرف اور صرف دولت جمع کرنے کا خبط ہے تمہارے باپ کو' سمجھتا ہے ساری خوشیاں اسی پیسے سے خرید لے گا۔ عجیب شخص ہے یہ شیخ یاور علی خان بھی' بہت سسک سسک کر گزاری میں نے زندگی یاور کے ساتھ اب مزید سکت نہیں کہ اولاد میں بھی وہی الجھن دیکھوں۔"

ان کے عالم جلال میں کچھ فرق نہیں آ رہا تھا۔ زمین کو لگا وہ کچھ پریشان ہیں جبھی ذرا سی بات پر خود کو ظاہر کر بیٹھیں۔

"پلیز امی جی ریلکس کریں خود کو' مجھے لگ رہا ہے جیسے آپ کچھ فکر مند ہیں اور یہ پریشانی سمیر کی وجہ سے نہیں ہے۔"

کئی ثانیے انہیں بغور ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھنے کے بعد وہ بے اختیار بول اٹھی تو بیگم زہرہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا جو ان کی جانب ہی متوجہ تھی' کتنا ٹھیک تجزیہ کیا تھا اس نے وہ لمحے بھر کے لیے نظر چرا گئیں پھر کچھ سوچ کر گہری سانس بھرتے ہوئے اس کی طرف مڑیں۔

"پتا نہیں زمین آج میرا دل کیوں گھبرا رہا ہے۔ سمیر کو ذرا دیر کیا ہوئی' سمجھو جان نکل گئی ہے میری یاور کی طرف سے بہت ٹینشن ہے مجھے۔ پتا نہیں کہاں ہیں وہ کیا کر رہے ہیں کوئی خبر ہے نہ پتا؟! ایزد سے کہا تھا مگر اس نے اب تک مجھے کوئی انفارمیشن نہیں دی۔ سب کے سب نکمے ہو گئے ہیں بیٹا ہے تو وہ نالائق۔"

اس کے پوچھنے کی دیر تھی زہرہ بیگم دل کا درد کہہ بیٹھیں۔ سارے خدشے اندیشے لفظوں میں سمو کر زمین تک پہنچا دیئے۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا امی جی ایزد صاحب نے بتایا تو ہے کہ کسی بزنس ڈیلنگ کے لیے شہر سے باہر گئے ہوئے ہیں۔" اس نے دلاسا دینے کی بھرپور کوشش کرتے ہوئے یقین سے کہا۔

"ہاں مگر پتا نہیں کیوں بیٹا میرا دل ہولتا رہتا ہے۔" اس لمحے وہ بے حد بے بس سی لگ رہی تھیں جانے کیا کہتے کہتے رک گئیں اور پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

"اپنے باپ اور بھائی کی سلامتی کی دعا مانگا کرو بیٹا۔ جیسے بھی ہیں وہی سائبان ہیں۔"

آج ان کے لہجے میں جانے کیا تھا زمین کو لگا جیسے اس کے ارد گرد ڈھیروں ناگ سرسرانے لگے ہیں۔ خدشوں کے ناگ واہموں اور اندیشوں کے ناگ۔

وہ کچھ گھبرا سی گئی مگر اس کا اظہار کرنے کی بجائے امی جی کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے۔

"ہماری دعائیں اب آپ اور ابی کے علاوہ اور کس کے لیے ہیں امی جی ہمارے لیے تو جو بھی ہیں آپ دونوں ہی ہیں۔ آپ کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ آپ کی کتنی اہمیت ہے ہمارے لیے بلکہ اپنے گھر کے اس کشیدہ ماحول کے باوجود ہم تینوں نے ہمیشہ ہی چاہا کہ آپ دونوں کا ساتھ اور سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رہے۔"

ان کی گود میں سر رکھتے ہوئے وہ بہت سچائی سے کہہ رہی تھی بیگم یاور نے ہلکے سے مسکراتے ہوئے اس کا سر تھپک دیا اور نجانے کس خیال میں کھو گئیں۔

• • •

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"دیکھو زوہا میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ ماما کا ٹیسٹ میری اور تمہاری سمجھ سے باہر ہے۔ انہیں ہر طرح کی چیزیں پسند نہیں آتیں۔ اس لیے اگر انہیں ہمارا دیا ہوا گفٹ اچھا نہیں لگا تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

اسے انتہائی دلگرفتہ دیکھتے ہوئے فرہاد سمجھا رہا تھا۔ جواباً اس نے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو کہ "آپ کو فرق نہیں پڑتا مگر مجھے تو پڑتا ہے۔"

"اُفوہ" اس کی اس ادا پر وہ گہری سانس بھر کے اٹھ کر اس کے پاس آبیٹھا۔

"دیکھو زوہا میں نے تمہیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ماما کی نیچر کیسی ہے' میری تمہاری شادی جن حالات میں اور جس طرح ہوئی تم بھی جانتی ہو اور سمجھتی ہو۔ پھر اس کے بعد بھی ماما نے تمہیں اپنے رویئے سے بہت کچھ باور کرا دیا تھا۔ لہٰذا اب اس طرح ہرٹ ہونا محض حماقت ہے۔ بیسٹ فار گیٹ اٹ اگنور کرو ماما کی بات کو اور مجھے دیکھو' میں اس وقت سب سے حسین حقیقت ہوں تمہاری زندگی کی۔"

ناصحانہ انداز میں سمجھاتے سمجھاتے قدرے شوخ ہو کر فرہاد نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"اور جو سنگین حقیقت ہے اس کا کیا ہو گا۔"

زوہا اس وقت کچھ زیادہ ہی سنجیدہ ہو رہی تھی جب سے اس نے اپنے کانوں سے ثمر بیگم کے یہ الفاظ سنے تھے۔

"ہونہہ' وہ مڈل کلاس لڑکی بھلا کیا جانے گفٹ دینا' نجانے کیا الا بلا اٹھا لائی ہو گی واپس کر دینا اسے۔ مجھے نہیں ضرورت ان چاؤ چونچلوں کی۔" جب سے سخت آزردہ تھی۔

زونیرہ غالباً اس کا دیا گفٹ دینے گئیں تو ان کے کمرے میں اسے بھی بلاوا دے گئیں کہ آجاؤ ماما سے کچھ گپ شپ کرتے ہیں۔ وہ اس گھر میں قدم جمانا چاہتی تھی گو کہ فرہاد کی طرف سے ایسا کوئی دباؤ نہیں تھا مگر وہ فطرتاً صلح جو اور امن پسند تھی نہ کسی سے خفا ہوتی نہ کرتی اسی لیے بیگم ثمر سے تعلقات استوار کرنا چاہ رہی تھی کیونکہ فی الحال تعلقات بہتر بنانے کی تو امید کم تھی لہٰذا ڈرتی ہوئی چلی آئی مگر قدم دہلیز کے اس طرف ہی ٹھٹک گئے۔

الفاظ تھے کہ زہر میں بجھے تیر۔ وہ بے اختیار رو پڑی۔ وہاں سے پلٹ آنے کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا۔ پورا دن اسی طرح روتے روتے گزر گیا تھا شام کو فرہاد واپس آیا تو اس کی سوجی سوجی آنکھیں دیکھ کر سوال کر ڈالا جواباً اس نے بہت کانٹ چھانٹ کر اصل مدعا اسے بتایا تو وہ اسے ہی سمجھانے لگا' غالباً ماں کا رویہ اس کی توقع کے خلاف نہیں تھا۔

"یہ سنگین حقیقت حسین خواب میں بھی بدل سکتی ہے اگر تم ادھر نگاہ کرو۔"

وہ معنی خیزی سے کہہ کر اس کی طرف جھکا تو وہ بری طرح جھینپ ہو گئی۔

"آپ بھی حد کرتے ہیں۔"

"ارے ابھی حد کی ہی کہاں ہے۔ وہ کیا کہتے ہیں کہ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں۔"

"اوہ تو مورا امتحان۔" وہ دھیمے سروں میں ہنسی تو وہ اسے گہری نظروں سے دیکھنے لگا۔

"ہنستی رہا کرو زوہا' زندگی لگنے لگتی ہے۔ دھڑکتی ہوئی سانس لیتی ہوئی۔"

اسے بڑے استحقاق سے بازوؤں میں بھرتے ہوئے وہ جس کیف آگیں لہجے میں بولا زوہا کا دل بے تحاشا دھڑک اٹھا۔ یہ محبت بھرا لہجہ تو اس کی کمزوری تھا۔ بمشکل خود کو اس کی گرفت سے آزاد کرایا۔

"اچھا چلئے۔ ذرا لانگ ڈرائیو کے لیے چلتے ہیں۔ دل چاہ رہا ہے۔"

اسے اور کچھ نہ سوجھا تو یہ ہی کہہ ڈالا۔ فرہاد اس کی چالاکی سمجھ گیا تھا جبھی فوراً ہاتھوں کا تکیہ بنا کر بیڈ پر آڑھا ترچھا لیٹ گیا۔

"فی الحال تو میرا قطعی دل نہیں چاہ رہا' تم یوں کرو کہ ذرا سر میں اپنی نرم و نازک انگلیاں چلاؤ۔ کچھ تھکن کم ہو گی۔"

شرارت اور رومانویت اس وقت فرہاد کی ذات کا حصہ بنی ہوئی تھی' زوہا نے گھور کر اسے دیکھا مگر اس نے توجہ نہ کی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جلدی اٹرکی اچھی بیویوں کی طرح خدمت کرو، تاکہ تمہیں پتا چلے کہ شادی کرنے کی کیا اہمیت ہوتی ہے۔"

"آپ کو تو جیسے بہت تجربہ ہے نا اہمیت معلوم کرنے کا۔"

"بالکل۔ اپنی جوانی کے سہانے سنہرے دن اس خشک بزنس کو اسٹیبلش کرنے میں لگا دیئے تاکہ تمہیں اپنے زور بازو پر حاصل کر سکوں۔ سمجھیں، اس لیے میں نے تو تمہارے آنے سے قبل ہی اس رشتے کو سنبھالنے کے لیے عملی کوششیں کر ڈالی تھیں۔"

فرہاد کے پاس جواب تیار تھا وہ "اب آپ سے کون الجھے۔" والی نظروں سے اسے دیکھ کر رہ گئی جبکہ فرہاد اس کے اس خوب صورت انداز پر ہنس پڑا تھا۔

اب اسے کیا سمجھاتا کہ پیچھے ثمر بیگم کڑے تیوروں سمیت بیٹھی جانے احتشام صاحب سے کیا باتیں کر رہی ہیں کہ وہ بھی قدرے تلخ پڑ گئے ہیں اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ زوہا دوبارہ وہی منظر دیکھ کر متاسف ہو جائے اسی لیے اسے اپنی کمپنی میں بہلاتا رہا اور وہ بہل بھی گئی۔

تھوڑی دیر بعد احد نے آکر ان دونوں سے ہی چھیڑ چھاڑ شروع کر دی تو وہ جھینپتی ہنستی اور پزل ہوتی شام والا کشیدگی بھلا گئی۔ البتہ دل میں ایک گرہ سی پڑ گئی تھی۔

● ● ●

"مگر تمہیں امی جی کے سیف کی چابی آخر کس لیے چاہیے۔ پیسے لینے ہیں یا کچھ اور چاہیے۔"

سمیر کی اس نئی فرمائش پر کہ امی جی کے لاکر کی چابی چاہیے نرمین کچھ پریشان ہو اٹھی تھی۔ جانے سمیر کے عزائم کیا ہیں وہ کل سے بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

"اوہ کہا تو ہے کہ کچھ کاغذات رکھ دیے تھے میں نے اس میں بس وہی چاہئیں۔" وہ جھلا سا گیا ویسے ہی دل جلتی ہوئی بھٹی بنا ہوا تھا۔

"کون سے کاغذات اور آخر ان کا تم سے کیا تعلق ہے۔؟"

"باجی پلیز مجھ سے بحث مت کریں۔ انکم ٹیکس کے کچھ پیپرز ابی کے آفس پہنچانے ہیں مجھے۔"

امی جی آج خالہ جان کی طرف گئی ہوئی تھیں لہٰذا وہ ہر صورت یہ مسئلہ حل کرنا چاہ رہا تھا ان سے بات کرنے کا مطلب تو یہ تھا کہ سارا معاملہ ان کے گوش گزار کرنا ہو گا جس کے لیے وہ قطعی تیار نہیں تھا لہٰذا جھوٹ بولنے کے سوا چارہ نہ تھا۔

نرمین کچھ دیر اسے جانچتی ٹٹولتی گہری نظروں سے گھورتی رہی پھر "او کے" کہہ کر آگے بڑھ گئی چابی اکثر وہ اپنی وارڈروب کی دراز میں رکھتی تھیں ذرا سی تلاش کے بعد مل گئی۔

"یہ لو مگر دیکھو تم نے مجھ سے جو کچھ کہا ہے اسی کا اعتبار کیا ہے میں نے کوئی گڑبڑ نہیں ہونی چاہیے۔" چابی اسے تھماتے ہوئے اس نے جیسے وارن کیا۔

سمیر نے پھیکی سی مسکراہٹ کے بعد سر کو اثبات میں ہلا دیا۔

نرمین کے باہر جاتے ہی وہ کسی قدر سکون سے پاسپورٹ تلاش کرنے لگا جو بالآخر اسے مل ہی گئے۔ پاسپورٹ سائز تصویروں کے نیگیٹو وغیرہ سب ایک ہی بیگ میں رکھے تھے۔

"تھینکس گاڈ۔" صبح ایزد کا دوبارہ فون آیا تھا۔ آج ہر صورت پہنچانا تھا سب کچھ۔ لہٰذا سب سامان واپس اسی ترتیب سے رکھنے کے بعد وہ نرمین کو اطلاع کیے بغیر گھر سے نکل پڑا اسی پچاسی کی اسپیڈ سے بائیک دوڑاتا جس وقت وہ آفس پہنچا ایزد اس کا ہی منتظر تھا۔ پھر اس نے لاکھ چاہا کہ سمیر واپس پلٹ جائے وہ خود ویزے وغیرہ کے لیے آفس سے کسی کو بھیج دے گا مگر سمیر کو اطمینان نہیں ہو رہا تھا بالآخر دونوں اپنے آؤٹ ڈور ورک کو لے کر نکل پڑے۔

● ● ●

وقت بہت تیزی سے گزر رہا تھا ہوتے ہوتے بھی ایک ہفتہ لگ گیا کام ہونے میں جس روز وہ امی جی اور نرمین وغیرہ کو یہ سب بتانے آ رہا تھا ایزد اس کے ساتھ آ رہا تھا۔ غالباً اسے اندازہ تھا کہ وہ خود بہت نروس ہے یہ پورا ہفتہ اس نے اکیلے ٹینشن میں گزارا تھا مگر یہ مرحلہ اس سے بھی زیادہ سنگین اور گمبھیر نوعیت کا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لہٰذا اسے پریشان اور حد درجے متفکر دیکھ کر بالآخر اس نے ساتھ چلنے کا فیصلہ کر لیا۔ تمام حالات ان تین خواتین کے گوش گزار کرنے کس قدر مشکل ہوں گے اسے اندازہ نہ تھا ہمیشہ یاور صاحب نے اسے یہی تاثر دیا تھا ان کے گھر والوں کو ان سے کوئی دلچسپی ہی نہیں نہ ان کی پریشانیاں کم کرنے کی کوئی خواہش ہے۔

مگر پچھلے ایک ماہ سے اسے احساس ہو رہا تھا کہ یاور صاحب کس قدر غلط فہمی میں مبتلا تھے۔ ان کی فیملی ان کے مال دولت اور اختیارات سے قطع نظر ان سے محبت کرتی ہے ان کی پروا کرتی ہے انہیں چاہتی ہے بالخصوص مسز یاور اور سمیر کے رویے نے اسے حیران کر دیا تھا۔

بلکہ پچھلے دنوں جس طرح نرمین سب سے چھپ کر صرف ان کی خیریت دریافت کرنے آفس میں ایزد سے ملنے آئی ایزد کے خیالات میں اس سے خاطر خواہ تبدیلی آئی تھی۔

تینوں ہی خواتین رونے لگی تھیں سمیر کے لیے انہیں سنبھالنا مشکل ہو گیا۔

"میں نے کہا تھا ایزد بیٹا کہ کچھ غلط ہے یاور اس طرح غائب نہیں ہو سکتے۔ اب کیا ہوگا وہ پردیس میں رہے بیمار ہے اور ہمیں یہاں خبر ہی نہیں یاور نے کس طرح کا بدلہ لیا ہے ہم سے۔"

"امی جی پلیز کیا ہو گیا ہے آپ کو ٹرائی ٹو کمپوز یور سیلف۔"

سمیر ان کی آہ و زاری پر تشویش سے بولا۔

"پلیز مسز یاور، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ معاملہ سیریس ضرور ہے مگر علاج امپاسبل نہیں ہے تین دن بعد آپریشن کی ڈیٹ ہے۔ آپ کے وہاں پہنچتے ہی پیپرز پر سائن کرتے ہی آپریٹ کر دیا جائے گا اور پھر انشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

سمیر کو ہلکان دیکھ کر اس نے انہیں تسلی دینے کی بھرپور کوشش کی۔

"کیا تمہیں یقین ہے؟"

وہ اب بھی بے یقین تھیں۔ ایزد نے ہلکی سی تسلی آمیز مسکراہٹ سمیت ان کی طرف دیکھ کر سر ہلا دیا تو شرمین نرمین کے سوالات شروع ہو گئے وہ ایک ایک کا تفصیلی تسلی بخش جواب دیتا رہا حتیٰ کہ وہ سب کسی حد تک مطمئن ہو گئے۔

دوسری شام ان سب کو جانا تھا اتنا ارجنٹ ہوا تھا یہ سب کہ نرمین محض اسکول فون کر سکی شرمین نے بھی زارا کو فون کر دیا۔ دوپہر تک سمعان اپنے والدین سمیت اور زارا احد کے ساتھ گھر پر موجود تھی۔

موقع ایسا تھا کہ وہ دونوں نہ چاہتے ہوئے بھی خود پر قابو نہیں پا سکی تھیں آنسو تھے کہ بہے چلے جا رہے تھے۔ بیگم زہرہ کا پورا خاندان موجود تھا۔ "یا سلام" کا ختم، قرآن خوانی صدقہ و خیرات غرض جس نے جو کہا اس قلیل وقت میں وہ کیا جا رہا تھا۔

احد گھر سے زونیو اور زوہا کو لے آیا تھا۔ خواتین کی موجودگی ضروری تھی۔ زونیو نے اور فرہاد نے شرمین کے متعلق اسے بتا دیا تھا اس لیے وہ خاصی ایکسائٹڈ تھی تاہم موقع کی نزاکت کا خیال رکھتے ہوئے چپ تھی۔ شرمین اسے اچھی لگی تھی۔

فی الحال تو بیگم سلمان اور سلمان صاحب بھی خاموش ہی تھے ورنہ بس چلتا تو جاتے جاتے انہیں تاکید کر دیتے کہ یاور صاحب کے ٹھیک ہوتے ہی سب سے پہلے یہ معاملہ ان کے گوش گزار کیا جائے۔

بیگم زہرہ ایزد کو ساتھ لے جانے پر بضد تھیں بی بی جان اور ہمدانی صاحب نے بھی یہی کہا تھا مگر وہ یہاں کے مسائل کے لیے پریشان تھا لیکن جب امریکہ سے ان کے منیجر اسحٰق صاحب نے اس تک یاور صاحب کا میسج پہنچایا کہ اسے یاور صاحب نے بطور خاص بلوایا ہے پھر تو کوئی گنجائش ہی نہ رہی۔

● ● ●

جانے سے پہلے ایزد نے صہیبہ کو فون کیا تھا۔ ملنے کا وقت نہیں تھا۔ اس لیے فون پر ہی اکتفا کیا مختصراً تمام حالات اسے بتا کر اس نے اپنے جانے کی خبر دی تو وہ کچھ دیر کے لیے خاموش سی رہ گئی۔

"کب واپس آئیں گے آپ؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بہت تشویش سے پوچھا تھا اس نے ایزد کے لبوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔

"انشاء اللہ جلد ہی آؤں گا۔ مجھے یاور انکل نے بلا لیا ہے ورنہ ان کی فیملی وہاں جا رہی ہے۔ میرا خیال ہے بزنس ڈیلنگز ہوں گی انہیں فائنل کرنا ہو گا اس لیے انکل نے مجھے بلوا لیا ہے۔ ویسے بھی فی الحال ان کی فیملی کو میری ضرورت ہے مورال ہائی رکھنے کے لیے۔"

وہ سمجھانے والے انداز میں بولا تو صبیحہ نے گہری سانس لے کر کچھ توقف سے کہا۔

"آپ کو یقین ہے کہ آپ جلدی واپس آجائیں گے۔"

وہ جانے کیوں اتنی پریشان ہو رہی تھی ایزد اس کی پریشانی بھانپ گیا جبھی اسے ریلیکس کرنے کے لیے ہنس کر بولا۔

"ابھی ارادہ تو یہی ہے۔ البتہ وہاں کوئی گوری اچھی لگ گئی تو دیر بھی ہو سکتی ہے۔" انداز صاف چڑانے والا تھا مگر صبیحہ حد درجے سنجیدہ ہو گئی۔

"پلیز ایزد جاتے جاتے ایسی باتیں مت کریں۔ میں بہت وہمی ہوں۔ آپ کو اندازہ نہیں کہ آپ کے جانے کی خبر نے کیسا شاک لگایا ہے مجھے۔"

پہلی بار اس قدر سنجیدہ اور گمبھیر لہجہ سنا تھا ایزد کچھ ٹھٹک سا گیا۔

"کم آن صبیحہ' اٹس آ پارٹ آف بزنس' مجھے اکثر ادھر ادھر جانا پڑتا ہے۔ بلکہ چند سال پہلے تو میں زیادہ آؤٹ آف ٹاؤن رہا کرتا تھا۔ یہ تو بی بی جان نے کہہ کہہ کر یاور انکل کو اس امر پر راضی کیا کہ وہ مجھے زیادہ ٹورز پر بھیجا کریں کیونکہ وہ میری غیر موجودگی میں پریشان ہو جاتی ہیں مگر۔"

وہ ایک لمحے کو رکا۔ ادھر صبیحہ سانس روکے اسے سن رہی تھی۔

"مگر تم تو ایک سمجھدار اور میچور لڑکی ہو۔ تم اگر ایسی باتیں کرو گی تو میں یہی سمجھوں گا جیسے تمہیں مجھ پر بھروسا نہیں۔" وہ کچھ سنجیدہ ہو چلا تھا۔

"پلیز ایزد' میری پریشانی کو یہ رنگ نہ دیں۔ بے اعتباری اور بے قراری میں فرق ہوتا ہے۔" وہ بے چین سی ہو کر بے ساختہ کہہ گئی تو ایزد کی خوب صورت معنی خیز ہنسی ایئر پیس سے ابھر کر اسے بلش کر گئی۔

"ویل سیڈ بھئی آج مجھے پتا چلا کہ آپ بے قرار ہونا بھی جانتی ہیں۔"

وہ ایک بار پھر اسی موڈ میں آ گیا تھا۔

"اچھا آپ یہ بتایئے فلائیٹ کب کی ہے۔"

صبیحہ نے قصداً موضوع بدلا۔ اس کی سہکتی رچاؤ والی گفتگو سننے کی تاب نہیں تھی۔

"کل رات کی۔ ویسے کیا ایئر پورٹ پر آنے کا ارادہ ہے۔"

پھر اسے چھیڑا مگر وہ ایک بار پھر پریشان ہونے لگی تھی۔

"نہیں۔" کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"صبیحہ' کم آن ڈیئر میں کوئی کالے پانی کی سزا کاٹنے تو نہیں جا رہا۔"

صبیحہ کے انداز پر ایزد نے ایک بار پھر سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"مگر کالے پانی کی سزا سا کر ضرور جا رہے ہیں' پتا نہیں کیوں ایزد میرا دل ایک دم گھبرا گیا ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا کیوں؟ بس۔۔۔ میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں ابھی اور اسی وقت آپ پلیز گھر آ جائیے۔"

"صبیحہ' آر یو آل رائیٹ۔" ایزد اب واقعی پریشان ہونے لگا تھا۔

صبیحہ جیسی بظاہر بولڈ کانفیڈنٹ اور لاابالی لڑکی سے اس رویئے کی توقع وہ بہرحال نہیں کر سکتا تھا وہ اس قدر بچی اور حساس ہو گی قطعی اندازہ نہ تھا۔

"یس آئی ایم آل رائیٹ مگر آپ ایک بار مجھ سے مل لیں۔ مجھے لگ رہا ہے جیسے یہ میری۔"

"ڈونٹ' کوئی فضول بات نہیں ہو گی تم اوور ری ایکٹ کر رہی ہو لگتا ہے زویا کی دوری نے تمہیں اداس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مسئلہ بنا دیا ہے۔ ایسا کرو مدحت کی کمپنی جوائن کرو شام میں کوئی کمپیوٹر یا لینگویج کورس جوائن کر لو بہل جاؤ گی میں پندرہ بیس دن میں لوٹ آؤں گا پھر دیکھنا تمہارے سارے خدشے وا ہمے اور اندیشے کیسے چین کی نیند سو جائیں گے۔"

اس کی بات کاٹ کر ایزد نے جس محبت اور چاؤ سے اسے ٹوکتے ہوئے سمجھایا وہ لب کاٹنے لگی۔ کوئی جواب نہیں دیا۔

"ہیلو صبیحہ تم سن رہی ہو نا۔"

اس کی خاموشی پر ایزد نے دوبارہ پکارا۔ جواباً "ایک طویل سانس لبوں سے خارج ہو گئی۔

"ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ آپ ابھی نہیں آ رہے۔"

"پلیز میری پریشانی کا اندازہ کرو' اس وقت مجھے فائنل فارمیلٹیز پوری کرنی ہیں۔ پھر آفس کا بھی کچھ کام نبٹانا ہے' بیس پچیس دنوں کے لیے چارج کسی کو ٹیک اوور کرنا ہے اس سارے پروسس میں کچھ وقت تو لگے گا نا پلیز جسٹ ٹرائے ٹو انڈر اسٹینڈ۔"

وہ اسے ہر ممکن قائل کرنا چاہتا تھا۔ صبیحہ کے لیے سوائے اس کا مان رکھنے کے کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ تو خود اپنی اس کیفیت پر حیران ہو رہی تھی بدقت اثبات کا عندیہ دے سکی۔

"تھینک یو صبیحہ' مجھے تم سے اسی فیور کی توقع تھی۔ دیکھو میرے بعد بی جان اور بابا کا پورا خیال رکھنا ہے۔ ممکن ہو تو ان سے ملنے بھی چلی جانا۔ گھر میں سب کو میرا سلام کہنا اور اپنا خیال رکھنا بے حد بے حساب کیونکہ اب تم پر تم سے زیادہ میرا حق ہے۔"

یونہی جانے کتنی سحر انگیز سرگوشیاں کرتا وہ فون بند کر گیا تو صبیحہ کئی ثانیے وہیں بیٹھی رہ گئی ریسیور ہاتھ میں تھامے جانے وہ کیا سوچ رہی تھی کہ چہرے پر انتہائی تفکر کا عکس جھلک رہا تھا۔

سمرہ بھابی ادھر سے گزریں تو اسے یوں ساکت بیٹھا دیکھ کر رک گئیں۔

"صبیحی خیریت تو ہے کس کا فون تھا۔؟"

اس کے ہاتھ سے ریسیور لے کر کریڈل پر ڈالتے ہوئے انہوں نے تردد سے پوچھا تو صبیحہ نے ہونٹ کاٹتے ہوئے بے حد خاموش نظران پر ڈالی۔ وہ پریشان ہو گئی تھیں۔

"ایزد کا۔" جواباً" اسے کہنا پڑا۔

"سب خیریت تو ہے نا؟۔ کیا کہہ رہے تھے ایزد؟۔"

سمرہ بھابی یقیناً اس کے تیور سے کسی سنگینی کا احساس پا گئی تھیں۔

"ہاں بھابی' سب ٹھیک ہے' بس وہ امریکہ جا رہے ہیں ایک ماہ کے لیے وہی بتانے کے لیے فون کیا تھا۔" وہ بے دلی سے کہہ کر اٹھنے لگی تو سمرہ بھابی نے یکدم اس کا بازو تھام لیا۔

"یہی بات ہے نا؟ اگر ایسا ہے تو تم اتنی پریشان کیوں ہو؟"

"بس ایسے ہی۔" اس نے نظر چرالی۔

"ادھر دیکھو میری طرف۔" انہوں نے زبردستی اس کا رخ اپنی جانب موڑا تو وہ بلا ارادہ ان کے شانے سے لگ کر سسک اٹھی۔

"پتا نہیں کیوں بھابی میرا دل بہت پریشان ہو رہا ہے۔ مجھے لگتا ہے جیسے اب سب کچھ غلط ہو جائے گا۔ میں' میں کسی حادثے کو برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتی پلیز میرے لیے دعا کریں۔"

سمرہ اس کے اس طرح بکھر جانے پر ششدر سی رہ گئی تھیں۔ کیا کہتیں' بس ہولے ہولے تھپکتے ہوئے اسے نارمل کرانے کی سعی کرتی رہیں۔ کوئی اور وقت ہوتا تو اسے خوب چھیڑتیں مگر اس وقت اس کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ وہ مزید اسے پریشان یا ہلکان نہیں کرنا چاہتی تھیں۔

● ● ●

تیس گھنٹے کی فلائیٹ گویا تیس صدیوں کے برابر لگ رہی تھی نرمین اور زہرہ بیگم مستقل روئے جا رہی تھیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ساتھ ساتھ قرآنی آیتوں کا ورد بھی جاری تھا جبکہ شرمین حسب سابق اور حسب عادت خود کو کنٹرول کیے ان دونوں کو تسلیاں دیے جا رہی تھی۔ دلاسا دے رہی تھی۔

"پلیز نرمین یہ تم کیا بچوں کی طرح بی ہیو کر رہی ہو۔ امی جی کی طبیعت اور خراب ہو جائے گی اس طرح رونے سے بجائے اس کے کہ ان کو سنبھالو تم تو خود درد سری جا رہی ہو۔"

شرمین کے ڈپٹنے کا اثر تھا کہ وہ نادم سی ہو کر آنسو صاف کرنے لگی۔ حقیقتاً تو اس وقت سب سے بڑی ہونے کے باعث اسے ہی سب کو سنبھالنا چاہیے تھا۔ مگر وہ سب سے زیادہ ہاتھ پیر چھوڑ رہی تھی۔

مڑ کر دیکھا ایزد پریشان بیٹھے سمیر کو ادھر ادھر کی باتوں میں لگا رہا تھا غالباً وہ خود اس صورت حال سے پریشان تھا جبھی ان سب کو اطمینان دلاتے دلاتے خود الجھا ہوا نظر آ رہا تھا۔

عجیب سی صورت حال تھی جس ایزد سے وہ نفرت کرنے کی حد تک چڑتی تھی آج اس کی معیت عجیب طمانیت کا احساس دلا رہی تھی، سر پر سائبان سا محسوس ہو رہا تھا ان دو تین دنوں میں ایزد نے جس طرح ان کی فیملی کو سپورٹ کیا وہ تہِ دل سے اس کی مشکور تھی۔

شاید یہی احساس اس کی نظروں میں بھی آنچ دے رہا تھا جبھی ایزد نے بلا ارادہ اس کی طرف دیکھا تھا اسے اپنی جانب متوجہ پا کر ایک دوستانہ اور حوصلہ دیتی مسکراہٹ اس کے لبوں پر ٹھہر گئی تھی نرمین نے گہری سانس بھر کر رخ واپس موڑ لیا۔

جس لمحے وہ ٹرانزٹ (Transit) کے بعد دوبارہ فلائیٹ پر آئے سب کے دل بری طرح دھڑک رہے تھے یاور علی خان جو سب کے لیے ایک ٹینشن اور ایک ذہنی اذیت تھے آج ان کے لیے سب کے دل پریشان تھے۔

رشتے بھی بڑی عجیب چیز ہوتے ہیں دکھ دیں تو بھی عزیز، سکھ دیں تو بھی پیارے۔ پھر ان سے تو ناتا بھی خون کا تھا۔ زندگی کا تھا۔

امریکا کے شہر نیو آرلینز (New orleans) پہنچتے ہی ایزد کے لاکھ اصرار پر بھی کہ پہلے تھوڑا آرام کر لیں، وہ چاروں یاور صاحب کے پاس ہاسپٹل جانے پر بضد تھے۔ لہٰذا ایئرپورٹ پر موجود اسحٰق صاحب کو مجبوراً انہیں ہاسپٹل لے جانا پڑا۔

اس وقت وزٹنگ آورز نہیں تھے لہٰذا انہیں دو گھنٹے تک انتظار کرنا تھا اس دوران اسحٰق صاحب بیگم یاور اور ان چاروں کو یاور علی خان کے ڈاکٹر ایرک ایڈمن کے پاس لے آئے۔

"مریض کی حالت بہت اچھی نہیں ہے۔ خاص کر ہارٹ اٹیک کے بعد تو ان کا دل بھی بہت کمزور ہو گیا ہے۔"

اسحٰق صاحب کے متعارف کراتے ہی ڈاکٹر نے انگریزی میں کہنا شروع کر دیا تھا۔

"دماغ میں کئی جگہ بلڈ کلوٹنگ ہو گئی ہے اور چونکہ مختلف شریانوں میں ایسا ہوا ہے اس لیے اسے انجکشن کے ذریعے Sucki کر کے بھی نکالا نہیں جا سکتا۔ آپریشن اس لیے ضروری ہے کہ اب ان کی سینسز میں خلل واقع ہونے لگا ہے۔ ان کے لیے ذہنی سکون، خوشی اور اطمینان بہت ضروری ہے۔ ذرا سا بھی صدمہ یا کوئی خلاف امید بات انہیں مکمل طور پر کومہ کی طرف بھی لے جا سکتی ہے۔ آپ تمام لوگوں کو سخت احتیاط کرنی ہو گی۔"

ڈاکٹر جوں جوں انہیں یہ بات بتاتے جا رہے تھے ان کے چہرے پیلے پڑتے جا رہے تھے۔

"ہم نے یاور صاحب کو بھی تھوڑا بہت بریف کر دیا ہے ان کا آپریشن تین دن کے لیے (delay) کیا جا رہا ہے کیونکہ فی الحال ان کی ہارٹ بیٹ اسٹیبل Stable نہیں ہے۔ ممکن ہے وہ کچھ ایسی بات بھی کہہ جائیں جو آپ لوگوں کو ناگوار گزرے، ایسے میں آپ کو ضبط سے کام لینا ہو گا اور پلیز انہیں ہر قسم کے شاک سے دور رکھیں ان کے لیے یہی بہتر ہے۔ صرف آدھا گھنٹہ وہ آپ سے مل سکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں۔"

ڈاکٹر ایرک بڑے پروفیشنل انداز میں کہہ رہے تھے۔ ان چاروں نے بیک وقت ایزد کی طرف دیکھا وہ نظر چرا گیا۔ ان سب کو اگر اصل صورت حال سے پہلے آگاہ کر دیتا تو شاید وہ یہاں تک آنے کی ہمت بھی کھو دیتے اور یہ وہ ہرگز نہیں چاہتا تھا۔

"کیا آپریشن میں کامیابی کی کوئی امید نہیں۔؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شرمین نے حواسوں کو قابو کر کے بھرائے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"دیکھیے میڈم! ایسے مریضوں کے رشتہ داروں سے ہم جھوٹ نہیں بولتے کیونکہ اگر آپریشن ناکام ہو جائے تو برداشت نہیں کر پاتے کوشش تو ہر ڈاکٹر کرتا ہے باقی قسمت ہے۔ آپ کے فادر کا کیس کافی کامپلیکیٹڈ ہے۔ اس لیے پہلے سے کچھ کہا نہیں جا سکتا' ممکن ہے وہ ری کور کر جائیں اور ممکن ہے کہ۔۔۔ اینی وے اپنا مورال ہائی رکھیں اور خدا سے اچھی امید رکھیں۔ زندگی کو اپنے اختتام کی طرف جانا تو ہوتا ہی ہے موت اور زندگی تو بہانے کی منتظر ہوتی ہے۔"

حوصلہ افزا مسکراہٹ لبوں پر سجاتے ہوئے ڈاکٹر بڑی ہمدردی اور غمگساری سے کہہ رہے تھے۔ بیگم زہرہ تو ضبط کے رو پڑیں۔ شرمین اور نرمین بھی حوصلہ ہارنے لگی تھیں۔

"اوہ نو نو' مسز یاور ایسا ہرگز نہیں کرنا' مریض تیماردار کی چہرے سے حوصلہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آپ لوگوں کو یاور علی کے سامنے بہت مضبوطی کا مظاہرہ کرنا ہے۔"

ان سب کے اس طرح ہمت کھو دینے پر ڈاکٹر نے انہیں ٹوکا تو ایزد اور اسحٰق انہیں سمجھا بجھا کر باہر لے آئے فی الحال فریش ہونے کی سخت ضرورت تھی لہٰذا ایزدان کے انکار کو نظر انداز کر کے انہیں قریبی اپارٹمنٹ لے آیا جہاں اسحٰق نے ان کے قیام کا انتظام کر دیا تھا۔

کسی چیز کو مطلق دل نہیں چاہ رہا تھا مگر ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق وہ سب خود کو کمپوز کرتے ہوئے فریش کرنے کی کوشش کرنے لگے وقت مقررہ پر اسحٰق صاحب انہیں ہاسپٹل لے آئے۔

صرف آدھا گھنٹہ تھا ان کے پاس۔ جس وقت وہ سب آئی سی یو سے ملحقہ کمرے میں آئے یاور صاحب کو ڈھیروں نلکیوں اور تاروں میں گھرا دیکھ کر بیگم زہرہ تو جیسے تڑپ ہی گئیں۔

زرد چہرے اور بجھی بجھی آنکھوں والے یہ وہ یاور علی خان تو نہ تھے جنہیں انہوں نے کراچی سے رخصت کیا تھا۔ اسلام آباد کے ایکسیڈنٹ اور ہارٹ اٹیک نے گویا ان کا خون ہی نچوڑ لیا تھا۔

"پاپا۔" وہ تینوں بے تابی سے ان کی طرف بڑھ کر سینے سے لپٹ گئے۔ نرس نے بمشکل انہیں علیحدہ کیا۔ جبکہ زہرہ بیگم ان کا ہاتھ تھام کر ایک طرف بیٹھ گئی تھیں۔

"کیسے ہیں یاور؟۔" بدقت آنسو اندر دھکیل کر سوال کیا۔

"اپنے آخری سفر پہ عازم سفر ہو رہا ہوں۔"

لڑکھڑاتے لہجے اور لرزتی ہوئی آواز یاور علی خان کی نہ تھی وہ چاروں بے اختیار رو دیے۔ دماغ نے کام کرنا دھیرے دھیرے چھوڑنا شروع کر دیا تھا۔ آواز پر بھی بے حد اثر پڑا تھا۔

"ایسے مت کہیں یاور آپ کے سوا ہمارا کون ہے؟ ہمیں تنہا نہ کریں؟۔"

زہرہ بیگم کی آنکھوں میں آنسو اور وہ بھی یاور علی خان کے لیے' آنکھ نے یہ منظر پہلی بار دیکھا تھا۔ مگر اس پر حیرت کا اظہار کرنے کا موقع یہ نہیں تھا۔

"میں نے تمہیں بہت ستایا ہے زہرہ تمہیں تو خوشی ہونا چاہیے کہ۔"

"پلیز یاور یہ وقت ان باتوں کا نہیں ماضی کو مت کریدیں۔"

زہرہ بیگم نے بے ساختہ ان کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ یہ ٹوٹا بکھرا لہجہ ان کے اعصاب پہ کوڑے برسا رہا تھا۔ یہ وہ لہجہ تو نہ تھا جس کی آواز سے چار انسان یوں کانپتے تھے جیسے تیز ہوا سے پتے۔

اور آج۔۔۔۔ آج اس کی پاٹ دار آواز ٹوٹے ہوئے کانچ کی طرح بکھری ہوئی تھی۔

"ماضی ہم سے الگ تو نہیں زہرہ تمہیں محبت کرنے کی بہت بڑی سزا دی تھی میں نے تمہیں زاہد بختیار سے جدا کر کے تم پر عرصہ حیات تنگ کر کے۔"

بچوں کی موجودگی سے قطع نظر یاور خان اپنے جرموں کا اعتراف کر رہے تھے مگر سانس ٹوٹے جا رہی تھی نرس تیزی سے آگے بڑھ کر انہیں چیک کیا تھا مگر جب یاور صاحب نے ہاتھ کے اشارے سے ٹھیک ہے کا عندیہ دیا تو وہ پیچھے ہٹ گئی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"میں نے کہا نا یاور کہ سب کچھ بھول جائیں میں نے کب کا بھلا دیا وہ سب کچھ اب تو ہمیں اپنے بچوں کا سوچنا ہے"

"مگر تمہارا بہت قرض ہے مجھ پر' زہرہ میں نے پچھلے دو ہفتوں میں اپنی ایک ایک کوتاہی اور ایک ایک جرم پایا ہے"

وہ اکھڑتی سانسوں کی پروانہ کرتے ہوئے بول رہے تھے کہ ایزد نے انہیں خاموش ہونے کا اشارہ کیا۔ آج کیسے کیسے انکشاف ہوئے تھے ان چاروں پر۔

"پلیز انکل یہ وقت ان باتوں کے لیے سخت نامناسب ہے۔"

وہ حیرت کے جھٹکے سے نکل کر بولا تھا خصوصاً" زمین اور شرمین کو خفت میں مبتلا دیکھ کر اس نے قصداً" اپنی موجودگی کا احساس دلانے کے لیے ان سے کہا تھا۔

"ہاں مجھے معلوم ہے اور جو مناسب ہے وہ میں نے سوچ رکھا ہے۔"

پھیکی سی مسکراہٹ لبوں پر سجاتے ہوئے انہوں نے زمین کی طرف دیکھا اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بے اختیار نم دیدہ ہو گئے۔

"میں نے اپنی بچیوں کو بھی کبھی خوش نہ رکھا۔ نہ بیٹے کو اپنی قربت کا اعزاز بخشا۔" سمیر کو قریب کرتے ہوئے بہت دلگیری سے کہہ رہے تھے۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا ابی آپ ہمارے ساتھ جب واپس چلیں گے تو سارے شکوے دور کر دیجیے گا۔ بلکہ تو یہ ہے کہ آپ کا یہ احساس ہی کافی ہے ہمارے لیے۔"

سمیر نے آنسو بہانے کو بزدلی جانا تھا جبھی انتہائی دشواری سے خود کو کنٹرول کیا تھا جانے کیا تھا اس کے لہجے میں یاور صاحب اسے سینے سے لگا کر سسک اٹھے۔

"مجھے تم سب سے یہی امید ہے بیٹا کہ تم اپنے باپ کو معاف کر دو گے۔"

نحیف اور نقاہت سے دم بدم کم ہوتی آواز ان سب کے دلوں کو دھڑکا رہی تھی۔

"پلیز ابی' ہمیں گناہ گار نہ کریں وی آل ریئلی لو یو۔"

شرمین نے ان کا ہاتھ لبوں سے لگا لیا ایزد کے لیے یہ منظر نہ صرف حیرت بلکہ تاسف کا باعث تھا۔ کتنے عرصے وہ ان تمام لوگوں کے لیے دل میں کیسے کیسے خیالات اور بدگمانیاں پالتا رہا تھا۔ قصور اس کا بھی نہ تھا جیسا یاور صاحب نے اسے بتایا تھا وہی سمجھا تھا اس نے اس سے زیادہ کی نہ اسے ضرورت تھی نہ خواہش۔

یاور صاحب اپنے بچوں کو پا کر بے حد خوش نظر آ رہے تھے۔ البتہ زہرہ بیگم انہیں دیکھ کر جیسے گھلی جا رہی تھیں۔ پشیمانی دکھ اور تاسف نے انہیں حد درجے آزردہ کر دیا تھا۔

کتنی مشکل سے یاور خان انہیں اپنے رعب و دبدبے والے اس شہنشاہی روپ میں اچھے لگتے جسے کھو کر وہ نجانے کون سا چولا پہن بیٹھے تھے۔

وہ نجانے کب خیالات میں کھوئیں کہ کتنے ہی لمحے احساس نہ ہو سکا کہ بچے یاور سے کیا۔۔۔ باتیں کر رہے ہیں۔ چونکیں تو اس وقت جب ایزد نے انہیں وقت ختم ہونے پر متوجہ کیا۔

کتنی جلدی وقت گزر گیا تھا۔ لمحوں کو اگر پابند کر دیا جائے تو ایک عمر بھی ناکافی لگتی ہے یہ تو صرف آدھا گھنٹہ تھا۔ جاتے ہوئے وہ سب بے حد دلگرفتہ تھے یاور صاحب کی بھی تقریباً" یہی حالت تھی۔

"کیا ان کا آپریشن کامیاب ہو جائے گا؟"

"اگر ہو گیا تو کیا وہ پہلے کی طرح زندگی کی طرف اسی طرح سے واپس آ سکیں گے؟"

"اگر نہیں تو کیا وہ سب ایک عظیم حادثے سے دوچار نہیں ہوں گے؟"

باہر آتے ہوئے ان سب کے ذہن اسی سمت سوچ رہے تھے۔ سب اتنے متاسف نڈھال اور شکستہ ہو رہے تھے کہ کسی دوسرے کو مخاطب کرنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی کسی میں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھی کہ ایزد جو کہ تمام رستے اور اس تمام عرصے میں ان کی ہمت بندھاتا رہا تھا اس وقت چپ چاپ گاڑی ڈرائیو کرتے اسحٰق صاحب کے ساتھ والی نشست پر گم سم سا بیٹھا تھا۔

● ● ●

"حد کرتی ہو تم بھی صہیبی یہ بھی کوئی بات ہے۔ بلاوجہ آسمان سر پر اٹھا لیا ہے۔ ایزد بھائی امریکہ گئے ہیں کوئی مریخ پر تو نہیں کہ نوری سال کے فاصلے بیچ میں آ گئے ہوں۔ ارے وہ تمہیں فون کر لیں گے پاگل۔"

آج دوسرا دن تھا ایزد کو گئے صہیبہ کے دل میں تو جیسے پنکھے لگے ہوئے تھے کسی کل سکون نہیں تھا، رہ رہ کر وہ گھبرانے لگتی تھی۔

سمرہ بھابھی نے اس کی یہ کیفیت صرف مدحت کو بتائی تھی ورنہ گھر میں سب پریشان ہو جاتے اس وقت بھی مدحت اسے سمجھا رہی تھی نصیحت کر رہی تھی۔

"کب کریں گے فون پتا نہیں کیوں مدحت میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔"

"یا خدا۔ قسم سے اس وقت تو تم ایزد بھائی کی والدہ کو بھی سو کلومیٹر دور چھوڑ رہی ہو۔ انہیں دیکھو کس قدر مطمئن ہیں۔ صبح فون کیا تھا میں نے ایزد بھائی کی خیریت کے لیے کہنے لگیں کہ بچی وہ تو اکثر فون کرنے میں تاخیر کر دیتا ہے میں تو اب عادی ہو گئی ہوں۔ اس لیے بیٹا جی اب آپ بھی عادت ڈال لیں۔"

مدحت نے سر پیٹتے ہوئے اسے باقاعدہ بیگم ہمدانی کی نقل کرتے ہوئے بتایا تو بھی وہ مسکرانے کی کوشش نہ کر سکی۔

"مگر یہ تو کوئی طریقہ نہیں ہے مدحت آخر انہیں فون تو کرنا چاہیے تھا نا۔"

وہ اب بھی سخت تشویش میں مبتلا تھی۔

"افوہ آخر تمہیں کیا تکلیف ہے؟ تم سے قرضہ لے کر گئے ہیں وہ ارے بھئی آ جائیں گے واپس لکھوا لو مجھ سے ہاہاہا بھی اکیلے دو نوٹ اپنی میم۔"

مدحت اطمینان سے کارپٹ پر نیم دراز ہوتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ صہیبہ نے انتہائی سنجیدگی سے اسے گھورا اور پھر ہنستے ہوئے دوبارہ اٹھ بیٹھی۔

"سچ صہیبی تمہارا یہ روپ بھی بڑا غضب کا ہے، اگر ایزد بھائی تمہیں اپنے لیے یوں دریا بہاتے دیکھ لیں تو یقین کرو فوراً "رخصتی" کے لیے بضد ہو جائیں۔ ایمان سے مجھے تو اندازہ ہی نہیں تھا کہ ارینج میرج میں بھی اس قدر رومانٹک سین ہوتے ہیں۔ شوہر کسی کا محبوب بھی ہوتا ہو گا آج پتا چلا ہے تمہیں دیکھ کر بالکل نوبیاہتا پارٹ ٹو لگ رہی ہو۔ اس کی تو خیر لو میرج تھی مگر تم نے تو ارینج میرج کا نام ہی ڈبو دیا ہے۔"

مدحت کو بڑا مزا آ رہا تھا اسے چھیڑنے میں وہ جھنجھلا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تمہیں ذرا میری پریشانی کا احساس نہیں مدحت میں واقعی نوبیاہتا کے بعد بہت اکیلی ہو گئی ہوں۔ بجائے اس کے کہ تم میری پریشانی کم کرو تم الٹا۔"

بولتے بولتے وہ پھر روہانسی ہو گئی تو مدحت کو اس پر ترس آنے لگا۔

"اچھا بابا اچھا ناراض مت ہو۔ ایسا کرتے ہیں کہ ایزد بھائی کے آفس سے ان کا کانٹیکٹ نمبر لے لیتے ہیں۔ ہماری ساس تو خود بے خبر ہیں۔ دیکھ لو حضرت کس قدر لاپروا ہیں۔ رسی ٹائٹ کر کے رکھنا نہیں تو بے قابو ہونے میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے۔"

آئیڈیا دیتے ہوئے اس کی نصیحت بھی شروع ہو گئی تھی جس کا صہیبہ نے کوئی خاص نوٹس نہیں لیا اور ٹیلی فون ڈائری سے ایزد کے آفس کا نمبر تلاش کرنے کے لیے اپنی اسٹڈی ٹیبل کی طرف مڑ گئی۔

ذرا سی کوشش کے بعد آفس کا نمبر ملا تو اس نے فوراً مسز ایزد ہمدانی کے نام سے اپنا تعارف کروا کر امریکہ کا فون نمبر مانگ لیا اور وہ نمبر اسے دے بھی دیا گیا۔

اگلے ہی لمحے وہ امریکہ ایزد سے بات کر رہی تھی اور دھیرے دھیرے اطمینان اس کے دل میں اترتا جا رہا تھا۔ دوسری جانب ایزد حیران اور انتہائی مسرور ہو رہا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کوئی ہمیں اس طرح ٹوٹ کر چاہے تو دل تو خوش ہو گا ہی اور پھر وہ بھی کون وہ لڑکی جس کی چاہت اور جس کے ساتھ کی اس نے اول روز سے تمنا کی تھی۔

زمین نے اسے صہیبہ سے محو گفتگو دیکھا تھا۔ وہ ابی کے پاس جانے کا کہنے آئی تھی اسے فون پر ہنس ہنس کر محبت بھری سرگوشیوں میں بولتے دیکھتے ہی اندازہ ہو گیا کہ دوسری جانب کون ہے۔

ایزد ہنس رہا تھا، گمبھیر لہجے میں حلاوت کے موتی لٹا رہا تھا اپنی محبت کا یقین دلا رہا تھا۔ کس قدر مختلف لگ رہا تھا۔ ایزد ہمدانی اس ایزد سے جس کی پرچھائیں سے بھی وہ خوفزدہ رہتی تھی۔

جس کے اکھڑ لہجے اور غصیلے تیوروں سے بہت کتراتی تھی وہ۔

جس کے بیزار اور خشونت بھرے رویے سے برگشتہ ہو جاتی تھی وہ۔

محبت خواہ کوئی بھی کرے اچھا لگتا ہے۔ چاہت کے الوہی رنگ ہر چہرے پر اور ہر آنکھ میں سجتے ہیں۔ ایزد کو مسکراتا دیکھ کر وہ آپ ہی آپ مسکرا دی تھی۔

"بہت لکی ہے صہیبہ علی کہ اسے ایزد جیسے شخص کی محبت ملی ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس کے لب ہنسی سے آشنا لگتے تھے مگر آج سارے ماحول کی مسکراہٹیں جیسے اس کی مرہون منت ہیں۔"

لونگ روم کے دروازے پر کھڑی وہ بلا ارادہ اسے دیکھ رہی تھی چونکی تو اس وقت جب وہ فون رکھ کر مڑا۔ سامنے کھڑی زمین پر نظر پڑی تو فوری طور پر وہ کچھ ٹھٹک کر مسکرا دیا۔

"گھر سے فون تھا ان فیکٹ میں یہاں آ کر پاکستان کانٹیکٹ کرنا ہی بھول گیا۔"

سر کھجاتے ہوئے وہ قصداً "سنجیدہ نظر آنے کی کوشش کر رہا تھا بلکہ چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ ابھی ابھی جس شخصیت سے اس کی بات ہوئی ہے وہ اس کی ہنسی اور مسکراہٹوں کا منبع ہے۔

"آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ کچھ رشتے بہت نازک اور حساس ہوتے ہیں انہیں مصروفیت میں نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔"

وہ مدھم سی مسکان سمیت بولی تھی ایزد نے قدرے چونک کر اسے دیکھا گویا وہ جان چکی تھی کہ اس طرف کون تھا۔ اس کے لب آپ ہی آپ متبسم ہو گئے۔

"بائی دی وے تھوڑی بہت کوتاہی تو اس میں ہماری بھی ہے۔ ہم نے آپ کو اس طرح اپنے معاملات میں الجھایا کہ آپ وقت ہی نہ نکال سکے۔ آئی ایم سوری کہ ہم نے خاصی خود غرضی کا مظاہرہ کیا ہے آپ کے ساتھ۔"

سنجیدہ سنجیدہ اور نادم سی زمین پیاور اسے بے ساختہ مسکرانے پر مجبور کر گئی۔

"ایسی بات نہیں زمین! انکل پیاور میرے لیے بھی بہت محترم اور عزیز ہیں۔ ان کو میں نے بابا سے کم نہیں جانا ہے۔ میں آج جو کچھ ہوں صرف ان کی وجہ سے ہوں۔ میں انہیں نظرانداز نہیں کر سکتا جو کچھ میں نے کیا احسان نہیں نہ ہی احسان کا ریٹرن ہے جو انہوں نے مجھ پر کیے بلکہ میں تو محض اپنا فرض ادا کر رہا ہوں۔ یہی سچ ہے آپ پلیز ایسا کچھ فیل نہ کریں۔"

بے حد اپنائیت سے وہ اس کے خدشات دور کر رہا تھا۔ زمین نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کے آنکھوں میں سچائی اور مروت نظر آ رہی تھی۔

"آئی ایم تھینک فل ٹو یو ایزد، آپ نے بہرحال ہمارے لیے بہت کچھ کیا اور کچھ نہیں تو آپ کی موجودگی ہی ہماری ڈھارس بندھاتی ہے۔ ہم سب آپ کے تہہ دل سے مشکور ہیں۔ ایسے آڑے وقت میں آپ کا دم بہت غنیمت رہا ہے۔"

وہ پھر بھی ممنونیت سے کہہ رہی تھی ایزد سادگی سے مسکرا دیا۔

"میں آپ لوگوں کے ساتھ ہوں آخر انسان ہی تو انسان کے کام آتا ہے۔ آپ کو غالباً" اندازہ نہیں کہ انکل پیاور میرے لیے کیا ہیں؟ بابا کے پیرالائز ہونے کے بعد تقریباً" سارا بزنس ختم ہو گیا تھا انکل پیاور نے بہترین ڈاکٹر سے بابا جان کا علاج کروایا تھا مگر اس سے افاقہ نہ ہو سکا۔ ایسے میں ہمارے سارے شیئرز بک گئے تھے۔ ان

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وقت انکل یاور نے مجھے اپنے کاروبار کا پارٹنر بنایا تھا جب میں بالکل ناتجربہ کار تھا۔ میں اپنی زندگی کے وہ تکلیف دہ لمحات نہیں بھول سکتا اور یقین جانیے انکل یاور کے ان احسانات کا بدلہ کبھی نہ نہیں چکا سکتا جو انہوں نے مجھ پر کیے۔"

وہ شکر گزاری کے جذبات سے لبریز کہہ رہا تھا۔

"ابھی بھی وہ آپ کے لیے ایسا ہی سوچتے ہیں۔" وہ قدرے متاثر ہو کر بولی۔

"مجھے اندازہ ہے۔" اس نے یقین سے کہا تو وہ مسکرا کر اصل بات کی جانب آ گئی۔

"میں دراصل یہ کہنے آئی تھی کہ ابی کے پاس جانا ہے رات ان کا آپریشن ہے ای جی بہت اپ سیٹ ہیں آپ پلیز ہمیں لے چلیں۔"

"اوکے آپ لوگ چلیے میں آتا ہوں۔"

چینج کرنے کے خیال سے کہتا ہوا وہ مستعدی سے اپنے روم کی طرف بڑھ گیا۔ تو وہ یہ سوچتی ہوئی کہ کیا واقعی وہ احسان کا بدلہ اتارنے کے لیے اتنا کر رہا ہے یا حقیقتاً "اسے ابی سے محبت ہے ای جی کے پاس چلی آئی جو اس وقت آیت الکرسی شریف کا ورد کرتے ہوئے بغیر آواز کے رو رہی تھیں وہ بھی متفکر سی ان کے پاس آ بیٹھی۔

● ● ●

آپریشن میں ابھی کچھ گھنٹے باقی تھے یاور صاحب کو چند ٹیسٹ کرانے کے لیے لے جایا گیا اور جب وہ واپس آئے تو انہوں نے سب سے پہلے زہرہ بیگم اور ایزد کو اپنے کمرے میں طلب کیا۔ اندر اسحٰق صاحب کسی شخص کے ساتھ مہمان تھے۔

زہرہ بیگم انہیں دیکھ کر کچھ ٹھٹک سی گئیں ایزد بھی قدرے حیران نظر آ رہا تھا۔ شیخ یاور علی نے انہیں اشارے سے اپنے پاس بلایا تو وہ دونوں اپنی سوالیہ نظریں ان پر مرکوز کرتے ان کے پاس چلے آئے۔

"زہرہ تمہیں یاد ہو گا کہ میں نے زرمین کے لیے کیا خواب دیکھا تھا۔ اس کی شادی کس سے کرنی چاہی تھی۔"

ان کے پاس آتے ہی وہ بہت حسرت سے کہنے لگے تھے زہرہ بیگم نے بے تحاشا چونک کر ایزد کی جانب دیکھا تھا جو الجھی ہوئی نظروں سے یاور صاحب کو دیکھ رہا تھا۔

"جی۔" وہ بمشکل کہہ سکیں۔

"سوچا تو یہ تھا کہ اس کی بہت دھوم دھام سے شادی کروں گا مگر لگتا ہے اس کی مہلت نہیں ملے گی۔"

"پلیز ایسا مت کہیں۔" بیگم زہرہ جیسے بلک ہی اٹھیں۔

"انکل پلیز ڈونٹ لوز ہارٹ ہمیں ہم سب کو آپ کی ضرورت ہے۔"

ایزد بھی آگے بڑھا تھا یاور صاحب نے اسے بے حد امید سے دیکھا۔

"اور مجھے تمہارے ہاں کی ضرورت ہے ایزد۔ بولو اپنے انکل کا مان رکھو گے۔"

وہ حد درجے آس سے پوچھ رہے تھے ایزد نے جذبات کی شدت سے مغلوب ہو کر ان کا ہاتھ اپنی پر حرارت مٹھی میں بھینچ لیا۔

"آپ کہیے تو انکل میں آپ کا کہا ٹالوں گا نہیں۔"

اس وقت اسے ایک قریب المرگ شخص کے احسانات یاد تھے صرف اتنی خبر تھی کہ آتے ہوئے بی بی جان اور ماما نے اسے یہ ہی ہدایت کی تھی کہ اپنے محسن کے لیے اسے ہر وہ کام کرنا ہو گا جس سے وہ خوش ہو۔

"تھینک یو ایزد مجھے تم سے یہ ہی امید تھی۔"

ایکدم وہ جیسے پرسکون ہو کر پھیکی سی مسکراہٹ لبوں پر سجانے لگے تھے۔ اشارے سے اسحٰق صاحب اور ساتھ والے اس شخص کو بلایا جسے دیکھ کر بیگم یاور اور ایزد کی آنکھوں میں سوال اتر آئے تھے۔

"یہ یہاں کے مسلم کمیونٹی سینٹر کے مفتی اور نکاح خواں قاضی جلال احمد ہیں ایزد اور انہیں میں نے یہاں اس لیے بلایا ہے کہ میں اپنے آپریشن سے پہلے زرمین کا نکاح کرنا چاہتا ہوں۔" لڑکھڑاتی آواز میں وہ بمشکل اپنا مافی الضمیر ان دونوں تک پہنچا سکے تھے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"میں نے اس بارے میں بہت سوچا تھا ایزد۔ مگر زندگی نے مہلت دینے کا ارادہ نہیں کیا۔ زمین میری بیٹی ہے مجھے یقین ہے کہ وہ انکار یا اعتراض نہیں کرے گی اس لیے اس کی طرف سے تو میں مطمئن ہوں بس تم سے پوچھ رہا ہے، تمہیں تو کوئی اعتراض نہیں ایزد۔"

"جج جی۔"

ایزد کو لگا جیسے اس کے چاروں طرف دھماکے ہونے لگے ہوں۔ زہرہ بیگم بھی جیسے اپنی جگہ شاکڈ سی رہ گئی تھیں۔

وہ دونوں ہی سمجھ رہی تھیں کہ غالباً" اسحٰق صاحب کو انہوں نے اس رشتے کے لیے چنا ہے۔ یہ تو خیال ہی نہیں رہا تھا کہ ایزد کے نکاح کا تو انہیں علم ہی نہیں۔

"ہاں ایزد مجھے تمہارے سوا کسی پر بھروسا نہیں حتیٰ کہ سمیر پر بھی مجھے اتنا یقین نہیں جتنا کہ تم پر ہے میرے بعد میرے گھر کو صرف تم ہی سنبھال سکتے ہو۔"

وہ کہہ رہے تھے جبکہ زہرہ بیگم اور ایزد جیسے ششدر سے کھڑے انہیں سن رہے تھے۔ لب ساکت اور آنکھیں منجمد تھیں۔

"یہ مت سمجھنا کہ میں تم سے اپنے احسانات کا بدلہ مانگ رہا ہوں۔ بس اسے ایک قریب المرگ شخص کی استدعا سمجھنا۔ زمین بہت اچھی لڑکی ہے مجھے یقین ہے کہ میری بیٹی تمہیں شکایت کا موقع نہیں دے گی۔"

ٹوٹتی بکھرتی سانسوں کے درمیان وہ انتہائی مایوسی اور دلگرفتگی سے کہہ رہے تھے۔ ایزد کے ارد گرد جیسے الاؤ بھڑک اٹھے تھے۔

"مگر یاور! ایزد تو۔"

"تم مت بولو زہرہ مجھے ایزد کا جواب سننے دو۔"

زہرہ بیگم نے بمشکل حواسوں کو قابو کرتے ہوئے کچھ کہنا چاہا مگر انہیں یاور صاحب نے ٹوک دیا۔

"جواب اثبات میں ہی ہونا چاہیے ایزد کیونکہ ڈاکٹر نے انہیں ہر قسم کے شاک سے دور رکھنے کے لیے کہا ہے۔"

اس دوران اسحٰق صاحب نے اس کے قریب آتے ہوئے کہا تو وہ جیسے چونک کر ہوش میں آیا۔ اس وقت فرض اور محبت کے درمیان جیسے جنگ چھڑ گئی تھی اسے اب سمجھ میں آیا تھا کہ آتے ہوئے صہیبہ کا دل کیوں اندیشوں اور واہموں سے سہما جا رہا تھا۔ وہ کس لیے اس قدر ہولائی جا رہی تھی۔

"کیا وہ صہیبہ کو دھوکا دے دے۔"

"یا... یاور صاحب کو انکار کر دے۔"

اف عجیب سی کشمکش و پیچ میں جکڑ گیا تھا وہ، اس کے اعصاب چٹخنے کو تھے وہ چاہتا بھی تو اس وقت یاور صاحب کو اصل صورت حال سے آگاہ نہیں کر سکتا تھا زہرہ بیگم خود بہت متوحش ہو گئی تھیں۔ کبھی ایزد کو اور کبھی اپنے شوہر کو دیکھ رہی تھیں۔

"ہاں کہہ دو ایزد، یہ یاور صاحب کی زندگی کا معاملہ ہے۔"

اسحٰق صاحب کی سرگوشی اس کے قریب ہی گونجی تھی۔

اس نے نظر اٹھا کر دیکھا یاور صاحب بہت آس سے اسے دیکھ رہے تھے یہ ان کی آخری خواہش بھی ہو سکتی تھی۔

وہ جیسے ہارنے لگا محبت کی اس بازی میں فرض جیت گیا تھا۔

اس کے پاس صرف چند سیکنڈز تھے اور ان چند لمحوں میں وہ فیصلہ ہو گیا جو وہ صدیوں سوچ کر بھی نہ کر سکتا تھا۔

"میں راضی ہوں انکل آپ جیسا چاہیں میں ویسا کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

اس کی آواز جیسے اندھے کنوئیں سے آئی تھی۔

بیگم زہرہ نے بے طرح متوحش ہو کر اسے دیکھا تھا جس کی خالی خالی آنکھوں میں دھواں بھرنا شروع ہو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اور پھر نامعلوم کس طرح اسحاق نرمین کو بلا کر لایا اور بیگم زہرہ نے اسے سسکتے لہجے میں یہ مصلوب کر دینے والا فیصلہ سنا دیا۔

"نہیں امی ایسا مت کریں پلیز۔"

اس کی چیخیں کہیں اندر ہی دفن ہوئی تھیں۔ بہت آس اور بہت شاکی سے انداز میں اس نے ایزد اور بیگم زہرہ کو دیکھا تھا مگر دونوں نظر چرا کر یاور صاحب کی طرف دیکھنے لگے تھے وہ جیسے زندہ قبر میں دفنائی جا رہی تھی مگر ابی کی خاطر اسے یہ بھی سہنا تھا۔

نکاح نامے پر سائن کرتے ہوئے شرمین نے اگر اسے سنبھال نہ لیا ہوتا اور سمیر نے اسے سہارا نہ دیا ہوتا تو وہ لڑکھڑا کر گر ہی پڑتی۔

بیک وقت دو انسانوں کے دل و دماغ میں سناٹے اترے تھے۔ بے حد شدت اور بے حد آزردگی کے ساتھ۔

• • •

"میرے خدا!"

جانے کیا سوچ کر اس نے جھرجھری لی اور اٹھ بیٹھی۔ بالوں میں گردش کرتی دادی کی انگلیاں رک گئیں۔

"کیا ہوا بیٹا اٹھ کیوں گئیں؟۔"

دادی جان نے اس کے چہرے پر پھیلتی زردی دیکھی تو بے ساختہ پوچھا۔

"کچھ نہیں دادی جان۔ بس اب اٹھوں گی۔ کچھ نوٹس بنانے ہیں ناحق آپ کو تنگ کیا میں نے۔"

بالوں کو سمیٹتے ہوئے اس نے قصداً "نظر چرا کر کہا تھا" درحقیقت وہ اس وقت عجیب سی سوچوں کی یلغار سے گھبرا گئی تھی۔ دادی جان سے کچھ بھی کہنا عبث تھا وہ خواہ مخواہ پریشان ہو جاتیں۔

"نہ بیٹا بچے کبھی والدین کو تنگ نہیں کرتے۔ دکھ ہوں یا سکھ ایک دوسرے کی قربت سے ہی سکون ملتا ہے۔"

اس کے ماتھے کو چومتے ہوئے انہوں نے اس کا گال تھپتھپایا تو وہ اچنبھے سے انہیں دیکھنے لگی۔

"آپ نے ایسا کیوں کہا دادی جان میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔"

خود کو نارمل پوز کرنے کی خاطر وہ قدرے مسکرائی تھی' سفینہ بیگم مبہم سے انداز میں مسکرائیں۔

"تم کتنی ٹھیک ہو اور کتنی نہیں۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں۔ اپنی ماں سے پوچھو جو تین دن سے تمہاری اتری ہوئی صورت دیکھ کر کس قدر پریشان ہو گئی ہے۔ اس کے کہنے پر میں نے زوہا اور فرہاد کو بلوایا ہے' تمہیں ان کی بہت عادت ہے شاید اسی لیے اتنا پریشان ہو گئی ہو۔"

وہ محبت اور شفقت سے بولیں تو وہ بے ساختہ ان کے سینے سے لگ گئی۔

"کبھی کبھی دل بلاوجہ کیوں پریشان ہونے لگتا ہے دادی جان؟ کیا ہمارا دل اور ہمارا وجدان کبھی بالکل صحیح اشارے بھی دینے لگتے ہیں؟۔"

باوجود خود کو روکنے کے وہ استفسار کر بیٹھی تھی' سفینہ بیگم نے اسے خود سے الگ کرتے ہوئے بغور دیکھا اور پھر گہری سانس بھر کر سنجیدگی سے بولیں۔

"حسن ظن اور خوش گمانی رکھنے سے زندگی آسان ہو جاتی ہے صبیحی' خواہ مخواہ کے وہموں اور خدشوں سے خود کو اپنے ذہن و دل کو پریشان کرنے سے نہ صرف حالات بدتر لگنے لگتے ہیں بلکہ اس کا اثر انسان کی امیدوں پر بھی پڑتا ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ اپنے ذہن کو اس بات کے لیے تیار کیا جائے کہ جو ہو گا بہتر ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے سمجھیں۔"

ان کا ناصحانہ انداز اتنا پر اثر تھا کہ وہ دل میں اترتے سکون کو محسوس کر کے دھیرے سے مسکرا دی۔

"تھینک یو دادی جان۔ آپ نے میری آدھی پریشانی ختم کر دی۔"

"اچھا؟۔" وہ جیسے حیران ہوئیں پھر بولیں۔

"ویسے بیٹا آخر تمہیں پریشانی کیا ہے؟۔"

"کچھ نہیں دادی جان۔ بس یونہی آخری سال ہے نا پڑھائی کا اس لیے فکر رہتی ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس نے بہانہ بنایا تو سفینہ بیگم محسوس کر کے بھی خاموش ہو رہیں۔ اسی اثناء میں مدحت نے زوہا اور فرہاد کی آمد کی اطلاع دی تو وہ خوشی سے قلانچیں بھرتی باہر نکل گئی۔

بلیو پر بلیک کام والے سوٹ میں ملبوس نک سک سے تیار زوہا ہمیشہ کی طرح بے انتہا اچھی لگ رہی تھی۔ فرہاد کی آنکھوں میں بھی خوشی کے رنگ تھے۔

"خدا انہیں ہمیشہ خوش رکھے اور ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ کرے۔"

اس کا دل آج کل کچھ زیادہ ہی حساس ہو رہا تھا بے ساختہ دعا دے کر زوہا کے گلے لگ گئی۔

"بہت فضول ہو تم دونوں۔ دونوں پلٹ کر خبر نہیں لیتے" آج آ رہے ہو پورے چھ دن بعد۔"

زوہا کے یہ پوچھنے پر کہ "کیسی ہو" بلا ارادہ شکوہ زبان سے پھسل پڑا۔

"ارے ارے اس قدر ناراضگی۔"

فرہاد نے تعجب کا اظہار کیا تو مدحت فوراً بولی۔

"رہنے دیں فرہاد بھائی۔ اصل میں تو یہ شکایت اسے ایزد بھائی سے کرنی ہے محترمہ کئی گھنٹوں سے ریہرسل کر رہی تھیں۔ آپ سامنے آئے تو سلام کی بجائے زبان سے یہ فقرہ پھسل گیا۔"

"بکو مت۔" اس نے جھینپ کر مدحت کو گھورا تو وہ ہنسنے لگی۔

"کیا مطلب۔ ایزد بھائی کہاں گئے ہیں۔"

زوہا نے استفسار کیا تو اس نے مختصراً" بتا دیا۔ مدحت کو کہاں چین تھا اس کی دلی کیفیت نمک مرچ لگا کر سنائی تو زوہا بمشکل ہنسی روک سکی۔

"کم آن صبیحی' حد کرتی ہو تم بھی' یہ بھی کوئی بات ہوئی بھلا۔"

"تم میرے دل کی حالت نہیں سمجھ سکتیں زوہا۔ شاید اس لیے کہ تم سب لوگوں نے مجھے "میڈ آف اسٹیل" سمجھ رکھا ہے۔ سب کا خیال یہ ہے کہ میں سانس تو لیتی ہوں مگر انسانی جذبات سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ میں ہنس تو سکتی ہوں مگر آنسو بہانا میری سرشت نہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ آئی ایم آ نارمل گرل۔ ایک انسان ہوں میں۔ دکھی بھی ہو سکتی ہوں آنسو بھی بہا سکتی ہوں۔"

جانے یہ زوہا کی موجودگی کا اثر تھا یا شاید وہ کئی دنوں سے خود سے لڑ لڑ کر تھک چکی تھی۔ زوہا کی ذرا سی بات پر جیسے پھٹ پڑی۔ فرہاد اور زوہا نے اسے قدرے حیرانی سے دیکھا تو اپنے آنسو چھپاتے ہوئے وہ الٹے قدموں اوپر کی طرف دوڑ گئی۔

"ارے ارے کیا ہوا؟۔"

فرہاد کافی حیران ہوا تھا زوہا بھی کچھ کم متحیر نہ تھی۔

"بس کچھ دنوں سے اس کی ایسی ہی کنڈیشن ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر مشتعل ہو جاتی ہے۔ بہرحال آپ پریشان نہ ہوں خود ٹھیک ہو جائے گی محترمہ پر بھوت سوار ہے۔"

مدحت نے سرسری سے انداز میں کہا۔

"سنیں مدحت۔ صبیحی اس طرح کبھی ری ایکٹ نہیں کرتی۔ یقیناً" وہ پریشان ہے۔ ایزد بھائی کا فون آیا وہاں سے؟۔"

زوہا مزاج آشنائی کے زعم سے بولی تھی۔

"نہیں' انہوں نے تو نہیں کیا تھا۔ صبیحی نے کال کی تھی انہیں۔ بالکل ٹھیک تھے وہ بلکہ ان سے بات کرنے کے بعد سے تو کافی نارمل ہو گئی تھی پھر پتا نہیں اب کیا ہو گیا۔"

مدحت نے شانے اچکاتے ہوئے کہا تو زوہا کچھ سوچ کر فرہاد کو دادی جان وغیرہ کے پاس نیچے ہی چھوڑ کر اوپر آ گئی۔ صبیحہ کھڑکی سے لگی باہر جانے کیا دیکھ رہی تھی۔

"صبیحی۔ ناراض ہو گئیں۔"

اسے عقب سے پکارتے ہوئے وہ اس کے پہلو میں آ کھڑی ہوئی تو صبیحہ ذرا سا رخ موڑ کر اسے دیکھتے ہوئے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نم آنکھوں سے مسکرا دی۔

"نہیں یار' بس یونہی غصہ آگیا تھا۔ آئی ایم سوری۔"

"چلو پاگل' میرا تمہارا رشتہ ایسی تکلفات کا عادی نہیں' جانتی ہو؟"

زوہا نے استحقاق سے کہتے ہوئے ایک دھموکا اسے جڑا۔

"ہاں مگر میں نے بہت اوور ری ایکٹ کیا اس وقت مجھے تو چاہیے تھا کہ تم سے خیریت پوچھتی الٹا شکوے لے کر بیٹھ گئی۔ اینی وے تم سناؤ۔ ثمر آنٹی کے ساتھ کیسی نبھ رہی ہے۔"

اس نے قصداً "ندامت سے کہتے ہوئے موضوع تبدیل کیا تو زوہا چاہنے کے باوجود اسے سمجھا نہ سکی اور اس کے سوال پر تاسف سے مسکرا دی۔

"بس یار' ان کو تو شاید اللہ نے پتھر کا دل دیا ہے۔ جانے کبھی موم ہو گا بھی کہ نہیں۔ سمجھ نہیں آتا۔"

انگلیاں آپس میں رگڑتے ہوئے زوہا نے جس افسردگی سے کہا تھا صبیحہ کے دل میں اس کا دکھ جیسے تازہ ہو گیا۔

"مایوسی کفر ہے زوہا۔ تم ہی تو مجھے سمجھاتی رہی ہو۔ اور آج خود؟"

"ہاں صبیحی آج خود ــــ خود میں نے مان لیا ہے کہ بعض لوگوں کو ہم چاہیں بھی تو اپنا نہیں بنا سکتے۔ ہماری ساری ریاضتیں ساری محبتیں اور ساری قربانیاں رائیگاں جاتی ہیں۔ اور رہ جاتا ہے تو بس پچھتاوا اور دوسرے فریق کا تنفر۔"

سر کو ہلکے سے نفی میں جنبش دیتے ہوئے زوہا مضبوط لہجے میں بولی تو صبیحہ چند ثانیے اسے دیکھتی رہی اور پھر گہری سانس بھر کر مسکرا دی۔

"نہیں زوہا محبت فاتح عالم ہے۔ نفرت خواہ کتنی ہی مضبوط اور طاقت ور کیوں نہ ہو محبت سے ہارتی ہے اور تم بہت محبت کرنے والی لڑکی ہو۔ مجھے یقین ہے کہ ایک روز تمہیں ثمر آنٹی کی محبت ملے گی۔ اپنی کوششیں جاری رکھو' امید کا سہارا سب سے سچا سہارا ہوتا ہے۔"

وہ خود کو کمپوز کرتے ہوئے اسے یا شاید خود کو ہی سمجھا رہی تھی۔ زوہا نے بغور اسے دیکھا۔

"واقعی صبیحی تم بہت بدل گئی ہو' مدحت ٹھیک کہہ رہی تھی۔ تم نے کچھ زیادہ ہی اثر لیا ہے ایزد بھائی کے جانے کا۔"

"نہیں زوہا ایسی بات نہیں' امریکہ بہت دور نہیں ہے۔ میں زمینی فاصلوں سے نہیں ڈرتی کیونکہ اصل فاصلے تو انسانوں کے دلوں کے مابین پیدا ہوتے ہیں جیسے دادی جان اور دا جان کے دلوں کے درمیان نہ مٹنے والے سنگین فاصلے ہیں تو ری سالوں کی مسافت ہے۔ میں صرف اس سے ڈرتی ہوں۔"

وہ بہت سنجیدگی سے تھکن بھرے لہجے میں بولی تھی۔ زوہا نے بہت استعجاب سے اسے دیکھا۔ یہ وہی تھی جو دا جان اور دادی جان کے درمیان پیدا شدہ فاصلوں کو محض انا اور ضد قرار دیتی تھی۔ اور آج ــــ

"فضول باتیں مت سوچا کرو صبیحی۔ خوامخواہ ذہن الجھتا ہے۔ چلو' تم نیچے چلو فرہاد بھی تمہارے اس طرح چلے آنے پر حیران ہو رہے ہیں۔ چل کر سب کے ساتھ بیٹھو' ادھر ادھر کی باتیں کرو گی تو آپ ہی طبیعت بہل جائے گی۔"

ذہن سے پچھلی باتیں جھٹک کر اس نے بازو سے صبیحہ کو پکڑا اور پھر اس کے نہ نہ کہنے کے باوجود نیچے لے آئی لال' ذرا دیر میں سب جمع ہو چکے تھے۔

● ● ●

"وش یو گڈ لک مائی چائلڈ۔"

نکاح نامے پر دستخط کرتے ہی یاور خان نے اسے سینے سے لگا کر دعا دی تو بے بسی کے شدید احساس سے اس کی آنکھیں نمکین پانی سے لبالب بھر گئیں۔ جس سے ان کی قمیص نم ہونے لگی۔

"بیٹا۔ روتے نہیں یہ تو خوشی کا موقع ہے میں تمہیں مسکراتا دیکھنا چاہتا ہوں۔"

انہوں نے شفقت سے ٹوک کر اپنی خواہش کا اظہار کیا تو باوجود ضبط و کوشش کے اس کے لب مسکرا نہ سکے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ اٹھی اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔
دروازے کے قریب ہی ایزد کھڑا تھا جیسے کوئی تھکا ہارا مسافر منزل پر لٹ گیا ہو۔ ایسی ہی دگرگوں حالت تھی اس کی شرمین سمیر حتیٰ کہ بیگم زہرہ بھی جیسے کسی طلسم کے زیر اثر تھے۔
"مبارک ہو یاور صاحب اور آپ کو بھی بیگم یاور۔"
اسحق صاحب نے بحیثیت گواہ سائن کرنے کے بعد کسی اور حضرت کو اندر بلایا۔ غالباً وہ بھی یہاں کے بزنس میں یاور صاحب کے اہلکار تھے۔ گواہوں کے دستخط ہو گئے تو دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے گئے۔ قاضی جلال الدین احمد دعا پڑھ رہے تھے۔ اور وہ سب یوں سر جھکائے کھڑے تھے جیسے مانگنے کو کچھ رہا ہی نہ ہو۔
نرمین باہر کہاں ہے؟ کیا کر رہی ہے؟ کسی میں اس کے پاس جانے کی ہمت نہیں تھی۔
خود ایزد کی حالت کسی ایسے مجرم کی سی ہو رہی تھی جسے رنگوں ہاتھوں پکڑ لیا گیا ہو۔ کمرے سے نکلتے ہوئے اس نے جن نظروں سے اسے دیکھا تھا وہ اپنی جگہ احساس جرم سے ساکت رہ گیا۔
ان نظروں میں شکایت تھی دکھ تھا، تاسف تھا اور کسی کو دغا دیے جانے کا ماتم بھی تھا۔ اسے لگا جیسے نرمین کی نگاہیں اس سے سوال کر رہی ہوں پوچھ رہی ہوں کہ۔
کیوں کیا تم نے ایسا؟
کیوں دھوکا دیا صہیب علی کو؟
کیوں برباد کی میری زندگی؟
تم تو مرد تھے۔ انکار کر سکتے تھے؟ بتا سکتے تھے کہ میں اپنی زندگی اپنا دل اور اپنے سارے جذبے کسی اور کے نام کر چکا ہوں؟ کیوں چپ رہے تم۔ کیوں انکار نہ کیا؟
مگر کیا وہ واقعی انکار کر سکتا تھا۔
"او مائی گاڈ۔ یہ سب کیا ہو گیا۔"
یاور صاحب نے فرط جذبات سے اسے سینے سے لگایا تو اس کا دل چلا اٹھا۔ سمیر نے بھی دوہری کیفیت میں گھرتے ہوئے اس سے بغل گیر ہو کر مبارک باد دی تھی۔ اور جب دونوں کی نظریں ملیں تو ثانیے بھر سے زیادہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکے۔ بے اختیار نظر چرا لی۔
زہرہ بیگم اب تک جیسے سکتے کی حالت میں تھیں۔
یاور صاحب نے کمزور اور نقاہت بھری آواز میں انہیں پکارا تو وہ بمشکل قدم گھسیٹتی ان تک آئیں۔
"مبارک ہو زہرہ، آج میں نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوشی دیکھ لی۔ دعا کرو میں شرمین اور سمیر کی خوشیاں بھی دیکھ سکوں۔"
"ایسے مت کہیے یاور۔"
بیگم زہرہ کے آنسوؤں نے راستہ دیکھ لیا تھا۔
"اونہوں، یہ موقع غم کا نہیں ہے زہرہ، خوشی کی گھڑی ہے۔ بہت مشکل سے آتا ہے ایسا وقت زندگی میں۔" وہ ٹوٹے لہجے میں کہہ رہے تھے۔
"کیوں آتا ہے؟" کہتے ہی دل کہہ اٹھے تھے۔
"میں نے تمہیں شاید ہی کبھی کوئی خوشی دی ہو، آج تو مسکرا دو کہ میرے دل سے بھی پشیمانی کا بوجھ کچھ کم ہو سکے۔"
موت کا خوف نہیں بلکہ جدائی کا ڈر تھا جو دل کا ہر راز افشا کیے جا رہا تھا۔ زہرہ بیگم کے آنسوؤں میں روانی آگئی تھی وہ بمشکل مسکرا سکیں۔
"مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں یاور۔"
"میں جانتا ہوں تم میرا دل رکھ رہی ہو۔ بلکہ تم سب نے آج میری خاطر بہت بڑا فیصلہ قبول کیا ہے۔ میں تم سب کا مقروض ہوں مگر آج ایک خوشی تمہیں دے کر مجھے دلی سکون ملا ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ اپنے فیصلے سے ازحد پرسکون تھے وہ سب ان کی خاطر بجھے دل سے مسکرا دیے۔

"تمہیں مجھ سے کوئی شکایت تو نہیں ایزد۔"

انہوں نے ایزد سے پوچھا جو سامنے کھڑا جانے کن خیالوں میں گم تھا۔ ایک سکتہ سا اس کی آنکھوں میں آکر ٹھہر گیا تھا۔ اسے لگا جیسے وہ بہت دیر تک کچھ بول نہیں سکے گا مگر اسے کہنا پڑا۔

"نہیں انکل۔ آئی ایم ویری مچ پلیزڈ ویو۔"

اس کی بھاری آواز ہر طرح کے جذبے سے عاری محسوس ہو رہی تھی مگر شرمین سمیرا اور زہرہ بیگم نے اسے بے حد شکرگزاری سے دیکھا۔ اس کے الفاظ موقع محل کے مطابق تھے۔

"تھینکس مائی آنر ایزد، ورنہ جس طرح تمہارے والدین کی غیر موجودگی میں میں نے تم سے اتنا بڑا فیصلہ مانگ لیا۔ تمہارے دل میں میرے لیے بہت شکایت پیدا ہو گئی ہو گی؟"

وہ موہوم سے خدشے کے تحت استفسار کر رہے تھے۔

ایزد کی نظریں بے ساختہ ان تینوں کی طرف اٹھ گئیں جو دھڑکتے دل سے ان دونوں کی گفتگو سن رہے تھے۔ نظر ملنے پر احساس ہوا کہ ان کی آنکھوں میں کس قدر امید اور التجا تھی۔ ایزد نے تھک کر طویل سانس کھینچا اور ان کے پاس ہی ٹک گیا۔

"آپ کا میں اپنے بابا کی طرح عزت اور احترام کرتا ہوں انکل یاور۔ آپ کا فیصلہ قبول کرنا میرے لیے یقیناً مشکل تھا مگر ناممکن نہیں۔"

وہ بڑی دقت سے مسکرایا تھا۔ ان سب کی آنکھیں جھلملانے لگیں۔

اسحٰق صاحب سب کو مبارک باد دینے کے بعد قاضی کو باہر تک چھوڑنے گئے۔ اور واپسی میں کیک کا ڈبہ اور ڈھیروں ریفریشمنٹ وہ کسی ملازم کی مدد سے اندر لے آئے تھے۔

"میں تمہارا شکر گزار ہوں، زندگی نے وفا کی تو ہمدانی اور بھابھی سے میں خود دست بستہ معافی مانگ لوں گا اور اگر زندہ نہ رہ سکا تو ان سے معذرت خط کے ذریعے کروں گا۔"

وہ خود آبدیدہ ہو رہے تھے۔ ایزد نے اپنا دکھ بھلا کر ان کی طرف دیکھا۔

ایک قریب المرگ ــــ انسان اپنی آخری خواہش پوری ہو جانے پر بھی افسردہ تھا اس کا دل ان کے دکھ پر گہری آزردگی میں گھرنے لگا۔

اس کے آگے زندگی کا طویل سفر تھا فیصلہ کا اختیار تھا۔

جبکہ شیخ یاور علی خان ایک مایوس، دلگرفتہ اور شکست خوردہ انسان تھے جو اس وقت زندگی اور موت کی کھینچا تانی سے اجازت مانگ کر کچھ فیصلے کرنا چاہتے تھے۔

"آپ کو ابھی زندہ رہنا ہے ابی۔ بہت سارا جینا ہے ابھی۔"

شرمین نے بے ساختہ تڑپ کر سر ان کے شانے پر رکھا تو وہ مسکرا دیے۔ اور دھیرے دھیرے اس کا سر تھپکنے لگے۔ یکدم ہی بے انتہا تھکن اور کمزوری نے ان پر غلبہ پایا تو وہ گہری گہری سانسیں لینے لگے۔

اسی لمحے نرس نے اندر آکر انہیں اطلاع پہنچائی کہ اگلے پون گھنٹے بعد ان سب کو کمرہ خالی کرنا ہے۔ آپریشن سے پہلے کی آخری فارمیلٹیز پوری کرنی تھیں۔

"اوکے۔"

شیخ یاور نے اسے مطمئن کر کے باہر بھیجا اور پھر سب کی طرف متوجہ ہوئے۔

"جاؤ بیٹا شرمین! زرمین کو بلا لاؤ اور منہ میٹھا کرو بہن کا، میں اس کا مجرم ہوں کہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی اس طرح منا رہا ہوں۔ خدا مجھے معاف کرے۔"

"ایسا مت کہیں یاور، ہر کام میں خدا کی مصلحت ہوتی ہے۔"

زہرہ بیگم نے شرمین کو اشارہ کیا تو وہ مرے مرے قدموں سے باہر نکلی۔

کوریڈور کے آخرے سرے پر گلابی بنچ پر ٹکی وہ کسی مجسمے کی مانند ساکت تھی اس کے پاس پہنچ کر شرمین کا دل

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بے اختیار بھر آیا تو وہ اس کے شانے سے لگ کر رو پڑی۔

"آئی ایم سوری نرمین! میں تمہارے لیے کچھ نہ کر سکی، تمہیں تمہارے دل کو برباد ہونے سے بچا نہ سکی۔ میں ہار گئی، ابی کی خاطر ہم نے تمہیں قربان کر دیا۔ ہم سب تمہارے مجرم ہیں۔"

زار و قطار روتے ہوئے وہ نرمین کو بھی رلا گئی۔

غم چھوٹا نہ تھا، زندگی صرف ایک بار ملتی ہے اور اس کی زندگی کو جس طرح رگید اگیا تھا وہ دکھ اسے جینے دینے والا نہیں تھا۔

اس کے آنسو۔ بند توڑ کر بہتے تو بہتے چلے گئے۔ کتنی ہی دیر وہ دونوں روتی رہیں اور جانے کب تک روتی رہتیں اگر سمیر آ کر انہیں بھاری لہجے میں چلنے کو نہ کہتا۔

"ابی کے پاس زیادہ وقت نہیں نرمین باجی، آپ چل کر ان سے مل لیں۔ اللہ جانے یہ ہم سب کی آخری ملاقات ہو ان سے۔"

سمیر کے آنسو بھی چھلک اٹھے تھے۔ ان دونوں نے بے حد دکھ سے اسے دیکھا اور پھر اس کے شانے سے لگ کر رو پڑیں۔

"یہ کیا ہو گیا سمیر۔ یہ سب کیا ہو گیا؟"

"پلیز نرمین باجی آپ حوصلہ کریں۔ یقین کریں جو کچھ آپ کے ساتھ ہوا اس پر ہم سب کو دکھ ہے مگر یہ وقت بہت Crucial ہے۔ اس وقت ہمیں ابی کو Stress اور ٹینشن سے دور رکھنا ہے۔ اپنی محنت ضائع نہ کریں۔ آپ کی قربانی کا صلہ تو خدا آپ کو دے گا پلیز کمپوز یور سیلف۔ آیئے ابی کے پاس چلیں۔"

وہ بمشکل ان دونوں کو اپنے ساتھ لانے میں کامیاب ہو سکا۔

ایزد کے سامنے جاتے ہوئے وہ بری طرح ندامت محسوس کر رہی تھی۔ کتنا ظلم ہوا تھا اس پر بھی۔

یاور صاحب نے اسے دیکھا تو شفقت سے مسکرا دیئے۔ اس کا گریز حجاب پر محمول کرتے ہوئے انہوں نے اسے قریب بیٹھے ایزد کے پاس بٹھایا اور دونوں کا منہ میٹھا کروا کر کیک کا ایک ایک پیس ان دونوں کو تھما دیا۔

"اب تم دونوں ایک دوسرے کا منہ میٹھا کرو۔ زندگی کی شروعات کے لیے بہت اچھا شگون ہوتا ہے یہ۔"

شیخ یاور علی کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا۔

ایزد اور نرمین کو جیسے ایک بار پھر دکھ سے ہمکنار ہونا پڑا تھا۔

ایک دوسرے سے نظر چراتے ہوئے بمشکل کیک پیس کھلایا اور فوراً ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔

"میرے بچو، میرے پاس وقت نہیں تھا ورنہ خود چلتا تمہارے ساتھ۔ اس وقت تو اسحاق کو یہ ذمہ داری سونپ رہا ہوں۔ ایک فلیٹ تم دونوں کے لیے ضروری لوازمات سے ڈیکوریٹ کروا دیا ہے۔ تم دونوں ابھی وہاں چلے جاؤ۔ میرے آپریشن کی فکر مت کرنا۔ ہر شخص اپنے حصے کے دکھ اور خوشیاں سمیٹنے کا سزاوار ہوتا ہے۔"

وہ ان دونوں کو بہت امید سے دیکھ رہے تھے۔

"نہیں انکل۔ ہم آپ کو اس طرح چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔"

ایزد بے اختیار بول اٹھا تھا۔ کمرے میں موجود بقیہ چاروں نفوس کی بھی یہی سوچ تھی۔ یاور صاحب اس کی بات پر یوں مسکرائے جیسے کسی طفل ناداں نے کوئی بچپنے کی بات کہہ دی ہو۔

"نہیں بیٹا جہاں تم نے میرا اتنا حکم مانا ایک چھوٹی سی عرض اور سن لو۔ یہ وقت اسپتال میں مرتے ہوئے لوگوں کی سانسیں گننے کا نہیں خوشیاں کشید کرنے کا ہوتا ہے۔" وہ کہہ رہے تھے مگر نرمین نے ٹوک دیا۔

"ابی پلیز۔" وہ باوجود ضبط کے سسکنے لگی۔

"اس کی حالت بہت خراب ہے ایزد، میری یہ بیٹی بہت حساس اور کمزور دل کی مالک ہے۔ اسے زندگی میں کبھی دکھ نہ دینا۔ اس کا ساتھ نہ چھوڑنا۔ یہ بہت پیاری بچی ہے میری۔" وہ بمشکل اپنے بھرائے ہوئے لہجے پر کنٹرول کیے ہوئے تھے۔

نرمین کی تابعداری نے تو انہیں بے مول خرید لیا تھا، ایزد نے عجیب سے احساس میں گھرتے ہوئے اسے دیکھا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ اپنے باپ کے سینے سے لگی روئے جا رہی تھی۔

"جاؤ اسحٰق انہیں اپنے ساتھ لے جاؤ۔"

یکدم انہوں نے آواز دے کر اسحٰق صاحب کو پکارا تو وہ فوراً" نمودار ہوئے۔

"امی جی۔ پلیز ابی کو سمجھایئے۔"

زمین ان کے سینے سے ہٹ کر ماں کے کلیجے سے لگ گئی جو کہ خود اس وقت یاور صاحب کو ایزد اور اسحٰق کو ہدایتیں جاری کرتے دیکھ کر خود کو بمشکل آنسو بہانے سے روک رہی تھیں۔

"بس بیٹا میں کیا سمجھاؤں انہیں؟ انہیں جو کرنا تھا وہ کر چکے' ان کی خواہش نہ ٹالو زمین بیٹے' خدا جانے آئندہ کل۔"

"امی جی۔" ان کی قمیص کو مٹھیوں میں دبوچتے ہوئے وہ بلک اٹھی تھی۔

بیک وقت کئی دکھ اس کی ذات کا حصہ بنے تھے۔

کس کس کا ماتم کرتی' کس کس کو صبر و ضبط سے برداشت کرتی۔

شرمین اور سمیر بھی بے بسی سے دیکھتے رہے' اور یاور صاحب نے ان دونوں کو اسحٰق صاحب کی معیت میں بھیج دیا۔

شرمین نے جاتی ہوئی زمین کے ستے ہوئے چہرے پر نظر ڈالی تو بے اختیار آنسو گالوں پر پھسل آئے۔

کیسے کیسے دعوے کیے تھے اس نے زمین سے کہ وہ اسے ابی کی قربان گاہ پہ بھینٹ نہیں چڑھنے دے گی مگر آج حالت اس نہج پر تھی کہ سوائے بے بسی سے ہاتھ ملنے اور نظر چرانے کے کوئی چارہ نہ تھا۔

● ● ●

اسحٰق صاحب کی خوشگوار باتیں بھی ان دونوں کے ذہن کو مسلسل اذیت اور سخت پریشانی سے چھٹکارا دلانے میں قطعی کامیاب نہیں ہو رہی تھیں۔

آر یجن میں ابھی بھی تین گھنٹے باقی تھے اور وہ لوگ تیزی سے اس لگژری اپارٹمنٹ کی طرف رواں تھے جسے یاور علی صاحب نے بطور خاص بہت محبت سے ان دونوں کے لیے ڈیکوریٹ کروایا تھا۔

"یاور صاحب کی شدید خواہش تھی کہ وہ خود آپ دونوں کو یہاں چھوڑنے آتے مگر اتنی مہلت ڈاکٹر انہیں دینے کو تیار نہیں تھا۔"

مہارت سے ڈرائیو کرتے اسحٰق صاحب بتا رہے تھے۔

زمین کی بھیگی پلکیں نمی کے بوجھ سے جھک گئی تھیں۔ ایزد نے ذرا سا نظروں کا زاویہ بدل کر دیکھا وہ بری طرح مضطر لگ رہی تھی' اسے یکدم احساس ہوا کہ دکھ صرف اسے نہیں ملا تھا بلکہ حالات کے اس چکر نے ایک بھاری ذمہ داری اس کے کندھوں پر بھی ڈال دی تھی۔

پچھلی نشست پر بیٹھی زمین اب زمین یاور نہیں بلکہ زمین ایزد ہمدانی تھی۔ اس کی منکوحہ تھی۔

شدت ضبط سے اس کی کنپٹیاں جیسے پھٹنے کو تھیں۔

جبکہ دوسری طرف زمین جیسے دھیرے دھیرے تاریکی میں اترتی جا رہی تھی اچانک اس کی گردن ایک طرف کو ڈھلک گئی تھی۔

ایزد نے شدید اذیت محسوس کرتے ہوئے آنکھیں سختی سے بند کر لیں اور لب بھینچ لیے۔ اسی لمحے کار بارہ منزلہ بصورت رہائشی عمارت کے بیسمنٹ میں جا رکی۔

"یہ کار آپ دونوں کے لیے ہے ایزد صاحب' یہ فلیٹ اور کار کی چابی۔ اب مجھے اجازت دیجیے۔"

مسکراتے ہوئے مصافحہ کر کے اسحٰق صاحب نے پیچھے بیٹھی زمین کی طرف توجہ دیے بغیر ایزد کو چابیاں تھمائیں۔ جس کا سارا دھیان زمین کی طرف تھا۔

"سیونتھ فلور پر بستر نمبر کا اپارٹمنٹ آپ کا ہے' میری اپنی کار باہر کھڑی ہے میں اس سے چلا جاؤں گا۔ اوکے آل دی بیسٹ آف لک' یوں تو ہمارے ہاں اس طرح شادیاں ہوتی نہیں مگر مجبوری میں سب جائز ہے۔ مجھے یقین

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہے کہ آپ کی زندگی میڈم کے ساتھ بہت اچھی گزرے گی۔"

وہ نیک تمناؤں کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہے تھے اور اس سے پہلے کہ ایزد کا دماغ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہوتا اسحٰق صاحب مصافحہ کر کے کار سے نیچے اتر گئے۔

ایزد چونک کر مڑا اور تیزی سے فرنٹ ڈور کھول کر اس طرف آیا جدھر زمن بیٹھی تھی۔ دروازہ کھول کر نبض ٹٹولی وہ نیم غنودگی میں تھی۔ نبض آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔

بہت کڑا وقت تھا۔

اس کے لیے بھی جو ہوش و خرد سے بے گانہ بے سدھ پڑی ہوئی تھی۔

اور اس کے لیے بھی جس کے ہوش قائم ہوتے ہوئے بھی ساتھ چھوڑے جا رہے تھے۔

● ● ●

وہ تینوں ایک دوسرے سے نظریں چرائے یاور صاحب کے قریب بیٹھے ان کی خوشی کو دل سے محسوس کرتے ہوئے مسکرا رہے تھے ابھی ذرا دیر پہلے ہی تو زمن گئی تھی لگ رہا تھا جیسے جسم سے جان نکل گئی ہو۔

زہرہ بیگم کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید ہو رہا تھا۔

آج زندگی میں پہلی بار انہوں نے خود کو اس قدر بے بس شکستہ اور آزردہ محسوس کیا تھا۔

زمن کا دکھ، اس کی شکوہ کرتی نظریں اور اس کے آنسو جیسے دل میں مانند خنجر گڑ گئے تھے۔ سماعتیں یاور صاحب کی طرف لگی ہوئی تھیں مگر دل۔۔۔ دل جیسے زمن کی مٹھی میں دبا اس کے ساتھ چلا گیا تھا۔

"اب کیا ہوگا؟ زندگی اب کون سی چال چلے گی؟" یہ سوال جیسے انہیں دھیرے دھیرے کسی اندھے غار میں دھکیل رہے تھے۔

یاور صاحب اپنی پرایرٹی کی تمام تفصیل سمیر کو بتا رہے تھے جسے وہ بے دلی سے سنتے ہوئے زندگی میں پہلی بار ان کا ہاتھ لبوں سے لگائے بیٹھا انہیں تکے جا رہا تھا۔

نجانے آنے والا وقت ان کے لیے کیا لا رہا تھا۔

زندگی کی نوید؟

یا موت کی وعید۔

باپ کا سایہ ایک لازوال نعمت ایک بے مثال سرمایہ اور ایک لامحدود وسعت ہوتا ہے اسے آج احساس ہو رہا تھا۔

ایک طرف زمن کا دکھ ان کا دل کاٹ رہا تو دوسری طرف باپ سے جدا ہو جانے کا خوف انہیں ستا رہا تھا۔ وقت گزرتا رہا، یاور صاحب ایک ایک کر کے دل کی تمام باتیں ان سے کہتے رہے اور کمرہ خالی کرنے کا حکم دیا گیا وہ تینوں ڈبڈبائی آنکھوں سے انہیں دیکھتے سسکیاں روکتے کمرے سے باہر نکلے اور ویٹنگ روم میں آبیٹھے۔

اگلے تین گھنٹوں تک ان کی سانسیں جیسے سینے میں اٹکی رہی تھیں۔

فطری طور پر وہ اس وقت زمن کا خیال قصداً ذہن سے جھٹک رہے تھے کہ بہرحال زندگی کی حرارت کبھی کبھی جلا بھی دیتی ہے جبکہ یہاں تو موت کا یخ و سرد جھونکا تھا جو جانے کب چراغ جاں بجھا جاتا۔

● ● ●

زمن کو گئے ابھی تین دن ہی ہوئے تھے مگر اسے لگ رہا تھا جیسے وقت کی نبضیں تھم گئی ہوں، دن کی طوالت کچھ زیادہ ہی محسوس ہو رہی تھی۔

آفس اور اسکول کے کام کی روٹین اب کچھ زیادہ ہی تھکا رہی تھی، ماما اور سیفی محسوس کر رہے تھے مگر خاموش تھے، دیکھ تو سلمان صاحب بھی رہے تھے لیکن ان کا انداز اور تھا۔ زمن کا امریکہ والا کانٹیکٹ نمبر انہوں نے حاصل کیا تھا، اسے دیا تو کتنی ہی دیر وہ کچھ کہہ نہ سکا، محض تشکر سے انہیں دیکھتا رہا۔

"آئی کین انڈر اسٹینڈ یور فیلنگز مائی سن (میں تمہارے احساسات سمجھ سکتا ہوں) ایک اچھی کولیگ کی حیثیت سے تمہارا فرض ہے کہ اپنی ساتھی کی خبرگیری کرو۔ اس وقت زمن کو اور اس کی فیملی کو دلاسے اور تسلی کی ضرورت ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ان کا نرم رو انداز اور مشفقانہ لہجہ ایسا تھا کہ وہ بے ساختہ ان کے شانے سے لگ گیا۔

"تھینکس پاپا! مجھے واقعی اس کی ضرورت تھی۔"

کاغذ کی چٹ کو دیکھتے ہوئے وہ بہت مشکور ہو رہا تھا۔

سلمان صاحب اس کے پاس ہی لان چیئر پر بیٹھے تو وہ بھی بیٹھ گیا۔

"بہت سنجیدہ ہو اس معاملے میں؟"

کچھ دیر توقف کے بعد انہوں نے سوال کیا تھا' سمعان نے چونک کر ان کی طرف دیکھا آج پہلی بار وہ اس موضوع پر براہ راست اس سے گفتگو کر رہے تھے' فطری طور پر وہ کچھ خفیف سا ہو گیا۔ گو کہ سلمان صاحب کا اس سے ہمیشہ دوستانہ رویہ رہا تھا' مگر کچھ معاملے بہرحال ایسے ہوتے ہیں جن میں لحاظ دکھانا پڑتا ہے۔

"جی پاپا۔" اس کے علاوہ کوئی جواب تھا بھی نہیں اس کے پاس۔

"کس حد تک؟" پھر سوال ہوا۔

وہ کچھ الجھتے سے انہیں دیکھنے لگا' سوال کی نوعیت سمجھ میں نہیں آئی تھی' کچھ زچ ہو کر کہنے لگا۔

"آئی تھینک پاپا ایسے معاملات میں Limitations (حدود) ڈیسائڈ نہیں کی جا سکتیں' مگر میں اتنا جانتا ہوں کہ بعض افراد زندگی کی ترجیحات میں شامل ہوتے ہیں' یہ معاملہ میرے لیے ایسا ہی ہے۔"

"ہوں۔" سلمان صاحب کسی گہری سوچ میں ڈوبے تھے' محض ہنکارا بھر کر جواب دیا' سمعان ان کے موڈ کو کچھ مضطرب محسوس کر رہا تھا۔

"کیا بات ہے پاپا آپ کچھ اپ سیٹ ہیں۔"

اس کے لہجے میں تشویش اور تفکر تھا جسے سلمان صاحب محسوس کر کے گہری سانس بھرتے ہوئے سر نفی میں ہلا گئے۔

"نہیں' ایسی بات نہیں میں ٹھیک ہوں۔"

انداز خاصا ٹالنے والا تھا' مگر وہ کچھ ٹھٹک گیا تھا' پوچھنے لگا۔

"پلیز پاپا' آپ مجھے ٹالیے مت' مجھے ایسا فیل ہو رہا ہے جیسے آپ مجھ سے کچھ چھپا رہے ہیں۔"

سلمان صاحب کے ہاتھ پر اپنے ہاتھ کا دباؤ ڈالتے ہوئے وہ حد درجہ سنجیدہ نظر آ رہا تھا' سلمان صاحب کی بھرپور نظریں اس پر آ ٹکیں۔

"چھپانے والی کوئی بات نہیں ہے سمعان' اگر ہوتی تو میں تم سے اس موضوع پر سرے سے کوئی بات ہی نہیں کرتا۔"

"بلیو می سمعان کوئی بات نہیں' بس میں یاور کی طرف سے کچھ مطمئن نہیں' خدا کرے اسے صحت کامل عطا ہو لیکن اگر ایسا نہ ہوا تو حالات ممکن ہے کوئی اور رخ اختیار کریں' تمہیں ہر دو صورتوں کے لیے تیار رہنا ہو گا۔"

ان کے مشفق لہجے میں اس کے لیے تفکر تھا وہ ان کی زبان سے نکلنے والے ان کلمات کو سن کر جیسے پریشان ہو اٹھا تھا تاہم اس کا اظہار کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

"میں خواب دیکھنے والا شخص ضرور ہوں پاپا' لیکن تقدیر کی اٹل حقیقت سے منکر نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ زندگی کو گزارنے اور سمجھ کر گزارنے میں بہت فرق ہے' اور میں نے ہمیشہ زندگی کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔"

ایک سنجیدہ سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر سجی ہوئی تھی' سلمان صاحب بھی متبسم ہو گئے۔

"میری ساری نیک تمنائیں تمہارے ساتھ ہیں بیٹا۔"

"مجھے کچھ اور چاہیے بھی نہیں پاپا۔"

ان کے محبت سے کہنے پر وہ سعادت مندی سے بولا تو ان کا دل جیسے رفتار سے بڑھ کر دھڑکنے لگا۔

"گڈ لو مائی سن۔" اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے وہ کھلے دل سے مسکرائے تھے۔

● ● ●

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ وقت جو بے ہوشی اور نیم بے ہوشی میں گزر جائے بے خبری کے وہ تمام لمحے جو ماضی بن کر گزرتے جائیں بڑا انعام ہوتے ہیں کوئی ایزد سے پوچھتا۔

زرمین اس وقت سے اب تک بے ہوش تھی۔ اپارٹمنٹ نہایت خوبصورت اور تمام آسائشات سے آراستہ پیراستہ تھا' مگر دونوں کو کوئی خوبصورتی اپنی طرف کھینچ نہ سکی تھی' سامنے وہ کنگ سائز بیڈ کے مخملی گدے پر چادر اوڑھے بے خبر دراز تھی اور خوبصورت آرام دہ صوفے پر براجمان ایزد دونوں ہاتھوں میں سر تھامے بیٹھا تھا' پل بھر میں زندگی کیا سے کیا ہو گئی تھی۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس نے شیخ یاور علی کی زندگی بچائی ہے یا زرمین کو موت کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے؟

یا صہیبہ کو جیتے جی برزخ میں ڈالنے کا سامان کر ڈالا ہے؟

اور خود؟ خود اپنے ساتھ اس نے کیا کیا؟

فرض اور محبت کی جنگ میں وہ جیتا تھا یا ہارا تھا؟

بی بی جان اور بابا سے دوران کے علم میں لائے بغیر اتنا بڑا فیصلہ کر ڈالا تھا اس نے۔

جانے ان کا کیا رد عمل ہو گا؟

نجانے صہیبہ کیسے ری ایکٹ کرے گی؟

معلوم نہیں زرمین جاگنے پر کس رد عمل کا مظاہرہ کرتی ہے۔

اس کی آنکھوں میں اس لمحے کتنی شکایت تھی۔ ایک اذیت تھی۔

جیسے اپنی زندگی کے اس حادثے پر اس کا رواں رواں ماتم کناں تھا۔

شدید دکھ تھا۔

کسی کا حق مارنے اور کسی کی جگہ پر زبردستی قابض ہو جانے کا بہت اضطراب تھا۔

جیسے اپنے یوں بے وقعت ہو جانے سے نبض ڈوب رہی ہو۔

"مائی گاڈ' یہ سب کیا ہو گیا؟"

اس کا دل جیسے کوئی بھاری قدموں تلے روند رہا تھا' چٹکیوں میں مسل رہا تھا' بیک وقت صہیبہ اور زرمین دونوں کی زندگیوں کو داؤ پر لگا بیٹھا تھا وہ۔

تھوڑی دیر پہلے ہی وہ قریبی ڈاکٹر کو بلا کر لایا تھا' زرمین کو چیک کر کے وہ چند دوائیاں دے گیا تھا' یہ اپارٹمنٹ سال پہلے یاور صاحب کے کہنے پر اس نے ہی خریدا تھا' مگر یہ معلوم نہ تھا کہ اسے کس مقصد کے تحت خرید آ گیا ہے۔

یہ شہر یہ راستے اس کے لیے انجان نہ تھے مگر آج جس کی ہم سفری جس کی سنگت اور جس کی معیت میں راہیں کٹیں اسے ہر شے ہر ذرہ انجان لگ رہا تھا' بالکل ایسے ہی جیسے زرمین یاور انجان لگ رہی تھی۔

وہ چند لمحوں قبل اس کی منکوحہ بن گئی جس پر اس کا شرعی اور قانونی ہر طرح کا حق واجب ہو گیا تھا' وہ اسے تب سے اس قدر انجان اور اجنبی لگ رہی تھی کہ اسے اپنے بازوؤں پر اٹھا کر کمرے تک لاتے ہوئے بھی کسی احساس نے اسے چھوا نہیں۔

فون موجود تھا مگر وہ اس لمحے اس قدر منتشر تھا کہ اسپتال فون کر کے یاور صاحب کے آپریشن کے بابت پوچھنے تک کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔

دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ وہ سب ضرور زرمین سے بات کرنا چاہتے جو کہ انجکشن کے زیر اثر سو رہی تھی اور صورت حال سے واقف ہونا بھی ایک مسئلہ تھا' وہ یاور صاحب کے اہل خانہ کو مزید تنگ نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے خاموشی سے ایک جگہ بیٹھا محض یہ سوچ سوچ کر فکر مند ہو رہا تھا کہ آئندہ کیا ہو گا؟

زندگی آخر کس ڈھب سے گزرے گی۔

یاور صاحب نے تو ایک طرح سے زرمین کو رخصت بھی کر دیا تھا گویا بات محض نکاح ہی کی نہیں رہی تھی بلکہ اب زرمین باقاعدہ رخصت ہو کر بحیثیت اس کی شریک حیات اس وقت اس کے سامنے موجود تھی۔

ایزد کو زندگی میں پہلی بار شدید ذہنی دباؤ اور قلبی خلجان کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اتنا تو بابا کی بیماری اور حادثے پر بھی متفکر و مضطرب نہیں ہوا تھا جیسے کہ اس وقت سکون اور اطمینان اس کی ذات سے دور تھا۔

•••

آپریشن پورے چار گھنٹے کا تھا' ایک ایک لمحہ رک رک کر گزر رہا تھا' اس وقت ویٹنگ روم میں موجود تینوں لوگوں جیسے موت کی فتح کے خوف سے زرد پڑے ہوئے تھے۔

نرمین کا خیال الگ ستا رہا تھا' کیسی رخصتی اور کیسا نکاح ہوا تھا اس کا' جیسے کوئی گناہ گار رات کی سیاہی میں گھر سے نکال دیا جائے۔

ان سب کے دل زخم زخم تھے سہمے سہمے ہوئے تھے' زندگی کی دعائیں مانگ رہے تھے' اسحق صاحب کچھ دیر پہلے ہی ان تک لوٹ آئے تھے جن کو دیکھ کر کچھ ڈھارس محسوس ہوئی تھی' مگر کسی میں بھی نرمین کے بارے میں پوچھنے کی سکت نہیں تھی۔

ایک دوسرے سے نظر چرائے وہ سب یوں بیٹھے تھے جیسے عظیم حادثوں کی وقوع پذیری کا بوجھ ان کے شانوں کو جھکائے ہوئے تھا۔

سانحہ تو واقعی عظیم تھا' ایک جیتی جاگتی لڑکی کو دکھوں کی بھٹی میں اور آزمائش کے الاؤ میں ان کے سامنے جھونک دیا گیا تھا مگر وہ اف تک نہ کر سکے۔

شیخ یاور کی جان بچانے کے لیے زہرہ بیگم شرمین ہمیرا اور ایزد سب نے اسے زندہ درگور کر دیا تھا' اس کی آنکھوں کے سجے اولین خوابوں کو باپ کی محبت کے عوض بے مول بیچ دیا تھا' اسے تباہ کر دیا تھا۔

مگر کیا کر سکتے تھے وہ؟ شاید اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

جبھی تو وہ بھی چپ چاپ زہر کا پیالہ پی گئی تھی' جبکہ کہیں دور مندر کی گھنٹیوں میں سمعان گردیزی کی محبت کی سرگوشیاں گونجی تھیں مگر اس نے کان لپیٹ لیے تھے اپنی سماعتیں جھٹلا دی تھیں' اپنی تمنائیں منوں مٹی تلے دفن کر دی تھیں اپنے خواب میٹھی نیند سلا دیے تھے۔

لمحہ لمحہ گزر رہا تھا۔

حتیٰ کہ چار گھنٹے بیت گئے۔

اور ان چاروں نفوس کی دل کی دھڑکنیں بھی ایک لمحے کو رک گئیں۔

ڈاکٹر ایرک ایڈمن سفید اوور آل میں آپریشن تھیٹر سے باہر آئے تھے' اسحق صاحب بیگم یاور کو فوراً ان کے پاس لے گئے۔

"پیشنٹ کی حالت کے بارے میں کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہوگا' انہیں اگلے اڑتالیس گھنٹوں تک ہوش آ جانا ہے' اس دوران ان سے کوئی بھی نہیں مل سکتا' فی الحال انہیں فوری طور پر آئی سی یو میں شفٹ کیا جا رہا ہے۔"

اپنی شستہ انگریزی میں بولتے ہوئے ڈاکٹر نے ان کے پرامید مضطرب چہروں کی طرف دیکھا تھا۔

"کوئی امید ڈاکٹر؟"

وہ سب جیسے رو پڑے تھے' ڈاکٹر صاحب متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکے۔

"امید پر دنیا قائم ہے' آپ لوگ اچھی امید رکھیں اور خدا سے دعا کریں' ہم بھی کوشش کر رہے ہیں' باقی بہت سے جو کسی کے اختیار کی بات نہیں۔"

ڈاکٹر ایرک کے لہجے میں امید کے گہرے رنگ تھے تو نا امیدی کا ہلکا سا شائبہ بھی تھا۔ اس لمحے انہیں امید کا ملنا چاہیے تھا سو سب اپنے اپنے خدشے چھپا کر ایک دوسرے کو تسلی دینے لگے۔

•••

اسحق صاحب کے فون کی بیل بجتے ہی وہ جیسے نیند سے جاگا تھا' صدیوں کی تھکان تھی جس نے اس کا روم روم ہارا دیا تھا' مگر اسے ابھی بہت کچھ برداشت کرنا تھا' قدرت نے جو اچانک حادثہ اس کی زندگی میں لا کر اسے سرا سہا ڈالا تھا اس سے بھی اسے نبرد آزما ہونا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"یاور صاحب کو اب دوا کی نہیں دعا کی ضرورت ہے' اسی خوف کے پیش نظر انہوں نے آپ سے اتنی بڑی قربانی مانگ لی' بہرحال آپ کی محبت اور ایثار کی اس مثال نے یاور صاحب کی پوری فیملی کو خرید لیا ہے۔"

اسحق یاور صاحب کی جسمانی کنڈیشن بتا کر کہنے لگے تو ایزد کے لبوں سے بلا ارادہ انتہائی گہری سانس نکل گئی۔

"انسان ہی انسان کے کام آتا ہے اسحق صاحب' میری جگہ کوئی بھی ہوتا تو شاید ایسا ہی کرتا' بہرحال آپ کا شکریہ میں اگلے گھنٹے میں مسز یاور کے اپارٹمنٹ پہنچ رہا ہوں۔" شکریہ ادا کرتے ہوئے وہ حد درجے سنجیدہ تھا۔

"مگر اس وقت تو آپ کو... اینی وے میں مسز یاور کو بتا دیتا ہوں۔"

اسحق صاحب کچھ کہتے کہتے رک گئے تو ایزد نے عجیب سی کیفیت میں گھرتے ہوئے فون رکھ دیا۔

پھر کتنی ہی دیر وہ ٹیلی فون اسٹینڈ کے قریب بیٹھا خود کو آنے والی ہر قسم کی صورت حال کے لیے تیار کرتا رہا اور آدھے گھنٹے بعد جس وقت وہ کمرے میں آیا نرمین آہستہ آہستہ ہوش میں آچکی تھی۔

دونوں کی نظریں بلا ارادہ ایک دوسرے سے ٹکرائیں اور بے ساختہ جھک گئیں دو گرم گرم آنسو بہت تیزی سے نرمین کے گالوں پر پھسلے تھے۔

ایزد نے لب بھینچتے ہوئے ایک طویل سانس لیا تھا اور پھر اس کی طرف مڑا جو اب زارو قطار رو رہی تھی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا مس یاور۔"

اسے دلاسا دیتے ہوئے وہ اپنے مخصوص انداز میں بولا اور پھر یک دم لب دانتوں تلے دبا لیے۔ سامنے اس کے محسن اور اس کے بزنس پارٹنر کی بیٹی مس یاور علی خان نہیں بلکہ اس کی منکوحہ نرمین ایزد ہمدانی بیٹھی تھی۔

نرمین کی نظریں اب بھی جھکی ہوئی تھیں در حقیقت وہ اس وقت رشتوں کے تانے بانے میں الجھی ہوئی نہیں تھی بلکہ صرف اور صرف "ابی" کا خیال اس کے حواسوں پر چھایا ہوا تھا۔

"ابی کیسے ہیں ایزد صاحب۔"

بے قراری سے روتے ہوئے اس نے بمشکل پوچھا تھا' سر اس وقت شدید بھاری ہو رہا تھا' آنکھوں کے پپوٹے مستقل رونے سے بری طرح سوجے ہوئے تھے' پانچ گھنٹے کی بے ہوشی نے اور بھی کمزوری و نقاہت پیدا کر دی تھی۔

"ٹھیک ہیں وہ... آپ ذہن پر بوجھ مت ڈالیں۔"

"میں انہیں دیکھنا چاہتی ہوں' پلیز مجھے ہاسپٹل لے چلیے۔"

اس کی بات پر نرمین کی ڈھارس بندھی تو تھی مگر دل میں جیسے پنکھے لگے تھے۔

"فی الحال ان سے ملنا ناممکن ہے' ڈاکٹرز کی ایڈوائز ہے کہ انہیں ڈسٹرب نہ کیا جائے' ابھی وہ مکمل طور پر ہوش میں نہیں آئے ہیں۔"

نرمی سے کہتے ہوئے ایزد بمشکل خود کو کمپوز کیے ہوئے تھا' اس کے مضبوط اعصاب اس صورت حال سے کافی متاثر ہوئے تھے۔

نرمین کچھ بولی تو نہیں بس دھیرے دھیرے روتی رہی' ایزد نے اسے ٹوکا نہیں وہ چاہتا تھا کہ بیگم یاور کے سامنے جانے سے پہلے وہ مکمل کر دل کا غبار نکال لے' ورنہ دونوں کے لیے مشکل ہو جاتی' وہ بیگم یاور کی سب سے بڑی اولاد تھی فطری طور پر انہیں اس سے دلاسے اور تسلی کی امید تھی۔ اس کی مضبوطی چھوٹے بہن بھائی اور ماں کے لیے کتنی بڑی تشفی ہو سکتی تھی اسے اندازہ تھا۔

کیونکہ بابا کے حادثے اور بیماری میں اس نے ہی بی بی جان کو سپورٹ کیا تھا۔

"چلیے منہ ہاتھ دھو کر فریش ہو جائیں' آپ کی والدہ کو اس وقت آپ کی اور آپ کے حوصلے کی ضرورت ہے' امید ہے آپ ان کو مایوس نہیں کریں گی' ماں کے لیے اس کی اولاد سب سے بڑا سہارا ہوتا ہے اس کی طاقت ہوتی ہے' آپ کو ان کے سامنے کمزور نہیں پڑنا ہے لہٰذا خود کو کمپوز کریں اور میرے ساتھ چلیں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ٹھہرے ہوئے ناصحانہ لہجے میں کہتے ہوئے وہ اسے نرمی سے سمجھا رہا تھا وہ اپنی بے قرار سسکیاں روک کر بمشکل اس کی طرف دیکھ سکی اور جونہی وہ کمرے سے باہر نکلا وہ تکیے کی نرماہٹ میں منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

زندگی کیسے دوراہے پر لے آئی تھی۔

ایسا موڑ جس کا اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔

قدرت کی اس ستم ظریفی پر وہ بہت شاکی تھی ٹوٹ رہی تھی منتشر ہو رہی تھی مگر ایزد کے لفظوں نے جیسے زخموں پر پھاہے رکھ دیئے تھے۔

جلتے دل پر ٹھنڈی پھوار ڈال دی تھی۔

اس وقت تو یوں لگتا ہے۔

اب کچھ بھی نہیں ہے۔

مہتاب' نہ سورج' نہ اندھیرا نہ سویرا
آنکھوں کے دریچوں میں کسی حسن کی چلمن
اور دل کی پناہوں میں کسی درد کا ڈیرا
مانا کہ یہ سنسان گھڑی سخت کڑی ہے
لیکن میرے دل یہ تو فقط ایک گھڑی ہے
ہمت کرو جینے کو تو ایک عمر پڑی ہے

گہری سانس لبوں سے خارج کرتے ہوئے وہ بمشکل اٹھ سکی اور لاکھ جتن کر کے بدقت اٹھ کر واش روم کا رخ کیا۔

بے ہوشی اور بے خبری کی نیند میں کب تک پناہ لی جا سکتی ہے؟ اس زندگی کو فیس تو بہر حال کرنا ہی تھا۔

● ● ●

ہاسپٹل جانے کا خیال سے ہی دل دھڑک رہا تھا۔ اس نے گھڑی پر نظر ڈالی اور وہ گزشتہ چار گھنٹے سے بے ہوش تھی۔ یکدم عجیب سے احساس نے اسے جکڑ لیا' دھیرے دھیرے ذہن جیسے بیدار ہو رہا تھا۔

وہ ایزد کے ساتھ اس اپارٹمنٹ میں تھی مگر یہاں آنے سے پہلے سے تو وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ تو پھر؟

"میرے خدا"

ایک لمحے کے لیے اس کے احساسات بری طرح منتشر ہوئے تھے لیکن اگلے لمحے ایزد کے پکارنے پر وہ بے اختیار کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔ ایزد نے اس کے دھلے دھلائے بے ریا سراپے اور پریشانی کی داستان سناتے چہرے کی طرف دیکھا تو وہ بے ساختہ نظر چرا گئی۔

قسمت اسے آج اسی دوراہے پر لے آئی تھی۔ جس سے بچنے کے لیے اس نے ساری دعائیں رہن رکھ دی تھیں۔ شرمین کا ساتھ اور خود پر یقین بلکہ سمعان کی محبت پر کامل یقین ہونے کے باوجود وہ ہار گئی تھی۔ اور آج ایزد کی منکوحہ کے روپ میں اس کے سامنے کھڑی تھی۔

ایزد کے سنجیدہ چہرے پر یکدم بہت تفکر آمیز تاثر ابھرا تھا۔ وہ صہیبہ نہیں تھی کہ اسے دیکھ کر آنکھوں میں ٹھنڈک اور دل میں خوشی اترتی۔

وہ نرمین تھی جس کی مصیبت جس کی سنگت اور جس کی ذمہ داری اسے منوں بوجھ کی مانند سخت گراں گزر رہی تھی۔ تاہم جن حالات کا وہ شکار تھی اس سے ہمدردی فطری تھی۔ یاور صاحب نے اس کا ہاتھ ایزد کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے جو الفاظ کہے تھے اسے یاد تھے۔

"چلیے جی۔" بالآخر ایزد کے پکارنے پر وہ چونک سی گئی۔

دونوں نے طویل سانس کھینچتے ہوئے ایک دوسرے کو ایسی نظروں سے دیکھا جیسے ایک دوسرے کی مجبوری پر افسردہ اور دل شکستہ ہوں جیسے اپنی اپنی زندگیوں کے رائیگاں ہو جانے کا دکھ ان کا دل چھیل رہا ہو۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حقیقتاً "قربانی تو دونوں نے دی تھی۔
مگر داؤ پر زندگی تو زرمین کی لگی تھی جس کے مستقبل کے لیے کوئی روشنی نظر نہیں آرہی تھی۔ دونوں الگ الگ مدار کے سیارے تھے۔
جن کے محور الگ تھے جن کی سمتیں جدا تھیں۔
مگر ایک حادثے نے انہیں اچانک ایک دوسرے کے سامنے لا کھڑا کیا تھا۔
کار کا فرنٹ ڈور کھولتے ہوئے ایزد کے چہرے پر زرمین کی نگاہ رکی تو احساس ہوا کہ وہ سخت ذہنی انتشار کا شکار ہے۔ اس کا دل عجیب سے اندیشوں کی آماجگاہ بننے لگا جس کا اظہار ایزد کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہی اس نے کردیا۔
"امی ٹھیک تو ہوجائیں گے ناں؟"
لہجہ ایسا تھا جیسے ٹوٹتی امید اور ڈوبتی آس کی نیا کو پار لگانے کے لیے اسے صرف اور صرف مثبت جواب چاہیے۔
ایزد نے حوصلہ افزا نظروں سے اسے دیکھا اور قدرے مسکرایا۔
"انشاء اللہ آپ اللہ پر بھروسہ رکھیں ایوری تھنگ ول بی آل رائٹ۔"
لہجے میں یقین اور آنکھوں میں اعتماد تھا زرمین کی پلکیں بے اختیار بھیگنے لگیں۔
"دیکھیے زرمین زندگی میں کبھی کبھی کڑا وقت بھی آجاتا ہے اس وقت خود کو کمپوز کرکے رکھنا اور اپنے ساتھ کے لوگوں کے ڈھارس بننا ہی جوانمردی ہے۔ آپ بہن بھائیوں میں بڑی ہیں سمجھدار ہیں۔ آئی مین آپ کی امی کو آپ کے اعتماد اور مضبوطی کی ضرورت ہے۔ سو پلیز بی بریو۔"
اسے پلکیں جھپک جھپک کر آنسو پینے کی کوشش کرتا دیکھ کر وہ بے اختیار بولا تھا جس پر بمشکل روکے ہوئے آنسو چھلک اٹھے۔
ایزد نے یکدم لب بھینچ لیے "اگر کوئی عام دن یا عام سچویشن ہوتی تو وہ واضح طور پر اسے ڈانٹ دیتا مگر اس وقت اس کی ذہنی حالت واقعتاً "ناگفتہ بہ" تھی۔ صرف شیخ یاور کا دکھ ہی اسے رگید نہیں رہا تھا بلکہ اپنی زندگی میں ہونے والے اس حادثے نے اسے بلاشبہ توڑ کر رکھ دیا تھا۔
"امی یہ آپ نے کیا کردیا؟۔"
دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔
ایزد چپ چاپ ڈرائیو کرتا رہا دونوں ایک ہی المیے کا شکار تھے وہ اسے چپ کروانے کی ہمت نہ کرسکا۔ وہ لڑکی تھی نازک اعصاب اور کومل جذبات والی اس کے پاس آنسو بہانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔
مگر ایزد ایک مرد تھا' با اختیار تقدیر سے لڑ جانے کی صلاحیت اور ہمت رکھنے والا۔
"وہ ایسے ہتھیار نہیں پھینک سکتا۔" یہ اس کا فیصلہ تھا۔
زندگی کو اس طرح حادثوں سے عبارت نہیں کیا جاسکتا اسے تدارک کرنا تھا ہر صورت کرنا تھا۔ مگر کس طرح یہ سوال جیسے ناگ بن کر ڈس رہا تھا۔
New _arleam کی سڑکیں راستے اور مناظر اس کے لیے نئے نہیں تھے اس نے یہیں سے بزنس میں گریجویشن کیا تھا ماسٹر کا پہلا ہی سال تھا جب بابا جان کے ایکسیڈنٹ نے اسے واپس لوٹنے پر مجبور کردیا۔
بعد میں بزنس کی وجہ سے کئی بار اس کا ادھر آنا جانا رہا۔ گو کہ زیادہ تر بزنس تو نیویارک میں ہی سیٹل تھا تاہم کچھ عرصے سے یاور صاحب نے اس طرف بھی اپنی مارکیٹ بڑھائی تھی۔ اور اس میں زیادہ کاوش ایزد کی تھی۔
مگر آج' یہ سارا شہر یہ سارے راستے اور مناظر اسے اجنبی انجان اور ان دیکھے لگ رہے تھے۔ شاید احساسات کا فرق تھا۔
پہلے وہ یہاں اپنی زندگی سنوارنے اس کی خوشیاں حاصل کرنے آتا تھا جب کہ اب یہی خوشیاں اس کے ہاتھوں سے چھن گئی تھیں۔
کس نے چھینی تھیں "اس کا جواب مشکل تھا۔
زرمین بمشکل کچھ دیر بعد خود پر قابو پاسکی۔ وہ خود اس قدر منتشر اور شکستہ ہو رہا تھا کہ خاموش بیٹھا سوچوں کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گرداب میں ڈوب رہا تھا ماتھے کی لکیر ضبط کی کوشش میں کچھ ابھر آئی تھی۔ آنکھیں پر سوچ اور ذہن تھکان سے بوجھل تھا۔

ہاسپٹل تک کا راستہ بہت خاموشی اور سوگواری سے طے ہوا۔

امی اور شرمین، سمیر کے ساتھ اسے باہر ہی مل گئیں یاور صاحب کو دیکھنے کی تو اجازت نہیں تھی لہٰذا اس کی تسلی کے لیے اسے آئی سی یو کے باہر ہی انہیں شیشے کی دیوار کے اس پار سے دیکھنے کی اجازت دے دی گئی۔

نالیوں اور ڈھیروں نلکیوں اور تاروں سے جکڑا ان کا جسم دھیمے دھیمے سانس کے زیر و بم سے ہلتا جلتا محسوس ہو رہا تھا۔ ہمیشہ کا ایک مطلق العنان شخص آج کیسے بے بسی کی تصویر بنا ہوا تھا۔ باعث عبرت اور باعث رنج تھا۔ سب کے لیے۔

سب بھیگی بھیگی نظروں سے ایک دوسرے کو تسلی دیتے باہر آ گئے۔

اسحاق مودبانہ کھڑے بیگم یاور کے فیصلے کے منتظر تھے جنہوں نے چند ضروری سوالات کے بعد انہیں جانے کی اجازت دے دی۔ آفس کی دیکھ بھال بھی انہیں ہی کرنی تھی۔ بہت معتمد تھے وہ یاور صاحب کے۔

ہر کوئی اس وقت اس قدر اپ سیٹ تھا کہ ایک حرف تسلی بھی کسی کو نہ دے سکا۔ اپارٹمنٹ کی طرف واپس آتے ہوئے زرمین نے کہہ دیا تھا کہ وہ اب بیگم یاور کے ساتھ ہی رہے گی۔

اس وقت محض خاموشی ہی انہیں ٹھیک لگی مگر اب ”رخصتی“ کے بعد اس کا اس طرح لوٹ آنا انہیں پریشانی میں مبتلا کر رہا تھا۔

کیا ایزد نے اس کے ساتھ کیا برتاؤ کیا تھا؟

کہیں ساتھ نبھانے سے صاف انکار ہی نہ کر دیا ہو۔؟

اگر ایسا ہو گیا تو یاور کو میں کیا جواب دوں گی۔؟

اور اگر ایسا نہیں ہوا تو ایزد کا کیا ہو گا؟ کیا وہ دو کشتیوں میں سفر کر سکے گا؟

حالات نے انہیں بری طرح جکڑ دیا تھا۔

زرمین کی حالت ناگفتہ بہ تھی‘ شرمین اور سمیر اس کے دونوں اطراف بیٹھے اسے اپنی موجودگی کا احساس دلا رہے تھے‘ اگلی سیٹ پر ایزد کے ساتھ بیگم یاور بیٹھی تھیں‘ پانچوں نفوس حالات کی بنتی بگڑتی شکل سے خوفزدہ‘ ہراساں اور متحیر بیٹھے سوچ رہے تھے کہ آگے کیا ہو گا؟

● ● ●

اگلے دو دن تک انہیں ہوش میں نہیں آنا تھا سب ہی اپنا کھانا پینا بھلائے ہوئے تھے‘ کسی کا دل کسی چیز میں نہیں لگ رہا تھا‘ اپارٹمنٹ کے خوبصورت لاؤنج میں کافی کے مگ تھامے سب خاموش بیٹھے تھے۔

زرمین کے رخساروں پر اب بھی آنسوؤں کی نمی تھی‘ جبکہ بیگم یاور شوہر اور بیٹی کی زندگی کو حادثوں سے عبارت ہوتا دیکھ کر قسمت سے شاکی ہوئی جا رہی تھیں۔

ایزد اس وقت یہاں موجود نہیں تھا‘ موجودہ حالات نے اسے اس بری طرح اپنے آہنی شکنجے میں کسا تھا کہ وہ خود کو قطعی اس قابل نہیں پاتا تھا کہ کسی سے بات کرے‘ لہٰذا ان سب کو یہیں ڈراپ کر کے وہ فلیٹ واپس چلا گیا تھا جہاں سے ذرا دیر پہلے وہ اور زرمین ہاسپٹل آئے تھے۔

”بیٹا زرمین۔“

کتنی ہی گھڑیاں گزر گئیں‘ وہ سب مانند بتاں بیٹھے رہے‘ حتی کے بیگم یاور کو ہی یہ سکتہ توڑنا پڑا‘ زرمین نے کچھ چونک کر انہیں دیکھا تھا۔

کچھ تھا ان کے لہجے میں اس کا دل جیسے دھڑک اٹھا گہری سانس بھر کر بولی۔

”جی امی جی۔“ لہجے میں خستگی اور آزردگی واضح تھی۔

”ہمیں معاف کر دو بیٹا۔“

یکدم وہ رو پڑیں تو ان تینوں کی آنکھیں بھی لبالب نمکین پانیوں سے بھر گئیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ایسامت کہیں امی جی' پلیز۔"

اس کی بمشکل رکی سسکیاں تیز ہونے لگی تھیں' شرمین نے اسے پانی پلایا تب کہیں جا کر وہ کچھ تھمی' یہی حالت بیگم یاور کی بھی تھی جنہیں دل کی رگیں کٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔

بعض لوگ ہوتے ہی ایسے ہیں کہ ان کے فیصلوں سے دوسروں کو عموماً" تکلیف ہی پہنچتی ہے' خواہ وہ بھلائی کی غرض سے ہی کیے گئے ہوں' شیخ یاور کا شمار بھی ایسے ہی لوگوں میں ہوتا تھا' ساری زندگی اپنی ہٹ دھرمی اور سنک سے گھر والوں کی زندگی ان کے لیے آزار بنائی رکھی' اور جب حالات نے پلٹا کھا کر انہیں کسی قدر تلافی کی مہلت دی تو بھی ایسا فیصلہ کر ڈالا جس نے بیک وقت تین زندگیوں کو بری طرح متاثر کیا تھا۔

بیگم یاور کو اچھی طرح اندازہ تھا کہ اس خسارے کے سودے میں سب سے زیادہ نقصان نرمین کا ہی ہو گا خواہ رشتہ قائم رہے یا ٹوٹے اور قائم رہنے کے امکانات بھی اتنے کم تھے کہ کوئی امید نہیں تھی۔ قائم رہنا بھی عذاب ہی تھا۔

"یاور جذباتیت میں آکر ایسا کر ڈالیں گے مجھے قطعی اندازہ نہ تھا ذرا سا بھی شک ہوتا تو ایزد کو ساتھ لانے پر اصرار نہ کرتی مگر ہائے ری قسمت یہ بھی ہونا تھا۔"

آنسو ان کی پلکیں بھگوئے چلے جا رہے تھے۔

"ریلیکس امی جی' ہم سب کو دکھ ہے کہ یہ اچھا نہیں ہوا بٹ اٹ از لک' ابی کا یہ فیصلہ جو بظاہر ہماری خوشی کے لیے تھا اس قدر تکلیف دہ ہو گا اگر انہیں احساس ہوتا تو وہ یقیناً" ایسا نہ کرتے نرمین کی زندگی برباد نہ کرتے۔"

شرمین بڑی دیر بعد بھاری لہجے میں بولی تھی۔

"ایزد بھائی کو دیکھیے آخر وہ بھی تو ناحق ابی کی خوشی کے لیے اپنی زندگی داؤ پر لگا گئے نرمین باجی تو ابو کی بیٹی ہیں! حقیقتاً" ایزد بھائی کے احسان نے تو ہمیں خرید لیا ہے۔"

سمیر چند دنوں میں خاصا بردبار ہو گیا تھا۔ زندگی کو دیکھنے کا زاویہ ہی بدل ڈالا تھا اس نے' ورنہ یہ ہی سمیر ایزد کے نام سے بھی بدکتا تھا۔

بیگم یاور نے بے ساختہ سمیر کی طرف دیکھا چند دنوں میں کیسا بڑا بڑا دکھائی دینے لگا تھا وہ انہیں' ڈھارس بندھاتا' تسلی دیتا' سب کا خیال کرتا بہت ذمہ دار ہو گیا تھا وہ۔

"ہاں بیٹا ایزد کی قربانی تو ہماری سانسوں کا قرض ہے مگر نرمین کے ساتھ بھی بہت اچھا نہیں ہوا' کاش ہم یاور کو پہلے ہی بتا دیا ہوتا کہ ایزد کا نکاح۔"

"پلیز امی جی۔"

وہ بڑی حسرت سے کہے جا رہی تھیں کہ نرمین نے انہیں ٹوک دیا۔

"خود کو کوئی الزام نہ دیں یہ قسمت کا پھیر تھا مگر آگے کیا ہو گا میں ایزد صاحب کے سامنے سر نہیں اٹھا سکتی اور صہیبہ کی زندگی میں زہر نہیں گھول سکتی میں۔"

کہتے کہتے وہ تڑپ کر رو دی تھی۔ بیگم یاور سمیت وہ دونوں بھی دم سادھ گئے اس بارے میں تو اب تک انہوں نے غور ہی نہیں کیا تھا کہ اس سارے معاملے میں ایک فریق صہیبہ بھی ہے۔ جس کے ساتھ ہونے والی زیادتی میں سب بلاواسطہ یا بالواسطہ شریک تھے۔

"ایزد نے تم سے کچھ کہا ہے بیٹے۔" بیگم یاور نے یکدم کسی احساس میں گھرتے ہوئے پوچھا تو وہ نفی میں سر ہلا کر آنسو صاف کرنے لگی۔ ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا۔

"مگر میں تو جانتی ہوں نا کہ ابی نے اپنے احسانات کے بدلے میں بہت بھاری معاوضہ طلب کیا ہے ان سے اور انہوں نے ابی کی خواہش پر سر تسلیم خم کر دیا' مگر آگے کا راستہ جو بے حد پرخار ہے اس کا کیا ہو گا' ابی انشاء اللہ صحت یاب ہو گئے تو وہ یقیناً" اس معاملے کو اوپن کر دیں گے۔ اور پھر جو طوفان آئے گا وہ شاید سب سے زیادہ برباد کرے گا۔"

"سب ٹھیک ہو جائے گا نرمین باجی۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس کی سوچ اس کے چہرے سے جھلک رہی تھی تب ہی سمیر نے اس کے شانے کو محبت سے تھپکتے ہوئے پریقین لہجے میں کہا تو وہ بے اعتباری سے اسے دیکھنے لگی۔

اس کی نظر میں ایسے سوالات تھے کہ وہ زیادہ دیر اس کی آنکھوں میں نہ دیکھ سکا۔ بیگم یاور اور ثمرین بھی پلکیں جھپکائے بیٹھی تھیں۔ ایک آہ اس کے سینے سے نکل گئی۔

● ● ●

اابی ٹینشن اس قدر تھی کہ بیگم یاور نے اسے آرام کرنے کے لیے بھیج دیا۔ وہ خود بھی ذہنی یکسوئی چاہتی تھی مگر پرسکون اور پرآسائش بیڈ روم میں بھی دماغ جیسے جلتی ہوئی بھٹی بنا ہوا تھا۔ دل انتہائی شکستہ اور آزردہ ہو رہا تھا۔ لی جو کچھ ہوا اس کے سان و گمان میں بھی نہ تھا۔

کے رویے سے صاف ظاہر تھا کہ جو کچھ ہوا وہ خود دلی اور ذہنی طور پر اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ افسوس رنج اور فر اس کی آنکھوں سے عیاں تھا۔

اج جیسا خوبصورت بندھن دو انسانوں کو جس قدر قریب لاتا ہے وہ دونوں اتنے ہی فاصلوں پر جا پہنچے تھے۔ اس ایک رشتے کی ریشمی مضبوط ڈوریاں بجائے انہیں ایک دوسرے سے باندھنے کے، مجبوریوں کے دائرے میں قید کر لی تھیں۔

ہو تو چند ماہ پہلے ہی اس حسین بندھن کی خوبصورتیوں کو پوری شدت سے محسوس کر چکا تھا اس کے لیے اس نئے رشتے میں کوئی کشش اور حسن نہیں تھا مگر زمین کے لیے یہ پہلا تجربہ تھا ایک ایسا تجربہ جس میں ایک مشرقی لڑکی پنے تمام جذبے اپنے ساتھ والے شخص کے نام کر دیتی ہے۔

لیکن اسے ایسے کسی جذبے نے چھوا تک نہ تھا۔

کسی خوبصورت احساس نے اپنی گرفت میں نہیں لیا تھا۔

طویل اور لامتناہی سوچیں اسے ارد گرد سے بے نیاز کی ہوئی تھیں کہ اچانک فون بیل کی گنگناہٹ نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کروالی۔ فوری طور پر خیال ابی کی طرف گیا۔ لپک کر فون اٹھایا تو دل دھڑک رہا تھا۔

"ہیلو۔" اس کی کپکپاتی آواز سن کر دوسری طرف سے بے اختیار کہا گیا۔

"ہیلو زمین؟۔ میں سمعان گردیزی"

آواز تھی کہ ٹھنڈی پھوار، اس کے دل پر پڑے آبلوں کی موجودگی کسک دینے لگی دل یکدم رک کر دھڑکا تھا۔ اتنی غیر متوقع کال آئی تھی کہ وہ ششدر سی بیٹھی رہ گئی۔

"ہیلو، ہیلو زمین کیا آپ سن رہی ہیں؟۔"

سمعان نے قدرے پریشانی سے اسے دوبارہ پکارا تو اسے خود کو سنبھالنا پڑا۔

"جی۔۔ میں سن رہی ہوں"

اس کی آواز حد درجے تھکی ہوئی اور شکستہ لگ رہی تھی۔ سمعان محسوس کیے بنا نہ رہ سکا۔ جب کہ وہ خود کو کمپوز کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"کیسی ہیں آپ۔ انکل یاور کیسے ہیں؟"

بے اختیار وہ اس کے لیے تردد ظاہر کر گیا تھا پھر یکدم یاور صاحب کا خیال آیا۔

"میں۔۔۔ میں ٹھیک ہوں، اور ابی آئی سی یو میں ہیں۔"

آنسو اس کے گلے میں اٹک رہے تھے آنسوؤں سے رخسار تر ہونے لگے۔ باوجود کوشش کے وہ اپنے لہجے کو نارمل نہ کر سکی تھی۔

"آر یو شیور زمین کہ آپ ٹھیک ہیں کم از کم مجھے تو ایسا نہیں لگ رہا یور آر لکنگ ویری ڈپریسڈ آپ کے فادر ٹھیک تو ہیں؟۔"

سمعان کی پریشانی، اس کے لہجے کا تردد دیدنی تھا مگر فرحین کے لیے یہ سب کچھ باعث خوشی نہیں تھا بلکہ دکھ کا گہرا احساس اس کے اندر اترنے لگا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ابی کی کنڈیشن کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا' فی الحال تو وہ آئی سی یو میں ہیں۔"

بھیگی بھیگی آواز بہت سی کہانیاں سنا رہی تھیں سمعان کشمکش و پیچ میں پڑ گیا یہ تو واضح تھا کہ وہ حد سے زیادہ پریشان تھی مگر پوچھنے کی جسارت وہ کر نہیں سکتا تھا جو توجیہہ وہ دے رہی تھی اس کے آگے سوالات کی گنجائش نہیں تھی۔

"اوہ!"

"آپ ٹھیک ہیں' آئی مین اسکول کیسا چل رہا ہے؟"

زرمین اس کے انداز پر کچھ نروس سی ہو گئی تھی سوال کرتے ہوئے مزید گڑبڑا گئی۔

"ہوں' آں۔۔۔ سب ٹھیک ہے۔"

وہ کسی گہری سوچ سے چونکا تھا شاید۔

"اینی وے آپ اپنا خیال رکھیں زرمین آئی ہوپ کہ انکل انشاء اللہ ٹھیک ہو جائیں گے یوں بھی یہ ایک پاسنگ فیز ہے ایسی سچویشنز تو زندگی میں آتی رہتی ہیں ایسے میں خود کو کمپوز اور فرم رکھنا ہی بہادری ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ ایک بہادر لڑکی ہیں۔"

سلجھے ہوئے ٹھہرے ہوئے مدھم لہجے میں اسے دلاسا دیتی سمعان گردیزی کی آواز زرمین کے رکے ہوئے بند توڑ گئی۔

وہ بے ساختہ روئی تھی مگر بہت پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی۔ سمعان کی کیفیت بہت عجیب ہو رہی تھی۔ نہ اس کے آنسو ہی صاف کر سکتا تھا اور نہ ہی اس کو خاموش کرا سکتا تھا۔

والدین کتنا بڑا عطیہ کس قدر گراں مایہ سرمایہ ہوتے ہیں اسے احساس تھا مگر زرمین کی گریہ وزاری سے وہ کچھ الجھ گیا تھا۔

کچھ تھا جو اسے کھٹک رہا تھا بظاہر اسے تسلیاں تشفیاں دینے کے باوجود اس کا ذہن بہت تیزی سے سوچ رہا تھا نتیجہ کہ جب وہ کچھ چپ ہوئی تو وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"میں کوشش کروں گا کہ امریکا آسکوں' کیا آپ مجھے ویلکم کہیں گی۔"

سنجیدہ لہجہ سنجیدہ انداز پر آنسو صاف کرتی زرمین بری طرح ٹھٹکی۔

"جج۔۔۔ جی۔ نن۔۔۔ نہیں پلیز اس کی ضرورت نہیں ہے ہم تو خود انشاء اللہ جلد واپس آنے والے ہیں۔"

اپنے آنسوؤں پر ندامت مزید بڑھ گئی تھی اس کا اس طرح سٹپٹانا سمعان کو مزید الجھن میں ڈال گیا۔

"مگر یہ میری خواہش ہے زرمین۔"

"پلیز سمعان صاحب اس کی ضرورت نہیں پلیز۔"

وہ یکدم نئی پریشانی میں گھر گئی تھی سمعان نے مزید زور دے کر اندازہ لگایا تو احساس یہ ہوا کہ وہ واقعتاً" پریشان ہو اٹھی تھی۔ جب کہ اس کی زبان سے اپنا نام سننے کا تجربہ اسے اچھا لگا تھا۔

"او کے' آپ اپنا خیال رکھیے گا ممکن ہے کل ماما آپ کو فون کریں۔"

"میں انتظار کروں گی۔"

ایک عجیب سی تسلی کا احساس ہوا تھا اسے' بے ساختہ کہہ گئی' اور جب اپنے الفاظ کا احساس ہوا تو بے اختیار لب بھینچ لیے۔

"اس عزت افزائی کے لیے شکریہ۔"

سمعان کا لہجہ بھی مسکرا دیا تھا۔ زرمین کے دل پر بوجھ بڑھنے لگا اور کلک کی آواز کے ساتھ ہی لائن بے جان ہو گئی۔

● ● ●

ادھر ادھر کئی گھنٹے گزار کر بھی اس کے ذہن پر چھایا تفکر کا غبار کم نہیں ہو رہا تھا' جو کچھ وہ کر گزرا تھا اس پر اسے ندامت نہیں تھی۔ مگر اس کے نتائج کے بارے میں جس قدر وہ سوچ رہا تھا اسی قدر پریشانی اور فکر مندی بڑھتی جا رہی تھی۔ تشویش اپنی انتہا پر تھی۔

یاور صاحب نے اگر اس پر اس قدر احسان نہ بھی کیے ہوتے تو بھی اس صورتحال میں جب کہ ایک انسان موت

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دہلیز پر کھڑا اس سے کچھ مانگ رہا ہے انکار کرنے کی اس میں سکت نہ ہوتی۔
مگر اب وہ کیا کرے گا بی بی جان بابا اور صہیبہ سب کو کیسے قائل کرے گا کس طرح سمجھائے گا سب کچھ بی بی جان اور ربابا تو یقیناً" سمجھ بھی جائیں گے مگر صہیبہ ـــــ
کیا وہ اس صورتحال کو اسی طرح سمجھ سکے گی جس طرح وہ چاہتا ہے؟
شاید نہیں۔
سوچ کے تانے بانے خود بھی الجھ رہے تھے اور اسے بھی الجھا رہے تھے لہٰذا اپارٹمنٹ سے نکل کر ادھر ادھر گھومنے کے باوجود وہ نظروں کی گرفت میں بہت کچھ ہوتے بھی کچھ نہیں دیکھ رہا تھا' ہاسپٹل کا بھی ایک چکر لگایا۔
جب شام ڈھلنے لگی تو اسے لوٹنا ہی پڑا بیگم یاور سمیت سب اس کے منتظر تھے سوائے زرمین کے 'لونگ روم میں سب بیٹھے غالباً" اس سے متعلق ہی باتیں کر رہے تھے۔ اسے دیکھتے ہی سب لب بستہ رہ گئے۔
چہرے پر تھکن اور پژمردگی کے ساتھ ساتھ گہری سوچ کے آثار تھے نظریں بلا ارادہ زرمین کی تلاش میں سرگرداں ہوئیں۔
"السلام علیکم۔"
صوفے پر ٹکتے ہوئے اس نے سکوت توڑا تو وہ تینوں اس پر سے نظر ہٹانے پر مجبور ہو گئے۔
"وعلیکم السلام بیٹا! آپ کہاں تھے ہم تو سخت پریشان ہو گئے تھے اسحق صاحب سے بھی فی الحال کانٹیکٹ نہیں ہو سکا ہمارا۔"
زہرہ بیگم بہت تردد سے بولیں تو پشیمانی سے ایزد کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔
"بس یونہی ذرا لانگ ڈرائیو پر نکل گیا تھا۔ انکل کی طرف سے ہوتا ہوا آیا ہوں ڈاکٹرز خاصے پر امید ہیں۔"
نظر چراتے ہوئے اس نے قصداً" یاور صاحب کا تذکرہ چھیڑ دیا تو وہ تینوں گہری سانس بھر کر رہ گئے۔
کھانا کھانے کا کسی کا دل نہیں چاہ رہا تھا مگر فطری تقاضا تھا لہٰذا زہر مار تو کرنا ہی تھا۔ ٹیبل پر زرمین بھی تھی ایزد اور وہ قصداً" ایک دوسرے سے نظر چرا گئے تھے۔ بیگم یاور نے یہ سب دیکھ کر محسوس کر لیا تھا کہ دونوں کے درمیان فاصلے کس قدر زیادہ ہیں۔ اور یہ سب دیکھ کر ان کے لبوں سے آہ نکل گئی تھی۔
رات میں وہ سب ایک بار پھر ہاسپٹل گئے مگر راستے بھر سب خاموش ہی رہے کہنے کے لیے کچھ رہا ہی نہیں تھا۔ ڈاکٹرز کے وہی دلاسے تھے۔
سب واپس آئے تو ایزد نے جانے کی اجازت لی۔ جانے کیوں اب اس اپارٹمنٹ میں ٹھہرنا اسے ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔
"میں اب چلوں گا آنٹی۔"
"اچھا بیٹا' کل صبح جلدی آ جانا زرمین کو لے کر ہی ہاسپٹل جاؤں گی۔"
زرمین کی طرف نظر ڈالتے ہوئے انہوں نے جس انداز سے کہا زرمین سمیت ایزد سٹپٹا سا گیا۔
"مگر امی جی میں تو کہیں نہیں جا رہی۔"
وہ بے ساختہ بولی تھی آنکھوں میں حیرت اور شکوہ تھا۔ مگر زہرہ بیگم قصداً" نگاہ چرا گئیں۔ اور اسے صاف نظر انداز کر دیا۔
"جاؤ اب کافی دیر ہو گئی ہے اپارٹمنٹ پہنچ کر فون کر دینا' نہیں تو مجھے فکر لگی رہے گی۔"
زہرہ بیگم کا انداز اس قدر نارمل تھا جیسے انہوں نے سنا ہی نہ ہو۔ جب کہ وہ اپنی جگہ بری طرح جز بز ہو گئی تھی۔ ایزد کی بھی کچھ ایسی ہی کیفیت تھی مگر زہرہ بیگم نے ان دونوں کے تاثرات کو قطعاً" نظر انداز کر دیا تھا۔
"امی جی یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟"
زرمین نے قریب آتے ہوئے سرگوشیانہ لہجہ اختیار کیا اسے زرمین پر بہت ترس آیا تھا جو لٹھے کی مانند سفید ہوتی جا رہی تھی۔ امی جی کا رویہ اسے بری طرح پشیمانی سے سر جھکانے پر مجبور کر رہا تھا۔ جب کہ ایزد کی آنکھوں میں الجھنیں تفکر اور تحیر تھا۔ بیگم یاور کا رویہ اسے بھی ششدر کر گیا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"تم جا کر سو جاؤ شرمین میں ابھی نماز پڑھوں گی۔"

اسے سخت نظروں سے گھورتے ہوئے انہوں نے سخت لہجے میں کہا شرمین کی بھنویں سکڑ گئیں۔ اور لب آپس میں بھنچ گئے۔

ایزد نے چند ثانیے رک کر گہری نظروں سے زہرہ بیگم کو دیکھا اور پھر کچھ کہے بغیر آگے بڑھ گیا۔

"امی جی پلیز ایسا مت کریں۔"

ایزد اس کے پاس سے بہت تیز قدموں سے گیا تھا‘ اسے ہراساں نظروں سے جاتا دیکھ کر وہ بے ساختہ ماں کی طرف پلٹی تھی۔

"جاؤ نرمین اپنے ابی کو دیا عہد نبھاؤ بیٹا! انہوں نے تمہیں اپنے سامنے جس شخص کے ساتھ رخصت کیا ہے اس کے ساتھ رہو بیٹا اب یہی تمہارا فرض ہے میں تمہارے باپ کو کیا جواب دوں گی۔"

"مگر امی جی۔" شرمین نے ان کی بات کاٹی۔

"تم کچھ مت بولو شرمین جاؤ یہاں سے۔"

انتہائی سختی سے اسے ڈپٹ کر انہوں نے نرمین کو سینے سے بھینچ لیا جس کے آنسو ایک تواتر سے گر رہے تھے۔

"امی پلیز۔"

"مجھے کمزور مت بناؤ نرمین‘ تمہارے ابی کے صحت مند ہونے پر مجھے ان کو جواب بھی دینا ہے‘ جاؤ ایزد منتظر ہوں گے۔"

اس لمحے وہ اس قدر کٹھور بن گئی تھیں کہ اس کی کوئی التجا کام نہ آسکی نہ ہی شرمین کی انہوں نے ایک چلنے دی۔ بے آواز آنسو بہاتی جس وقت وہ پیسمنٹ میں آئی ایزد گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا کسی گہری سوچ میں مستغرق تھا۔

وہ خود کو چور محسوس کر رہی تھی۔

ایک ایسا بوجھ جو زبردستی اس کے کندھے پر ڈال دیا گیا۔

ایک ایسا ڈھول جسے بجانے پر اسے بالجبر پابند کر دیا گیا۔

سہج سہج قدم اٹھاتی وہ دھڑکتے دل کے ساتھ اس کے پاس آکھڑی ہوئی تھی۔ کہنے کے لیے الفاظ نہیں تھے۔ والدین نے اسے کیسی آزمائش میں ڈال دیا تھا۔

ایزد اس کی مجبوری سمجھتا تھا یا نہیں مگر اس کا دل جیسے پھٹنے کو ہو رہا تھا۔ اس کی سگی ماں نے اسے گھر بدر کر دیا تھا یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ ایزد کی منکوحہ ہے مگر اس کی اصل بیوی صہیبہ ہے انہوں نے اسے زبردستی اس کے ساتھ بھیج دیا تھا۔

ایزد کی بے ساختہ نظر اس کی طرف اٹھی تھی۔

ایک لڑکی کی یہ کیسی تذلیل تھی کہ اسے کوئی قبول کر رہا تھا یا نہیں اس کے گھر والوں نے اس سے جان چھڑالی تھی۔

بے آواز آنسوؤں سے روتی نرمین یا اور اب نرمین ایزد کے روپ میں اس کے سامنے کھڑی تھی۔ ایزد کے اندر جیسے کوئی جذبہ بے حد کروفر سے پیدا ہوا تھا۔

وہ اس کے نام سے منسوب تھی اس کے نکاح میں تھی اور آج اس کی والدہ نے اسے کس طرح گھر سے نکل جانے کا حکم دے ڈالا تھا اسے احساس تھا کہ پچھلے پندرہ منٹوں میں اس نے کس طرح زہرہ بیگم کو قائل کرنے کی کوشش کی ہوگی۔

شکست و ریخت سے زیادہ دکھ تاسف اور اپنے وجود کو یوں رائیگاں ہوتے دیکھنے کا دکھ اس کے صبیح چہرے کو نیلا کیے دے رہا تھا۔

یہ وہی تو چہرہ تھا جس کو دیکھتے ہی سمعان گردیزی نے اپنی سب سے قیمتی متاع ہار دی تھی۔ اپنا دل ہار دیا تھا۔

ایزد گو ایسا نہیں کر سکتا تھا مگر اس لمحے جانے رشتے کے حوالے سے یا ہمدردی کے باعث اس کے دل میں یکدم

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک نرم گوشہ ابھرا تھا اس کے لیے۔

نرمین غالباً" اس کی طرف سے کوئی سخت جملہ سننے کی منتظر تھی کہ بہرحال اس نے ایزد کی زندگی کو ایک عظیم حادثے سے دوچار کیا تھا یا یوں کہہ لیں کہ اسے ایک اذیت سے متعارف کرا دیا تھا مگر اس کی توقع کے برعکس بہت شائستہ اور دھیما لہجہ سننے کو ملا

"آیئے بیٹھیے کافی دیر ہو گئی ہے۔"

اس نے بے ساختہ تحیر سے چونک کر اسے دیکھا تو وہ اس کی نظروں میں چھپے سوالات پڑھ کر ایک لمحے کے لیے لب بھینچ گیا۔

"فی الحال بہتر یہی ہے کہ آپ میرے ساتھ چلیں' زہرہ آنٹی کے فیصلے کی کوئی نہ کوئی لاجک ہو گی وہ آپ کو ساتھ رکھنے پر راضی نہیں۔ اور میں آپ کو یہاں تنہا چھوڑ نہیں سکتا۔"

بہت وضاحت سے اس کی حیثیت جتا دی گئی تھی۔

ایک انی اس کے دل میں اتری تھی جس کی تکلیف اس کی آنکھوں میں اتر آئی تھی۔ ایزد نے اپنے الفاظ کے مضمون پر غور کیا تو گہری سانس کھینچ کر رہ گیا۔

جو وہ کہہ گیا تھا اس کے معنی یہ نہیں تھے کہ وہ نرمین کی ہتک کر رہا تھا اور نہ ہی اس کی اہانت کرنے کا اس کا کوئی ارادہ تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی وضاحت کرتا نرمین دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔ اس نے بھی چپ چاپ ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

● ● ●

صہیبہ سے مل کر تو زوہا بھی خاصی پریشان ہو گئی تھی۔ وہ اس قدر حساس بھی ہو گی کسی کو اندازہ نہ تھا نجانے کیسے کیسے وہم ہو گئے تھے اسے بھی۔

گھر آکر بھی اسے اور فرہاد کو اس کا خیال آتا رہا تھا۔

"ٹھیک ہو جائے گی آہستہ آہستہ ابھی نیا نیا معاملہ ہے اس لیے بہت زیادہ حساس ہو رہی ہے صہیبی' ایزد کا تو بزنس ہی زیادہ تر آؤٹ آف ٹاؤن تھا' اسے عادت ڈالنی ہی پڑے گی۔"

تکیے سے سر ٹکاتے ہوئے فرہاد مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ہوں مگر مجھے صہیبی خاصی ڈسٹرب لگی۔"

ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے اسٹول پر بیٹھی زوہا میک اپ اتارتے ہوئے قدرے تردد سے بولی تو فرہاد کہنی پر زور ڈالتے ہوئے اونچا ہو بیٹھا۔

"تم اس کے معاملے میں کچھ زیادہ ہی سینسٹو ہو اس لیے اس طرح سوچ رہی ہو ورنہ میرا خیال ہے وہ نارمل ہے' ایسے رشتوں میں چھوٹی چھوٹی جدائیاں بھی سمندروں جیسی وسیع لگتی ہیں۔ یاد نہیں اپنا حال تم بھی تو ایسی ہی ملنگ ہو جاتی تھیں ان دنوں۔"

وہ قصداً" اسے چھیڑتے ہوئے بولا تھا حسب توقع زوہا قدرے چڑ کر مڑی۔

"جی بالکل بجا ارشاد فرمایا جناب' میں ہی پریشان ہوتی تھی۔ اور آپ تو جیسے مزے کرتے پھرتے تھے دس دس فون کرتے تھے مجھے' پھر بھی چین نہیں آتا تھا۔"

"میں فون کرتا تھا؟ توبہ کرو زوہا' خواہ مخواہ الزام تراشی کر رہی ہو مجھے اپنے بزنس سے فرصت ہی کب تھی۔"

آج وہ کچھ زیادہ ہی موڈ میں تھا یوں بھی جب کبھی زوہا ذرا سی بھی ڈپریس ہوتی وہ اسے بہلانے کے لیے ایسا ہی موڈ اختیار کر لیتا تھا اس وقت بھی سنجیدگی کا لبادہ اوڑھے وہ باقاعدہ حیرت کا اظہار کر رہا تھا۔

"اور مجھے تو جیسے فرصت ہی اس کام کی تھی۔"

وہ جھنجلاتی اسٹول سے اٹھ کر بیڈ کے پاس آکھڑی ہوئی۔

"سچ سچ کس قدر لڑاکی ہو تم' اتنی لڑاکا ہو گی اگر اندازہ ہوتا تو۔۔۔"

اسے شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ تو زوہا غصے میں آگئی۔

"تو تم کیا کرتے کورٹ مارشل کر دیتے میرا یا کسی اور کو بنا لیتے جیون ساتھی۔"

غصے سے تلملاتی وہ اس کے سرہانے آ کھڑی ہوئی تو فرہاد نے ہاتھ کھینچ کر اسے اپنے پہلو میں گرا لیا۔

اس اچانک افتاد پر وہ سنبھل نہ سکی اور بے اختیار نیچے آ رہی۔

خود کو چھڑاتے ہوئے اس نے شرمیلی سی مزاحمت کی۔

"محترمہ حرکت میں ہی برکت ہے۔"

فرہاد شوخی اور شرارت پر آمادہ تھا' زہا کی سانسیں رکنے لگیں۔

"پلیز مجھے چھوڑ دیں دیکھیے لگتا ہے ثمر آنٹی آپ کو بلا رہی ہیں۔"

بلش ہوتے چہرے پر بلا کی گھبراہٹ اور معصومیت تھی فرہاد کو بالآخر ترس آ گیا۔ ذرا سا ستا کر اسے چھوڑا تو وہ برق کی سی تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں آپ کے لیے کافی بنا کر لاتی ہوں۔"

فرار کا ایک ہی طریقہ تھا فرہاد قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"او کے جاؤ' مگر آ ؤ گی تو پلٹ کر ہیں ناں۔"

معنی خیز لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اجازت دے دی تو وہ محجوب سے انداز میں مسکراتی باہر آ گئی۔

زندگی کی یہ چھوٹی چھوٹی خوشیاں کس قدر خوبصورت تھیں کوئی اس سے پوچھتا' کبھی کبھی تو اسے لگتا جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہو۔

فرہاد کا ساتھ اس کی محبت اور اس کا مان یہ سب تو ایک خواب ہی تھا اس کے لیے' ایک ایسا خواب جس کی تعبیر ملنا ناممکن سمجھتی تھی وہ مگر قسمت یاوری کر گئی تھی اور آج وہی فرہاد علی اس کا شریک سفر تھا جس کے ساتھ قدم دو قدم چلنا بھی اس کے لیے مشکل تھا جیسے سورج کا مغرب سے نکلنا۔

کافی میکر سے کافی بنا کر مگ میں ڈالتے ہوئے وہ دھیمے سروں میں گنگنا رہی تھی کہ اچانک اسے دروازے پر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔

مڑی تو ثمر بیگم سلیپنگ گاؤن میں ملبوس سامنے دروازے سے اندر آتی دکھائی دیں۔

جانے کیا تھا ان کی شخصیت میں وہ ہمیشہ کی طرح سہم گئی تھی غالباً "پانی پینے کا قصد تھا۔ اچانک اسے سامنے پا کر ان کی بھنویں تن گئی تھیں۔

"کیا کر رہی ہو یہاں؟۔"

کڑک دار آواز میں سوال ہوا۔

"جج۔۔۔جی وہ فرہاد کے لیے کافی بنا رہی تھی۔"

اس کی زبان لڑکھڑا گئی تھی دل تو چاہ رہا تھا کہ کافی مگ کی موجودگی میں ایسا سوال کرنے پر انہیں جواب ہی دے مگر ایسا کرنا ممکن نہ تھا۔ ثمر بیگم کی نظریں اسے اپنے آر پار ہوتی محسوس ہوتی تھیں۔

"تمہیں بنانے کی کیا ضرورت تھی ملازم مر گئے ہیں کیا؟۔"

اعلیٰ تعلیم یافتہ اور مہذب گھرانے سے تعلق رکھنے والی ثمر بیگم جب اس سے مخاطب ہوتیں تو انداز گفتگو نچلے درجے کے کسی چھوٹے سے گھر میں موجود ایسی ساس جیسا ہو جاتا جسے سوائے بہو سے لڑنے اور اس کے کاموں میں میخ نکالنے کے کوئی کام نہیں ہوتا۔

"جی وہ ملازم کوارٹر میں چلے گئے تھے اس لیے میں نے سوچا۔۔۔"

"تم نے سوچا کہ تم ملازمہ بن جاؤ آخر مینٹلٹی تو وہی مڈل کلاس والی ہی ہے ناں۔"

اس کی بات اچک کر انہوں نے انتہائی ناشائستہ اور اہانت آمیز انداز میں کہا تو وہ احساس توہین سے سرخ پڑ گئی۔

"دیکھو بی بی ہمارے گھرانے میں بہوؤں سے کام نہیں کرایا جاتا اب جب کہ تم اس گھر میں آ ہی گئی ہو خواہ سب کی پسند سے یا ناپسند سے تو اس گھر کے مینرز بھی سیکھو' یہ انٹرکام کس لیے لگایا ہے۔ بلاؤ ملازم کو کوارٹر سے اور اس سے کہو جو کہنا ہے' یہ مڈل کلاس چونچلے مجھے سخت ناپسند ہیں شوہر کے دل کا راستہ تلاش کرنے کے اس طر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس اصول کو چھوڑ کر کوئی ڈھنگ کی روش اپناؤ ویوں بھی تم جیسی لڑکیوں کو ایسے کسی سہارے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اپنی معصوم شکل اور سادہ لوح انداز سے ہی خاصا بے وقوف بنا لیتی ہو فرہاد جیسے لڑکوں کو۔"

وہ حد سے زیادہ سفلی پر اتر آئی تھیں۔

ہاتھ میں کافی کے مگ تھامے زوہا سبکی کے احساس سے جیسے ساکت ہی رہ گئی۔ اس قدر بے توقیری نشتر زنی، گرم آنسو اس کے رخسار جیسے جلا گئے۔

اسے ساکت انداز میں کھڑا دیکھ کر ثمر بیگم نے نفرت سے ہونٹ سکوڑے اور گلاس میں پانی بھر کر پیا۔

"اب جاؤ جا کر یہ کافی پلاؤ اسے مزید جادو کرو اس پر، ہونہہ اس کے سوا تمہیں آتا ہی کیا ہے؟ اور ہاں خبردار جو میرے خلاف اس کے کان بھرے، اگر میرا بیٹا تم نے میرا نہیں رہنے دیا تو وہ تمہارا بھی نہ بن سکے گا یہ ثمر احتشام کی وارننگ ہے تمہیں سمجھیں اب جاؤ یہاں سے۔"

اس کی آنکھوں میں اذیت کا تاثر اس قدر گہرا تھا کہ نا چاہتے ہوئے بھی ہلکی سی ندامت کی رمق ثمر بیگم کے چہرے پر ابھری اور غائب ہو گئی۔

مرے مرے قدموں سے اپنے کمرے تک آتے آتے وہ ضبط چھوڑ چکی تھی۔ مگ فرہاد کے سرہانے رکھ کر تقریباً دوڑتی ہوئی واش روم میں جا کر بند ہوئی تو پاس پڑے میگزین کو پڑھتا فرہاد کچھ چونک سا گیا۔

● ● ●

یونیورسٹی میں آخری تینوں کلاسیں آج اسٹوڈنٹ کے ویک منانے کی پریکٹس کی خاطر آف کر دی گئی تھیں، اس کا دل آج کل کسی چیز میں نہیں لگ رہا تھا لہٰذا بجائے اپنے گروپ کے ساتھ آڈیٹوریم جانے کے۔۔۔ وہ گھر کے لیے نکل پڑی۔

اچانک ہی ایک نیا خیال ذہن میں آگیا۔ گھڑی میں دیکھا ابھی صرف ساڑھے دس بجے تھے ایزد کا گھر راستے میں ہی پڑتا تھا۔

حسب عادت اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ بی بی جان کی طرف جائے گی اور اس کے نتائج و عواقب پر غور کرنے کی بجائے چپ چاپ ییلو کیب میں آ بیٹھی ڈرائیور کو ایڈریس سمجھا کر اطمینان سے باہر کے مناظر دیکھتے ہوئے اسے امی اور دادی جان کا خیال کئی بار آیا مگر بہت سارے جذبات کی یلغار نے اس طرف سوچنے کی مہلت نہ دی۔

بیگم ہمدانی کے لیے اس کی آمد انتہائی اچانک اور باعث خوشی تھی بے ساختہ اسے سینے سے بھینچ لیا۔

"کیسی ہیں بی بی جان آپ؟"

ان سے الگ ہوتے ہوئے اس کی نظر بی بی جان کے چہرے پر پڑی تو خود ہی پریشان ہو اٹھی۔ وہ کچھ متفکر نظر آ رہی تھیں۔

● ● ●

"ٹھیک ہوں میں تم سناؤ کیسی ہو۔ پڑھائی کیسی چل رہی ہے۔"

وہ ان کے چہرے پر تیرتے تفکر کے سائے دیکھ کر کافی نروس ہو گئی تھی مگر جب بی بی جان نے مسکرا کر جواب دیتے ہوئے سوال بھی کر ڈالے تو وہ ہونٹ کاٹنے لگی۔

"میں ٹھیک ہوں۔ پڑھائی بھی ٹھیک ٹھاک چل رہی ہے۔ ابھی یونیورسٹی سے ہی آ رہی ہوں۔"

یونیورسٹی سے آنے کا بتاتے ہوئے وہ کچھ کنفیوز لگ رہی تھی۔ بیگم ہمدانی مسکرا دیں۔

"معلوم ہے مجھے۔ ظاہر ہے اتنی صبح گھر سے تو آنے سے رہیں۔"

ان کے انداز میں شفقت تھی مگر اس کی کیفیت ہنوز وہی تھی۔ آنے کو تو وہ آ گئی تھی مگر اب بیگم ہمدانی کی مسکراہٹ اسے نروس کر رہی تھی۔

"گھر میں سب خیریت ہے کیسی ہیں تمہاری دادی جان۔"

وہ اس کی جھجک دور کرنے کے لیے عام سے انداز میں پوچھنے لگیں تو اس نے فوراً سب کی خیریت سے مطلع کیا۔

"شکر ہو اللہ کا شکر ہے۔" ان سب کے متعلق سن کر انہوں نے کہا۔ "بس آج کل تمہارے انکل کی طبیعت کچھ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ٹھیک نہیں۔ ایزد کے جانے سے اور بھی فرق پڑ جاتا ہے۔"

"کیوں کیا ہوا انکل کو آئی مین بابا کو۔"

اس کی زبان سے ہمیشہ کی طرح انکل پھسلا تھا۔

"کچھ نہیں بیٹا' بس موسم کا اثر ہے۔ کچھ ان کی طبیعت میں لاپرواہی بھی بہت ہے۔ جس چیز سے روکو وہی کرتے ہیں۔ اب ڈاکٹرز نے چکنائی منع کر رکھی ہے مگر یہ ہیں کہ مانتے نہیں۔ ایزد ہی قابو کرتا ہے انہیں' میری تو سن کر اڑا دیتے ہیں۔"

وہ مخصوص بیویوں والے انداز میں کہہ رہی تھیں۔ صبیحہ کے لبوں پر تبسم پھیل گیا۔

"ایزد کی کوئی خبر ہے تمہیں۔"

یکدم ہی وہ جیسے یاد آنے پر پوچھنے لگی تھیں۔

"جی فون پر بات ہوئی تھی ان سے۔"

اس نے نظر جھکا کر جواب دیا تو بیگم ہمدانی نے جیسے سکون کا سانس لیا۔

"چلو شکر ہے۔ اتنی تو عقل آئی اس لڑکے کو' مجال ہے جو کبھی باہر جا کر مجھے فون کرے۔ آفس کے کام بزنس کی مصروفیات بس یہی فکریں لاد رکھی ہیں خود پر' اب تم ذرا کان کھینچ کر رکھنا نہیں تو یہ ایسا ہی رہے گا۔ حالانکہ اتنا ذمہ دار تو شاید ہی کوئی بیٹا ہو گا۔ مگر بس اس معاملے میں تنگ کرتا ہے' مجھے کہتا ہے فون پر آپ کی آواز سن کر وہاں رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ بھلا بتاؤ یہ بھی کوئی تک ہے۔"

ان کا شکایتی لہجہ محبت سے پر تھا۔ وہ جس اپنائیت سے بات کر رہی تھیں صبیحہ کا دل اس پر طمانیت سے بھرا جا رہا تھا۔

"بی بی جان تو بالکل ٹھیک ہیں۔ خوش باش ہیں۔ پھر میں کیوں خوامخواہ پریشان ہوئی جا رہی ہوں یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی کی اولاد کسی پریشانی میں مبتلا ہو اور اس کی ماں کی چھٹی حس اسے خبردار نہ کرے۔ یقیناً" یہ میرا وہم ہے۔"

وہ بظاہر ان کی بات سنتے ہوئے خود کو سمجھا رہی تھی۔ اتنے دیر میں ملازمہ کھانا لگ جانے کی اطلاع دینے چلی آئی۔

"چلو آؤ بیٹا کھانا لگ گیا ہے۔"

بیگم ہمدانی فوراً" اٹھتے ہوئے بولیں تو وہ سٹپٹا گئی۔

"ارے نہیں بی بی جی۔ کھانے کا تکلف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں میں بس اب چلتی ہوں۔"

تیزی سے بولتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ گھڑی پر نظر ڈالی پونے بارہ بج رہے تھے۔

"یہ تکلف کا نام تم نے کیسے لیا۔ ارے اپنے گھر میں کوئی تکلف ہوتا ہے یہ گھر تمہارا ہے کیا تم سفینہ لاج میں بھی ایسے ہی تکلف کرتی ہو۔"

اس کے شانے تھپتھپاتے ہوئے انہوں نے شفقت سے تادیبی انداز میں اسے ٹوکا وہ نادم سی ہونے لگی۔ مگر پھر بھی بولی۔

"نہیں یہ بات نہیں ان فیکٹ مجھے اس وقت بھوک نہیں لگ رہی۔"

"کوئی بات نہیں۔ تھوڑا سا چکھ لینا۔ دیکھنا تو ذرا اپنی ساس کے ہاتھ کا ذائقہ کیسا ہے۔ پھر تمہارے بابا بھی بہت خوش ہوں گے۔ انہیں تو یوں بھی کوئی نہ کوئی سامع چاہیے ہوتا ہے۔ تمہیں دیکھ کر تو خوشی دوگنی ہو جائے گی۔"

وہ اصرار سے بولیں تو اسے ماسوائے ہامی بھرنے کے کوئی راستہ نہ سوجھا۔

"ویسے بابا اس وقت ہیں کہاں؟"

ڈائننگ روم کی طرف آتے ہوئے وہ ادھر ادھر نظر دوڑاتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"اپنے کمرے میں ہیں۔ تم بیٹھو میں بلاتی ہوں۔"

وہ اسے انتہائی محبت سے بٹھا کر مسکراتی ہوئی چلی گئیں تو وہ میز پر ڈشز پہ بظاہر نظریں جماتے ہوئے ایزد

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بارے میں سوچنے لگی جس کے بارے میں یہاں آ کر اس کے کافی اندیشے مٹ گئے تھے۔ تاہم اس کی کوئی خبر نہ ملی تھی جس پر وہ کچھ خاموش سی ہو گئی تھی۔

دوسرے "سفینہ لاج" میں کسی کو بتائے بغیر یہاں آنے کے اپنے اس فعل پر اسے حد درجے تشویش ہو رہی تھی۔ اس نے اس آج تک کوئی کام بھی چھپ کر نہیں کیا تھا۔ یہ گھر اس کے شوہر کا ضرور تھا مگر چونکہ ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی اس لیے اس کا یہاں اکیلے چلے آنا کچھ ٹھیک نہیں تھا۔

خصوصاً" اس لیے بھی کہ دادی جان کی نظر میں یہ بات خاصی معیوب تھی گو کہ زوہا کی شادی کے بعد سے ان کے رویے میں خاصی تبدیلی آئی تھی۔ مگر پھر بھی ان کے اندر روایت پرستی ویسی ہی تھی۔

اپنے فیصلے پر اب رہ رہ کر اسے پچھتاوا ہو رہا تھا مگر اس سے پہلے کہ وہ یہاں سے چلے جانے کا قصد کرتی بابا جان کی وہیل چیئر دھکیلتی بی بی جان اندر چلی آئیں۔

"ارے بھئی ہماری بیٹی آئی ہے ہم سے ملنے۔"

وہ اسے دیکھتے ہی محبت سے بولے تو وہ مسکراتی ہوئی اٹھ کر ان کے پاس چلی آئی اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ہمدانی صاحب بہت خوش نظر آ رہے تھے۔

"کیسے ہیں بابا جان۔"

"بالکل ٹھیک۔ بلکہ جو تھوڑی بہت بیماری تھی وہ تمہیں دیکھ کر رخصت ہو گئی بیٹا۔" ان کی گفتگو میں اپنائیت خلوص اور شفقت ایسا تھا کہ وہ دل میں اترتی خوشی کے احساس کو نظر انداز نہ کر سکی۔ پچھلے چند دنوں میں جس قدر وہ اندر ہی اندر مرجھانے لگی تھی آج جیسے تر و تازہ ہو گئی۔

"آپ کی باتیں خود پر غرور کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں بابا۔"

وہ کھل کر مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

"کیوں نہ ہو۔ آفٹر آل یو ڈزروان (After all you deserve it۔)"

ان کا انداز ہنوز تھا۔ صہیبہ کے چہرے پر سرخی سی دوڑنے لگی۔ محبتوں کا نازاسے تفاخر عطا کر رہا تھا۔

"چلو بیٹا تم کھانا شروع کرو۔ ان کی گفتگو بھی ساتھ ساتھ سن لینا نہیں تو کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔"

بی بی جان نے ڈش اس کی طرف سرکاتے ہوئے کہا تو وہ متوجہ ہوئی۔

"بس بیگم آپ تو ہمیشہ میرے خلاف ہی رہیں حسرت ہی رہی کہ کبھی آپ سے حمایت ملے۔"

وہ اپنی بذلہ سنجی برقرار رکھتے ہوئے بی بی جان سے بولے تو وہ مسکرانے لگی۔

"جی جانتی ہوں میں۔"

بی بی جان نے چند لفظوں میں بات جیسے ختم کر ڈالی تو ہمدانی صاحب نے ایک گہری سانس بھری۔ جس پر صہیبہ کی ہنسی لبوں سے پھسل پڑی 'جواباً" بی بی جان نے انہیں جن تنبیہی نظروں سے گھورا انہیں کھانے کی طرف متوجہ ہونا ہی پڑا۔

● ● ●

اپارٹمنٹ کا دروازہ ان لاک کرتے ہوئے ایزد کا سارا دھیان اپنے دائیں جانب کھڑی نرمین کی طرف تھا جس کے قدموں کی لرزش اس قدر واضح تھی کہ وہ چاہتے ہوئے بھی دھیان نہیں ہٹا پا رہا تھا۔ وہ اس کے نزدیک ہی کھڑی تھی۔ اس نے دیوار کا سہارا لے رکھا تھا جیسے گر جانے کا ڈر ہو۔

تمام راستہ اس نے اس طرح طے کیا تھا جیسے کانٹوں پر چلی ہو۔ امی جی کا رویہ ابی کا فیصلہ اور ایزد کا احسان اس کے اندر طوفان مچائے ہوئے تھے مگر اس کے چہرے کا جمود وہی تھا۔ گویہ سفر کار میں طے کیا تھا مگر آبلہ پائی کی اذیت محسوس ہو رہی تھی۔

ایزد نے کن انکھیوں سے اسے کئی بار دیکھا تھا۔ آنسو بہتے بہتے خود ہی خشک ہو گئے تھے اور گود میں دونوں ہاتھ رکھے وہ ایسے بیٹھی تھی جیسے سب کچھ لٹا کر خود کو قطعی تہی داماں محسوس کر رہی ہو جیسے اس سے زیادہ مفلس کوئی نہ ہو۔

اور اب جبکہ لفٹ کے ذریعے وہ اوپر آ چکے تھے اس کے لب ایک دوسرے سے ایسے جڑے تھے جیسے کبھی نہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جنبش کرنے کی قسم کھا چکے ہوں۔

"آئیے۔"

ایزد نے دروازہ اندر کی طرف دھکیل کر پہلے اسے اندر جانے کا راستہ دیا تو وہ یوں سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی جیسے اس کی بات سمجھنے سے قاصر ہو۔

"کیا ہوا زرمین۔ آپ چلیے رک کیوں گئیں۔"

ایزد کچھ متحیر سا تھا۔ استعجاب سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں؟؟"

اس کی دھیمی آواز اس وقت آنسوؤں کے بوجھ سے دب کر بے حد بھاری ہو چلی تھی۔ قطعی غیر متوقع استفسار تھا۔ ایزد جیسے لب بھینچ کر جواب سوچنے لگا۔

"بتائیے نا۔ یہ احسان کا بوجھ آخر آپ کب تک اٹھائیں گے۔"

وہ پھر بے چینی اور بے قراری سے بولی تھی۔

"دیکھیے زرمین میں نہیں سمجھتا کہ یہ وقت اور یہ جگہ ان باتوں کے لیے موزوں ہے۔ آپ اندر چلیے راستے میں رک کر کھڑے ہو جانے سے منزل نہیں ملتی۔"

وہ خلاف توقع بے حد حلاوت اور نرمی سے بولا تھا زرمین کی پلکیں پھر نمی سے بوجھل ہونے لگیں۔ ایزد کے دل میں شوریدہ جذبوں کا ایک ہجوم امڈ آیا۔

"ہمیں منزل مل جائے گی ایسی کی توقع ہے آپ کو۔"

وہ اتنے استعجاب سے بولی تھی جیسے یہ خیال بالکل ہی ناممکن ہو۔ جواباً ایزد کچھ نہ بولا اور چند ثانیے اسے سنجیدہ نظروں سے دیکھ کر خود ہی اندر کی طرف قدم بڑھا گیا۔

یہ سوال اور یہ انداز۔۔۔ وہ اس صورت حال کے لیے قطعی تیار نہیں تھا۔ شاید اسی لیے لفظ تلاش کرنے میں الجھ گیا تھا۔

ایزد کا رد عمل زرمین کو رلا رلا گیا۔

کوئی امید کوئی ہمدردی کوئی آس نہیں تھی اس کے پاس زرمین کے لیے۔

مگر پھر بھی امی جی نے اسے اس کے ساتھ بھیج دیا تھا۔ کسی امید پر کس توقع کے ساتھ۔

اپارٹمنٹ کی دہلیز پار کرتے ہوئے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

سامنے ہی لاؤنج میں ایزد صوفے پر بیٹھا دونوں کہنیاں گھٹنوں پر ٹکائے مضبوط انگلیوں کی پشت پر سر ٹکائے بیٹھا تھا۔ جیسے سخت متوحش اور تشویش زدہ ہو۔

زرمین کی سسکیاں تیز ہوئیں تو اسے اٹھ کر آنا ہی پڑا۔

"پلیز زرمین خود کو سنبھالیں اس طرح مسئلے حل نہیں ہوتے۔"

بند دروازے سے پشت ٹکائے وہ زار و قطار رو رہی تھی۔

"مجھے امی جی نے اکیلا چھوڑ دیا۔ ابی نے تنہا کر دیا۔ شرمین اور سمیر نے مجھ سے ہاتھ کھینچ لیا اور آپ کہتے ہیں کہ روؤں نہ بتائیے ایزد صاحب کیا کوئی انسان تہی داماں ہو جانے پر آنسو بھی نہ بہائے اپنے لٹ جانے کا ماتم بھی نہ کرے یہ کیسا انصاف ہے آپ کا۔"

شدید جذبات غم و غصہ اور اداسی کی یورش نے اسے جیسے خود سے بیگانہ کر دیا تھا۔ دونوں ہاتھ بھیگے صبیح رخساروں سے ہٹاتے ہی وہ جس تڑپ اور بے قراری سے بولی۔ ایزد متعجب سا رہ گیا۔ جبکہ وہ پھر رونے لگی تھی۔

یہ انداز یہ اطوار اور زرمین۔

ایزد نے تفکر سے اسے دیکھا۔ اگر وہ اسی طرح روتی رہی تو اس کی طبیعت کا بگڑ جانا یقینی تھا۔

وہ اسے اپنی منکوحہ نہ مانتا اس کا اپنے اوپر حق بھی تسلیم نہیں کرتا تب بھی ایک انسان کے دکھی ہونے کا اس کے المیے کا افسوس تو اسے بھی تھا اور کچھ نہیں تو ہمدردی تو تھی اس سے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حالانکہ کچھ دیر پہلے تک وہ خود پر متاسف تھا مگر اس کے دکھ کے سامنے سب کچھ جیسے پس پشت چلا گیا۔

"اگر روتے رہنے سے آپ کے گھر والوں سے ملنے والے دکھ کا ازالہ ہو سکتا ہو تو میں بھی آپ کو یہی مشورہ دیتا۔ مگر ایک سیکنڈ رک کر ذرا سوچیے کہ آخر قسمت آپ کو اس مقام تک کیوں لائی۔ کیا منشاء الٰہی ہے اس میں۔ شاید آپ خود اپنے آنسو صاف کرنے کی ہمت پا سکیں۔ زندگی کے اس مشکل دوراہے پر صرف آپ نہیں میں بھی کھڑا ہوں، اس لحاظ سے تو مجھے بھی ہمت ہار دینی چاہیے۔"

اس کا مضبوط، ہموار اور متوازن انداز گفتگو زمین کے رواں اشکوں کو ایک لمحے کے لیے ٹھہرا گیا۔

"آپ کے سر کے اوپر آسمان نہ سہی قدموں تلے زمین تو ہے ایزد صاحب، جبکہ میں۔۔۔ میں تو ایک ایسے خلا میں معلق کر دی گئی ہوں کہ زمین چھو سکتی ہوں نہ آسمان۔"

بمشکل اپنے آنسوؤں پر قابو پاتے ہوئے اس کا لہجہ انداز اور آنکھیں مکمل یاسیت کی ترجمانی کر رہے تھے۔

"میں بہادری کے نام پر آپ کو بے حسی کا سبق تو نہیں دوں گا زمین لیکن اس طرح ہاتھ پیر چھوڑ دینے سے انسان حالات کو قابو کرنے کی بجائے مصائب کے بھنور میں ڈوبنے لگتا ہے، خود کو مضبوط بنائیے کہ جو آزمائش قدرت نے آپ کے حصے میں ڈالی ہے اس سے خود کو نکال سکیں۔"

نرم لہجے اور متاثر کر دینے والے انداز میں ایزد نے اسے نصیحت کی تو وہ ایک ٹک اسے دیکھے گئی۔

"تو کیا واقعی آپ کے نزدیک بھی یہ نکاح ایک آزمائش ہے، کیا رشتے طوق بنا کر گلے میں بھی ڈالے جاتے ہیں۔"

وہ کچھ اس آزردگی سے پوچھ بیٹھی کہ ایزد ششدر رہ گیا، مگر خود کو کمپوز کر کے بولا۔

"رشتے جذبوں کے اسیر ہوتے ہیں زمین، اور جب جذبوں کو عنوان نہ مل سکے تو بندھن بودے اور کمزور ہو جاتے ہیں، خاص کر جب انہیں استوار ہی اس صورت میں کیا گیا ہو جب دونوں فریقین ایسے کسی بھی احساس کو دل میں جگہ دینے سے قاصر ہوں، بہرحال آپ پلیز ذہن پر بوجھ مت ڈالیے، یہ سوچیے کہ یاور انکل جن کی خاطر آپ نے میں نے اس قدر انتہائی قدم اٹھایا ہے انہیں ہم سے کیا چاہیے، صرف ہمت اور استقلال، سو ہمیں خود سے مایوس نہیں کرنا، سمجھیں آپ۔"

اسے بڑے دھیان سے اپنی جانب متوجہ دیکھ کر اس نے قصداً گفتگو کو سمیٹا۔ آخر میں ایک مبہم سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر رینگی، جو زمین کو محض اپنا وہم ہی لگی۔

"بائی دی وے، اس وقت آپ کے لیے ریلیکس ہونا بے حد ضروری ہے، میرا خیال ہے اب آپ جا کر سو جائیں، ملاقات ہو گی۔"

اسے اس منتشر حالت میں محض نرمی اور دوستانہ انداز سے ہی سمجھایا جا سکتا تھا۔ اس نے وہی حربہ استعمال کیا جو بابا کے ایکسیڈنٹ اور ان کے معذور ہو جانے پر یاور صاحب نے اسے زندگی کی طرف لانے کے لیے آزمایا تھا۔

اور حسب توقع اس کا خاطر خواہ اثر بھی ہوا۔ زمین بھاری قدموں اور بوجھل دل سے آگے بڑھ گئی اور سامنے روم میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔

ایک گہری اور طویل سانس ایزد کے لبوں سے خارج ہوئی اور وہ ڈھیلے ڈھالے انداز میں صوفے کے آرام دہ گوشے میں دھنس گیا۔

کافی ہی دیر اسے خود کو سنبھالنے میں لگی اور پھر اٹھ کر اس نے بیگم یاور کو فون کر کے اپنے گھر پہنچنے کی اطلاع دی۔

"شکریہ بیٹے میں منتظر ہی تھی۔ خیال آیا کہیں بھول نہ گئے ہو۔"

بیگم یاور حد درجے ممنونیت سے کہہ رہی تھیں۔

"نہیں آنٹی بھلا ایسا کس طرح ہو سکتا تھا۔ مجھے ذمہ داریاں نبھانی آتی ہیں۔"

وہ خود کو ان سے بات کرنے کے لیے بمشکل آمادہ کر سکا تھا۔ اس وقت تو صرف اور صرف سو جانے کو دل چاہ رہا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھا۔ تاکہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہو کر کچھ دیر اس مسلسل ذہنی اذیت سے نجات حاصل کی جا سکے جو اس کے حواسوں پر سوار ہو گئی تھی۔

"مجھے اور تمہارے انکل کو تم سے یہی امید ہے بیٹا۔"

ان کے لہجے میں عجیب سا تاثر ہلکورے لے رہا تھا۔ ایزد سر جھٹک کر رہ گیا۔

"زمین کہاں ہے۔"

بمشکل اپنے لہجے پر قابو پاتے ہوئے انہوں نے سوال کیا تھا۔ ایزدان کی الجھن محسوس کیے بنا نہ رہ سکا۔

"وہ سو گئی ہیں غالباً۔"

اس سوال پر آپ ہی آپ اس کا لہجہ قدرے سخت ہو گیا تھا۔

"ابھی ذرا دیر پہلے وہ جس طرح رو رہی تھی اور ان سب سے شاکی ہو رہی تھی ایزد کے لیے اسے بھلانا ممکن نہ تھا۔

وہ اس کا خیال رکھنا بیٹا! جو ہوا اس میں اس کا قصور نہیں، رخصتی نہ ہوتے ہوئے بھی یاور نے اسے رخصت کر دیا ہے۔ میں اسے اب گھر میں نہیں رکھ...."

آنسوؤں کی یلغار نے جملہ مکمل ہونے نہ دیا۔

ایزد نے آنکھیں سختی سے بند کرتے ہوئے خود کو کچھ کہنے سے بمشکل روکا۔

"آئی انڈر اسٹینڈ آنٹی۔ مگر فی الحال زمین کو آپ سب کے تعاون کی ضرورت ہے۔ جو کچھ ہو گیا اس میں کسی کا قصور نہیں۔ لیکن اب جو کچھ ہونا چاہیے اس کے لیے باقاعدہ ایک strategy (حکمت عملی) بنانی پڑے گی۔ مجھے یقین ہے کہ آپ سمجھ رہی ہوں گی۔"

وہ اپنی ساری بے سکونی چھپا کر جس ٹھہرے ہوئے فیصلہ کن انداز میں بولا بیگم یاور غائب دماغی سے صرف ہوں ہاں کر کے رہ گئیں اور اس نے خدا حافظ کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔

"اے میرے خدا مجھے اس آزمائش سے نکال دے میرے مالک یہ دوسرا امتحان ہے زندگی کا جس نے میری ساری طاقت اور ہمت کو داؤ پر لگا دیا ہے۔"

صوفے کی بیک سے سر ٹکاتے ہوئے اس نے تھکے ماندے ذہن کو سکون دینے کی خاطر پلکیں موند لیں اور دل ہی دل میں اپنے رب حقیقی سے تعاون اور مدد مانگنے لگا جس پر اسے کامل بھروسہ تھا۔

● ● ●

ضبط کرو تو بہتر ہے دیوانو ورنہ
آنسو زور پکڑ جاتے ہیں دھیرے دھیرے

جب سے ثمر بیگم نے اسے لفظوں کی تیکھی تلوار سے زخم لگائے تھے اس کا رواں رواں آنسو بہانے پر آمادہ تھا مگر وہ فرہاد کے اچھے موڈ کو غارت نہیں کرنا چاہتی تھی۔ رات بھی اس نے بہت ضبط سے اپنا موڈ بحال رکھا تھا۔ اور فرہاد کو شک سا ہو گیا تھا۔

"کمال ہے کچھ نہیں ہوا بھئی۔ آپ کو تو وہم ہو جاتا ہے۔"

نمکین کڑوا پانی بمشکل گلے سے نگلتے ہوئے اسے سخت اذیت ہو رہی تھی۔ واش روم میں دل ہلکا کرنے کے باوجود اس کا بار بار جی بھر آ رہا تھا۔ ایسے برچھیوں جیسے الفاظ اس نے کب سنے تھے کب برداشت کیے تھے! زندگی میں پہلی بار تو سنے تھے۔

سفینہ لاج میں تو اس کی بزدلی اور کم ہمتی کے باعث غلط بات پر بھی سرزنش نہیں کی جاتی تھی کہ ادھر اسے کچھ کہو اور ادھر اس کی پلکوں پر آنسو آئے۔ مگر یہاں کس طرح چند سیکنڈوں میں اس کی روح تک کو چھید ڈالا تھا۔

"خیر وہمی تو میں بہت ہوں۔ مگر صرف تمہارے معاملے میں۔"

فرہاد باوجود مطمئن نہ ہونے کے زیادہ اصرار نہ کر سکا۔ البتہ اس کی آنکھوں میں سوچ کی پرچھائیاں اتر آئی تھیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

زوہا کو اندازہ تھا کہ وہ اسے مطمئن نہیں کر سکی تھی بلکہ اپنے آپ پر بھی ضبط کرنا مشکل ہو رہا تھا لہٰذا وہ قصداً" الماوارڈروب از سرنو ترتیب دینے کے لیے فرہاد کی طرف پشت کرکے کھڑی ہو گئی۔ دھیان تو اس وقت صرف اور صرف فرہاد کی طرف تھا جب کہ ذہن کے پردے پر ثمر بیگم کے زہر میں بجھے لفظوں کے تیر چل رہے تھے جن سے اس کے احساس کی ردا تار تار ہوئی جا رہی تھی اور اپنی حالت پر پردہ ڈالنے کی کوشش میں وہ ہلکان ہوئی جا رہی تھی۔ ترتیب تو وہ خاک دیتی کپڑوں کو خود ہی فرہاد کے سونے کے بعد بے ترتیبی سے بستر پر گر کر رونے لگی۔ باوجود کوشش کے وہ خود پر قابو نہیں پا رہی تھی۔ ابھی تو ابتدا تھی اور ابھی سے اس کا دل سوکھے پتے کی مانند کانپنے لگا تھا لہٰذا اس جیسی لڑکی کے لیے ان حالات میں رہنا بہت مشکل تھا۔

اسے ثمر بیگم کے خونخوار لہجے سے خوف آنے لگا تھا۔ کس سفاکی سے انہوں نے کہہ دیا تھا کہ اگر وہ فرہاد کو ان کے خلاف کرے گی تو وہ اس سے فرہاد کو چھین لیں گی۔ اس نے تو خود فرہاد سے کئی بار کی انسلٹ ڈسکس نہیں کی تھی مگر اب تو جیسے دل میں خوف سا بیٹھنے لگا تھا کہ بہرحال فرہاد کی وہ ماں تھیں سگی ماں اور وہ بیوی تھی۔ ماں دوبارہ نہیں ملتی مگر بیوی مل سکتی ہے۔

رات بھر عجیب و غریب خیالات دماغ میں گردش کرتے رہے نتیجتاً" وہ صبح جب اٹھی تو طبیعت میں حد درجے سلمندی تھی۔ صبح ناشتا وہ خود بنواتی تھی زونیہ و بھابھی کی طرح نہیں کہ بابر بھائی کے ساتھ کمرے سے نکلیں اور میز پر آ بیٹھیں۔ وہ اپنی نگرانی میں فرہاد کے لیے ناشتا تیار کراتی۔

سفینہ لاج میں تو اس نے ہمیشہ اپنی امی چچی اور تائی کو اسی طرح دیکھا تھا۔ خود سمرہ بھابھی بھی نعیم بھائی سے پہلے اٹھتی تھیں۔ حالانکہ پیسے کی وہاں بھی فراوانی تھی مگر ہاتھوں کو زنگ کسی نے نہیں لگایا تھا۔ جبکہ یہاں ثمر بیگم اور زونیہ کو ان سے قطعی کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

اسے شروع میں تو جھجک ہوئی کیونکہ بٹلر اور دوسرے کک وغیرہ اسے کچن میں آتا دیکھ کر خاصے حیران ہوتے لیکن دھیرے دھیرے وہ سب روٹین کے عادی ہو گئے۔ مگر کل جس طرح ثمر بیگم نے اس کی محبت اور بیویوں والی فطری لگاوٹ کو اپنے لفظوں سے زہر آلود کیا تھا۔ اس کا دل کچن میں جانے کے خیال سے ہی مکدر ہونے لگا۔ زوہا اس نے نیچے جانے کا ارادہ موقوف کیا اور خاموشی سے فرہاد کی تیاری میں مدد کرتی رہی پھر فارغ ہو کر کمرے میں بکھری چیزوں کو سمیٹنا شروع کیا۔

فرہاد کے لیے اس کا آج کا روٹین کچھ نیا سا تھا ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں ٹائی کی ناٹ درست کرتے ہوئے خود کو دیکھتے دیکھتے اس کی نظر اپنے پیچھے ابھرنے والے زوہا کے عکس پر جا رکی۔

سادہ اور بے ریا چہرے پر تفکر اور دکھ کی گہری پرچھائیاں تھیں۔ ہمیشہ چمکتی ہوئی آنکھوں میں دھند محسوس ہو رہی تھی۔ سوجی ہوئی آنکھوں میں تیرتے سرخ ڈورے اس کے رونے کی خبر دے رہے تھے۔

فرہاد کے ہاتھ ٹائی کی ناٹ پر ہی رک گئے۔ ضرور کچھ ہوا تھا۔ زوہا کل رات کافی لانے کے بعد سے کچھ اپ سیٹ ہو رہی تھی اسی لیے رات کو وہ اسے ڈسٹرب کیے بغیر سو گیا۔ وہ قصداً" خود کو کام میں مصروف شو کر رہی تھی لہٰذا اس نے بھی اسے روز کی طرح باتیں کرنے کے لیے نہیں پکارا بلکہ اس کا انتظار کرتے کرتے نیند کی وادیوں میں اتر گیا۔

مگر اب صبح بھی وہ اسی موڈ میں نظر آ رہی تھی حتیٰ کہ روزانہ کی طرح وہ اسے تیاری میں مدد کرانے کے بعد نیچے ناشتا بنانے بھی نہیں گئی تھی۔ فرہاد کی کسی شوخ بات پر اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا محض مسکرا دی تھی۔

"زوہا۔"

کچھ سوچ کر اس نے پکارا۔

"جی۔"

تکیہ درست کرتے ہوئے وہ اس کی طرف سے رخ موڑے کھڑی تھی۔

"ادھر آؤ۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"بتادیں کیا کام ہے۔"
"نظر ملا کر بات کرو۔"
فرہاد کی آواز میں شوخی تھی مگر وہ وہیں کھڑی رہی۔
"جلدی کریں۔ آپ کو دیر ہو رہی ہے۔"
بیڈ کی دوسری طرف جا کر اس نے چادر درست کی اور سر اٹھا کر بولی تو فرہاد خود اس کے پاس چلا آیا۔
اسے اس طرف آتا دیکھ کر زوہا نے ہونٹ کاٹنے شروع کر دیے تھے ساتھ ہی انگلیاں چٹخانے کا شغل بھی جاری تھا۔
"آؤ ادھر بیٹھو۔"
اس کا ہاتھ تھام کر اپنے سامنے صوفے پر بٹھاتے ہوئے وہ اس کے مقابل بیڈ پر آ بیٹھا تھا۔
"کیا بات ہے۔ اتنی اپ سیٹ کیوں ہو۔"
"کون میں؟ نہیں تو۔"
اس کے اس قدر محبت اور نرمی سے پوچھنے پر آنکھوں میں جیسے مرچیں سی لگنے لگیں۔ دل چاہا دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دے مگر وہ ضبط کر گئی۔ نظر جھکا کر منکر ہو گئی۔
"کیا کوئی بات ایسی بھی ہے زوہا جو تم مجھ سے چھپا سکتی ہو۔"
وہ تعجب سے استفسار کر رہا تھا۔ اس نے نفی میں گردن ہلا دی۔
"تو پھر کیوں چھپ رہی ہو اپنے اندر جبکہ جانتی ہو کہ تم سب سے مخفی ہو سکتی ہو مگر مجھ سے نہیں۔ میں تمہیں تم سے زیادہ سمجھتا اور جانتا ہوں۔ کیا تم اس سے انکار کر سکتی ہو؟ اب بولو؟"
سنجیدہ، متین اور حلیم الطبع فرہاد جس کی شخصیت کا سحر زوہا کو بہت پہلے اپنا اسیر کر چکا تھا شادی کے بعد تو اس کی قربت نے اور بھی گہرا تاثر چھوڑا تھا اس پر اس کے استفہامیہ انداز پر وہ محض بھیگی پلکوں سے اسے نظر اٹھا کر دیکھ سکی۔
"کہو کیا بات ہے۔ ماما نے کچھ کہا ہے یا گھر والے یاد آ رہے ہیں۔ صہیبہ کی طرف سے پریشان ہو یا میری کوئی بات بری لگ رہی ہے۔"
اس کی طرف سے جو مثبت جواب ملا تھا۔ اس کی روشنی میں اس نے پوچھا تو وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو پڑی اسے توقع تھی کہ ایسا ہی ہو گا لہٰذا بھنویں سکیڑے اور لب بھینچے اس کے چپ ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ خود ہی چپ ہو گئی۔
"اب ٹھیک ہے کہو کیا بات ہے۔؟"
اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا تو اس نے آنسو صاف کیے۔
"کچھ بھی نہیں بس یونہی دل بھر آ رہا تھا۔"
اس کے پاس کوئی معقول بہانہ کوئی بہتر جواز نہیں تھا جو فرہاد کو مطمئن کر سکتا۔ اس کے جواب پر فرہاد نے چند سیکنڈ اسے بغور دیکھا اور پھر سخت لہجے میں "او کے" کہہ کر تیز قدموں سے باہر کی طرف چلا۔
انداز سے صاف ظاہر تھا کہ سخت خفا ہے۔ وہ پہلے تو سٹپٹائی اور پھر یکدم بھاگ کر اس کے سامنے آ رکی۔
"پلیز اس طرح ناراض ہو کر مت جائیں۔ میں پہلے ہی بہت اپ سیٹ ہوں۔"
اسے بازوؤں سے تھامتے ہوئے وہ حد درجے سراسیمہ لگ رہی تھی۔
"تو پھر سچ کہو کیا بات ہے۔ کیا کہا ہے ماما نے تمہیں۔"
اس نازک سی لڑکی میں اس کی جان مقید تھی اسے اپنی گرفت میں لیتے ہوئے وہ حد درجے تردد سے دریافت کر رہا تھا۔ "انہوں نے جو بھی کہا پلیز ان سے کچھ مت کہیے گا۔"
اس کی شرٹ بھگوتے ہوئے وہ بہت عاجزی سے گویا ہوئی تھی۔ فرہاد کا خون کھولنے لگا تو گویا اس کا خیال درست تھا۔

"کیا کیا ہے انہوں نے۔"

اس کی تیں پیچھے کرتے ہوئے وہ بہت غصے میں پوچھ رہا تھا' زوہا کچھ اور سہم گئی اور سخت الفاظ حذف کر کے چند ایک باتیں بتا دیں۔

"اوہو ماما آخر آپ کو کیا پریشانی ہے۔"

تھی اسے خود سے علیحدہ کرتے ہی غضبناک انداز میں دروازے کی طرف جھپٹا تھا' خود کلامی میں حد درجے وحشت

"فرہاد' فرہاد پلیز میری بات تو سنیں۔"

وہ تیزی سے اس کی طرف لپکی تھی مگر وہ سنی ان سنی کر گیا تھا۔ لہٰذا اسے ہی تیزی سے آگے بڑھ کر اسے روکنا پڑا۔ دونوں اس وقت تک سیڑھیوں تک پہنچ چکے تھے۔

"آپ کو میری قسم فرہاد پلیز رک جائیں۔ میں نے اپنی تکلیف آپ سے اس لیے تو شیئر نہیں کی کہ آپ اس کا اشتہار چھاپ دیں۔"

وہ قریب آ کر اس کا بازو سختی سے تھامے بڑی لجاجت سے بولی تھی۔

"تو کیا کروں۔ بتاؤ کیا کروں میں تمہیں ماما کے ہاتھوں تختہ مشق بنتے چپ چاپ دیکھتا رہوں۔ مجھ پر بس نہ چلا تو انہوں نے تمہیں ہی پنچنگ بیگ (Punching Bag) سمجھ لیا۔ ایک بات تم بھی سن لو اور مجھے ماما کے سامنے بھی کلیئر کرنے دو کہ میں نے تم سے شادی کی ہے کوئی گناہ نہیں کہ یہ تمام فضولیات برداشت کروں یہ میری زندگی ہے اس میں زہر گھولنے کی اجازت میں کسی کو بھی نہیں دوں گا حتیٰ کہ ماما کو بھی نہیں۔"

اس کا لہجہ سخت اور آواز بلند تھی۔ احتشام صاحب کے قدم از خود اس طرف بڑھنے لگے۔

"کیا ہو گیا ہے فرہاد بیٹا۔"

زوہا لاجواب سی لب چبا رہی تھی کہ احتشام صاحب نے آ کر اسے پکار لیا۔ زوہا کی تو جیسے جان پر بن آئی بے ساختہ فرہاد کی آڑ میں چھپ گئی۔ احتشام صاحب کی نظروں کی گرفت سے یہ منظر چھپ نہ سکا تھا۔ جبکہ فرہاد جو اشتعال خود پر بند باندھے کھڑا تھا باپ کو سامنے پاتے ہی چیخ گیا۔

"اٹس ٹو مچ پاپا۔۔۔ تو مچ میں مزید ماما کی گوہر افشانیاں برداشت نہیں کر سکتا شی از جسٹ ان لمٹ۔"

"ریلیکس فرہاد جسٹ کام ڈاؤن۔"

احتشام صاحب کے ماتھے پر لکیریں سی کھنچنے لگیں۔ زوہا کا رویا رویا چہرہ اور فرہاد کے غضبناک تیور خشمگیں ظاہریں صورت حال کی کشیدگی واضح کر رہی تھیں۔

"چلو ادھر آؤ اسٹڈی میں کھل کر بات کرو مگر لہجہ ذرا دھیما رکھو مائی سن کیونکہ گفتگو کا جوہر بلند ہونا چاہیے آواز نہیں۔"

ان کی نرم گفتاری اپنے بچوں کے لیے ایسی شیریں نرمی میں ڈھلتی تھی کہ غصہ آپ ہی آپ رفع ہو جاتا تھا۔ فرہاد کے تنے ہوئے اعصاب خود ہی پر سکون ہونے لگے اور وہ زوہا کے اشارتاً "منع کرنے کے باوجود پاپا کے ساتھ اسٹڈی میں چلا گیا۔

زوہا قصداً "باہر رک گئی دونوں باپ بیٹے اس کی غیر موجودگی میں زیادہ بہتر طریقے سے ایک دوسرے سے بات کر سکتے تھے اور یہی ہوا بھی فرہاد نے شروع سے اب تک کی ایک ایک بات کہہ سنائی حتیٰ کہ وہ باتیں وہ سلوک بھی جو زوہا سے اس کی غیر موجودگی میں کیا جاتا تھا۔ ملازموں سے کافی معلومات مل جاتی تھی اسے۔

دوران گفتگو دونوں کی پیشانی کی لکیریں گہری ہوتی رہیں۔ حقیقتاً "دونوں کو ثمر بیگم کے رویے سے دکھ پہنچا تھا۔ احتشام صاحب تو خیر شوہر تھے مگر فرہاد بحیثیت اولاد ان کے اس تکلیف دہ سلوک اور اذیت ناک رویہ پر سخت متاسف و شاکی تھا۔

"اوہ آئی سی تو بات یہاں تک پہنچ چکی ہے۔ جبکہ میں سمجھتا تھا کہ تمہارے ہنی مون سے واپسی کے بعد ثمر مطمئن ہو گئی ہوگی۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ سوچ میں غرق کہہ رہے تھے۔ فرہاد زیر خند سا ہو گیا۔

"او نہ وہ کیا مطمئن ہوں گی وہ تو ہم دونوں کا اطمینان بھی رخصت کرنے کے درپے ہیں۔"

اس نے جس لہجے میں کہا احتشام صاحب نے بے ساختہ اس کی طرف دیکھا اور ناصحانہ لہجے میں بولے۔

"ٹیک اٹ ایزی فرہاد آفٹر آل شی از یور مدر' یو ہیو ٹو ریسپکٹ ہر (بہرحال وہ تمہاری ماں ہیں تمہیں ان کی عزت کرنی چاہیے) اگر تم اس طرح کرو گے تو زوہا سے کیا امید کی جا سکتی ہے۔ دیکھو برخوردار بیویوں کو جوتی کی نوک پر رکھنا جاہلوں کا وطیرہ تھا مگر ان کو اس حد تک بے لگام اور بے باک کر دینا کہ وہ بزرگوں کی توہین پر اتر آئیں صرف شوہر کا قصور ہوتا ہے۔ وہ بچی تو خیر بہت مؤدب اور سعادت مند ہے۔ مگر تمہارا رویہ اسے اس گھر سے بددل کر دے گا۔"

ان کے انداز میں کچھ تھا۔ فرہاد کی پیشانی پر ندامت کے قطرے چمکنے لگے۔

رشتوں میں بیلنس (توازن) کرنا سیکھو بیوی اور ماں دونوں کے حقوق کی پاسداری تمہارا فرض ہے او کے اس کا خیال کرو رہ گئی تمہارے رویے کی بات تو تمہیں اس سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ میں بات کروں گا۔ اینڈ آئی تھنک یو ٹرسٹ می (اور میں سمجھتا ہوں تم مجھ پر اعتماد کرتے ہو)"

آخر میں وہ قدرے مسکرائے تھے۔ وہ جھینپ سا گیا۔

"پلیز پاپا اب اتنا بھی شرمندہ نہ کریں۔"

"نہیں بیٹا ایسی بات نہیں۔ بلکہ میں تو اس گھر میں کسی کو بھی ندامت سے ہمکنار ہوتا نہیں دیکھنا چاہتا۔ اس لیے کہہ رہا ہوں' تم مجھ سے کہہ کر بے فکر ہو جاؤ اور جا کر زوہا کی تسلی دو تم سے زیادہ تو وہ بچی سمجھدار ہے۔ بعض معاملات نظر انداز کر کے سلجھائے جاتے ہیں سمجھے۔"

انہوں نے اس کا شانہ تھپتھپایا تو وہ سر ہلاتا ان کے ساتھ باہر نکل آیا جہاں زوہا پریشان سی ٹہل رہی تھی ان دونوں کو آتا دیکھ کر نظر چرالی۔

"جاؤ بیٹا زوہا اسے ناشتا دے آؤ۔"

"آپ کے لیے بھی لاؤں پاپا۔"

اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا مبادا وہ بھی اسے روایتی بہوؤں کی طرح شکایتیں کرنے اور لگائی بجھائی کرنے والی سمجھ کر اس سے خفا ہوں۔ بمشکل ان سے مخاطب ہو سکی۔

"او شیور ادھر ہی آجانا اسٹڈی میں فی الحال میں یہیں پیپر پڑھ رہا ہوں۔"

انہوں نے مسکرا کر کہا تو اس کے دل سے جیسے بوجھ ہٹا۔

فرہاد اب قدرے بہتر موڈ میں تھا۔ نیچے ڈائننگ روم میں بابر بھائی اور زونیرہ بھابھی کے ساتھ احد بھی تھا۔ انہیں ساتھ آتے دیکھ کر شوخ جملے کسے تو محجوب ہوتی زوہا کو دیکھ کر فرہاد ہنس پڑا تھا۔

موسم بھی مزاج کے مرہون منت ہوتا ہے۔ اس وقت سب کے ساتھ ہنستے بولتے زوہا کو کل رات والی کلفتیں بھول گئی تھیں۔ بہت کھلا کھلا خوشگوار ماحول لگ رہا تھا۔

فرہاد کو سی آف کر کے وہ اوپر آئی تو احتشام صاحب اس کے منتظر تھے۔ انہیں ناشتا سرو کر کے وہ ان کے اصرار پر ہی چائے کا کپ تھام کر سامنے بیٹھ گئی تھی۔ اس کا موڈ بہتر دیکھ کر انہوں نے اپنے بڑے پن کا فائدہ اٹھاتے ہوئے محبت اور شفقت سے ناصحانہ انداز میں سمجھایا تو وہ سر جھکا کر ناخن کھرچنے لگی۔

"بلیو می پاپا میں نے فرہاد سے شکایت نہیں کی تھی۔ وہ خود ہی سمجھ۔"

بات ادھوری چھوڑ کر وہ خفیف سی ہو گئی تھی۔ احتشام صاحب نے مسکراہٹ چھپالی۔

"آئی انڈر اسٹینڈ بیٹا۔ ان فیکٹ میاں بیوی کے رشتے میں کہنے سننے کی نہیں سمجھنے اور سمجھانے کی روایت ہوتی ہے۔ تم نہ بھی کہتیں تو تمہاری روئی روئی آنکھوں نے ساری داستان سنا ڈالی ہو گی۔ میں نے اک نظر میں بھانپ لیا تھا کہ کچھ ہوا ہے فرہاد تو پھر تمہارا شریک حیات ہے۔ یوں بھی اس کی آبزرویشن بہت اچھی ہے۔ اس سے کچھ چھپانا مشکل ہوتا ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ ہلکے پھلکے دوستانہ انداز میں کہہ رہے تھے۔ وہ جھینپ کر مسکرائی۔

"بہت اچھا بیٹا ہے میرا۔ تینوں میں سب سے سمجھدار اور زیرک بس ذرا غصے کا تیز ہے۔" وہ محبت سے سرشار کہہ رہے تھے لہجے میں فخر تھا۔

"رئیلی۔" وہ یوں حیران ہوئی جیسے بڑی تعجب خیز بات ہو جوابا" احتشام صاحب نے اسے جن متبسم نگاہوں سے دیکھا وہ سٹپٹا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں چلوں پاپا۔"

"ہوں۔"

اجازت ملتے ہی باہر کی طرف اسے دوڑ لگاتے دیکھ کر وہ بے ساختہ مسکرائے تھے۔ واقعی اس کی سادگی اور معصومیت تھی ہی ایسی کہ بندے کو اسیر کر لے فرہاد کا اس کے لیے "فرہاد" بن جانا اب سمجھ آیا تھا۔ اور بڑا بھایا تھا۔

● ● ●

یہ کیا کہ سانسیں اکھڑ گئی ہیں سفر کے آغاز سے ہی یارو
کوئی بھی تھک کر نہ راستے میں نڈھال ہو گا یہ طے ہوا تھا

ایزد کے لاکھ سمجھانے پر بھی وہ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے خود کو "سب ٹھیک ہے" کا جھوٹا دلاسا نہیں دے سکتی تھی۔ سچ وہی تھا جو بھیانک حقیقت بن کر اس کے سامنے ڈٹ گیا تھا۔

اس کے رخساروں پر اب بھی نمی تھی۔ باہر سے ایزد کے بولنے کی آواز آرہی تھی غالبا" اس نے امی جی کو فون کیا تھا۔ وہ ایک لمحے کو حیران ہی رہ گئی کیا تھا یہ شخص ایزد ہمدانی بھی اس قدر کمپوزاور کول مائنڈڈ لوگ اس نے بہت کم دیکھے تھے۔

خود اس کی طرح ایزد کی ذات بھی تو بہت بڑے حادثے ایک بہت بڑے دھچکے سے دوچار ہوئی تھی مگر اس کی پر عزم نگاہیں کیسی حوصلہ افزا ہوتیں زندگی کے سرد و گرم کو سہنے کے لیے واقعی پہاڑ جتنا حوصلہ چاہیے ہوتا ہے جو کہ ایزد کے پاس تھا۔

ایک پل کے لیے اسے صہیبہ اکرام علی پر رشک آیا جس کی زندگی کا ساتھی کس قدر مکمل مضبوط اور مخلص تھا انسانیت اور رواداری جہاں اس کے مزاج کا حصہ تھیں وہیں محبت کے اصول اول یعنی وفا کی پاسداری بھی اس کے لہو میں بستی تھی۔

اسے ایسے شفاف بے ریا اور باموت ایزد کو جاننے کا جب سے اتفاق ہوا تھا اسے اپنے پچھلے رویے پر اسی قدر افسوس ہوتا۔ اب اس نے جانا تھا کہ ابی آخر کیوں اسے ایزد سے بیاہنا چاہتے تھے' شاید اسی لیے کہ وہ بھی اس کی تمام خوبیوں سے متعارف تھے اور یہ زنین کی خوش قسمتی تھی کہ ابی نے اس کے لیے اس قدر مخلصانہ فیصلہ کیا تھا۔ یہ اور بات کہ اس فیصلے نے اس کی زندگی کو کس کربناک موڑ پر لا کھڑا کیا تھا۔ وہ دل سے ابی کی جوہر شناس نظروں اور ان کی خود سے محبت جس کے بارے میں اکثر احساس کمتری میں مبتلا رہتی تھی' واقف ہو گئی تھی۔

یہی ایزد تھا جس کے متعلق اس کے خیالات تھے کہ "وہ ابی کی طرح نخوت پسند' رعونت کا مارا ایک کرخت مزاج شخص ہے جس کے اندر نرمی' حلاوت اور محبت جیسے جذبے نہ پنپ سکتے ہیں نہ ہی جنم لے سکتے ہیں۔"

کبھی تو اسے مسکراتا دیکھ کر وہ مبہوت رہ گئی تھی مگر پچھلے چند دنوں میں اس کا جو رویہ ان کے ساتھ رہا تھا اس نے تو اس کے دل کی تمام بدگمانیاں دھو ڈالی تھیں۔ بالخصوص ابی کی خواہش کے احترام سے لے کر امی جی کے حکم کی تعمیل کے بعد اپنے ساتھ اس کے مہربانہ سلوک اور ناصحانہ رویے نے جیسے اسے بے دام خرید لیا تھا۔

مگر امی جی کے رویے سے جو دکھ اسے پہنچا تھا وہ ناقابل بیان تھا۔ وہ اپنی ہی نظروں میں گر گئی تھی۔ بس یہ وقعت تھی اس کی کہ ابی کے انجانے میں کیے جانے والے ایک غلط فیصلے کی بھینٹ چڑھا دیا گیا تھا اسے اور اس سارے ہولناک حادثے میں امی جی نے اسے بچانے کی بالکل بھی کوشش نہیں کی تھی۔ ابی اصل صورت حال سے لاعلم تھے مگر امی جی تو نہیں پھر بھی انہوں نے اتنی رات کو دیار غیر میں اسے گھر سے نکال دیا تھا۔ ایک ایسے شخص

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے ساتھ ہمسفری پر مجبور کر دیا تھا جس کی منزل اور راہیں اس سے جدا تھیں۔

اس کا طائر خیال نجانے ابھی اور کہاں کہاں اڑتا کہ اچانک ہی سمعان کی کال کا دھیان آ گیا۔ اس نے کہا تھا! وہ اپنی مما سے بات کروائے گا۔

"مگر انہوں نے وہاں فون کیا تو ۔۔۔ کیا ہو گا؟"

اس کا پروپوزل اس کے لیے آ چکا تھا وہ جانتی تھی کہ سمعان کے دل میں اس کے لیے کیسے جذبے ہیں نو اس کے التفات اور وارفتگی کے آگے اب ٹھہر نہ پاتی تھی۔ مگر یہ نکاح۔

یہ بندھن جو الٹی نے جوڑ دیا تھا
جانے جڑا تھا بھی کہ نہیں۔
یا محض اس کا تماشا بنایا گیا تھا۔

ایزد کے رویے اور اپنے دل کے فیصلے سے وہ آگاہ تھی کہ اس کمزور رشتے کو نبھانا تقریباً "ناممکن تھا مگر کیا ال- recover ہوتے ہی وہ انہیں کوئی دھچکا دے سکیں گے۔ اگر نہیں تو یہ بات کس طرح مخفی رکھی جا سکے گی۔

نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ باہر ایزد شب بیداری کی سزا جھیل رہا تھا تو اندر وہ خود سے لڑنے ل کوشش میں صدیوں کے رت جگے خرید لائی تھی اور پھر سوچتے سوچتے اس نے بھی ایک فیصلہ کر ڈالا۔

صبح کاذب تک دونوں ہی نڈھال ہو چکے تھے سو اپنی اپنی جگہ نیم دراز ہی سو گئے ایسے وقت میں نیند کیا رحمت ہو! ہے کوئی ان سے پوچھتا جنہیں زندگی کی آنکھ میں آنکھیں ڈال کر زندہ رہنے کی سزا دی گئی تھی اور افسوس ا آنکھوں سے بصارت بھی چھین لی تھی۔

کتنا کچھ بھلا دیتی ہے یہ نیند
کتنے دکھوں سے غافل کر دیتی ہے
کتنے ہی مسائل ذہن سے چند لمحوں کے لیے سہی فراموش کر دیتی ہے
دکھوں کے چیخنے چلانے بین کرتے نوحوں کو فراموش کر دیتی ہے
اور کرلاتے ہوئے جذبوں کو بے ہوش کر دیتی ہے۔

وہ دونوں بھی ایسی غفلت ایسی ہی خود فراموشی سے جاگے تو دیں تھے۔ تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ یاور عما- کے ہوش میں آنے میں ابھی اٹھارہ گھنٹے باقی تھے گویا ان سب کی سانسوں کو ابھی یوں ہی سسک سسک کر، ا- رک رک کے چلنا تھا۔

ایزد اس سے پہلے جاگ چکا تھا۔ وہ بے دلی سے شاور لے کر باہر نکلی تو بے ساختہ نظر دیوار گیر وارڈ روب ا طرف چلی گئی۔ قصد تو یہی تھا کہ یہ کپڑے دوبارہ پہن لے گی کیونکہ امی جی نے رخصتی کی رسم تو یاد رکھی تھی "جہیز" کی طرف ان کا دھیان نہیں گیا تھا۔

وہ کھلے انداز میں سوچتی سلگتی نظروں سے وارڈ روب کھول کر دیکھنے لگی۔ ہلکے رنگوں کے خوب صورت ا اسٹائلش ملبوس استری شدہ ہینگ کیے ہوئے تھے۔

ابی کی محبت اور عنایت پر پہلی بار اس کا دل سرشاری کی کرنوں کو چھو سکا۔ جبکہ امی جی کا رویہ پھانس بن ا چبھنے لگا تھا۔ درد سوا ہو گیا تو اس نے بے دلی سے پنک کرے کنٹراسٹ کا سب سے سادہ سوٹ نکال کر زیب کر لیا۔

ابھی بال سکھانے کا ارادہ ہی کر رہی تھی کہ ایزد دروازے پر دستک دے کر اندر چلا آیا۔ سامنے ہی وہ ٹیبل ا پشت پر پھیلائے بڑے ایک ہاتھ سے تھامے غالباً "باہر کا نظارہ کر رہی تھی آنکھوں میں تیرتی ویرانی اور چہر- چھائی اداسی گواہ تھی کہ سوچ اور بصارت کا تعلق ٹوٹا ہوا تھا۔

اس کے صبیح چہرے پر جو تاثر منجمد تھا وہ اسے ایسے اسیر کی مانند دکھا رہا تھا جو صدیوں سے کالے پانی کی سزا کاٹتے نڈھال ہو چلا ہو۔

"زمن!"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک طویل سانس لینے کے بعد ایزد نے اسے پکارا تو وہ چونک کر پلٹی۔

معاً" دونوں کی نظریں ٹکرائیں اور پھر فوراً" پلٹ بھی گئیں۔ نرمین نے بے ساختہ دوپٹہ پھیلا کر بالوں کو چھپایا تھا۔ جس پر ایزد کی سنجیدہ نپی تلی شفاف نگاہیں بلا ارادہ ہی دراز زلفوں سے الجھی تھیں۔

"آیئے ناشتا کرلیں۔ غالباً" دوسری بار آپ کی امی کا فون آچکا ہے۔"

قصداً" نظریں پھیرتے ہوئے اس نے پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے اطلاع دی۔

"کیوں؟"

عجیب سخت سا لہجہ تھا اس کا۔

"پرابیلی (Probably) وہ ہاسپٹل جانا چاہتی ہیں۔ آپ کے ساتھ۔"

وہ قدرے استعجاب سے اس کی طرف دیکھنے پر مجبور ہوا تھا۔ جس کے آنکھوں میں چمکتے جگنو اب بجھے ہوئے ستاروں کی مانند نظر آرہے تھے۔

کل تک وہ ایسی تو نہ تھی نرمی کے جوہر سے آراستہ مروت اور سعادت مندی کے گنوں سے بجی نرمین کی وحشت سخت گیر اور مائل بہ گستاخی کا تاثر دیتی نظریں ایزد کو متحیر کیے دے رہی تھیں۔

"مجھے فی الحال کہیں نہیں جانا۔ کسی سے نہیں ملنا' امی سے بھی نہیں میں نے خود کو آنے والے حالات کے لئے تیار کرلیا ہے۔ یہ دیکھیے آج خود کی نفی کردی ہے میں نے۔"

دونوں بازو سامنے کی جانب پھیلاتے ہوئے اس کا اشارہ اپنے کپڑوں کی جانب تھا۔ ایزد لب بھینچے اسے سن رہا تھا۔ "امی کا دیا ہوا یہ تحفہ بھی قبول کرلیا ہے میں نے' یہی کہا تھا نا آپ نے کہ میں وہی کروں جو امی چاہتے ہیں کیونکہ ان کی خاطر ہی ہم نے یہ قربانی دی ہے۔ تو دیکھ لیجیے ایزد صاحب میں اس قربان گاہ پر بھینٹ چڑھنے کے لیے اب دل سے راضی ہوگئی ہوں۔ اس ڈرامے میں آپ کا کردار کتنا طویل ہے مجھے نہیں معلوم مگر میں اتنا ضرور جانتی ہوں کہ اس کا اختتام میری زندگی کا المیہ ہوگا جیسے کہ اس کا آغاز میری بربادی کا آغاز تھا۔"

اذیت کا کربناک احساس اس کی آنکھوں اور لہجے سے جھلک رہا تھا۔ وہ چپ ہوئی تو یوں ہانپنے لگی جیسے بہت دور سے بھاگی آرہی ہو اتنا کہ اب سانسوں پر اس کی گرفت نہیں رہی تھی۔

ایزد نے کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا بلکہ حقیقت میں تو اس نے اسے کچھ کہنے کے قابل چھوڑا بھی نہ تھا۔ اسے وہ کچھ نارمل نہیں لگ رہی تھی۔ دکھ حد سے سوا ہوا تو اس کے حواس چھین رہا تھا۔

کتنی ہی دیر کمرے میں خاموشی بولتی رہی حتی کہ اس نے خود ہی قدم آگے بڑھا دیے۔

"چلیے ناشتا کرلیں۔ زندگی کے زخم کھانے کے لیے جینا تو پڑتا ہی ہے نا۔" اس سے دو قدم کے فاصلے پر رک کر لاچار سے دکھی لہجے میں بولی تھی۔

"آپ پلیز یہ مت کہیے گا کہ جینا ہی سب سے بڑی معراج ہے۔ کیونکہ میں مردوں کی طرح جینے کو جینا نہیں کہتی۔"

اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی وہ ٹوکتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔

ایزد کی رکی ہوئی سانس جیسے اس کے اندر واپس لوٹی تھی۔ نرمین حقیقتاً" اوور ری ایکٹ کررہی تھی۔ مگر فی الحال وہ اسے چھیڑ کر کسی نئی مصیبت کو دعوت دینے کے حق میں نہ تھا۔

وہ ایک جیتی جاگتی جذبوں سے بھری لڑکی تھی جس کا بہت نقصان ہورہا تھا اس کے اپنوں کے ہاتھوں۔ اس میں قصوروار کون ہے اس بات سے قطع نظر اس کا ردعمل بالکل فطری تھا۔ گرم گرم لاوا ٹھنڈا ہونے پر ایک سخت اور مضبوط ناقابل شکن چٹان کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔ وہ بھی بالکل اسی طرح منجمد ہوتے ہوتے آتش فشاں چٹان بن گئی تھی۔

ایزد نے اس کی آنکھوں میں ذرا سی بھی نمی نہیں دیکھی تھی۔ غالباً" وہ سارے آنسو بہا کر خالی ہوچکی تھی۔ جذبوں کی مردنی اس کی نگاہوں سے ہویدا تھی۔ ایزد کا دل ایک انسان کے دکھ پر اس کے رائیگاں جانے کے المیے پر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بے طرح تڑپ اٹھا تھا کہ بہرحال وہ لڑکی دل سے نہ سہی کاغذی طور پر ہی سہی اب اس کی ذات کا نصف بہتر بن چلی تھی۔

ناشتے کی میز پر چائے کے چھوٹے چھوٹے سپ لیتے ہوئے وہ برائے نام توسٹ کتر رہی تھی حتیٰ کہ ایزد کو ٹوکنا پڑا۔

"مجھے زندہ رہنے کے لیے کتنا کھانا ہے۔ اب کیا اس کا بھی حساب مقرر کیا جائے گا۔"

اس کا لہجہ سخت ہرگز نہ تھا مگر اس میں ایک بے لچک سا دکھ بھرا احتجاج تھا جسے ایزد نے محسوس کیا تو جھلا اٹھا۔

"مجھ سے ایسا رویہ روا رکھ کر آپ اپنے کسی بھی دکھ کا درماں حاصل نہیں کر سکیں گی زمین۔ یہ بات سمجھنے کی کوشش کیجیے۔"

"آپ میرے محسن ہیں ایزد ہمدانی صاحب میں آپ سے برے رویے کا تو تصور بھی نہیں کر سکتی۔"

یکدم وہ بے حد آزردہ نظر آنے لگی تھی۔ آنکھوں کی سطح بھیگ چلی تھی۔

"مگر جو کانٹے میرے اندر اگ آئے ہیں ان کی چبھن سے اب میرے لیے خود کو بچانا بھی مشکل ہے۔"

کپ واپس رکھتے ہوئے وہ غیر متوقع طور پر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"کہاں جا رہی ہیں۔ ناشتا مکمل کریں۔"

یک بیک ایزد کی آواز میں درشتی در آئی تھی۔ اس کے اٹھتے قدم رک گئے پلٹ کر بے حد شاکی نظروں سے اسے دیکھا مگر وہ مزید ڈھیل دینے یا نرمی برتنے پر آمادہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ بے بسی سے ہونٹ کاٹنے لگی۔ ساری کی ساری تختی اور جلالی کیفیت ایک لمحے میں دم توڑنے لگی تھی۔

"میں نے کیا کہا سنا آپ نے 'آئی سیڈ کم بیک اینڈ ٹیک یور میل فرسٹ کم آن (میں نے کہا واپس آئیں اور ناشتا کریں پہلے) اور پھر میرے ساتھ ہاسپٹل چلیں۔"

اس کا انداز تحکمانہ تھا۔

"مجھے نہیں جانا کہیں بھی نہیں۔"

وہ بے اختیاری کی کیفیت میں بلند آواز سے بولی تھی۔

"آپ مجھے سختی پر مجبور کر رہی ہیں زمین۔ میں نرمی کو ڈھیل دینے کی حد تک اپنانے کا عادی نہیں اور نہ ہی آپ کو یوں من مانی کرنے کی اجازت دوں گا۔"

وہ بمشکل اپنا اشتعال ضبط کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ لیکن وہ ضبط نہ کر سکی۔

"مگر میں آپ کا حکم ماننے کے لیے خود کو مجبور نہیں کر سکتی۔ نہیں سننی مجھے آپ کی کوئی بات کوئی وعظ کوئی بلکہ کوئی نصیحت۔ کیونکہ دوسروں کو نصیحت کرنا بے حد آسان ہوتا ہے۔ مگر جب اسی برزخ سے خود گزرنا پڑے تو موت اور زندگی جیسے الفاظ کس قدر بے معنی ہو جاتے ہیں آپ کیا جانیں۔ جائیے چلے جائیں جہاں دل چاہے۔ مگر میں نہیں جاؤں گی۔ نہ ہی آپ کی کوئی بات سنوں گی آخر میں ہی کیوں مانوں سب کے احکامات آخر کیوں اور پھر آپ سے میرا رشتہ ہی کیا ہے۔ کس حق سے آپ مجھے حکم دے رہے ہیں۔ کس نے اختیار دیا ہے اتنا آپ کو۔"

"جسٹ شٹ اپ۔"

اس کے اس طرح بلند آواز سے چلانے پر بے اختیار ہی آگے بڑھ کر ایزد نے اس کے شانے کو گرفت میں لیتے ہوئے بری طرح جھنجھوڑا تو جیسے وہ ساکت سی رہ گئی۔ پھٹی پھٹی آنکھیں ایزد پر مرکوز تھیں۔

"یو آر جسٹ آؤٹ آف یور سنس۔ تم نہیں جانتیں کہ کیا کہہ رہی ہو کیا کر رہی ہو بٹ ناٹ مور دین دس جسٹ کیپ کوائیٹ۔"

زمین کے تو جیسے لب یوں ایک دوسرے میں پیوست ہوئے تھے جیسے اب کبھی وا نہ ہوں گے۔ وہ کتنے ہی لمحے اس کے غصیلے، برہم اور پر جلال چہرے کو تکتی رہی اور پھر جو زمین پر گرنے کے انداز میں بیٹھ کر روئی تو کسی طور چپ ہوئی حتیٰ کہ ایزد کے لیے اسے سنبھالنا ناقابل برداشت ہو گیا تو وہ اسے چھوڑ کر اپارٹمنٹ سے ہی نکل گیا۔

● ● ●

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فرہاد آفس سے واپسی پر زوہا کو داجان کے یہاں لے آیا تھا تاکہ وہ ثمر بیگم کی باتوں کو کسی حد تک بھول جائے۔ یہاں مان' محبت اور چاہت کا انمول سمندر رہتا تخصیص کے بہتا تھا جس سے سیراب ہونے والے کو بہت سے دکھ بھول جاتے تھے۔

غالباً" فرہاد نے آفس سے فون کر دیا تھا انہیں جبھی وہ لنچ پر ان کا انتظار کر رہے تھے فرہاد کو زوہا کا اتنا خیال رہا تھا تمام وقت کہ اپنے آفس آجانے کے فیصلے پر ہی متاسف ہو رہا تھا۔ بہرحال اس نے تدارک کے طور پر علی ولا اور فیض لاج اپنے آنے کا پروگرام بتا کر اطلاع دے دی تھی۔

"سچ داجان آپ کے یہاں آکر طبیعت بحل جاتی ہے۔ ساری شگفتگی لوٹ آتی ہے۔ جیسے آج میں کتنا اپ سیٹ تھا اور اب کتنا اچھا فیل کر رہا ہوں۔"

لنچ کے بعد صوفے پر نیم دراز ہوتے ہوئے فرہاد ان کی کسی بات پر ہنستے ہوئے بولا تو داجان جیسے چونک اٹھے۔

"خیریت! سب ٹھیک تو ہے۔"

سوال اس سے کرتے ہوئے ایک نظر زوہا پر بھی ڈالی تو وہ سٹپٹا سی گئی۔ نظروں ہی نظروں میں فرہاد کو ٹوکا بھی مگر اسے شاید ہر بات داجان سے شیئر کرنے کی عادت تھی۔ لہٰذا کہہ کر ہی دم لیا۔ زوہا نادم سی سر جھکا کر بیٹھ گئی وہ تو اپنی بے اختیاری اور برداشت نہ کرنے والی حرکت پر پہلے ہی متاسف تھی اس پر فرہاد کا ہر ایک سے صاف صاف بات کہہ ڈالنا۔

"اوہ۔" اس کی بات سن کر وہ جیسے متفکر سے ہو گئے۔

"اب آپ ہی بتائیے ایسے ماحول میں انسان بھلا کس طرح مطمئن رہ سکتا ہے۔ بلیوی سارا وقت آفس میں بھی یہ ہی دھیان رہا کہ جانے اب ماما کون سا نیا ہنگامہ کھڑا کرتی ہیں۔ خصوصاً" ایسی صورت میں جبکہ پاپا نے ان سے بات کرنے کا بھی فیصلہ کر لیا ہے۔" وہ پریشان نہیں تھا البتہ ایک فکر ضرور دامن گیر تھی کہ زوہا اپ سیٹ نہ ہو جائے۔

"کم آن برخوردار جب اوکھلی میں سر دیا تو موسلوں سے کیا ڈرنا۔ تمہاری ماما کرخت اور رعونت والی ضرور ہیں لیکن ہیں تو ماں ہی خود ہی ٹھیک ہو جائیں گی وقت کے ساتھ ساتھ' بس ذرا صبر کی ضرورت ہے۔"

"وہ ہی تو کر رہا ہوں۔ مگر کوئی حد بھی تو ہو رشتے قائم کر کے ان کی توہین نہیں کی جاتی داجان۔ پتا نہیں ماما کس مٹی کی ہے۔"

"پلیز فرہاد اب بس بھی کریں۔ آخر کب تک ایک ہی بات کا سرا پکڑ کر اسے کھینچے جائیں گے' داجان ٹھیک کہتے ہیں صبر اور ضبط سے ہی کام لینا پڑتا ہے۔ ماما کا رویہ اہانت سے بھرپور سہی مگر میں بھی کوئی کانچ کی گڑیا تو نہیں۔ مجھے ہینڈل کرنے دیں یہ معاملہ' پاپا نے آج بہت سمجھایا ہے مجھے اب پلیز آپ بھی اس ٹاپک کو چھوڑیں۔ کسی اور موضوع پر بات کریں۔"

اس کا ارادہ تو نہیں تھا مگر ٹوک گئی۔ فرہاد نے اسے جن گہری نظروں سے دیکھا وہ پہلو بدلنے لگی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ داجان کے دل میں یہ خیال آئے کہ زوہا ہی نبھانا نہیں چاہ رہی۔ یہ شادی بہت اندیشوں اور خدشوں کے ساتھ ہوئی تھی اور اسے یہ خدشے جھٹلانے تھے۔ کم از کم آج احتشام صاحب سے بات کرنے کے بعد تو اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ایک چپ سو کو ہرائے والے مقولے پر عمل کرنا ہے۔ وہ اپنے سسر اور شوہر کو کم ہمتی دکھا کر اس افسوس سے دوچار نہیں کرنا چاہتی تھی کہ انہوں نے غلط فیصلہ کیا ہے۔ اس نے داجان اور دادی جان کی حمایت کا بھرم رکھنا تھا صبر کے علاوہ کوئی راستہ نہیں تھا اس کے پاس۔

● ● ●

"تمہارا دماغ تو درست ہے صہیبہ تم اکیلی اپنی سسرال ہو آئیں۔ گر دادی جان اور امی کو پتا چلا تو کیا ہو گا جانتی ہو۔"

مدحت نے اسے ایزد کی کار سے اترتے دیکھ لیا تھا وہ ٹیرس پر کھڑی پودوں کو پانی دے رہی تھی کہ ڈرائیور کے دروازہ کھولنے پر باہر نکلتی صہیبہ کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فوری طور پر تو وہ کچھ کہہ نہ سکی کیونکہ صہیبہ نیچے لاؤنج میں خاصے خوشگوار موڈ میں دادی جان سے محو گفتگو تھی مگر موقع ملتے ہی شروع ہو گئی۔

"تو کیا ہوا۔ میں بابا یا دی بی بی جان سے ملنے گئی تھی ایزد نے کہا تھا مجھ سے۔"

وہ قطعی نادم نہیں تھی۔ اطمینان اور سنجیدگی سے مدحت کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"اور جو دادی جان نے ہمیشہ جو سبق دیا اس کا کیا ہوا۔ اسے بھول گئیں۔ دیکھو صہیبی تم مجھ سے بڑی ہو مگر مجھے تمہیں سمجھانا پڑ رہا ہے۔ تمہاری دا جان کے یہاں آمد و رفت رکھنے اور زوہا کی شادی کی پلاننگ کے باعث پہلے ہی امی سخت پریشان ہیں اب تم یہ مت کرو۔" مدحت حقیقتاً" پریشان تھی۔

"کم آن مدحت دا جان پہلے بھی مجھے وہاں لے جا چکے ہیں اور پھر ابھی ایزد تو نہیں ہیں وہاں۔"

"لیکن پھر بھی یہ کچھ ٹھیک نہیں لگتا۔ خصوصاً" تمہارا وہاں اکیلے جانا" آج وہ لوگ کچھ نہیں کہتے کیا معلوم کل طعنے دیں۔" مدحت نے مستقبل کا ڈراوا دیا۔

"کل کی کل دیکھی جائے گی' مدحت میں مستقبل کے خوف میں مبتلا نہیں رہ سکتی۔ بہر حال تمہاری نصیحت کا شکریہ' آئندہ خیال رکھوں گی۔"

حقیقتاً" وہاں سے آنے کے بعد اسے اپنے فیصلے پر تاسف ہو رہا تھا۔ وہ لاکھ بولڈ سہی مگر جس روایت پرست خاندان سے تعلق رکھتی تھی اس کے اصولوں کی پاسداری اس پر لازم تھی اور یہ پابندی اس نے چند معاملات میں خود پر از خود لاگو کر لی تھی۔

مدحت کو یوں ہی چھوڑ کر وہ چلی تو گئی تاہم مدحت کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ آئندہ کے لیے محتاط ہونے کا کہہ گئی ہے اور وہ جانتی تھی کہ صہیبہ جھوٹ نہیں بولتی۔ البتہ ایزد کے جانے سے وہ اس حد تک ڈسٹرب ہو گی یہ جان کر اسے خاصا دھچکا لگا تھا۔

"صہیبی کو اس وقت ہماری کمپنی کی سخت ضرورت ہے۔" سوچتے ہوئے اس نے خود کو اس کا سایہ بننے پر تیار کر لیا اور جیسے مطمئن سی ہو گئی۔

● ● ●

"ہیلو بی بی جان میں ایزد بات کر رہا ہوں۔"

"ایزد بیٹا تم۔" اس کی آواز سن کر بیگم ہمدانی جیسے کھل اٹھی تھیں۔ "خیریت!؟"

"نہیں بی بی جان یہاں خیریت نہیں ہے۔"

"ہائے میرے خدایا۔" اس کا سنجیدہ اور متفکر لہجہ انہیں دہلا گیا تھا۔

"کیا ہو گیا بیٹا۔ تم تو ٹھیک ہو نا؟۔"

بی بی جان کی ممتا بری طرح بے چین ہو گئی تھی حالانکہ ایئر پیس سے ابھرتی آواز سے واضح تھا کہ وہ ٹھیک ہے۔

"جی بی بی جان میں ٹھیک ہوں مگر یاور انکل کی حالت خطرے سے باہر نہیں ہے۔ ابھی تک انہیں ہوش نہیں آیا ہے جبکہ ڈاکٹرز کے مطابق اب انہیں دھیرے دھیرے ہوش میں آجانا چاہیئے۔"

وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا لہجے کا تفکر غماز تھا کہ وہ خود بہت ڈسٹرب ہے' بی بی جان گھبرا ہی اٹھیں۔

"اللہ خیر کرے' بیگم یاور کیسی ہیں۔ وہ تو سخت پریشان ہوں گی۔" وہ پوچھ رہی تھیں۔

"جی ــــــ" وہ بس اسی قدر کہہ سکا۔ زیادہ اس موضوع پر بات اس نے نہیں کرنی چاہی کہ کہیں اندر دبا ہوا غصہ لہجے سے نہ چھلکنے لگے۔

"بس اللہ سب کو مشکل گھڑی سے بچائے۔ تم ان لوگوں کو ڈھارس دو ایزد۔ یہ بڑے کربناک لمحات ہوتے ہیں۔ یاور صاحب تو یوں بھی ہمارے محسن ہیں۔"

بیگم ہمدانی اس وقت کو یاد کر کے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے بولیں جب شہریار ہمدانی صاحب کے ایکسیڈنٹ اور معذوری نے ان دونوں ماں بیٹوں کو بے بسی اور مایوسی کے شکنجے میں کس لیا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"میں کوشش کر رہا ہوں بی بی جان۔" ٹھہرے ہوئے انداز میں تھکن تھی۔ جسے انہوں نے فوراً محسوس کیا۔

"کیا بات ہے ایزد تم مجھے بہت پریشان لگ رہے ہو۔ تھک گئے ہو کیا؟۔ بہت زیادہ کام کرنا پڑ رہا ہے آل۔" وہ تردد اور تشویش سے پوچھنے لگیں۔ اسے ماں کی سادگی پر پیار آنے لگا۔ ان کے نزدیک انسان صرف جسمانی تھکان سے ہی شل ہوتا ہے جبکہ یہاں تو روح و دل پر بوجھ دھرے تھے۔

"نہیں بی بی جان۔ ایسی بات نہیں۔ آئی ایم جسٹ آل رائٹ۔ بس ذرا انکل کی طرف سے ٹینشن ہے۔ آپ سنائیے بابا کیسے ہیں۔ میں انہیں آج کل بہت مس کر رہا ہوں۔"

باوجود ضبط کے وہ کہہ گیا تھا۔ بی بی جان اس کی بے چینی پر مسکرا دیں۔

"معلوم ہے مجھے، تمہیں اپنے بابا کی یاد مجھ سے زیادہ آتی ہے مگر اب تو کوئی اور بھی ہماری یادوں میں حصہ دار بننے آگیا ہے۔" وہ خوشگواریت سے اسے چھیڑنے لگیں کہ پرائے دیس میں یہی باتیں تو زاد راہ ہوتی ہیں۔

"کون حصہ دار۔" اس وقت وہ اس قدر الجھا ہوا تھا کہ سمجھنے سے پہلے ہی بول پڑا۔

"صہیبہ اور کون، بالکل باؤلا لڑکا ہے تو بھی۔" بی بی جان یوں ہی ہنسیں تو وہ بری طرح جھینپ گیا۔

"کیسی ہے وہ۔ بات ہوئی تھی کیا آپ کی اس سے۔" ذرا رک کر سوال کیا۔ ان چند دنوں میں اس نے صہیبہ کو کہاں کہاں نہیں یاد کیا تھا۔ خصوصاً فی الحال جن حالات میں وہ گھرا ہوا تھا وہ تو متقاضی ہی اس کے تھے کہ وہ اسے مس کرتا۔

"ہاں کل آئی تھی یہاں، غالباً" تم نے کہا تھا اسے، آ تو گئی تھی مگر بہت جھجک رہی تھی۔" بی بی جان نے مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا تو وہ جیسے خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا۔

جس روایتی خاندان سے اس کا تعلق تھا اس کا اس طرح صرف ایزد کے کہنے پر اپنی سسرال آنا خاصے اچنبھے کا باعث تھا مگر وہ اس وقت حیرت و استعجاب کی گلیوں میں بھٹکتے بھٹکتے اس قدر چونک چکا تھا کہ اب کوئی چیز حیرت کا شکار نہ کرتی۔

"ہوں۔۔۔ ان فیکٹ وہ کچھ اپ سیٹ تھی۔ میں نے سوچا آپ لوگوں سے مل لے گی تو نسبتاً" بہتر محسوس کرے گی۔" وہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر تم اسے فون کر لینا۔ بیٹا یہ رشتہ بڑا نازک اور خوبصورت ہوتا ہے مگر اسے نبھانا بڑے جگر والے کا کام ہے۔"

جانے انہوں نے صہیبہ کے رویے سے کیا محسوس کیا تھا جو اس طرح کہہ رہی تھیں۔ ایزد کا تھکا ہوا ذہن یہ سب سوچنے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا اس لیے صاف صاف پوچھ لیا۔

"آپ سے اس نے کچھ کہا ہے کیا؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں مگر میں نے دنیا دیکھ رکھی ہے، وہ بہت اچھی اور سلجھی ہوئی پر اعتماد لڑکی ہے پردیس کا معاملہ ہو اور عورت کا شوہر اس سے رابطہ نہ رکھے تو دل میں اندیشے کلبلانے لگتے ہیں۔"

وہ جہاندیدہ خاتون تھیں اسی باعث کہہ رہی تھیں ایزد کے لبوں پر بھولی بھٹکی مسکراہٹ آکر رک گئی۔

"اوکے میں کوشش کروں گا آپ سے بات ہو تو اسے سمجھا دیجیے گا۔ میں یہاں مصروف ہوں اس لیے فون نہیں کر سکتا۔ یوں بھی آج کل ٹینشن کی وجہ سے دل و دماغ قابو میں نہیں ہیں ایسے میں اگر کوئی بات منہ سے نکل گئی تو وہ پریشان ہوگی۔ آپ اسے کہیے گا میں دعویٰ تو نہیں کرتا مگر یہ ضرور ہے کہ میں نے زندگی میں کبھی کسی کو دکھ دینے کی شعوری کوشش نہیں کی اور نہ ہی ایسا کرنے کا ارادہ ہے۔ لیکن اگر تقدیر ہی ساتھ نہ دے تو الگ بات ہے۔"

کہتے کہتے وہ کچھ زیادہ ہی سیریس ہو چلا تھا بی بی جان کے لیے یہ بات کچھ خاص انوکھی نہیں تھی کہ وہ تو تھا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہی ایسا۔ سنجیدہ کم گو اور قدرے گرم مزاج۔ لہٰذا ادھر ادھر کی باتیں کر کے فون رکھ دیا۔

ریسیور کریڈل پر ڈالتے ہوئے وہ حقیقتاً" گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا اس قدر کہ دائیں جانب بیڈ روم کے دروازے کی چوکھٹ پر کھڑی زمین کی طرف بھی دھیان نہ دے سکا۔

اس نے سچ کہا تھا کہ کسی کو ہرٹ کرنے کی اس نے کبھی مطلق کوشش نہیں کی مگر اب حالات جس دھارے پر بہہ رہے تھے وہ اسے ایک ایسی دلدل کی طرف لے جا رہے تھے جہاں سے واپسی پر اسے کسی کے لیے دکھ اور کسی کے لیے خوشی لانی تھی۔

زمین کے دل کو کسی ان دیکھی قوت نے زور سے بھینچ ڈالا تھا۔ یہ وہی ایزد تھا جو اس روز فون پر صہیبہ سے بات کرتے ہوئے کھلا جا رہا تھا اور آج صہیبہ کے ذکر پر وہ کس قدر فکر مند اور پریشان ہو گیا تھا۔ اور یہ سب اس لیے تھا کہ وہ آ گئی تھی ان کی خوشیوں کے درمیان غم کا کانٹا بن کر۔

جانے ایزد کب واپس آیا تھا وہ تو رونا دھونا مچا کر کمرے میں بند ہو گئی تھی۔ شاید وہ ہاسپٹل گیا تھا جبھی تو اپنی والدہ سے یاور صاحب کے متعلق بات کر رہا تھا۔

وہ ہاسپٹل نہیں گئی تھی۔ کسی نے غالباً" اس کی کمی بھی محسوس نہیں کی تھی جبھی تو ایزد کے جانے کے بعد سے لے کر اب تک نہ تو امی جی کا فون آیا تھا شرمین یا سمیرا کا اور نہ ہی ایزد نے آ کر اس سے کچھ کہا۔

وہ تقریباً" سو رہی تھی کہ ایزد کی آواز پر چونک کر اٹھ گئی اٹھ کر باہر آئی تو اسے فون پر محوِ گفتگو پایا اور اب بالکل چپ بیٹھا تھا۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسائے ماتھے پر شکنوں کا جال لیے بے ترتیب حلیے اور بے چین آنکھوں میں سرخی لیے وہ پریشان پریشان الجھا الجھا بیٹھا تھا۔

اپنے رویے کا اسے حد درجے افسوس تھا اس لیے کئی لمحے تو کچھ کہہ سکی نہ پوچھ سکی جبکہ دل میں امی کے بارے میں جاننے کے لیے طوفان مچا ہوا تھا۔ پھر ہمت کر کے آگے بڑھی۔

"آئی ایم سوری۔"

آنسو مچل کر رخساروں پر آ گئے تھے بھرائے ہوئے لہجے میں وہ بمشکل کہہ سکی تھی ایزد نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور تھکی ہوئی سانس خارج کر کے اسے سامنے بیٹھنے کا کہہ دیا جس پر اس نے بلا تامل عمل کیا تھا۔

"اب ٹھیک ہیں آپ۔" وہ جیسے اس کا رویہ بھول گیا تھا۔

وہ محض سر ہلا سکی ساری قوت تو آنسو ضبط کرنے میں صرف ہو رہی تھی۔

"امی کیسے ہیں اب۔ آپ گئے تھے ہاسپٹل۔" نظریں جھکائے وہ بڑی ندامت سے پوچھ رہی تھی اپنے آج کے رویے نے اسے بہت پشیمان کر دیا تھا۔

"کیا سوچتا ہو گا ایزد۔ کیا سمجھا ہو گا امی جی نے۔ شرمین کو کتنا افسوس ہوا ہو گا اور سمیرا سے تو یقین ہی نہیں آیا ہو گا۔" تمام وقت وہ یہ ہی سوچتی رہی تھی۔

"ہوں۔ ٹھیک ہو جائیں گے وہ۔" وہ اسے کوئی جھوٹا دلاسا نہیں دینا چاہتا تھا۔ "البتہ آپ اپنی امی کو فون کر لیں۔ ان کی طبیعت"

"کیا ہوا ہے امی کو۔" وہ تڑپ کر کھڑی ہو گئی۔

ایزد نے اسے غور سے دیکھا۔ وہ بالکل زرد ہو رہی تھی۔ لگتا تھا جیسے ابھی گر پڑے گی۔

"جسٹ ریلیکس وہ ٹھیک ہیں مگر۔" وہ اسے تسلی دینے کی خاطر بولا مگر وہ ان سنی کر کے فون سیٹ کی طرف بڑھی اور پھر نجانے کیا سوچ کر یکدم اس کی جانب دیکھا۔

"پلیز مجھے امی جی کے پاس لے چلیں۔ پلیز۔" دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر وہ بے اختیارانہ رو پڑی تھی۔ کس قدر شرمندگی ہو رہی تھی ایزد سے۔ اسے کس عذاب میں گرفتار کر دیا تھا ان سب نے مل کر وہ تھکا ماندہ لوٹا تھا۔ اصل تھکان تو ذہن کی تھی جو سوچ سوچ کر شل ہوا جا رہا تھا مگر اس نے انکار نہ کیا اور خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بیگم زہرہ کا چہرہ اس وقت بالکل لٹھے کی مانند ہو رہا تھا سمیر اور ثرمین اسے دیکھ کر جیسے رو دینے کو ہو رہے تھے۔ بہر حال وہ ان سب میں بڑی تھیں اس کی موجودگی کسی ڈھارس سے کم نہ تھی۔

"زرمین آئی ہے۔" اسے دیکھتے ہی وہ اٹھنے لگیں۔

"پلیز لیٹی رہیے۔ میں آ گئی ہوں۔" وہ انہیں دیکھ کر بمشکل خود کو رونے سے روک رہی تھی۔ سسکیوں پر قابو پانا بے حد مشکل تھا۔

ایزد کو ایک بار پھر ان سب سے ہمدردی ہونے لگی۔ دیار غیر میں اس طرح پریشانیوں نے انہیں گھیرا تھا کہ زندگی تنگ لگنے لگی تھی۔

سب کے منع کرنے کے باوجود وہ اٹھ بیٹھیں تو جیسے ان تینوں کو قرار آنے لگا۔

● ● ●

پورے تین دن بعد انہیں ہوش آیا تھا۔ یہ خبر ملتے ہی وہ سب ہاسپٹل پہنچے۔ بے ترتیب دھڑکنیں اور ابھرتی بکھری سانسیں۔ کسی کو یقین نہیں آیا تھا کہ یہ یاور صاحب ہیں۔ اسحاق صاحب نے بالخصوص ایزد کو زرمین کے ساتھ آئی سی یو میں بھیجا۔ ایک لمحے کے لیے وہ تو چکرا کر گرنے کو ہی تھی بمشکل خود کو سنبھالا۔

یاور صاحب کی نقاہت سے آنکھیں مکمل طور پر نہیں کھل رہی تھیں مگر انہیں دیکھ کر ایک آسودہ سی مسکراہٹ ان کے لبوں پر آ رکی۔

"آپ بالکل ٹھیک ہو جائیں ابی۔ پلیز۔ ہم سب آپ کے منتظر ہیں۔"

ان کا ہاتھ لبوں سے لگاتے ہوئے وہ آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکی تھی۔ امی جی بھی چہرہ چھپا کر رو پڑیں۔ ثرمین اور سمیر کی حالت بھی ناگفتہ بہ تھی۔

ان کے ہوش میں آجانے سے جو خوشی ہوئی تھی وہ ان کی غیر حالت دیکھ کر کچھ مدھم پڑنے لگی تھی۔ ایزد نے ان سب کو بہت مورل سپورٹ دی تھی ڈاکٹر سے رابطہ کیا تو اس نے بھی امید اور اطمینان دلایا جس سے پریشان ذہن کو کچھ سکون آیا۔

● ● ●

دن یکدم تیزی سے گزرنے لگے تھے لگتا تھا جیسے برف سی جم گئی تھی وقت پر حالات کی خوشگوار حدت پڑی تو وہ یکدم پھر سیال ہو کر بہنے لگا تھا۔ یاور صاحب قدرے تیزی سے روبہ صحت ہو رہے تھے۔ آپریشن کی کامیابی آہستہ آہستہ ظاہر ہو گئی تھی۔

ان سب کے چہرے یکدم کھل گئے تھے اس خوشی میں زرمین بھی اپنا دکھ بھلا گئی ایزد اسے قدرے پرسکون محسوس کر رہا تھا۔ لگتا تھا جیسے اس نے اپنی ساری پریشانیاں اور تفکرات تالے میں بند کر دیے تھے فی الحال وہ صرف خوش ہونا چاہتی تھی مگر یہ خوشی بھی تادیر قائم نہ رہ سکی۔ کچھ دن بعد انہیں ڈسچارج ہو کر گھر آنا تھا جس روز ایزد اور سمیر کو یہ اطلاع ملی وہ سب بے تحاشا مسرت محسوس کرنے لگے تھے لیکن زرمین کے دل میں دھکڑ پکڑ شروع ہو گئی۔

اب ایک نیا امتحان سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ یاور صاحب کو وہ سب نہیں معلوم تھا جو اس تمام عرصے میں بیت چکا تھا۔ وہ سب خوش ہو رہے تھے یاور صاحب سے باتیں کر رہے تھے جنہیں اب روم میں شفٹ کروا دیا گیا تھا اس نے دیکھا ایزد بھی بہت ریلیکس لگ رہا تھا۔ جبکہ اس کا دل آنے والے وقت کے خوف سے سہما جا رہا تھا۔

ایک عجیب سی سراسیمگی اس کے چہرے سے مترشح تھی یاور صاحب کی نظر اس پر پڑی تو وہ کچھ پریشان ہوئے۔ نجانے کیا سوچتے ہوئے وہ متفکر لگ رہی تھی۔

"بیٹا زرمین ادھر آؤ۔ وہاں کیا کر رہی ہو۔"

یاور صاحب کے محبت سے پکارنے پر وہ چونکی سب اس کی طرف متوجہ ہو چکے تھے وہ نظریں جھکائے ان کے پاس چلی آئی۔ انہوں نے بالخصوص اسے ایزد کے ساتھ صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ کچھ جھجک گئی۔ وہ ٹو سیٹڈ صوفہ تھا سمیر اور ایزد کے بعد اس کے بیٹھنے کی گنجائش کافی کم تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یاور صاحب مستقل اسے دیکھ رہے تھے اس لیے وہ جلدی سے ٹک گئی۔ ایزد کے سامنے اس کی پوزیشن کتنی ایکورڈ تھی بس وہی جانتی تھی نظریں جھکائے بے تحاشا شرمندہ سی بیٹھی تھی۔

یاور صاحب نے اس سے کیا کہا اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ ایزد نے اس کی مشکل محسوس کی تو خود ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اجازت لی۔

"ارے بیٹھو بیٹا۔ ابھی تو آدھا گھنٹہ ہے وزٹنگ آورز ختم ہونے میں۔"

یاور صاحب نے محبت سے اسے پکارا تھا آپریشن سے پہلے نکاح کے وقت ایزد اور زرمین نے جس تابعداری کا ثبوت دیا تھا اس نے انہیں بن مول خرید لیا تھا۔ تاہم ان کی عمیق نظروں نے محسوس کر لیا کہ وہ دونوں فوری طور پر ایک دوسرے کو قبول نہیں کر پائے ہیں۔

"ہو جائیں گے ایڈجسٹ۔ ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔" ان کے دل نے انہیں ڈھارس دی تو وہ قدرے مطمئن ہو گئے البتہ ایزد کے ساتھ ان کا رویہ حد درجے ممنونیت بھرا تھا۔ اس وقت بھی اسے محبت سے روکنا چاہا۔

"میں ذرا اسحاق صاحب کو دیکھ کر آتا ہوں غالباً" وہ جانے کی اجازت کے منتظر ہوں گے۔" اسے یہ ہی بہانہ کارگر لگا۔ اور اس سے پہلے کہ کوئی اسے روکتا وہ باہر نکل گیا۔ کمرے میں موجود ہر شخص نے یاور صاحب سے نظر چرالی تھی مبادا وہ کچھ سوال کر بیٹھیں اور وہ جواب نہ دے سکیں۔

باہر نکل کر ایزد کو یوں لگا جیسے کسی زنداں سے رہائی ملی ہو۔ ذہن و دل پر ایک عجیب سی بے کلی چھائی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے قدم بے اختیار ہاسپٹل کے کمپاؤنڈ میں لگے فون بوتھ کی طرف بڑھنے لگے۔

● ● ●

"پتا نہیں کیا ہوا کہ شرمین اب تک لوٹی نہیں پورے تین ہفتے ہونے والے ہیں اور وہ محترمہ بغیر نشان پتے کے غائب ہیں۔"

ڈپارٹمنٹ کی سیڑھیوں پر بیٹھتے ہوئے زارا نے احد سے تشویش کا اظہار کیا تو وہ کچھ بولا ہی نہیں سنجیدگی اور تفکر سے کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے بیٹھا رہا۔

"خیریت۔ تمہیں کیا ہوا ہے۔ کچھ بولو تو سہی۔"

"بھئی کیا بولوں۔ تم کچھ غلط تو نہیں کہہ رہیں۔"

زارا کے ڈپٹنے پر وہ ہلکے سے مسکرایا۔

"کیا تمہیں بھی کوئی انفارمیشن نہیں ہے شرمین کے بارے میں؟"

وہ کچھ شوخ اور کھوجتی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ احد طنز سے ہنس پڑا۔

"ان محترمہ نے اب تک مجھے وہ مقام دیا نہیں کہ اپنی خیریت سے آگاہ کرنے کی زحمت کریں۔ ہاں اگر تمہیں فون کیا ہو تو یہ بات مانی جا سکتی ہے۔"

"اوہو اس طرح دل مت جلاؤ اپنا۔ ممکن ہے اس کے فادر کی طبیعت ٹھیک نہ ہو۔ ایسے معاملات میں بندے کو اپنا ہوش نہیں رہتا وہ دوسروں کی کہاں سوچ سکتا ہے۔" وہ اسے ریلیکس کرنے کی خاطر نرمی سے بولی تو وہ اور چڑ گیا۔

"خصوصاً" وہ لوگ جو پہلے ہی کسی کو خاطر میں نہ لاتے ہوں۔"

"نہیں خیر یہ تو تمہاری غلط فہمی ہے۔ شرمین مغرور یا خود سر نہیں۔ اس کا فیملی ایٹ موسفیئر ہی ایسا ہے تو کیا کہا جا سکتا ہے۔ وہ ایک فرمانبردار قسم کی لڑکی ہے۔ یوں بھی اس کی نیچر۔"

"اچھا بابا اچھا۔ میں نے مان لیا کہ تمہاری دوست بے قصور ہے۔ قصوروار تو میں ہوں جس نے سارے جہاں کو چھوڑ کر ان محترمہ کا انتخاب کیا۔"

اس کی بات کاٹتے ہوئے اس نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔

"ہوں تم اب کیا ہے۔ چلو ایسا کرتے ہیں کہ تمہاری کزن صبیحہ سے پوچھتے ہیں ان کے فیانسی ایزد بھی تو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"مجھے ہیں ناں شرمین کی فیملی کے ساتھ امریکہ۔ یقیناً" وہاں سے صحیح انفارمیشن مل سکے گی۔"

وہ بڑی دور کی کوڑی لائی تھی احد نے متاثر ہوتے ہوئے اسے فوراً "سفینہ لاج" کا فون نمبر لکھوا دیا۔ زارا بھی خوب باخبر تھی اسے حیرت ہوئی۔

• • •

نہ جانے احتشام صاحب نے ثمر بیگم سے کیا کہا کس طرح انہیں سمجھانے کی سعی کی کہ وہ مزید مشتعل نہیں مگر اب رویہ بدل گیا تھا وہ زباں سے کچھ نہیں کہتیں مگر لفظوں میں وہ کاٹ ہوتی کہ زوہا کا دل سہم جاتا۔ لہجے سے کچھ نہ کہنے کا تو اس نے عہد کر رکھا تھا مگر کچھ کہنا بھی چاہتی تو کیا۔ انہوں نے گفتگو کا سلسلہ "ختم" کر رکھا تھا نظرانداز کرنے کے تمام طریقے اور تضحیک کرنے کی ہر ادا سے وہ کماحقہ واقف تھیں۔ براہ راست گفتگو کیے بغیر وہ زہر میں بجھے تیر ایسے دل میں پیوست کرتیں کہ وہ تڑپ کر رہ جاتی۔

زنیرہ بھابھی اور احد کی کمپنی میں وہ کسی حد تک بہل جاتی شام کو اکثر و بیشتر فرہاد اسے آؤٹنگ کے لیے لے جاتا مگر واپسی پر اور دن کے اکثر اوقات میں ثمر بیگم اسے تختہ مشق بنا ہی لیتیں۔ انہیں موقع مل ہی جاتا تھا وہ بھی ایک گھر میں رہتے ہوئے کب تک ان سے بچ سکتی تھی لہٰذا کوشش ہی نہ کرتی۔

مگر کچھ دنوں سے اس کی طبیعت بہت بوجھل رہنے لگی تھی برداشت کرنے کی بھی ایک حد ہوتی ہے آنسو بہہ نہ سکیں تو سینے میں درد کی طرح پلنے لگتے ہیں۔ وہ بھی چند دنوں میں ہی خود کو ڈل اور سست محسوس کرنے لگی تھی۔ یہ بات فرہاد کی نظر سے بھی نہ بچ سکی۔

"کیا بات ہے زوہا۔ آج کل تم بہت ڈل ڈل رہنے لگی ہو۔ پہلے والی بات نہیں رہی۔ مجھ سے کہو کیا ٹینشن ہے۔ ماما نے تو کچھ نہیں کہہ دیا پھر سے۔"

اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے اس نے کتاب پڑھتے پڑھتے بند کر دی تو وہ جو اس کے سینے پر سر رکھے نجانے کیا کیا سوچ رہی تھی چونک سی گئی۔

"نہیں تو۔ ایسی تو کوئی بات نہیں۔" سر اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے وہ اس کے تردد بھرے لہجے پر مسکرا دی تھی۔

"پھر مجھے ایسا کیوں محسوس ہوتا ہے کہ تم ویک ہو رہی ہو۔" بازو اس کے گرد حصار کرتے ہوئے وہ بہت محبت سے پوچھ رہا تھا۔ یہ لڑکی اسے کتنی عزیز تھی شاید وہ خود بھی واقف نہ تھی اس امر سے۔

"کیونکہ آپ دیکھتے ہی چارہ گر کی نگاہ سے ہیں۔ موم کی گڑیا سمجھ رکھا ہے مجھے۔ جو ذرا سی آنچ سے پگھل جانے کا ڈر لگا رہتا ہے آپ کو۔"

اس کے سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کر ٹھوڑی ٹکاتے ہوئے وہ آنکھوں میں چمک لیے ہنس کر بولی تو وہ متبسم نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ "خیر۔ اس سے کم بھی نہیں ہو۔ ماما کی ذرا تیز نظر پڑتے ہی یوں حواس باختہ ہونے لگتی ہو جیسے کسی صحرا میں تنہا چھوڑ دیا گیا ہو۔" شوخی سے اس کا مذاق اڑایا۔

"جی نہیں۔ اب ایسی بھی بات نہیں۔" وہ جھینپ سی گئی۔

"اچھا تو پھر یہ بتاؤ کہ ابھی کس کے بارے میں سوچ رہی تھیں۔ میں نے دو بار متوجہ بھی کرنا چاہا مگر تم نے نوٹس نہیں لیا جبکہ اس قدر قریب ہو میرے۔"

اس نے قصداً گرفت تنگ کر دی تو وہ قدرے خفگی سے اسے دیکھنے لگی اور اس وقت تک کچھ نہ بولی جب تک کہ فرہاد سابقہ حالت پر واپس نہ آگیا۔

"بس یونہی امی کا خیال آ رہا تھا۔ میرا آپی کا فون آیا تھا آج صبح۔ وہ کل سے دو دن کے لیے رکنے آ رہی ہیں امی کے یہاں۔ مجھے کہہ رہی تھیں کہ ملنے ضرور آؤں۔"

اس نے جان کر ٹھہرنے والی فرمائش گول کرتے ہوئے کہا مبادا فرہاد اجازت نہ دے۔

"تم رکنا چاہتی ہو وہاں۔" اس کے خاموش ہوتے ہی اس نے پوچھ لیا تھا وہ حیران سی رہ گئی۔ مگر ظاہر نہیں کیا اور کچھ بولی بھی نہیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"کل شام کو تیار رہنا چلیں گے وہاں مگر دو دن سے زیادہ نہیں رکنا۔ یہ دو دن بھی کس طرح کٹیں گے میں ہی جانتا ہوں۔"

اس کی محبت توجہ اور اس کا خیال کرنا کبھی کبھی اسے خوشی کی انتہا پر لے جاتا تھا جیسے اس وقت وہ بے پایاں مسرت محسوس کر رہی تھی۔ بات میکے جانے کی نہیں اس کے دل کی خواہش بنا کہے سمجھ لینے اور پوری کر دینے کی تھی۔

"تھینک یو سوچ، میں کہنا چاہ رہی تھی مگر۔"

"مگر تم نے سوچا ہو گا میں تو جا! ہوں فورا" دار پر کھینچ لوں گا تمہیں۔" اس کی بات کاٹ کر وہ فورا" شاکی لہجے میں بولا تو وہ بے چین سی ہونے لگی۔

"نہیں یہ بات نہیں۔ بس آپ کی تنہائی کا خیال تھا اور یہ یقین بھی تھا کہ میرے کہنے پر بھی آپ وہاں نہیں رکیں گے۔" وہ سادگی سے بولی تو فرہاد مسکرا دیا۔

"میرا وہاں رہنا قطعی غیر معقول بات ہے۔ رہ گئی میری تنہائی تو اس کی تم فکر مت کرو۔ اس کا بھی کوئی نہ کوئی انتظام کر لیا جائے گا۔" وہ یوں بولا جیسے بہت مجبوری ہو ایسا کرنے کی۔

"کیا۔ کیا، جانتے ہیں کیا کہہ رہے ہیں آپ۔ اپنی اور آپ کی جان ایک کر دوں گی۔" بات سمجھتے ہی اس نے یوں بدگی اور غصے کا اظہار کیا کہ فرہاد کی دبی ہوئی ہنسی رک نہ سکی کچھ لمحے تو وہ اسے خفگی سے دیکھتی رہی پھر اچانک خود بھی ہنس پڑی۔

کئی دن سے وہ قدرے خاموش اور ست لگ رہی تھی لہٰذا تھوڑا بہت ماحول بدل جائے اس غرض سے وہ اسے "سفینہ لاج" چھوڑنے پر راضی ہو گیا۔ جبکہ کس دل سے راضی ہوا تھا بس وہی جانتا تھا۔

● ● ●

"خیریت۔ یہ تم اس قدر کھلی کھلی کیوں لگ رہی ہو۔"

صبح کالج کے لیے نکلنے سے پہلے مدحت تیار ہو رہی تھی اسے خوشگوار موڈ میں دیکھا تو گھوم کر اس کے پاس آ کھڑی ہوئی۔ سوال کرنے کے انداز میں ایسی کرید تھی کہ صبیحہ کے لب آپ ہی آپ متبسم ہو گئے۔

"تم سے مطلب۔" وہ بالوں میں برش پھیرتے ہوئے بڑی آسودگی سے مسکرا رہی تھی۔

"ہوں۔ لگتا ہے کل ارزو بھائی سے بات ہوئی ہے۔ یہ بتاؤ کراچی کب آ رہے ہیں؟" اس کا قیاس بالکل درست تھا وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"ہاں انہی کا فون تھا۔ البتہ واپسی کا نہیں بتایا۔"

"تو پھر اتنی دیر تم لوگ کیا باتیں کرتے رہے۔" مدحت نے قصدا" حیرانی کا اظہار کیا تھا۔

"صرف بیس منٹ ہی تو بات کی تھی، اتنی دیر کہاں اور پھر بیس منٹ میں بندہ بات ہی کیا کر سکتا ہے۔" اس نے قدرے عجلت میں صفائی پیش کی تو مدحت کا قہقہہ چھوٹ گیا۔

"دیکھا اس طرح اگلوایا جاتا ہے راز، ویسے پوچھتی تو تم کبھی نہ بتاتیں۔" آئرن اسٹینڈ پر بیٹھ کر پیر جھلاتے ہوئے مدحت اپنی کارگزاری پر مسرور نظر آ رہی تھی صبیحہ خجل سی ہو گئی۔

"بہت فضول ہو تم۔"

"تم واقعی بہت فضول ہو۔ ویسے ایک بات بتاؤں۔" یکدم رازداری سے کہا۔ مدحت فورا" قریب چلی آئی۔ "اسی مہینے واپس آ رہے ہیں ارزو۔"

"کیا واقعی؟" وہ بے ساختہ چیخ پڑی۔

"اوہ جبھی میں کہوں یہ انار کیوں پھوٹ رہے ہیں گالوں پر۔ ویسے صبیحہ اس بار تمہاری جوگیانہ حالت کے پیش نظر میں دادی اور امی کو کہہ دیتی ہوں کہ فورا" سے پیشتر اس کی رخصتی کر دیں اس میں بھلائی ہے ورنہ۔۔۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"مدحت یو ایڈیٹ۔"

اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ برش لے کر اس کے پیچھے بھاگی تو مدحت چھلاوے کی طرح بیگ اٹھا کر کمرے سے غائب ہو گئی۔ اس کی ہنسی کی آواز اب تک آ رہی تھی صبیحی جھینپ کر خود بھی ہنس پڑی۔

● ● ●

زوہا کو حسب وعدہ فرہاد نے دو دن کے لیے سفینہ لاج چھوڑ دیا تھا۔ نمیرا آپی، شفق بھی آ گئی تھیں لہٰذا گھر میں پھر وہی رونقیں سر اٹھانے لگیں۔ وہ تو آج کل یوں بھی خوش تھی زوہا کی کمپنی ملی تو اور کھل گئی۔ البتہ زوہا کی زرد ہوتی رنگت پر سب نے ہی تشویش کا اظہار کیا تھا۔

پھر وہ نہ نہ کرتی رہی مگر امی اور نمیرا آپی اسے ڈاکٹر کے یہاں لے گئیں۔ اور وہاں سے جو خبر ملی وہ پورے گھر میں خوشی کی لہر دوڑا گئی۔

"ارے میں خالہ بننے والی ہوں۔" صبیحی نے اسے پکڑ کر گھما ہی ڈالا۔

"کیا کر رہی ہو صبیحی اسے چھوڑو۔" سمرہ بھابھی نے بمشکل۔ جھینپی جھینپی خوشی سے سرشار ہوتی زوہا کو اس کی گرفت سے نکالا۔ دادی جان نے فوراً ہی صدقہ خیرات دی اور مٹھائی منگوائی۔

"خدا خوش رکھے سدا سہاگن رہو۔ دودھوں نہاؤ پوتوں پھلو۔"

اس کا ماتھا چوم کر دی جانے والی اس دعا میں کتنا خلوص اور کتنی چاہ تھی زوہا کی پلکیں بھیگنے لگیں۔ باقی سب لڑکیوں نے باقاعدہ ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ آج خوشی کا دن تھا سب اسے چھیڑ رہے تھے جبکہ اس کا رواں رواں خدا کے حضور شکر گزار تھا ایسے میں اگر کسی کا انتظار تھا تو صرف فرہاد کا۔ کتنی خوبصورت خبر اسے ملی تھی۔

فرہاد کو بچے بہت پسند تھے خصوصاً "بیٹیاں" بہنوں کی کمی نے ایک خلا سا چھوڑ دیا تھا اس کے اندر وہ اکثر ہی بچوں کی باتیں کرتا ان کے مستقبل کی باتیں اور وہ بس اسے سنے جاتی اس کے خواب اس کے ارادے اس کی طرح خوبصورت تھے وہ ان میں جیسے کھو جاتی اور تب چونکتی جب وہ ٹوکتا۔

"تم بھی بتاؤ۔ تم کیا پلاننگ کرتی ہو اپنے بچوں کے لیے۔" بڑے اشتیاق سے وہ پوچھتا تو وہ اس کے شانے پر سر رکھ کر ہنس دیتی۔

"میری کیا پلاننگ۔ میں تو بس یہ سوچتی ہوں کہ جب آپ ہیں تو مجھے کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں۔ آپ کا کوئی کام کوئی خواب میری سوچ کے خلاف نہیں۔"

اس کے انداز میں وہ اعتماد ہوتا کہ فرہاد بے ساختہ کوئی شرارت کر جاتا۔

"اے اے۔ ابھی کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں۔ فرہاد بھائی کو فون کر رہی ہوں میں کہ آ کر تمہیں لے جائیں۔ ویسے بھی رات کو تو انہیں آنا ہی تھا۔ تم لوگ کہیں باہر ڈنر کرنا اور وہیں یہ خوشخبری ان کو سنا دینا۔"

نمیرا آپی نے اس کی آنکھوں کے آگے چٹکی بجائی تو اس نے فوراً دادی اور امی کی طرف دیکھا چچی اور نائی بھی موجود تھیں۔ وہ بھلا کیا فیصلہ کرتی مگر جب اس طرف سے بھی خوشدلی کے ساتھ اجازت مل گئی تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہ رہا۔

شام کو صبیحی اور سمرہ بھابی کی مدد سے وہ اچھی طرح تیار ہوئی۔ سرخ ڈلکی پلین جارجٹ کی ساڑھی اور خوبصورت کام والے بلیک بلاؤز میں اس کا جاذب نظر سراپا اور بھی خوبصورت لگ رہا تھا۔

"بس اب اگلے چند ماہ میں ساڑیاں پہننے کی حسرت ہی رہ جائے گی اس لیے شروع دنوں میں جس قدر ممکن ہو شوق پورا کر لینا۔" سمرہ بھابی اپنے ذاتی تجربے سے استفادہ کرنے کو کہہ رہی تھیں۔ نمیرا آپی بھی شروع ہو گئیں تو صبیحی، مدحت اور فوزیہ کو کمرے سے باہر ہی آنا پڑا۔

"ایک تو یہ میرڈ خواتین بھی بڑی لاپروا ہوتی ہیں مجال ہے جو ادھر ادھر دیکھ کر بات کریں۔" فوزیہ نے باہر نکلتے ہی جس انداز میں کہا ان دونوں کی ہنسی نکل گئی۔

فرہاد خاصا حیران پہنچا تھا۔ "سفینہ لاج۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

باہر ڈنر کرنا تو ان کے پروگرام میں نہ تھا۔

"آج ایجنڈا چینج ہوگیا ہے فرہاد بھائی۔ ان فیکٹ ہمارے یہاں دال اور سبزی پکی ہے اس لیے زوہا نے فوراً "باہر ڈنر کا پروگرام بنالیا۔ وہ بھی صرف آپ کے ساتھ۔"

مدحت فرہاد کو دیکھتے ہی شرارت سے کہنے لگی تھی۔ وہاں موجود ہر شخص مسکرا دیا۔ فرہاد کچھ کھسیانا سا گیا تھا تاہم یونہی مسکرا کر ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے کرتے وہیں بیٹھ گیا۔

"کوئی بات نہیں، میں تو ویسے بھی ویجیٹیرین ہوں۔ دال سبزی سب چلے گی۔" وہ چند دنوں میں خاصا فرینک ہو گیا تھا۔ بزرگوں کو سلام دعا کر کے جب بھی ینگ جنریشن میں آکر بیٹھتا خوب قہقہے بلند ہوتے اس کی بدولت۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر کھانا بس اس قدر بنا تلا ہے کہ ہمارے علاوہ کوئی نہیں کھا سکتا۔ سوری آپ کو آج باہر ہی رجوع کرنا پڑے گا۔" صہیب نے مزید سنسنی پھیلائی۔

"یہ کیا ماجرا ہے بھابھی، آج مجھے گھر سے نکالنے کی اس قدر کوششیں کیوں کی جارہی ہیں۔" وہ یکدم بھابھی کی طرف مڑا تو وہ نندوں کی طرف دیکھتے ہوئے معنی خیزی سے ہنس دیں۔

اسی دوران نمیرا آپی اور زوہا اندر سے آگئیں۔ ایک لمحے کو تو وہ حیران ہی رہ گیا۔ سنگھار تو وہ ہمیشہ ہی کرتی تھی مگر آج تو چھب کچھ نرالی ہی تھی۔

ارد گرد موجود شیطان ٹولے کا خوف نہ ہوتا تو وہ ضرور نظروں کو سیر کرتا مگر جلد ہی گھر کے مرد حضرات لاؤنج میں چلے آئے اور وہ ان کی طرف متوجہ ہوگیا۔ آدھا گھنٹہ ان سے گپ شپ لگانے کے بعد دادی نے جب بطور خاص زوہا کو اشارہ کیا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

سب انہیں چھوڑنے باہر تک آئے تھے۔ معنی خیز جملے اور دبی دبی مسکراہٹیں اسے احساس دلا گئیں کہ کوئی خاص بات ہے۔ جبھی ذرا دور گاڑی کے جاتے ہی اس نے ایک طرف ہوتے ہوئے اسپیڈ ہلکی کردی۔

"ہوں تو اب کہو۔ آج ایسا کون سا خزانہ ہاتھ لگ گیا ہے کہ تمہاری صورت پہچانی نہیں جارہی۔" زوہا خود لفظوں کے تانے بانے جوڑتے ہوئے جھنجلائی جارہی تھی۔

اس کے سوال کرنے پر یکدم پرسکون ہوگئی اور پرس سے رپورٹ نکال کر اس کے ہاتھ میں تھمادی۔

"یہ کیا ہے؟"

"پڑھ لیں۔" مبہم سا انداز فرہاد کو حیران کیے دے رہا تھا مگر جب کار کی لائٹ آن کر کے "خوشخبری" کا متن پڑھا تو بے ساختہ اسے بانہوں میں بھر لیا۔

● ● ●

ادھر وہ دونوں جس قدر خوش و خرم تھے ادھر ثمر بیگم کے تیور اتنے ہی خطرناک ہو رہے تھے۔ وہ دو دن کے لیے انہیں بتائے بغیر میکے رہنے چلی گئی۔ اس بات نے انہیں چراغ پا کر دیا تھا۔

"تم بلاوجہ غصہ کر رہی ہو ثمر۔ زوہا نے مجھ سے پوچھ لیا تھا۔"

"بس رہنے دیں آپ یہ حمایتیں اپنے پاس رکھا کریں۔ معلوم ہے مجھے بھی سب کچھ۔"

احتشام صاحب کی صاف گوئی انہیں اور بھڑکا گئی۔

"کیا معلوم ہے تمہیں تم گھر میں ٹکو تو کچھ معلوم بھی ہو۔ اس نے تمہیں فون کرنے کی بھی کوشش کی تھی مگر تم کہاں ہو کسی کو معلوم ہو تب ناں۔ موبائل بھی تم نے آف کر رکھا تھا۔"

وہ بھی یکدم ہی بپھر گئے تھے۔ ثمر بیگم کے تو جیسے تلووں سے لگی سر پر بجھی۔ اس چھٹانک بھر لڑکی نے لیے آج احتشام صاحب نے انہیں وہ طعنہ دے دیا تھا جو گزرے تیس برسوں میں کبھی نہ دیا نہ سوچا۔ بس پھر جو وہ شروع ہوئیں تو تبھی رکیں جب زونیرہ نے اندر آتے ہوئے مبارک سلامت کا شور مچادیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فرہاد اور زوہا کا لایا ہوا کیک ان کے ہاتھ میں تھا۔ بہت عجیب دوستانہ مزاج کی تھیں زونیرہ بھی۔ یوں خوش ہو رہی تھیں جیسے انہیں یہ خبر ملی ہو۔ کبھی کبھی تو زوہا ان پر حیران ہوتی وہ ثمر بیگم کی بھانجی تو لگتی ہی نہ تھیں۔

"مبارک ہو انکل آنٹی۔ آپ لوگ دادا، دادی بننے والے ہیں۔"

بے تکلف تو خیر وہ ہمیشہ کی تھیں اس وقت خوشی میں کچھ اور ہو گئیں۔

ذرا دیر پہلے جو دونوں بری طرح جھگڑ رہے تھے فوری طور پر اس خبر پر سنجیدہ ہو گئے فرہاد اور زوہا کے چمکتے چہرے بھی اس دوران کمرے میں آ چکے تھے۔

"کیا مطلب؟" ثمر بیگم کی آنکھوں میں یکدم خوشی کی لہر آئی۔ بے دھیانی میں زونیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگیں گمان ہوا وہ اپنے بارے میں بتا رہی ہیں مگر جب انہوں نے شرمائی شرمائی زوہا کی طرف اشارہ کیا تو لمحے بھر کے لیے وہ تھم سی گئیں۔

اندر ہی اندر وہ زونیرہ کی طرف سے اس خبر کی کتنے عرصے سے منتظر تھیں۔ ایک آدھ بار اشارتاً بھی پوچھا تو انہوں نے کہہ دیا کہ ابھی ایسی کوئی پلاننگ ہی نہیں اور اب جو اچانک زوہا کے وجود سے یہ خوشخبری ملی تو وہ سمجھ نہ پائیں کہ کیا کریں۔

بالآخر اپنا سارا عناد اور نفرت ایک طرف رکھتے ہوئے محض اس ایک خوشی کے چھلکتے احساس سے لبالب بھرے دل کو سنبھالتیں وہ بلا ارادہ بڑے وقار سے اس کی طرف بڑھیں۔

"مبارک ہو۔" اس کا شانہ تھپتھپا کر بے ساختہ فرہاد کو گلے سے لگایا تو ان دونوں کے شکوک بارش میں دھلے ہوئے پتوں کی گرد کی طرح بہتے چلے گئے۔

خوشی اور مسرت کا بے پایاں احساس ایسا تھا کہ زوہا کے قدم زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔ ایسی خوشی تو اسے ڈاکٹر سے رپورٹ ملنے پر بھی نہیں ہوئی تھی جتنی کہ ثمر بیگم کے شانہ تھپتھپانے سے ملی۔ فرہاد نے اسے دیکھ کر شوخی سے آنکھ ماری تو وہ شرم سے دوہری ہو گئی۔

احتشام صاحب نے بھی اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کچھ نوٹ اسے تھمائے تو وہ باوجود انکار کیے ان کے آگے ٹھہر نہ سکی۔ ایک لمحے کے لیے زونیرہ کا چہرہ بھی پھیکا پڑ گیا۔ ماں بننے کی خواہش تو ان کی بھی تھی مگر بابر کو فی الحال بچے نہیں چاہیے تھے۔ وہ بھی خوش تھیں مگر آج یکدم ایک انوکھے احساس نے انہیں چھوا تھا۔

فطری طور پر اپنے من پسند ہونے کا احساس انہیں دل ہی دل میں سرشار رکھتا تھا۔ گو کہ وہ اس کا اظہار نہ کرتیں مگر جانتی تھیں کہ ساس کی نظر میں دوسری بہو کا کیا مقام ہے مگر آج اس کا پلہ بھاری دیکھ کر لمحے بھر کے لیے تو وہ بھی ڈول گئیں تاہم خود کو وضعداری سے سنبھالے رکھا۔

تھوڑی دیر میں احد اور بابر بھی آ گئے تو وہ شور شرابہ ہوا کہ زوہا منہ چھپا کر اوپر اپنے بیڈ روم کی طرف بھاگی۔

"توبہ، یہ سب لوگ کتنے بے شرم ہیں۔ بھائی کو دیکھو بابر بھائی احد اور پاپا کا بھی لحاظ نہیں کر رہی تھیں۔" وہ کمرے میں آ کر کتنی ہی دیر سوچتی رہی شرماتی رہی۔

اور ان سوچوں کو اس وقت بریک لگا جب فرہاد نے آ کر اسے خود سے قریب کر لیا۔

● ● ●

یاور صاحب کو ہوش میں آئے ایک ہفتہ ہو چکا تھا۔ ڈاکٹرز کے مطابق انہیں ٹھیک ہونے میں ابھی کچھ وقت اور لگنا تھا تاہم اس کے لیے صرف بیڈ ریسٹ اور میڈیسن کافی تھیں۔ لہٰذا یاور صاحب مصر ہو گئے کہ انہیں ڈسچارج کر دیا جائے۔ البتہ ابھی اس کی اجازت نہیں مل رہی تھی۔

بہت عرصے بعد وہ سب خوش ہوئے تھے نہ صرف اس لیے کہ یاور صاحب موت کی دہلیز چھو کر لوٹ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آئے تھے بلکہ اس لیے بھی کہ گزرے بائیس برسوں میں پہلی مرتبہ وہ پانچوں یوں گھل مل سکے تھے ایک دوسرے سے۔ جس کا انہوں نے کبھی تصور بھی نہ کیا تھا۔

سالوں کے ملال اور دکھ، محرومیاں اور تشنگیاں ختم ہونے لگی تھیں۔ مگر اس بار زمین کا مسئلہ پریشانیوں کا منبع بنا ہوا تھا۔

ایزد یاور صاحب کی طرف سے مطمئن ہوا تو اسحاق صاحب کے ساتھ آفس جانے لگا۔ فارغ رہنے سے ذہن اور پریشان ہوتا تھا۔ زمین نے تو اس دن سے خود کو بالکل ہی خاموش کر لیا تھا۔ غالباً "اپنے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ہونے والی زیادتی کا احساس اسے بھی ہونے لگا تھا۔

دن کچھ اور گزرے تو اس نے واپس پاکستان جانے کا پروگرام بنا لیا۔

یاور صاحب کی طرف سے اب تو سب کو ہی اطمینان تھا لہٰذا اس نے سوچا کہ بیگم یاور سے اس بات کا تذکرہ کرے اور ایک شام اس نے موقع دیکھ کر انہیں اپنے خیال سے آگاہ کر دیا۔

"مگر بیٹا۔ تمہاری وجہ سے ہمیں جو ڈھارس ہے خاص کر تمہارے انکل کے لیے تمہارے بغیر رہنا بڑا مشکل ہو جائے گا۔"

وہ اسے کس طرح جانے کو کہہ دیتیں۔ جس کے ایثار کے باعث انہیں ان کا سہاگ واپس ملا تھا۔ اپنی بیٹی پر تو وہ دباؤ ڈال سکتی تھیں مگر اس نے جو بے لوث قربانی دی تھی اس کے احسان تلے وہ ساری زندگی دعا گو رہتیں اس کے لیے۔

"وہ تو ٹھیک ہے آنٹی مگر کراچی میں بی بی جان اور بابا بالکل اکیلے رہ گئے ہیں۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ ہمارے سارے رشتے دار پاکستان سے باہر رہتے ہیں۔ صبیحہ کی فیملی کی طرف سے کافی سپورٹ مل جاتی ہے مگر کسی بھی ایمرجنسی میں بی بی جان پریشان ہو اٹھتی ہیں۔ اکلوتا ہونا بہت ذمہ داری کا بھی کام ہوتا ہے۔ میں کہیں چلا جاؤں تو فکر رہتی ہے۔ اس بار تو آپ لوگ بھی ادھر ہی ہیں۔"

ان کی بات پر وہ متاثر ہوتے ہوئے سچائی سے بولا تو بیگم یاور تفکر میں پڑ گئیں۔

یقینی سی بات تھی اب اسے یہ تو نہیں کہہ سکتی تھیں کہ مت جاؤ مگر یہاں زمین کا معاملہ بھی یونہی اٹکا ہوا تھا۔ وہ ماں تھیں اس کے چہرے سے اندازہ کر لیا تھا کہ وہ بہت پریشان ہے۔ ایزد کے چلے جانے سے اور بھی اپ سیٹ ہو جاتی اور پھر یاور صاحب نے بھی تو جانے کیا کیا سوچ رکھا تھا۔

"آپ کس سوچ میں پڑ گئی ہیں آنٹی۔ انکل سے میں خود بات کر لوں گا۔ آپ بالکل فکر نہ کریں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بات سمجھ لیں گے۔ انہیں معلوم ہے کہ بابا کی صحت کے پیش نظر میرا وہاں رہنا کتنا ضروری ہے۔"

ان کے چہرے پر بنتے بگڑتے سوچوں کے تانے بانے اسے بہت کچھ باور کرا گئے سو ان کی تسلی کی خاطر بولا۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن زمین کا معاملہ ـــــ"

نظر جھکا کر وہ یوں بولیں جیسے سخت خفت محسوس کر رہی ہوں۔ سوال ایسا تھا کہ ایزد ایک لمحے کے لیے اپنی جگہ منجمد ہی ہو گیا۔

ماتھے پر شکنوں کا جال بن گیا تھا فوری طور پر وہ کچھ بھی بولنے سے خود کو باز رکھ رہا تھا کہ کہیں کچھ ایسا نہ کہہ دے جس سے ان کی دل شکنی یا دل آزاری ہو۔

بیگم یاور نے قدرے توقف کے بعد نظر اٹھائی تو وہ لب بھینچے کچھ سوچ رہا تھا۔

"ہمیں اندازہ ہے بیٹا کہ تم کس مشکل میں پڑ گئے ہو مگر میں بھی کیا کروں ایک طرف بیٹی ہے دوسری جانب شوہر۔ یاور کی حالت اب تو بہت بہتر ہے لیکن پھر بھی انہیں یہ خبر دینی چاہیے یا نہیں اس کا فیصلہ میں کر نہیں پا رہی۔ تمہاری مشکلوں اور مجبوریوں کا بھی احساس ہے اور اپنی بے بسی کا بھی۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہمیشہ کی تند خو زہرہ بیگم کی آنکھوں میں نمی تھی۔ وہ خود کو اس دلدل میں پھنسا محسوس کر رہی تھیں کہ دم گھٹا جا رہا تھا۔

"آپ پلیز زیادہ ذہن پر بوجھ مت لیں آنٹی میں خود ساری بات سمجھتا ہوں مگر اس وقت یاور انکل کی کنڈیشن کے پیشِ نظر میرے خیال میں انہیں اس سارے معاملے سے بے خبر و لاعلم رکھنا ہی درست ہے۔"

وہ بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"لیکن کب تک۔"

"جب تک وہ یہ سب حوصلے سے برداشت کرنے کے قابل نہ ہو جائیں۔"

"مگر وہ تو کچھ اور ہی سوچے بیٹھے ہیں۔"

بالآخر انہوں نے قدرے پست لہجے میں کہہ ہی دیا۔ جس پر ایزد کا چونکنا لازم تھا اور اسی لمحے اندر آتی زمین کے قدم بھی دہلیز پر تھم گئے۔

"کیا سوچے ہوئے ہیں۔"

"بہت کچھ زمین کے حوالے سے تمہارے حوالے سے۔"

دبے دبے لفظوں میں انہوں نے بہت کچھ بتا دیا تھا۔ وہ دونوں یکدم جیسے کسی طوفان کی زد میں آئے تھے۔ زمین نے بے ساختہ پردہ تھام لیا تھا۔ جبکہ ایزد کی بھی حالت کچھ ایسی ہی تھی۔

اس نکتے پر تو ان دونوں نے ہی کچھ نہیں سوچا تھا۔ ذہن کی رسائی اتنی دور تک تھی ہی نہیں مگر اب وہ دونوں لمحے بھر کے لیے بوکھلا گئے تھے۔

"میں ان کو پہلے دن ہی سب بات بتا دیتی مگر ابھی تک ان کی ہارٹ بیٹ اسٹیبل نہیں ہوئی ہے۔ سمیر اور شرمین کو اسحاق صاحب نے ڈاکٹر ایرک کے کہنے پر سختی سے منع کیا ہے کہ کوئی ان کے خلاف خواہش بات نہ کریں۔"

وہ کہہ رہی تھیں۔ ایزد نے فکرمندی سے ان کی طرف دیکھا۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن اب انکل کیا چاہتے ہیں۔"

"وہ چاہتے ہیں کہ تمہارے والدین سے اس سلسلے میں بات کریں اور یہیں سے تم دونوں میرا مطلب ہے زمین کو تمہارے ساتھ یورپ کے ٹور پر بھیج دیا جائے اور اس ضمن میں انہوں نے سمیر کو بزنس کی تفصیل بتانی شروع کر دی ہیں۔"

وہ بہت پریشانی سے بتا رہی تھیں زمین کے ہاتھ سے پردہ چھوٹ گیا۔

"نہیں!" اس کے اندر بار بار ایک ہی لفظ کی بازگشت ہونے لگی تھی۔

"لیکن یہ تو امپاسیبل ہے آنٹی۔" ایزد از حد پریشانی میں اٹھ کھڑا ہوا۔

بے ساختہ نظر دروازے پر کھڑی زمین پر پڑی جس کا چہرہ یکدم زرد پڑنے لگا تھا۔ اس سے نظر ملتے ہی وہ بے ساختہ بے چینی سے دو قدم آگے بڑھ آئی۔

چہرے پر صاف لکھا تھا کہ "پلیز اب مجھے مصلوب مت کرنا۔ دوبارہ یوں خاموشی سے میرے دار پر چڑھنے کا تماشا مت دیکھنا۔ اگر نباہ نہیں سکتے تو یہ ذمہ داری مت اٹھانا کہ کہیں پھر میرا تماشا نہ بنے۔"

"میں جانتی ہوں بیٹا اسی لیے تو پریشان ہوں۔ ابھی یاور کو کسی طریقے سے باز رکھنے کی کوشش کرنے کا سوچ ہی رہی تھی کہ تم نے پاکستان جانے کا پروگرام بنا لیا' ایسی صورت میں تو یاور کسی طور زمین کے بغیر نہیں جانے نہیں دیں گے۔"

وہ زمین کی آمد سے بے خبر تھیں اس لیے ہر بات آسانی سے کہہ ڈالی تھی۔

"او میرے خدا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

زمین اس نئی افتاد پر اس بری طرح چکرائی کہ بمشکل آگے بڑھ کر صوفے کی بیک تھامی۔ جس پر زہرہ بیگم متمکن تھیں۔

"اوہ مائی گاڈ۔ مجھے اندازہ نہ تھا کہ یہ معاملہ اس حد تک پیچیدہ ہو جائے گا۔" ایزد بالآخر سر تھام کر بیٹھ گیا۔ حالات ہر طرف سے اسے دباؤ میں لا رہے تھے۔ جانے کیا سوچ کر نظر زمین کے چہرے پر ڈالی جو دھیرے دھیرے اب سفید پڑتا جا رہا تھا۔ وہ منتظر نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی کہ جانے وہ کیا فیصلہ صادر کرے۔ خوف اور سراسیمگی اس کی آنکھوں سے جھلک رہی تھی۔

بیگم زہرہ خود حد درجے تشویش زدہ سی بیٹھی تھیں کہنے کو تو انہوں نے ساری بات کہہ سنائی تھی مگر اب دزدیدہ نظریں ایزد کے سراپے پر جمی تھیں۔ پرائی اولاد پر تو بس بھی نہیں چلتا۔

وہ تو ایزد کی ہمدردی اور احسان شناسی تھی کہ اب تک چپ چاپ سب کچھ ہی برداشت کرتا چلا آ رہا تھا مگر یہ بہت زیادہ تھا۔ اس کی ہمدردی اس کے گلے کا طوق بن جائے گی۔ اسے قطعاً" اندازہ نہ تھا۔

وہ لمحاتی فیصلہ چشم زدن میں ہوا تھا اگر سوچنے کے لیے وقت یا مہلت ملتی تو بھی وہ اس صورتحال کا تصور نہیں کر سکتا تھا۔ جو کہ اس وقت سامنے آگئی تھی۔

"بیٹا تمہیں زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم نے جس طرح مشکل وقت میں ہمارا ساتھ دیا ہم اسے بھولے نہیں ہیں۔ میں نے تو صرف وہ بتایا ہے۔ جو یاور نے سوچا ہے۔ مگر یہ سب ہم ہونے تو نہیں دیں گے۔ زمین نے بہت صاف لفظوں میں کہہ دیا ہے کہ وہ تمہاری اور صبیحی کی زندگی میں کوئی زہر گھولنا نہیں چاہتی۔ میری بچی بہت اچھی لڑکی ہے۔ لہٰذا تم فکر مت کرو۔ میں یاور کو سمجھانے اور ٹالنے کی پوری کوشش کر رہی ہوں مگر فی الحال تم پاکستان جانے کی بات چھوڑ دو۔ تمہارے یہاں ہونے سے بہت ڈھارس ہے مجھے۔ کل میں ڈاکٹر ایرک سے ساری صورتحال ڈسکس کروں گی اور پھر کیا کرنا ہے اس حساب سے طے کیا جائے گا۔ اوکے۔"

ایزد کے اس طرح پریشان ہو جانے سے بیگم زہرہ کو بالآخر اسے سمجھانا ہی پڑا۔

"جی۔" وہ بمشکل کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ان فیکٹ میں نے بی بی جان اور بابا سے ابھی کچھ تذکرہ نہیں کیا۔ فون پر اتنی دور بیٹھ کر نہ میں انہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں اور نہ ہی وہ میری بات سمجھ سکیں گے۔ اس لیے بہتر ہی سمجھا کہ۔ ان سے مل کر سب کہوں گا۔ لیکن اب جو یاور انکل کی پلاننگ آپ نے بتائی ہے اس نے مجھے شش و پنج میں ڈال دیا ہے۔"

پیشانی کو دو انگلیوں سے مسلتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"میں نے کہا نا بیٹا کہ تم فکر مت کرو۔" بیگم یاور اٹھتے ہوئے بولیں تو یکدم اپنی پشت پر کسی کی موجودگی کا احساس پاتے ہی مڑیں۔

زمین بہت ناگفتہ بہ حالت میں کھڑی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے ان کے اعصاب بالکل تن گئے۔ وہ اسے پریشان نہیں کرنا چاہتی تھیں پچھلے چند دنوں میں اس کی رنگت خطرناک حد تک زرد پڑ گئی تھی۔ ہر لمحہ خوف ہراس ہر پل اندیشے اس کی آنکھوں سے جھانکتے رہتے۔ یاور صاحب کے ہوش میں آنے کے بعد دو تین دن تک تو وہ بہت خوش نظر آئی مگر پھر اس کے بعد سے وہ بہت بے چین اور فکرمند نظر آنے لگی تھی جس کے باعث انہوں نے قصداً" اسے کچھ بتایا نہ تھا مگر اب تو وہ سن چکی تھی۔ ایزد کی بھی اس پر نظر پڑی تو وہ بھی پریشان ہو اٹھا۔

"امی جی۔"

وہ بس یہ ہی کہہ سکی تھی اور پھر ان کے سینے سے لگ کر سسک اٹھی۔

"اونہوں زمین۔ بیٹا بس کرو دل پر بوجھ مت لو میں ہوں نا۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ یوں اعصاب کمزور تھوڑا ہی کرتے ہیں۔"

ایزد کے سامنے وہ۔ جس طرح ہاتھ پیر چھوڑ بیٹھی تھی ایزد کی رہی سہی ہمت بھی جواب دے بیٹھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یہ لڑکی تو ایک لمحے کے لیے بھی اس کی رفاقت برداشت کرنے کی روادار نہیں اور خود اس کا دل صبیحہ کے نام سے دھڑکتا تھا۔ پھر کیوں ہر۔۔ کوئی ان کے بارے میں ایسے فیصلے کرنے لگا ہے۔ آخر کیوں کھر بھر انہیں ایک گرداب میں ایک بھنور میں ڈبونے پر مصر ہے۔

اس کے اندر باہر یکلخت شور اٹھنے لگا تھا۔ ایک لمحے کے لیے رک کر اس نے زمین سے کچھ کہنا چاہا مگر محض لب بھینچ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا کمرہ خالی کر گیا۔

● ● ●

"بس جیسے میں نے آپ سے کہا ہے ویسے تمام انتظامات کروا دیں اور وہاں کوئی کمی نہیں ہونی چاہیے۔ سارا کام اے ون کلاس ہو۔"

بڑے خوشگوار موڈ میں یقیناً" وہ اسحاق صاحب سے فون پر محو کلام تھے بیگم یاور اور سمیر دروازے پر ہی رک گئے تھے نجانے دوسری جانب سے کیا جواب ملا کہ انہوں نے مطمئن ہو کر فون بند کر دیا۔

"چلیے نا اندر۔ یہاں کیوں رک گئے ہیں آپ لوگ۔"

عقب سے ثمرین کی آواز آنے پر وہ دونوں اندر چلے آئے۔

"السلام علیکم۔" کی آواز پر وہ ان تینوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

"وعلیکم السلام۔ میں ابھی تم لوگوں کو ہی یاد کر رہا تھا۔"

خوشی سے چھلکتے لہجے میں ان سے مخاطب ہوتے ہوئے ان کی نگاہیں دروازے تک جا کر لوٹیں۔ "کیا بات ہے زمین نہیں آئی۔ ایزد بھی غائب ہے۔"

"جی۔ وہ دراصل ایزد کا پاکستان سے فون آ گیا تھا۔"

زہرہ بیگم نے ہی گلا کھنکار کر بات کرنی شروع کی۔ وہ ابھی ابھی ڈاکٹر ایرک سے تمام معاملہ ڈسکس کر کے آئی تھیں اور ان کے خیال میں یاور صاحب کو دھیرے دھیرے ہی تمام صورت حال سے واقف کرنا بہتر تھا۔ اب انہیں یہ فیصلہ کرنا تھا کہ وہ کس طرح ان سے بات کرتی ہیں۔

"او ہمدانی کا ہو گا بہت چاہتا ہے وہ اپنے بیٹے کو۔"

وہ یکدم مسکرائے تھے۔ دوست کی یاد انہیں مسرور کر گئی تھی۔

"ہے بھی تو اکلوتا۔" بیگم یاور نے کہا تو ان کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"ہوں۔ اکلوتا بھی اور نہایت ہی لائق بھی۔"

"ایسے میں ان کی کتنی خواہش ہو گی کہ وہ اس کی شادی کا فیصلہ خود کریں مگر حالات ایسے ہو گئے کہ۔" وہ بے ساختہ ہی کہہ گئی تھیں۔

یاور صاحب نے یکدم چونک کر ان کی طرف دیکھا۔ مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی۔

"ہمدانی میرا دوست ہے زہرہ' وہ ساری بات سمجھ جائے گا۔ میں اسے بتاؤں گا کہ کس طرح اور کن حالات میں۔۔۔"

"مگر کیا یہ درست ہے کہ ہم نے ان سے یہ اختیار چھین لیا کہ وہ اپنے بیٹے کی زندگی کا فیصلہ کر سکیں۔"

"یہ میں نے کب کہا' میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ اب اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ آپریشن سے پہلے مجھے ایک فیصد بھی اپنی زندگی کی امید نہ تھی۔ ایزد اور زمین کی شادی کا خواب اگرچہ عرصے پہلے سے نہ دیکھ رکھا ہوتا تو شاید میں ایسا سوچ بھی نہ پاتا۔ مگر یہاں امریکا میں میں نے عرصے سے ان دونوں کے لیے یہ فلیٹ لے رکھا تھا۔ ایزد سے ہی ایگریمنٹ کروائی تھی پھر کئی دنوں سے میں نے یہاں زمین کے لیے اس کی پسند کے مطابق فرنیشنگ وغیرہ کروانی شروع کر دی تھی۔ سوچا تھا کہ اچانک ہی سرپرائز دوں گا۔ مگر حالات ایسے ہوں گے تصور نہیں کیا تھا۔"

بیگم زہرہ کی بات پر انہوں نے بہت سنجیدگی سے کہنا شروع کیا تھا۔ سمیر اور ثمرین چپ چاپ ماں باپ کی باتیں سن رہے تھے۔ وہ خود ہر لمحہ پریشانی سے عاجز آئے ہوئے تھے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہاں۔۔۔ وہ تو بالکل صحیح کہا آپ نے مگر میرا خیال ہے کہ ہمدانی صاحب اور بیگم ہمدانی کے لیے یہ سارا معاملہ یوں سمجھ لینا تھوڑا مشکل ہوگا۔ لہٰذا بہتر یہ ہوگا کہ آپ پاکستان پہنچ کر ساری بات انہیں خود سمجھائیں اور پھر بچوں کے بارے میں کوئی فیصلہ کریں آخر ایزد ان کا بیٹا ہے آخر ان کے بھی تو کچھ ارمان ہوں گے۔"

وہ بڑی سبک رفتاری سے بول رہی تھیں یاور صاحب جیسے سوچ میں پڑ گئے۔ سمیر اور شرمین نے بھی حسب توقع ماں کا ساتھ دیا تو یاور صاحب کو ان کی تائید کرنی ہی پڑی۔

"اوکے۔ تم سب کا کہنا بالکل ٹھیک ہے۔ شاید میں ہی جلد بازی کر رہا ہوں دراصل ان چند دنوں میں زندگی کی بے ثباتی نے بہت دہلا دیا ہے مجھے 'بس چاہتا ہوں کہ جلد از جلد اپنے بچوں کا مستقبل محفوظ کر جاؤں۔"

محبت پاش نظروں سے سامنے بیٹھے سمیر اور شرمین کو دیکھتے ہوئے وہ بہت دلگرفتگی سے کہہ رہے تھے۔ جس پر وہ تینوں بے اختیار ان کے نزدیک آ بیٹھے۔

"آپ ایسے مت کہیں آپ کو اب کچھ نہیں ہوگا۔"

بیگم یاور جیسے دہل گئی تھیں۔ یاور صاحب بے اختیار مسکرا دیئے۔

"وقت کا کچھ بھروسہ نہیں ہوتا زہرہ! کسے معلوم تھا کہ میں یہاں یوں زندگی اور موت کی جنگ لڑنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔ بس اس لیے میری خواہش ہے کہ جلد از جلد بیٹیوں کو ان کے گھر آباد کر کے سمیر کو بزنس کے تمام اسرار و رموز سکھا دوں۔ اور پھر سکون سے آنکھیں موند لوں۔"

"پلیز ابا! ایسی مایوسی کی باتیں مت کریں۔ ابھی تو صحیح معنوں میں زندگی شروع ہوئی ہے ہماری۔" شرمین نے ان کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھامتے ہوئے محبت سے کہا تو انہوں نے دوسرا ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیا۔

"ہاں مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے بیٹا جیسے میں نے کسی نئی دنیا میں قدم رکھ دیا ہے۔" وہ کہہ رہے تھے۔

"بس اب اپنے ملک جانے کی خواہش ہے۔"

"اسی لیے میں چاہتی ہوں کہ جب ہم پاکستان واپس جائیں تو وہیں جاکر ساری خوشیاں ایک ساتھ منائیں۔ نرمین والے معاملے میں بھی آپ کو جلد بازی کرنے کی ضرورت نہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہمدانی بھائی اور بھابھی سے بات کر کے ہی سارا معاملہ طے کریں گے۔"

زہرہ بیگم نے ایک بار پھر بات چھیڑ دی تو وہ سر ہلا کر خاموش ہو رہے۔ جس پر ان تینوں نے تشکر سے گہری سانس لی۔

انداز ایسا تھا جیسے کندھوں سے کوئی بھاری بوجھ اترا ہو۔ یاور صاحب کی عمیق نظروں سے یہ منظر چھپ نہ سکا۔ وہ آج کل اس قدر حساس ہو رہے تھے کہ ذرا ذرا سی بات انہیں بہت محسوس ہو رہی تھی۔

بالخصوص نرمین کے چہرے کا پھیکا پن اور ایزد کی آنکھوں سے جھانکتا تفکر انہوں نے بڑی فصاحت سے پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ اسی لیے یہ پروگرام انہوں نے بنایا تھا تاکہ وہ دونوں زیادہ سے زیادہ ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزار سکیں۔

مگر اب انہیں محسوس ہو رہا تھا کہ بیگم یاور بھی ایسا نہیں چاہتیں جبکہ اس فیصلے کو انہوں نے بھی زندگی میں پہلی بار بغیر کسی اختلاف کے قبول کر لیا تھا حتیٰ کہ یہاں آ کر نکاح پر بھی وہ معترض نہ ہوئی تھیں۔ مگر جانے کیا تھا جو انہیں کھٹک رہا تھا۔

وہ بظاہر خاموش اور قائل تو ہو گئے تھے مگر دل ہی دل میں یہ خیال سرعت سے قوت پکڑ رہا تھا کہ کچھ ایسا ہے جو ان سے چھپایا جا رہا ہے۔ بھلا وہ کیا ہو سکتا ہے مگر؟؟

● ● ●

فون بیل بہت تیز بج رہی تھی اسے لگا جیسے کہیں دور سے آواز آ رہی ہو۔ نیند کے خمار میں کتنی ہی دیر وہ بیل

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی چنگھاڑ کو اپنا وہم سمجھتی رہی مگر فون کرنے والا بھی بڑے صبر کا مالک تھا انتظار کرتا رہا حتیٰ کہ اس کی آنکھ کھل گئی۔ ذرا حواس قائم ہوئے تو غور کیا۔

لاؤنج میں رکھا فون بجے جا رہا تھا۔ ایزد جانے کہاں تھا وہ کچھ پریشان سی بیڈ روم سے نکل آئی۔ ایزد کی غیر موجودگی اور دوسرے کمرے کے بند دروازے سے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ سو رہا ہے۔

آج امی کو گھر شفٹ کر دیا گیا تھا جس کے باعث اسے مجبوراً ایزد کے ساتھ دوبارہ اس اپارٹمنٹ میں آنا پڑا۔ اب اتنی رات گئے فون بج رہا تھا۔ اس نے کچھ گھبرا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔" آواز ابھی بھی نیند کے خمار سے بوجھل تھی۔

"ہیلو۔ کین آئی اسپیک ٹو مسٹر ایزد۔" (کیا میں مسٹر ایزد سے بات کر سکتی ہوں)

مہین آواز بلاشبہ کسی لڑکی کی تھی لہجہ صاف اور شستہ تھا وہ بالکل چکرا سی گئی۔ حیرت تو فون کرنے والی کی آواز میں بھی تھی ہلکی سی جھجک لہجے سے نمایاں تھی۔

"ہو آر یو۔" (آپ کون ہیں)

"آئی ایم مسز ایزد ہمدانی۔" اسے لگا جیسے اس کے ارد گرد ڈھیروں ملبہ گرا دیا گیا ہو۔ صہیبہ کی آواز اور اس کا انداز۔ زرمین کے گلے میں جیسے کانٹے اگ آئے۔ "پلیز ہولڈ آن۔"

وہ بری طرح چکرا گئی تھی جلد از جلد ایزد کو بلانے جانا چاہتی تھی کہ صہیبہ نے بہت خشک اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں پکار لیا۔

"پلیز ویٹ آ منٹ۔ فرسٹ ٹیل می ہو آر یو۔" (پلیز رکیے۔ پہلے یہ بتائیے کہ آپ کون ہیں) اینڈ واٹ آر یو ڈوئنگ ود ایزد۔" (اور ایزد کے ساتھ کیا کر رہی ہیں)

جملہ تھا کہ بھالا سیدھا دل میں پیوست ہوا تھا۔ زرمین پر سے جیسے سات سمندروں کا پانی گزر گیا۔ مخاطب ایزد کی منکوحہ تھی اس کی نصف بہتر اس کا لہجہ شک کے زہر سے بھرا تھا۔ جانے اس کو یہاں کا نمبر کس نے دیا تھا۔ وہ سوچ سوچ کر حواس باختہ ہوئی جا رہی تھی۔ سوال کا کیا جواب دیتی آنسو بے اختیار چہرہ بھگونے لگے تھے۔ خاموشی سے ریسیور ایک طرف ڈال کر سن ہوتی ٹانگوں کو بمشکل جنبش دیتی وہ ایزد کے دروازے پر دستک دے رہی تھی۔

آج شاید ایزد نے ٹرنکولائزر لی تھی جس کے باعث اب تک اس کی نیند نہیں ٹوٹی تھی وہ تو پہلے ہی اس اچانک افتاد سے گھبرائی ہوئی تھی۔ بری طرح دروازہ پیٹتے ہوئے رو دی۔

"اب کیا ہو گا؟" کی گردان سے ذہن چکرا رہا تھا کہ اسی لمحے دروازہ کھلا۔

"کیا ہوا خیریت تو ہے؟"

ایزد اس کی حالت دیکھ کر پریشان ہو اٹھا تھا۔ چہرہ آنسوؤں سے اور پورا جسم پسینے سے بھیگ رہا تھا۔ وہ بے قراری سے رو دی اور فون کی طرف اشارہ کیا۔

"زرمین۔ زرمین۔ آر یو آل رائیٹ۔ کیا ہوا ہے پلیز مجھے بتائیں۔"

خوف اور تشویش کی ہلکی سی پرچھائیں ایزد کی آنکھوں میں اتری تھی۔ زرمین نے ہولڈ کیے ہوئے فون کی طرف دوبارہ اشارہ کیا تو وہ پریشانی سے اس طرف بڑھا البتہ ذہن زرمین کی طرف مرتکز تھا۔ وہ بری طرح رو رہی تھی۔ جیسے سخت پریشان ہے۔

"ہیلو۔ ہیلو۔" ریسیور ہاتھ میں لیتے ہوئے وہ بے قراری سے بولا تھا۔

اور ادھر دھڑکتے دل اور ٹھٹھکتی سانسوں سمیت منتظر صہیبہ پر جیسے کسی نے برفیلا پانی انڈیل دیا تھا۔ سارے جذبات منجمد اور احساسات برف ہو کر رہ گئے۔

"ہیلو۔ ہیلو۔"

ایزد کی جھنجلائی ہوئی آواز ہتھوڑے کی مانند سماعت پر برس رہی تھی۔

اتنی رات کو ایزد کے ساتھ کون تھا۔ جس نے اس کی بات کا جواب دینے کی بھی کوشش نہیں کی۔ اس پر مستزاد ایزد کی جھنجلاہٹ اس نے فون ریسیو کرنے میں بھی کتنا وقت لگایا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"او مائی گاڈ۔"

سن ہوتے دماغ نے جب بالکل ہی ساتھ دینے سے انکار کر دیا تو اس نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

"ہیلو۔ ارے۔ فون بند کر دیا۔"

ایزد کو یکدم جھٹکا لگا تھا۔ زمین کی سسکیاں اب تک سنائی دے رہی تھیں جانے کس کا فون تھا جس نے اس کی آواز سن کر فون بند کر دیا تھا۔ اس کے خیالات کی پرواز دور تک تھی ان ہی سوچوں میں غلطاں وہ اٹھ کر اس کے پاس آگیا۔

"کون تھا زمین، میری آواز سن کر جس نے فون بند کر دیا۔"

کچی نیند اور غیر متوقع صورتحال نے اس کے لہجے کی نرماہٹ کو جذب کر لیا تھا۔ زمین نے بے تحاشا سراسیمگی میں گھورتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

تو گویا صہیبہ نے وہی سمجھا ہوگا جس کا اسے ڈر تھا۔

اب جانے ایزد کا رویہ اس کے تیور اور اس کا ردعمل کیا ہوتا۔ یکدم اسے اتنے بڑے اپارٹمنٹ میں خوف آنے لگا۔ اپنا آپ اکیلا لگا۔

"وہ۔ وہ۔۔۔"

"کیا بات ہے۔ آپ اتنی خوفزدہ کیوں ہیں۔ کس نے ڈرایا ہے آپ کو۔"

ایزد نے اب بغور اسے دیکھا تو جیسے اعصاب جھنجھنا گئے۔ اس کی حالت غیر ہو رہی تھی جیسے اس کے ہاتھوں عمداً کوئی قتل ہو گیا ہو اور اس کی سزا میں پھانسی دی جانے والی ہو۔

"ری ایزی۔" بلا ارادہ اس کے شانوں پر اپنے مضبوط ہاتھ رکھتے ہوئے وہ قدرے دوستانہ لہجے میں بولا تو وہ بے اختیار اس کے سینے سے لگ کر پھوٹ پڑی۔

ایزد اس مرحلے کے لیے تیار نہیں تھا خود زمین کو احساس نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے محض خوف اور دہشت سے وہ اس کی ہی پناہ میں آگئی تھی۔ آج کل تو یوں بھی وہ ذہنی طور پر بالکل اپ سیٹ تھی۔

"آئی ایم سوری ایزد۔ سوری۔" وہ بڑبڑا رہی تھی۔

ایزد کے بازو غیر ارادی طور پر اس کا حصار کر گئے۔ بہرحال وہ اس کی منکوحہ تھی۔ شرعی، قانونی مذہبی ہر طرح کا حق حاصل تھا اسے پھر اب تو وہ اس کے حلقہ بازو میں بھی تھی۔

نرم اور نازک سراپا لرزیدہ اور مرتعش تھا۔ ایزد اسے سنبھال نہ لیتا تو وہ اب تک گر چکی ہوتی۔ ایزد کو جلد احساس ہو گیا تھا کہ کچھ ایسا ہو گیا ہے جس نے اس کے حواس مختل کر دیے تھے۔

اس کے وجود کا لمس اور بالوں سے اٹھتی خوشبو ایزد کے حواسوں پر چھانے لگی۔ وہ اب تک رو رو کر بے دم ہو چکی تھی کہ حواس جاگنے سے ایزد کی گرفت کا احساس اس کے روم روم کو جھلسا گیا۔

"اوہ۔" اپنی پوزیشن اور اس کی قربت کے احساس نے اسے یکدم پسینے میں شرابور کر دیا۔ وہ تڑپ سی گئی اس کے بازوؤں میں۔ فرط حجاب سے حالت غیر ہونے لگی۔

"پلیز مجھے چھوڑیئے۔ ایزد پلیز۔" گھٹے گھٹے انداز میں اس نے چیخنا چاہا اور اپنے آپ کو چھڑانے کی جدوجہد کرنے لگی تو ایزد بھی جیسے حال میں واپس آگیا۔ ایک جھٹکے سے اسے آزاد کیا۔

ایک لمحے کے لیے دونوں کی نظریں ملیں اور پھر یکدم وہ دونوں نگاہ چرا گئے تھے۔ ایک عجیب سے احساس اور بے اختیارانہ کیفیت نے ان دونوں کو جکڑ لیا تھا۔ بہرحال ایزد ایک مرد تھا اور اتنے عرصے سے اپنی منکوحہ کے ساتھ ایک ہی اپارٹمنٹ میں رہتے ہوئے بھی فاصلوں کو قائم رکھے ہوئے تھا۔ مگر آج زمین کی بے اختیاری اسے بھی بے اختیار کر گئی تھی۔

شدید پشیمانی اور تاسف دونوں کی آنکھوں اور چہرے سے جھلکتا تھا۔ اضطراری کیفیت سے ہویدا تھا کہ دونوں اپنی بے ساختگی پر نادم تھے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"آئی ایم ـــــ ایکسٹریملی ویری سوری۔"

بمشکل لفظ اس کی زبان سے ادا ہو سکے اور یہ سب کہتے ہی ایزد بہت تیز قدموں سے اندر جا کر بند ہو گیا۔ قدموں کی لرزش اس کی اندرونی کیفیت کی غماز تھی۔

"اوہ۔" ایک گہری سانس نرمین کے لبوں سے نکل گئی۔

احساساتی کیفیت نے بڑے عجیب انداز میں اسے جکڑ رکھا تھا۔ ایزد کے بازوؤں کی گرفت اب بھی اس کے وجود کو دہکا رہی تھی۔ "اوہ میرے خدا۔"

مٹھیوں میں بالوں کو جکڑتے ہوئے وہ بے اختیار کارپٹ پر گر کر لمبے لمبے سانس لینے لگی۔ چشم زدن میں کیا سے کیا ہو گیا تھا۔

"اوہ ابی ـــ یہ آپ نے کیا کر دیا۔ کیا کر دیا۔"

صہبہ کا خیال ایک بار پھر اس کے حواسوں پر چھانے لگا۔ اس نے دزدیدہ نظروں سے ایزد کے کمرے کی طرف دیکھا جس کا دروازہ بند تھا اور اس کی حالت، ناگفتہ بہ تھی کہ وہ جا کر اسے یہ بھی نہ بتا سکی کہ فون پر صہبا ایزد ہمدانی ہی تھی۔

● ● ●

کبھی کبھی انتہائی بے یقینی اور تحیر اعصاب کو جامد کر دیتے ہیں۔ وہ بھی کئی ثانیے اس کیفیت میں مقید رہی۔ ایزد اس کے ساتھ بے وفائی کر سکتا ہے یہ بات تو اس کے وہم و گماں میں بھی نہیں تھی مگر اس کی پروقار عادات اور پر تمکنت شخصیت سے یہ امید رکھنا بھی عبث تھا کہ وہ کردار کے معاملے میں اپنے نفس کی لگامیں تھامنے سے مجبور ہو گیا ہو گا۔

بھلا وہ کیسے یقین کر لیتی۔ دل دماغ دونوں یہ بات ماننے سے انکاری تھے یقین کی کوئی منزل ہی نہ تھی کہ جہاں گمان کو رسائی مل پاتی۔

ایزد اور دھوکا۔

"ناممکن۔" اس کے اردگرد جیسے بازگشت ہونے لگی۔

زندگی میں کبھی اتنے شدید ذہنی جھٹکے سے سابقہ نہیں پڑا تھا پھر معاملہ بھی دل کا تھا اس لیے فوری طور پر وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ کیا کرے۔ صدمہ شدید تھا مگر آنسو بہہ نہیں رہے تھے نہ ہی وہ خود کو کسی سے کچھ کہنے کے قابل محسوس کر رہی تھی۔

آج ایزد کا برتھ ڈے تھا کتنے ارمانوں سے اس دن کا انتظار کیا تھا اس نے۔ صبح ہوتے ہی سب سے پہلے یہی کام کیا۔ یاور صاحب کے اپارٹمنٹ کا ہی نمبر اس کے پاس تھا۔ لہٰذا وہیں ٹرائی کیا تھا مگر چونکہ آج ہی یاور صاحب گھر شفٹ ہوئے تھے لہٰذا ان کے آرام کے خیال سے زہرہ بیگم نے فون کا پلگ نکال دیا تھا۔

لگاتار کئی گھنٹیاں بجتی رہیں تو اس نے کراچی کے آفس فون کیا اور متبادل نمبر کا پوچھا۔ امید تو نہیں تھی مگر اپنی تسلی کے لیے اس نے فون کر لیا۔ سوئے اتفاق ایزد نے دوسرے اپارٹمنٹ کا نمبر دے رکھا تھا۔ غالباً" آفس کے معاملات وہ وہیں سے ڈسکس کرتا تھا۔

اسے خاصی حیرت بھی ہوئی جب یہ پتا چلا کہ ایزد دوسرے اپارٹمنٹ میں شفٹ ہو چکا ہے۔ تاہم آفس اسٹاف سے اس نے زیادہ پوچھنا درست خیال نہیں کیا اور دھڑکتے دل کے ساتھ یہاں فون کر لیا اور وہ کچھ ہو گیا جس کا اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ ایزد کے اپارٹمنٹ سے ایک عورت نے فون اٹھایا تھا۔ دونوں ہی آوازوں میں نیند کا خمار تھا۔

اس نے محسوس کیا کہ لڑکی خاصی خوفزدہ ہو گئی تھی جبکہ ایزد کی جھنجلاہٹ جیسے دل میں ترازو ہوئی تھی۔ اس سے ایسا رویہ بعید از قیاس ہی تھا۔

"مگر ہو سکتا ہے یہ سب میرا وہم ہو۔" دل نے تاویل دے کر سمجھانا چاہا۔

"لیکن وہم کیسے ہو سکتا ہے۔ اس لڑکی کی آواز تو میں نے خود سنی ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس کے اندر جیسے خیالات کی جنگ چھڑ گئی تھی۔ دل اور دماغ اپنی اپنی طرف سے وکالت کر رہے تھے ایزد کی مگر اس کے اندر جیسے چھٹی حس جاگ اٹھی تھی۔

"ممکن ہے یہ سب رائی کا پہاڑ ہو۔ مگر پہاڑ بننے کے لیے رائی کا ہونا بھی تو ضروری ہے۔ تو کیا واقعی ایزد نے اپنی زندگی میں کسی اور کو بھی شامل کر رکھا ہے۔" اس تیغ صفت خیال کے ساتھ ہی جیسے اس کی رگیں کٹنے لگیں۔

"او نو۔" شدید ذہنی اضطراب اور اندرونی خلفشار نے اسے بالکل ہی ادھ موا کر دیا تو وہ ٹیلی فون اسٹینڈ کے پاس سے اٹھ کر اندر آ گئی۔

اس وقت ذہن بالکل چٹیل میدان کی طرح ہو گیا تھا۔ کتنی ہی دیر ہو چکی تھی فون بند کیے ہوئے مگر وہ وہیں بیٹھی تھی۔ صبح کا وقت تھا آفس اور کالج جانے والوں کے باعث گھر میں افراتفری مچی ہوئی تھی۔ اس لیے وہ اپنے منتشر احساسات اور چہرے سے ہویدا دلی کیفیت کو چھپانے کی خاطر اندر چلی گئی۔

پھر کتنی ہی دیر گزر گئی گھڑی کی سوئیاں بہت آگے کا سفر کر گئیں تو مدحت اس کی تلاش میں چلی آئی۔

"ارے صبیحی تم اب تک بیٹھی ہوئی ہو۔ اٹھو بھائی وقت دیکھو، تمہیں یونیورسٹی سے دیر ہو رہی ہے۔"

مدحت کالج یونیفارم میں تیار کھڑی تھی۔ صبیحہ خالی الذہن بیٹھی تھی۔ غائب دماغی سے اسے دیکھنے لگی۔ مدحت سے اس کے چہرے کا اڑا اڑا رنگ چھپا نہ رہ سکا۔

"صبیحی۔ کیا ہوا۔ سب ٹھیک تو ہے نا؟"

یکدم اس کا دل کسی ناگہانی کا پتا دیتے ہوئے دھڑکنے لگا تو وہ تشویش سے پوچھتی آگے بڑھ آئی اور گھبرا کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"اوہ" وہ جیسے بری طرح چونکی تھی۔

"صبیحی۔"

"ہوں۔ ہاں۔ کیا بات ہے۔ تم اب تک کالج نہیں گئیں۔"

بمشکل ذہن کو حاضر کرتے ہوئے اس نے خود کو نارمل کیا اور پوچھا تو مدحت اسے کھوجتی گہری نظروں سے دیکھنے لگی۔

"میری فکر چھوڑو اپنی کہو۔ آج کیا چھٹی کا ارادہ ہے۔ طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی تمہاری۔"

"ہاں بس ایسے ہی کچھ تھکن سی محسوس ہو رہی ہے۔ لگتا ہے۔ ٹمپریچر ہو رہا ہے۔"

اپنا ہاتھ نرمی سے مدحت کی گرفت سے نکالتے ہوئے اس نے اپنے چہرے کو نارمل کرنے کی پوری کوشش کی تھی مگر مدحت کی تسلی نہ ہوئی اور نیچے جاتے ہی اس نے دادی جان اور رخسانہ بیگم کو ساری صورت حال بتا دی۔ جس کے نتیجے میں پانچ منٹ بعد وہ دونوں اس کے کمرے میں موجود تھیں۔

"کیا ہو گیا ہے بیٹا۔ طبیعت خراب تھی تو مجھے پہلے کیوں نہ بتایا۔"

"میں ٹھیک ہوں امی۔ آپ پلیز پریشان نہ ہوں۔"

رخسانہ بیگم کے تردد سے ماتھا چھونے پر اس نے ہلکی سے مسکراہٹ لبوں پر سجاتے ہوئے انہیں دلاسہ دینے کی کوشش کی مگر اس کی آنکھوں سے جھانکتا تفکر ان کی آنکھوں سے مخفی نہ رہ سکا۔

"کیا بات ہے صبیحی۔ بیٹا پریشان ہو؟"

سفینہ بیگم کے انتہائی پرشفقت لہجے پر اس کی پلکیں بھیگنے کو بے تاب ہونے لگیں۔

"نہیں دادی جان، کوئی پریشانی نہیں۔ میں بس یونہی سستی محسوس کر رہی ہوں۔ مدحت نے آپ لوگوں کو بلاوجہ پریشان کیا ہے۔" دونوں کو سمجھانے میں اسے بہت طاقت صرف کرنی پڑ رہی تھی۔

"تو پریشانی کی بات کیسے نہیں۔ چہرہ زرد اور آنکھوں میں وحشت پھیلی ہوئی ہے۔ چلو اٹھو میں نعیم سے کہتی ہوں تمہیں ڈاکٹر کے یہاں لے جائیں۔"

رخسانہ بیگم قطعی مطمئن نہ ہو رہی تھیں۔ ماں کے دل میں بھی جیسے ٹرانسمیٹر فٹ ہوتا ہے۔ اولاد کی تکلیف کو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ت جلد بھانپ لیتی ہے۔ اس کے چہرے سے دونوں کو ہی اندازہ ہو رہا تھا کہ ٹھیک نہیں۔

"پلیز امی۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ بلیو می۔ پلیز۔ آپ تردد مت کریں ایک پین کلر لوں گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ان فیکٹ رات کو ایک انٹرسٹنگ ناول پڑھتے پڑھتے کافی دیر ہو گئی اس لیے سر میں درد ہو رہا ہے۔"

وہ ایک کے بعد دوسرا بہانہ بنا رہی تھی رخسانہ بیگم قدرے مطمئن ہونے لگیں۔ اس کی عادات سے واقف تھیں کہ نیند کے معاملے میں وہ بہت کچی تھی۔ اگر کبھی نیند پوری نہ ہوتی تو اسی طرح تمام دن سر میں درد رہتا اس لیے۔ البتہ حیران تھیں کہ ناشتے کی ٹیبل پر تو وہ بالکل ٹھیک تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ اب دوا لے کر آرام کرو۔ آج یونیورسٹی جانے کی ضرورت نہیں۔" دادی جان نے قرآنی آیات پڑھ کر اس پر دم کیا تو رخسانہ بیگم اسے ہدایات دیتی باہر نکل گئیں اور اس تمام عرصے میں وہ چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ سجائے ان کو اطمینان دلاتی رہی۔ دادی جان بھی اسے زبردستی لٹا کر سرہانے بیٹھ گئیں تو وہ ان کی شفیق گود میں منہ چھپا گئی۔

البتہ دل میں مصمم ارادہ کر لیا کہ حقیقت حال سے واقف ہونے کے لیے۔۔۔ وہ خود ہی کچھ کرے گی اور جب تک سچائی کا پتا نہیں چلتا کسی سے اس بات کا تذکرہ کرنے کا اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

● ● ●

صبح ہونے تک دونوں میں سے کوئی بھی سو نہیں سکا تھا۔ نرمین کا ہر احساس جیسے ایک حقیقت سے ٹکرا کر پاش پاش ہو رہا تھا کہ بہرحال ایزد اس کا شرعی ناکح ہے۔ ازدواجی حقوق اسے مکمل طور پر حاصل ہیں اور اگر وہ کبھی ان حقوق کا تقاضہ کر بیٹھا تو وہ کیا کرے گی؟

اگر وہ منع کرتی ہے تو کیا اس کا فعل جائز ہوگا؟

اور اگر ہاں کہتی ہے تو صہیبہ کے ہوتے ہوئے ایزد ہمدانی کی زندگی میں اس کا کیا مقام ہوگا کیا حیثیت ہوگی؟

اور کیا وہ دوسری عورت کہلانا خوشی سے قبول کر سکتی ہے۔

"نہیں۔" اپنے خیالات پر وہ خود ہی بے قراری سے چونک اٹھی۔

صبح کی روشنی پھیل چکی تھی اور اس کے ساتھ زندگی کے ہنگامے بھی شروع ہو گئے۔ وہ کچھ سوچ کر فون اسٹینڈ تک چلی آئی۔ امی کے اپارٹمنٹ کا فون کوئی اٹھا نہیں رہا تھا غالباً "پلگ اب تک لگایا نہیں گیا تھا۔ کئی بار کی کوشش کے بار آور نہ ہو سکی تو وہ چپ چاپ کچن میں چلی آئی۔ اب تک ایزد نے ہی ہر مرتبہ اس کے لیے ناشتا بنایا تھا۔ وہ خود چلی آئی کہ اب تک وہ کمرے سے باہر نہیں نکلا تھا شاید رات کی بے اختیاری پر نادم تھا وہ خود بھی ساری سچویشن تصور کر کے پسینے پسینے ہو گئی ناشتا تیار کر کے وہ ایک بار پھر تذبذب میں گھر گئی۔ آیا ایزد کو جگائے یا نہیں۔ لیکن خیال یہ ہی تھا کہ وہ سو رہا ہوگا جبھی اب تک باہر نہیں آیا۔

جانے وہ کتنا وقت یہ کچھ سوچ سوچ کر برباد کر دیتی کہ معاً "کھٹکے کی آواز کے ساتھ اس کے کمرے کا دروازہ کھلا وہ شاور لے کر بالکل تیار تھا۔ اس کی طرف دیکھے بغیر سیدھا کچن کی طرف بڑھا اور جب وہاں گرم گرم چائے کے ساتھ ناشتے کے لوازمات رکھے دیکھے تو فطری طور پر چونک گیا۔ تاہم اپنا استعجاب ظاہر کرنے کی اس نے کوشش نہیں کی۔

"جلدی سے ناشتا کر لیں۔ آپ کو انکل کی طرف چھوڑ کر میں اسحاق صاحب کے پاس جاؤں گا۔" چائے کا مگ لے کر باہر آتے ہوئے اس نے اپنے کمرے کی طرف قدم بڑھائے اور ہدایت دیتا چلا گیا۔

اس کی ہمت ہی نہ ہوئی کہ اسے پکار کر کچھ کہہ پاتی۔ سب کچھ یونہی فریج میں رکھ کر چائے کے دو تین گھونٹ لے کر وہ بھی الرٹ ہو گئی۔ دو منٹ بعد ہی وہ چلا آیا تھا۔

"چلیں۔" رک کر پوچھا اور اس کی گردن اثبات میں ہلتی دیکھ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ لمبے لمبے ڈگ تیز رفتاری سے بھرے جا رہے تھے۔

اس کے پیچھے تقریباً" دوڑتے ہوئے نیچے کھڑی کار کے پاس پہنچی تو ہانپ رہی تھی۔ ایزد کار کا دروازہ ان لاک کر رہا تھا کہ یکدم اس کی پشت پر کسی نے دوستانہ انداز میں ہاتھ مارا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہیلو ایزد۔" امریکی لہجہ امریکی شخص کا ہی تھا۔

ایزد قدرے عجلت میں اس کی طرف پلٹا اور سامنے کھڑے ڈیزمنڈ (Desmond) کو دیکھ کر نہ صرف حیران ہوا بلکہ بے تحاشا مسرت اس کی آنکھوں سے جھلکی تھی۔

"او ڈیزمنڈ۔ اِٹس یو۔"

ایک گرمجوش مصافحے نے متعجب کھڑی نرمین کو سمجھا دیا کہ دونوں دوست ہیں یا شاید رہ چکے ہیں۔ وہ بڑی یونہی اک ٹک ایزد کے دوستانہ مسکراہٹ سے سجے چہرے کو دیکھے گئی۔

"یس اِٹس می۔ بٹ یو ٹیل می ہاؤ آر یو ہیئر۔ (ہاں یہ میں ہوں مگر تم مجھے بتاؤ تم یہاں کیسے)" ڈیزمنڈ بڑی خوش دلی سے پوچھ رہا تھا۔ ایزد نے مختصراً اپنے یہاں ہونے کی وجوہات اس کے گوش گزار کیں تو یکدم اس کی مسکراتی نظریں نرمین پر جا رکیں۔ جو اس کے چہرے پر لکھی شوخی سے کچھ سٹپٹا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی تھی۔

"ہو از شی۔ (یہ کون ہیں)۔" وہ پوچھ رہا تھا۔

ایزد نے قدرے چونک کر پیچھے دیکھا۔ دوسری طرف کا دروازہ کھولے وہ کچھ جھینپی جھینپی سی کھڑی تھی۔ ڈیزمنڈ سے مل کر ایک لمحے کے لیے وہ تو اسے بھول ہی گیا تھا۔ اس کے سوال پر سنجیدگی اس کی آنکھوں میں سما گئی۔

"شی از مائی وائف۔"

اس کا جواب اس قدر غیر متوقع تھا کہ وہ باقاعدہ ہڑبڑا کر اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ ایزد اس کی کیفیت سمجھ تھا مگر ڈیزمنڈ کو صحیح جواب نہ دینے کا مطلب تھا کہ وہ اپنا اور نرمین کا مذاق بنوائے اور یہ اسے گوارا نہ تھا۔

"آئی انڈر اسٹینڈ ڈیئر فرینڈ۔ آئی نو یو آر ویری نوبل۔" (میں سمجھتا ہوں یار مجھے معلوم ہے تم بہت شریف ہو) ڈیزمنڈ کا ایک بے باک قہقہہ لمحے بھر کے لیے ان دونوں کو خفیف کر گیا۔ تو ڈیزمنڈ ہموار چال چلتا اس کی طرف آیا۔ نرمین کچھ گھبرا سی گئی۔

"السلام علیکم بھابھی۔" امریکی لہجے میں اردو بولنے کی کوشش اس قدر بے ساختہ تھی کہ وہ اپنی سراسیمگی بھول کر مسکرا دی۔ ایزد کے لبوں پر بھی مبہم سا تبسم آرکا تھا۔

"ایزد یو آر سو لکی بی کوز یور وائف از ویری پریٹی۔" (ایزد تم بہت خوش نصیب ہو کیونکہ تمہاری بیوی بہت پیاری ہے) ڈیزمنڈ نے بے ساختہ تعریف کی تو وہ پزل ہونے لگی رخساروں پر انگارے سے دہکنے لگے تھے۔

اس طرح کسی غیر مرد نے پہلی بار اسے سراہا تھا اور جس شخص کے سامنے ستائشی فقرے کہے اس سے گہرا تعلق ہوتے ہوئے بھی وہ اس کے لیے غیر تھی اس لیے پر حجاب کیفیت نے اسے جکڑ لیا تھا۔

ایزد کی نظر بلا ارادہ اس پر اٹھی تھی جو کچھ سٹپٹا کر اندر ... تھی۔ ڈیزمنڈ پہلے تو کچھ حیرت زدہ سا نظر آیا کے رد عمل پر پھر کچھ سمجھ کر مسکرا دیا۔

"کوائیٹ ایسٹرن۔"

ایزد ہلکی سی مسکراہٹ سمیٹ کے اسے اپنی طرف متوجہ کر گیا۔ ڈیزمنڈ کے تو ٹلنے کے آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ بالآخر اسے معذرت کرنی پڑی۔ جس پر وہ خوشدلی سے مسکرا دیا اور ایزد کو اصرار سے اپنے گھر آنے کی دعوت دی تو وہ انکار نہ کر سکا اور کوشش کرنے کی ہامی بھر لی۔ نرمین اس تمام عرصے میں چپ ہی رہی تھی ڈیزمنڈ نے اسے بھی پرخلوص دعوت دی تو اس نے مسکرا کر شکریہ ادا کر دیا۔

"او کے بائے۔ اینڈ ہیپی ہنی مون۔ بھابھی۔"

ڈیزمنڈ نے جاتے جاتے اسے پھر پانی پانی کر دیا تھا۔ کئی لمحے تو وہ نظر ہی نہ اٹھا سکی۔ ایزد کے تاثرات کیا تھے جان نہ سکی البتہ خود کو بہت خفت میں گھرا محسوس کیا تھا اس نے۔ ٹشو سے ماتھے کا پسینہ صاف کیا تو ایزد کے چہرے پر نرم نرم تاثرات پھیل گئے۔

"لڑکیاں پراعتماد ہوں یا شرمیلی۔ فطری حجاب انہیں کیسے لمحے بھر میں بھربھری مٹی کی طرح بکھا رہتا ہے" صہیبہ کا سراپا یکدم نگاہوں میں گھوم گیا تو وہ بے ساختہ سوچنے لگا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

راستہ خاموشی سے کٹ رہا تھا ایزد کا ذہن جانے کن خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا کہ کتنی ہی دیر اسے احساس نہ ہوا کہ نرمین کچھ کہنا چاہ رہی ہے۔ بے چینی سے پہلو بدلتی وہ شاید گھر آنے سے پہلے اسے مخاطب کرنا چاہ رہی تھی کہ موڑ کاٹتے ہوئے اس کی نظر نرمین پر پڑ گئی۔ اس کا اضطراب اس کی نگاہوں سے چھپا نہ رہ سکا۔

"ڈیزمنڈ میرا یونیورسٹی فیلو رہ چکا ہے۔ ہم دونوں نے نیو آرلینز (New Orleans) یونیورسٹی سے ساتھ بزنس پڑھا تھا۔"

اس کی طرف متوجہ ہونے کے باوجود وہ کچھ نہ کہہ سکی تو ایزد نے ہی خاموشی توڑنے کی خاطر ڈیزمنڈ کا تذکرہ چھیڑ دیا اور اسی دوران یاور صاحب کا اپارٹمنٹ بھی آ گیا۔

"اچھا۔" جواباً "اچھا" کہہ کر وہ پھر اضطراری انداز میں بار بار اس کی طرف دیکھنے لگی تو ایزد نے اپارٹمنٹ کے پارکنگ میں کار روک دی۔

"کہیے کیا کہنا چاہتی ہیں آپ۔" اسٹیئرنگ پر بازو رکھتے ہوئے وہ مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"جج جی میں۔۔۔" وہ اس کی قیافہ شناسی پر ایک لمحے کو تو چونکی پھر سنبھل گئی کل رات سے اب تک جو بات اسے پریشان کر رہی تھی وہ اس نے بالآخر کہنے کا فیصلہ کر لیا۔

"وہ۔ کل رات پاکستان سے فون آیا تھا۔"

انگلیاں چٹخاتے ہوئے وہ اٹک اٹک کر بولی تھی۔ ایزد یکبارگی بری طرح ٹھٹکا۔

"کس کا تھا؟" لہجے میں سختی در آئی تھی جس پر نرمین کے ہاتھوں میں پسینہ آ گیا۔

"صبیحہ کا۔ وہ۔ وہ آپ سے۔۔۔" خوف اور سراسیمگی سے وہ بے اختیار کانپنے لگی تھی۔ ایزد کے ارد گرد جیسے کسی بھیانک بم کا دھماکا ہوا۔

"صبیحہ! او مائی گاڈ۔"

بے یقینی اور شدید تردد سے اس کی آواز تیز اور لہجہ۔۔۔ انتہائی غیر متوازن ہو گیا۔ وہ جواب کیا دیتی۔ دروازے کا ہینڈل پکڑ کر اپنی کپکپاہٹ پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگی۔

کیا ہو گیا ہے؟ اس کا بہت اچھی طرح اندازہ تھا اسے۔ ایزد کے ردعمل کا خوف اس کی گلابی رنگت کو زرد کر گیا تو تقریباً "حواس کھوتے ہوئے ڈیش بورڈ پر سر ٹکا گئی۔

"او مائی گاڈ۔ اب کیا ہو گا؟"

کتنی ہی دیر وہ یونہی گہرے گہرے سانس لے کر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ ایزد کی طرف دیکھنے کی ہمت بھی نہ کر سکی۔ خود ایزد چہرے پر انتہائی تشویش اور تردد لیے لب بھینچے صبیحہ کے ردعمل کے بارے میں سوچ رہا تھا جس نے اس کی آواز سن کر فون پٹخ دیا تھا۔

"اوہ تو گویا اس کے دل میں شکوک پیدا ہو گئے ہیں۔"

وہ سنجیدگی سے سوچ رہا تھا مگر ساتھ ہی یقین بھی تھا کہ وہ اسے سمجھا لے گا۔ ان کے درمیان جو رشتہ قائم ہے وہ اعتماد اور بھروسے کا متقاضی ہے۔ یوں بھی صبیحہ جیسی ایجوکیٹڈ ویل مینرڈ اور ذہین لڑکی سے یہ ہی امید تھی کہ وہ کھلے دل سے اس کی بات سن اور سمجھ لے گی۔ پہلے دن سے اس نے یہی سوچ رکھا تھا کہ اسے اعتماد میں ضرور لے گا البتہ یہ سب اس قدر جلدی کرنا پڑے گا اس کا اسے قطعی "اندازہ نہیں تھا۔ خاص طور پر صبیحہ کے رات والے رویے کے بعد وہ کچھ کچھ پریشان ہو چلا تھا۔

"عورت خواہ تعلیم یافتہ ہو یا ان پڑھ ذہین ہو یا کم عقل۔ شوہر کے معاملے میں سب کے رویے اور ردعمل یکساں ہوتے ہیں۔" اس نے کہیں سنا تھا آج اندازہ بھی ہو گیا۔

"آئی ایم سوری۔ مجھے اگر معلوم ہوتا کہ وہ ہوں گی۔۔۔ تو کبھی اٹینڈ نہ کرتی۔"

کتنی دیر بعد وہ بمشکل کچھ کہنے کے قابل ہو سکی۔ ایزد نے اس کی بات سن کر یوں ہی سر جھٹکا جیسے اس کی بات سے تسلی ہو۔ نرمین کی منتشر سانسیں قدرے بحال ہوئیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اب ۔۔۔ کیا ہوگا؟ وہ تو شاید آپ سے ۔۔۔ خفا ہو گئی ہیں۔" سراسیمگی پریشانی اور تاسف سے وہ پوچھ رہی تھی۔

ایزد نے یونہی اس پر نظر ڈالی۔ احساس جرم اس کی آنکھوں سے مترشح تھا۔ "آپ نے کچھ بتایا تھا صبیحہ کو۔" لہجے میں قدرے سختی در آئی تھی۔

اس کے سوال کو نظر انداز کر کے وہ پوچھ رہا تھا زمین کی نظریں جھک گئیں۔ بھلا یہ تکلیف دہ حقیقت وہ کسی کو بتا سکتی تھی۔ نفی میں سر ہلا دیا اور بولی۔

"البتہ وہ مجھ سے پوچھ رہی تھیں کہ میں کون ہوں مگر میں کوئی جواب نہ دے سکی تھی۔"

"کیوں؟ کیا آپ نہیں جانتیں کہ آپ کون ہیں؟ کس حوالے کس رشتے سے میرے ساتھ رہتی ہیں۔ صبیحہ کو بتا دینا چاہیے تھا آپ کو کم از کم۔۔۔۔"

یکدم وہ مشتعل اور طنزیہ ہو گیا تھا اسٹیرنگ پر ہاتھ مار کر انتہائی ترشی سے بولا تو وہ ہونٹ کاٹنے لگی۔ انتہائی ہتک اور شدید اہانت کے احساس سے اس کی پیشانی جلنے لگی تھی۔ خود پر ضبط کرتے ہوئے وہ آنکھوں کی نمی جذب کرنے لگی۔ نظریں اردگرد کھڑی دوسری گاڑیوں کو بظاہر تک رہی تھیں جبکہ اندر ہی اندر اس کی روح میں پڑے شگاف اسے دکھائی دے رہے تھے۔ شدید غصے کے باعث وہ جانے کیا بول گیا تھا احساس ہوتے ہی جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

جب سب کچھ امید کے خلاف ہونے لگے اور اسے برداشت کرتے کرتے انسان کے اعصاب شل ہو جائیں تو طنز استہزاء اور طعنے اس کی گفتگو کا جوہر بننے لگتے ہیں۔ ایزد بھی پچھلے کئی دنوں سے جس جذباتی کھینچا تانی کا شکار تھا اس کا نتیجہ اسی شکل میں نکل سکتا تھا۔

اپنے ہی کہے ہوئے الفاظ پر وہ یکدم پشیمان ہونے لگا تھا۔ زمین کے رخسار باوجود ضبط کے نمی سے بھیگنے لگے تو اسے شدید تاسف نے آگھیرا بمشکل اس کی طرف دیکھا۔

"پلیز زمین۔ آئی ایم ریئلی ریئلی ویری سوری۔ آئی ڈونٹ مین ٹو ہرٹ یو۔ بلیو می۔ اس وقت ٹینشن میں وہ کچھ بول گیا جس کو سوچنے تک کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ پلیز نو ہرٹ فیلنگ۔"

اس کے آنسو سیدھے دل پر گر رہے تھے۔ ندامت کا اک کوہ گراں ایزد پر رکھ دیا گیا تھا جیسے۔ احسان کر کے جتانے کی عادت سے اسے سخت نفرت تھی مگر آج وہ خود اسی برائی کا ارتکاب کر بیٹھا تھا۔ کسی نے ٹھیک کہا ہے! انسان کے ظرف کی صحیح پیمائش غصے کی حالت میں ہوتی ہے۔

"نہیں۔ نہیں۔ مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں۔ آپ کو تو حق ہے بولنے کا۔ قصور تو میری قسمت کا ہے ایک بوجھ ایک ناگوار ذمہ داری بنا کر مجھے جبراً آپ کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ میری وجہ سے جو ذہنی اذیت آپ کو مل رہی ہے اس کا بخوبی اندازہ ہے مجھے۔"

ہتھیلی کی پشت سے آنسو صاف کرتے ہوئے وہ بہت رنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

"مگر میں کیا کروں۔ میں خود بہت ہیلپ لیس ہوں۔"

ایک بار پھر دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر وہ زار زار رو رہی تھی۔ ایزد لب بھینچے شکن آلود پیشانی سمیت اس کی طرف متوجہ تھا۔ ہر بار اسے زمین سے ہمدردی ہوتی تھی مگر آج اک عجیب سے احساس نے اسے گھیرا تھا۔ زمین کے الفاظ بھاری پتھروں کی طرح لگے تھے اسے۔

گہری سانس بھر کر اس نے سیٹ کی پشت سے سر ٹکا کر خود کو ریلیکس کیا۔ دونوں حالات کی ستم ظریفی کا شکار ہیں مگر وہ ایک مرد ہے توانا، باہمت اور مضبوط۔ زندگی کے تھپیڑے سہنے کی عادت ہے اسے جبکہ زمین ایک نازک قدرے بزدل، کم ہمت اور جلد ہار جانے والی ایک لڑکی ہے۔ اس کی قوت برداشت کے لیے واقعی بہت کڑی آزمائش ہے۔

اس کے لرزیدہ وجود اور گھنے بالوں والے جھکے سر کو دیکھتے ہوئے اس نے سوچا تو چہرے پر نرمی اور ملاحت کی لہریں اتر آئیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سب ٹھیک ہو جائے گا۔ جسٹ ریلیکس۔"

بہت دوستانہ حوصلہ بڑھانے والے لہجے میں کہتے ہوئے ایزد نے ہلکے سے اس کے سر کو تھپکا وہ ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

مستقل رونے سے چہرہ سرخ ہو رہا تھا آنکھوں میں تیرتے گلابی ڈورے رت جگا اور گریہ کی گواہی دے رہے تھے ایزد نے اسے ہونٹ کاٹتے ہوئے اپنی جانب دیکھتا پایا تو مسکرا کر ایک بار پھر اس کے سر پر اپنا مضبوط ہاتھ رکھ دیا اور اسے لگا جیسے وہ کسی گھنی چھاؤں میں آ گئی ہو آنسوؤں کے بہاؤ میں یکدم ٹھہراؤ آنے لگا۔

"ہم اچھے دوست بن سکتے ہیں نرمین۔ جب تک ایک بے نام سا سہی یہ رشتہ ہمارے درمیان ہے۔ مجھ سے کھل کر بات کیا کریں۔ اگر کل رات ہی آپ اتنی ہراساں ہونے کی بجائے مجھے بتا دیتیں تو میں وہیں صہیبہ سے آپ کی بات کرا دیتا۔ وہ جانتی ہے کہ میں آپ کی فیملی کے ساتھ یہاں آیا ہوں مگر بجائے اس کے کہ آپ اس سے تعارف کرائیں آپ نے فون ہولڈ کر دیا جس سے صہیبہ نے نجانے کیا سوچا کہ...... اینی وے۔"

نرمین حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی ذرا دیر پہلے والے اشتعال کی نسبت اب وہ بہت نرمی سے گویا تھا اس کی مسکراہٹ میں یکدم کمی آنے لگی۔ گہری سانس بھر کر اس نے بات یونہی ادھوری چھوڑی اور ایک سنجیدہ مسکراہٹ اس کے لبوں پر آ رکی۔

"آئی کین آئی ایم سوری فار مائی ورسٹ بی ہیویئر۔ (میں دوبارہ معذرت خواہ ہوں اپنے بدترین رویے کے لیے) پلیز یہ آنسو صاف کر لیں۔"

اس کی بار بار کی معذرت پر وہ اور شرمندہ ہو رہی تھی لہٰذا اس کے ہاتھ سے ٹشو لیتے ہوئے خود کو نارمل کرنے لگی۔

امی اور تمام گھر والوں کا سامنا کرنے سے پہلے اس نے خود کو بہت حد تک ٹھیک کر لیا۔ کچھ ایزد کی بریفنگ کا بھی نتیجہ تھا۔ وہ قدرے پرسکون ہو کر اپارٹمنٹ کی لفٹ میں داخل ہو گئی تو ایزد نے مطمئن ہو کر اسحاق صاحب کے آفس کے راستے پہ گاڑی ڈال دی۔

● ● ●

زندگی میں شاید ہی کچھ ایسا وقت آیا ہو۔ جب یاور صاحب نے کسی کا مطالعہ کرنے کی ضرورت محسوس کی ہو۔ حتیٰ کہ اپنی شریک حیات زہرہ بیگم کو بھی وہ بس اس حد تک ہی جانتے تھے کہ وہ ان کی کزن ان کی بیوی اور بچوں کی ماں ہیں۔ ان کے ماضی سے واقف ہونے کے بعد تو فاصلے اور بھی بڑھ گئے تھے۔

ہاں مگر آج وہ سب کو بغور دیکھ رہے تھے جانچ رہے تھے۔ بالخصوص نرمین کی طرف ان کی گہری نظریں اٹھتیں تو کئی منٹ تک مرتکز ہی رہتیں۔ اس کے چہرے پر بظاہر جتنا سکون تھا آنکھوں میں اسی قدر اضطراب اور تلاطم محسوس ہو رہا تھا۔

ان کا خیال رکھتے ہوئے، کبھی پھل کاٹ کر دیتے ہوئے، ہنستے مسکراتے ادھر ادھر کی خوش آئند باتیں کرتے ہوئے بھی اس کی پلکوں پر ٹھہری نمی چمکتی نظر آ رہی تھی۔ انہیں احساس ہو رہا تھا کہ نرمین کی طرف دیکھتے ہوئے زہرہ بیگم بھی بہت دلگرفتہ ہو جاتی تھیں۔ شرمین اور سمیر بھی اس سے کھل کر بات نہیں کرتے تھے مبادا یاور صاحب کے سامنے وہ ضبط کی طنابیں چھوڑ بیٹھے۔

ان چاروں کے چہرے پر شدید ضبط اور برداشت کی تحریر لکھی نظر آ رہی تھی جسے چھپانے کی خاطر وہ حتی المقدور خود کو خوش ظاہر کرتے۔ ایزد کا رویہ بھی کسی حد تک ایسا ہی تھا بجھا بجھا اور غیر معمولی سنجیدگی لیے ہوئے شاید وہ ان کے لیے بہت متفکر رہتا تھا۔

"کہیں ایسا کچھ غلط تو نہیں ہو گیا جس نے سب کے چہرے سے مسکراہٹ چھین لی ہے۔"

اس وقت بھی فزیو تھراپی سے فارغ ہو کر وہ زہرہ بیگم کے صد اصرار پر سوپ پیتے ہوئے سامنے بیٹھی نرمین کو دیکھ رہے تھے جس کی نظریں کسی غیر مرئی نقطے پر ٹکی ہوئی تھیں۔ بظاہر بڑی بڑی کھڑکیوں پر لہراتے پردے اس کے زیر نگاہ میں تھے مگر انہیں اچھی طرح احساس ہو رہا تھا کہ وہ کچھ اور سوچ رہی ہے۔ ایسی سوچ جس نے اس کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چہرے پر تشویش اور تاسف پھیلا دیا تھا۔ وہ ایک بار پھر گہری سوچ میں پڑ گئے۔

• • •

دادی بننے کی خوشی میں ثمر بیگم آج کل خاصی مسرور نظر آرہی تھیں گو کہ نیمو آپی نے اس کا ایک اچھی گائنا کولوجسٹ سے چیک اپ کروایا تھا مگر ثمر بیگم اسے ایک انتہائی کوالیفائیڈ اور لندن ریٹرن گائنا کولوجسٹ کے پاس لے گئیں۔

آج کل اس کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق اس کا لنچ بنوایا جاتا۔ اس کام کے لیے ایک کک بھی رکھ لی گئی تھی جو ماہر غذائیت بھی تھی۔ ساتھ ہی آرام اور دواؤں کا بھی خیال رکھا جاتا۔

شام میں واکنگ وغیرہ کے لیے اب انہیں اجازت لینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق اسے خوش رکھنے کی گویا فرہاد کو آزادی مل گئی تھی۔ البتہ رات میں وقت پر گھر واپسی اور مکمل نیند لینے کے لیے اسے گھڑی کی سوئیوں کے ساتھ چلنا پڑتا۔ جس پر زوہا تو اپنی صابر و شاکر طبیعت کے باعث آرام سے عمل پیرا تھی، فرہاد کبھی کبھی جھنجھلا جاتا۔

"افوہ آخر کیا مصیبت ہے۔ ماما کا حکم نہ ہوا جلاد کا فیصلہ ہو گیا۔ اگر دس بجے تک گھر نہ بھی پہنچے تو کیا ہو جائے گا۔ میرا موڈ ہے ڈنر باہر کرنے کا اور تمہیں جلدی ہے۔"

اس رات لانگ ڈرائیو کے نتیجے میں ساڑھے نو بج گئے تو وہ واپسی کے لیے شور مچانے لگی جس پر فرہاد جھلاہٹ کا شکار ہو رہا تھا۔

"جلدی کی بات نہیں۔ ان فیکٹ میں آنٹی کو ناراض نہیں کرنا چاہتی، دیکھیے نا اتنی مشکل سے تو وہ مانی ہیں اب ان کے حکم کے خلاف کر کے میں نہیں چاہتی کہ دوبارہ ان کی خفگی مول لوں۔"

اس کے ہاتھ پر اپنے نرم و نازک ہاتھ کا دباؤ ڈالتے ہوئے وہ بڑی رسانیت سے بولی تھی۔

"اور جو میں خفا ہو گیا تو کیا کرو گی، کچھ میری رضا کا بھی خیال ہے تمہیں یا نہیں۔ سارے وقت ماما کے خوف کی تلوار لٹکی رہتی ہے تمہارے سر پر۔"

فرہاد کے تیور آج کچھ تیکھے ہو رہے تھے کئی دن سے وہ چپ چاپ روبوٹ کی طرح ثمر بیگم کے احکامات اور زوہا کی التجاؤں کے باعث ضبط کر رہا تھا مگر لگتا تھا آج اس کے تحمل کا خول چٹخنے لگا ہے۔

"بات خوف کی نہیں ان کے رعب کی ہے۔ آخر آپ سمجھتے کیوں نہیں کہ ماما ہمارے بھلے ہی کے لیے تو یہ سب کہتی ہیں۔ باہر کا کھانا مجھے نقصان بھی تو کر سکتا ہے۔"

"فضول بکواس ہے یہ سب۔ دنیا میں ہزاروں عورتیں سال کے بارہ مہینے ریسٹورنٹس اور ہوٹلز میں ہی کھاتی ہیں۔ تو تمہارا کیا خیال ہے ان کے بچے صحت مند نہیں ہوتے۔"

وہ بہت زیادہ آف موڈ میں تھا۔ زوہا کچھ خفیف سی ہو گئی۔

"میں نے یہ تو نہیں کہا۔ میں تو صرف ماما!!"

"دیکھو زوہا۔ تم میری بیوی ہو۔ میری بات ماننا تمہارا پہلا فرض ہے۔ رہ گئیں ماما تو انہیں تو شروع سے ڈکٹیٹ کرنے کی عادت ہے۔ بٹ وی آر کوائیٹ گرون اپ ناؤ۔ (لیکن ہم اب خاصے بڑے ہو چکے ہیں) اپنے فیصلے خود کر سکتے ہیں۔ اپنا برا بھلا خود بہتر جان سکتے ہیں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم اور میں ایک دوسرے کی خوشی کو سمجھیں اور ایک دوسرے کا مان رکھیں۔"

اس کی بات تیز لہجے میں کاٹتے ہوئے وہ غیر معمولی سنجیدگی سے بولا تھا۔

"تو کیا ماما کی بات ماننا چھوڑ دوں۔" وہ فرہاد کے اس ردعمل سے کچھ گھبرا گئی تھی بے چارگی سے پوچھ بیٹھی۔

"سب نہیں۔ مگر کچھ باتیں پلیز اور میرا خیال ہے کہ مجھے ان "کچھ" باتوں کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔"

معاً اس کا سنجیدہ لہجہ زوہا کے سراسیمہ تاثرات کے باعث شگفتہ اور معنی خیز ہو گیا تھا اور وہ جو بہت ترددا فکر مندی سے اسے دیکھ رہی تھی یکدم جھینپ کر نظر چرا گئی۔

• • •

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"علی ولا" کے داخلی گیٹ سے اندر آتے ہوئے وہ حد درجے آزردہ لگ رہی تھی۔ صبح والے واقعہ نے اب ذہن پر تسلط جما رکھا تھا۔ کئی بار خیال آیا کہ دوبارہ فون کرے یا ہمدانی ہاؤس بی بی جان سے بات کر کے دیکھے کوئی ایسی بات پتا چل سکے جس سے دل کو سکون آجائے مگر جب تک وہ اس جذباتی کشمکش سے باہر نہ آجاتی تک کوئی عملی قدم اٹھانا نہیں چاہ رہی تھی۔

دوپہر تک اپنے کمرے میں بیٹھی وہ ان ہی سوچوں کی یلغار میں جکڑی رہی۔ دل کچھ کرنے کو نہیں چاہ رہا تھا مگر جان کے فون پر اسے اٹھنا ہی پڑا۔ آج کئی دن بعد انہوں نے خود فون کیا تھا۔ وہ بے اختیار سی ہو گئی۔ گو کہ دوران گفتگو اس نے حد درجے خود کو کمپوزڈ رکھا تھا مگر جانے کیوں داجان کو یہ شک ہو گیا کہ وہ کچھ اپ سیٹ ہے وہ بضد ہو گئے کہ فوراً "علی ولا" آجاؤ۔

"نہیں داجان میں بالکل ٹھیک ہوں۔ بس ذرا سر میں درد ہے۔" اس نے تاویل دی جس کے جواب میں وہ یقین سے بولے تھے۔

"سر میں درد بلاوجہ نہیں ہوتا یقیناً" کوئی ٹینشن لے رکھی ہے تم نے۔ میں تمہیں جانتا ہوں۔ یہ چھوٹے موٹے درد تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

لہٰذا جواب یہی ہو گئی تو یہی سوچا کہ ان کے پاس ہی چلی جائے تاکہ ان کے یقین کو گمان میں بدل سکے۔ لہٰذا اب یہاں موجود تھی۔ راستے بھر وہی خیالات ذہن کو اپ سیٹ کرتے رہے اس لیے چہرے پر بھی ان کا عکس تھا کہ سامنے سے آتے خان بابا کو دیکھ کر اس نے لاشعوری طور پر خود کو سرزنش کی اور حسب عادت ہنس کر ان کو سلام کیا اندر چلی آئی۔

"السلام علیکم داجان!" کوشش کرنے سے لہجے میں وہی بے ساختگی اور شگفتگی پیدا ہو گئی تھی۔

"وعلیکم السلام۔ کیسی ہو؟" سر پر ہاتھ پھیر کر انہوں نے اسے بغور دیکھا۔

"بالکل ٹھیک۔"

"لگ تو نہیں رہا۔"

"کیا مطلب؟" وہ قصداً" تجاہل سے بولی تھی۔

"مطلب یہ کہ۔۔۔ خیر۔۔۔۔" وہ جانے کیا کہتے کہتے بات بدل گئے۔ "یہ بتاؤ ایزد میاں کب واپس آرہے ہیں ملک سے۔" بڑا غیر متوقع سوال تھا۔ لیکن چونکہ اسے معلوم تھا کہ وہ ایزد سے متعلق ضرور پوچھیں گے لہٰذا اب انداز نارمل ہی رکھا۔

"غالباً" اسی مہینے۔" قصداً" ان کی طرف دیکھنے سے احتراز کرتے ہوئے وہ ریموٹ سے ٹی وی آن کر کے چینل بدلنے لگی۔ داجان نے اس کی عدم توجہی بالخصوص نوٹ کی تھی۔

"غالباً" کیوں؟ کیا تمہیں کنفرم معلوم نہیں۔"

ان کا لہجہ یکدم کھوجنے والی گہرائی لیے ہوئے تھا وہ چونک کر سنبھلی۔

"نہیں۔ جب تک ان کے انکل۔۔۔ وہ کیا نام ہے ہاں یاور صاحب کی طبیعت ٹھیک نہیں ہو جاتی ایزد کو وہاں کی ارینجمنٹس خود کرنی ہوں گی اس لیے دیکھیے کتنا وقت لگتا ہے۔" شانے اچکا کر اس نے مسکرانے کا تاثر دیا تھا۔

"ہوں' یہ تو ایک نارمل سی بات ہے پھر کس لیے اتنی ڈپریسڈ ہو۔" گہری سانس بھر کر انہوں نے اچانک ہی اس سے پوچھا تو وہ ششدر رہ گئی مگر مضبوط لہجے میں بولی۔

"میں نے کب کہا کہ میں ڈپریسڈ ہوں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں داجان۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ تم ٹھیک ہو؟"

"آف کورس داجان۔" مصنوعی مسکراہٹ لبوں پر سجائی تھی اس نے۔

"تو پھر مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ تم کوئی بہت بڑی پریشانی چھپا رہی ہو سب سے؟" ان کے لہجے میں یقین اور ... تھی وہ بے ساختہ نظر جھکا گئی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اس لیے کہ آپ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں اور محبت انسان کو وہمی بنا دیتی ہے۔ آپ بھی وہمی ہو گئے ہیں۔"

پھر ہنستے ہوئے ان کے گھٹنے پر سر ٹکا کر وہ اپنا چہرہ ان کی نظروں سے اوجھل کر گئی جو اس لمحے سب کچھ بتانے پر تل گیا تھا۔ آنکھوں میں آئی نمی اس نے سرعت سے دوپٹے میں جذب کر لی تھی۔

● ● ●

ادھر ایزد نے آفس کے کام سے فارغ ہوتے ہی "سفینہ لاج" فون کیا تو مدحت سے پتا چلا کہ وہ دا جان کی طرف گئی ہے تو اس نے ادھر ادھر کی باتیں کر کے فون رکھ دیا۔

ویسے تو یہ ایک عام روٹین تھا کہ وہ دا جان کے یہاں اکثر آتی جاتی رہتی تھی مگر بطور خاص آج کے روز ایزد کو لگا کہ وہ قصداً اس سے بات نہیں کرنا چاہ رہی اسی لیے علی ولا چلی گئی ہے۔

وہ کچھ سوچ میں پڑ گیا تھا۔ علی ولا کا نمبر ڈائل کیا مگر جانے کیا سوچ کر کریڈل دبا دیا۔ بعض معاملات آمنے سامنے ہی طے کیے جائیں تو بہتر ہوتا ہے۔ اسے لگا اتنے فاصلوں سے کی جانے والی فون کال شاید صبیحہ کے دل میں پڑ جانے والی گرہ صاف نہ کر سکے۔

مدحت نے اسے بتا دیا تھا کہ صبح سے صبیحہ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی وہ آج یونیورسٹی بھی نہیں گئی کہ جب دا جان نے بہت اصرار سے بلایا تو اسے جانا ہی پڑا۔

وہ اس امر سے واقف تھا کہ دا جان سے اس کے بہت زیادہ دوستانہ قسم کے مراسم ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس نے آج کے واقعے کا تذکرہ ان سے کر دیا ہو۔

"نہیں، نہیں۔ وہ ایسا نہیں کر سکتی۔ بھلا ابھی اسے معلوم ہی کیا ہوا ہے۔"

شام ڈھلے تک وہ آفس میں بیٹھا کتنے ہی قیاس لگاتا اور ان کی نفی کرتا رہا اور جب تھک گیا تو گاڑی نکال لایا۔ طالب علمی کے زمانے میں اسے اس شہر سے ایک والہانہ انسیت ہوتی تھی مگر اب کی بار جیسی ہر شے اجنبیت کا لبادہ اوڑھ لیا تھا۔ شہر میں شام کے اترتے ہی روشنیوں کی چکا چوند اتر آئی تھی۔ خوبصورت چکنی سڑک پر ٹریفک رواں دواں تھا مگر اسے ہر طرف ایک گہری ویرانی ایک بیزار اداسی رچی محسوس ہو رہی تھی۔

خیالات کی یورش میں اسے پتا ہی نہیں چلا اور وہ اپنے اپارٹمنٹ چلا آیا۔ حتیٰ کہ دروازہ ان لاک کر کے اندر داخل ہوتے ہوئے بھی اسے یاد نہیں آیا کہ اسے زمین کو پک کرنا تھا۔ درحقیقت اس وقت صبیحہ کے متعلق سوچتے ہوئے ایک بار پھر وہ کچھ متفکر ہو چلا تھا اور اسی دھیان میں زمین کا خیال نہیں رہا۔ اس وقت چونکا جب سامنے صوفے پر رکھے لیڈیز پرس پر نظر پڑی۔

"اوہ۔ زمین۔" "معاً" اسے خیال آیا۔

دوبارہ جانے کا کئی بار ارادہ کر کے بھی جب دل راضی نہ ہوا تو اس نے نہ جانے کا فیصلہ کرتے ہوئے فون سیٹ اٹھا کر صوفے پر رکھ لیا۔

فون سمیر نے ریسیو کیا تھا ایزد سے سلام دعا کر کے یاور صاحب کو ریسیور تھما دیا تو وہ کتنی ہی دیر ادھر ادھر کی باتوں میں وقت ضائع کرتا رہا بالآخر کہنا ہی پڑا۔

"ان فیکٹ انکل آج میں بہت تھک گیا ہوں۔ زمین کو آج اپنی طرف ہی رکھیے کل شام واپسی پر انہیں ساتھ لے کر لوں گا۔"

"مگر ہم تو ڈنر پر تمہارا انتظار کر رہے تھے برخوردار۔"

یاور صاحب کچھ ٹھٹک سے گئے تھے البتہ جب بولے تو لہجے کو نارمل ہی رکھا۔

"اوہ۔ آئی ایم سوری انکل چلیے کل جوائن کر لوں گا آپ لوگوں کو۔ پلیز مائنڈ مت کیجیے گا۔ او کے۔"

سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس نے گویا بات ہی ختم کر دی تو یاور صاحب نے بردباری سے خدا حافظ کہہ کر فون رکھ دیا اور بے ساختہ زمین کی طرف مڑے۔

وہ ان کی طرف ہی متوجہ تھی گفتگو سے اندازہ ہو گیا تھا کہ ایزد نے کیا کہا ہے۔ حافظے میں کل رات کا واقعہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھا اس لیے غیرارادی طور پر طمانیت اتر آئی محسوس کی تھی اس نے جو یاور صاحب کی عمیق نظروں سے بھی چھپی نہ رہ سکی تھی۔

"کیا بات ہے۔ ایزد کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے کیا؟"

وہ براہ راست زرمین سے مخاطب تھے اس کی تو جیسے جان پر بن آئی تھی۔ امی جی سمیرا اور شرمین بھی بے ساختہ اس کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

"نہیں۔۔۔۔ تو۔ بالکل ٹھیک ہیں وہ۔"

"تو کیا تم سے کسی بات پر Clash ہوا ہے؟" آج کئی دن بعد وہ قدرے سخت لہجے میں تفتیشی انداز اختیار کیے ہوئے تھے۔ زرمین کے ہاتھ پیر ٹھنڈے پڑنے لگے نظریں جھکا کر سر نفی میں ہلا دیا۔

"نہیں تو ابی۔"

"تو پھر ایزد نے تم سے بات کرنے کے لیے کیوں نہیں کہا۔ حتیٰ کہ تم نے بھی ایسی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی۔ بیٹا زرمین مجھے لگتا ہے کہ جیسے تم کچھ چھپا رہی ہو۔"

تجزیاتی لب و لہجے میں کہتے کہتے انہوں نے معاً اس سے سوال پوچھ ڈالا تو وہ چکرا سی گئی۔ "آف کورس ناٹ ابی۔ بلیو می۔ ایسا کچھ نہیں۔ وہ تو۔۔۔۔" وہ اٹک سی گئی۔

"ہاں ہاں بولو۔" ان کا انداز سراسر اعتماد بحال کرنے والا تھا۔

"وہ تو میں نے ہی ایزد سے کہا تھا کہ مجھے آپ کے پاس چھوڑ دیں۔ آپ سے باتیں کرنے کا دل چاہ رہا تھا۔"

جھوٹ اور وہ بھی ابی سے۔ اس کی حالت غیر تھی بمشکل اٹک اٹک کر وہ کہہ سکی تھی۔ یاور صاحب لب بھینچے اسے گہری نظروں سے دیکھنے لگے پھر نرم سی مسکراہٹ ان کے لبوں پر آ رکی۔ شرمین نے اسے دیکھا تو مایوسی سے سر ہلا دیا جو کہ اب تک سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"اتنے بڑے بڑے معرکے اور اس کمزور اور بزدل لڑکی کے لیے۔ خدایا رحم کر اس پر بھی اور ہم پر بھی۔"

ابی اور ایزد سے ان کا یکساں خوفزدہ اور سہما ہوا رہنا شرمین سے زیادہ کون جانتا تھا اور آج کل ان ہی دونوں کے سامنے نہ صرف اسے جھوٹ بولنے پڑتے تھے بلکہ اس جھوٹ کو نبھانے کے لیے کڑی مشقت بھی کرنی پڑتی۔

"چلو ٹھیک ہے آج یہیں رک جاؤ۔ مگر بیٹا ایک بات یاد رکھو کہ شادی کے بعد لڑکی کا اصل گھر اس کے شوہر کا گھر ہوتا ہے اور ایزد کا گھر ہی۔"

"چلیں چھوڑیے بھی۔ بچی آپ سے ملنے آئی ہے اور آپ نے نصیحتیں شروع کر دیں۔ چلو آؤ بیٹا زرمین ادھر آ کر میرے پاس بیٹھو۔"

یاور صاحب کی باتیں زرمین کے چہرے کا رنگ اڑانے لگیں تو بیگم زہرہ کو مداخلت کرنی ہی پڑی۔ زرمین کو انہوں نے جس لگاوٹ سے بلایا وہ چپ چاپ ان کے پاس آ بیٹھی۔

یاور صاحب ہلکے سے مسکرا کر چپ ہو رہے۔ تاہم اب بھی ان کی نظریں زرمین پر اور ذہن اسی سوچ پر ٹکا ہوا تھا کہ آخر ایزد اور زرمین کے درمیان اتنے فاصلے کیوں محسوس ہوتے ہیں۔ اگر یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ اس کے والدین اس امر سے ناواقف ہیں۔ یا ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ ایزد نے اپنے والدین سے تذکرہ کر دیا ہو اور انہیں ان کا یہ فعل پسند نہیں آیا ہو؟

"کچھ بھی ہے مجھے یہ معلوم کرنا ہی پڑے گا کہ آخر وہ کیا عوامل ہیں جنہوں نے میری بیٹی کی خوشیوں کو ادھورے پن کا شکار بنا دیا ہے۔"

دل میں مصمم فیصلہ کرنے کے بعد وہ بہت مطمئن ہو گئے اور اپنے خیالات سے باہر نکلتے ہوئے ان چاروں کی گفتگو میں حصہ لینے لگے۔ البتہ زیادہ دیر بیٹھ نہ سکے۔ کمزوری کے باعث لیٹنا پڑا۔

● ● ●

"صبیحی۔ سنو۔ کیا بات ہے کل سے بہت اپ سیٹ' چپ چپ ہو' خیریت تو ہے نا۔ کہیں کل دا جان نے کچھ کہہ تو نہیں دیا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جس وقت وہ بظاہر "حمیراللہ" کے صفحوں پر نظر دوڑا رہی تھی ذہن کال والے واقعہ میں الجھا ہوا تھا۔ جانے وہ لڑکی کون تھی؟ اور اس نے ایزد کو بتایا بھی کہ نہیں؟ اور اگر بتا دیا تھا کہ فون صبیحہ کا ہے تو اس نے کال بیک صرف ایک بار ہی کی؟ دوبارہ کیوں نہیں؟

آج پورا دن اسی انتظار میں گزر گیا تھا۔ اب تو شام ہو رہی تھی اور اس کی امید دھیرے دھیرے ختم ہوتی جا رہی تھی اور سوالات کا دائرہ تھا کہ بڑھتا جا رہا تھا۔

مدحت اس کے اور اپنے لیے لیمونڈ بنا کر لائی تھی اسے یونہی گم سم پایا تو قریب بیٹھتے ہوئے بہت تردد سے استفسار کیا۔ جواباً وہ ایک لمحے کے لیے اسے کچھ نہ سمجھ پانے والی نظروں سے دیکھتی رہی پھر یکدم مسکرا دی۔

"پاگل ہو گیا؟ راجان بھلا مجھے کیا کہیں گے اور کیوں کہیں گے کچھ؟" اس کی سنجیدہ اور پژمردہ سی مسکراہٹ مدحت نے واضح شدت سے محسوس کی تھی۔

"تو پھر کیا مسئلہ ہے؟" لیمونڈ (Lemonade) کا گلاس اسے تھماتے ہوئے وہ پھر سوالیہ ہو گئی تھی۔ صبیحہ نے قصداً گہری سانس بھر کر اسے یوں دیکھا جیسے کہہ رہی ہو کہ "تم بھی کیا بیکار باتیں کرتی ہو۔"

"کوئی مسئلہ نہیں ہے بابا۔ کل صبح سے طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور بس۔ موسم بھی تو دیکھو ذرا کراچی کا۔ کوئی کل سیدھی ہے اس کی۔ بس اس وجہ سے مجھے کل زکام ہو گیا تھا۔" لیمونڈ کا گلاس فوراً لبوں سے لگاتے ہوئے اس نے نظر جھکا لی تھی۔

"یہی بات ہے یا ایزد بھائی سے بات نہ ہو سکنے کا افسوس ہے۔"

مدحت نے یکدم معنی خیزی سے پوچھا تو وہ دل جلانے والے انداز میں مسکرا کر اس کی طرف قدرے جھکی۔

"کچھ کچھ ایسا بھی ہے۔" کہہ کر بے ساختہ کھو کھلا سا قہقہہ لگا کر ہنسی تو مدحت بھی ہنس پڑی۔ اس لمحے ثمو بھائی مون کے ساتھ چلی آئیں جو اس وقت آئس کریم کھانے کی ضد کر رہا تھا۔ مدحت مون کو پیار سے سمجھانے لگی تو وہ بھابھی اور اسے احساس دلائے بغیر وہاں سے چلی آئی۔

● ● ●

"تو بس پہلی ہی فلائیٹ کی سیٹیں کنفرم کرا دیں۔ ہم لوگ پیکنگ شروع کر دیتے ہیں۔ ہوں۔ او کے۔ مجھے شام تک کال بیک کریں آئی ول بی ویٹنگ۔" (میں انتظار کروں گا) موبائل آف کرتے ہوئے یاور صاحب کے ماتھے پر شکنوں کا جال گہری سوچ ظاہر کر رہا تھا۔

زہرہ بیگم دروازے سے اندر آتے آتے اک لمحے کو تو رک ہی گئیں۔ سوپ کا باؤل ہاتھ میں تھامے وہ بالکل ساکت رہ گئی تھیں اس خبر سے۔ خبر جتنی غیر متوقع تھی اتنی ہی اس کی شدت سے وہ آشنا تھیں۔ فکرمندی ان کی آنکھوں سے جھلک رہی تھی۔

"ارے کیا ہوا۔ اندر آ جاؤ زہرہ۔ کیا اب اندر آنے کے لیے بھی ہماری اجازت لو گی۔" یاور صاحب کی نظر بلا ارادہ اس طرف اٹھی تو انہیں فوراً پکارا۔ جس پر وہ ایک پھیکی سی مسکراہٹ لبوں پر آراستہ کرتی چلی آئیں۔

"کیا بات ہے۔ بہت خوش لگ رہے ہیں۔"

"ہوں۔ بات ہی ایسی ہے کہ سب خوش ہوں گے۔"

سوپ کا باؤل ان کے سامنے موونگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے زہرہ بیگم نے بہت توجہ سے انہیں دیکھا تھا۔ فطری طور پر ان کی سوالیہ نظریں یاور صاحب پر آ رکیں۔

"کیا بات ہے ایسی ہمیں بھی بتائیں۔"

"ہم سب اسی ہفتے پاکستان واپس جا رہے ہیں۔"

"اوہ تو گویا انہوں نے ٹھیک سنا تھا۔" زہرہ بیگم اس عجلت پر کچھ پریشان ہو اٹھیں۔

"مگر اتنی جلدی کیا ہے۔ آئی مین پہلے آپ کا ٹریٹمنٹ تو پورا ہو جائے ابھی ڈاکٹر نے۔۔۔۔"

"میں نے ڈاکٹر ایرک ایڈمن سے بات کر لی ہے زہرہ۔ اب مجھے صرف فزیو تھراپی اور میڈیسن کی ضرورت ہے۔ رہ گئی ہفتہ وار چیک اپ اور اسکیننگ کی بات تو اب کراچی میں بھی کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔ میرا پورا کیس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ریلز ہو چکا ہے وہاں۔" وہ ازحد مطمئن تھے زہرہ بیگم سے کوئی تاویل بن نہ پڑی۔ ان کی بات ادھوری رہ گئی تھی اس لیے پھر بولیں۔

"وہ تو سب ٹھیک ہے مگر اس قدر جلدی کی کیا ضرورت ہے۔"

"ضرورت ہے زہرہ۔ بہت ضرورت ہے۔" یاور صاحب نے کسی قدر تیزی سے کہا تھا لہجہ گہری سوچ کا عکس تھا۔ بیگم یاور چند ثانیے انہیں دیکھتی رہیں اور سمجھنے کی کوشش کرنے لگیں کہ آخر یہ جملہ کس تناظر میں کہا گیا ہے۔

"آخر کس لیے۔ ایسا کون سا کام منتظر ہے وہاں اور اگر ہے بھی تو ایزد کو بھیج دیں وہ دیکھ بھال کر لیں گے۔"

"سب سے اہم کام تو ایزد اور نرمین کی شادی کا ہی ہے زہرہ اور میں جلد از جلد ہمدانی اور بھابھی سے مل کر اس معاملے کو پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ تمہیں اندازہ نہیں کہ یہ مسئلہ مجھے کس طرح دن رات پریشان رکھتا ہے۔"

وہ بہت سنجیدگی اور قدرے فکرمندی سے بول رہے تھے۔ زہرہ بیگم نے تسلی دینا مناسب سمجھا۔

"مگر کیوں یاور۔ ایزد بہت اچھے ہیں نرمین بھی ٹھیک ہے ان کے ساتھ تو پھر۔۔۔"

"نہیں زہرہ نہیں۔" یکدم انہوں نے پھر زہرہ بیگم کی بات کاٹ دی تھی۔ لہجے کی تیزی تشویش اور پریشانی کی غماز تھی۔ معاً انہوں نے بے حد گہری نظروں سے زہرہ بیگم کو قدرے رک کر دیکھا تھا وہ کچھ چونک کر خفیف سی ہو گئیں۔

"ایک بات بتاؤ کیا تمہیں وہ نظر نہیں آتا جو مجھے دکھائی دے رہا ہے۔" لہجے میں حد درجے معنی خیزی اور سنجیدگی تھی۔ بیگم یاور نظر چرا کر سوپ ان کی طرف بڑھانے لگیں جسے انہوں نے اشارے سے منع کر دیا۔

"کون سی بات؟"

"یہ ہی کہ ایزد اور نرمین اب تک ایک دوسرے کے ساتھ ایڈجسٹ نہیں ہو سکے ہیں۔"

"آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟" گو کہ وہ متعجب رہ گئی تھیں مگر سرسری انداز میں پوچھا۔

"دنیا دیکھی ہے میں نے زہرہ۔ خوشی آنکھوں سے چھلکتی ہے۔ جبکہ نرمین کی اک اک نگاہ اس کی پریشانی اور فکر بھری زندگی کا فسانہ سناتی ہے اور یہ سب میں کئی دنوں سے نوٹ کر رہا ہوں۔ مجھے تو تم سب بھی بہت پریشان نظر آتے ہو۔ یقیناً تمہیں بھی ان دونوں کے کشیدہ تعلقات کا احساس ہے۔" وہ جتنے بے خبر نظر آتے تھے اتنے تھے نہیں۔ زہرہ بیگم چپ سی ہو گئیں۔

"مگر تم نے مجھ سے کبھی یہ بات کرنے کی کوشش نہیں کی۔ شاید تم نے اب تک مجھے معاف نہیں کیا۔ میں اب وہ پہلے والا یاور نہیں زہرہ۔ جو تمہارے دکھوں اور پریشانیوں کو اہمیت نہ دوں۔" وہ دکھ سے کہہ رہے تھے بیگم یاور جیسے تڑپ سی گئیں۔

"خدا ایسا نہیں ہے یاور۔ در حقیقت میں آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ یوں بھی یہ شادی جن حالات میں ہوئی ممکن ہے وہ دونوں اس وجہ سے ایڈجسٹ نہ ہو پا رہے ہوں۔ آپ کچھ بھی کہیں ایزد اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا ہے۔ ممکن ہے انہوں نے اور ایزد نے کچھ اور سوچ رکھا ہو اس بارے میں۔" بمشکل وہ کہہ گئی تھیں۔

یاور صاحب نے قدرے استعجاب سے ان کی طرف دیکھا۔

"آپ اتنے حیران کیوں ہو رہے ہیں۔ کیا ہمدانی بھائی اور بھابھی نے آپ کے خیال میں اب تک اپنے بیٹے کے لیے کچھ نہیں سوچا ہو گا۔ ہو سکتا ہے ایزد کی بھی کہیں کمٹمنٹ ہو۔"

نرم اور دھیمے لہجے میں انہوں نے وہ بات کہہ ڈالی جو کئی دن سے وہ کہنا چاہ رہی تھیں۔

"ایزد اس طرح کا لڑکا نہیں ہے زہرہ۔ میں اس کے بارے میں تم سے بہتر جانتا ہوں۔ اس نے زندگی میں صرف اپنے والد کے خواب پورے کرنے کے لیے Struggle کیا ہے۔ ان فضولیات کے لیے اس کے پاس وقت ہی نہیں رہا۔ اس لیے تو میں نے اس کا انتخاب کیا تھا۔"

وہ کچھ اس یقین سے کہہ رہے تھے کہ بیگم یاور ایک لمحے کو مسکرا دیں پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے بولیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"فضولیات نہ سہی مگر یہ تو ممکن ہے کہ بھابھی نے کہیں اس کی بات طے کر رکھی ہو۔ اپنی فیملی میں ہی کہیں۔" یہ جملہ ناپ تول سے نکلا تھا ان کی زبان سے۔ اپنے لہجے کو حتی المقدور سرسری سا رکھتے ہوئے وہ رسان سے بول رہی تھیں۔ یاور صاحب کچھ الجھ کر انہیں دیکھنے لگے۔

"مگر ایسا کس طرح ہو سکتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہمدانی مجھے اور تم سب کو ضرور انوائیٹ کرتا۔" وہ کچھ سوچ کر یکدم کسی نتیجے پر پہنچتے ہوئے بولے تو زہرہ بیگم ان کی دائیں جانب آ بیٹھیں اور بہت سوچ سمجھ کر دھیرے دھیرے کہنے لگیں۔

"ایکسیڈنٹ سے پہلے آپ کئی دن کراچی سے باہر رہے ہیں یاور اور دنیا میں کچھ بھی ہونے کے لیے چند لمحے کافی ہوتے ہیں۔ محض چند لمحے۔"

● ● ●

"بس اسی لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ پاکستان جلد از جلد پہنچ کر یہ معاملہ سیٹل کر دوں۔ ممکن ہے ایزد اپنے والدین کی وجہ سے اپ سیٹ ہو اور اسی کے باعث زمین پریشان نظر آتی ہے۔"

یاور صاحب بیٹی کے لیے اس قدر متردد تھے کہ بیگم یاور کے چہرے پر پھیلتے تفکر کے سائے بھی نہ دیکھ سکے۔

"کہو کیا خیال ہے؟ متفق ہو مجھ سے؟" وہ پوچھ رہے تھے۔

"آپ نے متفق نہ ہونے کی کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔ تاہم اتنا ضرور کہوں گی کہ ایزد والے معاملے کو اتنی عجلت میں طے کرنے کی کوشش نہ کریں۔ بلکہ میں تو یہی کہوں گی کہ ہمدانی بھائی اور بھابھی سے ایزد کو خود ہی بات کرنے دیں۔ وہ یقیناً اس بارے میں اپنے والدین کو بہتر طور پر کنونس کر سکے گا۔"

گہری سانس بھرتے ہوئے زہرہ بیگم جیسے ہارے ہوئے لہجے میں بولیں کیونکہ یاور صاحب کے تیوروں سے اندازہ ہو چکا تھا کہ اب وہ اپنا فیصلہ تبدیل نہیں کریں گے۔

"کیوں۔ یہ بات تم کیوں کہہ رہی ہو؟"

وہ کچھ کھٹک گئے تھے اس بات سے زہرہ بیگم لمحے بھر کے لیے سٹپٹا گئیں۔

"اس لیے کہ میرے خیال میں جہاں ایزد نے ہماری مشکل کو انڈر اسٹینڈ کرتے ہوئے اپنے والدین کی غیر موجودگی میں اتنا بڑا قدم اٹھایا ہے اس طرح ہمیں بھی ان کی پریشانی کو سمجھنا چاہیے۔ ممکن ہے وہ خود اپنے والدین سے بات کرنا چاہتا ہو۔ آمنے سامنے۔ شاید اس لیے ابھی تک نہ آپ سے بات کرنے کے لیے کہا اور نہ مجھ سے۔"

"کیا ایزد نے تم سے ایسا کہا؟"

"نہیں کہا تو نہیں۔" وہ جھکی نظروں سے کہنے لگیں۔ "البتہ مجھے اس کے تیوروں سے ہی لگا یوں بھی اتنی دور سے وہ بھلا انہیں کیا سمجھا اور بتا سکتا تھا اور شاید آپ تو پاکستان جا کر بھی انہیں کنونس نہ کر سکیں۔ مجھے خدشہ ہے وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے ان کے بیٹے کو ٹریپ کر لیا ہے اور اسی لیے ہم اسے ـــــ"

"نہیں زہرہ۔ ہمدانی مجھے اچھی طرح جانتا ہے۔ اسے میری حدود کا اندازہ ہے۔"

وہ بات کاٹتے ہوئے قدرے تفکر اور تردد سے بولے تو زہرہ بیگم ان کے ماتھے پر پڑتی شکنیں دیکھ کر گھبرا گئیں۔ انہیں یہ سب نہیں کہنا چاہیے یہ سوچ ہی انہیں پریشان کر گئی۔

"یاور صاحب کے دل و دماغ پر ابھی کوئی بوجھ نہیں ڈالنا چاہیے۔" انہوں نے فیصلہ کیا اور بولیں۔

"لیجیے آپ تو واقعی پریشان ہو گئے۔ میں تو یونہی ایک بات ـــــ"

"نہیں زہرہ۔ تم نے واقعی ٹھیک کہا۔ سوچنے کو تو کوئی کچھ بھی سوچ سکتا ہے۔ میں نے اس پوائنٹ پر کبھی غور نہیں کیا مگر اب ہمیں اس معاملے کو بہت احتیاط سے ہینڈل کرنا پڑے گا۔ معاً" ان کی بات کاٹ کر یاور صاحب نے فیصلہ کن اور پر سوچ انداز میں کہا تو زہرہ بیگم ہونٹ کاٹتے ہوئے انہیں دیکھ کر رہ گئیں جو ایزد کو فون کرنے کے لیے موبائل کے بٹن پش کر رہے تھے۔ جانے وہ کیا کرنے جا رہے تھے۔

● ● ●

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یاور صاحب نے آخر اسے کیوں بلایا ہے۔ وہ بھی بطور خاص فون کر کے۔ فون ریسیو کرنے کے کئی منٹ بعد تک وہ یہ ہی سوچتا رہا اور جب کوئی قیاس دل کو لگ نہ سکا تو اٹھ گیا۔ اسحاق صاحب کے پاس وہ کچھ اہم آفیشل معاملات ڈسکس کرنے آیا تھا کہ فون آ گیا۔

اسے اکیلے تو بلایا نہیں تھا زمین کو بھی ساتھ لانے کا حکم تھا سو اسے پہلے اپنے اپارٹمنٹ سے اسے پک کرنا تھا۔ شام کو حسب معمول یاور صاحب کی طرف جانے کا ارادہ تھا اس لیے وہ زمین کو شام چار بجے کا کہہ آیا تھا مگر اس ایمرجنسی کال پر اسے دو بجے ہی گھر آنا پڑا۔

لاؤنج خالی پڑا تھا زمین غالباً "اپنے روم میں تھی۔ وہ ناک کر کے انتظار کرنے لگا مگر جب کوئی جواب نہ ملا تو خود ہی دروازہ کھول کر اندر چلا آیا۔ پردے سمٹے ہوئے تھے جس سے کمرہ روشن ہو رہا تھا۔ وہ غالباً "واش روم میں تھی۔

ایزد ابھی اسے پکار بھی نہ پایا تھا کہ اچانک وہ واش روم سے نکل آئی۔ شہد رنگ دراز بال کھلے ہوئے تھے۔ دوپٹے سے بے نیاز وہ بڑے مطمئن انداز میں باہر نکلی تھی کہ اسے سامنے پا کر بری طرح سٹپٹا گئی۔ غیر متوقع صورتحال تو ایزد کے لیے بھی تھی وہ بہت پھرتی سے مڑا تھا مگر اس دو سیکنڈ کے وقفے نے زمین کی جان پر بنا دی۔

بھیگی ہوئی کھلی زلفیں ایزد کی ایک نگاہ میں آ گئی تھیں گو کہ وہ رکا نہیں مگر کئی منٹ تک زمین کی سانسیں بحال نہ ہو سکیں۔ حتیٰ کہ اس کا "سوری" بھی کان میں نہ پڑ سکا۔

واش روم میں اسے دستک محسوس تو ہوئی تھی مگر مغالطہ سمجھ کر نظر انداز کر دیا تھا۔ باہر آ کر معلوم ہوا کہ ٹھیک ہی سنا تھا مگر ایزد اس وقت یہاں کیسے یہ ہی سوچ اسے کچھ فکر مند کر گئی۔

چینج کر کے جس لمحے وہ باہر آئی ایزد پشیمان سا لاؤنج میں موجود تھا۔ اپنی عجلت پر حد درجے خجالت محسوس ہو رہی تھی۔ اسے سامنے سے آتے دیکھا تو خود پر کنٹرول کرتے ہوئے اسے "فرمان شاہی" سنا ڈالا۔

اس صورتحال نے اور بھی بے زار کر دیا تھا، زمین کے لیے یہ اطلاع کچھ پریشان کن رہی۔ یہی وجہ تھی کہ وہاں پہنچنے تک وہ گہری سوچ میں غلطاں رہی۔ نجانے قسمت میں ابھی کتنی ٹھوکریں اور پریشانیاں باقی تھیں۔

وہ سب کھانے پر منتظر تھے سمیر اور یاور صاحب کے پاس ایزد رک گیا تو وہ امی جی اور شرمین کے پاس کچن میں چلی گئی۔

"خیریت تو ہے امی جی۔ ابی نے شارٹ نوٹس پر گھر کیوں بلوایا ہے۔"

متفکر سی وہ تشویش کا اظہار کر رہی تھی۔

"کوئی خاص بات نہیں بس واپسی کا پروگرام بنا رہے ہیں تمہارے ابی اسی لیے تمہیں۔۔۔"

"آپ سچ کہہ رہی ہیں امی جی۔"

بات قطع کرتے ہوئے اس نے بے ساختہ خوشی سے ان کا بازو تھام لیا تھا۔ زہرہ بیگم اس کی مسرت پر دھیرے سے مسکرا دیں۔

"ہوں۔ چلو آؤ پہلے آ کر کھانا کھا لو۔"

چاولوں کی ڈش اٹھا کر وہ باہر نکل گئیں تو وہ سامنے کھڑی شرمین کے کندھے پر سر رکھ کر طمانیت سے مسکرا دی۔ شرمین کا ہاتھ اس کے کندھے پر آ رہا تھا۔

"اف۔ اس خیال نے زندگی سی بھر دی ہے مجھ میں۔ اپنے ملک جانے کا خیال ہی کتنا فرحت بخش ہے نا شرمین۔" وہ آنکھیں بند کرتے ہوئے بول رہی تھی جواباً" شرمین ذو معنی لہجے میں بولی۔

"ہوں، مجھے معلوم ہے۔ کیوں یاد آتا ہے وطن اتنا۔"

"کیا مطلب؟" چونک کر سر اٹھاتے ہوئے اس نے استفسارانہ انداز میں اسے دیکھا تھا۔ جس کی شوخ مسکراہٹ اس کے جملے کا تناظر ظاہر کر رہی تھی۔

"جی نہیں۔ وہ بات نہیں ہے۔"

سرعت سے سمعان کا عکس اس کی آنکھوں سے جھانکنے لگا تھا۔

"تو پھر کیا بات ہے؟! اتنی بے چینی کس لیے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شرمین بہت خوشگوار موڈ میں تھی۔ نرمین بے ساختہ اسے سر اٹھا کر دیکھنے لگی۔

"میری بے چینی چھوڑو۔ یہ بتاؤ تم اتنی خوش کیوں نظر آرہی ہو؟ کہیں احد صاحب تو وجہ نہیں؟" سوال میں شوخی اور معنی خیزی بھی تھی۔ شرمین کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"کافی درست قیاس ہے۔ ان فیکٹ زارا اور احد کا فون آیا تھا کل رات۔"

سرگوشیانہ لہجے میں خوشی اور چھلکتے ہوئے جذبے تھے۔

"ہوں۔ تبھی یہ انار چھوٹ رہے ہیں گالوں پر۔"

اس کے رخسار چھوتے ہوئے وہ بھی مسکرا رہی تھی۔ شرمین یکدم شرارت سے بولی۔

"کہو تو یہ انار تمہارے رخساروں پر بھی کھلا دوں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ سمعان صاحب کی والدہ محترمہ کا آج صبح ہی فون آیا تھا۔ امی جی سے بہت معذرت کر رہی تھیں کہ کئی دنوں سے باوجود کوشش کے فون نہ کر سکیں۔ وہ کیا نام ہے ان کے چھوٹے بیٹے کا۔"

"سفیان۔ سیفی۔"

شرمین کے ذہن پر زور ڈالنے پر وہ بے ساختہ بولی تو شرمین شوخی سے ہنس پڑی۔

"ہاں وہی اُسے کچھ وائرل انفیکشن وغیرہ ہو گیا تھا۔"

"تو امی جی نے کیا کہا۔"

"امی جی نے کہا کہ دیر آید درست آید۔ یہی بہت ہے کہ آپ نے یاد کر لیا ورنہ بچی تو جان سے جانے والی تھی۔"

اس پر شوخی سوار تھی۔ نرمین جھینپ کر اسے دھمو کا جڑ گئی اور اسی وقت امی جی نے انہیں پکار لیا تو وہ دونوں اپنی اپنی مسکراہٹیں ضبط کرتی باہر آگئیں۔

سمیر کی کسی بات کا جواب دیتے ہوئے ایزد کی نظر بلا ارادہ سامنے کی طرف اٹھی تھی۔

سنجیدہ چہرے والی نرمین کے رخسار کسی اندرونی خوشی سے گلابی ہو رہے تھے لب یوں پیوست تھے ایک دوسرے سے جیسے ان میں کئی مسکراہٹیں دبا رکھی ہوں۔ آنکھوں میں چمک اور چہرے پر محجوب سی کیفیت تھی۔

اس کا یہ روپ شاید پہلی بار دیکھا تھا اس نے۔ طمانیت اور شگفتگی کا خوب صورت رقص جاری تھا آنکھوں میں۔ شرمین کی کسی سرگوشی پر وہ بے ساختہ مسکرائی تھی۔ مصنوعی سرزنش والی ادا سے اسے گھورا اور پھر ابی کے قریب آ ٹکی تھی وہ۔

ان کی خیریت پوچھتے ہوئے اس نے ان کے لیے پلیٹ میں چاول نکالے تھے۔ اس کی ایک ایک حرکت سے سرخوشی جھلک رہی تھی۔ ایک طمانیت کا احساس ہو رہا تھا۔

ایزد کو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ شرمین اور امی جی نے ایسا کچھ ضرور کہہ دیا ہے۔ جس سے وہ کھل سی گئی ہے۔ ورنہ کچھ دیر پہلے گاڑی میں اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی وہ سخت ذہنی خلفشار کا شکار لگ رہی تھی۔

"ایسی کیا بات ہو سکتی ہے؟" وہ ہر چہرہ کھوجنے لگا۔

ہر کوئی مطمئن اور قدرے خوش نظر آرہا تھا سوائے زہرہ بیگم کے وہ جانے کس ادھیڑ بن میں مصروف تھیں کہ کھانا بھی برائے نام ہی کھا رہی تھیں شرمین کے ٹوکنے پر بھی ان کی کیفیت تبدیل نہ ہو سکی تھی۔

اس کی الجھن کا سرا ابھی مل ہی گیا۔ کھانے کے بعد ادھر ادھر کی باتوں میں وقت گزارنے کے بعد یاور صاحب بالآخر اس موضوع کی طرف آگئے۔

"ہاں بھئی ایزد۔ پھر کیا سوچا ہے آپ نے پاکستان چلنے کا ارادہ ہے یا نہیں؟" سوال چونکہ بہت اچانک تھا اس لیے ایزد قدرے چونک کر چند ثانیے انہیں دیکھتا ہی رہا۔ نرمین بہت توجہ سے دونوں کی جانب متوجہ تھی۔

"جی۔۔۔ جیسا آپ ٹھیک سمجھیں انکل۔ یوں بھی بابا اور بی بی جان سے ملے کافی دن ہو گئے ہیں مجھے۔۔۔ میں تو آپ کی صحت یابی کا منتظر تھا ورنہ کئی بار ارادہ کیا واپس جانے کا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بہت رک رک کر سنبھل کر جواب دیا تھا اس نے۔ یاور صاحب کی پرسوچ نظریں اس پر ٹکی ہوئی تھیں اور زمین کی پرامید نگاہیں اسے اپنے اردگرد چکراتی محسوس ہو رہی تھیں۔

"ہوں۔ میں بھی اکتا گیا ہوں یہاں۔ بزنس کی تمام امپورٹنٹ ڈیلنگز تو مسٹر اسحاق نے تمہاری ہیلپ سے کر لی ہیں جن کی خاطر میں یہاں آیا تھا۔ لہٰذا اب یہاں رہنے کا کوئی خاص مقصد نہیں۔"

یاور صاحب اس کی بات پر بہت سنجیدگی سے گویا ہوئے۔

"مگر ابھی آپ کی صحت ——"

"میں ٹھیک ہوں ایزد اور اسی لیے میں نے اس ہفتے پاکستان جانے کا پروگرام فائنل کر دیا ہے۔ تم سب بچوں کو جو جو شاپنگ کرنی ہے کر لو۔ گھومنا پھرنا ہے تو خوب گھوم پھر لو ابھی وقت ہے تمہارے پاس۔"

انہوں نے گونجدار آواز میں اس کا عذر نظرانداز کرتے ہوئے قدرے مسکرا کر کہا تو وہ کچھ کھٹک سا گیا۔

"مگر انکل آخر آپ کو اس قدر جلدی کیا ہے؟؟"

"جلدی ہے ایزد تم نہیں سمجھو گے بیٹا۔ بچی کا معاملہ بہت نازک ہوتا ہے اور میں جلد از جلد تمہارے والدین سے مل کر یہ شادی اوپن کرنا چاہتا ہوں۔"

شائیں شائیں۔ ایزد اور زمین کے کانوں میں جیسے تڑاتڑ گولیاں چلنے کا شور امنڈ آیا۔

"اور میرا خیال ہے تم مجھ سے ایگری کرو گے۔" بہت جانچتی ہوئی عمیق نظریں تھیں ان کی جو ایزد ہمدانی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ ایزد نے لب بھینچتے ہوئے قدرے پہلو بدلا۔

"مگر فی الحال آپ کا ——"

"میں نے ڈاکٹر سے تسلی کروالی ہے ایزد اور وہ مطمئن ہیں۔ ہاں البتہ تم کو کوئی اعتراض ہے تو کہو۔"

ان کا دوٹوک انداز ایزد کو ہی نہیں باقی سب کو بھی سٹپٹا گیا تھا مگر جلد ہی ایزد نے خود کو کنٹرول کیا۔ جبکہ زمین کے چہرے پہ ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ ذرا دیر پہلے ملنے والی خوشی کافور ہو گئی۔

"مجھے بلاشبہ کوئی اعتراض نہیں انکل آپ تیاری کر لیجئے۔ ہاں البتہ اگر سب امریکہ گھومنا چاہتے ہیں تو ایک ہفتہ ان کے لیے بہت کم ہو گا۔"

سنجیدگی سے ذرا دیر کو وہ مسکرایا تھا۔ یاور صاحب کے علاوہ وہ سب ہی اس کے سیلف کنٹرول پر حیران رہ گئے کیونکہ اس کا انداز بہت ہلکا پھلکا ہو گیا تھا۔

"فی الحال تو اس سے زیادہ وقت انہیں نہیں مل سکتا۔ بعد میں، میں تم چاروں کو ہی بھیجوں گا۔ مگر ابھی مجھے ہمدانی سے ملنے کی جلدی ہے۔"

زمین کو دیکھتے ہوئے انہوں نے حتمی فیصلہ سنا دیا تو وہ آنکھوں سے جھلکتے تفکر کو چھپانے کے لیے سر جھکا گئی۔

● ● ●

"یہ آپ نے کیا کر دیا ہے ایزد بھائی؟ ابھی تو پاکستان جا ہی کسی اور مقصد سے رہے ہیں۔"

شرمین کے لہجے ہی نہیں چہرے سے بھی فکرمندی ہویدا تھی۔ ایزد نے نظر اٹھا کر دیکھا اور اطمینان سے اپنا سامان سوٹ کیس میں رکھتے ہوئے بولا۔

"مجھے معلوم ہے شرمین اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آنٹی اور آپ سب ان کے اس فیصلے سے گھبرا رہے تھے مگر آج نہیں تو کل جانا تو ہے نا یہاں سے اور جس مرحلے سے گزرنے سے آپ سراسیمہ اور گریزاں ہیں اسے کبھی نہ کبھی تو فیس کرنا ہی ہے۔ تو پھر کب تک بچا جا سکتا ہے۔"

وہ بہت سنجیدہ اور سلجھے ہوئے انداز میں کہہ رہا تھا۔ سامنے بیٹھی زمین کا چہرہ "مرحلے" کے خیال سے ہی سفید پڑ گیا تھا۔ سمیر نے اس کا ٹھنڈا یخ ہوتا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں تھاما تو وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"کم آن باجی ہم سب ہیں نا آپ کے ساتھ۔ خود کو مضبوط کریں، پلیز کمپوز یوسیلف۔" اس کا دھیما لہجہ محبت اور یقین سے پر تھا۔ ایزد نے بے ساختہ اس طرف دیکھا۔

"تمہاری مسز بہت کم ہمت ہیں سمیر۔ ذرا ذرا سی بات پر دل چھوٹا کرنے کی عادت ہے غالباً۔" انہیں حالانکہ ان

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کو تو سب سے زیادہ خوش ہونا چاہیے!"

مبہم سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر رکی ہوئی تھی۔ زمین اس تبصرے پر سٹپٹا سی گئی۔

"کیوں' آخر ان کے لیے خوشی کی ایسی کون سی بات ہے؟"

یمیرے برجستہ سوال کیا تو ایزد سنجیدہ ہو گیا۔

"بات تو ہے ناخوشی کی۔ نمبر ایک تو یہ ہے کہ انکل کی طبیعت اتنی بحال ہو گئی ہے کہ ڈاکٹرز نے انہیں ٹریول کی اجازت دے دی ہے دوسرے۔" بڑی آہستگی سے اس نے نظر پھیرلی تھی اور توقف کے بعد بولا۔ "پاکستان پہنچتے ہی انہیں اس جبری بندھن سے بھی آزاد کر دیا جائے گا جو کہ خالصتاً" انکل کی خاطر باندھا گیا تھا اور میرا خیال ہے اس سے زیادہ خوشی اور کس بات کی ہو سکتی ہے۔"

جملہ مکمل کر کے ایزد نے یکدم براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا جو اس کی طرف متوجہ تھی۔ چند ثانیے کے لیے دونوں کی نگاہوں کا تصادم جیسے فضا میں ساکت ہو گیا اور پھر نظروں کے زاویے بدل گئے۔

"ایکسکیوزمی مجھے ذرا ٹریولنگ ایجنسی فون کرنا ہے۔"

وہ تینوں یکدم مستقبل کے تصور سے آنکھیں سجا بیٹھے تو ایزد ایکسکیوز کرتا باہر نکل آیا اور کمرے میں بیٹھے وہ تین نفوس آنے والے وقت سے ملنے والی "سوغات" کا سوچ کر کبھی ہراساں ہوتے رہے اور کبھی متفکر۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وقت کا عمرو عیار اپنی زنبیل سے اب کیا برآمد کرنے والا ہے۔ قالب محو انتظار تھے اور قلب مصروف دعا۔

● ● ●

ڈاکٹرز سے Satisfaction Report ملنے کے بعد بیگم زہرہ نے بہت تشویش سے ایزد کی طرف دیکھا جو آج ان کے ساتھ ڈاکٹر ارک سے واضح بات کرنے کے لیے آیا تھا۔

ڈاکٹرز کے خیال میں ابھی دماغ اور دل دونوں کی کنڈیشن صدمہ سہنے کے قابل نہیں تھی تاہم ویسے وہ صحت مند اور بہتر کنڈیشن میں تھے۔ سفر کی بھی ممانعت تھی۔ ہاں البتہ زیادہ سے زیادہ آرام کی تاکید کی گئی تھی انہیں۔

"ریلیکس آنٹی۔ انشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"مگر کیسے ایزد بیٹا یاور تو بس ایک ضد سی پکڑ کر بیٹھ گئے ہیں کہ پاکستان جا کر ہمدانی بھائی اور بھابھی کو ساری صورتحال بتا کر سب سے پہلے زمین کی شادی کا باقاعدہ فنکشن رکھیں گے۔ اب بھلا تم بتاؤ ایسے میں میں کس طرح ریلیکس ہو سکتی ہوں۔"

اس کی تسلی پر وہ ضبط کی طنابیں چھوڑ بیٹھی تھیں ذرا سی امید تھی کہ شاید ڈاکٹرز اجازت نہ دیں سفر کی تو وہ کچھ دن مزید یہاں رہ کر یاور صاحب کو دھیرے دھیرے حقیقت حال سے باخبر کر دیتیں مگر ایسا ہو نہ سکا۔

"مگر آپ کے اس طرح ٹینس ہونے سے بھی تو مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ آپ فکر مت کریں' میں نے اپنی سیٹ ایک فلائیٹ پہلے ہی کنفرم کر لی ہے اور پاکستان پہنچتے ہی میں بابا اور بی بی جان کو ساری صورتحال بتا دوں گا۔"

زہرہ بیگم اس نئی اطلاع پر چند ثانیے اسے دیکھتی ہی رہ گئیں اور جب تمام پہلوؤں پر اچھی طرح سوچ سکیں تو قدرے اطمینان کا سانس لے کر بولیں مگر لہجہ اب بھی خدشوں میں ڈوبا ہوا تھا۔

"وہ تو ٹھیک ہے بیٹا مگر بس اتنا خیال رکھنا کہ یہ ہماری بیٹی کا معاملہ ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ بات پھیلے تم تو جانتے ہی ہو کہ اس طرح کے کیسز میں لڑکی کو کتنا Suffer کرنا پڑتا ہے خواہ اس کا قصور ہو یا نہیں۔"

"پلیز آنٹی اس طرح کی بات کر کے آپ مجھے شرمندہ نہ کریں۔ زمین بہت نائس ہیں اور انہوں نے جو کچھ کیا اپنے والد کی زندگی اور خوشی کی خاطر کیا۔ مجھے ان کا خیال ہے ہمدردی ہے ان سے اور میرے پیرنٹس بھی ان کی عظمت کے معترف ہوں گے۔ آپ فکر مت کریں۔"

اس کا شائستہ لہجہ ٹھہراؤ لیے ہوئے تھا۔ بیگم یاور مطمئن سی ہو گئیں اور مسکرا دیں۔ ذہن پر لگے سوچ اور تفکر کے جالے چھٹ سے گئے تھے۔

● ● ●

سفینہ لاج میں حسب سابق رونق تھی' زوہا اور نمیرا دونوں ہی اپنے اپنے گھروں سے آئی ہوئی تھیں آج چونکہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اتوار تھا اس لیے سب ہی گھر پر موجود تھے۔

عمر، فرہاد اور نعیم بھائی شطرنج کی بازی جمائے بیٹھے تھے تو لڑکیاں اب تک اپنی باتوں میں مگن تھیں۔ زوہا نے کئی بار نوٹ کیا صہیبہ خاصی سنجیدہ لگ رہی تھی۔ البتہ باتوں میں حصہ لیتے ہوئے ہنسنے کی اس کی شعوری کوشش خاصی کامیاب رہی تھی۔

نمیرا اور زوہا کا اچھی طرح ریکارڈ لگنے کے بعد اسے بھی ابزد کے نام سے خوب چھیڑا گیا مگر وہ محض مسکرا دی تھی۔ پھر چائے کا بہانہ کر کے کچن کی طرف بڑھ گئی زوہا تو یوں بھی تنہائی میں اس سے بات کرنا چاہ رہی تھی موقع دیکھ کر وہ بھی اس طرف بڑھ آئی۔

چائے کی کیتلی چولہے پر رکھے وہ ماچس کی تیلیوں سے ماربل کی سلیب پر آڑھی ترچھی لکیریں کھینچ رہی تھی۔ چہرے اور آنکھوں میں گہری سوچ کا عکس واضح نظر آیا تھا۔

"کیا کر رہی ہو صہبی۔"

زوہا اس کے قریب آکر بہت نارمل آواز میں بولی تھی مگر صہیبہ یوں چونکی جیسے اردگرد کوئی دھماکا ہوا ہو۔ زوہا کے لیے اس کا یہ انداز کچھ زیادہ ہی حیران کن تھا۔ یہ تو اسے محسوس ہو ہی رہا تھا کہ صہیبہ کچھ اپ سیٹ ہے مگر یہ بات کچھ سیریس لگ رہی تھی۔

"کیا ہوا زوہا تم یہاں کیوں آگئیں۔ چلو اندر چل کر بیٹھو۔ میں بس چائے لا ہی رہی ہوں۔" اس کے سوال کرتی نظریں اپنی جانب متوجہ دیکھ کر صہیبہ نے فی الفور خود کو سنبھالا تھا۔

"کیوں۔ یہاں کیا میرا داخلہ منع ہو گیا ہے یا تمہارے خیالات کا تسلسل ٹوٹ جائے گا میرے آجانے سے جو الٹ۔"

"بکو مت۔ اب ایسا کوئی خیال نہیں تھا میرے ذہن میں۔"

وہ قطع کلامی کرتے ہوئے یکدم خود کو مصروف ظاہر کرنے کے لیے پرچ اور کپوں کو از سر نو ترتیب دیتے ہوئے مڑ کر بولی تو زوہا کی پر خیال نظریں یکدم اس پر جم گئیں اور جانے کس احساس کے تحت جب اس نے پکارا تو لہجے میں کئی سوال تھے۔

"صہبی!"

"ہوں۔"

مگر اس اثناء میں صہیبہ اپنا ازلی اعتماد بحال کرنے میں کامیاب ہو چکی تھی قصداً" مسکرا کر نظر اٹھائی۔

"کیا بات ہے، بہت ان یوژل بی ہیویئر لگ رہا ہے آج تمہارا۔ مجھے تم کچھ ڈسٹرب کچھ اپ سیٹ لگ رہی ہو۔ مجھے بتاؤ شاید میں کچھ ہیلپ کر سکوں۔"

دوستانہ محبت بھرے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے صہیبہ کا ہاتھ تھاما تو وہ یوں ہنسی جیسے کسی بچے کی شرارت پر بڑے ہنس پڑتے ہیں۔

"کم آن زوہا۔ کچھ نہیں ہوا ہے مجھے۔ تمہیں تو ثمر آنٹی کے زیر سایہ رہ کر بلاوجہ کے وہم ہونے لگے ہیں۔"

"نہیں صہبی۔ یہ میرا وہم نہیں۔ آج تمہاری آنکھوں میں میں نے پہلی بار کچھ ٹوٹنے کی کیفیت محسوس کی ہے۔ تم ضبط کی کڑی منزلوں سے گزر رہی ہو اس وقت مجھے اچھی طرح معلوم ہے۔"

جواباً" زوہا بہت زور دے کر بولی تو صہیبہ ایک بار پھر مسکرا دی اور محبت کے جواب میں محبت سے اس کی طرف دیکھا اور اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگی۔

"مجھے کچھ نہیں ہوا ہے زوہا۔ تم ناحق پریشان ہو رہی ہو۔ آج کل زکام کا دور رہ رہا ہے سو آنکھوں میں نمی آجاتی ہے۔" وہ اسے ہر ممکن طرح بہلا کر تسلی دے رہی تھی جھٹلا رہی تھی۔ "ویسے ایک بات ہے فرہاد بھائی نے تمہیں اچھی سکھا دی۔ ماشاءاللہ نثر میں ہی شاعرانہ بیان ہونے لگا ہے۔"

انداز صاف مذاق اڑانے والا تھا۔ زوہا حسب معمول چڑ سی گئی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"جی نہیں۔ اب ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ میری ساری اچھی باتوں کا کریڈٹ تم فوراً انہیں مت دے دیا کرو۔"

"تو پھر کسے دوں۔ تمہاری تو صبح بھی ان سے شروع ہوتی ہے اور رات بھی ان کے دم سے ہے۔"

وہ خاصے شوخ لہجے میں چھیڑ رہی تھی زوہا ہنسنے لگی۔

"وہ تو ہے۔ شادی کے بعد عورت کی زندگی کا مرکز اس کا شوہر ہی ہوتا ہے۔ اب خود ہی کو دیکھ لو۔ ایزد بھائی ملک سے باہر کیا گئے تمہاری تو شکل ہی اداسی کا نیون سائن لگنے لگی ہے۔ ویسے موصوف کب واپس آرہے ہیں کچھ پتا چلا۔ سچ۔ آنے دو انہیں خوب اچھی طرح خبر لوں گی میری پیاری سی کزن کا روپ کملا کر رکھ دیا اس ہجر و فراق نے۔"

"بکو مت۔ ایسی کوئی فضول بات کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"تو کیا یہ داستان الم بھی آپ ہی سنانے کا ارادہ رکھتی ہو۔ بہ نفس نفیس۔"

اس کے ڈپٹنے پر زوہا نے طنزاً کہا تو وہ ڈھٹائی سے مسکرا دی۔

"فکر نہ کرو۔ ایسا شاندار پروگرام ہے کہ ایزد ہمدانی صاحب بھی کیا یاد کریں گے کس سے پالا پڑا تھا۔"

اس کی شوخی میں گہری سوچ اور قدرے تلخی شامل تھی جسے زوہا محسوس نہ کر سکی اور "خدا خیر کرے" کہہ کر ہنس پڑی۔

● ● ●

یاور صاحب کو ایزد کا دو دن پہلے جانا کچھ کھٹکا تو ضرور مگر زہرہ بیگم نے یہ کہہ کر انہیں مطمئن کر دیا کہ وہ اپنے والدین سے اکیلے میں تسلی کے ساتھ بات کرنا چاہتا ہے اور چونکہ یاور صاحب اس امر سے واقف تھے کہ ہمدانی صاحب کی فیملی کے لیے یہ ایک بڑا دھماکا ہی ہو گا اس لیے خاموش ہو گئے۔ البتہ متفکر وہ اب بھی تھے۔

ایزد سیٹ کنفرم ہوتے ہی کچھ یوں مصروف ہوا کہ پھر کسی سے ٹھیک طرح سے ملاقات بھی نہ ہو سکی۔ جس صبح اس کی فلائیٹ تھی نرمین کو اس کے ساتھ اپارٹمنٹ آنا پڑا۔ یاور صاحب کی جانچتی نظریں اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ پر مستقل مرتکز تھیں۔

جبکہ وہ شدید ذہنی خلفشار کے باعث بہت چپ چپ تھی اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے دھیرے دھیرے کوئی نادیدہ طاقت اسے کشادہ کشادہ دار کی طرف کھینچے لے جا رہی ہے۔ احساساتی اذیت کی یہ کیفیت کسی دکھ کی طرح چہرے سے ہویدا تھی۔ جسے یاور صاحب نے ایزد کی جدائی کے تناظر میں دیکھتے ہوئے کچھ اور ہی رنگ دے کر خود کو مطمئن کر دیا تھا۔

"کافی کا مگ تھامے وہ بالکل خالی الذہن بیٹھی تھی ایزد نے اپنا سامان خود ہی پیک کیا تھا۔ اس نے کافی بنائی تو اسے بھی دے کر خود لاؤنج میں آ بیٹھی۔ ذہن کسی ایک طرف یکسو ہو کر سوچنے سے قاصر تھا۔ ہزار ہا مسئلے اس کی جان کا روگ بنے ہوئے تھے اس وقت۔

اب تک تو ایزد کی ہمدرد اور بے لوث رفاقت میں اس نے کئی سختیاں جھیل لی تھیں مگر اس کے جانے کے خیال سے یکدم تنہائی اور عدم تحفظ کا احساس اسے کچوکے لگا رہا تھا۔

"کیا بات ہے۔ آپ اب بھی اس قدر پریشان ہیں نرمین۔"

خالی مگ کچن میں رکھنے کے خیال سے وہ باہر آیا تو اسے یوں تشویش زدہ دیکھ کر اس طرف آ گیا۔ مقابل بیٹھتے ہوئے وہی دوستانہ طرز گفتگو تھا اور وہی حلیمانہ تاثرات۔

وہ خود میں اس حد تک مستغرق تھی کہ ایزد کے الفاظ اس کی سماعت سے ٹکرائے تو مگر مفہوم شعور کی حد سے دور ہی رہا۔ ایزد نے اس کی خالی خالی نظریں خود پر مرکوز دیکھیں تو سنجیدہ ہو گیا۔

"زندگی ایک آزمائش ہے نرمین اور انسان کو اس کے لیے خود کو ہمہ وقت الرٹ رکھنا چاہیے آپ بہت جلدی ہاتھ پیر چھوڑ دیتی ہیں۔ یہ بہت غلط طرز عمل ہے۔ آئندہ زندگی میں آپ کے لیے یہ مشکل کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ ابھی زندگی آپ کے سامنے ایک بے کراں سمندر کی طرح پھیلی ہوئی ہے۔ جس میں بھنور بھی ہیں طوفان بھی ہیں اور کنارے بھی۔ ہمت کی ضرورت ہوتی ہے انسان کو ایک کامیاب زندگی گزارنے کے لیے۔ اپنی دل باور ا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یوز کریں اور کانفیڈنس کے ساتھ ہر مشکل کا مقابلہ کرنا سیکھیں۔ یاد رکھیں مرد ہو یا عورت۔ اپنے شریک حیات سے ہمیشہ صرف اور صرف ہمت اور استقلال کی امید رکھتا ہے۔ یہ خیال کہ کوئی ہمارے ساتھ ہے' by Stand ہے اسے اسٹرینتھ دیتا ہے۔ آپ سمجھ رہی ہیں نا میری بات۔"

ذرا رک کر اس نے سوال کیا مگر وہ ویسے ہی چپ بیٹھی تھی۔

"ایک اچھے دوست کی حیثیت سے میں آپ کو یہی مشورہ دوں گا کہ خود کو اتنا مضبوط بنائیں کہ لوگ آپ کی پناہ میں آنے کی خواہش رکھیں بجائے اس کے کہ آپ دوسروں کا سہارا تلاش کریں اور ان پر اندھا اعتماد کریں۔"

اس کی بات سمجھ میں آئی یا نہیں البتہ آخری فقرے پر وہ کچھ چونک سی گئی تھی۔

"تو آپ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں نے آپ پر ٹرسٹ کر کے کم ہمتی کا ثبوت دیا ہے اگر یہ بات ٹھیک ہے تو بتائیے کہ اس کے علاوہ میرے پاس اور کیا راستہ رہ گیا ہے۔"

اس کا ہارا ہوا لہجہ ایزد کو قطعاً "مایوس کر گیا۔ وہ ان لوگوں میں سے تھی ہی نہیں جنہیں زندگی کے نامساعد حالات سے لڑنے کی تربیت دی جاتی ہے۔

والدین کی آپس کی ناچاقی کس طرح بچوں کی زندگیوں اور نفسیات پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ایزد نے اس کا مجسم ثبوت دیکھ لیا تھا۔

"اس نازک اعصاب لڑکی کے لیے تو کوئی بہت ہی محبت کرنے والا مضبوط شخص ہونا چاہیے جو اسے سنبھال لے ورنہ یہ شیشے کی نازک گڑیا ٹوٹ کر بکھر جائے گی۔"

اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کا ذہن سوچ رہا تھا اور یکدم اس سوچ سے ایک عجیب سے احساس نے ناتا جوڑ لیا۔

کئی دن کی رفاقت اور ایک بے نام سے کمزور بندھن نے ان کے درمیان ایک نادیدہ سی وابستگی پیدا کر دی تھی۔ ایک لمحے میں اس ڈور کو کھینچ کر توڑ دینا بہت آسان تو تھا مگر کیا واقعی اس کاغذی رشتے کی کوئی اساس نہیں تھی۔

اس کی سوچ اس کی آنکھوں سے اس قدر واضح تھی کہ زمین لاجواب سی ہو کر نظر چرا گئی۔

"کل میں یہاں سے چلا جاؤں گا اور مجھے امید ہے کہ پاکستان میں ہمارا سامنا اسی پرانے تعلق کے حوالے سے ہو گا جو برسوں سے ہمارے درمیان رہا ہے۔ البتہ اس دوران میری کسی بات نے آپ کو زک پہنچائی ہو یا ہرٹ کیا ہو تو میں اس کے لیے تہ دل سے معذرت خواہ ہوں۔ بلیو می اگر ایسا ہوا ہے تو محض لاشعوری طور پر۔۔۔۔"

نجانے یہ اس کے الفاظ کا اثر تھا یا جدائی کا احساس زمین کی آنکھوں سے نمکین پانی بہہ نکلا جسے چھپانے کی اس نے کوشش بھی کی مگر بار آور نہ ہو سکی۔

"اونہوں۔ اچھے دوست دوستوں کو اس طرح الوداع نہیں کہتے زمین۔"

اس پر نظر پڑتے ہی ایزد بے چین ہو گیا تھا۔ یہ لڑکی اتنے دن اس کے ساتھ رہی تھی اسے سیکیور کرنے کی جیسے عادت سی پڑ گئی تھی اسے۔

مگر اس کا کہنا مزید غضب ڈھا گیا اور رکا ہوا بند جو ٹوٹا تو پھر سیلاب ہی آ گیا۔ وہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی بہت کچھ بتانا چاہتی تھی مگر لفظ اس کا ساتھ نہ دے سکے۔ البتہ آنسوؤں کی زبانی وہ سب کچھ کہہ گئی جسے ایزد نے محسوس کر لیا تھا اور یہ احساس اس کے لبوں پر مسکراہٹ بن کر بکھر گیا۔ ایک سنجیدہ سی متانت بھری متاسف سی مسکراہٹ۔

● ● ●

ایئرپورٹ پر یاور صاحب کے علاوہ سب موجود تھے خاموش تھے مگر نظریں متکلم تھیں لبوں پر امید بھی۔ ایزد کے دل پر ایک نامعلوم سا بوجھ آ رکا تھا۔

یوں ہوتا ہے نا جب ہم اپنوں سے کٹ کر علیحدہ ہو کر کسی انجان سرزمین پر کسی ناگہانی آفت کا شکار ہو جاتے ہیں تو ہمسفروں کے ساتھ زندگی کے تحفظ کی جدوجہد کرتے کرتے تمام لوگوں کا آپس میں اس قدر گہرا رشتہ قائم ہو جاتا ہے جو سالوں اپنی زمین پر اپنے لوگوں کے درمیان رہتے ہوئے بھی بن نہیں پاتا۔ وہ رشتہ ہوتا ہے باہمی قلق اور درد کا رشتہ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک ایسا ہی گہرا اور اٹوٹ بندھن اس کا ان سب سے بھی بن گیا تھا جو اس وقت ایسے سی آف کرنے آئے ہوئے تھے۔ چلتے چلتے اسے Desmond کا خیال آیا تو اسے بھی الوداعی کال کردی تھی جس پر وہ اپنی قوم کے اجتماعی رویے کے برعکس خلوص اور مروت کے ہاتھوں اپنے کئی کام چھوڑ کر اس سے ملنے چلا آیا تھا۔ زرمین قصداً" اس کے سامنے نہیں آئی کہ اس کی معنی خیز باتوں کو سننے کا یارا نہ تھا اور شرم و حیا کی روایت یہاں کی سرد فضا میں ٹھٹھر چکی تھی۔

"او کے آنٹی اللہ حافظ۔ فکر مت کیجئے گا۔ آپ انکل سے ابھی کچھ مت کہیں میں بابا کے ذریعے ساری صورت حال سے انہیں واقف اور باخبر کردوں گا۔ اینڈ آئی ایم شیور دیٹ ایوری تھنگ ول بی آل رائیٹ۔ (اور مجھے یقین ہے کہ سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا)"

ان سب کو بہت یقین اور دلاسے دیتے ہوئے وہ زرمین کے پاس آرکا۔

"آئی ہوپ۔ آپ دوبارہ بدگمان نہیں ہوں گی۔ نہ مجھ سے اور نہ قسمت سے اینڈ فار مائی سیک پلیز ویٹ فار یور گڈ ٹائم۔ (اور میری خاطر اپنے اچھے وقت کا انتظار کریں) جو کہ انشاءاللہ جلد آئے گا' ویسے برا وقت تو یہ بھی نہیں تھا ہاں بس ذرا مشکل اور کڑا تھا۔"

بات کے اختتام پر وہ مسکرایا تھا۔ زرمین بمشکل اس کے تبسم کا جواب دے سکی۔ جبکہ ساتھ کھڑی شرمین ایزد کے اس دوستانہ انداز اور مربیانہ طرز تکلم پر حیران سی رہ گئی تھی۔

اور جب تک پلین نے ٹیک آف نہیں کیا وہ سب وہیں موجود رہے۔ واپسی پر سب یوں خاموش تھے جیسے ایزد ان کی گویائی اور حالات سے مقابلہ کرنے کی طاقت بھی لے گیا ہو۔

● ● ●

جناح ٹرمینل میں داخل ہوتے ہوئے آج اسے پہلی بار ایک انجانی سی خوشی ایک اچھوتی سی مسرت کا سرور بھرا احساس ملا تھا۔ یوں تو کئی بار ملک سے باہر جانا آنا رہا تھا مگر دیار غیر میں جس طرح یہ عرصہ گزرا تھا اس نے بیک وقت اسے کئی کیفیتوں سے گزار دیا تھا۔

چونکہ گھر پر اطلاع نہیں دی تھی اس لیے کوئی ریسیو کرنے بھی نہیں آیا تھا۔ بی بی جان اور بابا کو سرپرائز دینے کے خیال سے نہیں بلکہ اس سوچ کے ساتھ اطلاع نہیں دی کہ جتنی مہلت اسے مل سکے وہ خود کو بہت کچھ کہنے اور سہنے کے لیے تیار کرسکے۔

پورے تیس گھنٹے سوچتا آیا تھا اک سیکنڈ کو پلک نہیں جھپکی تھی اس نے کراب تک جیسے وہ کچھ بھی فیصلہ نہیں کرپایا تھا سوچوں کا تسلسل کسٹم سے نکلتے ہی ٹیکسی میں بیٹھ کر دوبارہ جڑ چکا تھا۔ لہٰذا جس وقت وہ گھر پہنچا تھکان اور ذہنی انتشار نے اسے شل کررکھا تھا۔

بی بی جان کو ہمیشہ سے سحر خیزی کی عادت تھی جبھی لاؤنج میں ایک طرف قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے وہ اسے نظر آگئیں۔ سوٹ کیس دروازے میں ہی چھوڑ کر وہ بے اختیارانہ اور بے تابانہ ان کی طرف بڑھا اور بے ساختہ ان کے عقب سے جاکر ان کے کندھے پر سر ٹکادیا۔

"کون۔۔۔ ایزد۔۔۔"

بے یقینی سے اور بے قراری ان کے لہجے سے مترشح تھی۔ پھر کتنی ہی دیر وہ اسے سینے سے لگائے بلا آواز روتی رہیں اور ایزد کے دل پر اک اک آنسو نقش بنتا چلا گیا۔

ماں کی ممتا بھری آغوش بھی کیا نعمت ہے دل کا سارا درد بہا دینے کو مچل جاتا ہے انسان مگر وہ انہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے آنکھیں جھپک کر ہلکی ہلکی نمی جذب کی۔

"یہ کیا بی بی جان۔ میرے آنے کی خوشی میں آپ روئے جارہی ہیں۔"

"ایزد بیٹا مجھے یقین نہیں آرہا کہ تم آگئے ہو۔"

عجیب بھولپن سے انہوں نے کہہ کر اس کا ماتھا چوما تو وہ ہنس دیا۔

"تو کیجئے میرے ہاتھ پر چٹکی بھر کر دیکھ لیں یقین آجائے گا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اپنا ہاتھ ان کے سامنے بڑھایا تو اسے کھینچ کر بی بی جان دوبارہ اسے خود سے لگا گئیں۔

"مت جایا کرو مجھے چھوڑ کر اتنی دور ایزد۔ تمہیں اندازہ نہیں تمہارے بوڑھے والدین کیسے آہٹوں پر چونکتے رہتے ہیں۔"

بی بی جان اس بے پایاں اور اچانک ملنے والی خوشی سے چھلکتا پیمانہ ہو گئی تھیں۔ دنوں کے رکے سیلاب نے معاً بند توڑ دیا تھا۔ ایزدان کی کیفیت سمجھ رہا تھا اس لیے ان کے کندھے پر بازو پھیلا کر سر رکھ دیا تو بی بی جان وہ ساری بے تابیاں اسے بتانے لگیں جو انہوں نے اس کی غیر موجودگی میں محسوس کی تھیں۔

وہ چپ چاپ انہیں سن رہا تھا اور کئی دن بعد ان کی انگلیوں کی گردش سے اس کے سر میں جیسے سکون کی لہریں موجزن ہونے لگی تھیں۔ اسی اثناء میں بابا بھی جاگ گئے اور اخبار کی تلاش میں باہر نکلے تو اسے دیکھ کر کئی لمحے ان کی بھی وہی کیفیت رہی جو بی بی جان کی تھی۔

کبھی اسے چومتے کبھی گلے سے لگا لیتے۔ اسے لگا جیسے اس نے جو اذیت برداشت کی ہے وہ بوڑھے والدین کی منتظر اور مضطرب دھڑکنوں کی کافتوں سے کہیں کم ہے۔

وہ جانتا تھا کہ وہ کہاں ہے۔ کیسے حالات سے گزر رہا ہے۔

مگر یہاں ـــــ یہاں کچھ نہیں تھا سوائے دل کی صداؤں کے۔ یقیناً انہیں بھی لاشعوری طور پر ایزد کی پریشانیوں کا احساس ہو تا رہا تھا جبھی ان دونوں کا ردعمل اسے سامنے پا کر یوں تھا جیسے وہ کسی خطرناک اور پرہول مہم سے زندہ لوٹ آیا ہو۔

"اب کیسے ہیں یاور صاحب؟"

بالآخر کتنی ہی دیر بعد وہ تینوں جذباتی کیفیت سے باہر نکلے تو پہلا سوال یاور صاحب سے متعلق ہی ہوا۔

"بہتر ہیں اب تو کافی۔ چلنے پھرنے بھی لگے ہیں اور پرسوں کی فلائیٹ سے ان کی بھی واپسی ہے۔"

"شکر ہے خدایا تو نے میرے دوست کو صحت سے نوازا۔"

بابا نے بے ساختہ متشکرانہ انداز میں دونوں ہاتھ اٹھائے تو وہ انہیں سنجیدگی سے دیکھنے لگا جیسے تولنا چاہ رہا ہو کہ ان کے دل میں یاور صاحب کے لیے کتنا پیار اور کتنی دوستی ہے۔

"میں نے کئی بار چاہا کہ تمہیں فون کروں یا یاور سے بات کروں مگر جانے کیوں میں مضبوط صحت مند، حاکم اور رعونت والے یاور کو اس طرح ٹوٹا پھوٹا اور شکستہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس لیے بہت چاہنے پر بھی اسے پکارا نہیں۔ شاید میں اس سے اس حالت میں بات نہیں کر سکتا تھا۔"

بابا کے لہجے ہی سے نہیں ان کی آنکھوں میں جلتی شمعوں اور چہرے پر بکھرے خلوص سے بھی ان کی محبت کا اندازہ ہو رہا تھا۔ یاور اور انہوں نے بہت سا وقت ایک ساتھ گزارا تھا اور حقیقی معنوں میں یاور صاحب نے ان سے دوستی کا حق ادا کر دیا تھا۔

"نہیں بابا اب وہ بہت بہتر ہیں ہاں البتہ موت کی دہلیز چھو آنے کے بعد سے بہت بدل گئے ہیں۔ شکستہ تو نہیں ہاں مگر پہلے سے بہت دھیمے پڑ گئے ہیں وہ۔ اپنی فیملی کے ساتھ بھی ان کا رویہ اس قدر مشفقانہ اور مہربانہ ہو گیا ہے کہ میں نے اس سے پہلے کبھی انہیں ایسا نہیں دیکھا۔"

وہ بتا رہا تھا۔ بی بی جان اس کی بات پر پہلے حیران ہوئیں پھر گہری سانس بھر کر بولیں۔

"ہاں بیٹا۔ رشتے اور ان سے بندھی محبت ایسی ہی ہوتی ہے، کبھی کبھی ہمیں ہاتھ آئی پیار کی دولت کا اندازہ نہیں ہوتا مگر جب ساری پونجی لٹنے لگتی ہے تب پتا چلتا ہے کہ لوگوں کی کیا اہمیت ہوتی ہے۔ رشتے کیا ہوتے ہیں اور کیسے ہوتے ہیں۔"

بڑا گہرا لہجہ تھا بی بی جان کا وہ اور بابا خاموش حمایتی تھے۔

"اچھا چلو اب باتیں چھوڑو اور چل کر شاور لے لو میں گرم گرم ناشتا تیار کرتی ہوں۔ پتا نہیں اتنے عرصے تم نے ٹھیک سے کچھ کھایا بھی کہ نہیں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بی بی جان یکدم اٹھیں اور حکمیہ کہتی کچن کی طرف جانے لگیں۔

"ارے نہیں بیگم اب ایسا بھی نہیں، یاور کی فیملی تھی وہاں۔ کھانے پینے کی یقیناً" کوئی دقت نہیں ہوئی ہو گی اسے ہے کیوں ایزد۔"

بابا نے بے ساختہ ہی جواب دے کر اسے پکارا تو وہ نظر چرا کر سر ہلا گیا۔

"پھر بھی، وہ کوئی اپنے تو نہیں تھے کہ خیال رکھتے۔ ماں کی طرح تو کوئی بھی دھیان نہیں رکھ سکتا۔"

وہ ہار ماننے والوں میں سے نہیں تھیں۔

"ہاں وہ بھی ٹھیک ہے مگر یاور کا گھرانہ محبت والا ہے۔ ویسے بھی کچھ لوگ بغیر رشتوں کے ہی قرب رکھتے ہیں جیسے یاور کی فیملی اور ہم۔ بظاہر کوئی رشتہ نہیں ہمارے درمیان مگر پھر بھی ایک گہری وابستگی ہے ان سے۔"

بابا بی بی جان کی بات پر جواباً" کہہ رہے تھے۔ ایزد کی نظریں بے ساختہ اپنے سوٹ کیس کی طرف اٹھ گئیں جس میں نکاح نامے کے کاغذات دونوں گھرانوں کے مابین ایک انتہائی اہم رشتے کی بنیاد فراہم کر رہے تھے۔

"اچھا بس اب صبح صبح فلسفے سے میرے بچے کا دماغ تو نہیں تھکائیں۔ پہلے ہی مسافت نے بے حال کر رکھا ہے اسے۔ جاؤ بیٹا! تم جا کر فریش ہو جاؤ۔ پھر سب ساتھ مل کر ناشتا کریں گے۔ لگتا ہے جیسے مہینے نہیں بلکہ صدیاں گزر گئی ہوں تمہارے ساتھ ناشتے کیے۔"

بی بی جان نے مصنوعی خفگی سے شوہر کو ٹوکتے ہوئے اس سے کہا وہ بابا کی طرف دیکھ کر مسکرایا تو انہوں نے اس کی مشکل آسان کر دی۔

"جاؤ بیٹا جیسا تمہاری والدہ کہتی ہیں کر لو۔ نہیں تو یہ خاتون پورا گھر سر پر اٹھا لیں گی۔"

بہت عرصے بعد والدین سے ملا تھا ان کی سنتا رہا اپنی سناتا رہا۔ نکاح والے معاملے کے علاوہ سب کچھ بتا ڈالا تھا انہیں۔ باتوں باتوں میں گرم گرم پوریوں اور کابلی چنے کے سالن نے بہت لطف دیا۔

پیٹ بھرتے ہی نیند حواسوں پر چھانے لگی تو بی بی جان نے اس کی ایک نہ سنی اور اسے سونے کے لیے زبردستی کمرے میں چھوڑ آئیں۔

کتنے دن بعد اپنا بیڈ نصیب ہوا تھا وہ لیٹا تو پتا ہی نہ چلا کہ کب نیند کی آغوش نے اسے اپنے اندر سمیٹ لیا۔

● ● ●

"بیٹا سمعان۔ کیا جلدی میں ہو کچھ وقت دے سکتے ہو مجھے۔"

ناشتے سے فارغ ہوتے ہی وہ ضروری کاغذات برق رفتاری سے بریف کیس کے حوالے کرنے میں لگا ہوا تھا کہ ماما نے کمرے میں جھانکا۔

"جلدی ہو تو بھی آپ کے لیے بہت وقت ہے ماما۔ پلیز کم ان۔"

سیدھے ہوتے ہوئے وہ خوشگواریت سے مسکرا دیا تھا۔ بریف کیس بند کر کے ایک جانب رکھ دیا۔

"کہیے کوئی خاص بات ہے۔ کوئی کام ہے مجھ سے۔" وہ مودب تھا۔

"کام تو کوئی نہیں بس تمہیں ایک گڈ نیوز سنانی تھی۔"

بیگم سلمان متبسم سی فریش چہرے کے ساتھ اندر آ کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولیں تو سمعان نے بھنویں سکیڑ کر ان کی طرف دیکھا۔

"کیسی گڈ نیوز؟"

"تم گیس کرو؟" انداز میں معنی خیزی تھی۔

سمعان نے چند سیکنڈ سوچنے میں لگائے اور پھر یکدم مسکرا دیا۔

"آئی تھنک۔ خبر مجھ سے متعلق ہے جبھی مجھے سنائی جا رہی ہے۔"

"آف کورس۔" انہوں نے سر ہلایا۔

"زمین کی فیملی واپس آ رہی ہے پاکستان ہے نا۔" ان کی بات پر اس نے بلا تمہید اپنا قیاس پیش کر دیا تھا وہ کھل کر ہنس دیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ماشاء اللہ۔ اس کو کہتے ہیں دل کو دل سے راہ۔ وہاں انہوں نے آنے کا قصد کیا اور یہاں ہمارے بیٹے کی انٹیوشن (Intiution) بھی مل گئی۔"

حسب عادت وہ ہی شوخی اور وہی دوستانہ انداز تھا وہ بھی ہنس پڑا۔

"اب آپ سے کیا اختلاف کروں۔ آخر کو آپ ماما ہیں میری۔" شرارتی انداز میں سر کھجا کر اس نے سادگی سے کہا تو وہ اس کا کان کھینچ کر مسکرا دیں۔

● ● ●

کئی دنوں کی تھکن اور بے چینی کے بعد آج اپنے گھر آ کر جو سکون اسے ملا وہ نیند میں کسی خمار کی طرح شامل ہو گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جس وقت وہ جاگا دوپہر ڈھل رہی تھی۔

"او مائی گاڈ' آج میں کتنا سو لیا۔"

پردے ہٹاتے ہوئے اسے وقت کا احساس ہوا تو فریش ہو کر باہر آ گیا۔ بی بی جان اور بابا غالباً کہیں جانے کی تیاری میں تھے۔ وہ انہیں دیکھ کر مسکراتا ہوا ان کے پاس آ بیٹھا۔

"بہت سوئے بیٹا۔ کیا اب تھکن اتر گئی۔" بابا نے محبت سے پوچھا تھا۔

سفید کرتے شلوار میں وہ سامنے بیٹھا ان کی محبت پاش نظروں کا مرکز تھا۔

"جی لگتا ہے کئی دنوں بعد ٹوٹ کر نیند آئی ہے۔"

"کیوں کیا امریکہ میں سونے کو نہیں ملتا تھا۔ رات بھر جاگا کرتے تھے تم۔" بی بی جان کو فوراً فکر لاحق ہوئی تھی اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں ایسی بات نہیں مگر انکل کی طبیعت اور ان کی فیملی کی پریشانی کے باعث مجھے ذہنی طور پر بہت بے آرامی رہی۔"

تصور کے پردے پر ایسی کئی راتیں سرسرا رہی تھیں جب اس نے رت جگے منائے تھے۔ کبھی ہاسپٹل میں اور کبھی اس اپارٹمنٹ میں جہاں نرمین کے خیال سے وقت صرف ٹینشن میں گزرتا تھا اور اسی سوچ کے ساتھ یکدم اسے نرمین کا خیال آ گیا۔

بی بی جان نجانے کیا کہہ رہی تھیں اسے شعوری کوشش کر کے خود کو ان کی طرف متوجہ کرنا پڑا۔ مگر اب حافظے سے نکل کر کئی باتیں اس کے تفکر کا حصہ بن گئی تھیں۔

"تم سن رہے ہو نا ابرز۔ صہیبہ کے دادا علی انکل کی طبیعت آج کل کچھ ناساز ہے۔ کل ان سے فون پر میں نے کہا تھا کہ ہم آئیں گے ان کی طرف۔ اب اتفاق سے تم بھی آ گئے ہو تو ساتھ چلو۔"

بی بی جان صرف کہہ ہی نہیں رہی تھیں بلکہ حتمی انداز لگ رہا تھا ان کا۔ جیسے اسے ساتھ لے جا کر ہی رہیں گی' سے کوئی عذر مانع نہیں تھا سوائے یہ کہ وہ امریکہ فون کرنا چاہتا تھا۔ جبکہ بی بی جان کے تیور ہرگز ایسے نہ تھے جو سے ذرا بھی اوجھل ہونے کی اجازت دیتے۔

"یوں بھی میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ جونہی تم واپس آئے ان سے ملنے ضرور بھیجوں گی' آج تو تمہارے بابا بھی تیار ہو گئے ہیں۔ میں نے تمہارے کپڑے پریس کروا دیئے ہیں جا کر تیار ہو جاؤ۔" بی بی جان حسب عادت پروگرام طے کر چکی تھیں۔

وہ حکم حاکم مرگ مفاجات کے مصداق اٹھ گیا۔ یوں بھی بابا نے اسے پہلے ہی اشارہ کر دیا تھا۔ سو وہ فون کرنے کا ارادہ ملتوی کر کے اٹھ گیا۔

گرے شلوار سوٹ میں ملبوس جس وقت وہ نک سک سے تیار ہو کر باہر نکلا وہ دونوں بھی تیار تھے۔ بابا کے لیے ایک میل نرس کا انتظام کر رکھا تھا جس کی مدد سے ان کو اندر بٹھا کر وہیل چیئر ساتھ رکھی اور ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

اس نے محسوس کیا وہ دونوں اس کی معیت میں بہت خوش تھے فریش لگ رہے تھے خوشی تو اسے بھی تھی مگر ساتھ ہی ذہن کچھ پریشان بھی تھا۔

علی ولا کے روٹ پر گاڑی ڈالتے ہی اسے صبیحہ کا خیال کچھ اس شدت سے آیا کہ باقی ہر خیال ہر سوچ بہت پیچھے رہ گئی۔ اس دوران علی ولا بھی آ گیا۔

داجان ان کے منتظر تھے ایزد کو اچانک سامنے پایا تو بے اختیار اٹھ کر سینے سے لگایا مصافحہ کیا۔ ان کے ضعیف چہرے پر بیماری کی نقاہت کے باوجود مسرت کی چمک در آئی تھی۔

"کیسے ہیں آپ داجان۔" وہ بہت تردد اور محبت سے پوچھ رہا تھا۔

"اپنے بچوں کو دیکھ لیا ہے تو ٹھیک ہوں اب۔ تم نے بڑی راہ دکھائی برخوردار۔" وہ شفیق لہجے میں متبسم سے کہہ رہے تھے۔ وہ سر جھکا کر دھیمے سے مسکرا دیا۔

"بس کچھ کام ایسے رہے داجان۔ مگر دیکھیے جونہی فرصت ملی میں چلا آیا حتیٰ کہ اطلاع دینے کا بھی وقت نہ مل سکا۔"

"خیر۔ یہ سرپرائز دینے کی وبا تو آج کل تمہاری نسل میں عام ہے بیٹا۔" وہ ہنستے ہوئے بڑی بشاشت سے کہہ رہے تھے ایزد نے انہیں صوفے پر بٹھا دیا اور خود بھی ساتھ ہی براجمان ہو گیا۔

"چلیے یونہی سمجھ لیجیے۔"

"تو پھر ایک سرپرائز ہمارے پاس بھی ہے۔"

داجان کی آنکھوں میں دوستانہ چمک اور معصوم شوخی ابھر آئی اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ سوال کرتا ڈرائنگ روم کے دروازے سے اندر داخل ہوتی صبیحہ کو دیکھ کر جہاں وہ حیران ہوا وہیں وہ بھی ٹھٹھک گئی۔

دھڑکنوں کی رفتار شاید اس سے پہلے کبھی اتنی تیز نہ ہوئی تھی۔ صبیحہ کا چہرہ یکدم اندرونی کیفیت کا احساس ہوتے ہوئے گلابی پڑ گیا۔ ٹرالی دھکیلتے ہاتھ سست ہو گئے تھے۔ مگر اسے فی الوقت خود کو کنٹرول کرنا پڑا۔ ایزد نے بھی نظروں کا زاویہ بدل لیا تھا۔

صبیحہ کے چہرے پر اب دھیرے دھیرے حیرت بے یقینی مسرت اور خوشگواریت کی جگہ سنجیدگی لیتی جا رہی تھی۔ سلام کرکے اس نے چائے بنائی اور بابا اور بی بی کو سرو کی تو بے اختیار ان کے ہاتھ اس کے سر پر آ رکے۔

"تم سے ملنے کو واقعی دل چاہ رہا تھا بیٹا۔ آج ایزد میاں کے گھر آتے ہی تمہارا خیال آیا تو دل چاہا کہ تمہیں بلوالوں گھر اور دیکھو کیا اتفاق ہے آج ہی تم یہاں مل گئیں۔"

بی بی جان نے جیسے اس کے جذبوں کو زبان دے دی تھی۔ ایزد بظاہر داجان سے مصروف گفتگو ہو چکا تھا تاہم کن انکھیوں سے صبیحہ ہی کو دیکھ رہا تھا۔

بی بی جان کی بات پر وہ بھرپور انداز میں مسکرا کر دھیمے لہجے میں کچھ بولی تھی جس پر بابا نے بے ساختہ اسے سراہا تھا۔ ماحول یکدم بڑا مکمل اور خوبصورت لگنے لگا تھا۔ ان دونوں کے بعد اس نے داجان کو بلیک کافی کا کپ دے کر ایزد کی طرف چائے کا کپ بڑھایا اور اس سے پہلے کہ وہ تھامتا سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ایکسکیوزمی۔ مجھے کچھ کام ہے کچن میں۔"

بی بی جان کے فوراً "کہاں چلیں۔" کہنے پر اس نے مسکرا کر شائستگی سے جواب دیا اور کھلے دروازے سے نکلتی چلی گئی۔ بظاہر کچھ بھی نہیں ہوا تھا مگر یکدم ایزد کو کسی سنگینی کا احساس ہوا۔ اس کی پیشانی پر ہلکی سی لکیریں ابھر آئی تھیں۔

وہ کچھ سوچنا چاہ رہا تھا صبیحہ کے اس رویے کی بابت کچھ قیاس کرنا چاہ رہا تھا کہ داجان نے اسے متوجہ کر لیا۔ آدھے گھنٹے تک وہ سب محو گفتگو رہے مگر اس دوران صبیحہ واپس نہیں آئی پہلے تو اس نے کچھ انتظار کیا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں شام کی نیوز سننا چاہوں گا داجان۔ اجازت ہے آپ کا ٹی وی یوز کر لوں۔" سنجیدہ لہجے میں بہانہ بھی اس قدر موثر بنایا تھا کہ تینوں بزرگ حضرات معنی خیز تبسم دبا کر رہ گئے۔

"بیٹا تمہارا ہی گھر ہے، جاؤ آرام سے جو چاہے دیکھو اور ہاں صبیحی سے کہنا تمہیں کمپنی دے عجیب میزبان ہے مہمان موجود ہیں اور وہ غائب ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

داجان تغافل سے بولے اور فوراً" اس کی مشکل آسان کی تو وہ ادھر ادھر دیکھے بغیر باہر نکل آیا۔ احساس تو تھا کہ لوگ کیا سوچ رہے ہوں گے مگر اپنی منکوحہ سے ملنے میں ایسی کوئی قباحت نہیں تھی کہ وہ پریشان ہوتا۔

صہیبہ اندر کمروں میں کہیں بھی نہیں تھی کچن میں موجود ملازمہ نے ٹیرس کا بتایا تو وہ وہیں چلا آیا۔ سامنے ریلنگ سے لگی وہ عمیق سوچوں میں ڈوبی نظر آرہی تھی۔

ریڈ کاٹن کے کلف شدہ کرتے کے ساتھ سفید شلوار اور دوپٹے میں ملبوس وہ بظاہر کافی فریش لگ رہی تھی مگر آنکھوں میں حد درجے تفکر ہلکورے لے رہا تھا۔ ایزد نے تلے قدم اٹھاتا اس کے پاس آرکا۔

آہٹ محسوس کر کے اس نے گردن گھمائی تو اپنی دائیں جانب اسے دیکھ کر بے اختیار قدرے پیچھے ہٹی۔ قیمتی مردانہ پرفیوم کی خوشبو اس کے اردگرد پھیل گئی تھی۔ پچھلے چند دنوں میں اس نے اپنے تصور میں ایزد سے اتنے جھگڑے کیے تھے کہ یوں لگ رہا تھا کہ جیسے اب بھی ان دونوں کے درمیان وہی تصفیہ طلب مسئلے کھڑے ہیں۔

"کیسی ہو؟"

کچھ لمحے یوں ہی بیت گئے ایزد کی پرشوق والہانہ اور معنی خیز نظریں اس کا احاطہ کی ہوئی تھیں وہ غیر محسوس انداز میں قدرے رخ موڑ گئی تھی مگر نگاہوں کی از خود رفتگی واضح محسوس ہو رہی تھی۔

"ٹھیک ہوں۔ آپ کیسے ہیں؟"

باوجود کوشش کے اس کے لہجے میں خفیف سی ترشی اور تلخی تھی۔

"تمہیں کیسا نظر آرہا ہوں۔"

ایزد نے محسوس کر لیا تھا کہ وہ بدظن ہو چکی ہے اس لیے خود بھی کچھ سنجیدہ ہو گیا۔ صہیبہ نے اس کے سوال پر بڑے ترچھی نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر دوبارہ نظریں پھیر لیں۔

"جیسے تھے ویسے نہیں لگ رہے۔" وہی تیکھا پن۔

ایزد کے لب اس لہجے پر ایک لمحے کو بھنچ سے گئے مگر ضبط کی طنابیں فوراً" چھوڑنا اس کی خو نہیں تھی۔ اس لیے گہری سانس بھر کر خود کو کمپوزر کھا۔

"اس فقرے کا مطلب سمجھا نہیں میں۔"

"کیوں اردو کیا بہت مشکل زبان لگنے لگی ہے آپ کو۔"

یکدم وہ مڑ کر اس کے سامنے آکھڑی ہوئی تھی ہوا سے اڑتے آنچل کو مٹھی میں بھینچتے ہوئے وہ کچھ اس طور اعتماد سے استہزا سے بولتے ہوئے جانچتی نظروں سے دیکھنے لگی کہ ایزد اس کے انداز پر متحیر سا رہ گیا۔ یہ لہجہ اور یہ طرز گفتگو بہت انجان تھا۔

"صہیبہ۔ میرا خیال ہے تم مجھ سے کچھ خفا ہو۔"

"کیوں؟ آپ نے آخر ایسا کیا کر دیا کہ آپ سے خفا ہوا جائے۔"

اس کے طنزیہ لب و لہجے میں ایک کاٹ سی ابھر آئی تھی۔ ایزد اس رویے اور ردعمل کے لیے تیار نہیں تھا اس لیے فوری طور پر کوئی جواب دینے کی بجائے اسے متانت اور بردباری سے دیکھتا رہا۔ جبکہ وہ بھی اسی اعتماد سے کھڑی جواب طلب نظریں لیے۔

"بعض مرتبہ ہمارے مفروضے ہمیں حقیقتوں سے بہت دور لے جاتے ہیں۔ صہیبہ اور میرا خیال ہے اس میں بڑا دخل ہماری جذباتیت کا ہوتا ہے اور تم اس وقت بہت زیادہ ایموشنل ہو رہی ہو۔"

وہ تحمل سے گویا تھا اسے بہت کچھ بتانا چاہتا تھا مگر وہ تو کچھ سننے کے لیے تیار ہی نظر نہیں آرہی تھی۔

"میرے ایموشنز (emotions) کے بارے میں آپ جانتے ہی کیا ہیں ایزد۔ ابھی تک آپ نے شاید مجھے جانا نہیں۔"

"اور اگر میں یہ کہوں کہ مجھے بھی تم سے یہی شکوہ ہے تو؟"

"آپ کا شکوہ قطعاً" غلط نہ ہوگا۔ کیونکہ آپ کو سمجھنے میں مجھ سے واقعی غلطی سرزد ہوئی ہے۔" وہ برجستہ تیز لہجے میں بولی تو ایزد کے رسان چہرے پر یکدم جلال اور غیض و غضب کے رنگ اترنے لگے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"واٹ ڈو یو مین بائی دس۔

تم آخر کہنا کیا چاہتی ہو؟

غصہ اس کے لہجے سے بھی مترشح تھا مگر صہیبہ اسی بے خوفی سے سر اٹھائے کھڑی تھی۔ ذرا جو ٹس سے مس ہوئی ہو۔

"جو میں نے کہنا چاہا وہ آپ سمجھ چکے ہیں ایزد اور مزید الفاظ ضائع کرنے کا میرا قطعاً" ارادہ نہیں۔ اللہ حافظ۔"

تیکھے پن سے کہہ کر وہ رکی نہیں اور جانے کو پلٹی مگر اگلے لمحے ایزد نے اس کے سامنے آ کر اس کا راستہ روک لیا۔ وہ بمشکل رکی۔

"میرا راستہ چھوڑیں۔ پلیز۔"

"تم اس وقت غصے میں ایک غلط فیصلہ کر کے جا رہی ہو۔ ذرا رک کر سنو تو میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔"

"کیا کہیں گے آپ، عذر تراشیں گے بہانے بنائیں گے۔ مجھے جھٹلا دیں گے بس یا کوئی اور بھی طریقہ ہے مجھے دھوکا دینے کا۔" وہ بالکل ہی بھڑک گئی تھی اس جملے پر یوں لگا جیسے ایزد اس کے جذبوں کو ایک بچکانہ رد عمل سمجھ ا ہے۔ احمق گردان رہا ہے اسے۔

"صہیبہ اسٹاپ اٹ۔ کیا کہہ رہی ہو۔ کچھ اندازہ ہے؟"

"ہاں ہاں اندازہ ہے۔ کم عقل یا جاہل مت سمجھیں مجھے۔ آپ کی فطرت کا اب ٹھیک اندازہ ہوا ہے۔ بس ک کہنا چاہتی ہوں بلکہ.........."

"آئی سیڈ جسٹ کوائیٹ!"

اس کا جملہ پورا ہونے سے پہلے یکدم ایزد نے اسے بازوؤں سے تھام کر کچھ اس قطعی لہجے میں کہا کہ وہ پوری جان سے لرز گئی۔ اس کی آنکھوں سے جیسے شرارے نکل رہے تھے۔ صہیبہ ساکت سی اسے دیکھے گئی۔

"میں ہر بات برداشت کر سکتا ہوں صہیبہ مگر کردار کشی میرے ضبط کی ساری فصیلیں گرا دیتی ہے۔ آئندہ سوچ سمجھ کر بات کرنا مجھ سے۔ میں ہاٹ ٹیمپرڈ نہیں ہوں مگر میرے غصے کو آواز نہ دو تو بہتر ہے۔ سائنڈ اٹ۔"

وہ کسی شعلے کی طرح بھڑکا تھا مگر بولا تو یوں جیسے شدید گرم لاوا بنا آواز بغیر شور مچائے جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔

صہیبہ اس کے لہجے سے وہ کچھ پا گئی جن کا مفہوم لفظوں سے بھی عیاں نہ تھا۔

ایک جھٹکے سے اسے چھوڑ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہ تیزی سے دور ہوتا چلا گیا اور یوں لگا جیسے زندگی میں یکدم بہت بڑا خلا در آیا ہو۔ اردگرد ایک ویکیوم کا احساس ہو رہا تھا۔ نہ اپنا وزن محسوس ہو رہا تھا نہ اپنی موجودگی۔

وہ گرم گرم آنسو نجانے کس طرح عارض پر پھسل کر آتے اور نشان بناتے سفید دوپٹے میں مدغم ہوتے گئے۔ اسے پتا بھی نہیں چلا اور وہ زمین پر بیٹھتی چلی گئی سسکیاں اس کے قابو سے یکدم باہر ہو گئیں تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

پرسوں ہی تو اس نے یاور صاحب کے فلیٹ پر فون کیا تھا جسے سمیر نے ریسیو کر کے ایزد کی خیریت بتائی تھی۔ کتنی ہی دیر ریسیور اس کے ہاتھ میں لرزتا رہا تھا۔ تو گویا یہ سچ تھا کہ ایزد الگ اپارٹمنٹ میں یاور صاحب کی فیملی کے ساتھ نہیں بلکہ اکیلا رہائش تھا اور اس تنہائی میں کوئی اور بھی اس کا شریک تھا۔

اس سچائی نے اسے اندر باہر سے یکدم بھڑکتے الاؤ میں تبدیل کر دیا تھا اور یہ آگ آج ایزد کی سماعتیں بھی را کر گئی تھی۔

● ● ●

صہیبہ کو اوپر چھوڑ کر وہ جس وقت نیچے آیا شدید غیظ و غضب سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ کئی دن کی ٹینشن کے بعد آج کچھ ذہنی سکون نصیب ہوا تھا جسے صہیبہ کی تلخ اور ترش گفتگو نے مزید بڑھا دیا۔

بات اگر محض طنز اور استہزا کی حد تک بھی رہتی تو ٹھیک تھا مگر وہ تو بہت آگے چلی گئی تھی بہت سی حدیں پھلانگ ڈالی تھیں اس نے ایزد کو اس سے ایسے عمومی اور تیکھے رویے کی امید نہ تھی۔

اس نے سوچا تھا صہیبہ ایک پڑھی لکھی سلجھی ہوئی پر اعتماد لڑکی ہے اور ایسے لوگ زندگی کے تجربوں اور جذبات کے اتار چڑھاؤ کو بہت تحمل سے ہینڈل کرنے کے عادی ہوتے ہیں مگر اب ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صبیحہ کو سمجھنے میں غلطی کی تھی۔

وہ بھی بہت سی لڑکیوں کی طرح جذباتی، زود رنج اور بعجلت فیصلہ صادر کرنے والی ہے جس میں حالات و واقعات کو جانچنے اور لوگوں کے اخلاق و کردار کو پہچاننے کی صلاحیتیں قدرے کم ہیں۔

بہر حال کچھ بھی تھا آج اس نے ایزد کے جذبات کو بہت سخت گزند پہنچائی تھی۔ اس کے تصور میں بھی نہ تھا کہ وہ صبیحہ جس کی معاملہ فہمی پر اسے بنا پرکھے ہی اتنا اعتبار ہے لفظوں کے ترازو میں اسے اتنا کم تول ڈالے گی۔

ڈرائنگ روم کی طرف انتہائی تیز قدموں سے جاتے ہوئے یکدم اس کی نظر لابی میں لگے آئینے پر پڑی جس میں اپنے چہرے پر ساری صورتحال واضح لکھی دیکھی تو یکدم ٹھٹک کر خود کو کمپوز کرنے کی کوشش کی۔

مگر کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے جب انسان اپنا سارا استدلال ضبط اور تحمل کسی ایک واقعے کی کسی حساس لمحے میں اپنے ہاتھوں سے یوں کھو بیٹھتا ہے جیسے چلچلاتی دھوپ میں شبنم کا قطرہ اپنے وجود کی بقا قائم نہ رکھ سکے۔

سو وہ لاؤنج کی طرف آ گیا اور کچھ سوچ کر ٹی وی آن کر دیا۔ اسکرین پر منظر متحرک تھے مگر اس کا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا۔ حالات و واقعات سرعت سے اسے اپنے ہاتھوں سے نکلتے محسوس ہو رہے تھے۔

یاور صاحب کا محاذ ہی ابھی سر نہیں ہوا تھا کہ یہ مسئلہ اس نے یکدم عالم طیش میں سر جھٹکا جیسے صبیحہ کا خیال ذہن سے نکال دینا چاہتا ہو۔ مرد آخر مرد ہی ہوتا ہے ضبط کرے تو بھی عورت جیسا ظرف نہیں حاصل کر پاتا۔

دونوں جنسوں کے اپنے اپنے معیار اور اپنی اپنی حدود میں کوئی کسی کو زیر کر سکتا ہے نہ زبر، ملازمہ کچن سے ڈرائنگ روم کی طرف جاتی نظر آئی تو اس نے اپنے لیے ایک گلاس پانی منگوایا اور کچھ دیر بعد خود پر قابو پاتے ہوئے ادھر ہی چلا آیا۔ بی بی جان اور بابا اب اجازت لے رہے تھے اس نے یوں گہری سانس کھینچی جیسے واقعتاً سکون محسوس ہوا ہو۔

داجان جاتے جاتے محبت اور خلوص سے اسے پھر آنے کا کہہ رہے تھے وہ محض مسکرا دیا، جانے کیوں آج اسے خود پر زیادہ کنٹرول کرنا مشکل نظر آ رہا تھا اس لیے بہت جلدی وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔

● ● ●

آنسو خشک ہو چکے تھے مگر اس کا دل اب تک رو رہا تھا اور ذہن اس ادھیڑ بن میں مصروف تھا آیا وہ ٹھیک سمجھ رہی ہے یا ایزد صحیح ہے۔ کیا وہ واقعی بے قصور ہے محض اک غلط فہمی نے صبیحہ کو بدظن کر دیا ہے یا حقیقتاً "ایزد ویسا نہیں جیسا اس نے سمجھا تھا۔

ہاں اور نہ کے درمیان پنڈولم کی طرح حرکت کرتا اس کا دل جیسے دھیرے دھیرے اپنی رفتار سست کیے جا رہا تھا کہ اچانک کار اسٹارٹ ہونے کی آواز سے وہ چونکی اور فرش سے اٹھ کر سرعت سے ریلنگ کی طرف آئی تھی۔ نیچے جھانکا تو واقعی ایزد اور اس کے گھر والے جا رہے تھے۔

اس نے غور کیا ایزد بہت ڈیش موڈ میں تھا داجان سے بات کرتے ہوئے اس نے خود پر جو ضبط کیا تھا اسے صبیحہ نے اتنی دور سے ہی محسوس کر لیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں جیسے پھر سے جلن ہونے لگی تھی۔ منظر دھندلا گیا تھا اور جب نمکین پانی رخساروں پر ڈھلکا تو گاڑی وہاں سے جا چکی تھی۔

"یا خدا! میں کیا کروں۔"

آنسو صاف کرتے ہوئے اس نے بہت دکھ سے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تھا۔

اس کی ہنستی بستی دنیا میں اچانک یہ کیسی آگ جل اٹھی ہے شعلے نہیں بھڑکے تھے مگر دھواں اٹھ رہا تھا اور اس غبار میں اسے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوا تو داجان کے پکارنے پر بمشکل خود کو نارمل کرتی نیچے اتر آئی اور اس سے پہلے کہ ان کا سامنا ہوتا اس نے باتھ روم کا رخ کیا۔

غصہ رنج اور تاسف بہت کچھ تھا اس کے چہرے پر، شہریار ہمدانی باپ تھے کیسے نہ جانتے اسے سنجیدگی سے ڈرائیو کرتے دیکھ کر محسوس کر گئے تھے کہ کوئی بات ہو گئی ہے مگر بی بی جان کی موجودگی کے خیال سے چپ رہے جو بہت خوشی سے اس کی شادی کی بابت بات کر رہی تھیں مگر ایزد نے محض اک مسکراہٹ کے سوا نہیں کوئی جواب دیا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گھر پہنچ کر جونہی انہیں فرصت ملی اسے بلا کر استفسار کرنے کا سوچ ہی رہے تھے کہ وہ خود چلا آیا بے حد سخت اور پتھریلے تاثرات رقم تھے اس کے چہرے پر ہمدانی صاحب حقیقتاً" کچھ متفکر ہو گئے۔

"بابا' آپ کا کچھ وقت لے سکتا ہوں۔" وہ پوچھ رہا تھا۔

ہمدانی صاحب نے گہری نظروں سے اسے دیکھا اور سر ہلا کر سامنے صوفے کی طرف اشارہ کیا تو وہ مٹھیاں بھینچتا بیٹھ گیا۔ کئی لمحے وہ کچھ بول نہ سکا لگتا تھا جیسے الفاظ جمع کرنے اور خیالات مرتکز کرنے میں اسے دقت ہو رہی ہو۔ ذہین آنکھوں میں کچھ اضطراب تھا اور چہرے پر تندی آخر انہیں اس خاموشی کو توڑنا ہی پڑا۔

● ● ●

"کیا بات ہے ایزد' کچھ پریشان ہو میں نے نوٹ کیا علی انکل کے گھر سے واپسی پر تمہارا موڈ بہت خراب تھا۔ کیا کوئی بات ہو گئی ہے صہیبہ سے۔"

سوال قدرے غیر متوقع تھا وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگا کیونکہ اپنے تئیں تو اس نے ایسا کچھ ظاہر نہیں کیا تھا اور نہ ہی ایسا کچھ کرنے کا اس کا ارادہ تھا۔ صہیبہ سے متعلق معاملے کو وہ خود ہینڈل کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے یکدم بابا سے نظریں چرا گیا۔

"صہیبہ سے کوئی بات نہیں ہوئی بابا۔ مگر میں جس وجہ سے پریشان ہوں اس کا تعلق بلاواسطہ اور بالواسطہ صہیبہ سے ہی ہے۔"

بہت سوچ سمجھ کر اس نے کہنا شروع کیا تھا ہمدانی صاحب نے اب پر تشویش انداز میں اسے دیکھا دیکھنے کا انداز بتا رہا تھا وہ اسے جانچ رہے ہیں۔ وہ اٹھ کر یکدم ان کی وہیل چیئر کے پاس ان کے بیڈ پر آ بیٹھا اور ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بہت اعتماد سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"ڈو یو ٹرسٹ می بابا۔ (کیا آپ کو مجھ پر اعتماد ہے)۔"

بڑا نپا تلا لہجہ تھا جیسے ان کے جواب پر ہی اس کی اگلی گفتگو کا دارومدار ہو۔ ہمدانی صاحب کا ہاتھ بلا ارادہ اس کے شانے پر آ رکا تھا۔

"آف کورس مائی سن' اپنے سے بھی زیادہ تمہیں جانتا ہوں میں اور جنہیں ہم جانتے ہیں ان کا اعتبار بھی کرتے ہیں۔ مجھے تم پر اتنا بھروسہ ہے جتنا کہ ایک باپ کو اپنے فرمانبردار بیٹے پر ہوتا ہے۔"

وہ بہت یقین اور اطمینان سے کہہ رہے تھے انداز حوصلہ افزا تھا ایزد کچھ بے چین سا ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور دریچے کے پاس جا ٹھہرا۔

"تو پھر میں جو کچھ کہوں گا اس پر آپ کو اعتبار کرنا پڑے گا بابا' آپ جانتے ہیں نا بابا میں نے کبھی کسی کو دھوکا دینے کی شعوری یا غیر شعوری کوشش نہیں کی اور اب بھی جو کچھ میں آپ کو بتانے جا رہا ہوں اس میں میرا صرف اور صرف خلوص شامل تھا مگر حالات ایسا رخ اختیار کر جائیں گے میں نے سوچا نہ تھا۔"

کہتے کہتے وہ غیر معمولی حد تک سنجیدہ ہو گیا تھا مڑ کر ان کے پاس آیا تو وہ اسے ہی تردد سے دیکھ رہے تھے۔ جس کے چہرے پر نجانے کیا لکھا نظر آ رہا تھا انہوں نے اس کی تمہید کو ٹوکا نہیں تحمل سے سنتے رہے۔

کبھی کبھی انسان ایک لمحے کی گرفت میں آ جاتا ہے۔ نجانے وہ حساس لمحہ وقت کی گرفت سے نکل کر کس طرح بکھر جاتا ہے اور ہماری زندگیوں میں اہم تبدیلیاں کر جاتا ہے۔ ایسا ہی ایک لمحہ اس کی راہ حیات کو بھی ایک موڑ دے گیا تھا۔

ہمدانی صاحب نے جب اسے بازو سے پکڑ کر سامنے بٹھایا تو اس نے دھیرے دھیرے لفظ جمع کرتے ہوئے تمام حالات انہیں بتا ڈالے۔ ہمدانی صاحب کے چہرے کے تاثرات واقعات کے علم میں آتے آتے بدلتے چلے گئے اور جب وہ چپ ہوا تو وہ بھی اس کی طرح سوچ میں غرق ہو گئے مگر دروازے پر کھڑی بی بی جان کی "ہائے میرے خدایا" کی دل دوز چیخ پر وہ دونوں چونک اٹھے۔

انہوں نے بھی سب کچھ سن لیا تھا۔ وہ کچھ پریشان سا ہو کر ان کی طرف لپکا جو دروازے کی چوکھٹ تھامے بے حد گھبرائی ہوئی لگ رہی تھیں۔ وہ انہیں کندھے سے تھام کر اندر لے آیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"یہ کیا ہو گیا شہر یار صاحب، سن رہے ہیں آپ۔" شوہر کی طرف بڑی پریشان نظروں سے دیکھتیں وہ ایزد کے ساتھ بیڈ پر آبیٹھیں۔

"ریلیکس بی بی جان، پلیز۔"

وہ تشویش اور ندامت سے کہہ رہا تھا ندامت اس لیے کہ اس کی وجہ سے آج پہلی بار اس کے والدین پریشان ہو رہے تھے۔ ورنہ ہوش سنبھالنے کے بعد سے اب تک اس نے انہیں کبھی شکایت کا موقع نہیں دیا تھا مگر آج حالات کی ڈور وقت نے ہاتھ میں لے رکھی تھی اس کا اختیار نہ تھا۔

"مگر یہ سب ہوا کیسے ایزد۔"

شوہر کی طرف سے خاموش نگاہوں کی تسلی پا کر بھی وہ مضطرب سی ہو کر ایزد کی طرف مڑیں۔

"انکل کی طبیعت کے پیش نظر میں نہ کچھ اعتراض کر سکا نہ انکار۔ بلیو می بی بی جان اس وقت ڈاکٹرز کی بھی صرف یہ ہی ہدایت تھی کہ انہیں انکار نہ کیا جائے۔"

وہ انگلیاں بالوں میں پھنساتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ آنکھوں سے سچائی جھانک رہی تھی۔

"مگر تم نے ـــــ"

"یقین کریں بی بی جان انکل یاور کو میرے اور صہیبہ کے نکاح کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا ورنہ وہ ہرگز ایسا نہ کرتے۔"

"مگر اب کیا ہو گا۔ وہ کل رات کی فلائٹ سے کراچی پہنچ رہے ہیں اگر ہم سے انہوں نے کچھ کہنا چاہا تو ہم کیا جواب دیں گے سوچا ہے تم نے۔"

وہ اس کی سچائی کو مان رہی تھیں مگر مسئلے کا حل یہ نہیں تھا یاور صاحب کو کس طرح اس حقیقت سے واقف کیا جائے اب سوال اس کا تھا۔

"بی بی جان پلیز، میں خود آپ سے حل مانگ رہا ہوں۔ آپ کے سوال کا کیا جواب دوں۔" وہ بے چین ہو کر ان سے بولا تھا وہ ایک لمحے کو چپ سی ہو گئیں تو وہ ہمدانی صاحب کی طرف مڑا۔

"یاور انکل کی طبیعت جونہی کچھ بہتر ہوئی میں آپ سے ساری صورتحال انہیں سمجھانے کو کہہ دوں گا مگر فی الحال پاکستان پہنچنے پر ان کی جسمانی حالت کیسی ہو گی کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ وہ آپ کے دوست ہیں مجھے یقین ہے کہ آپ انہیں بہتر طور پر کنونس کر سکتے ہیں۔"

"ہوں۔" ہمدانی صاحب گہری سانس بھرتے ہوئے بولے تو وہ قدرے مطمئن ہو گیا۔ "مگر بیٹے انہوں نے تو بیٹی ایک طرح سے رخصت ہی کر دی ہے۔ بات محض نکاح کی ہی نہیں کہ اسے جس خاموشی سے باندھا گیا تھا کھول بھی دیا جائے۔"

"بابا پلیز، زرمین صرف میری منکوحہ ہے بیوی نہیں، میں نے دل سے دماغ سے اسے بیوی مانا ہے نہ سمجھا ہے۔" نظر جھکا کر بہت جھجکتے ہوئے اس نے جواب دیا تھا بی بی جان بھی رخ پھیر گئیں۔

"اور اس نے۔"

"اس نے بھی محض سمجھوتہ کیا تھا اپنے والد کی خاطر وہ بہت اچھی لڑکی ہے بابا، صہیبہ سے مل چکی ہے اور میری فیلنگز اور ایموشنز سمجھتی ہے اچھی طرح سے۔"

"لیکن اگر اس نے اپنے باپ کا ساتھ دینے کی کوشش کی تو۔" بی بی جان نے اچانک ہی سوال کر ڈالا تھا۔ وہ کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں انہیں دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب بی بی جان۔"

"مطلب یہ بیٹا کہ نکاح کے بولوں میں بہت طاقت ہوتی ہے اور عورت کے لیے تو یہ بہت بڑا بندھن ہوتا ہے۔ پھر زرمین کو تو اس کے والدین نے ایک طرح سے رخصت بھی کر دیا ہے۔ اب تمہارے اور اس کے دل میں کیا ہے اس سے قطع نظر کیا تم یہ بات ماننے سے منکر ہو سکتے ہو کہ شادی کی بنیادی تمام شرائط تو تم نے پوری کر دی ہے۔ اب یہ تعلق توڑنے کی بات کرنا اتنا آسان بھی نہیں۔ تمہیں اور ہمیں یاور صاحب کے کئی سوالوں کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جواب دیتا ہوں گے۔"

بی بی جان نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں سچائی بیان کی تو وہ حقیقتاً پریشان ہو اٹھا۔

جب تک انسان حالات و واقعات کو اپنی نگاہ اور اپنے زاویے سے دیکھتا رہتا ہے اس کے لیے محض ایک ہی فیصلہ کن تجزیہ کر سکتا ہے مگر جب بھی کینوس کسی اور کی مختلف نظر اور مختلف زاویے کی زد میں آتا ہے تو "اختلاف رائے" جنم لیتا ہے اور یہ اختلاف در حقیقت بہت سے ایسے حقائق سے پردہ اٹھاتا ہے جو ہم سمجھ نہیں پاتے۔

"مگر اس رخصتی کے لیے نہ میں تیار تھا نہ نرمین اور پھر وہ سب کچھ تو محض یاور انکل کی سیریس حالت کے پیش نظر کیا گیا تھا۔"

"اور اگر اب وہی یاور صاحب اپنے موقف پر ڈٹ گئے تو جانتے ہو کیا ہو گا۔"

بی بی جان کے لہجے میں قدرے سختی در آئی تھی اس نے بہت شاکی انداز میں انہیں دیکھا فطری طور پر اسے ان سے ہمدردانہ رویے کی توقع تھی جبکہ ان کی حقیقت سے پردہ اٹھاتی باتیں اس کے برخلاف تھیں۔ اس نے بے اختیار سر کو ہاتھوں میں تھام لیا۔

آج تو یوں بھی صہیبہ سے کی گئی گفتگو نے اسے جھنجھوڑ ڈالا تھا اس پر مستزاد بی بی جان۔

"بس کریں نیک خاتون' دیکھ رہی ہیں بیٹا پہلے ہی کتنا فکرمند اور پریشان ہے اور کچھ نہیں تو اسے تسلی ہی دیں۔"

بابا کو ہی اس پر ترس آیا تھا اس کے کندھے پر دباؤ ڈالتے ہوئے بیوی کو سنجیدہ نظروں سے ٹوکتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔

"کہاں سے تسلی دوں شہریار صاحب' میرے دل میں تو پنکھے لگ گئے ہیں۔ صہیبہ اور نرمین دونوں ہی بے قصور بچیاں ہیں۔ اگر دونوں میں سے کسی کی بھی زندگی پر اس صورتحال کا اثر پڑا تو کتنا دکھ ہو گا آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ میں عورت ہوں عورت کے دکھ کو سمجھ سکتی ہوں 'پھر آج کا پر آشوب دور۔"

بی بی جان جو کہ ہمیشہ سے زود رنج رہی تھیں بالکل ہی ہمت ہارتی ہوئی لگ رہی تھیں ایزد کے دماغ پر ان کا اک اک لفظ ہتھوڑے کی مانند لگ رہا تھا۔

نیکی اور ہمدردی کل یہ صورت اختیار کر جائے گی اسے بالکل اندازہ نہ تھا۔

"وہ سب اپنی جگہ ٹھیک 'مگر آپ ابھی اس بات کا کہیں ذکر مت کریں 'ٹھنڈے دل سے سوچنے دیں مجھے یاور میرا دوست ہے میں اسے اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ اس نے جو بھی کیا لاعلمی میں کیا پھر اس کی بیٹی خود گواہ ہے ساری حقیقت کی۔ سب مل کر اسے قائل کر لیں گے۔ بس آپ خود پر کنٹرول رکھیں اور تسلی دیں بیٹے کو۔ اس نے ایک زندگی بچائی ہے ہمیں تو اس پر فخر کرنا چاہیے اسے شاباشی دینی چاہیے۔"

وہ بہت پر سکون اور مطمئن نظر آ رہے تھے۔ رسانیت سے کہا تو ایزد نے نظر اٹھا کر انہیں دیکھا وہ اسی کی طرف متوجہ مسکرا رہے تھے بی بی جان نے متاثر ہو کر ایزد کا سر اپنے کندھے سے لگا لیا۔

"تمہارے بابا ٹھیک کہتے ہیں بیٹا' در حقیقت خوشی تو مجھے بھی ہوئی ہے۔ تمہارے اس فعل نے ہمیں تمہارے بابا کے دوست اور ان کے اہل خانہ کے آگے سر اٹھانے کے لائق بنا دیا ہے۔ ان کے تمام احسانوں کا بہترین بدلہ دیا ہے تم نے مگر بس میں تو صہیبہ کی طرف سے پریشان تھی خدا نہ کرے کسی دشمن نے یہ خبر اڑا دی تو بچی کے ذہن پر بہت برا اثر پڑ سکتا ہے۔"

وہ کہہ رہی تھیں صہیبہ کے ذکر پر اس کے ہونٹ سختی سے بھینچ گئے مگر اس نے ان دونوں پر کچھ ظاہر نہ کیا۔

"جاؤ بیٹا تم جا کر آرام کرو' میں سب سنبھال لوں گا۔ تم نے میرے بیٹے ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ میں بہت خوش ہوں بے حد خوش۔"

اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے انہوں نے اس سے کہا وہ "تھینکس بابا" کہہ کر ان کے سامنے جھکا اور جونہی انہوں نے اس کی پیشانی چومی وہ سنجیدہ مسکراہٹ سجاتے ہوئے باہر نکل گیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

● ● ●

دکھ ناقابلِ برداشت ہو جائے تو ذہن سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہتا۔ وہ داجان کے یہاں سے آ تو گئی مگر دل پر چھائی تاسف اور تفکر کی گرد جھاڑ نہ سکی۔ رہ رہ کر ایزد کے تیور اس کے اندر ایک محشر بپا کیے دے رہے تھے۔ کس سے رازِ دل شیئر کرتی کہ گھر میں کسی سے بھی کچھ کہنے کا مطلب سب کو اک نئی الجھن میں ڈال دینا تھا۔

شام تک وہ بہت دلگرفتہ سی کمرے میں بند رہی تھی مگر آخر کب تک سمرہ بھابھی کے بلانے پر اسے باہر آنا ہی پڑا۔ اچانک سب کے چمکتے مسکراتے چہرے دیکھ کر اسے احساس ہو گیا کہ ایزد کی آمد کی خبر یہاں بھی پہنچ چکی ہے۔

امی بابا دادی جان سبھی خوش تھے نعیم بھائی تک آج اپنی سنجیدگی بھلا کر آتے جاتے اسے شوخ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ جب سب خوش تھے تو اسے بھی خود پر قابو رکھنا پڑا مگر کب تک رات اتفاقاً "زوہا" کا فون آیا تو وہ خود پر نہ رکھ سکی۔ سب کچھ کہہ ڈالا۔ زوہا دوسری طرف بالکل دم سادھے اس کی بات سن رہی تھی۔

"یہ سب تم کیا کہہ رہی ہو صہبی۔ ایزد بھائی اور یہ سب۔ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا آخر یہ سب ہوا کیسے۔"

زوہا حسبِ توقع حد درجے پریشان ہو اٹھی تھی۔

"پتا نہیں زوہا یہ سب کیا ہو گیا ہے۔"

وہ انتہائی دلگرفتہ لگ رہی تھی شکستہ لہجہ اس کے اطراف بکھر رہا تھا۔ زوہا نے اس کی آواز میں آنسوؤں کی لرزش محسوس کر لی تھی۔

"مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا کہ ایزد بھائی ایسا بھی کر سکتے ہیں؟۔ یا خدا' جانے کیا سچ ہے کیا جھوٹ کیا تم واقعی ٹھیک کہہ رہی ہو کہ۔۔۔"

"میں نے خود ایک لیڈی کی آواز سنی ہے ان کے اپارٹمنٹ سے' اسی نے ریسیو کیا تھا فون۔"

زوہا کی بات قطع کرتے ہوئے اس نے پرزور لہجے میں کہا تو زوہا چپ سی ہو گئی اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہی۔ لہجے میں کوئی لرزش یا لچک نہیں تھی۔

"تم نے غور کیا تھا کہ آواز کیسی ہے۔ ممکن ہے کہ وہ جن کی فیملی کے ساتھ گئے ہوں ان میں سے کوئی ہو۔" زوہا نے کچھ سوچتے ہوئے کی بات کی تھی۔

"اگر ایسی بات ہوتی تو وہ لڑکی مجھے پہچان نہ لیتی۔ ویسے ایک بات ہے اس کا لہجہ امریکن نہیں تھا۔ بلکہ۔۔۔"

بے ساختہ کہہ کر وہ ایک لمحے کے لیے جیسے رک سی گئی اور پھر کچھ سوچتے ہوئے کہا تو زوہا کے ذہن میں جیسے ایک کوندا سا لپکا۔ قدرے توقف سے دریافت کیا۔

"ایزد بھائی جس فیملی کے ساتھ گئے ہیں کیا تم انہیں جانتی ہو۔"

"ہاں بھئی' بابر بھائی کی شادی پر فرہاد بھائی نے اپنے دوست سمعان کے حوالے سے تعارف کروایا تھا پھر تمہاری شادی پر بھی ان کی فیملی ملی تھی۔ ایزد کے حوالے سے میرے نکاح میں بھی وہ شریک ہوئے تھے۔ میری کافی ملاقات ہو چکی ہے ان سے۔ ان کی ایک بیٹی نرمین تو بہت ہی نائس لڑکی ہے اور شرمین کے متعلق تو تم نے بتایا تھا کہ احد کچھ انٹرسٹڈ ہے اس میں۔" تفصیل سے بتاتے ہوئے اس نے کہا تو زوہا نے اثبات میں جواب دیا۔

"ہاں' احد تو واقعی سیریس ہے اس کے لیے۔ ان لوگوں کے امریکہ سے آتے ہی وہ ثمر آنٹی زونیرہ بھابھی اور با قاعدہ لے جانے والا ہے وہاں۔ فرہاد بتا رہے تھے کہ نرمین کو بھی سمعان بھائی نے پروپوز کر رکھا ہے۔ واپسی پر یہ معاملہ بھی طے کیا جائے گا۔ مجھے تو امید ہے دونوں رشتے ہی طے ہو جائیں گے۔ میں بھی ان کی فیملی کو دو چار ملاقاتوں سے قدرے جاننے لگی ہوں۔ وہ دونوں سسٹرز بہت سویلائزڈ اور مینرز ہیں۔ ممکن ہے ایزد بھائی اور وہ سب اس اپارٹمنٹ میں شفٹ ہو گئے ہوں۔" توصیفی لہجے میں تجزیہ کرتے کرتے وہ واپس موضوع کی طرف آئی تو صہبی نے گہری سانس بھر کر کہا۔

"نہیں زوہا' یاور صاحب کی فیملی تو اپنے اسی اپارٹمنٹ میں موجود ہے جہاں وہ پہلے گئے ہیں۔ میری بات ہوئی ہے ان کے بیٹے سے۔ ایزد اس وقت تک شاید پاکستان کے لیے فلائٹ لے چکے ہوں گے جب میں نے فون کیا تھا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"تو انہوں نے تمہیں ایزد بھائی کی پاکستان واپسی کا نہیں بتایا۔"

"نہیں میں نے بہت جلد فون بند کر دیا تھا صرف آواز سن کر ہی دل اتنا خراب ہوا کہ میں زیادہ دیر کچھ بات ہی نہ کر سکی نہ ہی مجھے کچھ سنائی دیا۔ بس ذہن اس وقت بے حد الجھا ہوا تھا۔"

وہ بے چارگی سے کہہ رہی تھی۔ زوہا از حد فکر مند ہو گئی۔ یہ نیا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"بس یہی غلطی ہوئی تم سے۔ دیکھو صہبی رشتے ناتے مذاق نہیں ہوتے۔ نہ ہی گڈے گڑیا کا کھیل کہ دل اچاٹ ہوا تو اسے چھوڑ کر کسی اور کھیل میں لگ گئے۔ تمہیں بھی حقیقت سے واقف ہوئے بغیر ایزد بھائی سے ایسے انداز میں، اتنے تلخ لہجے میں بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔ بے وقوف لڑکی ابھی تو تمہاری رخصتی بھی نہیں ہوئی ابھی تم نے انہیں جانا ہی کتنا ہے جو یوں اندھا دھند فائر کھول دیا۔ کچھ تو عقل سے کام لیا ہوتا۔"

"تو بتاؤ میں کیا کرتی، سب کچھ سن کر بھی تم سمجھتی ہو کہ ایزد معصوم ہیں ان کا کوئی قصور نہیں اس سارے سلسلے میں۔"

اس کے تیز لہجے میں سمجھانے پر وہ کچھ جھلا گئی تھی لہجے سے چھلکتی شکستگی اور دلگرفتگی زوہا نے بہت حساسیت سے محسوس کی تھی۔ اسی لیے لہجہ دھیما کرنا پڑا۔

"وہ سب اپنی جگہ صحیح مگر۔۔۔ بہرحال تم فکر مت کرو میں خود ایزد بھائی سے بات کرتی ہوں۔ ان سے پوچھوں گی۔۔۔"

"کوئی ضرورت نہیں۔" یکدم اس نے اسے ٹوک دیا۔ "پلیز زوہا ایسا کچھ مت کرنا! ایزد کو چاہیے تھا کہ مجھ سے بات کرتے مگر انہوں نے پلٹ کر فون تک نہیں کیا یہاں گھر پر سب اتنے خوش ہیں دادی وغیرہ کل ملنے جا رہی ہیں اور وہ ہیں کہ سلام تک نہیں کیا فون پر امی بتا رہی تھیں کہ جب میں دا جان کی طرف تھی فون آیا تھا بی جان کا۔"

"اور تم نے جو اول فول بکا ہے اس کا بھی کچھ اندازہ ہے کتنے ہرٹ ہوئے ہوں گے وہ۔ انہیں بھی تو یقین ہو گا کہ جب تم انہیں اچانک سامنے پاؤ گی تو کتنی خوش ہو گی مگر تم نے سارا خواب توڑ کر رکھ دیا ان کا۔"

"تو کیا یہ سب میں نے نہیں سوچا تھا زوہا، تمہیں کیا معلوم کتنے خواب دیکھے تھے میں نے۔" وہ جیسے ہارتے ہوئے بولی تھی۔

"تو پھر صبر بھی کیا ہوتا۔ احمق لڑکی دوسروں کے بارے میں رائے زنی کرنا اور بات ہے مگر در حقیقت میاں بیوی کا رشتہ جتنا مضبوط ہوتا ہے اتنا ہی کچا بھی۔ پہلے ایزد بھائی سے بات کر کے انہیں ٹٹولتیں پھر فرد جرم عائد کرتیں مگر بہرحال اب جو ہو گیا سو ہو گیا لکیر پیٹنے سے کوئی فائدہ نہیں میری مانو تو انہیں فون کر کے ایکسکیوز کر لو۔"

"نہیں زوہا، یہ بہت مشکل ہے۔ اول تو میرا دل ان کی طرف سے ابھی صاف ہی نہیں ہوا۔ دوسرے غلطی اگر میری ہے تو ایزد کی بھی ہے۔ میں ہمیشہ سے فیئر ڈیل کی قائل رہی ہوں زوہا اور جب میں نے انہیں دھوکا نہیں دیا تو انہیں بھی ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں، قصوروار میں نہیں وہ ہیں۔ میری بات بتا کے انہوں نے جان لی تھی یقیناً دال میں کچھ کالا ضرور ہے اور اگر ایسا ہے تو ایزد ہمدانی کو خود آنا ہو گا۔ میں صہبیہ علی ٹوٹ جاؤں گی مگر جھکوں گی نہیں۔"

زوہا کے مشورے پر اس نے چٹانوں ایسے لہجے میں کہہ کر مزید کچھ سنے بغیر فون رکھ دیا تھا اور ادھر زوہا ششدر بیٹھی رہ گئی تھی ریسیور کئی سیکنڈز تک اس کے ہاتھ میں ہی رہا تھا۔

"کیا بات ہے زوہا خیریت تو ہے۔؟"

فرہاد نے اسے اس طرح بیٹھے دیکھا تو ٹوکا تھا۔ وہ کچھ چونک کر سنبھلی تو ریسیور کریڈل پر ڈالتے ہوئے یونہی مسکرا دی۔ وہ کچھ لمحے پہلے ہی کمرے میں آیا تھا۔

"ہاں بالکل، سب ٹھیک ہے۔"

لاکھ انڈر اسٹینڈنگ سہی مگر وہ یہ بات قطعاً "فرہاد کو بتانا نہیں چاہتی تھی کہ بہرحال یہ معاملہ اس کی سسرال کا تھا یوں بھی احد کی وجہ سے وہ شرمین کے گھر والوں کا کسی اور موضوع کے حوالے سے اس گھر میں تذکرہ کرنا نہیں چاہتی تھی اس لیے فرہاد کی ٹٹولتی ہوئی بے یقین نظریں محسوس کر کے اس نے لبوں کو مسکراہٹ سے آراستہ کیا اور اس کے پاس آ بیٹھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آنے والے بچے کے حوالے سے کرنے کے لیے ڈھیروں باتیں تھیں ذرا دیر بعد فرہاد کا دھیان بھی اس طرف گیا تو اس نے سوچا کہ کل جا کر خود ملے گی صہیبہ سے فون پر تو کھل کر بات ہو نہیں سکتی تھی۔

● ● ●

ایئرپورٹ پر ایزد اپنی دفتری مصروفیات اور ذہنی الجھاؤ کے باعث قصداً "نہ جاسکا تو آفس سے ہی گاڑی اور رائیورڈ وغیرہ ارینج کردیا۔

زمین کی نظریں بلاارادہ اس کی تلاش میں بھٹکی تھیں جو وہاں موجود ہی نہیں تھا۔

میمونہ خالہ اور دیگر رشتہ دار وہاں آئے ہوئے تھے اتنا پرتپاک استقبال ہوا کہ وہ سب دل کو خوشی سے معمور ہوتا محسوس کرنے لگے تھے۔

یاور صاحب وہیل چیئر پر تھے۔ طویل سفر میں انہیں سخت بے آرامی اور جسمانی تھکن رہی تھی اس لیے جلد از لد گھر پہنچنے کی خواہش تھی۔ ابھی سب سے مل ہی رہے تھے کہ سامنے کھڑی بیگم ہمدانی پر نظر پڑتے ہی یاور ماحب کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔ زمین ان کے ساتھ ہی تھی۔ ان کی نگاہوں کو تعاقب میں نظر دوڑائی تو جیسے ہ تھم سا گیا۔

بیگم ہمدانی سنجیدہ اور پروقار انداز میں آگے بڑھیں تو زہرہ بیگم سب کو چھوڑ کر ان کی جانب سرعت سے بڑھیں ر انہیں یاور صاحب کے نزدیک پہنچنے سے پہلے ہی روک لیا۔

"پلیز بھابھی! ابھی یاور کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں' میری ریکویسٹ ہے ایسا کچھ مت کہیے گا کہ انہیں نبھالنا ـــ مشکل ہوجائے۔"

"پلیز زہرہ بھابھی! مجھے شرمندہ نہ کریں۔ میں ایسا کچھ کہنے نہیں آئی۔ آپ اطمینان رکھیں۔"

زہرہ بیگم کے عاجزی سے کہنے پر انہوں نے بہت خلوص اور محبت سے کہا تو وہ پرسکون ہو کر ایک طرف ہوگئیں ر بیگم ہمدانی یاور صاحب کی طرف چلی آئیں۔

تینوں بچوں کی نظر بھی اس طرف مرکوز تھی جبکہ ساتھ کھڑے کزنز وغیرہ خوش گپیاں کر رہے تھے بالخصوص مین کا چہرہ تو سفید لٹھے کی مانند ہو رہا تھا۔

"السلام علیکم بھابھی۔"

ان کے نزدیک آتے ہی یاور صاحب نے کہا تھا وہ تمکنت سے مسکرادیں۔

"وعلیکم اسلام کیسے ہیں آپ یاور بھائی' شہریار آنا چاہ رہے تھے ملنا چاہ رہے تھے مگر ان کے لیے آنا جانا آسان میں اس لیے مجھے بھیج دیا۔"

"میں سمجھ سکتا ہوں بھابھی' صحت کے بغیر انسان کچھ نہیں' میں نے یہ اذیت ناک دور گزارا ہے شہریار کی ابلم سمجھ سکتا ہوں۔"

"اب آپ کیسے ہیں۔"

"قدرے بہتر ہوں۔ بس سمجھیں کچھ ذمہ داریوں کا بوجھ ہے اترے تو آرام سے ابدی نیند لینا چاہوں گا۔"

"نہیں نہیں ایسا مت کہیے ابھی تو آپ کو اک لمبی عمر گزارنی ہے۔ بچوں کی خوشیاں دیکھنی ہیں۔"

یاور صاحب نے یکے بعد دیگرے تینوں بچوں پر نظر ڈالی تو بیگم ہمدانی نے دلداری سے کہہ کر ساتھ کھڑی زمین کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

جانے یاور صاحب کیا سمجھے ایک سکون کا سانس ان کے لبوں سے خارج ہوگیا۔ جبکہ زمین کی نظریں پشیمانی سے جھکی جارہی تھیں۔ اس ساری صورتحال میں اسے اپنا آپ بہت آکورڈ محسوس ہو رہا تھا۔ دل کی حالت ناگفتہ تھی۔ پورا جسم ہولے ہولے کانپ رہا تھا پسینہ ہر مسام سے پھوٹ رہا تھا۔ اس نے ماتھے کو ٹشو پیپر سے صاف کیا شرمین اس کی الجھن محسوس کرکے اس کی پشت پر آ کھڑی ہوئی اور اس کا بازو تھام کر جیسے اپنے Stand - by ونے کا احساس دلایا تو وہ بالکل ہی تھک سی گئی۔

میمونہ خالہ نے جب سب کو چلنے کو کہا تو یہ قافلہ تیزی سے پارکنگ کی طرف بڑھنے لگا۔ زمین تو جیسے کسی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مسمریزم کے حصار میں مقید چلی آرہی تھی۔ کہاں بیٹھی' کون ساتھ تھا' کیا باتیں ہوئیں' اسے کچھ علم نہ تھا۔ ہوش تو بس جب آیا جب شرمین اسے اس کے اپنے کمرے میں بٹھا گئی۔

میمونہ خالہ نے ان کی غیر موجودگی میں گھر کو بالکل صاف کروا رکھا تھا سو وہ سیدھے گھر چلے آئے تھے جہاں کھانا بالکل تیار موجود تھا۔

مگر اسے کسی چیز سے کوئی رغبت نہیں تھی۔ آج ایزد کے نہ آنے سے اس نے خود کو بہت کمزور محسوس کیا تھا۔ بالخصوص اس کی والدہ بیگم ہمدانی کو سامنے پا کر غیر متوقع ڈبھیڑ کے نتیجے میں وہ بالکل ہی حواس کھو رہی تھی۔

وہ جانتی تھی کہ ایزد کے نکاح میں ان کی شرکت سے بیگم ہمدانی واقف تھیں پھر اس نے ایسا کیوں کیا۔؟ جانے کیا کیا سوچا ہوگا انہوں نے؟ کہیں اسے غلط نہ سمجھی ہوں۔

اکلوتے بیٹے کی مائیں تو یوں بھی بہت وہمی اور پچی ہوتی ہیں۔ کسی کا سایہ بھی برداشت نہیں کرتیں۔ ایزد کے نکاح میں جس طرح وہ صہیبہ کے ساتھ مسرور اور مطمئن نظر آرہی تھیں صاف پتا چلتا تھا کہ وہ اس رشتے سے کتنی خوش ہیں۔

اور اب۔

اب درمیان میں یہ نصیحت۔۔

"یا خدایا' مجھے اس آزمائش سے سرخرو ہونے کی توفیق دے۔ ابی کی زندگی کی خاطر میں نے جو آگ اپنے دامن میں بھری ہے اسے گلزار بنا معبود حقیقی کہ تیرے سوا میرا کوئی آسرا کوئی سہارا نہیں۔ سچ کیا ہے ابی اسے جان لیں اور سہار لیں۔ یہی دعا ہے میری' میں کسی لڑکی کے ارمانوں کا جہاں اجاڑنا نہیں چاہتی' نہ ہی ایزد کے احسان کے بدلے میں انہیں کوئی دکھ دینا چاہتی ہوں وہ بہت اچھے ہیں انہیں ہمیشہ خوش رکھنا۔"

بے بس ہو کر اس نے سر ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔ دعائیہ کلمات اور آنسو بیک وقت بنا کسی کوشش کے نکلے چلے آرہے تھے اور وہ گم سم سی بیٹھی تھی۔

● ● ●

آج تیسرا دن تھا اسے داجان کے یہاں سے آئے ہوئے مگر ایزد کا کوئی پتا نہیں تھا مدحت وغیرہ دادی جان کے ساتھ گئی تھیں اسی کی طرف' ان سے اسے پتا چلا تھا کہ ایزد سے تو صرف چند منٹ ہی ملاقات ہو سکی وہ اپنے پاور انکل کی طرف جا رہے تھے۔ ان کی واپسی کے بعد ملنا نہیں ہوا تھا اس لیے۔

جب سے اس نے یہ سنا تھا اسے ایک شدید قسم کی تحقیر اور تضحیک کا احساس ہو رہا تھا حالانکہ فوزیہ مدحت اور سمرہ بھابھی سے کرید کرید کر پوچھنے پر بھی اسے ایزد کے کسی ۔ ناز یبا رویئے کا شائبہ تک نہیں ملا تھا مگر پھر بھی کوئی بات تھی جو اسے گھیرے جا رہی تھی۔

امی اور پاپا بھی ان کے ساتھ گئے تھے اور واپسی پر وہ سب بھی خوش تھے تاہم اس نے محسوس کیا سب کا خیال ہے ایزد کے گھر والے کچھ پریشان تھے۔ غالباً "پاور صاحب سے دلی قربت کے باعث ایسا تھا جن کی کمزوری نقاہت اور بیماری کے باعث وہ تینوں ایک جذباتی دھچکے کا شکار ہوئے تھے۔ یا شاید یہاں واپس آتے ہی بزنس کی گوناگوں مصروفیات جنہوں نے ایزد کو تھکن اتارنے کا موقع دیے بغیر اپنے آہنی شکنجے میں بری طرح جکڑ لیا تھا۔

کچھ بھی تھا بہرحال سب اس بات پر متفق تھے کہ وہ سب اپ سیٹ تھے اور اس کے لیے جو وجوہات وہ پیش کر رہے تھے اس پر سوائے صہیبہ کے سب مطمئن تھے۔

کل رات زوہا بھی آئی تھی ساتھ میں فرہاد بھائی بھی تھے ایزد کی واپسی پر اس سے زبردستی سب نے ٹریٹ بھی وصول کی تھی مگر اس کا دل تھا کہ جلتا بھنتا تنور بنتا جا رہا تھا جس میں ہر چیز بھسم ہوتی جا رہی تھی۔

زوہا کو اسے سمجھاتے ہوئے بارہا احساس ہوا کہ داجان اور دادی جان کی زندگیوں پر بڑی بے رحمی سے تبصرہ کرنے اور فیصلہ صادر کرنے والی صہیبہ اپنے معاملے میں دادی جان سے زیادہ انا پرور اور خوددار ثابت ہو رہی تھی۔ بے وقوفی کی باتیں مت کرو صہیبی یہ وقت جوش سے نہیں ہوش سے کام لینے کا ہے۔ گھر میں کسی کو بھی اس سارے واقعے کا علم نہیں صہیبہ اگر تمہیں اسی طرح بی ہیو کرنا تھا تو گھر میں سب کو پہلے ہی انفارم کرتیں تاکہ اس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مارے قصے کی چھان بین کرتے بزرگ مگر اب جبکہ تم نے کسی کو بھی اس معاملے کی ہوا نہیں لگنے دی تو پھر خود کھل نیون سائن بنتی جا رہی ہو۔"

زوہا نے بری طرح ڈپٹ کر کہا تھا اس سے۔

"پلیز زوہا اگر تم یہ سمجھ رہی ہو کہ میں نے محض کمپرومائز کرنے کے لیے ایسا کہا ہے تو یہ قطعاً "غلط" ہے۔ میں ں واقعے کی سچائی جاننا چاہتی تھی اور بس اور وہ مجھے معلوم ہو چکی ہے۔"

وہ جیسے اپنے موقف پر ڈٹی ہوئی تھی مضبوط لہجے میں بولی۔

"تو گویا تمہیں ایزد بھائی کی کسی بات کا یقین نہیں۔"

زوہا پر تو حیرت اور بے یقینی کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ اسے صہیبہ سے ایسے رویے اور ایسی سوچ کی توقع نہ تھی۔ یہ ٹھیک ہے کہ اسے اس کی نیچر کا اندازہ تھا مگر اسے ہمیشہ یہ گمان رہا کہ جب اپنی باری آئے گی تو وہ خود ٹھیک ہو جائے گی مگر یہاں ایسے کوئی آثار نہیں تھے۔

"انہوں نے مجھے کسی قسم کا کوئی یقین نہیں دلایا۔ محض دھمکی دی ہے کہ میں ان کے کردار پر انگلی نہ اٹھاؤں ورنہ وہ برداشت نہیں کریں گے۔" وہ جھلا کر مشتعل سی بولی۔

"تو تم انہیں نرمی سے رام کرنے یا کول ڈاؤن کرنے کی کوشش کرو۔ اس وقت جو بات تم نے کہی اس پر تو کوئی بھی غصے میں آ سکتا ہے۔ مگر اب مجھے یقین ہے کہ ایزد بھائی خود ریلیکس ہو چکے ہوں گے اگر تم ان سے بات کرو نا۔ کوئی صفائی چاہو گی تو وہ ضرور تمہیں مطمئن کر دیں گے۔" زوہا نے نرمی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر سے سمجھانے کی کوشش کی۔

"نہیں زوہا۔ ان کے اس طرح فوراً "طیش میں" آجانے سے میں نے سمجھ لیا ہے کہ یقیناً "کوئی بات ہے ایسی ں پر انہوں نے اپنے غصے سے پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے اور اب اگر میں نے پوچھا بھی تو وہ مجھے ٹھیک اسی ح ٹال دیں گے بہلا دیں گے جس طرح کسی طفل ناداں کو ٹریٹ کیا جاتا ہے ایزد سمجھتے ہیں کہ رشتے کو میری زوری بنا دیں گے مگر ایسا نہیں زوہا۔ یہ ٹھیک ہے کہ میرے دل میں جو ایزد کے لیے جذبے ہیں وہ کسی اور کے لیے تھے نہ ہو سکتے ہیں مگر یہ سمجھنا بھی غلط ہو گا کہ میں اصولوں پر جذبوں کا سمجھوتا قبول کر لوں گی۔"

اس کا حتمی لہجہ اور قطعی انداز زوہا کو اندر ہی اندر تھرا گیا۔

"یہ کیسی بات کر رہی ہو صہیبہ دیکھو ایسا کچھ بھی نہیں ہے انشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا چھوٹی سی غلط فہمی مضبوط رشتوں کی بنیادیں کھوکھلی کر دیتی ہے تم شک کی پٹی آنکھوں سے اتار کر اس معاملے کو دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کرو پلیز۔"

اپنے ہاتھ پر زوہا کی لمبی انگلیوں کا دباؤ محسوس کر کے ایک لمحے کو وہ چپ سی ہو گئی سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیا کروں جو ایزد کہیں اس پر ایمان لے آؤں اور جو میں نے سنا ہے اسے بالکل بھلا دوں۔" تھکے تھکے لہجے میں کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں سرخی بڑھ گئی تھی۔

"نہیں میں یہ نہیں کہہ رہی اگر میری مانو تو یاور صاحب کی فیملی ممبرز سے ملو بلکہ یوں کرو زمین سے ملو وہ ان کی بیٹی ہے فرہاد تو بے حد تعریف کرتے ہیں اس کی بہت سلجھی ہوئی شخصیت کی ملکیت ہے۔ ممکن ہے وہ تمہیں کچھ بتا سکے۔ جہاں تک میرا خیال ہے تم اس پر اعتماد کر سکتی ہو۔ وہ ایزد بھائی کے علم میں لائے بغیر تمہیں ان سے متعلق کافی معلومات فراہم کر سکتی ہے۔ خصوصاً "دوسرے اپارٹمنٹ سے متعلق تمہیں جو بھی شک ہے آئی مین جو بھی تمہارا خیال ہے وہ اس کے متعلق تمہیں سچائی سے بتا دے گی۔"

"شک" کہنے پر صہیبہ نے اسے جن سخت نظروں سے دیکھا وہ کچھ کنفیوز سی ہو گئی اور پھر نرمی اور محبت سے سمجھانے لگی تو وہ تذبذب میں پڑ گئی۔

"کیا یہ سب ٹھیک ہو گا زوہا۔ وہ ایک غیر لڑکی ہے۔ میں یوں اپنا پرابلم اس سے کیسے شیئر کروں۔ کہیں کچھ الٹا رہا ہو گیا تو۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"نہیں، نہیں تم فکر مت کرو وہ ایسی ویسی لڑکی نہیں' ابھی راستے میں میں نے فرہاد سے یونہی باتوں میں بہت کچھ پوچھا تھا اس سے متعلق' میرا یقین ہے کہ ہم اس پر ٹرسٹ کر سکتے ہیں۔ یوں بھی تم کوئی کھل کر تو صاف صاف نہیں پوچھو گی نا۔ بس ادھر ادھر کی باتیں کر کے کچھ کراس کوئسچن کر کے اندازہ کر لینا۔"

وہ اسے لائن پر لاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ کیونکہ دل کو یقین سا تھا کہ صہیبہ کا وہم اسی طرح دور ہو گا کہ بہر حال اک اچھی لڑکی ہوتے ہوئے زرمین سے انہیں سچ کی ہی توقع تھی۔

صہیبہ گومگو کی کیفیت میں بیٹھی تھی کہ زوہا نے اسے ٹوک دیا۔

"بس زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں میں تمہیں کل فون کر کے ان کے گھر کا نمبر دے دوں گی۔ بلا کر بات کر لینا اوکے چلو اب جلدی سے موڈ ٹھیک کرو۔ مجھے یقین ہے کہ کل تک سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

بے حد کھلی کھلی مسکراہٹ زوہا کے لبوں پر رنگ بکھرا گئی تھی صہیبہ پھیکی سی ہنسی ہنس دی۔

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔"

"ایسا ہی ہو گا انشاء اللہ کل تمہیں تمہارے ہر سوال کا جواب مل جائے گا۔"

"ہوں۔"

گہری سانس بھر کر اس نے بھی کل زرمین سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا اور زوہا کے ساتھ اٹھ کر باہر آ گئی لاؤنج میں سب موجود تھے۔ سب کے چہروں پر پھیلتی پر سکون اور پر طمانیت ہنسی دیکھ کر اس نے بھی اندر کے اندھیرے کو دور کرنے کی کوشش کی اور دادی جان کے پاس آ بیٹھی جن کی قربت میں آج وہ پہلے سے زیادہ سکون محسوس کر رہی تھی۔

انہیں ایک نظر غور سے دیکھتے ہوئے اس نے سوچا کہ واقعی دا جان کی دوسری شادی نے انہیں کتنا ہرٹ کیا ہو گا۔ اس سے تو محض ایک واقعہ برداشت نہیں ہو رہا۔

اپنے آپ پر تاسف ہو رہا تھا کہ اس کی سوچ کتنی غلط تھی آج اپنے کلیجے پر ہاتھ پڑا تو اندازہ ہوا کہ عورت کے لیے اس کا شوہر کیا ہوتا ہے۔ شراکت اور چھن جانے کا دکھ عورت کو کیسے اذیت ناک راستے پر ڈال دیتا ہے۔ جہاں محض پاؤں ہی فگار نہیں ہوتے بلکہ دل کے دس ٹکڑے ہوتے ہیں۔ بے بسی کی پست کر دینے والی جکڑ کیسے اپنے شکنجے میں کس لیتی ہے۔

جانے اس احساس کے باعث یا اپنی سابقہ سوچ کا دکھ یا ایزد کی طرف سے ملنے والے رنج کا نتیجہ تھا دو آنسو بہت چپکے سے دادی جان کے کندھے سے لگنے پر ان کے دوپٹے میں جذب ہو گئے تھے جس کی نمی پر انہوں نے اسے قدرے چونک کر دیکھا۔

اسے ایزد کی واپسی کی خوشی اور چند مہینوں بعد گھر سے بچھڑ جانے کے دکھ کا مشترک احساس سمجھ کر وہ شفقت سے مسکرا دیں اور اس کا سر تھپک کر اسے خود سے قریب کر لیا۔

• • •

زارا اس سے ملنے دوسرے دن ہی چلی آئی تھی یونیورسٹی کی ساری خبریں اس سے مل رہی تھیں۔ میمونہ خالہ ابھی ادھر ہی تھیں اس لیے اسے اور زرمین کو امی کی زیادہ فکر نہیں تھی۔ زہرہ بیگم بھی بہن کی آمد سے مطمئن تھیں۔ البتہ ایزد ابھی تک ان سے ملنے نہیں آیا تھا۔ یاور صاحب سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھتے تو وہ نظر چرا جاتیں۔

زارا کی زبانی ہی اسے احد کی بے قراریوں کی بابت پتا چلا تھا امریکہ فون پر تو تفصیل سے بات ہو نہ سکی تھی مگر یہاں پہنچ کر زارا نے مفصل حالات بتائے تو وہ باوجود ضبط کے ہنس پڑی۔

"سچ کہہ رہی ہوں۔ میرا تو ناک میں دم کر دیا ہے اس نے' سچ کہوں شرمین بہت سیریس ہو گیا ہے احد تمہارے لیے۔ جانتی ہو اس نے اپنی ماما سے بھی تذکرہ کر دیا ہے تمہارا اور دونوں بھابھیوں کو تو سمجھو پکا پکا راضی کر چکا ہے۔" وہ بہت جوش سے کہہ رہی تھی شرمین ایک ادا سے ہنسی اور پھر فوراً مصنوعی تفکر ظاہر کیا۔

"کیا کہا تم نے راضی کیا ہے اس نے اپنی بھابھیوں کو تو کیا وہ پہلے منع کر رہی تھیں اسے۔"

"اف بھئی میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ ان فیکٹ وہ کل پرسوں میں لانے کی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے حضرت

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مگر میں نے سمجھایا ابھی تو انکل کی طبیعت کچھ سیٹ نہیں اس لیے ممکن ہے تمہیں فون کرے یا یونہی ملنے بھی چلا آئے۔"

زارا ہنس ہنس کر بتارہی تھی شرمین کے لبوں پر اک پر طمانیت مسکراہٹ بکھر گئی کئی دن بعد کسی خبر نے کسی بات نے دل کو خوشی دی تھی۔ اسی اثناء میں نرمین کچھ ریفریشمنٹ ملازمہ کی مدد سے لیے اندر چلی آئی۔

"ہیلو نرمین۔"

"ہیلو زارا کیسی ہو۔"

"ایک دم فائن۔" وہ ہنسی "ویلکم بیک ٹو پاکستان۔"

"تھینکس اور سناؤ یونیورسٹی کی طرف کا کیا حال احوال ہے۔"

متانت سے مسکراتی وہ ملازمہ کو کچھ ہدایات دے کر بیٹھ گئی۔

"بہت ہی اچھے احوال ہیں' میں نے گوش گزار کیے ہیں آپ کی ہمشیرہ کے' دیکھیں کب رحم کھاتی ہیں غریبوں پر۔" وہ معنی خیزی سے بولی تو نرمین کو ہنسی آگئی۔

"ہوں تو کیا کافی ابتری رہی ہے اس طرف پچھلے دنوں۔"

"ایسی ویسی۔"

وہ دونوں مل کر قصداً" شرمین کو چھیڑ رہی تھیں وہ قدرے جھینپ کر چائے بنانے کے لیے اٹھ کر ٹرالی کے پاس آ بیٹھی۔

"اور آپ سنایئے۔ اسکول دوبارہ کب سے جوائن کر رہی ہیں۔"

نجانے کیسے زارا نے یہ ٹاپک چھیڑ دیا تھا شرمین سٹپٹا سی گئی۔ بھلا ابھی کہاں جا سکتی تھی وہ سمعان کی سوالیہ نظریں اور اپنے دل کے تقاضوں سے صرف نگاہ کرنے کا واحد طریقہ یہ ہی تھا کہ وہ اس طرف جائے بھی نہیں۔

تذکرہ ایسا تھا کہ اس کے چہرے پر اک رنگ آکر گزر گیا پھیکی سی مسکراہٹ سمیت بولی۔

"نہیں ابھی تو مشکل ہے۔ جب تک ابی بالکل ٹھیک نہیں ہو جاتے میرا دل بالکل نہیں لگے گا کسی بھی کام میں یوں بھی اب شرمین کو تو اپنی اسٹڈیز کا نقصان کور کرنا ہو گا ایسے میں ابی جی بالکل اکیلی رہ جائیں گی۔ میں اس لیے فی الحال جوائن نہیں کرنا چاہ رہی۔"

وہ صاف گوئی سے کہہ رہی تھی۔ یہ بھی سچ تھا اور دوسری حقیقت یہ بھی تھی کہ جب تک ایزد اور اس کے مابین بندھا یہ اک ٹوٹا جڑا سا ناتا مکمل طور پر آر یا پار نہیں ہو جاتا وہ سمعان کو فیس کرنے کی قطعاً ہمت نہیں رکھتی تھی۔

● ● ●

ایزد محض چند منٹ کے لیے کھڑے کھڑے یاور صاحب کی احوال پرسی کرنے آیا تھا کچھ آفیشل مسئلے بھی ڈسکس کرنے تھے۔ اس وقت کلب کے کچھ احباب آئے ہوئے تھے اس لیے وہ زیادہ دیر رک نہ سکا۔

یاور صاحب اس سے بہت سی باتیں کرنا چاہ رہے تھے مگر وقت ہی نہ ملا اور وہ عجلت میں کام سے متعلق ڈسکس کر کے چلا گیا۔ البتہ اس کے والد کا فون آیا تھا یاور صاحب کو ایسا محسوس ہوا جیسے ایزد نے ان سے نکاح کا تذکرہ کر دیا ہو۔ البتہ ان کا انداز اتنا دوستانہ اور نارمل تھا کہ وہ کچھ مطمئن سے ہو گئے بالخصوص جب انہوں نے دوسرے دن آنے کی باقاعدہ اجازت مانگ کر وقت مقرر کیا تو جیسے ان کے ذہن سے آدھا بوجھ اتر گیا۔

شام ڈھلنے والی تھی گھر کے افراد ابھی ذرا دیر پہلے ہی فارغ ہوئے تو سب لاؤنج میں مل بیٹھے یاور صاحب بھی صوفے پر آکر بیٹھ گئے تھے ادھر ادھر کے قصے سنائے جا رہے تھے میمونہ خالہ کی پوری فیملی موجود تھی۔ سب ہی ہنس بول رہے تھے۔

یاور صاحب نے بلا ارادہ نرمین کی تلاش میں نظریں دوڑائیں۔ وہ سب کے ساتھ نہیں تھی۔ اندر اپنے کمرے میں بیٹھی تھی۔

ایزد جس وقت آیا اسے میمونہ خالہ نے کچن میں بلا لیا تھا اور جب تک وہ فارغ ہو کر باہر آئی وہ جا چکا تھا۔ ایک عجیب سے احساس نے اسے جکڑ لیا تھا۔ جب سے وہ پاکستان آئے تھے ایزد سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ جانے

کیوں وہ ان سے ملنے سے کترا رہا تھا۔
اس کا دل بیٹھے جا رہا تھا مگر کسی کی خوشی کا رنگ خراب کرنے کی اس نے کوشش نہیں کی اور چپ چاپ اپنے کمرے میں چلی آئی۔ گو کہ دل تو چاہ رہا تھا کہ شرمین سے کچھ کہے اس کی تسلی ہمیشہ اسے مطمئن کر دیتی تھی مگر آج ذارا سے مل کر وہ بہت ایکسائیٹڈ تھی کچھ دیر پہلے احد کی کال بھی آئی تھی اور اسے اندازہ تھا کہ شرمین اس وقت ایک حسین خواب کے سحر میں ہوگی۔ جس میں سے اسے نکالنا ایک طرح کا ظلم ہی تھا۔
یاور صاحب نے چند منٹ اس کا انتظار کیا اور جب وہ نہ آئی تو سمیر کو بھیج کر بطور خاص اسے بلا بھیجا تو وہ چہرے سے تردد اور تفکر کے جالے اتارتی وہاں چلی آئی جہاں سب موجود رونق لگائے ہوئے تھے۔
یاور صاحب نے اسے اشارے سے پاس بلا کر بٹھایا تو اس نے ان کی محبت سے چمکتی آنکھوں میں مسرت کی جوت دیکھی اور اپنے دل میں اترتے خدشوں کو میٹھی نیند سلانے کی کوشش کرنے لگی۔ جانے کس احساس کے تحت ان کا ہاتھ اس کے سر پر آرکا تھا۔ وہ پلکیں جھپک جھپک کر آنسو اپنے اندر جذب کرنے کی جدوجہد میں نڈھال ہو گئی۔

● ● ●

دوسرا دن بہت امیدوں کے ساتھ طلوع ہوا تھا وہ پوری رات جس طرح نرمین اور یاور صاحب نے گزاری تھی وہی جانتے تھے دونوں کی کیفیت جدا اور احساسات مختلف تھے۔ لبوں پر دھری دعا میں بھی ایک دوسرے سے یکسر متضاد تھیں مگر رتجگا یکساں تھا۔
نرمین دعا گو تھی کہ کسی طرح اسے اس طوق اس قید سے نجات مل جائے جبکہ یاور صاحب اس کی اور ایزد کی جوڑی سدا سلامت رہنے کے خواہش مند تھے۔
زہرہ بیگم دونوں کی کیفیتوں سے آگاہ تھیں پریشان بھی تھیں مگر اپنا بھرم قائم رکھا ہوا تھا۔ صبح ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر میمونہ خالہ بھی اپنے گھر کو لوٹ گئیں تو گھر میں خاموشی سی چھا گئی۔
سمیر بھی اپنے دوستوں کی طرف نکل گیا تھا کئی دن بعد ان سب سے ملنا ملانا ہو رہا تھا اس لیے اسے آنے میں دیر تو لگنی ہی تھی۔
آج یاور صاحب کو قدرے حرارت تھی رات کا جگار اور پھر مسلسل مہمانوں کی آمدورفت کے باعث بے آرامی نے اپنا اثر دکھایا تھا زہرہ بیگم انہیں مسلسل ٹوک رہی تھیں مگر موت کی دہلیز چھو کر پلٹنے والے یاور صاحب سب سے ملنا چاہ رہے تھے۔
"زندگی کا کیا بھروسہ زہرہ مجھے سب سے ملنے دو۔ تمہیں نہیں معلوم کہ میں نے اپنے بیماری کے اس دور میں کیا کیا یاد کیا تھا۔"
"ہوں جانتی ہوں میں سب کچھ۔"
وہ اندر ہی اندر اس انداز پر ہول جاتی تھیں مگر بظاہر منہ بنا کر بولیں۔ اسی لمحے شرمین اندر آئی۔
"ابی آپ کے دوست آئے ہیں۔ فیملی بھی ہے ساتھ میں نے ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا ہے۔"
اس نے آکر اطلاع دی تو ان دونوں نے اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔
"کون ہے۔" زہرہ بیگم نے پہلے پوچھ لیا تھا۔
"میرے خیال میں شہریار ہمدانی ہوگا مگر اسے تو شام میں آنا تھا۔"
"نہیں ابی۔ ہمدانی انکل نہیں سلمان انکل ہیں وہی جن کے اسکول میں نرمین نے جاب کی تھی۔" چہرے پر ہلکی سی چمک لیے وہ بولی تو یاور صاحب کی سوالیہ آنکھوں میں یکدم شناسائی کا احساس رنگ بن کر بکھر گیا۔
"او وہ سلمان۔"
وہ قدرے تیزی سے اٹھے اور ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئے جبکہ زہرہ بیگم وہیں رکی ہوئی تھیں کہ اس نے انہیں چونکا دیا۔
"امی جی سمعان بھائی بھی ساتھ ہیں۔ آنٹی آپ کو پوچھ رہی ہیں پلیز آپ بھی جائیے میں ریفریشمنٹ کا سامان بھجواتی ہوں۔ ویسے وہ لوگ کیک اور مٹھائی لائے ہیں لگتا ہے ہاں کروا کے جائیں گے ابی سے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شرمین بہت مسرور نظر آرہی تھی زہرہ بیگم یونہی ہنس پڑیں۔

"تو بے وقوف یہ معاملے کبھی یوں بھی طے ہوتے ہیں۔" پھر ہنس کر چپ ہوئیں تو چہرے پر تردد کے آثار نظر آنے لگے۔ "یوں بھی تمہارے ابّی نے آج بطور خاص ہمدانی بھائی کو بلوایا ہے۔ جب تک یہ حقیقت کہ ایزد کا نکاح پہلے ہی ہوچکا ہے انہیں معلوم نہیں ہوجاتی کچھ بھی سوچنا مشکل ہے۔"

ان کے کہے جملے کا تاثر یکدم شرمین کے چہرے پہ بھی در آیا تھا۔

"اوہ۔" وہ افسردہ سی ہوگئی۔

"انی وے تم پریشان مت ہو سب ٹھیک ہوجائے گا۔ جاؤ شاباش چائے وغیرہ کا بہترین انتظام کرو خدا کرے ان کی لائی مٹھائی کا شگن ہماری خوشیوں کے لیے اچھا رہے۔"

اس کا گال تھپتھپا کر وہ دعائیہ لہجے میں کہتی نکل گئیں تو شرمین گہری سانس بھر کر کچن کی طرف پلٹ آئی۔ جہاں زرمین ملازمہ کو تیزی سے ہاتھ چلاتا دیکھ رہی تھی۔ خالی الذہنی کی کیفیت چہرے سے عیاں تھی۔

شرمین کو احساس تھا کہ وہ کس پل صراط سے گزر رہی ہے کیا کہتی بس چپ چاپ آکر اس کے کندھے پر اپنے ہاتھ کا دباؤ ڈال کر جذباتی اور احساساتی تحفظ کا یقین دلایا تو وہ ضبط کرتی اٹھ گئی۔

دس پندرہ منٹ بعد جب وہ شرمین کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی تو سامنے ہی بیٹھے سمعان گردیزی پر نظریں پڑتے ہی چہرے پر باوجود سخت پریشانی کے ڈھیروں رنگ اتر آئے تھے۔ سلام کر کے چند منٹ وہاں بیٹھی بھی مگر زیادہ دیر پر شوق نظروں کا سامنا نہ کرسکی اور اندر کی راہ لی۔

سمعان نے واضح طور پر محسوس کیا کہ وہ کچھ اپ سیٹ تھی مگر اسے والد کی علالت کا نتیجہ سمجھ کر نظر انداز کردیا یوں بھی وہ کتنی ہی مہارت سے قیاس کیوں نہ لگاتا وہ کچھ سوچ بھی نہیں سکتا تھا جو اس پر بیت گئی تھی۔

یاور صاحب بہت عرصے بعد ملے تھے سلمان صاحب سے۔ بہت دنوں کی ڈھیروں باتیں اور یادیں تھیں جنہیں دہراتے ہوئے وہ خوشی محسوس کر رہے تھے۔

چائے بھی اس خوشگوار ماحول اور گفتگو کے دوران پی گئی۔ حتیٰ کہ وہ لوگ اجازت لے کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

"او کے یاور اب چلوں گا۔ امید ہے آئندہ تم مجھے اس سے بہتر حالت میں ملو گے پھر تم سے کچھ مانگوں گا فی الحال بس اتنا سمجھ لو تمہاری طرف اپنی ایک امانت چھوڑے جا رہا ہوں۔"

سمعان کی طرف نظر ڈالتے ہوئے وہ قدرے قہقہہ لگا کر بولے تو یاور صاحب حیرت زدہ سے کبھی انہیں کبھی سمعان کی طرف دیکھنے لگے جو جھینپ کر مسکرا رہا تھا۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"کیوں کیا بھابھی نے کچھ بتایا نہیں تمہیں۔ بھئی ہم نے اپنی۔۔۔۔"

"آپ فکر نہ کریں سلمان بھائی۔ آپ کو مایوسی نہیں ہوگی۔" یکدم بیگم زہرہ نے ان کی بات کاٹی اور تیزی سے بولیں تو یاور صاحب الجھی ہوئی نظروں سے انہیں دیکھنے لگے۔

تینوں مہمان حضرات بے اختیار خوشی کے احساس سے مغلوب ہو کر ہنس پڑے اور باہر نکل آئے، انہیں پورٹیکو تک چھوڑنے وہ ساتھ آئی تھیں۔

"یاور کی طبیعت مکمل طور پر ٹھیک ہوجائے انشاء اللہ آپ کو پوزیٹو جواب ملے گا۔"

جانے کس خدشے کے تحت انہوں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ بیگم سلمان خوشدلی سے کہنے لگیں۔

"ہمیں یقین تھا کہ آپ نے یاور بھائی سے بات کرلی ہوگی اور جواب پوزیٹو ملے گا۔"

"جی بس۔ بیٹیاں تو ہوتی ہی پرائی ہیں۔ جتنی جلدی اپنے گھر کی ہوجائیں اچھا ہوتا ہے۔" ہلکی پھلکی سی نمی نے ان کی آنکھیں دھندلا دی تھیں۔

"کم آن زہرہ۔ آپ کی بیٹیاں تو ہیرا ہیں جہاں جائیں گی روشنی بکھرا دیں گی۔"

"ہاں خدا کرے ان کے نصیب بھی ایسے ہی روشن ہوں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"انشاءاللہ کم از کم اپنے بارے میں تو یہ ہی کہوں گی کہ بیٹی کی کمی پوری کرنے کے لیے زمین کو مانگا ہے۔ اسے انشاءاللہ ہم سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔"

وہ کہہ رہی تھیں بیگم یاور کے اندر جیسے ڈھیروں اطمینان اتر آیا۔ سمعان کے کندھے پر محبت سے تھپکی دی۔

"او کے بیٹا پھر آنا تم مجھے بالکل سمیر جیسے لگتے ہو اپنے اپنے سے۔"

"تھینکس آنٹی۔ آپ کی محبت اور قدر افزائی ہے۔"

وہ قدرے جھک کر بولا اور پھر ڈرائیونگ سیٹ کی طرف چلا گیا۔

جب تک گاڑی نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی مسز یاور وہیں کھڑی رہیں اور پھر گہری سنجیدگی کے ساتھ پلٹ آئیں۔

یاور صاحب حسب توقع ان کے منتظر تھے آنکھوں میں اتنے سوال تھے کہ بیگم یاور انہیں ٹالنے کا سوچ بھی نہ سکیں اور ان کے پاس ہی چلی آئیں۔ تو وہ پوچھنے لگے۔

"کیا بات ہے زہرہ لگتا ہے سلمان میری غیر موجودگی میں بھی ادھر آیا تھا۔"

"ہوں صرف سلمان بھائی ہی نہیں بھابھی بھی آئی تھیں۔ زمین کا پروپوزل لے کر۔ اس وقت آپ امریکہ میں تھے۔"

"تو کیا تم نے ہاں کہہ دی تھی۔" وہ کچھ بے چین سے سوال کر بیٹھے۔

"نہیں۔ آپ سے پوچھے بغیر کیسے کہہ سکتی تھی۔"

"مگر ابھی تو تم نے کچھ ایسا ہی کہا۔۔۔ کیا تم انہیں"

"پلیز یاور اس وقت ذہن پر کوئی بوجھ نہ ڈالیں۔ تھوڑی دیر میں ہمدانی بھائی آتے ہوں گے ان کے آنے سے پہلے ذرا دیر آرام کر لیں اس موضوع پر پھر بات ہو گی۔"

یکدم وہ گفتگو کا سلسلہ موقوف کر کے اٹھ گئیں تو یاور صاحب ان کا حتمی انداز دیکھ کر چپ ہو گئے۔ درحقیقت وہ خود اپنے آپ کو ایزد کی والدہ اور اس کے والد سے بات کرنے کے لیے تیار کرنا چاہتے تھے۔

● ● ●

زوہا نے ابھی ابھی فون کر کے اسے زمین کا نمبر لکھوایا تھا اور چونکہ وہ اس موضوع پر بہت سوچ چکی تھی اس لیے اعتماد سے فون اسٹینڈ تک چلی آئی۔

شک یا وہم خود انسان کو چین نہیں لینے دیتا وہ اس کے حصار میں مقید تو رہتا ہے مگر اس سے فرار حاصل کرنے کی فطری سی خواہش بھی اسے ستاتی رہتی ہے۔

صبیحہ بھی اس انتظار کی اذیت سے نجات حاصل کر لینا چاہتی تھی فون کی بیل جا رہی تھی۔ جانے کیوں اس کا دل یکدم دھک دھک کرنے لگا اور بے ساختہ انگلی کریڈل پر جا پڑی۔ لائن بے جان ہو چکی تھی۔

اس نے ایک بار پھر خود کو ذہنی طور پر تیار کیا اور گفتگو کا لائحہ عمل ترتیب دیتے ہوئے دوبارہ نمبر ڈائل کر دیا۔

اس مرتبہ دوسری بیل پر ہی فون اٹھا لیا گیا تھا۔

"ہیلو۔" سمیر کی آواز وہ پہچان گئی تھی۔

"ہیلو زمین سے بات کروا دیں۔" قدرے بولڈ انداز میں اس نے کہا تو "اچھا ہولڈ کریں۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ فون ہینگ کر کے چلا گیا۔

شاید ایک دو سیکنڈ بعد ہی اس نے زمین کو پکارنے کی آواز سنی اور ایک بار پھر سوچنے لگی کہ اسے کیا اور کیسے کہنا ہے۔ ایزد کی منکوحہ کی حیثیت سے اس کے والد کی خیریت دریافت کرنے کا اخلاقی بہانہ بڑا کارگر تھا۔

ذرا دیر بعد ہی قدموں کی چاپ سنائی دی اور پھر کسی نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔" زمین بولی تھی اور اسے لگا جیسے اس کے گرد یکدم بہت بڑا دھماکا ہوا ہے یہ آواز۔۔۔

یہ آواز تو وہی تھی۔

وہی جو اس دن۔۔۔ ریسیور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گرا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہیلو' ہیلو۔"

زمین نے ریسیور گرنے کی آواز سنتے ہوئے دوبارہ پکارا ابھی مگر کوئی جواب ملنے کی بجائے یکدم لائن ڈسکنیکٹ کردی گئی۔

"کمال ہے۔" وہ کچھ متعجب سی مڑی۔

سمیر اس وقت تک کمرے سے جا چکا تھا اسے پکار کر بلایا اور پوچھا۔

"کس کا فون تھا سمیر۔"

"آپ کو پتا ہوگا مجھے کیا معلوم۔"

"تو کیا تم نے نام نہیں پوچھا تھا؟"

"نہیں مگر کوئی لڑکی تھی آپ کو بلایا تھا۔"

"اچھا۔" اس کا انداز کچھ سوچتا ہوا سا تھا۔

"بائی دا وے ہوا کیا ہے؟ کیا بات نہیں ہوئی آپ کی۔"

سمیر پوچھ رہا تھا وہ ہوں ہاں کرتی وہاں سے چلی آئی ذہن آج کل اس قدر پریشان تھا کہ چھوٹی چھوٹی باتیں محسوس ہو رہی تھیں۔ یہ فون کال بھی اسے ڈسٹرب کر گئی۔

اسے لگا جیسے قصداً" اس کی آواز سن کر فون بند کیا گیا ہے۔ جبکہ بقول سمیر کالر نے اس کا نام لیا تھا۔ گویا اس سے ہی بات کرنے کے لیے فون کیا گیا تھا۔

تو پھر بات کیوں نہیں کی' بند کیوں کر دیا۔

سوال اس کے ذہن میں گڈمڈ ہو رہے تھے مگر زیادہ دیر وہ اس بات کے لیے پریشان نہیں ہو سکی ۔ شرمین نے اندر آتے ہوئے اسے پکارا تو وہ سر جھٹک کر اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"ہوں۔"

"وہ ایزد بھائی کے پیرنٹس آ گئے ہیں۔"

"اوہ۔"

یکدم اسے لگا جیسے اس کی نبضیں ٹھہر گئی ہوں دھڑکنیں تھم رہی ہوں۔ عجیب دہشت زدہ نظروں سے اس نے شرمین کی طرف دیکھا تھا۔

"ٹیک اٹ ایزی۔ آخر تم ہر بات کو اپنے نروز (اعصاب) پر کیوں سوار کر لیتی ہو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا' آئی ایم شیور' زمین۔"

اس کا سرد ہوتا ہاتھ شرمین نے تھام کر دلاسا دیا تو وہ محض خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"امی جی اور ابی کہاں ہیں۔" اسے لگا جیسے اس کی آواز کسی کنویں سے آئی ہو۔

"ڈرائنگ روم میں انکل آنٹی کے پاس۔"

"ایزد بھی آئے ہیں؟"

قدرے جھجکتے ہوئے سوال کیا تو شرمین نے سر دھیرے سے اثبات میں ہلا دیا۔

"مگر وہ ادھر لاؤنج میں ہی ہیں۔ سمیر سے گپ شپ ہو رہی ہے۔"

ہلکے پھلکے انداز میں اسے بتایا مگر اس کی پریشانی کسی طور کم نہیں ہو رہی تھی۔

"تم گئیں ڈرائنگ روم میں؟"

"نہیں مگر پلیز تم خود کو سنبھالو زمین اگر تمہاری یہ ہی حالت رہی تو آئی ایم شیور تمہارا نروس بریک ڈاؤن ہو جائے گا۔ آخر تمہیں کس بات کا خوف ہے کیوں اپ سیٹ ہو اس قدر؟"

نرم لہجے میں کیا گیا شرمین کا استفسار اسے بھربھری مٹی کی طرح بٹھاتا چلا گیا تھا۔

"ابی کو کچھ ہو نہ جائے شرمین۔ آج جو کچھ ایزد کے والدین انہیں بتانے آئے ہیں وہ کسی طور بھی خوشگوار نہیں ہوگا ان کے لیے' مجھے ان کے ری ایکشن کا خوف ہے۔"

وہ کہہ رہی تھی چہرے پر تردد کے آثار تھے اور آنکھوں میں ہلکورے لیتی پریشانی۔ شرمین اس کے پاس ہی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صوفے پر ٹک گئی تھی اس کے شانوں پر بازو پھیلاتے ہوئے اسے ڈھارس دینے کے خیال سے بولی۔

"کم آن۔ ابی اب بہت بہتر ہیں زرمین اور انشاء اللہ بہتر ہی رہیں گے۔ وہ ایک حوصلہ مند شخص ہیں' زندگی کے اپس اینڈ ڈاؤن دیکھ رکھے ہیں انہوں نے وہ اس طرح Collapse نہیں کر سکتے ابی نے ساری زندگی بہت جرات اور بہادری سے حالات کا مقابلہ کیا ہے۔"

شرمین کے لہجے میں جو دلاسا اور تسلی تھی اسے محسوس کر کے زرمین ہلکے سے مسکرا دی۔

"ہاں شاید۔"

"اب نی وے تم چلو' تمہاری یہ ڈپریس شکل دیکھ کر تو سب ہی یہ سمجھیں گے جیسے تمہیں خود اس رشتے کے ٹوٹ جانے کا دکھ ہے' پلیز اپنا ایکسپریشن ایسا رکھو جس سے ابی کو یہ سب کچھ قبول کرنے میں آسانی ہو' تمہاری آنکھوں سے جھلکتا اطمینان انہیں پرسکون کر دے گا۔ انہیں یقین آ جائے گا کہ تم خوش ہو تو وہ بھی مطمئن ہو جائیں گے۔"

شرمین کے ناصحانہ انداز پر وہ بس خاموش ہی رہی اور شرمین اسے باہر آ جانے کا اشارہ کرتی چلی گئی۔ کچن میں کچھ کام تھا اور وہ اپنی جگہ بیٹھی یہ سوچتی رہ گئی کہ۔

"کیا واقعی میں خوش ہوں۔

اس بے نام و بے روح رشتے نے مجھے اور میری زندگی کو کہیں کبھی کسی زاویے سے متاثر نہیں کیا' اسیر نہیں کیا؟"

درون دل اس سوال پہ جیسے یکدم خاموشی چھا گئی تھی۔ عجیب سے احساسات نے اس کے اندر اودھم مچایا تو وہ گھبرا کر باہر نکل آئی۔

لاؤنج میں ایزد کو بیٹھتے دیکھ کر ایک لمحے کو وہ رک سی گئی۔ یہ شخص جو اس کا محسن اور مہربان ہے اسے دیکھ کر زندگی کی مشکلات کتنی کم لگنے لگتی ہیں۔

بہت خفیف سا تبسم اسے دیکھ کر ایزد کے لبوں پر اتر آیا تھا۔ البتہ آنکھوں میں موجود سنجیدگی کا تاثر ہنوز تھا۔

سمیر وہاں موجود نہیں تھا اس لیے وہ سہج سہج قدم اٹھاتی اس کے پاس چلی آئی۔

"السلام و علیکم۔" دھیما دھیما سا لہجہ تھا۔

"وعلیکم السلام کیسی ہیں آپ؟"

اس کے چہرے پر کھنڈی زردی گواہ تھی کہ وہ کیسی ہے مگر اس کے سوال پہ حسب عادت سر ہلا دیا۔

"الحمد اللہ بالکل ٹھیک ہوں۔"

"غالباً" آئینہ دیکھے بغیر کہہ دی ہے آپ نے یہ بات۔"

ایزد سنجیدہ ہو گیا تھا اس نے چونک کر سر اٹھایا اور کچھ حیرت سے بولی۔

"کیا مطلب میں سمجھی نہیں۔"

"پریشان ہیں؟" وہ بڑے مہربان لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ اس کی پلکیں یونہی بھیگنے لگیں۔

"آپ کو یقین ہے نا ایزد کہ ابی ہرٹ نہیں ہوں گے۔ ان کی طبیعت ابھی مکمل طور پر ٹھیک نہیں' مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں۔۔۔" جملہ ادھورا رہ گیا تھا۔

شرمین کے بعد زندگی میں واحد یہ شخص آیا تھا جس سے اس نے اپنے احساسات شیئر کیے تھے جبکہ ایک وقت وہ بھی تھا جب وہ اس کے سائے سے بھی بدکتی تھی۔

ایزد کے چہرے پر اس کی بات کا بھرپور تاثر ابھرا تھا۔ تسلی بھرے انداز میں بولا۔

"میں بھی آپ کی طرح ایک عام انسان ہوں شرمین نہ کوئی پیشن گوئی کر سکتا ہوں نہ مجھے الہام ہوتا ہے۔ مگر پھر بھی اتنا کہوں گا کہ انشاء اللہ انکل یاور بالکل ٹھیک رہیں گے البتہ ہرٹ ہونے نہ ہونے کا تعلق ہے تو انسان کے فیصلے جب رد ہوتے ہیں تو دکھ بہرحال ہوتا ہے۔ تاہم اب یہ انکل پر اور آپ پر ڈپینڈ کرتا ہے کہ آپ کس طرح سچویشن کو قبول کرتے ہیں' بالخصوص زرمین آپ۔" اس نے پرزور انداز میں کہتے ہوئے اسے دیکھا اور پھر دھیمے لہجے میں بولا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"آپ کو اپنے رویے سے انکل کو یہ باور کرانا ہوگا کہ آپ اس رشتے سے ناخوش تھیں اور ناخوش ہیں۔"

"اور آپ؟" بلا ارادہ اس کے لبوں سے سوال پھسلا تھا ایزد نے استعجاب سے اس کی طرف دیکھا جو اپنے سوال کا جواب اس کے چہرے پر تلاش کر رہی تھی۔

"کیا مطلب؟" وہ واضح طور پر الجھا تھا۔

"مطلب کیا آپ اس صورتحال سے خوش تھے؟"

اس کا استفسار جیسے اسے کٹہرے میں لے آیا تھا وہ قدرے سر جھٹک کر ایک لمحے کو نظر چرا گیا۔ پھر کچھ سوچ کر اس کی طرف دیکھا جو بڑے انہماک سے اس کے چہرے کو پڑھ رہی تھی۔

"خوشی اور نہ خوشی کا تو کوئی سوال ہی نہیں تھا نرمین کیونکہ آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ میں نے انکل کی خاطر ان کا کہا مانا تھا۔"

(تو گویا آپ بھی خوش ہیں تو پھر یہ خوشی آپ کے چہرے سے عیاں کیوں نہیں؟ کس چیز نے ڈسٹرب کر رکھا ہے آپ کو) اس آنکھوں میں ان کہے لفظ تحریر ہو رہے تھے ایزد کچھ جز بز ہوتا اٹھ کھڑا ہوا۔ تو وہ بھی اس کی تقلید میں اٹھ گئی۔

"اپنا خیال رکھیں نرمین زندگی میں حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے، ممکن ہے جو آپ نے فیس کیا اس نے آپ کو ہرٹ کیا ہو مگر یاد رکھیے اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو ہی آزماتا ہے۔"

قدرے رک رک کے لہجے میں کہہ کر ایزد ڈرائنگ روم کی طرف قدم بڑھا گیا تو وہ اپنی جرات گفتار اور اوٹ پٹانگ سوال یاد کر کے دنگ سی رہ گئی۔ اپنی ہمت پر اسے حیرت اور افسوس ہو رہا تھا۔ سر پکڑ کر وہیں بیٹھ گئی۔

جس محسن نے اس کا ساتھ دیا وہ اسے ہی عدالت میں گھسیٹ لائی تھی۔ شاید اس لیے کہ کسی اور پر اس کا بس نہیں چلتا تھا اور یہ تو دنیا کا وطیرہ ہے کہ جو آپ کی پروا کرتا ہے آپ کے سارے گلے شکوے اس کی ذات سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔

کسی کا درد ہو کرتے ہیں تیرے نام رقم
گلہ ہے جو بھی کسی سے تیرے سبب سے ہے

پھر کتنی ہی دیر وہ وہیں بیٹھی رہی ڈرائنگ روم سے اب بولنے کی آوازیں آنا بند ہو گئی تھیں محض خاموشی تھی طویل خاموشی۔ وہ گھبرا کر اٹھی اور ڈرائنگ روم کے دروازے سے اندر داخل ہو گئی۔

"تو گویا تم سب نے مجھ سے اتنی بڑی بات چھپائی۔"

اس پر نظر پڑتے ہی یاور صاحب کے پتھرائے ہوئے چہرے پر تاسف کی رمق آئی تھی۔ بڑی گلہ کرتی نگاہوں سے زہرہ بیگم اور ایزد کی طرف دیکھا تھا انہوں نے۔

"یاور ایسی بات نہیں، دراصل۔۔۔"

زہرہ بیگم نے بے چین ہو کر کہنا چاہا تھا مگر یاور صاحب کے چہرے پر پھیلتی زردی دیکھ کر وہ کانپ سی گئیں۔ بے اختیار اٹھ کر ان کے پاس آئیں۔

"ہمیں آپ کی زندگی اور خوشی عزیز تھی یاور اور اب بھی ہے مگر آپ کو کیا ہو رہا ہے۔" ان کا متغیر ہوتا رنگ یکدم سب کو پریشان کر گیا۔

"ابی۔۔۔ ابی۔۔۔"

"یاور۔۔۔"

"انکل۔۔۔"

بیک وقت انہیں پکارتے ہوئے سب ان کے پاس چلے آئے تھے۔ شہریار ہمدانی بھی تیزی سے وہیل چیئر دھکیل کر اس طرف آئے۔ یاور صاحب باوجود ضبط کے دل میں اٹھنے والے درد کو سہہ نہ سکے تھے۔

"ابی، ابی پلیز ہوش کریں۔"

نرمین کے ضبط کے سارے بند اس وقت ٹوٹ گئے تھے۔ شرمین کی حالت بھی مختلف نہیں تھی ممّاں اور بہن

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کو سنبھالنے کی خاطر وہ خود پر جبر کیے ہوئی تھی۔ یاور صاحب تقریباً بے ہوش ہو چکے تھے۔

"او گاڈ' میرا خیال ہے انکل کو فوراً" ٹریٹمنٹ ملنا چاہیے۔ چلیے آنٹی ساتھ آئیے۔" تیزی سے اٹھتے ہوئے ایزد نے یاور صاحب کو سہارا دے کر اٹھایا۔

"کیا۔" وہ تینوں جیسے چیخ ہی اٹھیں۔

"دھیرج بچوں دھیرج۔ دیکھو تمہاری امی کتنی پریشان ہیں۔ خود پر کنٹرول اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ چلو آؤ۔"

زہرہ بیگم تو ایزد کے پیچھے فوراً" نکل گئی تھیں وہ دونوں بھی بی بی جان کے سمجھانے بجھانے پر سسکیاں روکتی باہر چلی آئیں۔

ایزد اس وقت تک یاور صاحب کو کار کی پچھلی سیٹ پر بٹھا چکا تھا۔ زہرہ بیگم ان کے ساتھ ہی بیٹھ گئیں اور اپنے ڈرائیور کو گاڑی نکالنے کی ہدایت دی۔ بی بی جان ان دونوں کو لے کر ان کی گاڑی میں آبیٹھیں تو شہریار صاحب ایزد کے ساتھ والی سیٹ پر براجمان ہو گئے۔ نمیر کو بلوایا گیا اور یوں وہ سب ایمرجنسی میں ہسپتال پہنچے۔

دوسرا اٹیک تھا' وہ تمام لوگ یک دم جیسے احساس جرم میں گرفتار ہو گئے خصوصاً" زمین اور ایزد کی حالت عجیب تھی۔

ڈاکٹرز تیزی سے ضروری کارروائیاں کر رہے تھے اور کوریڈور کی بینچز پر بیٹھے وہ تمام لوگ سخت ذہنی دباؤ کا شکار تھے۔ زہرہ بیگم کے بہت کہنے پر بھی ایزد کے والدین جانے کو تیار نہ تھے۔ میمونہ خالہ کا فون خراب تھا مسلسل ٹرائی کرنے پر بھی کوئی رسپانس نہیں آ رہا تھا۔

● ● ●

صبح سے دوپہر ہو گئی تھی زوہا کو فکر لگی تھی کہ جانے صبیحہ کی زمین سے کیا بات ہوئی ہوگی۔ لہٰذا فرصت ملتے ہی فون کر لیا۔ دادی اور امی سے بات کر کے جب اسے بلوایا تو وہ حد درجے سنجیدہ تھی۔

"خیریت تو ہے نا صبی۔ تم ٹھیک تو ہو۔؟"

زوہا کے لہجے کا تفکر اور تشویش اسے ایک خفیف سی مسرت سے ہمکنار کر گیا۔

"ہوں' مجھے بھلا کیا ہونا ہے۔" تیکھے پن سے بھرپور جواب تھا۔

"لگتا ہے تمہارا موڈ سخت آف ہے۔ بتاؤ نا زمین سے بات ہوئی۔؟"

زوہا کے انداز سے بے قراری جھلک رہی تھی اس نے ایک لمحے کے لیے سوچا کہ کیا جواب دے۔ بے اختیار ایک گہری سانس بھر کر اس نے خود کو کمپوز کیا۔

"ہاں' کیا تھا میں نے فون۔"

"پھر' بات ہوئی۔"

"بات کیا۔ جس سوال کا جواب مجھے چاہیے تھا وہ مجھے بنا بات کیے ہی مل گیا۔"

"واٹ۔"

صبیحہ کا گہرا گہرا لہجہ زوہا کو ششدر کر گیا' الجھ کر استفسار کیا۔

"مطلب یہ کہ وہ لڑکی زمین ہی تھی جس کی آواز میں نے امریکہ کال کرنے پر سنی تھی۔"

"کیا۔؟"

زوہا کی جیسے چیخ ہی نکل گئی اور اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتی سوال کرتی صبیحہ نے ریسیور کریڈل پر ڈال دیا۔

ضبط و صبر کی بھی ایک انتہا ہوتی ہے۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں ایسے جن کے سامنے انسان اپنی قوت برداشت ہار جاتا ہے۔ زوہا اس کے لیے ان ہی لوگوں میں سے تھی۔ اپنے آنسو اور دکھ وہ کسی پر عیاں نہیں کرنا چاہتی تھی سو رابطہ ہی توڑ لیا۔

ادھر زوہا کی حالت دگرگوں تھی اسے اچھی طرح اندازہ تھا کہ صبیحہ پر اس وقت کیا بیت رہی ہوگی اور ساتھ ہی اس کے سفاک "فیصلوں" کا خوف بھی اس کے اندر دھیرے' دھیرے سرایت کرتا جا رہا تھا۔

● ● ●

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بابر اور زونیہ کے کمرے سے آتی دبی دبی آوازیں کسی جھگڑے کا پیش خیمہ لگ رہی تھیں۔ ثمر بیگم اپنے بیڈ روم کی طرف جاتے ہوئے ایک لمحے کو ٹھٹک سی گئیں۔ گزشتہ ڈیڑھ سال میں یہ پہلی جھڑپ تھی جو ان کے علم میں آئی تھی۔

فطری طور پر وہ کچھ فکر مند سی ہو گئیں۔ ابھی یہ اندازہ ہی لگا رہی تھیں کہ کیا وجہ ہو سکتی ہے یکدم زونیہ کی تیز آواز سارا عقدہ کھول گئی۔

"مگر مجھے بچوں کا شوق ہے بابر آخر آپ یہ بات کیوں نہیں سمجھتے۔"

"پلیز زونیہ' میں نے کہا نا فی الحال میں فیملی میں اضافے پر ایگری نہیں اور تمہیں کیا جلدی ہے ابھی ہماری شادی کو ٹائم ہی کتنا ہوا ہے۔"

بابر احتشام علی کا لہجہ بے زاری لیے ہوئے تھا۔ باہر کھڑی ثمر بیگم کے ماتھے کی شکنیں گہری ہونے لگیں۔ لاکھ وہ ماڈرن سہی مگر اولاد کی فطری خواہش سے بحیثیت ماں وہ اچھی طرح واقف تھیں' یہی وجہ تھی کہ زوہا کی گود بھرتے ہی انہوں نے خوشی کے عالم میں اس کے لیے دل میں موجود تمام عناد کہیں چھپا ڈالا تھا۔

"واٹ ڈو یو مین بائی دیں بابر۔ یہ کوئی لاجک تو نہیں۔ زوہا اور فرہاد کی شادی تو ہمارے بھی بعد ہوئی اور وہ۔۔۔"

"۔اوہ کم آن زونی۔ تم اپنا اور زوہا کا مقابلہ مت کیا کرو۔ اس کا بیک گراؤنڈ تم سے مختلف ہے وہاں اس قسم کی باتوں کو اہمیت دی جاتی ہے جبکہ تم ایک ارسٹوکریٹ فیملی سے بیلونگ کرتی ہو تمہارے پوائنٹ آف ویو میں فرق ہونا چاہیے۔ یہ کیا کہ بچوں کو میرڈ لائف کا سینٹرل فوکس پوائنٹ بنا لیا جائے۔"

بابر خاصی سنجیدہ بے حسی کے ساتھ ناصحانہ انداز میں بول رہے تھے۔ باہر کھڑی ثمر بیگم کو سخت ناگوار گزرا تھا ان کا لہجہ اور ان کی سوچ۔

"عورت کسی بھی بیک گراؤنڈ سے تعلق رکھتی ہو بابر اس کی خواہشوں کا ایک ہی بیک گراؤنڈ ہوتا ہے اور وہ ہے عورت کی نیچر۔ فطرت تکمیل کی خواہاں ہوتی ہے ازل سے۔"

"پلیز زونی' نو مور آرگیومنٹ' مجھے اس قسم کی فلاسفیز سخت ارٹیٹ کرتی ہیں۔ تم میرے لیے کافی بنوا دو۔ سر میں درد محسوس ہو رہا ہے۔"

مرد کی بے حسی عورت کے نرم ملتجیانہ لہجے پر عود کر آئی تھی۔

"اور جو درد میں فیل کر رہی ہوں۔ اس کی پروا ہے آپ کو۔"

غصے میں زونیہ کی آواز خاصی اونچی ہو گئی تھی' بابر نے تیکھے تیوروں سمیت انہیں دیکھا۔

"ان فیکٹ تم جیلس ہو گئی ہو زوہا سے' بس اور کوئی پرابلم نہیں ہے۔ ڈیٹس وائے تم نے یہ اسٹوپڈ ایشو اٹھایا ہوا ہے آج کل۔"

"بابر۔!"

بابر کے سفاک تبصرے پر وہ کتنی ہی دیر بے یقینی اور تاسف سے انہیں دیکھتی رہیں اور پھر جو دونوں ہاتھوں میں چہرا چھپا کر روئیں تو روتی چلی گئیں۔

ثمر بیگم کا دل بھانجی کی محبت میں کٹنے لگا' بے اختیار دروازہ ناک کر ڈالا۔

"اوہ' دیکھو کون آگیا ہے۔ اب تم یہ آنسو صاف کرو۔"

بابر اپنی جذباتیت اور زونیہ کے آنسوؤں پر یکدم نادم ہو گئے تھے۔ لہٰذا قدرے نرمی سے کہتے ہوئے دروازہ کھولا۔ تو سامنے کھڑی ثمر بیگم کو دیکھ کر گھبرا سے گئے۔

"یس ماما' آپ۔؟ کوئی کام تھا۔"

"زونیہ کو بھیجو میرے پاس۔"

ثمر بیگم کے تیور کڑے تھے تاہم لہجہ نرم ہی رکھا تو وہ سر ہلاتے پلٹ گئے۔ وہ بھی اپنے کمرے کی طرف لوٹ آئیں اور پھر کتنی ہی دیر گزر گئی۔ زونیہ بمشکل تاخیر سے آئی تھیں۔

"جی آنٹی' بلایا تھا آپ نے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ثمر بیگم کی پر سوچ نظریں سامنے کی طرف مرکوز تھیں۔ جب زنیرہ نے اندر قدم رکھا وہ بے اختیار ان کی طرف مڑیں۔ چہرہ ستا ہوا لگ رہا تھا اور آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں۔

"ادھر آؤ بیٹا۔ از ایوری تھنگ آل رائیٹ۔؟"

محبت و لگاوٹ سے بلا کر استفسار کیا تھا۔ زنیرہ نے ہونٹ کاٹتے ہوئے سر یوں ہی اثبات میں ہلا دیا۔ ثمر بیگم نے تیزی سے سانس کھینچی گویا وہ کچھ بتانے پر رضامند نہیں تھیں۔

● ● ●

"تو گویا آپ کا آرزوؤں کا محل اب تعمیر ہوا ہی چاہتا ہے۔" فرہاد راکنگ چیئر پر جھولتے ہوئے سامنے بیٹھے سمعان کریزی کو بڑی شوخ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ جواباً وہ مسکرا دیا پھر سنجیدہ انداز میں بولا۔

"آئی ہوپ سو۔ دعا کرو اب کوئی مسئلہ نہ اٹھے۔؟"

"مطلب۔؟ کیا ایسا کوئی امکان ہے۔؟" فرہاد کے چہرے کی شوخی سنجیدگی میں ڈھل گئی تھی۔ سمعان اس کے سوال پر مبہم سا مسکرا دیا۔

"نہیں بظاہر تو نہیں مگر پتا نہیں کیوں کوئی آگہی میرے اندر سر پٹخنے لگی ہے۔ کبھی کبھی ایسا لگتا ہے میں کسی رستے پر نہیں بلکہ جاگنگ ٹریک پر دوڑ رہا ہوں اور پوری طاقت صرف کر کے بھی وہیں کھڑا ہوں جہاں سے چلا تھا۔ میرے قدم اٹھ رہے ہیں مگر راستہ طے نہیں ہو رہا تھا۔ بلکہ قدموں تلے جو موونگ ٹریک ہے بس وہ گھومتا چلا جا رہا ہے۔"

اس کی ڈارک براؤن آنکھوں کی چمک بہت ماند نظر آ رہی تھی اس وقت' فرہاد نے فکر مندی سے اس کی طرف دیکھا اور پھر اٹھ کر اس کے پاس آ گیا۔

"منزل پر پہنچنے سے پہلے یہ احساساتی کیفیت' بے یقینی بندے کو اپنا اسیر ضرور کرتی ہے خواہ پل دو پل کے لیے مگر یہ کیفیت عارضی ہوتی ہے یار۔ جب آگے بڑھ کر منزل کا نشان اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے تو یہ بے یقینی اعتماد میں بدل جائے گی۔"

اس کے شانے پر ہاتھ کا دباؤ ڈالتے ہوئے وہ دلار سے بولا تو سمعان مسکرا کر نپے تلے قدم اٹھاتا خوبصورت کھڑکی کے نزدیک جا رکا۔ باہر کے منظر پر نظریں جمی ہوئی تھیں۔

"شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔"

"شاید نہیں یقیناً" آفٹر آل تم سے زیادہ تجربہ ہے اس صحرا نوردی کا مجھے۔" فرہاد ایک بار پھر اعتماد سے ہنس پڑا تھا مگر جب سمعان نے محض ہلکی سی مسکراہٹ سے اس کا ساتھ دیا تو وہ کچھ بے چین سا ہو گیا۔

"کیا بات ہے سمعان' تم کچھ اپ سیٹ لگ رہے ہو۔ آج میٹنگ میں بھی تم کچھ خاموش خاموش رہے حالانکہ جس ڈیلیگشن کو آج ہم نے ریسپشن دیا وہ ہمارے آئندہ کے پراجیکٹ کے بیک بون جتنی اہمیت رکھتا ہے۔ لیکن میں نے محسوس کیا تم نے اس میں بہت کم انٹرسٹ لیا۔"

آج کل فرہاد اور وہ بہت تیزی سے اپنا بزنس سیٹل کرنے کے بعد اسٹیبلش کرنے میں لگے ہوئے تھے۔ سمعان اب بہت کم وقت بابا کے اسکول کو دے پاتا تھا' یوں بھی جب سے نرمین امریکہ گئی تھی اس کا دل کم ہی وہاں لگتا تھا۔ کچھ یہ بھی تھا کہ آفس میں اس کی زیادہ ضرورت پڑتی تھی۔

البتہ اب نرمین واپس آ چکی تھی مگر سمعان کی پریشانی میں کچھ اضافہ ہو گیا تھا جو فرہاد کی عمیق نظروں سے چھپا نہ رہ سکا تھا۔

"ہاں بس آج کل میں کچھ اپ سیٹ ہوں۔ ان فیکٹ جب سے ہم یاور انکل کے گھر سے ہو کر آئے ہیں میں مزید ڈسٹرب ہو گیا ہوں۔"

بالوں میں انگلیاں پھنساتے ہوئے وہ واپس اپنی چیئر پر آ بیٹھا تھا۔ فرہاد نے سوالیہ نظریں اس کے چہرے پر نکائیں مگر کچھ اخذ نہ کر سکا۔

"کیوں کیا وہاں کسی سے کوئی بدمزگی ہو گئی۔"

نہیں، مگر زمین کے چہرے پر چھائی پریشانی اور [illegible] نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ میں اس لڑکی کو گزشتہ ڈیڑھ سال سے جانتا ہوں۔ بالکل کھلی کتاب جیسی ہے اور اس روز میں نے اس کی آنکھوں میں خوف، گھبراہٹ سخت تشویش لکھی دیکھی تھی۔ اس وقت تو میں کوئی خاص توجہ دے سکا نہیں۔ مگر زمین زیادہ دیر رکی بھی نہیں گھر آ کر مجھے بارہا اس کا خیال آیا۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ طویل سفر کرنے کوئی ہے' تھکان اس کے ایک ایک انداز سے ظاہر تھی۔

سمعان کا سوچتا ہوا انداز ہار ماننے والی کیفیت سے بھرپور تھا۔

"تو ایسا تو ہے نا سمعان' والدین چیز ہی ایسی ہوتے ہیں کہ اولاد کے لیے ان سے جدائی کا خوف ہی سوہان روح ہوتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے زمین کو تی از آمینسو کرلی۔ ممکن ہے اپنے فادر کی علالت اور کسی بھی ناگہانی کے خوف نے اسے ڈسٹرب کر دیا ہو۔"

وہ مدلل لہجے میں بولا تو سمعان نے لب بھینچتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تاہم اس کے چہرے سے لگ رہا تھا کہ وہ خود کو اس دلیل سے مطمئن نہیں کر پا رہا۔

● ● ●

صہیبہ کے فون نے اسے اچھا خاصا ڈسٹرب کر دیا تھا بلکہ حقیقتاً "وہ سخت متوحش تھی لہٰذا دوسرے دن ثمر بیگم کے گھر لوٹنے کی اطلاع ملتے ہی ان کے پاس چلی آئی۔

"ماما! مجھے امی کی طرف جانا ہے۔"

"کیوں' کوئی خاص کام ہے۔" ثمر بیگم ذرا اور پہلے اٹھ کر جانے والی زونیرہ کے دکھ میں کھوئی ہوئی تھیں یک دم اس کے سامنے آنے پر چونکیں پھر کچھ سنبھل کر سوال کیا۔

"جی نہیں تو بس یونہی صہیبہ سے ملنے کا دل چاہ رہا تھا۔"

اس سے جھوٹ تو یوں بھی نہیں بولا جاتا تھا' کجا کہ ثمر بیگم کے سامنے بولنا۔ لہٰذا سچ بتانے میں ہی عافیت جانی کیونکہ جب سے ڈاکٹرز نے اسے آرام کا مشورہ دیا تھا وہ ہر دم اسے ریسٹ کرنے کی ہدایات دیتی نظر آتی تھیں مگر اس وقت زونیرہ کا خیال حاوی تھا۔

"ہوں' چلی جاؤ' ڈرائیور سے کہو چھوڑ آئے گا یا پھر احد ہو تو اس کو ساتھ لے لینا۔" بغور اک نظر اسے دیکھتے ہوئے انہوں نے جواباً کہا تو وہ کچھ گڑبڑا کر رہ گئی۔

نجانے کیا تھا ان کی نظر میں' عجیب سے احساسات تھے' کبھی کبھی اسے لگتا کہ ثمر بیگم نے اسے محض اس بنا پر کہ وہ ان کے گھر کو ایک وارث دینے والی ہے۔ اپنے عتاب سے نجات دے ڈالی ہو ورنہ ان کے دل میں اب بھی اس کے لیے بحیثیت بہو کوئی خاص جگہ نہیں۔

وہ محض ان کے ہونے والے پوتے یا پوتی کی ماں کی حیثیت سے معتبر ہے۔ دل کہتا۔

"چلو یوں ہے تو یوں ہی سہی۔"

مگر اس تسلی کے باوجود اسے اکثر کسی کمی کا احساس ہوتا رہتا تھا اور آج ثمر بیگم کی آنکھوں میں اس نے اور بھی بہت کچھ دیکھا تھا۔

ادھر ثمر بیگم سوچ رہی تھیں کہ ان کی بھانجی اس گھر میں خوش نہیں' وہ زیبا جس کے ہر لمحہ اول روز سے وہ تذلیل اور تحقیر کرتی آئی تھیں آج ان کی اس بھانجی پر سبقت لے جا رہی تھی' جسے وہ ارمانوں سے بیاہ کر لائی تھیں۔ ایک عجیب سے احساس کی کٹار ان کے جگر میں اتر رہی تھی۔

اسے ان کی آنکھوں میں بڑی خنکی سے یک دم اتنا خوف آیا کہ ٹھٹھرتے اعصاب لیے فوراً" کمرے سے باہر نکل آئی۔ اتفاق سے اسی دم احد اپنے کمرے سے نکلتا نظر آیا تو وہ اسے پکار بیٹھی۔

"خیریت بھابھی' یہ آپ کے چہرے کی رنگت کیوں اڑی ہوئی ہے۔"

وہ نزدیک آتے ہوئے تردد سے پوچھ رہا تھا۔ زیبا نے خفیف سا ہو کر چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جیسے خود کو نارمل کیا۔ عجیب تھا اس کا چہرہ بھی' کچھ صاف لکھا نظر آنے لگتا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"نن، نہیں، میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔" بمشکل مسکرائی تھی وہ۔

"ہوں، لگتا ہے ماما سے گپ شپ لگائی گئی ہے۔" لطیف سا طنز شوخی بھرا تھا۔ وہ خفت سے ہنس پڑی پھر قدرے تفصیلی نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہ تم ہر وقت میرا ریکارڈ کیوں لگاتے رہتے ہو، اب ایسی بھی میں بزدل نہیں۔"

"جی جی، آپ کی بہادری کے تو جھنڈے گڑے ہیں۔ وہ الگ بات کہ سرنگوں ہیں۔"

وہ پھر جی جلانے والے انداز میں ہنسا تھا۔

"خیر اب ایسی بھی کوئی بات نہیں، ماما کے ساتھ میرے سفارتی تعلقات پہلے سے تو بہت بہتر ہیں۔" وہ سادگی سے کہہ رہی تھی۔

"وہ تو آپ کے چہرے کی رنگت دیکھ کر ہی اندازہ ہو جاتا ہے، یوں بھی یہ سفارتی تعلقات "کسی" اور کے طفیل بہتر ہوئے ہیں۔"

آنکھوں کو شوخ سی گردش دیتے ہوئے وہ بولا تو وہ واقعی بلش کر گئی۔ احد نے اسے خاصی دلچسپی اور احترام سے دیکھا پھر ہنس کر کہنے لگا۔

"ہلیوی بھابھی آپ جیسا تو بس ایک ہی "ماڈل" آئے گا ہمارے گھر، اتنا پزل اور اتنا Shy (شرمیلا)۔"

"مطلب۔؟"

"مطلب یہ کہ نہ تو زونی بھابھی آپ جیسی ہیں نہ شرمین دونوں ایک دم کانفیڈنٹ اور حاضر جواب مجال ہے جو کوئی جملہ ادھر سے ادھر ہو جائے۔ جبکہ آپ۔ آپ جیسے لوگ تو اس مکمل دور میں بالکل نایاب ہیں۔"

وہ اس کے ستائشی انداز پر دھیمے سروں میں ہنس پڑی تھی۔

"تھینکس اگر کامپلمنٹ تھا۔ یوں بھی سب کی اپنی اپنی نیچر ہے۔ نمیرا آپی اور میں دونوں ہی شروع سے ایسے ہیں۔ جبکہ صہیبہ میری کزن ہم سے بہت مختلف تھی، پُراعتماد حاضر جواب اور بلا کی صاف گو۔"

اور یونہی صہیبہ کے ذکر پر ایک بار پھر وہ پریشان ہونے لگی۔

"وہ تو ہے، حالانکہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنی صحبت سے پہچانا جاتا ہے مگر آپ اور صہیبہ باجی نے تو اس کہاوت کو جھوٹا ثابت کر دیا ہے۔"

وہ دوستانہ انداز میں اس سے باتیں کرتا اس کے ساتھ ساتھ لاؤنج میں آگیا تھا مگر اب اس کا ذہن صہیبہ کی طرف منتقل ہو چکا تھا اس لیے ہلکے سے مسکرا کر فوراً "اصل مدعا" بیان کیا۔

"پلیز ذرا مجھے امی کی طرف ڈراپ کر دو۔"

"لو ابھی آپ کی مشیر خاص کا ذکر ہوا اور ادھر آپ نے روانگی کا سامان باندھ لیا۔" احد مزے سے کہتا صوفے پر ڈھیر ہو گیا تھا۔

"ارے نہیں، میں نے تو کافی پہلے سے پروگرام بنا رکھا تھا۔ ماما نے اجازت دے دی تو اس لیے تم سے کہہ رہی ہوں۔ پلیز اب اٹھ جاؤ۔"

اس کا سادہ سا اصرار احد کو بہت جلد رام کر لیتا تھا۔

"او کے مگر میری بھی ایک شرط ہے۔" وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

"شرط۔؟ کہو۔"

وہ کچھ متعجب سی پلٹی تھی اور کچھ سوچ کر شرارت سے مسکرایا تھا۔

"پہلے شرمین کی طرف چلیں گی آپ، اس کے فادر کی عیادت بھی ہو جائے گی اور۔" شوخی سے سر کھجاتے ہوئے اس نے فقرہ ادھورا چھوڑا جسے زوہا نے مکمل کیا۔

"اور محترمہ کی زیارت بھی، ہے ناں یہی بات تھی نا۔"

اسے ہنسی آنے لگی تھی اور وہ بڑے دل سے ہنسا تھا اس بات پر۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"جیو بھابھی، بھابھی ہو تو ایسی جو دل کی بات منٹوں میں سمجھ لے۔" یک دم اس کا ہاتھ تھام کر وہ کورنش بجالایا اور اس کے بعد جو اٹھ کر گانا شروع کیا ہے تو وہ ہنس ہنس کر دوہری ہو گئی۔

بھابھی او میری بھابھی تم جیو ہزاروں سال
بھیا ہمارا یونہی تمہارا رکھے سدا خیال

"اسٹاپ اٹ احد یہ کیا بدتمیزی ہے۔"

بڑا ہی کڑک اور شعلہ فشاں لہجہ تھا، وہ دونوں اپنی جگہ جیسے تھم سے گئے مگر احد نے تیزی سے خود کو کنٹرول کرتے ہوئے سچویشن کو سنبھالا تھا۔

"یہ بدتمیزی نہیں ماما۔ ایک عدد گانا ہے۔ آپ نے سنا ماما میں نے سارے سر بالکل ٹھیک لگائے تھے، کیوں بھابھی۔؟"

مڑ کے ثمر بیگم کو جواب دیتے دیتے اس سے استفسار کیا جو مٹی کا بت بنی کھڑی تھی جواب کیا دیتی جلدی سے نظر جھکالی تھی اس نے۔ ثمر بیگم کی قہر برساتی نگاہوں کی تپش صاف اپنے وجود پر محسوس ہو رہی تھی۔

"احد بی سیریس یو آر ناٹ اے چائلڈ اینی مور، یہ فضول حرکتیں ترک کرو اب۔ انڈر اسٹینڈ۔"

وہ بہت جھلسے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھیں احد ان کے موڈ کا احساس کرتے ہی تیر کی طرح سیدھا ہو گیا۔ البتہ انہوں نے جن نظروں سے زوہا کو دیکھا وہ کچھ "تبدیلی" محسوس کر کے سنجیدگی سے ان کا جائزہ لینے لگا جواب زوہا کی طرف مڑ چکی تھیں۔

"اور زوہا تم اب تک یہیں موجود ہو میں نے کہا تھا ناکہ "سفینہ لاج" چلی جانا تو اب کیوں وقت ضائع کر رہی ہو۔ چلو جاؤ چینج کر کے آؤ۔"

وہ کہتی ہوئی واپس لوٹ گئیں تو وہ احد سے نظریں چراتی اپنے کمرے میں چلی آئی۔ اگلے دس منٹ بعد وہ احد کے ساتھ تھی۔ راستے بھر احد اسے ہنسانے کی کوشش کرتا رہا اور وہ اس کا بھرم رکھنے کو مسکراتی رہی مگر اندر ہی اندر دونوں ثمر بیگم کے تیوروں کے متعلق متفکر تھے جو ان واحد میں بدل گئے تھے۔ حالانکہ پچھلے چند ماہ سے خاصا سکون تھا گھر میں۔

بہر حال جب تک وہ "سفینہ لاج" پہنچے احد اس سے اگلے روز شرمین کے یہاں جانے کا وعدہ لے چکا تھا اور وہ خوش تھی کہ احد، اور پاپا ہی وہ شخصیات تھے اس کی سسرال میں جو اس کی اتنی پروا کرتے تھے، اسے اہمیت دیتے تھے۔ بحیثیت زوہا فرہاد۔ ہی نہیں زوہا علی کے حوالے سے بھی معتبر سمجھتے تھے وہ اسے اور اسے یہ اعتبار اچھا لگتا تھا۔

• • •

زندگی کی سانسیں تھم تھم کر چل رہی تھیں۔ آئی سی یو میں موجود یاور صاحب کا کمزور اور نحیف وجود سب کی دعاؤں کا مرکز تھا۔ گھڑی کی سوئیاں نجانے کتنے چکر مکمل کر چکی تھیں کہ ڈاکٹرز نے آکر ان سب کو تسلی دی اور سوائے ایک فرد کے سب کو گھر جانے کی تاکید کی تو بمشکل سمیر ان سب کو کنونس کر سکا کہ اب صبح صادق کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

زہرہ بیگم ایک مشکل سے نکل کر دوسری میں آ پھنسی تھیں۔ گھر میں ایک بار پھر فوراً "یا سلام" اور درود شریف کے ختم کا انعقاد کیا گیا مگر دل تھے کہ پھر بھی دھڑکے جا رہے تھے۔ سب ایک دوسرے کو تسلیاں دیتے نظر چراتے پھر رہے تھے۔

یاور صاحب کو اٹیک ہوئے چوبیس گھنٹے گزر چکے تھے اور اب تک ان کی کنڈیشن کافی سیریس تھی۔ ڈاکٹرز اس ضمن میں کوئی حتمی جواب نہیں دے رہے تھے۔ مصیبت کی گھڑی میں صرف خدا کی رحمت کا سہارا تھا۔

زہرہ بیگم کو غش پہ غش آ رہے تھے۔ اس لمحے سے وہ خوفزدہ تھیں، زمین کی حالت الگ دگرگوں تھی۔ ایزد نے دیکھا وہ سفید شلوار سوٹ میں ملبوس بالکل بکھری ہوئی لگ رہی تھی صبیح چہرے پر زندگی اور سکون کی کوئی رمق نہیں تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"سب ٹھیک ہو جائے گا زمین، پلیز! ایزی۔"

سب لوگوں کو ڈرائنگ روم میں چھوڑ کر وہ اکیلی لاؤنج میں بیٹھی درود شریف کا ورد کر رہی تھی۔ پلکوں سے ستارے ایک تسلسل سے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔ ایزد کی تسلی پر اس نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ بے یقینی اور خوف کی صاف تحریر تھی آنکھوں میں۔ ایزد کو لگا جیسے وہ پوچھ رہی ہو۔

"کیا واقعی سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا ایزد ہمدانی۔؟ تم تو پہلے بھی یہی کہتے تھے پھر یہ سب کیوں ہوا۔"

ایزد نے جیسے لاجواب ہو کر نظر چرا لی تھی اور پھر بے اختیار اس کا ہاتھ اس کے سر پر آ رکا۔

"ہمت رکھیں زمین، خدا صبر والوں کو پسند کرتا ہے۔"

ایک بار پھر اسے یوں ہی لگا جیسے وہ کسی مہرباں چھاؤں میں آ رکی ہے مگر جونہی ایزد نے ہاتھ ہٹایا وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی۔

"ایزد ابی کو کچھ نہیں ہونا چاہیے کچھ نہیں، پلیز! انہیں یقین دلا دیں، جو وہ چاہیں گے وہی ہو گا میں آپ سے کچھ نہیں مانگوں گی صرف ابی کی خاطر مجھ سے اپنا نام نہ چھینیے گا ایزد مجھے یہ کاغذی رشتہ عزیز ہو گیا ہے، بہت عزیز ہو گیا ہے۔"

گھٹنوں پر ٹکا اس کا گھنے بالوں والا سر ابھی تک ایزد کے لمس کو محسوس کر رہا تھا۔ ایزد نے بے تحاشا حیرت اور استعجاب میں گھر کر اسے دیکھا جس کا وجود سسکیوں کے باعث مرتعش تھا۔

اپنی سماعتوں پر اسے جیسے دھوکا ہوا تھا۔ وہ کیا کہہ گئی ہے شاید اسے خود خبر نہیں تھی، ایزد بمشکل خود کو کنٹرول کر سکا۔

"شاید ذہنی دھچکے اور ٹینشن نے اسے ڈسٹرب کر دیا ہے۔" اسے زمین پر بہت ترس آیا تھا اس لمحے، تاہم دل میں کہیں کہیں یہ خیال سر اٹھا رہا تھا کہ اگر واقعی اس نے یہ سوچ سمجھ کر کیا ہے تو وہ بی جان، بابا اور صہیبہ کو کیا جواب دے گا۔

اور صہیبہ کے خیال کے ساتھ ہی کتنی باتیں اس کے ذہن میں در آئیں۔ سوچ کا ایک اور دروازہ کھلا تو وہ نئے سرے سے پریشانی میں مبتلا ہو گیا۔

● ● ●

"فار گاڈ سیک صہیبہ آخر بات کیا ہوئی ہے تم مجھے بتاتی کیوں نہیں ہو۔؟"

وہ سب سے بمشکل فارغ ہو کر صہیبہ کو تلاش کرتی اس کے کمرے میں آ بیٹھی تھی جہاں وہ سب سے پڑھائی کا معقول بہانہ کیے چھپی بیٹھی تھی۔ غالباً۔ یکسوئی سے کچھ سوچنا چاہتی تھی مگر کوئی بھی خیال کسی ایک نکتے پر یکجا نہیں ہو رہا تھا۔

اس پر مستزاد زوہا کی آمد، اسے لگا وہ اندر سے ادھڑنے لگی ہے۔ اپنے دریدہ احساسات وہ سب سے چھپانا چاہتی تھی، زوہا سے بھی۔

"بتایا تو ہے زوہا کہ وہ لڑکی زمین ہی تھی۔ میں وہ لہجہ کبھی نہیں بھول سکتی۔" اس کے اصرار پر وہ خود کو حتی الامکان پرسکون ظاہر کر رہی تھی مگر زوہا اس کے اندر سر پٹختے طوفان سے ناواقف نہیں تھی۔

"نہیں صہیبی، یہ کیسے ممکن ہے۔ تمہیں شاید یہ معلوم نہیں کہ زمین کی امی نے تو سمعان بھابھی کی فیملی کو تقریباً "ہاں" بھی کہہ دی ہے، کل ہی رات میں نے فرہاد سے پوچھا تھا۔ بات تقریباً طے ہے ان کی زمین کے فادر کی واپسی پر تو شادی کا بھی مکمل ارادہ ہے۔"

زوہا کسی طور یقین نہیں کر پا رہی تھی۔

صہیبہ نے جواباً کچھ کہنے کی بجائے پاس پڑا میگزین اٹھا لیا تھا جس کے ورق بے دلی سے الٹتے ہوئے وہ زوہا کی تشویش کو سنجیدگی سے محسوس کر رہی تھی۔

"ویسے بھی میں زمین سے مل چکی ہوں بہت مختلف نیچر کی لڑکی ہے وہ۔ بلکہ ایزد بھائی خود بہت سلجھے ہوئے۔"

"پلیز زوہا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یک دم اس نے زوہا کی بات کاٹ دی تھی جس پر اس نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"کبھی کبھی بہت سلجھے ہوئے لوگ زندگی میں وہ الجھاوے پیدا کرتے ہیں جو کسی کی تدبیر کرنے سے نہیں سلجھتے۔ زوہا اور شاید ایزد ہمدانی کا شمار بھی ایسے ہی 'لوگوں' میں ہوتا ہے۔"

س کا لہجہ ازحد کڑوا اور تیکھا تھا۔ زوہا سٹپٹا سی گئی۔

"تم زیادتی کر رہی ہو صہیبی ایزد بھائی ایسے نہیں۔ دا جان نے یونہی تو انہیں تمہارے لیے پسند نہیں کیا تھا۔ ہ تھا۔ ان میں جس نے انہیں سب سے ممتاز بنایا تھا۔ ہمارے بزرگوں نے یوں ہی دا جان سے اختلاف ہونے باوجود ہمدانی فیملی سے رشتہ نہیں جوڑ لیا تھا۔" وہ رکی۔ "اس رشتے کی بنیاد در حقیقت ہمدانی فیملی کی شرافت اور رانی نجابت ہے۔"

انداز اسے قائل کر لینے والا تھا مگر صہیبہ کا دل خراب ہو چکا تھا۔ رشتے کے نازک آئینوں میں شک کا بال ئے تو مشکل سے ہی جاتا ہے۔ خصوصاً "وہ رشتے جو دلوں کو باہم جوڑتے ہیں۔

زوہا کی بات پر وہ طنز سے مسکرائی تھی۔

"شرافت اور تقویٰ کسی کی میراث نہیں نہ ہی شجرہ نسب کا حصہ ہوتے ہیں۔ نفس کا غلام ہر انسان ہوتا ہے جو اس کے آگے انسانیت اور اخلاق کی سطح سے گر جاتے ہیں میں انہیں نہ عزت دے سکتی ہوں نہ ان کی اپنی شرافت کے صدقے میں احترام کر سکتی ہوں ان کا۔"

حتمی اور قطعیت سے بھرپور لہجے میں وہ کہہ رہی تھی۔ زوہا کو یک دم کسی خطرے کا سائرن بجتا سنائی دے رہا وہ صہیبہ کی فطرت اور عادت سے اچھی طرح واقف تھی۔

اس کی محبت اور اس کی نفرت دونوں شدت پسندی کا مظہر رہی تھیں۔ ہمیشہ سے اصولوں پر سمجھوتہ نہ تو اسے تھا نہ ہی یہ اس کی فطرت کا حصہ تھا۔

● ● ●

فون کی بیل بہت دیر سے بج رہی تھی۔ نعیم بھائی نے کاریڈور سے گزرتے ہوئے ریسیور اٹھایا تو ایک لمحے کو کچھ ان سے ہو گئے۔

خان بابا نے صہیبہ کو بلایا تھا۔ دا جان کو پھر سے انجائنا کا اٹیک ہوا تھا۔ نعیم کچھ تذبذب میں کھڑے کے کھڑے۔ جو رشتہ دا جان کا صہیبہ سے تھا وہ ہی ان سے بھی تھا مگر دوریوں نے اتنے تکلفات پیدا کر دیے تھے کہ وہ بابا کے پریشان لہجے اور متفکرانہ انداز پر انہیں تسلی بھی نہ دے سکے۔

"صہیبہ دا جان کی طبیعت خراب ہے۔ میرے ساتھ چلو۔"

ٹیرس پر کھڑی جانے کن خیالوں میں گم تھی کہ نعیم بھائی کے پکارنے پر چونک کر پلٹی "آج کل ستارے نجانے سی چال چل رہے تھے۔ کوئی خبر اچھی نہیں مل رہی تھی۔

س نے ایک لمحے کے لیے انہیں بے یقینی سے سوال کرتی نظروں سے دیکھا۔

"چلو کارڈیو ویسکولر میں ایڈمٹ کر لیا ہے ان کو 'سو کم آن' ہری اپ۔"

کہہ رہے تھے جس پر اسے یقین کرنا ہی پڑا۔ چہرے کے جامد تاثرات میں ایک ہلچل سی مچی اور وہ یک دم دوڑ کے چینخے سے لگ گئی۔

"کیا ہو گیا ہے دا جان کو 'بڑے بھیا' پلیز سچ بتائیے مجھ سے چھپائیے گا نہیں میں انہیں بالکل ٹھیک دیکھنا چاہتی بالکل ٹھیک۔"

"کم آن گڑیا۔ وہ بالکل ٹھیک ہیں بس ذرا انجائنا کا Pain ہوا ہے مگر یہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ تو نہیں۔"

اسے دلاسا دے رہے تھے مگر اس دکھ کے طفیل نجانے کتنے آنسو اس کی آنکھوں سے بہے جا رہے تھے۔ نعیم اسے دادی جان اور رخسانہ بیگم کے پاس لے آئے۔ انہیں ساری صورت حال سے آگاہ کیا تو سفینہ بیگم کی ں کے گوشوں میں نمی تیرنے لگی۔

"تم صہیبہ کو لے کر فوراً "ہسپتال پہنچو نعیم۔ میں تمہارے ابو کو فون کرتی ہوں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

رخسانہ بیگم سارے اختلافات اور حالات بھلا کر پریشان ہو اٹھی تھیں' تینوں بہوؤں کا یہی حال تھا۔ سفینہ بیگم کا دل بہت عرصے بعد دھڑکنوں کو ست کر گیا تھا۔

اچھی خاصی افراتفری مچ گئی اس دوران۔ نعیم اسے لے کر سیدھے ہاسپٹل بھاگے اور وہاں داجان کو ڈھیروں نلکیوں اور مشینوں کے درمیان نقاہت سے لیٹا دیکھ کر وہ جیسے دکھ سے بل کر رہ گئی تھی۔

پھر کتنی ہی دیر نعیم بھائی ڈاکٹروں سے سوال جواب کرتے رہے' وہ چونکی تو اس وقت جب فرہاد پریشان پریشان ان سے آن ملا۔ اس کے آنسو پھر بہنے لگے۔

نعیم بھائی فرہاد کو ساری صورتحال بتانے لگے' جو ابھی ابھی آفس سے سیدھا بھاگا چلا آیا تھا۔ صہیبہ البتہ چپ چاپ کھڑی آیتوں کا ورد کرتی آنسو بہاتی رہی۔

کچھ معاملات ایسے ہوتے ہیں جب ہمارا سارا یقین ایک "ہجر" کے خوف سے شکست کھانے لگتا ہے تو آنسو خودبخود بہہ نکلتے ہیں۔ اس کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ یوں بھی داجان سے وہ قدرتی طور پر بہت قریب تھی اور یہ ہی قربت اسے پگھلائے دے رہی تھی۔

فرہاد اور نعیم اسے بہت دلاسا دیتے رہے کہ اچانک داجان کے ڈاکٹران دونوں کو کچھ ڈسکس کرتے اپنے ساتھ لے گئے۔ اس کی کیفیت ایسی تھی کہ وہ جب تک وہاں کھڑی رہتی اسی طرح پریشان رہتی' سو نعیم بھائی اسے "ایمرجنسی" سے نکال کر کوریڈور میں ایک بینچ پر بٹھا گئے۔

اس نے دیکھا نعیم بھائی آج سالوں بعد داجان کے لیے بالکل اس طرح بھاگ دوڑ کر رہے تھے جیسے فرہاد پریشان پھر رہا تھا۔

ایک عجیب سی خوشی اس کے دل و دماغ میں سرایت کرنے لگی۔ یہ دن دیکھنے کو تو اس نے ہوش سنبھالتے ہی تمنا کی تھی مگر آج یہ موقع آیا بھی تو کن حالات میں۔

وہ اپنے ہی خیالات کے ادھیڑبن میں مصروف تھی کہ بلا ارادہ طویل کوریڈور کے اختتام پر دائیں جانب مڑنے والی نئی راہداری کی طرف نظر اٹھ گئی۔ نجانے کون لوگ تھے جو اس قدر روئے جا رہے تھے۔

"یا خدایا کیا ہو گیا ہے وہاں۔"

کسی بری خبر کی وحشت اس پر چھانے لگی دونا محسوس انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی تھی' فاصلہ کافی تھا کہ چہرے پہچاننا مشکل تھا مگر جانے کون سی کشش تھی جو اسے کشاں کشاں لے جا رہی تھی اور یک دم آدھا فاصلہ طے کر کے وہ جیسے تھم گئی۔

بے تحاشا روتی ہوئی زمین کے ساتھ کھڑی شرمین بمشکل خود کو سنبھالی ہوئی تھی کہ یک دم کوئی شخص ان کے پاس چلا آیا۔

زمین کو جھک کر دلاسا دیتا وہ شخص اس کے لیے پہچاننا اتنا مشکل بھی نہ تھا۔ یہ وجود تو وہ لاکھوں میں پہچان سکتی تھی۔

ایزد کا نرم نرم تاثر والا چہرہ زمین کی طرف جھکا ہوا تھا' شاید تسلی کے الفاظ کی ادائیگی کا اثر تھا' پھر یک دم اس نے بہت ہلکے سے اس کا شانہ تھپکا تھا۔

صہیبہ امتیاز علی کے اندر باہر ڈھیروں شعلے ایک ساتھ بھڑکے تھے اسے لگا جیسے اس کے اطراف لاتعداد بڑے بڑے پتھر لڑھکائے جا رہے تھے جن کے ٹکرا دینے سے اس کا وجود پاش پاش ہونے کو تھا۔

"صہیبہ"

معاً ایزد کی نظر بھی اس طرف اٹھی تھی لبوں نے بے آواز جنبش کی تھی مگر زمین نے بے ساختہ گھوم کر اس طرف دیکھا تھا۔ اور وقت کی نبض جیسے تھم گئی تھی۔

• • •

صہیبہ کے قدم وہیں ٹھٹکے ہوئے تھے اور سراسی زاویے سے اٹھائے ہوئے وہ ان دونوں پر نظریں مرکوز کیے کھڑی تھی۔ ان نظروں میں کیا کچھ نہ تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شراروں کی لپک اور زہریلی چمک لیے وہ بس ایک ٹک ان پر نظریں جمائے کھڑی تھی۔ ایزد اور زمین کے داس ایک لمحے کے لیے جیسے مخبل ہی ہوگئے۔ زمین البتہ آئی سی یو کی طرف جا چکی تھی ورنہ پلٹ کر سفید پڑتی مین کو ضرور سنبھالتی جسے چھوڑ کر ایزد کچھ متردد سا صہیبہ کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"صہیبہ تم یہاں۔؟"

قریب آنے پر اس نے بے حد تشویش اور اپنائیت سے پوچھا تھا۔ ہاسپٹل میں اس کی موجودگی کسی اچھی "خبر" پتا نہیں دے رہی تھی اس کے گزشتہ رویے کو یکسر فراموش کرکے وہ بہت پریشانی سے استفسار کر رہا تھا مگر صہیبہ نے جن کڑی، تیکھی اور سرد نظروں سے اسے دیکھا وہ کچھ خفیف سا ہوگیا۔

"کیوں کیا یہاں آنے کے لیے آپ کی پرمیشن کی ضرورت پڑتی ہے یا میں غلط وقت پر آگئی ہوں۔"

نظروں کی طرح لہجہ بھی کٹیلا اور ترش تھا۔ ایزد نے ایک لمحے کو لب بھینچ کر جیسے بمشکل اس کی بات اس کے طرز ضبط کیا۔ پھر سخت لہجے میں پوچھنے لگا۔

"گھر پر سب خیریت تو ہے ناں۔ آخر تم یہاں کیوں آئی ہو۔ پلیز جسٹ ٹیل می۔"

"اوہو بڑے فکر مند لگ رہے ہیں آپ۔ غالباً" ذرا دیر پہلے اسی جذبہ ہمدردی کا بے دریغ استعمال کسی اور رف بھی ہو رہا تھا۔ کافی اسٹاک ہے آپ کے پاس۔"

"صہیبہ میں فضول گفتگو پسند نہیں کرتا۔ ناؤ یو ہینڈل یور سیلف۔" لہجہ انتہائی خشونت سے بھرا تھا۔ ہیبہ پر مگر اثر نہ ہوا استہزائیہ انداز میں مسکراتے ہوئے اس نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے تھے کاٹ دار جملہ ل سے نکلا۔

"اوہ۔ آئی ایم سوری۔ میں نے آپ کو "ڈسٹرب" کردیا۔"

"صہیبہ پلیز۔" ایزد کی آنکھوں میں چنگاریاں سلگنے لگی تھیں۔ "میں پہلے ہی بہت اپ سیٹ ہوں۔ مجھے یدپریشان مت کرو۔"

"اوہ رئیلی۔!" اس کا موڈ ہنوز تھا۔ ذرا فاصلے پر کھڑی زمین کے بہتے آنسو دہشت سے تھم گئے تھے اسے ہیبہ کے بے خوف انداز اور نڈر لہجے سے گھبراہٹ ہونے لگی جسے ایزد ہمدانی نجانے کس طرح برداشت کر رہا ۔

"مجھے واقعی آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ناحق یہاں چلی آئی۔ پلیز جائیے آپ کی ہمدردی کے حقدار ظر ہیں آپ کے۔"

زمین کی طرف دیکھے بنا اس نے جس زہرخند لہجے میں کہتے ہوئے اس کی طرف ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا وہ بے یار ہونٹ کاٹنے لگی، آنسو یکایک بہنے لگے تھے۔

"اسٹا اٹ صہیبہ اسٹاپ اٹ۔ یہ ہاسپٹل ہے یہاں تماشا مت بناؤ۔"

ایزد کی کنپٹیاں اس کے جملے کی کاٹ سے سلگنے لگیں۔ قدرے سنگین لہجے میں پکارا تھا۔ جس پر وہ بھپری ی ترشی سے بولی۔

"واٹ ڈو یو مین ایزد ہمدانی۔ میں تماشا بنا رہی ہوں۔؟ نہیں ایزد صاحب ناؤ یو آر مسٹیکن (mistaken Now you a)۔ درحقیقت تماشا تو آپ نے بنایا ہے۔ مجھے تو یہ سمجھ نہیں آرہا کہ آخر آپ یہ کون سا کھیل ل رہے ہیں۔"

ذرا پہلے والی استہزائیہ مسکراہٹ اس کے لبوں سے یکلخت غائب ہو چکی تھی۔ غصہ اور احتجاج اس کے چہرے ے ہویدا تھا۔ ایزد نے ایک بار پھر بدقت تمام اپنے غصے اور جھنجلاہٹ پر قابو پانے کی کوشش کی۔

"دیکھو صہیبہ۔ تم اس وقت بہت غصے میں ہو۔ اس لیے پلیز میری بات مانو تو فوراً گھر چلی جاؤ۔ اکیلے میں بیٹھ ر سوچو گی تو خود۔۔۔۔"

"اکیلے میں سوچ کر تو اب میرے دماغ کی رگیں پھٹنے کو ہوگئی ہیں ایزد صاحب اینڈ مائنڈ یو میرے بزرگوں نے یہ رشتہ اس لیے استوار نہیں کیا تھا کہ میں تنہائی میں چھپ چھپ کر آنسو بہاؤں۔ اور آپ کے منفی رویے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جانچوں۔"

"ایسا کچھ نہیں ہوا ہے صہیبہ۔ پلیز ٹرائے ٹو انڈر اسٹینڈ می۔"

اس کی بات کاٹ کر جس تلخی سے اس نے کھری کھری سنائی تھیں ایزد بمشکل خود کو تلخ ہونے سے روک سکا۔ درحقیقت صہیبہ کی آنکھوں سے جھلکتے تاسف اور دکھ نے اسے اندر تک ہلا دیا تھا۔

یہ لڑکی صہیبہ علی جو اس کے سامنے کھڑی تھی بہت عزیز تھی اسے، بہت عزیز۔ جسے پہلی بار دیکھتے ہی اس کے دل نے ہاں کہی تھی۔ وہ اسے ٹوٹتے بکھرتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اپنے لیے اس کی "ان کہی" محبت سے وہ واقف تھا۔ دل کی گواہی مستند تھی۔ وہ جانتا تھا کہ صہیبہ اسے چاہتی ہے۔ رشتے کے حوالے سے فطری محبت نے اتنے بہت حسین طلسم میں جکڑا تھا وہ اسیر محبت تھی۔ بالکل ویسے ہی جیسے ایزد اس کے سحر میں مقید تھا۔

زرمین نے سراسیمہ نظروں سے اس کے تیور دیکھے جو ایزد کی بات پر ایک بار پھر استہزائیہ انداز میں مسکرا دی مگر آنکھوں میں پھیلتی نمی اس کے پلکیں جھپکنے پر بھی تیزی سے امڈی چلی آ رہی تھی۔

"میں نے زندگی سے ہمیشہ فیئر گیم کھیلا ہے ایزد۔ آپ کے معاملے میں بھی مجھ سے کوئی خطا سرزد نہیں ہوئی تو پھر جواب میں اگر میں یہ ہی چاہتی ہوں تو اس میں کیا غلط ہے۔"

ایزد کے چہرے کے تاثرات کا اثر تھا یا اس کی خاموشی کا جو اسے مجرمانہ سی لگی تھی کہ صہیبہ کا لہجہ دھیما اور آواز بھیگنے لگی۔

"پلیز صہیبی۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔ میرے خلوص پر شک مت کرو۔"

ایزد بہت سنجیدہ ہو گیا تھا متانت سے بولا مگر اس کی آنکھوں پر بے یقینی کی پٹی بندھی تھی۔ زرمین اس صورت حال سے متذبذب ہوتی بے اختیار آگے بڑھ آئی۔

"پلیز زرمین! یہ میرا اور ایزد کا پرسنل معاملہ ہے۔"

اس نے تیزی سے اسے ٹوکا تھا زرمین کے لب آپ ہی آپ بھنچ گئے۔ ایزد کے چہرے پر یک دم کھنچاؤ محسوس کیا جانے لگا تھا۔ صہیبہ کی نظریں بڑی گہرائی سے اس کے چہرے کا مطالعہ کر رہی تھیں۔

"یوں بھی میں نے ابھی آپ سے کچھ نہیں پوچھا۔ اور نہ ہی میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔" خاصے جتانے والے انداز میں اس نے کہا تھا۔ زرمین اور ایزد اس کے لہجے میں ہویدا نفرت اور تضحیک محسوس کیے بنا نہ رہ سکے۔

"صہیبہ پلیز زرمین کے فادر یہاں ایڈمٹ ہیں اور یہ پہلے ہی بہت پریشان ہے۔" ایزد نے جانے کیا سمجھانا چاہا تھا اسے وہ جیسے بپھر ہی گئی۔

"منتخب ہے آپ نے نہیں یہاں تفریحاً آئی ہوں۔ راجا(ن) کو انجائنا اٹیک ہوا ہے وہ ایمرجنسی میں ہیں اور آپ سمجھتے ہیں میں یہاں محض آپ دونوں کو Condemn کرنے آئی ہوں۔"

"اپنے جملے کی تصحیح کرو صہیبہ۔ تم مجھے اور زرمین کو کسی بھی بارے میں Condemn کرنے کا حق نہیں رکھتیں۔ ہم کوئی مجرم ہیں نہ گناہ گار۔" پست آواز میں اس نے بے حد سخت لہجے میں کہا تھا۔ صہیبہ ایک لمحے کو چپ سی رہ گئی۔

"بلاوجہ کی صفائی دے کر آپ میرے شکوک کو یقین کا رنگ دے رہے ہیں ایزد۔" اگلے لمحے صہیبہ کی آنکھوں میں سرخی اتر آئی تھی۔ وہ بڑی بے خوفی سے کہہ رہی تھی۔

زرمین کی تو جیسے جان پہ بن گئی۔ ہمت کر کے پھر آگے بڑھی جبکہ ایزد شدید جلال میں آ گیا تھا۔ اس نے بہت صاف گوئی سے کہہ ڈالا تھا۔

"صہیبہ ڈس اِز اِنف۔ تم یہاں سے چلی جاؤ نہیں تو میری برداشت جواب دے جائے گی۔"

"اور میری برداشت کی کتنی حدیں آزمائیں گے آپ۔ بتانا پسند کریں گے یا عالم بے خبری میں ہی مجھے ـــ۔"

یکدم زرمین اس کی بات کاٹ کر آگے بڑھی۔

"صہیبہ صہیبہ پلیز۔ ایسے مت کہیں۔ ایزد تو آپ کی بے حد عزت کرتے ہیں بلکہ ـــ۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اسٹاپ اٹ زمین جسٹ اسٹاپ اٹ۔ میں نے کہا تا کہ میں ایزد اور اپنے معاملے میں کسی کو بولنے کی اجازت نہیں دوں گی۔ آپ کو بھی نہیں۔ یوں بھی آپ کا کیا تعلق ہے اس معاملے سے ایزد سے مجھ سے۔ کیوں آپ ایزد کی سائیڈ کر رہی ہیں۔ ایسا کیا جانتی ہیں ایزد کے متعلق جو یہ جواب دیجیے۔"

وہ بری طرح بھڑک چکی تھی۔ ایزد انتہائی غصے اور تاسف سے اسے دیکھ رہا تھا۔ یہ لڑکی جو اس کی کمزوری تھی اسے کمزور کر رہی تھی۔ اسے غصے کے آگے گھٹنے ٹیک دینے سے سخت نفرت تھی مگر وہ اس کام کے لیے مجبور کر رہی تھی۔

زمین کے لیے صہیبہ کے الفاظ اس کے تیور اس کا درشت رویہ اس قدر غیر متوقع اور اوسان خطا کر دینے والا تھا کہ احساس اہانت سے اس کے آنسو نکل آئے۔

"تو ٹھیک ہے تم صہیبہ تم نہیں جاتیں تو میں چلا جاتا ہوں۔"

شدید ضبط کے بعد وہ جس غضبناک لہجے میں اس سے مخاطب ہوا۔ صہیبہ کے لب ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے۔ ایک پل صرف ایک پل کے لیے اس نے اسے دیکھا تھا پھر جو پلٹ کر بھاگی تو رکی نہیں۔

یہ دیکھنے کے لیے بھی نہیں کہ ایزد زمین سے نظر چرا تا دا جان کے بارے میں معلوم کرنے آگے بڑھ گیا تھا اور زمین اپنی بے ساختہ امڈ آنے والی سسکیاں دبانے کی سعی ناتمام کرتے ہوئے لرزتے قدموں سے چلتی بینچ پر آ بیٹھی تھی۔

شدید احساس جرم اور احساس توہین سے اس کا زندہ زمین میں سما جانے کو جی چاہ رہا تھا۔ صہیبہ نے آج اس کی ذات کے بخیے ادھیڑ ڈالے تھے۔

ایزد کے تیور اور صہیبہ کے جارحانہ انداز اب تک اس کے دل و دماغ کو دہلائے ہوئے تھے جنہیں سوچ کر ہی وہ زمین میں گڑی جا رہی تھی۔ اس نے اپنے محسن کی زندگی کو آگ لگا دی تھی ایک ایسا نقصان پہنچایا تھا جس کی تلافی چاہتے ہوئے بھی وہ کر نہیں سکتی تھی۔

یہ احساس اتنا قوی اور اتنا زور آور تھا کہ ابی کا دکھ بھلائے اس بات پر اس کے آنسو تسبیح کے دانوں کی طرح گرتے جا رہے تھے۔

"کیا ہوا ہے دا جان کو۔ از ایوری تھنگ، آل رائیٹ؟"

ایزد بہت ریش موڈ میں تھا مگر دا جان کی عیادت فرض تھی۔ صہیبہ کے رویے اور اس طرح چلے جانے کے باعث وہ بہت اپ سیٹ ہو رہا تھا مگر ذرا سی تلاش کے بعد ملنے والے نعیم اور فرہاد کو دیکھ کر تشویش کا اظہار کیے بنا نہ رہ سکا۔

"اوہ ایزد۔" وہ دونوں اسے دیکھ کر چونکے پھر تفصیل بتانے لگے۔ "اب ٹھیک ہیں۔ ان فیکٹ پین بہت زیادہ تھا اس لیے ایمرجنسی میں لانا پڑا۔ بہرحال اب پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ ای سی جی نارمل آیا ہے۔"

"تھینکس گاڈ میں تو پریشان ہو گیا تھا۔"

اس نے قدرے سکون کا سانس لیا تاہم چہرے پر چھائی پریشانی اور تھکن کم نہیں ہوئی تھی۔

"خیریت آپ یہاں کیسے۔" فرہاد پوچھ رہا تھا۔

"وہ ان فیکٹ یاور انکل" آپ تو جانتے ہیں میرے بزنس پارٹنر ہیں۔ انہیں دوسرا اٹیک ہوا ہے ان کی وجہ سے یہاں آیا ہوا تھا کہ صہیبہ۔" کہتے کہتے صہیبہ کے تذکرے پر اس کے لب آپ ہی آپ خاموش ہو گئے۔

"اوہ صہیبہ کہاں ہے۔؟"

نعیم بھائی پہلے تو خیال آنے پر چونکے پھر اس سے ہی سوال کر ڈالا تو وہ نظر چرا کر شانے اچکا گیا۔ یوں بھی اس وقت وہ کہاں ہو گی اسے اندازہ نہیں تھا یقیناً "اس فلور پر تو نہیں تھی۔ ممکن ہے گھر چلی گئی ہو۔ اور اگر ایسا ہوا ہے تو اچھا نہیں ہوا تھا۔ ایزد فطری طور پر پریشان ہو گیا۔ انگلی سے پیشانی مسلتے ہوئے چپ ہو گیا تھا۔

"یہیں ہو گی۔ میرا خیال ہے کوریڈور کی طرف۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فرہاد نے خیال ظاہر کیا تو نعیم بھائی مطمئن ہو کر ایزد کی طرف متوجہ ہوئے جو ذرا دیر پہلے ہونے والے واقعے کے عوامل اور محرکات کو لاشعوری طور پر سوچے جا رہا تھا۔

"تم سناؤ ایزد، تمہارے پاپا اور انکل کے کیا حال ہیں۔؟"

"کچھ کہہ نہیں سکتے۔ ڈاکٹرز تسلیاں تو دے رہے ہیں مگر پاپا اور انکل کی کنڈیشن کافی سیریس ہے۔ بس دعا ہے اللہ تعالٰی سے۔"

"ہاں۔ بس انسان کے اختیار میں ہوتا بھی کیا ہے۔" فرہاد نے سنجیدگی سے کہا۔

"مگر تم فکر مت کرو اللہ جو کرے گا بہتر کرے گا۔"

نعیم بھائی کی تسلی پر وہ محض ہنکارہ بھر کے رہ گیا۔ جو کچھ ہو رہا تھا اس میں بہتری کیا ہے۔ فی الحال وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔

"اور نہیں تو کیا۔ آج تو ابو وغیرہ سب ہی گئے تھے دادی جان کے علاوہ سب دیکھ کر آئے ہیں انہیں۔ ڈاکٹر سے بھی بات کی تھی ابو نے۔ بتا رہے تھے کہ ڈاکٹرز سب مطمئن ہیں۔"

مدحت بھی چائے کا مگ تھامے۔ اس کے پاس آ بیٹھی تھی۔ وہ کیا جواب دیتی بس خاموشی سے خود کو کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ صبح سے شام ہو گئی تھی مگر اس کی کیفیت تبدیل نہیں ہو رہی تھی۔ ایزد کے غیر جب سے وہ گھر لوٹی تھی مستقل رو رہی تھی۔ رخسانہ بیگم اس کے اس طرح آزردہ ہونے سے گھبرا گئیں۔ واجان سے اس کی والہانہ محبت اور دیرینہ قربت کا تو سب کو ہی علم تھا مگر وہ ان کی علالت کا اتنا اثر لے گی کسی نے سوچا بھی نہ تھا۔

اصل بات کیا تھی سوائے زوہا کے کوئی واقف نہ تھا اس امر سے۔ مگر وہ بھی خاموش تھی فرہاد اسے یہاں چھوڑ گیا تھا کہ صبیحہ کا خیال رکھے۔ کیونکہ واجان کی حالت اب خطرے سے بالکل باہر تھی مگر صبیحہ کا رونا سب کو پریشان کر گیا تھا۔ زوہا الگ پریشان تھی۔

"کم آن صبیحی۔ آخر تمہیں یقین کیوں نہیں آتا کہ واجان ٹھیک ہیں۔"

(ہاسپٹل والے معرکے سے توفی الفور وہ خود بھی ناواقف تھی اس لیے اس کی حالت کو اسی تناظر میں دیکھ رہی تھی جیسا کہ سب کا خیال تھا)۔

متوقع رویے نے اسے جیسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔

رگوں میں خون کے ساتھ ملال، دکھ اور اذیت دوڑ رہی تھی۔ نرمین کے مقابلے میں ایزد نے اسے ایک طرح سے دھتکار دیا تھا۔ اتنے مضبوط اور خوبصورت رشتے کے باوجود۔

"آخر کیوں۔؟"

اس کے اندر احتجاج اور نفرت جوش کھا رہی تھی۔

"آخر کیا تعلق ہے ان دونوں کے مابین کہ ایزد نے یوں میری انسلٹ کی۔ اپنی خطا پر اسے ذرا بھی شرمندگی نہیں تھی۔ کس طرح سر اٹھائے کھڑا تھا وہ شخص۔"

اس کے آنسو بھی دل میں بھڑکتی آگ کو ٹھنڈا کرنے میں ناکام رہے تھے۔

مدحت، زوہا اور فوزیہ وغیرہ اس کے گرد بیٹھی کیا کہہ رہی ہیں اسے جیسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ صرف ایزد کے درشت لہجے میں کہے گئے جملے کانوں میں بازگشت بن کر گونج رہے تھے۔

"تو یہ طے ہو گیا ایزد ہمدانی۔ کہ زندگی کے اس رستے پر جہاں میں نے تم نے ایک ساتھ قدم رکھے تھے۔ کوئی موڑ ایسا آ گیا ہے جہاں سے تم نے راہ علیحدہ کر لی ہے اور اگر ایسا ہو گیا ہے تو صبیحہ علی بھی تمہارے سامنے روئے گڑگڑائے گی نہیں۔"

یک دم آنسو صاف کرتے ہوئے اس کے چہرے سے کسی نتیجے پر پہنچنے کی سی احساساتی کیفیت صاف پڑھی جا رہی تھی۔ زوہا جو اس کی طرف متوجہ تھی بے ساختہ چونکی۔

"صبیحی۔ کیا ہوا ہے۔ کیا سوچ رہی ہو تم۔؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس کا بازو تھام کر کچن کی طرف لے جاتے ہوئے اس نے از حد گھبراتے ہوئے لہجے میں پوچھا تھا۔ صبیحہ نے آہستگی سے اپنا بازو چھڑایا اور گھوم کر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ مستقل رونے سے آنکھیں سوج رہی تھیں۔ بھاری پپوٹے اور بوجھل پلکیں اس بات کا غماز تھیں کہ کئی راتوں سے وہ ٹھیک سے سو بھی نہیں رہی۔

"صبیحہ۔" زوہا کا دل درد سے کراہ اٹھا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں زوہا۔ پلیز میری فکر میں پریشان ہونا چھوڑ دو۔ تمہاری کنڈیشن ایسی نہیں کہ اس طرح ٹینس رہو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے اب جو کرنا ہے بنا آنسو بہائے کرنا ہے۔"

دوپٹے کے آنچل سے چہرے کو بے دردی سے رگڑتے ہوئے اس نے کہا تھا۔ لہجے میں انداز اور چہرے پر کچھ ایسا تھا کہ زوہا فرہاد علی سٹپٹا گئی۔ کچھ پوچھنے یا کہنے کے لیے لب وا ہی کیے تھے کہ صبیحہ نے اسے ٹوک دیا۔

"کچھ مت پوچھنا زوہا۔ بس سمجھ لینا کہ میں جو کروں گی سب کی خوشی، عزت اور اپنی بہتری کے بارے میں سوچ کر ہی کروں گی۔"

● ● ●

زمین کی حالت تو اس شخص جیسی تھی جسے اس مسروقہ سامان سمیت پکڑ لیا گیا تھا جسے اس نے کبھی دیکھا بھی نہ تھا۔ مگر اس کا الزام اس کے سر آ گیا تھا۔ اور یہ الزام اس قدر بھاری تھا کہ اس کے بوجھ سے اس کی گردن جھکی جا رہی تھی۔

یاور صاحب ایک بار پھر معجزاتی طور پر ہوش و خرد کی دنیا کی طرف لوٹ رہے تھے۔ ان سب میں پھر سے زندگی کی لہر دوڑ گئی اور پھر تین چار دن بہت مصروفیت میں گزر گئے۔

ایزد کی خواہش تھی کہ جب وہ ہوش میں آئیں تو وہ ان کے سامنے موجود ہو تاکہ انہیں ڈھارس رہے کہ رشتہ خواہ کوئی بھی ہو ایزد ہمدانی نے ان کے احسانات بھلائے نہیں ہیں۔ دوسرے نکاح والے معاملے میں وہ انہیں اپنی "مرضی" کی نوعیت سے واقف کرنا بھی ضروری سمجھتا تھا۔

اس مقصد کے تحت اس نے زمین کو بہت کچھ سمجھانا چاہا تھا مگر وہ صبیحہ کی باتوں کے بعد سے جیسے بالکل چپ سی ہو گئی تھی۔ کئی بار سامنا بھی ہوا مگر اس نے رک کر اس کی کوئی بات نہیں سنی تھی حتیٰ کہ زمین نے اس کے رویے کی بابت اسے ٹوکا بھی مگر وہ خود کو ایزد کا سامنا کرنے کے قابل نہیں پا رہی تھی۔

ایزد کو اس کے احساسات کا اندازہ تھا مگر سوائے خاموشی کے کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ یوں ہی یہ تین چار دن جس طرح گزرے اسے خود آفس، گھر اور یاور صاحب کے مثلث میں چکراتے ہوئے صبیحہ کا کئی بار ٹوٹ کر خیال آیا مگر فرصت نہ نکال سکا۔

کبھی اس کے ردعمل کی شدت اور تیوروں پر اسے پیار آ جاتا۔ اس نے جو کچھ کہا جو کچھ کیا اس کی محبت میں ہی کیا تھا۔ یہ اس کے کھرے اور سچے جذبوں کا ہی اعجاز تھا جو وہ اپنے اور ایزد کے درمیان کوئی سایا کوئی پرچھائیں تک برداشت کرنے کے لیے تیار نہ تھی۔

تو کبھی اس کی آنکھوں سے جلال ٹپکنے لگتا۔ زمین کی ذات کو اس نے جس طرح رگیدا تھا وہ خود ایزد کو اپنی نظروں میں گرا دیتا تھا۔ ایک لمحے کے لیے اس کا دل چاہتا کہ اسے بتائے زمین بھی اس کی منکوحہ ہے۔ اس کی شرعی بیوی۔

دل و نظر کے تقاضوں سے قطع نظر وہ بھی اس سے اسی رشتے میں بندھی ہے۔ جس کی بدولت صبیحہ امتیاز علی اس کی زندگی میں شامل ہے۔ ایک جیسا بندھن ہے دونوں کا اس سے۔ بلکہ رفاقت کے کئی پل گزارنے کے باعث زمین تو ایک لحاظ سے اس سے برتر بھی تھی۔ صبیحہ کے برعکس زمین نے اس سے بہت کچھ شیئر کیا تھا اپنے دکھ اور پریشانیاں۔

درد کا رشتہ سب سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔ زمین سے اس کا درد کا رشتہ بھی تھا وہ لڑکی اس کی زندگی میں بھلے ہی جبراً "داخل" کی گئی تھی مگر اب وہ اس کی ذمہ داری تھی۔ اگر صبیحہ کے آنسو اس کے دل پر گرے تھے تو زمین کی سسکیاں بھی اس کے اندر گونجتی تھیں۔ ہاں یہ بات الگ کہ دل میں اول روز سے صبیحہ تھی تو آج بھی وہی تھی۔ البتہ اس کے درشت رویے، بے یقین لہجے اور بے اعتماد لفظوں نے ایزد ہمدانی کے مردانہ وقار کو ٹھیس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پہنچائی تھی۔

اعتماد، اعتبار اور مان ہی کے ذریعے تو اس رشتے کی ناؤ نے زندگی کے بے کراں سمندر کا سفر طے کرنا ہوتا ہے اور اگر اسی سفینے میں شک اور بے اعتمادی کا سوراخ ہو جائے تو سب کچھ غرق سمندر ہو جاتا ہے۔ سارے جذبے، سارے بندھن اور سارے خواب۔ سب کچھ۔

منافی اور مثبت کئی موجوں نے مل کر اس کے ذہن کو تھکا ڈالا تو وہ اس شام گھر جلدی لوٹ آیا۔ سفینہ لاج سے مستقل کوئی نہ کوئی داجان کے پاس ہاسپٹل آ رہا تھا۔ نہیں آ رہی تھی تو وہ ہی دشمن جان نہیں آ رہی تھی۔ کل رات داجان کو ڈسچارج کر دیا گیا تو ایزد کی آخری امید بھی ٹوٹ گئی۔ اس نے جان لیا کہ صبیحہ محض اسے نظرانداز کرنے کی خاطر وہاں دوبارہ نہیں آئی گویا وہ اس سے ملنا تو کجا اسے دیکھنا بھی نہیں چاہتی۔ مدحت کے ذریعے البتہ اسے اس کی طبیعت اور مزاج کے بارے میں کافی کچھ پتا چلا تھا۔ جس کے باعث وہ عجیب سے احساسات کا شکار محسوس کر رہا تھا خود کو۔ سک رو راستے جیسے زندگی میں اتنے پیچ و خم اور اتنے موڑ آ گئے تھے۔ وہ سوچنے بیٹھا تو جیسے ارد گرد سے بے نیاز ہی ہو گیا۔ اس گتھی کو کیسے سلجھایا جائے کوئی سرا ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔ چونکا تو اس وقت جب شہریار ہمدانی نے اس کا کندھا تھپتھپایا۔ "بابا آپ۔! آیئے پلیز یہاں بیٹھ جائیں۔"

آج شہریار صاحب ... کا سہارا لے کر بمشکل چلتے اس کے کمرے تک آئے تھے تکلیف کی شدت سے ان کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ ایزد پریشان سا اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ ٹھیک ہیں۔" وہ پریشان تھا۔

"ہوں۔" وہ قدرے مسکرا کر بیٹھ گئے تھے۔ ایزد نے انہیں سہارا دیا تو اک ٹک چھوٹی سی آہ انہوں نے۔ پھر بیٹھتے ہی اس کی طرف بغور دیکھتے ہوئے ان کی مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی۔

"اولاد اگر پریشان اور ناخوش ہو تو والدین جتنا ٹھیک ہو سکتے ہیں ویسا ہی ہوں میں۔"

"کیا مطلب بابا۔ آپ پریشان ہیں۔"

"کیا تم نہیں ہو۔؟"

سوال کے جواب میں برجستہ سوال ہوا تھا وہ لمحے بھر کے لیے چپ ہو گیا مگر جب انہوں نے اس کے شانے پر دوستانہ انداز میں تھپکی دی تو گہری سانس بھر کر اس نے انہیں وہ سب سنا ڈالا جو وہ پوچھ رہے تھے۔

"اوہ۔ تو گویا بات یہاں تک آ پہنچی ہے۔"

تفکر کی گہری لکیریں ان کی پیشانی پر نمودار ہو چکی تھیں۔ ایزد نے لب بھینچ کر خود کو کچھ کہنے سے روکا تو شہریار صاحب خود دریافت کرنے لگے۔

"کیا تم نے صبیحہ کو سمجھانے کی کوشش کی۔ آئی مین اپنی کانشیکل۔؟"

"نہیں بابا۔ وہ بہت مختلف نیچر کی لڑکی ہے۔ یوں نہیں سمجھے گی۔"

اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے جواباً کہا تو شہریار صاحب ازحد سنجیدہ ہو گئے۔

"تو برخوردار آخر آپ کس طرح اسے سمجھانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔؟"

"جی۔۔؟"

ان کا لہجہ اور انداز قدرے سختی لیے ہوئے تھا وہ الجھ کر انہیں دیکھنے لگا۔

"دیکھو ایزد ہم نے اس لڑکی کو تمہاری مرضی اور خوشی کو ملحوظ خاطر رکھ کر پسند کیا تھا۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ بچی ہمیں بہت عزیز ہے۔ بابر کے لیے جو کچھ تم نے کیا وہ لاکھ قابل تحسین سہی مگر میں ہرگز یہ نہیں چاہوں گا کہ تم صبیحہ کو کوئی زک دو۔ میرا خیال ہے تمہیں اس سے ملنا چاہیے۔"

یک دم وہ دو ٹوک انداز میں اپنا فیصلہ سنا گئے تھے۔ ایزد نے نہایت استعجاب سے انہیں دیکھا۔ اس کے اور بابا کے مابین ہمیشہ دوستی رہی تھی جو بات بھی کہنی اور سمجھانی ہوتی اس کے لیے بابا کا اپنا ایک مشفق ناصحانہ لہجہ ہوتا تھا مگر آج اسے ان کے لہجے سے تحکم کی بو محسوس ہوئی تھی۔

ایک نامحسوس سی کیفیت نے اسے حصار کر لیا تھا۔ بابا کے تیور اس بات کی نشاندہی کر رہے تھے کہ وہ صبیحہ کی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حق تلفی کسی صورت برداشت کرنے والے نہیں کہ بہرحال وہ ان کی من چاہی سینکڑوں لوگوں کی موجودگی میں اپنائی ہوئی بہو تھی جبکہ دوسری طرف محض احسان مندی کا تقاضا تھا۔

ایزد کی گہری سوچ چہرے پر در آئی تو اس نے لب بھینچ کر سر جھکا لیا۔

"رشتوں کی ڈور کو مضبوط بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں شک اور بے اعتمادی کی گرہیں نہ پڑیں۔ صہبا ایک لڑکی ہے اور لڑکیاں فطرتاً" زودرنج اور جذباتی ہوتی ہیں۔ بیٹا محبت کھو دینے کا خوف تو بڑے سے بڑے جی دار کو ہلا دیتا ہے وہ تو ایک نازک سی لڑکی ہے۔ غالباً" تمہیں اندازہ نہیں کہ تم نے اسے کس قدر صدمہ پہنچایا ہے۔ نرمین کے سامنے اس کی تذلیل کر کے۔"

وہ کہہ رہے تھے ایزد جز بز سا ہو گیا ان کی بات پر۔

"اور جو کچھ صہبا نے کہا وہ بالکل ٹھیک ہے۔؟ رشتے کی اساس اعتماد ہے بابا مگر صہبا کو مجھ پر اعتبار ہی نہیں۔ اس نے شک کی پٹی اپنی آنکھوں پر باندھ لی ہے۔ اس سے کچھ کہنا بے کار ہی ہو گا کیونکہ وہ حالات اور واقعات کو صرف اس اینگل سے دیکھ رہی ہے جہاں سے صرف میرا قصور نظر آ رہا ہے اسے۔"

"تو بیٹا یہ اینگل تو آپ کو بدلنا ہو گا نا۔ میاں بیوی کے رشتے میں کسی تیسرے کی موجودگی کا ذرا سا وہم ہی فریقین کو اذیت سے دوچار کر دیتا ہے جبکہ یہاں تو باقاعدہ ایک "وجود" آگیا ہے درمیان۔ عورتوں کی حس اس معاملے میں بڑی تیز ہوتی ہے۔ یقیناً" صہبا کو اسی احساس نے قوت برداشت کھونے پر مجبور کر دیا ہے۔"

"آپ زیادتی کر رہے ہیں بابا۔ آپ کا سارا فیور صہبا کی طرف ہے۔ حالانکہ اگر آپ میری طرف دیکھیں تو اندازہ ہو گا کہ صہبا کی سوچ کتنی غلط ہے۔"

ان کی بات پر وہ جھنجلاہٹ کا شکار ہونے لگا تھا۔

"تو اس کی سوچ کو صرف تمہاری توجہ ہی بدل سکتی ہے بیٹا جی۔ عورت موم سے بنی ہے۔ محبت کی ذرا سی آنچ دو' پگھل کر تمہارے سانچے میں ڈھل جائے گی۔ مگر تم تو سارے تعلقات یوں قطع کر کے بیٹھ گئے ہو جیسے اب دوبارہ ملنا ہی نہیں۔"

ان کی گفتگو میں ان کا تجربہ بول رہا تھا۔ ایزد نے بے چین ہو کر ان کی طرف دیکھا۔

"ایسی بات نہیں بابا۔ آپ جانتے ہیں کہ میں غلط بات اور جھوٹا الزام برداشت نہیں کر سکتا جبکہ صہبا کا طرز گفتگو ان ہی دو بنیادوں پر استوار ہوتا ہے۔ وہ میرا ایک لفظ سننے کو تیار نہیں ہوتی۔ بس چاہتی ہے کہ جو کچھ اس نے سوچ لیا ہے اس پر تصدیق کی مہر ثبت کر دوں۔"

وہ غصے میں جھلستا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ شہریار ہمدانی نے اسے گہری نظر سے دیکھا۔

"اگر وہ ایسا سوچتی ہے تو اس میں کچھ غلط بھی تو نہیں ایزد۔" وہ رسان سے بولے ایزد نے قدرے چونکتے ہوئے حیرت سے انہیں دیکھا۔ "تم نے اس کے ہوتے ہوئے ایک اور نکاح تو کیا ہے نا برخوردار۔ اس کا شک غلط تو نہیں۔"

"میں نے یہ کب کہا بابا۔" وہ قدرے تلملا گیا تھا۔ اس کی ہمدردی اسے اس موڑ پر بھی لائے گی اس نے سوچا نہ تھا مگر اس وقت سب کچھ بھلائے وہ ان سے مخاطب تھا۔

"صہبا کا شک نہیں اس کا انداز غلط ہے۔"

"بہرحال۔ میاں بیوی میں جب جب اختلافات ہوں انہیں افہام و تفہیم سے ہی حل کیا جاتا ہے۔ ایک دوسرے سے منہ پھیرنے کا مطلب درمیانی فاصلے کو مزید بڑھانا ہے۔ لہٰذا تم اسے فون کرو اور مل کر ساری بات بتا دو اسے۔ دل صاف کرو اس کا اپنی طرف سے۔ یہ بہت ضروری ہے۔"

"آپ کو کیا لگتا ہے وہ میری باتوں کا یقین کر لے گی۔؟" وہ کچھ غیر مطمئن تھا۔

"بیٹا سچائی آپ اپنا یقین ہوتی ہے۔ تم اس سے بات تو کرو۔"

شہریار ہمدانی پر یقین تھے۔ ایزد خاموش ہو رہا تاہم اس کے دل میں یہ احساس قوی ہوتا جا رہا تھا کہ صہبا علی اتنی آسانی سے ماننے والی نہیں۔

● ● ●

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اف اتنا تیز بخار۔ اسے کیا ہو گیا ہے امتیاز۔"

رخسانہ بیگم بیٹی کی بیماری سے دہل گئی تھیں۔ شوہر کی طرف دیکھتے ہوئے رو ہی پڑیں۔

"افوہ رخسانہ۔ موسمی بخار ہے اور بس۔ وائرل انفیکشن کا نتیجہ ہے یہ سب۔ یوں بھی پچھلے دنوں پاپا کی بیماری کا اس نے اثر لیا ہے۔ تھکان کی وجہ سے بھی ہو جاتا ہے ایسا۔"

وہ بخار میں تپتی صہیبہ کے سرہانے بیٹھے بیوی کو تسلی دے رہے تھے مگر وہ ماں تھیں کسی طور قرار نہیں آ رہا تھا۔

"مگر ایسا بھی انفیکشن کیا کہ تین دن سے اس نے تکیے سے سر نہیں اٹھایا ہے۔ آپ کسی دوسرے ڈاکٹر سے کنسلٹ کیوں نہیں کرتے۔ مجھے تو لگتا ہے اس ڈاکٹر کی میڈیسن ہی صہیبی کو موافق نہیں۔"

رضیہ چچی نے تفکر سے کہا تو امتیاز صاحب نے اس کا ماتھا چھوا جو بری طرح جل رہا تھا۔ کمرے میں تقریباً" سب ہی موجود تھے۔ دادی جان اس پر آیتوں کا ورد کر کے دم کر رہی تھیں مگر پچھلے تین دنوں سے اس کی حالت بدلنے میں نہیں آ رہی تھی۔

"نعیم سے کہہ کر کسی دوسرے ڈاکٹر کو بلوائیں وہ دوسری دوا دے تو شاید آرام آ جائے۔" رخسانہ بیگم کو کسی طور سکون نہیں تھا۔

پچھلے کئی دنوں سے وہ بہت اپ سیٹ محسوس ہوئی تھی۔ سب کا ہی خیال تھا کہ داجان کی علالت کا اثر ہے مگر دھیرے دھیرے وہ بستر سے ہی لگتی چلی گئی۔

جلتی جھلکتی سوچوں نے بخار کی شکل اختیار کر ڈالی تھی۔ زوہا کو اس کے دکھ کا اندازہ تھا مگر کہنے کا مقام تھا نہ گنجائش۔ بس فرہاد کے ساتھ روزانہ ادھر چلی آتی تھی۔ "علی ولا" بھی تقریباً" روزانہ جانا ہوتا تھا۔

ثمر بیگم کے تیوروں کو سختی سے نظرانداز کیے وہ زوہا کو داجان کے پاس چھوڑ جاتا تھا واپسی میں ادھر سے بھی گزرنا ہوتا۔ داجان کی طرف کام تو کچھ کرنا نہیں ہوتا تھا بس ان کو کمپنی دیتی تو وہ خوش ہو جاتے۔

ڈاکٹرز نے انہیں ذہنی سکون کا مشورہ دیا تھا اور فرہاد جانتا تھا کہ ان کا سب سے بڑا دکھ تنہائی ہے۔ اتنی ڈھیر ساری اولاد اور ان کی بھی اولادیں ہونے کے باوجود وہ تنہا تھے بالکل تنہا۔ سو فرہاد اسے وہاں چھوڑ جاتا۔ صہیبہ کی طبیعت خود خراب تھی ورنہ اسے زوہا کو یوں ثمر بیگم کی منشاء کے بغیر وہاں بھیجنا نہ پڑتا۔ مگر اب مجبوری تھی۔ تاہم زوہا کا دل پتے کی طرح کانپتا تھا۔ اسے ثمر بیگم کے دن بدن بدلتے ہوئے تیور خوفزدہ کیے دے رہے تھے۔

"ماما کو ہمارا یہ روٹین پسند نہیں ہے فرہاد۔ آپ ان سے اجازت لے لیں تو بہتر ہو گا۔" اس روز اس نے واپسی کے بعد ثمر بیگم کی انتہائی سرد نظریں اپنے اندر اترتی محسوس کیں تو دوسری صبح فرہاد سے کہہ ہی ڈالا۔

"پلیز زوہا۔ مجھ سے اس طرح کی بات مت کیا کرو۔ میں کوئی اسکول گوئنگ بچہ نہیں کہ ہر بات کے لیے ماما سے اجازت لوں یوں بھی جب ساری زندگی انہیں میری فکر نہیں رہی تو اب کیا ہو گی۔"

چھٹی کا دن تھا وہ اخبار سمیٹ کر بیٹھتے ہوئے سنجیدگی سے بولا تھا۔

"ایسی بات نہیں۔ وہ تو آپ کو بہت چاہتی ہیں۔ آخر ماں ہیں وہ آپ کی۔"

"تم مجھ سے زیادہ نہیں جانتی ہو انہیں زوہا۔ بہت ساتھ رہا ہے میرا ان کا۔ درحقیقت تو مجھے دادی اور داجان نے پالا ہے۔ ماما نے تو صرف جنم دیا تھا اور جب وہ پاپا کو لے کر الگ ہو گئیں تو مجھے دادی کو یاد کرنے کی پاداش میں ان کے پاس چھوڑ آئیں۔ وقت گزرتا گیا اور میں جب بالکل ہی اس ماحول میں رچ بس گیا تو وہ مجھے دوبارہ چھین لائیں۔ درحقیقت انہیں محبت کرنے کا نہیں حکم چلانے کا چسکہ ہے۔ ابھی بھی مجھے تمہیں روک ٹوک کرنے سے ان کا مقصد یہ ہی ہے کہ ہم ان کی رعایا کی طرح ایک ایک قدم ان سے پوچھ کر اجازت ملے کر اٹھائیں۔ مگر اب ایسا ہونا ممکن نہیں زوہا۔"

ثمر بیگم کے تیوریوں تو اس کی نظر سے مخفی نہیں تھے مگر کل رات جب پاپا نے بھی اسے ان کے کہنے پر سمجھایا تو وہ بہت بپھر گیا تھا۔

"مگر والدین کا حق تو پہلا ہوتا ہے نا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"بہادری سے جینا سیکھو زوہا۔ جو لوگ حق کے راستے پر ہوں انہیں ایسی چھوٹی موٹی باتوں کی پروا نہیں کرنی چاہیے۔ ایک بیمار کی عیادت تمہارا مذہبی فریضہ ہے۔ یوں بھی میں چاہتا ہوں کہ جب تک اجان مکمل طور پہ صحت یاب نہیں ہو جاتے میں اور تم (دعلی ولا) "شفٹ ہو جائیں اور وہیں رہیں۔"

"مگر وہاں تو صہیب۔۔" زوہا سٹپٹا گئی تھی۔

اس اٹیک نے تقریباً" جان ہی نکال لی تھی' یاور صاحب کی' چہرے پر کئی گنا زیادہ زردی گھل گئی تھی۔ انہیں تقریباً" ہوش آچکا تھا مگر نقاہت اور کمزوری اس درجہ تھی کہ آنکھیں تک نہیں کھل رہی تھیں۔ ایزد آفس سے سیدھا اس طرف آیا تھا۔

گو کہ بابا کے کہنے کے مطابق وہ سفینہ لاج جانا چاہتا تھا مگر زرمین کے فون نے اسے سب کچھ بھلا کر ادھر آنے پہ مجبور کر دیا۔ اس کا آنسوؤں میں بھیگا لہجہ بابا کی تاکید کو فراموش کر گیا۔

ڈاکٹرز کی ہدایت کے مطابق یاور صاحب بالکل ٹھیک تھے تاہم اب بھی انہیں ذہنی تناؤ اور پریشانیوں سے دور رکھنے کی کڑی تاکید تھی۔ آئی سی یو میں وہ سب ایک ایک کر کے اندر گئے تھے ان کا ہاتھ تھامے بنا کچھ کہے بس خاموش آنسو بہاتے لوٹ آئے تھے تاہم جب زرمین اندر جانے لگی تو زہرہ بیگم نے بے ساختہ ایزد کی طرف دیکھا تھا۔

ایک سیکنڈ کے لیے اس کے لب بھینچ گئے مگر جانے کیا سوچ کر اس نے قدم بڑھا دیے تھے۔ زرمین نے اسے ساتھ آتا دیکھ کر بے تحاشا حیران نظریں اس پر ٹکائیں تو وہ اپنے مخصوص دوستانہ انداز میں مسکرایا۔

"ابی۔!"

ہونٹ کاٹتے ہوئے ایک سسکی اس کے لبوں سے نکلی تھی۔ شیخ یاور کی موندی ہوئی آنکھوں میں یکلخت جنبش ہوئی اور انہوں نے ذرا سی آنکھ کھول کر ان کی طرف دیکھا تھا۔

دھندلے دھندلے سے خاکے تھے زرمین اور ایزد کے جو ان کے دائیں جانب آگے پیچھے کھڑے تھے۔ کسی گہرے احساس کے طفیل ایک طویل سانس خارج کر کے دوبارہ آنکھیں موند لی تھیں انہوں نے۔ زرمین کا جیسے سانس سینے میں اٹک گیا۔

"پلیز ابی۔ دیکھیے مجھے' میں بالکل ٹھیک ہوں' خوش ہوں۔ آپ کی ہر خواہش ہر فیصلہ منظور ہے مجھے مگر پلیز ابی ایسے نہ کریں۔"

ان کا ہاتھ جوش سے دباتے ہوئے وہ بے قراری سے کہہ رہی تھی۔

"زرمین پلیز۔ اس طرح انکل کو ڈسٹرب نہ کریں۔"

ایزد نے بے ساختہ سخت لہجے میں کہہ کر اسے باہر آنے کا اشارہ کیا تو وہ ڈبڈباتی آنکھوں سے انہیں دیکھتی باہر نکل آئی مگر سامنے کھڑی زہرہ بیگم کے سینے سے لگی تو آنسوؤں میں روانی آگئی۔

"کم آن زرمین! اب تو سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے' تمہیں تو خوش ہونا چاہیے۔ ابی ری کور کر گئے ہیں' بی ول بی آل رائیٹ انشاء اللہ۔ سو بی بریو یار۔ ہمارا مشکل وقت گزر گیا ہے۔"

شرمین نے اسے کندھے سے لگا لیا تو وہ آنسو صاف کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

"مگر یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے شرمین' ابی نے اتنی تکلیف اٹھائی۔"

"نہیں یہ غلط سوچ ہے آپ کی۔ ابی کی قسمت میں ہی یہ سب لکھا تھا۔" ہمیر بھی اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔ زرمین نے بے ساختہ اس کی طرف دیکھا تو ایزد نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ہمیر بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے' جو کچھ قسمت میں لکھا ہے انسان کو بھگتنا ہی پڑتا ہے۔ ہر شخص اپنی جگہ مجبور ہے شرمین۔ آپ بھی' میں بھی اور دوسرے بھی۔"

اس کی آنکھوں سے جھانکتا احساس جرم ایزد کو سب کہنے پر مجبور کر گیا جملہ کا آخری حصہ بہت کچھ جتاتا ہوا تھا۔ اس کے دل پر سے کچھ بوجھ کم ہوا۔

(کم از کم ایزد تو اسے خطاوار نہیں سمجھتا تھا ناں۔ بس اس کے لیے کافی تھا۔ مگر صہیب۔؟)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"بس بیٹا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش کرتا ہے۔ آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ وقت بڑا مرہم ہے۔ تمہارے ابی بھی حقیقتوں اور حالات کو فیس کرنے کے جلد ہی قابل ہو جائیں گے۔ تم دل چھوٹا مت کرو۔ نہ ہی خود کو مجرم گردانو۔ تم تو میری سب سے پیاری، سب سے عظیم بیٹی ہو جس نے اپنے ابی کے لیے اتنی عظیم قربانی دی ہے۔"

زہرہ بیگم کے ممتا بھرے لمس اور تسلی بھرے الفاظ نے جیسے کوئی جادو کیا تھا۔ اس پر آنسو دھیرے دھیرے خشک ہوتے چلے گئے۔

● ● ●

"تھینکس گاڈ ایزد بھائی آپ مل گئے۔ سچ دو گھنٹے سے فون کر کر کے تھک گئی تھی میں۔"

زوہا کی آواز میں جہاں تشکر تھا وہیں قدرے تفکر بھی محسوس ہو رہا تھا۔ ایزد اس غیر متوقع کال پر حیران سا رہ گیا۔

"زوہا آپ۔؟ خیر تو ہے۔"

"پتا نہیں خیر ہے بھی کہ نہیں۔ بہر حال آپ سے مجھے کچھ بات کرنی تھی۔ وقت ہے آپ کے پاس۔" عجیب سے لہجے میں کہتے کہتے وہ سنجیدہ ہوئی تو ایزد پریشان ہو اٹھا۔

"آف کورس اپلیز کہیں کیا بات ہے۔؟ صبیحہ تو ٹھیک ہے نا۔؟"

اتنی شدت اور اتنی تشویش تھی اس کے لہجے میں کہ زوہا لمحے بھر کے لیے چپ سی ہو گئی۔ صبیحہ کے تمام شکوک اس لمحے بالکل باطل لگے اسے۔ بھلا ایک شخص جو اتنا متردد تھا اس کے لیے اس کے ساتھ دھوکا کر سکتا تھا۔؟

"تو وہ۔" اس نے سوچا اور پھر سر جھٹک کر بولی۔

"ان فیکٹ ایزد بھائی۔ وہ کافی دنوں سے بیمار تھی۔"

"کیا واقعی۔؟" یک دم احساس جرم نے اسے گھیرا تھا' بے قراری سے پوچھا۔

"جی مگر اب قدرے بہتر ہے۔ آپ کو میں نے اس لیے فون کیا کہ کہیں آپ بعد میں شکوہ کریں کہ آپ کو بتایا نہیں گیا۔ ویسے بھی محترمہ آپ کی مریضہ ہیں لہٰذا مجھے تو سو فیصد یقین ہے کہ اسے صرف آپ کی ہی چارہ سازی کی ضرورت ہے ورنہ اب تک دس ڈاکٹرز کو دکھا چکے ہیں۔ کسی کی دوا اثر کر رہی ہے نہ ہماری دعا۔ غالباً" اللہ تعالیٰ بھی آپ کی دعا کے منتظر ہیں۔"

ایزد کی تشویش اور فکر مندی نے اس کے ذہن سے آدھا بوجھ کم کر دیا تھا۔ لہٰذا بے ساختہ شوخی میں بہت کچھ کہہ گئی۔ جبکہ دوسری طرف ایزد بہت اپ سیٹ ہو گیا تھا۔ صبیحہ اس کے دل میں اس کی زندگی میں اہم مقام حاصل کر چکی تھی۔ حتیٰ کہ گزشتہ دنوں کے اس کے بے اعتماد رویے نے بھی اس مقام کو کوئی گزند نہیں پہنچائی تھی۔

"کیا میں اس سے مل سکتا ہوں۔؟"

بہت سنجیدہ اور گمبھیر لہجے میں سوال کیا تھا اس نے' انداز ایسا تھا کہ زوہا سے انکار نہ ہو سکا۔ در حقیقت اس نے آج اسی لیے اسے فون کیا تھا کہ اس کے تاثرات نوٹ کر سکے اور اس کے لہجے' آواز اور انداز میں اس نے ایسی کسی بھی بے ایمانی اور بے وفائی کا شائبہ محسوس نہیں ہوا جس کا کہ صبیحہ نے تذکرہ کیا تھا۔

"شیور۔ میں آج کل دا جان کی طرف آئی ہوئی ہوں۔ کل صبیحہ کو بھی دا جان سے ملانے کے بہانے ادھر لے آؤں گی۔ آپ آجائیے گا۔" اس نے فافٹ پروگرام سیٹ کیا۔

"تھینکس زوہا۔ آئی ایم ایکسٹریملی تھینک فل۔" وہ واقعی ازحد خوش ہو گیا تھا قدرے سکون کا سانس لیا تھا اس نے۔

"شکریے کی ضرورت نہیں۔ آئی تھنک بہت دنوں سے آپ اس سے ملے نہیں ہیں اس لیے اتنے Keen ہو رہے ہیں۔" زوہا نے شوخی سے اسے چھیڑا تھا۔

"ہوں شاید۔ اب تو ایسا ہی لگتا ہے۔"

زوہا کی بات پر وہ گمبھیر لہجے میں بولا تو زوہا سنجیدہ ہو گئی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"وہ بھی بہت اپ سیٹ ہے ایزد بھائی۔ شاید آپ کے امریکہ جانے کو بہت فیل کیا ہے اس نے۔ ان فیکٹ صہیبی کی عادت ہے دل کی بات زبان پر نہیں لاتی بس سمجھنی پڑتی ہے۔ بٹ آئی ایم شیور آپ اسے انڈر اسٹینڈ کرتے ہیں۔ وہ تھوڑی اموشنل ہے مگر یقین کیجئے آپ کے معاملے میں میں نے اسے جتنا ٹچی اور سیریس دیکھا۔ ساری عمر ایسا کبھی نہیں دیکھا۔ سو پلیز کنسیڈر اٹ۔"

ناچاہتے ہوئے بھی وہ ذومعنی لہجے میں بہت کچھ جتا گئی تھی۔ ایزد کا سارا دھیان صہیبہ کی طرف تھا اس لیے محض لفظ سنے اور محسوس کیے تھے ان میں چھپے ہوئے دوسرے معنوں کی طرف دھیان ہی نہ گیا۔

جواباً وہ محض خوشدلی سے ہنس دیا تھا پھر گمبھیر لہجے میں بولا۔

"آئی نو زوہا۔ اینڈ بلیوی آئی ڈو فیل دا سیم۔"

زوہا کے اندر جیسے کوئی یقین اترا تھا۔ گہرے سکون کا سانس لیتے ہوئے اس نے مسکرا کر ادھر ادھر کی ایک دو باتیں کیں اور پھر فون بند کر دیا۔

دوسری صبح شیخ یاور کو پرائیویٹ روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا تاہم اب بھی بے حد احتیاط اور نگہداشت کی ضرورت تھی۔ کچھ دیر بعد انہیں مکمل طور پر ہوش بھی آگیا تو وہ چاروں ان کے قریب چلے آئے۔ ڈاکٹرز نے کم سے کم بولنے کی تاکید کی تھی لہٰذا وہ سب خاموش ہی تھے۔

گھر والوں کے علاوہ اس وقت کوئی بھی موجود نہیں تھا سو یاور صاحب نے بمشکل خود کو بولنے پر اکسایا ورنہ دو دنوں سے ارد گرد موجود ڈاکٹرز اور نرسز کی وجہ سے وہ بالکل خاموش رہے تھے۔ مگر اب کچھ کہنے کو دل چاہا تھا۔

"زہرہ۔"

بڑی نحیف و نزار آواز میں پکارا تھا زہرہ بیگم کو' وہ فوراً متوجہ ہوئیں۔

"جی یاور۔ میں ہوں یہاں' کہیے کیا بات ہے۔؟"

ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے وہ خود کو سنبھالتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

"زمین ٹھیک ہے نا بالکل۔"

گہری گہری سانس بھرتے ہوئے وہ بول رہے تھے۔ کتنی فکر تھی انہیں اس کی۔

"ہاں۔ بالکل ٹھیک ہے۔ آپ کے سامنے بیٹھی ہے۔"

"اس کا خیال رکھنا۔ میں اسے روتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔"

لفظ بہت ٹوٹ کر ان کے لبوں سے نکلے تھے' زہرہ بیگم نے بے تحاشا گھبرا کر زمین کی طرف دیکھا تو وہ آگے بڑھ آئی۔ کانپتے ہاتھوں نے ان کا شانہ چھوا۔

"ابی میں بالکل ٹھیک ہوں۔ بلیوی۔"

گلے میں کوئی پھندا سا اٹک رہا تھا مگر اس نے خود کو کمپوز کر رکھا تھا۔ ایزد کی نصیحت اسے یاد تھی۔ اس نے ان کے سامنے خود کو مضبوط ظاہر کرنا تھا۔

"ایزد کہاں ہے۔؟"

ذرا کی ذرا انہوں نے اسے آنکھیں کھول کر دیکھا تھا اور پھر مطمئن ہو کر سر ہلاتے ہوئے سوال کر ڈالا تو اس نے اپنے لہجے پر قابو پا کر کہا۔

"اپنے گھر یا اپنے آفس میں ہوں گے مگر بس اب آپ زیادہ باتیں مت کریں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا ابی۔ آپ خود کو سنبھالیں آپ ہیں تو سب کچھ ہے۔"

باوجود ضبط کے آنسو اس کے اختیار سے باہر ہو گئے تھے ان کے کندھے پر سر ٹکا کر اس نے گلوگیر لہجے میں کہا تو وہ تینوں بھی اشکبار ہو گئے۔

مگر اس کی آواز کا زیر و بم محسوس کر کے یاور صاحب نے خود میں ایک طاقت اترتی محسوس کی تھی۔ ان کی اولاد اور بیوی کو ان کی ضرورت تھی ان کی خاطر وہ مہینوں سے پریشان تھے۔ حتیٰ کہ زمین اور ایزد نے تو ان کی خاطر خود کو داؤ پر لگا دیا تھا خصوصاً "ایزد جس نے اس نازک وقت میں ان کی زندگی کی خاطر بہت بڑا قدم اٹھایا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بہت سے لوگ انہیں چاہتے تھے۔ ان کی زندگی کی خاطر خود کو اپنی سانسوں تک کو گروی رکھ سکتے تھے۔ یہ احساسِ زندگی کی حرارت بن کر ان کے اندر دوڑنے لگا تھا۔ اس بیماری نے انہیں یہ باور کرا دیا تھا کہ ان کی زندگی اور ان کی محبت و توجہ ان کے اہلِ خانہ کے لیے کتنی ضروری ہے۔ جو ان کے غلط فیصلوں تک کو نبھانے کے لیے تیار تھے۔

مگر ایک غلط فیصلہ انہیں زندگی کی بازی نہیں ہارنے دے گا۔ انہوں نے جیسے عزم مصمم کر لیا تھا زمین کے گھنے بالوں والے سر پر ان کا مرتعش ہاتھ آ رکا تو اس کے آنسو بھی تھمنے لگے۔

"خوش رہو۔ خدا تمہیں زندگی کے سارے سکھ دے۔"

● ● ●

"اندر آ سکتا ہوں۔"

دروازے پر بہت ہلکی سی دستک تھی۔ زمین نے دعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیر کر بے ساختہ نظر اٹھائی۔ سمعان گردیزی بلیک شلوار سوٹ میں فروٹس کا شاپر اٹھائے کمرے کی دہلیز میں کھڑا تھا۔ دراز قد سحر انگیز وجود یک دم اس کی نگاہوں کا مرکز بن گیا۔

"آپ۔!" وہ متحیر سی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

آج دیکھا ہے تجھ کو دیر کے بعد
آج کا دن گزر نہ جائے کہیں

"جی۔ میں۔۔۔"

مبہم سی مسکراہٹ سمعان گردیزی کی براؤن آنکھوں میں چمک بن کر ابھری تھی۔ اس کی وارفتگی سے بھرپور پروقار نظروں میں بہت کچھ تھا۔ زمین کے ہاتھ جائے نماز تہ کرتے ہوئے لرزنے لگے تھے۔

ابی پر نظر ڈالی وہ بہت گہری نیند سو رہے تھے۔ ابھی ذرا دیر پہلے ہی تو شرمین اور زہرہ بیگم کو سمیر گھر لے کر گیا تھا۔ وہ صبح جا کر ناشتا اور کھانا بنا لائی تھی لہٰذا دوپہر میں ان دونوں کو زبردستی بھیجا تھا گھر۔ کئی دنوں کے بعد آج دل و ذہن کچھ مطمئن تھا۔

"پلیز اندر آئیے۔"

نیچی نظریں کیے وہ نماز کے لیے مخصوص انداز میں گلابی چادر لپیٹے بہت اچھی لگ رہی تھی۔ سمعان کے قدم بڑے نپے تلے انداز میں اٹھے تھے۔ اور جب اس تک آ کر رکے تو اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ نظر اٹھائی تھی۔ سمعان نے فروٹس کا شاپر ہاتھ بڑھا کر اس کی دائیں جانب میز پر رکھا پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"کچھ دعائیں بہت جلد مستجاب ہو جاتی ہیں۔ آج میں نے اگر کچھ اور مانگا ہوتا تو شاید وہ بھی مل جاتا مجھے۔"

وہ بظاہر اس سے ہی مخاطب تھا مگر انداز خود کلامی والا تھا۔ زمین کے چہرے پر سرخی چھانے لگی۔ ایزد کے متعلق جب سے ابی کو حقیقتِ حال کا پتا چلا تھا وہ بہت مطمئن ہو گئی تھی بس ان کی طبیعت کی ناسازی نے جان ہلا کر رکھی ہوئی تھی سو کل ان کے قدرے نارمل ہو جانے سے اب وہ پرسکون تھی۔

شاید اسی لیے آج سمعان کی آمد نے اسے اس کیفیت سے متعارف کرا دیا تھا جو اولین دنوں میں سمعان کی کولیگ کی حیثیت سے اس کے ساتھ کام کرتے ہوئے اسے اپنے حصار میں لے لیا کرتی تھی بہت دنوں بعد وہ جیسے خود سے ملی تھی۔ چہرہ اندرونی جذبات کا عکاس بنا ہوا تھا۔ سمعان نے بے حد دلچسپی سے اسے دیکھا۔

اس نے جواباً "کچھ کہا تھا نہ پوچھا تھا غالباً" اندازہ تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

"جب میں یہاں آ رہا تھا تو جانے کیوں دل چاہا صرف آپ سے ملاقات ہو۔ اور دیکھیں یہ کیا اتفاق ہے کہ یہاں سوائے آپ کے کوئی نہیں۔"

اس کے چہرے پر چھائے گلال نے سمعان کے کئی اندیشے گہری نیند سلا دیے تھے سو وہ بہت گہرے اور مسرور انداز میں بول رہا تھا۔ وہ کیا جواب دیتی سامنے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"آپ بیٹھیے پلیز۔"

"آپ کیسے ہیں انکل۔"

ایک فسوں خیز مسکراہٹ لبوں پر لاتے ہوئے وہ بیٹھ گیا تھا۔ بیٹھتے ہی سوال کر ڈالا۔ "اب بہت بہتر ہیں۔ بس یکنیس بہت زیادہ ہے آج کل۔"

سوئے ہوئے یاور صاحب کی طرف بہت تفکر سے دیکھتے ہوئے اس نے بتایا تھا۔

"بالکل ٹھیک ہو جائیں گے۔ جن کی آپ جیسی بیٹیاں ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ ان پر ہمیشہ رحم فرماتا ہے۔"

ٹھہرا ہوا لہجہ ٹھہرا ہوا انداز تھا۔ زمین نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"مطلب جتنی شدت سے آپ ان کے لیے دعا مانگ رہی تھیں مجھے یقین ہے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں گے بلکہ یں صحت مند ہونا ہی پڑے گا۔"

معنی خیزی سے کہتے ہوئے اس نے کرسی کی بیک سے کمر ٹکا دی تو وہ بھی مبہم سا مسکرا دی۔

"بائی دی وے اب یہ بتائیں آپ کیسی ہیں۔؟"

وہی لہجہ جو اس کی ہتھیلیاں پسینے سے بھگو دیتا تھا آج پھر اسے اسیر کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہوں۔ الحمدللہ۔"

"شکر ہے خدا کا۔" برجستہ جواب آیا تھا۔ اس کا سر جھک گیا۔ کچھ دیر بولتی ہوئی خاموشی ان کے درمیان گونجتی رہی جسے سمعان کی بھاری آواز نے توڑا۔

"کچھ میرے متعلق نہیں پوچھیں گی۔"

وہ کہہ رہا تھا زمین پر جیسے گھڑوں پانی پڑ گیا۔ نادم نادم سا سر اٹھایا۔

"آئی ایم سوری۔ کیسے ہیں انکل آنٹی اور سیفی۔۔۔" ابھی بھی اس کا ذکر گول کر گئی تھی وہ سمعان بلا ارادہ مسکرا دیا تھا جس پر وہ بری طرح جھینپ گئی۔

"سب ٹھیک ہیں اور اب تو میں بھی ٹھیک ہوں۔"

قدرے رک کر بڑے جتانے والے انداز میں کہا تھا وہ سٹپٹانے لگی تو اٹھ کھڑی ہوئی اور سائیڈ ٹیبل پر رکھے تھرمس سے چائے نکالنے کے خیال سے مڑ گئی اور حتی الامکان اپنی گھبراہٹ پر قابو پانے کی کوشش کی۔

"شکر کتنی؟"

"ایک۔ آپ کی یادداشت اچھی ہے آئی ایم شیور آئندہ کے لیے یاد رہے گا۔"

وہ بہت نروس کر دینے والی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا وہ کنفیوز ہو کر مڑی تو بالکل بے اوسان تھی بقیہ کسر سمعان نے یکدم کھڑے ہو کر پوری کر دی۔

وہ سٹپٹائی اور چائے کا مگ گر کر ایک چھناکے سے ٹوٹ گیا۔

"اوہ۔"

اس کا جیسے دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا۔ سمعان نے اس کے وحشت زدہ وجود کو دیکھا اور بے ساختہ ہنس دیا۔

"آپ بہت جلد نروس ہو جاتی ہیں۔ میری یادداشت بھی اچھی ہے آئندہ یاد رکھوں گا۔ انکل جاگیں تو میرا سلام کہیے گا۔ پھر آؤں گا۔ اپنا بہت خیال رکھیں کیونکہ یہ بہت ضروری ہے۔"

● ● ●

دادا جان کے یہاں آنے کی اس میں بالکل ہمت نہیں تھی نعیم بھائی نے کوئی تیسرے ڈاکٹر سے کنسلٹ کیا تھا مگر بخار تھا کہ اترتا ہی نہیں تھا بس کم زیادہ ہوتا رہتا۔ گھر میں سب اس کے لیے حد درجے پریشان تھے۔ مگر جب زوہا کو پتا چلا کہ وہ اسے دیکھنے کی خواہش رکھتے ہیں تو خود کو سنبھالتی بمشکل امی اور دادی سے اجازت مانگ کر زوہا کے ساتھ علی ولا چلی آئی۔

دادا جان کو دیکھا تو جیسے دل ہی گئی چند دنوں میں کتنے کمزور ہو گئے تھے وہ۔ دوسری طرف بھی یہی حال تھا دادا جان

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نے اسے سینے سے لگا لیا۔ اتنا زرد رو اور نقاہت بھرا تو کبھی نہیں رہا تھا اس کا وجود وہ بچپن سے ہی خاصی صحت مند تھی مگر اس بخار نے تو جیسے اسے نچوڑ ہی ڈالا تھا۔ وہ کچھ بتا نہ رہ سکے۔

"کیا بات ہے صہیبہ کیا سفینہ لاج میں کھانے کو نہیں ملتا تمہیں۔"

کتنے پریشان اور کتنے فکر مند تھے وہ اس کے لیے۔ اسے ایک لمحے کو لگا کہ واقعی وہ بہت بیمار ہو گئی ہے سفینہ لاج میں بھی ہر کوئی تو کے جا رہا تھا اور یہاں بھی خان بابا کے بعد داجان جیسے جھٹکے سے دوچار ہوئے تھے۔

"کم آن داجان۔ آپ دادی جان پر الزام لگا رہے ہیں۔"

اپنے آپ کو سنبھالنے اور آنسو چھپانے کا گر اس نے سیکھ لیا تھا پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تو وہ ہلکے سے ہنس دیئے۔ پھر اسے چھیڑنے کی غرض سے بولے۔

"ہاں تو اس میں غلط کیا ہے۔ تمہاری دادی ہمیشہ کی کنجوس ہیں۔ محبت کے معاملے تک میں ان کا یہی وطیرہ رہا ہے شروع سے۔"

"دونہیں داجان۔"

ان کے شوخ فقرے اور بذلہ سنجی پر وہ یکدم سنجیدہ ہو گئی تھی۔ ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے چہرے پر گہری سوچ اور دکھ اتر آیا تھا۔

"دادی جان یا کوئی بھی عورت محبت کے معاملے میں کنجوس نہیں ہوتی۔ وہ محبت کرتی ہے تو ٹوٹ کر اور نفرت کرتی ہے تو کوئی گنجائش نہیں رکھتی۔"

اس کے انداز میں کچھ ایسا تھا کہ سوپ کا باؤل تھامے کمرے میں داخل ہوتی ندہا وہیں ٹھٹک گئی تھی اور داجان نے اسے بہت حیرت سے دیکھا تھا۔

"اس کے جذبے میں شدت ہوتی ہے مگر اپنی خودداری اور عزت نفس کے لیے وہ اپنی محبت کا گلا بھی گھونٹ سکتی ہے اور یہ اس کے وقار اس کے نسوائی پندار کا تقاضا ہے اس کی خواہش نہیں اس کی خوشی نہیں۔"

بتاتے بتاتے نمی اس کی پلکوں سے اٹکتے ہوئے رخساروں پر پھسلنے لگی تھی۔

"صہیبہ میری گڑیا۔" داجان نے یکدم کسی احساس سے گھبرا کر اسے سینے سے لگا لیا۔ "آئی نو اٹ مائی چائلڈ آئی بلیو اٹ۔"

ان کے الفاظ اور کمرے کے ماحول نے ندہا کو بھی یکدم ملول اور آزردہ کر دیا۔ صہیبہ اس کے دل سے بہت نزدیک تھی اسے رنجیدہ دیکھ کر جیسے اس کا دل بھی شکستگی سے دوچار تھا کتنی ہی دیر اس کی سسکیاں گونجتی رہیں تو ندہا گہری سانس بھر کر آگے بڑھی۔

"کم آن صہبی۔ داجان کے لیے اسٹریس ٹھیک نہیں تم انہیں پریشان مت کرو۔"

بہت آہستگی سے اسے سمجھایا تھا اس نے۔ صہیبہ نادم سی ہو کر خود کو سنبھالنے لگی حتیٰ کہ ذرا دیر بعد کمرے میں خاصا خوشگوار ماحول تھا۔ ندہا نے گھڑی دیکھی ایزد آنے والا تھا سو اسے لے کر لان میں آ گئی یوں بھی داجان کی نیند کا وقت ہو گیا تھا۔

پھر اسے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا تھا۔ ایزد کی کار جونہی ڈرائیووے پر سرکتی نظر آئی وہ صہیبہ کی خود فراموشی کا فائدہ اٹھا کر تیزی سے اندر چلی گئی جو سب کچھ بھلائے جیسے بے ہوش ہوئی بیٹھی تھی۔ چونکی اس وقت جب کرسی کے دونوں سہاروں پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ایزد ہمدانی نے اس کے فرار کی ساری راہیں مسدود کر دی تھیں۔

قیمتی مردانہ پرفیوم کی خوشبو اور اتنی سحر انگیز قربت وہ بری طرح سٹپٹائی تھی نظریں اٹھائیں تو سامنے ولولوں اور جذبوں کا ایک جہاں آباد تھا مقابل کی آنکھوں میں اس کا دل جیسے رک کر دھڑکا تھا۔

● ● ●

"ایزد آپ۔"

وہ جیسے کسی جھٹکے سے سنبھلی تھی جبکہ ایزد کے لبوں کی مسکراہٹ یکدم غائب ہو گئی تھی اس لمحے دونوں ہی ششدر تھے۔

"صبیحہ کیا حال بنالیا ہے تم نے۔"
اس کے زرد وجود اور بجھے بجھے چہرے کو دیکھ کر ایزد سخت شاکڈ تھا۔ سیدھا ہوتے ہوئے وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔
وارفتگی سے بھرپور والہانہ نظریں اب دکھ رنج اور تشویش کا عنواں بن گئی تھیں۔
صبیحہ نے اسے یوں دیکھا جیسے کہہ رہی ہو کہ میرا یہ حال تو تم نے بنایا ہے ایزد ہمدانی۔ مگر لبوں پر قفل ڈالے ہوئے تھے جیسے ایزد کی نظریں اس پر ٹھہری ہوئی تھیں۔
یکبارگی فضا بوجھل بوجھل سی ہوگئی تھی۔ وہ گہری سانس بھر کر اٹھ کھڑی ہوئی اور آگے بڑھی۔
"پلیز رکو۔ کہاں جارہی ہو؟"
ایزد کے لہجے میں بے پناہ اپنائیت کے ساتھ استحقاق بھی جھلک رہا تھا۔ وہ اک شان استغنا سے اس کی طرف مڑی۔
"داجان اپنے کمرے میں ہوں گے" آپ ان سے وہیں مل لیجیے۔ آج کل عیادت کرنے والے وہیں مل لیتے ہیں ان سے۔"
کھرا، سپاٹ اور قطعی انجان لہجہ تھا اس کا۔ ایزد نے گہری سنجیدہ نظروں سے اس کی آنکھوں میں دیکھا جہاں ویرانی خیمہ زن تھی۔ شدید تاسف اس کے اندر کچھ کھو دینے کا ادراک بن کر اترا تھا۔
"صبیحہ رک جاؤ۔"
وہ اس کی اندر تک اتر جانے والی نظروں سے خائف ہو کر جونہی آگے قدم بڑھانے لگی وہ راہ میں آ گیا تھا۔
بہت زیادہ فاصلہ تو نہیں تھا مگر ایزد کو اس کے اور اپنے درمیان ہزار نوری سال سے بھی زیادہ کی مسافت محسوس ہو رہی تھی۔
لاتعلقی کا اظہار کرتی نظریں اٹھیں تو ایزد بے چین سا ہو گیا۔
"یہاں بیٹھو صبیحی۔ میں تم سے ملنے آیا ہوں۔"
بے اختیارانہ اس کا ہاتھ تھاما تھا اس نے۔ صبیحہ کے اندر قیامت کی مزاحمت جاگ اٹھی تھی اس لمحے۔ ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا کر اسے ایک انداز سے دیکھا۔
"مجھ سے ملنے آئے ہیں۔"
سوالیہ لہجے میں کوئی رنگ کوئی جذبہ نہیں تھا۔ بے تاثر سا انداز تھا۔ ایزد نے جواب دینے کی بجائے اس کے چہرے کو بغور دیکھا بھی جس انداز سے اس نے ہاتھ چھڑایا تھا بہت ناشناسا سا احساس تھا۔
"کمال ہے۔ کبھی آپ کے پاس ملنے کے لیے وقت نہیں ہوتا۔ بلکہ اتنا ناگوار لگتا ہے کسی کا وجود کہ آپ خود نظر سے ہٹ جانے کی بات کرنے لگتے ہیں اور آج آپ۔۔۔"
بہت دیر بعد طنزیہ لہجہ سننے کو ملا تھا۔ ایزد نے متانت سے دونوں بازو سینے پر باندھ لیے۔ اس کے اندر غالباً بہت زہر بھر گیا تھا' وہ چاہتا تھا کہ وہ تمام زہر باہر نکل آئے سارا غبار دھل جائے تاکہ سامنے کا منظر واضح نظر آنے لگے۔
"کہیے۔ چپ کیوں کھڑے ہیں بولیے میں سن رہی ہوں۔"
اسے لگا وہ سامنے کھڑے شخص سے نہیں کسی دیوار سے بات کر رہی ہو اور دیواروں کے سینے میں دل نہیں ہوتا جن پر جذبے یا الفاظ اثر کریں سو وہ بھی برف میں ڈھلنے لگی۔
"تم سن ہی تو نہیں رہی ہو صبیحی نہ محسوس کر رہی ہو۔"
ایزد نے بمشکل خود کو بولنے پر راضی کیا تھا ورنہ دل تو یہی چاہ رہا تھا کہ اسے جھنجھوڑ کر رکھ دے' یہ انداز غیریت' یہ لاتعلقی کا اظہار کرتی نگاہیں اور یہ زہر میں بجھے تیر صفت فقرے اسے جھلسا رہے تھے۔
گمبھیر لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اپنی مقناطیسی نظروں کو اس کے چہرے پر ٹکا دیا تھا جس کے وجود کو خزاں کی زرد شال نے لپیٹ رکھا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"شاید آپ ٹھیک کہتے ہیں، میں واقعی محسوس نہیں کر سکتی۔ اگر یہ صفت مجھ میں ہوتی تو نوبت یہاں تک آتی ہی کیوں؟"

اپنا تمسخر اڑاتی وہ لان کی نرم نرم گھاس پر دو قدم آگے بڑھ گئی تھی۔

"ہاں بالکل۔ اگر تم محسوس کر سکتیں کہ میرے دل میں تمہارے لیے کیا ہے تو واقعی نوبت یہاں تک ہرگز نہ آتی نہ مجھے تمہارے احتسابی کٹہرے میں کھڑا کیا جاتا۔"

وہ بنا رکے برجستہ بولا تھا۔ اس نے رک کر ایک ٹھٹھرا دینے والی نظر سے اسے دیکھا' یہ شخص ایزد ہمدانی جو اپنے جذبوں کے کھرے پن کے باوصف اسے اپنے حصار میں جکڑ گیا تھا آج خود سے اتنا دور محسوس ہو رہا تھا کہ وہ آنکھوں میں اترتی دھند کو بمشکل چھپا سکی۔

"احتساب ان کا کیا جاتا ہے جنھوں نے کوئی جرم کوئی خطا کی ہو۔ جبکہ آپ کے بقول آپ نے ایسا کچھ نہیں کیا تو پھر کیوں آئے ہیں یہاں۔ میری عدالت میں۔"

بڑے سکون سے اس نے تیر چلایا تھا ایزد نے بے حد گلہ کرتی نظروں سے اسے دیکھا وہ بلا ارادہ نظر چرا کر گھاس کو گھورنے لگی تھی۔

"تم نے عدالت کا لفظ استعمال کیا ہے تو اتنا تو جانتی ہو گی نا کہ عدالت بھی دو تین سماعتوں کے بعد ہی فیصلہ سناتی ہے جبکہ تم نے تو گواہ اور وکیل کے بغیر ہی منصف کے فرائض ادا کر ڈالے۔"

دو قدم اٹھاتے ہوئے ایزد نے اس کے اور اپنے درمیان کا فاصلہ بہت گھٹا دیا تھا' وہ لاجواب سی ہو کر رہ گئی۔ نظر اٹھائی تو وہ سامنے ہی کھڑا تھا۔ اونچا قد اور سحر طراز شخصیت' اس کی نظر پھر لڑکھڑا گئی۔

ایزد جو اس کے چہرے کے تاثرات جانچ رہا تھا۔ سامنے پڑی کرسیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"پلیز بیٹھو اور میری بات سننے اور سمجھنے کی کوشش کرو۔"

صہیبہ کے اندر ایک بار پھر قیامت کی مزاحمت سر پٹخ رہی تھی مگر اس طرح کب تک بھاگا جا سکتا تھا گہری سانس بھر کر وہ سست قدموں سے چلتی کرسی پر بیٹھ گئی۔

ایزد اس کے مقابل ہی بیٹھ گیا تھا۔ چند ثانیے لب بھینچے کچھ سوچتا رہا پھر قدرے توقف سے کہنے لگا۔

"جو بھی میں کہوں اسے حوصلے اور سکون سے سن کر بالکل غیر جانبداری سے فیصلہ کرنا کیونکہ قیاس لگانا یا مفروضے بنانا تو بہت آسان کام ہے مزہ تو جب ہے جب انسان حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے جذبات اور احساسات کی لگامیں تھامے۔"

اس کا تمہیدی انداز اسے بے چین کرنے لگا تھا۔ سوالیہ نظریں بے قراری سے اس کی جانب اٹھی تھیں جن کا نوٹس لیتے ہوئے ایزد سیدھا ہو بیٹھا۔

"جب میں یہاں واپس نہیں آیا تھا تو اس بات کا یقین تھا کہ تم مجھ پر اعتبار کرتی ہو سو اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے میں نے ثبوت کی ضرورت محسوس ہی نہیں کی مگر اب ایسا لگتا ہے میں جو کچھ کہوں گا۔ اسے جانچنے اور پرکھنے کے لیے تم عقلی دلائل استعمال کرو گی اور شاید اس طرح میرے لیے مزید الجھنیں پیدا ہو جائیں۔"

اس کی خاموشی پر ایزد نے پھر کہنا شروع کیا تھا۔ شکایت اور تاسف سے بھرا لہجہ اس لمحے قطعی بے تاثر تھا۔

صہیبہ کے دل میں یک دم خدشات اور تفکر کا ایک طوفان امڈ آیا تھا' یکبارگی دل چاہا کہ ایزد کا ہاتھ تھام کر کہہ دے کہ جو کہنا ہے کہہ ڈالو میں تمہارا یقین کروں گی مگر عقل کا پاسبان ایسا کرنے سے روک رہا تھا۔

"مگر ایک بات یاد رکھنا صہیبہ کہ میرے اور تمہارے مابین جو رشتہ ہے وہ خلوص اور اعتماد کا متقاضی ہے۔ جبکہ میں تمہارا اعتبار کھو چکا ہوں کیوں اور کیسے یہ تم بہتر جانتی ہو لیکن ضروری نہیں کہ جو ہم سنیں اور دیکھیں وہی سچ ہو۔"

"پلیز ایزد آپ مجھے لفظوں میں نہ الجھائیں۔ کہہ ڈالیں جو کہنا ہے۔ صہیبہ علی اتنی کمزور نہیں کہ آپ کے "حقائق" سن اور برداشت نہ کر سکے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جھنجلا کر وہ بے ساختہ کہتی چلی گئی تھی ایزد کے لبوں پر بھولی بھٹکی مسکراہٹ آ رکی۔

"غور سے اسے دیکھا جس کا چہرہ بنا حقیقت جانے ہی اپنی شادابی اور گلابی رونق کھو چکا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ ایزد کی نظریں کیا کہہ رہی ہیں اس لیے خفیف سی ہو کر لب کاٹنے لگی۔

"بہت طویل نہیں چھوٹی سے کہانی ہے۔ سمجھ نہیں آ رہا کہ کہاں سے شروع کروں۔"

وہ پھر الجھ رہا تھا۔ صبیحہ نے جیسے اس کی مشکل آسان کی۔

"نرمین یاور خان سے شروع کریں۔"

سرد، بے گانہ اور قدرے طنزیہ لہجہ تھا۔ ایزد نے چونک کر اسے دیکھا۔

ایک لمحے کو اس کے چہرے پر اتنے متضاد تاثرات تھے کہ صبیحہ خود خائف سی ہو گئی اور جب وہ بولا تو جیسے ساری زندگی سمٹ کر محض آنکھوں میں رہ گئی۔

"نرمین یاور خان نہیں نرمین ایزد ہمدانی کہو صبیحہ۔"

دھڑا دھڑ فلک بوس چٹانیں اس کے گرد ٹوٹ کر گر رہی تھیں اور ان چٹانوں کے نوکیلے پتھر بے درد اور سفاک خنجروں کی مانند اس کے وجود میں پیوست ہوئے جا رہے تھے۔

وہ کسی برف کے تودے کی مانند اپنی جگہ منجمد سی ہو گئی تھی۔ ایزد کے لبوں سے نکلنے والے لفظ قطب شمالی سے آنے والی سرد برفیلی ہواؤں سے زیادہ برودت لیے ہوئے تھے۔

اس کی رگ رگ میں جیسے گردش رک کر لہو جم گیا تھا۔

وہ محض ایک زاویے سے اس پر نگاہ جمائے جیسے بیٹھی تھی بیٹھی رہ گئی تھی۔

ایزد کا ذہن جیسے اس درجہ "احتجاج" پر جھنجھنا اٹھا بلا ارادہ اٹھ کر اس کے سامنے پڑی میز پر ٹکتے ہوئے وہ اس کی طرف جھک آیا تھا۔

"صبیحہ کیا تم سوچ سکتی ہو کہ میں نے بابا اور بی بی جان کے بغیر اتنا بڑا فیصلہ کیسے کیا؟ کن عوامل نے مجھے مجبور کیا ہو گا؟ میں کیسے ہارا ہوں گا قسمت کی اس بساط پر کیسے؟"

جذباتی کشاکش اور شدت سے مغلوب ہو کر اس نے بے ساختہ صبیحہ کے یخ ہاتھوں کو تھام لیا جواب بھی بے یقینی اور شدید رنج کی مجسم تفسیر بنی ——— اس کے سامنے تھی۔

اس نے ہاتھ چھڑانے کے لیے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی، ایزد نے گہرے جذبوں سمیت اس کی طرف دیکھا جس کی آنکھوں کا خالی پن اسے دہلا رہا تھا۔

"مجھے اندازہ تھا تم میری بات کا یقین نہیں کرو گی، بابا کی تاکید تھی کہ تم سے سب کچھ سچ سچ کہہ ڈالوں، سو میں نے کہہ دیا مگر اب تمہارا ردعمل مجھے پریشان کر رہا ہے، کچھ کہو صبی۔"

اس نے دھیرے سے اس کا شانہ ہلایا۔

"صبی۔"

جواباً وہ کچھ کہے بنا کرسی کی بیک سے ٹیک لگائے ہوئے آنکھیں موند گئی تھی۔

"صبیحہ! یقیناً" اسے غش آ گیا تھا۔

ہلکی ہلکی حرارت تو پہلے ہی تھی ایزد بے تحاشا پریشان ہو کر اسے ہلانے لگا۔

"صبیحہ ہوش میں آؤ۔ صبیحہ او مائی گاڈ۔"

اس کے فراخ سینے میں دھڑکتا دل ایک لمحے کو بالکل ہی ست پڑ گیا۔

اسے اپنے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر وہ جس وقت اندر داخل ہوا، زلیخا لاؤنج میں ٹی وی آن کیے ہوئے بنگ میں مصروف تھی۔

غیر متوقع صورت حال دیکھ کر اس کی تو جیسے چیخیں نکل گئیں۔

"ایزد بھائی کیا ہو گیا ہے اسے ۔۔۔ صبیحہ۔"

وہ ننگ بھول بھال کر برق کی تیزی سے ان کی طرف آئی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صوفے پر کشن رکھ دیں، اُسے وہاں لٹا دوں۔"

وہ کہہ رہا تھا مگر زوہا نے تیزی سے پلٹ کر سامنے والا گیسٹ روم کھول دیا جہاں آج کل صبیحہ کا قیام تھا۔

"یہاں لے آئیں، داجان جاگ اٹھے تو اسے دیکھ کر پریشان ہو سکتے ہیں۔"

زوہا تو ویسے ہی کم حوصلہ تھی بری طرح بے اوسان ہو رہی تھی۔

ایزد کے لیے اس وقت صبیحہ اہم تھی اس لیے اس کی طرف توجہ نہ دے سکا، وہ خود ہی دوڑ کر پانی لے آئی تھی۔

پانی کے چھینٹے دینے کے بعد اس کے رخسار تھپتھپاتے ہوئے ایزد کا چہرہ اندرونی جذبات کا عکاس بنا ہوا تھا۔ زوہا کے دل میں جہاں اطمینان اترا وہیں سخت الجھن بھی در آئی۔

پانچ چھ منٹ کی کوشش کے بعد وہ ذرا کسمسائی تھی اور جب دھیرے دھیرے آنکھیں کھولیں تو خود پر جھکے ایزد اور زوہا کو دیکھ کر ایک بار پھر بند کر لیں۔

ذہن بیدار ہو چکا تھا، ایزد کے جملے سماعتوں کو ناگ بن کر ڈسنے لگتے۔

"صبیحہ پلیز۔ کمپوز یور سیلف، میری پوری بات تو سن لو۔"

(اب کیا رہ گیا ہے سنانے کے لیے) اس کی آنکھیں جھکتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ ایزد بے پناہ تاسف سے اسے دیکھ رہا تھا۔

زوہا کو احساس ہوا کہ وہ دونوں اس کی موجودگی میں شاید کچھ کہہ نہیں سکیں سو پریشان دل کو بمشکل سنبھالتی دروازہ بند کر کے باہر نکل گئی، ایزد نے تشکر سے اسے جاتے دیکھا تھا۔ جبکہ صبیحہ چونک کر اٹھ بیٹھی تھی۔

"مجھے کچھ نہیں سننا پلیز ایزد مجھے تنہا چھوڑ دیں۔"

"میں نے تمہیں تنہا چھوڑنے کے لیے یہ رشتہ استوار نہیں کیا تھا۔"

وہ برجستہ جذبوں سے گندھے لہجے میں بولا تو وہ تیغ صفت نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"یہ رشتہ آپ کسی اور سے بھی استوار کر چکے ہیں ایزد ہمدانی، آپ تو اسے بھی تنہا نہیں چھوڑ سکیں گے۔ بیک وقت کتنے ساتھ نبھا سکتے ہیں آپ۔"

جلال کی طوفانی لہریں اس کے اندر سر پٹخنے کو بیدار ہو چکی تھیں، ایزد نے قدرے لاشعوری طور پر ایک سکون سا محسوس کیا۔ وہ اپنے مخصوص رنگ میں واپس آ گئی تھی۔

"رشتہ استوار کرنے کے لیے دل کی رضامندی ضروری ہوتی ہے صبیحہ اور زمین کا میرا ساتھ محض کاغذی ہے، ایک مرتے ہوئے شخص کی آخری خواہش تھی وہ۔" اسے کہنے کے لیے راستہ مل گیا تھا۔

"مت الجھائیں مجھے لفظوں میں، نہیں سننی مجھے کوئی بات آپ کی۔ چلے جائیں یہاں سے، پلیز ایزد چلے جائیں۔ میں دو کشتیوں کے مسافر کے ساتھ سفر نہیں کر سکتی۔ چھوڑ دیں مجھے۔ ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیں مجھے۔"

"شٹ اپ۔"

بلا ارادہ ہاتھ اٹھا تھا اس کا اور صبیحہ کے گال پر سرخ نشان بناتا گزر گیا۔

اور وہ جو بہت نفرت جلال اور غیض و غضب سے اپنی سوچ کا اظہار کیے جا رہی تھی ادھورے جملے کے ساتھ رخسار پر ہاتھ رکھے حیرت اور ششدر سی اسے کتنے ہی لمحے تکتی رہ گئی۔

"کہا تھا نا میں نے کہ میں اپنے کردار پر حرف گیری برداشت نہیں کر سکتا۔ مگر تم صبیحہ محض ایک جذباتی ضدی اور نادان لڑکی ہو، تم خود کو بہت عقلمند سمجھتی ہو مگر اپنے سامنے بیٹھے شخص کی آنکھوں میں لکھی تحریر نہیں پڑھ سکتیں، کیا چلو گی تم میرے ساتھ کہ میری راہ کے کانٹے نکالنے کی تم میں سکت نہیں۔ اپنے شکوک کی عینک سے ہر منظر تمہیں تشکیک میں مبتلا کر رہا ہے۔ ذرا خود سے اپنی ذات سے باہر نکل کر دیکھو، ہر شخص نفس پرست نہیں خلوص محبت احسان نام کی بھی چند چیزیں پائی جاتی ہیں اس دنیا میں۔ تم سے اچھی تو وہ زمین یاور ہے، جو میرے اور تمہارے نقصان پر آنسو بہاتی ہے جس کے ساتھ میں نے صرف انکل یاور کی زندگی بچانے کے لیے نکاح کیا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھا۔ جس نے اپنے سارے خواب رہن رکھ کر اپنے والد کی زندگی مانگی تھی خدا سے۔ تم سے زیادہ تو اس نے مجھ پر اعتبار کیا۔ اپنی تنہائی میں ایک بار بھی اس نے مجھے بے اعتباری کی نظر سے نہیں دیکھا اور تم —" اس نے ایک تیز جلتی ہوئی نظر سے اسے دیکھا جو ساکت سی بیٹھی تھی۔

"تم اتنے چھوٹے ظرف کی مالک ہو کہ مجھ سے کچھ سننا بھی نہیں چاہتیں اور یہ بھی چاہتی ہو کہ میں تمہارے شکوک رفع کرنے کی بجائے ان پر یقین کا اسٹامپ لگا دوں۔ کیونکہ تم سمجھتی ہو کہ میرے کردار کی بہترین جانچ کی ہے تم نے کیا یہ ہوتا ہے میاں بیوی کا رشتہ اتنا کمزور اور اتنا بھدا جس میں اعتماد ہوتا ہے نہ اعتبار۔"

ایک جھٹکے سے اسے چھوڑتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا مگر اس کی آہنی انگلیوں کی گرفت اب تک اسے اپنے جسم میں سرایت کرتی محسوس ہو رہی تھی۔

اُف اتنا سخت لہجہ انگارے برساتی قہربار آنکھیں اور شدت غیظ و غضب سے سرخ پڑتا چہرہ آواز دھیمی تھی مگر بالکل آگ میں تپتی سلاخ جیسی اندر گھسے جا رہی تھی۔

"پلیز چپ ہو جائیں۔"

شدید تاسف، ندامت اور حجاب سے اس نے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔

"تمہیں سننا ہو گا۔"

ایزد نے طیش میں آ کر اس کے ہاتھ کانوں سے ہٹا کر جھٹک دیئے تھے، وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی اس کے غصے نے اسے دہلا دیا تھا۔

ایزد کا یہ روپ، یہ انداز تو اس نے خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا۔

"تم جاننا چاہتی تھیں ناں کہ زمین میرے ساتھ کیوں تھی اس دوسرے اپارٹمنٹ میں تو سنو اس کے والدین نے اسے میرے ساتھ رخصت کر دیا تھا۔ بغیر ڈھول باجے اور بارات کے رخصتی ہو گئی تھی اس کی اور اسے اپنے ساتھ لے جانے والا میں تھا، ہوس پرست اور عیاش ایزد ہمدانی۔"

"پلیز، چپ ہو جائیں۔"

دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر وہ بلک اٹھی تھی مگر ایزد کے سر پر غصہ سوار تھا۔

"پتا چل گیا تمہیں کہ کیا رشتہ ہے زمین کا مجھ سے؟ کیا تعلق ہے اس کا تمہارے ساتھ! کیوں وہ میری صفائی دے رہی تھی تمہیں اس روز ہاسپٹل میں؟ کیا جانتی ہے وہ میرے تمہارے متعلق۔"

وہ شدید طیش میں کہے جا رہا تھا، درشتی اس کے لہجے کا حصہ بنی ہوئی تھی اس لمحے۔

صبیحہ نے بے قراری سے روتے ہوئے چہرے پر سے ہاتھ ہٹا دیئے اور ڈبڈبائی نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔ کتنا کٹھور اور سنگدل لگ رہا تھا یہ شخص اس لمحے۔

دل خوف اور دہشت سے کانپے جا رہا تھا اس کا چہرہ ذرا سی دیر میں مزید زرد پڑ گیا تھا۔

"اتنا سب کچھ ہو جانے کے باوجود وہ پگلی لڑکی تمہارے لیے فکر مند ہے۔ اتنی شرمندہ ہے کہ مجھ سے نظر نہیں ملاتی اور تم ہو کہ تم نے مجھے میری اپنی نظروں سے گرا دیا ہے۔ افسوس ہوتا ہے مجھے اپنے آپ پر کہ میں نے کتنی ہی لڑکیوں کو ریجیکٹ کر کے تمہیں اپنایا اور تم ایسی نکلیں کمزور جذباتی عجلت پسند اور غلط فیصلے کرنے والی۔"

کنپٹی کی رگیں تن گئی تھیں اس نے گھبرا کر ایزد کی طرف دیکھا لگتا تھا اس کا بس چلے تو وہ سب چیزوں کو تباہ کر کے رکھ دے مگر وہ ضبط کی انتہا پر تھا۔

وہ تھرا کر رہ گئی۔ ایزد کے الفاظ اسے پاتال میں گھسیٹ لے گئے تھے۔

"تم نے مجھے شدید رنج پہنچایا ہے صبیحہ۔ یو ریئلی ہرٹ می۔"

کہتے کہتے وہ یکدم مڑ کر دروازے کی طرف تیز قدموں سے بڑھ گیا تھا۔ صبیحہ نے اسے پکارنا چاہا مگر سارے الفاظ اندر ہی اندر گھٹ گئے تھے۔

بالکل ہارے ہوئے انداز میں اسے شکستگی سے دیکھتے ہوئے وہ خود کو کچھ کہنے کے قابل بنانے کی سعی کر رہی تھی کہ وہ یکدم جانے کیا سوچ کر مڑا اور غضبناکی سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اگر اب بھی میری بات پر یقین نہیں آیا ہو تو جا کر پوچھ لو یاور انکل سے جو موت اور زندگی کے درمیان ایک جنگ لڑ کر آئے ہیں' ان کی پوری فیملی گواہ ہے بلکہ تب بھی یقین نہ آئے تو امریکہ فون کر لینا سب انفارمیشن مل جائے گی۔ مگر ایک بات یاد رکھنا صبیحہ کوئی بھی باپ اتنا بے غیرت نہیں ہوتا کہ اپنی بیٹی کسی کو محض عیاشی کے لیے تحفتاً دے دے جبکہ اس وقت وہ خود موت سے لڑ رہا ہو۔"

جھٹکے سے دروازہ کھول کر وہ بہت تیز قدموں سے باہر نکلا تھا اور اندر بیٹھی صبیحہ کے قدموں میں اتنی سکت بھی نہ تھی کہ وہ دو قدم آگے بڑھ آتی۔

زوہا اس دوران پریشانی کو بھلانے کی کوشش کرتے ہوئے ملازم کی مدد سے ریفریشمنٹ اور چائے تیار کر چکی تھی۔ ٹرالی دھکیلتے ہوئے جس لمحے وہ لاؤنج میں داخل ہوئی ایزد بہت بپھرے ہوئے ریش موڈ میں کمرے سے آندھی طوفان کی مانند برآمد ہوا تھا۔

"ایزد بھائی۔"

اسے اتنے غضبناک موڈ میں دیکھ کر وہ بری طرح ٹھٹک کر رک گئی تھی۔

"پلیز زوہا۔ آج کے لیے معذرت آج میں کچھ جلدی میں ہوں۔ انشاء اللہ پھر کبھی زحمت دوں گا آپ کو۔"

اس کے قریب رکتے ہوئے اس نے اپنے موڈ پر قابو پا کر بے حد سنجیدگی سے کہا تھا اس کا اشارہ ریفرشمنٹ کی طرف تھا۔

"مگر ایزد بھائی...... وہ......"

اس کے تیور زوہا کو خوفزدہ کر گئے تھے کچھ کہتے کہتے اٹک سی گئی جس پر اسے مجبوراً اس کی تسلی کے لیے مسکرانا پڑا تھا۔

"آئی ایم ریئلی سوری تھینک ول بی او کے زوہا' پلیز آپ ٹینشن نہ لیں۔ میں پھر کسی روز دادا جان سے ملنے آؤں گا۔ اللہ حافظ۔"

تیز تیز ڈگ بھرتا وہ اس کے روکنے سے پہلے ہی جا چکا تھا۔

"صبیحہ" یکدم ذہن جاگا تو وہ الٹے پیر صبیحہ کے کمرے کی طرف بھاگی۔

"صبیحہ کیا ہو گیا۔ یہ ایزد بھائی اتنے غصے میں کیوں...... ارے تم رو رہی ہو۔"

تیزی سے اندر آتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی مگر جونہی اس کے چہرے پر نظر پڑی ٹھٹک کر رک گئی حالات کی سنگینی اس کے چہرے سے مترشح تھی۔

زوہا کا دل جیسے ایک لمحے کو تھم سا گیا۔ بمشکل قدم اٹھا کر اس کے پاس آئی۔ جس کے چہرے سے ہی غیر معمولی پن کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔

"صبیحی' یہ سب؟"

"پلیز زوہا اس وقت کچھ مت پوچھو' پلیز کچھ مت کہو۔"

بے ساختہ اس کے گلے لگ کر صبیحہ آج ٹوٹ گئی تھی جبکہ دوسری طرف زوہا پریشان اور متفکر سی سوچوں میں ڈوبتی ابھرتی اسے تھپکتے ہوئے آئندہ کیا ہو گا کے سوال میں الجھ رہی تھی۔

صبیحہ کی آنکھوں میں آنسو بیک وقت کئی جذبوں کے باعث چھلکے تھے دکھ سوا تھا۔

● ● ●

ڈاکٹر ابھی ابھی راؤنڈ مکمل کر کے گیا تھا جس لمحے سلمان اور بیگم سلمان تشریف لائے۔ ساتھ میں سمعان بھی تھا۔ یاور صاحب کے چہرے پر محسوس کی جانے والی شگفتگی لوٹی تھی انہیں دیکھ کر۔

زہرہ بیگم کی دروازے کی جانب پشت تھی مگر چونک کر مڑیں۔

"اوہ آپ پلیز آئیے۔"

بچے تینوں گھر گئے ہوئے تھے وہ دونوں ہی موجود تھے۔

"السلام علیکم۔ کیا حال ہے یاور۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سلمان صاحب ان کے پاس چلے آئے تھے۔ یاور صاحب متانت سے مسکرا دیئے۔

"پہلے سے بہت بہتر ہوں۔ دیکھو کب تک چلنے پھرنے کے قابل ہو جاتا ہوں۔"

زہرہ بیگم نے تکیہ اونچا کیا تو وہ بھی اٹھ کر بیٹھ گئے تھے۔

"انشاءاللہ جلد ہی۔"

بیگم سلمان نے خلوص سے کہا تو وہ مسکرا دیئے۔

"بس بھابھی آپ کی دعا چاہیے اور بیٹا آپ کیسے ہیں۔"

شگفتگی سے کہتے ہوئے وہ سمعان کی طرف متوجہ ہوئے جس کی متلاشی نظریں زمین کو ڈھونڈ کر مایوس لوٹ آئی تھیں۔

"الحمدللہ انکل۔ بس اب آپ ٹھیک ہو جائیے۔"

"ہوں۔ بھابھی اور بچوں کو بہت ستا لیا تم نے اب بستر چھوڑو اور ان کی جان بخشی کرو۔۔۔"

سلمان صاحب نے بیٹے کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے زہرہ بیگم کی طرف اشارہ کیا تو یاور صاحب کی مشکور نظریں ان کی طرف اٹھ کر جھک گئیں۔ ایک تھکی ہوئی مسکراہٹ لبوں پر دوڑ گئی۔

"میں خود تھک گیا ہوں سلمان۔ لگتا ہے ایک جنم گزر گیا ہے اس بیماری میں۔ اس حادثے سے پہلے کی زندگی تو اب ایک خواب لگتی ہے۔" وہ کہہ رہے تھے۔

"خواب وہ نہیں بلکہ تمہاری بیماری ایک بھیانک سپنا تھی۔ اب تم بیدار ہو رہے ہو دوبارہ سے زندگی کا ویسے ہی آغاز کرو۔ ہم سب تمہارے منتظر ہیں کلب کے سارے ممبران تمہیں یاد کرتے ہیں۔"

سلمان صاحب خلوص سے دلاسا دیتے ہوئے مضبوط لہجے میں بولے تو یاور صاحب سر ہلا کر مسکرا دیئے۔

زہرہ بیگم، بیگم سلمان سے محو گفتگو تھیں اور اس دوران سلمان صاحب سے ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہوئے انہوں نے سمعان کا غیر ارادی طور پر مکمل جائزہ لیا تھا۔

کل شام ہی زہرہ بیگم نے ان سے سمعان کے متعلق تفصیلی بات کی تھی۔ آج وہ اسے اسی تناظر میں دیکھ رہے تھے۔ جانچ اور پرکھ رہے تھے۔

ایک بار ایزد کے لیے انہوں نے ایسا سوچا تھا اور وقت نے ثابت کیا تھا کہ ان کا انتخاب غلط نہیں البتہ عمل اور فیصلہ کرنے میں بہت دیر ہو گئی تھی۔

مگر ابھی یہاں وقت بھی تھا مہلت بھی اور دوسری جانب شدید خواہش بھی۔

ایک سیکنڈ کے لیے انہیں لگا ایزد اور سمعان میں بس یہ ہی فرق تھا۔

خواہش اور طلب کا فرق۔

سمعان کی خواہش ہے زمین۔

جبکہ ایزد۔۔۔ ایزد کا نصیب کوئی اور ہے۔

شاید اسی لیے اس کا منتہائے مقصود بھی زمین نہ تھی۔

"میں بہت جلد تم سے ملنے تمہارے گھر آنا چاہتا ہوں یاور پہلی فرصت میں ٹھیک ہو جاؤ۔"

سمعان نے ان کی "توجہ" اور "ارتکاز" محسوس کر لیا تھا۔ ایک فطری سی گھبراہٹ اس پر طاری ہوئی تھی مگر اعتماد جو کہ اس کے مزاج کا حصہ تھا آج بھی ساتھ تھا۔

"ضرور سلمان۔ میں بلکہ میری پوری فیملی منتظر ہو گی تم سب کی۔"

سمعان پر طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے انہوں نے یکدم جیسے کسی نتیجے پر پہنچنے والے انداز سے بامعنی لہجے میں کہا تو زہرہ بیگم کی نظریں بے ساختہ ان کے چہرے پر جا ٹکی تھیں۔

پچھلے چوبیس برسوں میں یاور صاحب کے لہجے کے اتار چڑھاؤ سے اچھی طرح واقف ہو چکی تھیں خصوصاً پچھلے چند ماہ میں وہ جیسے ان کے اندر اتر چکی تھیں۔

ایک غیر محسوس سا سکون اور اطمینان لاشعوری طور پر ان کو دل میں اترتا محسوس ہوا تھا۔ سمعان کے لبوں پر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پُراعتماد مسکراہٹ ابھری تو مسز سلمان شگفتگی سے ہنس پڑیں۔

"پھر ہماری طرف سے زیادہ دیر نہیں ہوگی یاور بھائی' آپ بے فکر رہیں' بس جلدی سے غسل صحت لیں ادھر ہم تیار ہوں گے آنے کے لیے۔"

ان کا لہجہ بھی بڑا معنی خیز تھا یاور صاحب نے طمانیت سے گہرا سانس لیا۔

آج انہیں ایک بھاری بوجھ سے نجات ملی تھی۔

سمعان کے چہرے کی خوشی کا بلا ارادہ موازنہ ایزد کے متفکر اور ذمہ دارانہ انداز سے کیا تو احساس ہوا کہ ایزد بلاشبہ ایک بہترین شخص ہے مگر اس کی جگہ وہ نہیں جو انہوں نے اپنے تئیں سوچ لی تھی۔

"چلیے اسی بات پر کافی ہو جائے۔"

زہرہ بیگم ہلکی پھلکی سی ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ پھر ان تینوں نے بہت منع بھی کیا مگر وہ ان سنی کر گئیں یاور صاحب کے لہجے اور جملوں میں مخفی معنی خیز اثبات وہ پا گئی تھیں۔

اور سمجھ تو وہ تینوں بھی گئے تھے اس لیے واپسی کے سفر میں سمعان ماما اور پاپا کے لطیف ہنسی مذاق کو انجوائے کرتا رہا تھا۔

● ● ●

وہ بہت شدید آف موڈ میں گھر لوٹا تھا۔ بی بی جان اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی جان گئی تھیں کہ کوئی نہ کوئی خلاف معمول بات ہوئی ہے اور اس کی نوعیت اتنی گمبھیر ضرور ہے جس نے ایزد کی آنکھوں میں تفکر کا جال بچھا دیا ہے۔

"السلام علیکم بی بی جان۔"

"وعلیکم السلام خیریت تو ہے بیٹا۔"

کسی کو فون کرنے کے خیال سے ریسیور اٹھایا تھا مگر اسے دیکھ کر رکھتے ہوئے تردد سے کہہ اٹھی تھیں وہ' جواباً اس کے لبوں سے ایک طویل سانس خارج ہو گئی۔

"جی بی بی جان' بس خیریت ہی ہے۔"

بے زاری سے کہتے ہوئے اس نے انگلیاں بالوں میں پھنسا لیں۔

"مگر مجھے تمہارے چہرے سے بہت تشویش جھلکتی محسوس ہو رہی ہے' سچ کہو کیا بات ہے' تمہارے بابا بھی گھر پر نہیں ہیں' سب ٹھیک تو ہے نا۔"

بی بی جان کے خدشے اور دھڑکے فطری تھے۔ ایزد کو خود پر کنٹرول کرنا پڑا۔

"کم آن بی بی جان' ایسا کچھ نہیں بس ذرا یونہی' اچھا آپ یہ بتائیں کہ بابا کہاں ہیں۔"

ان کو کندھوں سے تھام کر اس نے اپنے قریب بٹھا لیا تھا۔ بابا کی معذوری کے بعد سے وہ بہت وہمی ہو گئی تھیں سو اسے بہت زیادہ خیال رکھنا پڑتا تھا ان کا۔

"صہیب کے دادا جان سے ملنے گئے ہیں واپسی میں غالباً' یاور بھائی کی طرف بھی جائیں گے۔"

"آپ نہیں گئیں؟"

داجان کی طرف بابا کے جانے کا سن کر وہ متفکر تو ہوا کہ ابھی ابھی وہیں سے آ رہا تھا مگر بی بی جان پر ظاہر نہیں کیا۔

"نہیں تمہاری پھوپھی آنے والی تھیں اس لیے مگر اب انہوں نے فون کر کے منع کر دیا غالباً' ان کی طرف کوئی مہمان آ گیا تھا۔"

انہوں نے بابا کی کزن کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا تو وہ سر ہلا کر اٹھ گیا۔

"چلیے ٹھیک ہے جب بابا آ جائیں تو بتا دیجیے گا۔"

"تم کہاں چلے۔"

"اپنے کمرے میں۔"

"آج آفس سے جلدی چھٹی مل گئی۔"

ان کے سادہ سے استفسار پر وہ پھیکے پن سے مسکرا دیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"بی بی جان وہ میرا آفس ہے اسکول نہیں۔"
مسکرا کر ان کی پریشانی کم کرنے کی کوشش کی تھی جس پر وہ جھینپ سی گئیں۔
"اگر آرام کرنے کی غرض سے جا رہے ہو تو ٹھیک ورنہ بیٹھتے' میں کچھ بات کرنا چاہ رہی تھی۔" اسے دوبارہ جانے کے لیے قدم بڑھاتے دیکھا تو وہ اچانک ہی کہہ اٹھی تھیں وہ کچھ متردد سا مڑا۔
"خیریت ہے بی بی جان۔"
"ہوں۔" انداز سوچتا ہوا تھا۔ "تم کپڑے چینج کر لو جب تک میں تمہارے لیے کافی بنواتی ہوں۔"
اسے مزید سوال کرنے کا موقع دیے بغیر وہ آگے بڑھ گئیں تو وہ قیاس کرتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔
جب سے زمین والے معاملے کا انہیں بتایا تھا وہ اکثر اسے ادھیڑ بن میں نظر آتی تھیں۔ اس وقت بھی گہری سوچ ان کے چہرے سے ہویدا تھی۔
وہ شاور لے کر فریش ہو کر ہی باہر آیا تھا۔
بی بی جان نے اسے دیکھا تو ملازم کو آواز دے کر کافی منگوالی۔
"آپ نہیں لیں گی۔"
صرف ایک کپ دیکھ کر پوچھا تو انہوں نے سر نفی میں ہلا دیا۔ وہ خاموشی سے کپ تھام کر ان کے مقابل آرام کرسی پہ آبیٹھا نظریں سوالیہ اور چہرہ سنجیدہ تھا۔
"کہیے بی بی جان کیا بات کرنا چاہ رہی تھیں آپ۔"
بالآخر ان کی خاموشی اور گہری سوچ نے اسے بولنے پر اکسایا۔
"ہوں۔ وہی سوچ رہی ہوں کیا کہوں کیسے کہوں۔"
"ایسی کیا خاص بات ہے بی بی جان۔"
کپ میز پر رکھتے ہوئے یکدم وہ الرٹ ہو گیا تھا۔ بی بی جان نے اسے بغور دیکھتے ہوئے یوں سانس کھینچی جیسے کچھ جانچنے کی سعی کر رہی ہوں۔
"خاص ہی ہے' بیٹا تم نے زمین کے متعلق کیا سوچا اب تو یاور بھائی کو بھی ساری حقیقت کا پتا چل گیا ہے اور یہ تو طے ہے تاکہ تمہاری شادی صہیبہ سے ہی ہوگی' زبان دی ہے ہم نے اس کے والدین کو مگر یہ سب کس طرح ہو سکے گا کیا تم نے اب تک کچھ نہیں سوچا۔"
وہ پوچھ رہی تھیں ایزد کے اعصاب جیسے جھنجھنا سے گئے۔
یہ نہیں تھا کہ صہیبہ کی فکر میں اسے زمین کا خیال نہیں رہا تھا مگر جانے کیوں بی بی جان کے یہ تذکرہ چھیڑنے سے وہ کچھ ان ایزی محسوس کر رہا تھا خود کو۔
لب بھینچتے ہوئے اس نے نظریں جھکالی تھیں۔ کچھ دیر یونہی خاموش رہی پھر اس نے سر اٹھایا۔
"زمین یاور میرے لیے آج بھی اتنی ہی غیر ہے جتنی کل تھی' بی بی جان مجھے اس سے ہمدردی ہے' جو کچھ بھی ہوا وہ سب انکل کی طبیعت کے۔۔۔۔"
"وہ سب ٹھیک ہے بیٹا مگر آگے کیا کرنا ہے وہ سوچو۔ صہیبہ کے فائنل سمسٹرز نزدیک آ گئے ہیں اگلے ماہ وہ امتحان دے لے گی اور میں اس ماہ کے آخر میں ہی تمہاری شادی کی ڈیٹ فکس کرنا چاہ رہی ہوں۔"
بی بی جان بہت رسان سے اس کی بات قطع کرتے ہوئے بولیں تو وہ لمحے بھر کے لیے چپ سا ہو گیا' کل تک اسی وقت کے انتظار میں اسے ٹائم گزارنا مشکل لگتا تھا مگر آج ۔۔۔ آج صہیبہ کے رویے اور زندگی کی اس گمبھیر کروٹ نے احساسات پر ایک یخ سی جما دی تھی۔
البتہ اب بھی اندر ہی اندر کہیں خوشی بیدار ہو رہی تھی۔
"جیسا آپ کرنا چاہتی ہیں کریں بی بی جان' رہ گیا زمین کا معاملہ تو جیسے بابا اور انکل کہیں میں کرنے کو تیار ہوں۔" صدیوں کی سوچ ایک لمحے میں آسمائی تھی اس کے اندر ٹھہرے لہجے میں فیصلہ سناتے ہوئے وہ آئندہ کے لیے لائحہ عمل ترتیب دینے کا سوچنے لگا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"تمہارے بابا تو کہتے ہیں کہ صہیبہ کو اس معاملے سے ضرور باخبر کیا جائے اب تم کہو یہ کوئی آسان کام ہے۔ وہ بچی تو کملا کر رہ گئی ہے اپنی بیماری سے اس پر یہ اندوہ ناک خبر سنا کر تو اس کی جان ہی لی جا سکتی ہے۔"

وہ اسے یوں سنا رہی تھیں جیسے بابا سے سخت اختلاف ہو' ایزد نے پہلو بدلتے ہوئے دز دیدہ نظروں سے انہیں دیکھا جبکہ وہ اس کی کیفیت سے بے خبر کہے جا رہی تھیں۔

"یوں بھی عورت خواہ کتنی ہی مضبوط ہو' مرد کے پرائے ہو جانے کا غم اسے گھن کی طرح چاٹ جاتا ہے۔ مضبوط سے مضبوط قدم ڈھے جاتا ہے اس طوفان سے صہیبہ تو یوں بھی حساس بچی ہے' پھر اپنی دادی اور دادا کے حالات نے اسے اور بھی زود رنج بنا دیا ہے۔"

ان کا تجزیہ صد فیصد درست تھا' ایزد کے احساس کو گہرے جذبوں بھری سوچ نے بہت نرمی سے چھوا تھا اس لمحے۔ وہ کچھ بے چین سا ہو کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"مگر زندگی کا مقابلہ ہمیشہ بہادری سے کرنا چاہیے' دا جان اور میرے فعل میں کوئی مماثلت نہیں' انہوں نے اپنی خوشی اور رضا سے باقاعدہ شادی کی تھی جبکہ میں نے یہ نکاح جن حالات میں کیا ہے صہیبہ کو میرا ساتھ دینا چاہیے۔"

مدلل لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اپنی بات پر زور دیا تو بی بی جان اچنبھے سے اسے دیکھنے لگیں اور یکدم آگہی ان کے دل میں اترتی چلی گئی تھی۔

"تو کیا تم نے اسے بتا دیا ہے۔"

ایک ہاتھ سینے پر دھرتے ہوئے بے حد گھبرائے ہوئے لہجے میں استفسار کرتی وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ اس میں جھوٹ بولنے کا یارا تھا نہ عادت۔

طویل سانس لیتے ہوئے الٹے ہاتھ کی انگلی سے پیشانی رگڑ ڈالی اور بی بی جان کو جیسے جواب مل گیا' یکدم بیٹھتی چلی گئیں۔

"او میرے خدایا یہ کیا کر دیا۔"

اس کے تیور بتا رہے تھے کہ صہیبہ کا رد عمل اس کی توقع اور سوچ کے خلاف ہے بالکل بی بی جان کی سوچ کے مطابق' جبھی وہ تلخ ہو رہا تھا وہ فوری طور پر متوحش ہو گئی تھیں۔

اکلوتے بیٹے کی شادی کا ارمان اور خواہش اس طرح دھول مٹی میں اٹ جائے یہ انہیں گوارا نہیں تھا۔ کتنے خواب دیکھے تھے اس کی خوشی کے۔

"ڈونٹ وری بی بی جان سب ٹھیک ہو جائے گا۔ صہیبہ کو حالات سے سمجھوتہ کرنا پڑے گا کیونکہ جو کچھ ہوا اس میں میری خوشی تھی نہ رضا مگر وہ نادان لڑکی جذباتی ہو رہی ہے کچھ وقت گزرنے دیں وہ دھیرے دھیرے حالات کو تحمل کرنے کے لائق بنا لے گی خود کو۔"

اس نے ان کے دریافت کیے بغیر ہی ان کے ہر خدشے کی تصدیق کر دی' تبھی بی بی جان کھوئے کھوئے انداز میں اسے دیکھتی رہ گئی تھیں۔

وہ مرد تھا' شوہر تھا اور سب سے بڑی بات کہ راست تھا۔ اپنے اختیار کا فائدہ اگر "جبراً" بھی اٹھانا چاہتا تو کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا تھا۔ جبکہ یہاں تو اس نے ایک جان بچائی تھی۔

لہٰذا اب اس وقت جب وہ بے لچک فیصلہ کر چکا تھا وہ اس کے فیصلے کو چیلنج نہ کر سکیں۔

"اور اگر ایسا نہ ہوا تو؟ وہ بھی بیگم سفینہ علی کی پوتی ہے۔"

ان کے لہجے میں ڈھیروں خدشے ایک ساتھ در آئے تھے۔ ایزد نے ایک لمحے کے لیے لب بھینچ کر بمشکل خود کو کنٹرول کیا اور جب بولا تو لہجے میں چٹانوں کی سختی تھی۔

"تو اسے بھی اپنی دادی کی ہی طرح ساری زندگی گزارنی پڑے گی۔ کیونکہ یہ تو طے ہے کہ وہ ایزد ہمدانی کی منکوحہ تھی ہے اور رہے گی۔ خواہ کچھ بھی ہو۔"

● ● ●

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"یہ سب بہت برا ہوا ہے صبی۔ اف اب کیا ہوگا۔"

زوہا ایک شاک کی کیفیت میں بیٹھی ہوئی تھی اس کے سامنے جو سارے آنسو بہا کر بالکل خشک اور ویران آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"پتا نہیں۔ ایزد بہت خفا ہو کر گئے ہیں۔"

"تو تمہارے خیال سے انہیں کیا کرنا چاہیے تھا۔ میں نے سمجھایا بھی تھا تمہیں کہ اس طرح بنا کچھ جانے بغیر کسی تصدیق کے فیصلہ صادر مت کرو مگر تم۔۔۔ اتنا رکیک الزام لگایا ہے ان پر۔ حوصلہ ہے ان کا جو برداشت کر گئے ہیں وہ۔"

زوہا نے بری طرح ڈپٹنے والے انداز میں اسے چپ کراتے ہوئے کہا تو وہ شاکی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ رخسار پر اب تک سرخی چھائی ہوئی تھی' زوہا نے نظر چرا لی۔

"تمہاری غلطی بھی کوئی معمولی نہیں تھی صبیحہ۔ جو دل کے جتنا قریب ہوتا ہے اس کی بے اعتباری اتنی ہی گراں گزرتی ہے۔ ایزد بھائی کو بہت ہرٹ کیا ہے تم نے۔"

"اور جو انہوں نے کیا' کیا مجھے دکھ نہیں ہے اس کا۔ ان کی زندگی میں کوئی اور بھی آ گیا ہے' یہ دکھ مجھے اندر ہی اندر چاٹ رہا ہے زوہا' میں کیسے بھلا دوں یہ سب' سارا قصور صرف میرا تو نہیں۔ مگر ایزد کو میرے احساسات کو ذرہ برابر پروا نہیں۔"

ایک بار پھر اس کی آنکھوں کی سطح جگمگانے لگی تھی۔ زوہا نادم ہو گئی اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"آئی ایم سوری میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں تھا۔"

"بلیو می زوہا جو کچھ میں نے کہا اس کی مجھے بے حد شرمندگی ہے۔ مگر تم ذرا سوچو ان حالات میں میرا ذہن اور کیا سوچ سکتا تھا پھر ایزد نے بھی تو زمن کو مجھ پر فوقیت دی' وہ اگر مجھے پہلے ہی بتا دیتے یا امریکا سے فون کر دیتے تو کیا میں ان کی بات کا یقین نہیں کرتی۔"

"نہیں صبی' تم جب بھی ان کا اعتبار نہیں کرتیں۔ کیونکہ حقیقت یہی ہے کہ دا جان سے لاکھ محبت سہی ان کی دوسری شادی کے فعل نے تمہیں خوفزدہ کر دیا ہے۔ تم بظاہر ہمیشہ ان کی وکالت کرتی تھیں مگر سوچ تمہاری بھی دادی جان جیسی ہے' تمہارے نزدیک ایزد بھائی کی بات کی تب بھی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ بلکہ اب بھی۔ کیا تم ان کی بات پر یقین کر چکی ہو۔ اعتبار ہے تمہیں ان کا؟"

زوہا نے صاف گوئی سے کھرے انداز میں کہہ ڈالا اور سوال کیا تو وہ ہونٹ کاٹنے لگی۔

درحقیقت ایزد کی تمام باتوں پہ اعتبار کرنے کے باوجود اس کے اندر لاتعداد سوال سر اٹھا رہے تھے۔ نکاح جن حالات میں ہوا ان پر یقین کرنے کے باوجود "رخصتی" والا معاملہ اس کے ذہن و دل میں اٹک گیا تھا۔ بالخصوص جب زمن نے اس کا فون ایزد کو تھمایا تھا تو لائن ڈسکنیکٹ ہو جانے کے بعد ایزد نے اسے کال بیک کیوں نہیں کیا۔

ایک دو بار کیا بھی تو وہ گھر پر مل نہ سکی تھی مگر بعد میں ایزد کی طرف سے یکدم خاموشی چھا گئی تھی۔ حتیٰ کہ واپس وٹ آنے کے باوجود وہ کئی دن ان کی طرف آنے کے لیے وقت نہیں نکل سکا تھا۔ اس سے ناراضگی بھی مگر سفینہ اج کے بقیہ مکینوں سے تو کوئی شکایت نہیں تھی نا۔

زوہا کے سوال پر وہ چپ سی ہو گئی۔

خاص طور پر زمن کے ساتھ اس کے مہربانہ اور نرم رویے نے اسے ایک بار پھر جھلسا دیا تھا' بے اختیار اپنے خسار کے جلتے ہوئے سرخ نشان پر ہاتھ رکھ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"ایزد کا بیان آدھا سچ ہے زوہا' مجھے ان کی بات پر جب تک یقین نہیں آئے گا جب تک وہ زمن کو۔۔۔"

طلاق کا لفظ جیسے اس کے گلے میں اٹک گیا تھا۔ بے ساختہ زوہا کے سینے سے سر ٹکا کر وہ روتی چلی گئی تھی۔ اک دکھ اور نقاہت نے اس سے فیصلے کرنے کی ہمت بھی چھین لی تھی۔

● ● ●

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"زمین میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں کیا آپ اس وقت گھر پر ہیں۔"

"نہیں میں ابی کے پاس یہاں ہاسپٹل میں ہوں' آپی جی تھوڑی دیر میں شرمین کو بھیج دیں گی تو گھر جاؤں گی۔"

موبائل پر ایزد کی آواز سن کر وہ کچھ حیران سی ہو گئی تھی۔

"او کے پھر وہیں رکیے میں آرہا ہوں انکل کیسے ہیں۔"

"بہت اچھے ہیں۔ کافی بہتر کنڈیشن ہے۔"

"تھینکس گاڈ۔ میں یہی امید کر رہا تھا۔ ابھی جسٹ وہیں فارمی میں بس آرہا ہوں۔"

گہرے لہجے میں کہتے کہتے اس نے یکدم سنجیدہ انداز اپنا کر لائن ڈس کنیکٹ کر دی۔

زمین اس کے انداز اور آواز پر کچھ پریشان سی ہو گئی تھی۔ باور صاحب سو رہے تھے سو وہ ٹہلتے ہوئے باہر نکل آئی اور پھر اسے زیادہ دیر پریشان نہیں ہونا پڑا' دس منٹ بعد ہی وہ کوریڈور کے آخری سرے پر نمودار ہو گیا تھا۔

"السلام علیکم۔ کیسے ہیں آپ۔"

اس کے نزدیک آنے پر زمین نے اسے بغور دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا جو اس وقت کچھ الجھا الجھا لگ رہا تھا۔

"آئی ایم فائن' آپ ٹھیک ہیں؟"

رسمی سی مسکراہٹ سمیت کہا تو وہ نظر جھکائے ہوئے سر ہلا گئی۔

ایزد نے بلا ارادہ اسے دیکھا تھا جس کے چہرے پر بشاشت لوٹ آئی تھی۔ آنکھوں میں چمک اور لبوں کے احمریں گوشوں میں دبی دبی مسکان جھلک رہی تھی' فطری طور پر وہ کچھ حیران ہوا تھا اپنی پریشانی بھول کر ایک لمحے کے لیے اسے دیکھتا رہ گیا۔ چونکا جب اس نے دوبارہ نظر اٹھائی۔

"کیا بات ہے۔ ایزد' آپ۔"

جھجکا سا انداز آج خلاف معمول سراسیمگی سے خالی تھا اسے تبدیلی کے غیر مرئی احساس نے چھوا تھا۔ چہرے کا تناؤ ڈھیلا پڑ گیا۔

"ایسا کیا ہو گیا ہے زمین جس نے آپ کے چہرے کی رونق لوٹا دی ہے۔" وہ بے ساختہ پوچھ بیٹھا تھا۔

اپنے اور صبیحہ کے نکاح کے بعد اس نے اکثر اسے اس طرح شاداں و مسرور دیکھا تھا مگر امریکہ جانے کے بعد جیسے سب رنگوں کو سیاہ ماتمی رنگ نے ڈھانپ لیا تھا۔ جبکہ آج لگتا تھا جیسے وہ کالی دبیز چادر لپٹ گئی تھی۔ سادہ منظر نکھر کر سامنے آیا تھا۔

اس کے سوال میں عجیب سی سادگی اور گہری وابستگی محسوس کر کے زمین ایک بار پھر سٹپٹا گئی۔ چہرے کا گلابی پن بڑھ گیا تھا اس لمحے۔

"جج' جی۔"

گھبرائی گھبرائی سی نظر اس پر ڈال کر وہ کترا سی گئی تھی ایزد کے تنے ہوئے اعصاب کچھ ڈھیلے پڑ گئے۔

"آپ کے محسن کا نام جان سکتا ہوں۔"

وہ مزاج آشنائی کے زعم کے ساتھ دوستانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔ وہ بری طرح پزل ہو گئی۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔ ایزد۔ آپ۔"

"یار۔ زمین میں نے کہا تھا نا کہ ہم اچھے دوست ہیں پلیز مجھ سے شیئر کریں شاید اسی طرح مجھے اپنی الجھی ہوئی گتھی کا سرا مل جائے۔"

بے اختیار نرمی اور اصرار سے کہتے ہوئے وہ یک بیک سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"کیا مطلب۔ کیا آپ پریشان ہیں۔" وہ فکر مند سی ہو گئی تھی۔

"میں نے پہلے سوال کیا تھا آپ سے زمین۔"

جواباً وہ اس کا سوال نظر انداز کر گیا تو وہ باوجود کوشش کے اپنے چہرے سے چھلکتی حجاب آلود مسکراہٹ چھپا نہ سکی۔

"وہ۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایزد کے اندر جلتی جھلستی ریت پر یکدم ٹھنڈے پانی کا بادل برس گیا تھا۔

یہ چہرہ در حقیقت اتنا سادہ اور بے ریا تھا کہ اس پر لکھا ایک ایک لفظ وہ با آسانی پڑھ سکتا تھا۔ زمین اس کی زیرک نگاہی کا سوچ کر ہی بلا ارادہ رخ موڑ گئی تھی۔

"تھینکس زمین۔ آپ نے اپنے لیے راستہ چن کر مجھے بہت طویل مسافت طے کرنے سے بچا لیا۔"

بہت ٹھہرے ہوئے ہلکے پھلکے لہجے میں وہ کہہ اٹھا تھا' زمین متحیر رہ گئی مگر پلٹ کر دیکھ نہ سکی۔ اس کوریڈور میں اس وقت بہت کم آمدورفت ہوتی تھی' سو وہ اطمینان سے اپنی بات کہہ رہا تھا۔

"اب اپنے راستے پلٹتے ہوئے مجھے آپ کی طرف سے اطمینان رہے گا۔"

کچھ تھا اس کے لہجے میں وہ سب کچھ بھول کر سنجیدہ اور گھبرائے ہوئے تیور لے کر اس کی طرف مڑی۔ ایزد اس کی آنکھوں میں ہلکورے لیتا تفکر دیکھ کر اپنائیت سے مسکرا دیا۔

"آپ بہت اچھی لڑکی ہیں زمین' آپ جیسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں' خوش قسمت ہے وہ شخص جسے آپ کی ہمراہی نصیب ہوگی' میری طرف سے اسے مبارکباد پہنچا دیجئے گا اور کہہ دیجئے گا کہ وہ اپنی امانت جلد لے جائے کیونکہ اب میں آپ کو واپس پاور انکل کے حوالے کر رہا ہوں۔"

قدرے رک کر ممکنہ سادہ لفظوں میں اس نے اپنی مدعا بیان کر دیا تھا۔

"ج ج جی۔"

"پلیز زمین نو ہرٹ فیلنگ۔ آئی سویئر میں آپ کو نہ اپنی زندگی سے نکال رہا ہوں نہ بے دخل کر رہا ہوں مگر ایک ان دیکھا معاہدہ تھا میرا آپ سے' زہرہ آنٹی سے اور خود سے۔ سو اسے پورا کرنے کا وقت آگیا ہے۔"

اس کے چہرے کے تاثرات یکدم آزردگی کی تشریح کرنے لگے تھے ایزد نے بے اختیار خلوص اور اپنائیت سے وضاحت کی۔

متضاد جذبوں کی یلغار سے زمین کی آنکھوں کی سطح جھلملانے لگی تھی۔

"بلیو می آپ میرے پاس ایک امانت کی طرح تھیں ہر ممکن کوشش کی ہے کہ آپ کو ہرٹ نہ کروں۔ آپ بہت قابل احترام ہیں میرے لیے' میرا مقصد اب بھی آپ کو ہرٹ۔۔۔"

"پلیز ایزد' ایسے نہ کہیں میں آپ کی بے حد مشکور ہوں بلکہ شکریہ بہت معمولی لفظ ہے' زندگی میں اگر میں کسی کی سب سے زیادہ عزت کرتی ہوں تو وہ آپ ہیں۔"

بھیگے لہجے میں بمشکل وہ کہہ سکی تھی' ایزد بردباری سے مسکرا دیا۔

"آپ کی ذرہ نوازی ہے ورنہ میں اس لائق تو نہیں۔"

ماحول پر چھائے کثیف سے بوجھل پن کو زائل کرنے کے لیے وہ قدرے شوخی سے ہنسا تھا۔

"آپ کس لائق ہیں ایزد آپ سمجھ نہیں سکتے' میں نے ان چند دنوں میں بہت کچھ سیکھا ہے آپ سے' زندگی کا مقابلہ کیسے کیا جاتا ہے کہ اس کی بہترین مثال ہیں آپ۔۔۔ آپ جیسے لوگ کبھی نہیں ہار سکتے۔"

وہ بچوں کے سے سادہ لہجے میں بھولپن سے کہہ رہی تھی۔

"اگر صبیحہ میری زندگی اور دل میں نہ آتی تو معصوم لڑکی میں تمہیں اپنی زندگی میں شامل کرنے میں فخر محسوس کرتا مگر اب تو یہ دل اور دماغ دونوں ہی ہار مان چکے ہیں اس اکھڑ اور ضدی صبیحہ اکرام علی کے آگے جو بے حد جذباتی ہے۔"

"یہ محض آپ کی سوچ ہے ورنہ ہم جیسے لوگ ایک نہ ایک بار ضرور شکست کھاتے ہیں۔"

وہ معنی خیز لہجے میں کہہ کر جیسے خود پر ہنسا تھا' زمین قدرے چونکی۔

"کیا صبیحہ اب تک خفا ہیں آپ سے۔"

"صرف مجھ سے ہی نہیں اب تو انہیں آپ سے بھی بہت شکایت ہو گئی ہے؟" وہ طنز سے مسکرایا۔

"کک کیا مطلب۔۔۔ کیا آپ نے انہیں سب کچھ۔۔۔ اوہ تو۔"

وہ ساری مسرت اور خوشی بھول کر تشویش سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ایک نہ ایک دن تو صہیبہ کو بتانا ہی تھا میں نہیں چاہتا کہ نئی زندگی کی ابتدا دھوکے سے کی جائے سو اسے بتا دیا ہے۔ مگر مجھے پتا ہے کہ وہ ساری ناراضگی جلد بھلا دے گی' سچائی آپ اپنا یقین ہوتی ہے۔ انی وے آپ پریشان مت ہوں۔ میں کل پھر آؤں گا انکل سے ملنے غالباً" یہ ان کے سونے کا وقت ہے' آپ سے مل لیا' ذہن ہلکا ہو گیا ہے' مجھے یقین ہے' جو بندھن مجبوراً" باندھا گیا تھا اسے توڑنے میں آپ کو بھی کوئی شکایت نہیں ہو گی۔"

وہ بہت سکون سے گویا تھا۔ پھر سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ کہتے ہوئے اجازت طلب کر رہا تھا۔

"امید ہے آنے والا کل ہم دونوں کے لیے خوشیاں لائے گا۔"

جاتے جاتے اس نے حوصلہ افزا جملہ اس یقین سے کہا کہ وہ محض اسے دیکھتی رہ گئی اور وہ چلا گیا مگر اس کے اندر جیسے ایک ہی جملے کی بازگشت چھوڑ گیا تھا۔

"میں نہیں چاہتا کہ نئی زندگی کی ابتدا دھوکے سے کی جائے۔"

دھوکا' دھوکا' فریب۔

چھپانا اگر ایک دھوکا ہے تو نہ بتانا بھی ایک طرح کا فریب ہی ہے۔

ازد نے صہیبہ سے یہ سب کہہ دیا تھا مگر اس کا کیا ہو گا؟

کیا وہ یہ سب سمعان سے کہہ سکے گی۔ جس کے لیے اب تو ابی نے بھی ہاں کہہ دی تھی یہ سوال کسی ناگ کی مانند اسے ڈس گیا تھا۔

پے در پے جھٹکوں نے اسے بری طرح تھکا دیا تھا سو اس رات دا جان کے بہت اصرار کرنے پر بھی وہ سہولت سے انکار کرتی فرہاد کے ساتھ واپس جانے کے لیے تیار ہو گئی تھی۔

"کیا بات ہے صیبی اتنی خاموش کیوں ہو سب ٹھیک تو ہے ناں۔"

سفینہ لاج کے راستے پر گاڑی ڈالتے ہوئے اس نے صہیبہ کو مخاطب کیا تھا۔

"جی فرہاد بھائی۔" وہ کسی گہری سوچ سے چونکی تھی۔

"تو پھر یہ چہرے پر ساڑھے بارہ کیوں بجائے ہوئے ہیں۔"

موڑ کاٹتے ہوئے قدرے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا تھا اس نے۔ اس کے اندر سارا کا سارا جل تھل ہونے لگا۔ ازد سے ملاقات کے بعد سے اب تک جیسے اندر ہی اندر وہ پگھلے جا رہی تھی۔

"نہیں ایسی بات نہیں۔ بس امی یاد آ رہی ہیں ان کے پاس چلی جاؤں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی۔"

دل کی بات اتنی آسانی سے لبوں پر لانے والوں میں سے نہیں تھی وہ۔

"اچھا۔" وہ یکدم ہنس پڑا تھا "ویسے آپس کی بات ہے تم نے 'امی' کا لفظ کچھ غلط استعمال کیا۔ غالباً" ازد کا نام زیادہ جچتا۔" —— شوخی سے اسے چھیڑا تھا' فرہاد نے مگر جانے اسے کیا ہوا آنسو بے اختیار رخساروں پر بکھرتے چلے گئے تھے' فرہاد فطری طور پر پریشان اٹھا۔ اسپیڈ قدرے کم کر کے اس کی طرف تردد سے مڑا تھا۔

"صیبی۔ کیا ہو گیا یار۔"

"پلیز فرہاد بھائی مجھے امی کے پاس لے چلیں۔"

"اوکے۔ اوکے مگر تم اپنی حالت تو سدھارو ہم کیا سوچیں گی تائی جان میں سارے راستے تمہیں رلاتا لایا ہوں۔"

ایک عجیب سی آگہی اس کے اندر اتر رہی تھی مگر فی الحال اس نے صہیبہ سے استفسار کرنا ٹھیک نہیں سمجھا۔ سو ہلکے پھلکے لہجے میں کہہ کر اسے ٹشو پکڑایا اور ڈرائیو کرنے لگا۔

پچھلے کئی دنوں سے وہ محسوس کر رہا تھا کہ صہیبہ میں پہلے والی خوشی مفقود ہو چکی ہے۔ اکثر وہ اسے اپ سیٹ کچھ گم سم اور مضمحل سی نظر آتی۔

کبھی اعیزامزا اور کبھی ازد کے جانے کا بہانہ کر کے زوہا ہر بار اس کے خدشے جھٹلا دیتی تھی مگر آج جیسے اسے یقین آ گیا تھا کہ ایسا کچھ ضرور ہو گیا ہے۔ جس نے صہیبہ جیسی مضبوط لڑکی کو جڑوں سے ہلا دیا ہے۔

محض بیماری ایسی نقاہت اور زردی کا محرک نہیں ہو سکتی۔ کچھ اور عوامل ہیں جن سے زوہا بھی یقیناً" واقف ہے جبھی آج وہ بھی سخت اپ سیٹ لگ رہی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سفینہ لاج میں رخسانہ بیگم سے ہی لاؤنج میں ملاقات ہوئی تھی ان دونوں کی صہیبہ تو کمان سے چھوٹے تیر کی لرح جا کر ان کے سینے سے لگی تھی۔ رخسانہ بیگم اس کی "حالت" دیکھ کر جیسے ہل سی گئیں ایسی حالت تو اس کی پچھلے کئی دنوں کے بخار سے بھی نہیں ہوئی تھی۔

زرا دیر میں سب لاؤنج میں جمع ہو چکے تھے فرہاد سمیت سب نے اس سے بہترا پوچھا مگر سوائے آنسو بہانے کے ں سے کچھ اور نہ ہو سکا۔

میں تیرا ہوں ازل سے
بھروسہ چاہیے تھا
بچھڑنے والے تجھ کو
بہانہ چاہیے تھا
یہ کیسا غم ہے جس کا
مداوا چاہیے تھا

سلامت علی کی آواز بھرپور سحر انگیزی سمیت گونج رہی تھی۔

شہریار ہمدانی نے جس وقت اندر قدم رکھا وہ ایزی چیئر پر جھولتا موسیقی سے زیادہ خود میں گم تھا۔ اسٹک کی آہٹ ین نے جذب کر لی تھی سو وہ اس وقت تک نہیں چونکا جب تک وہ اس کے سامنے نہ آ کھڑے ہوئے۔

"بابا آپ کب آئے؟"

سرعت سے سی ڈی پلیئر آف کر کے وہ ان کا ہاتھ تھام کر صوفے کی طرف لے آیا تھا۔

"بس ذرا دیر پہلے تمہاری بی بی جان کہہ رہی تھیں تم میرا ویٹ کر رہے ہو؟"

خلاف معمول وہ سنجیدہ تیور لیے ہوئے تھے کل کی بجائے آج داجان کی طرف جانا ہوا تھا ان کا اور وہ منتظر تھا کہ ا یقیناً "صہیبہ" انہیں ملے گی سو ان کے ردعمل کے لیے تیار بیٹھا تھا۔

"جی۔ ان فیکٹ کچھ بات کرنی تھی آپ سے۔"

"تم صہیبہ سے ملے تھے؟"

اس نے جھجک کر کہا تو ان کی طرف سے سیدھے سبھاؤ سوال آیا تھا۔

صہیبہ کے نام پر اس کی بھنویں مخصوص زاویے پہ آ کر رک گئیں۔ بابا اس کی رگ رگ سے واقف تھے اس ے تیور ملاقات کی نوعیت بتا رہے تھے مگر وہ جواب کے منتظر رہے۔

"جی۔"

"ہوں۔" کچھ توقف کے بعد انہوں نے گہری سانس لی۔

"تو گویا وہی ہوا جس کا تمہیں خدشہ تھا؟ صہیبہ کا ردعمل غالباً "بہت سخت رہا ہے۔"

وہ پوچھ رہے تھے ایزد کے چہرے پر تناؤ کی لکیریں کھنچنے لگیں۔

"آپ آج داجان کی طرف گئے تھے ملی نہیں وہ آپ کو وہاں۔"

"وہ کل چلی گئی تھی وہاں سے۔ ہاں البتہ علی انکل بتا رہے تھے کہ اس کی طبیعت گھر جا کر کافی خراب ہو گئی ہے۔ راحیل سے اس کا اندازہ ہو گا تمہیں۔"

یک بیک ان کے لہجے میں سختی اور ترشی اتر آئی تھی ایزد لب بھینچ کر انہیں دیکھنے لگا۔ آخر اسے سب کچھ بتانے شورہ تو خود ذہن ہی کا نمانا۔

"یہ سب میں نے آپ کی ایما پر کیا ہے بابا۔"

"مگر یہ بات کرنے کا کون سا طریقہ ہے ایزد بیٹے۔ پہلے انسان کو اعتماد میں لیا جاتا ہے پھر سب کچھ کہا جاتا ہے۔ ، طرح تو بنتی بات بگڑ جائے گی، تمہیں کچھ اندازہ ہے میں سفینہ لاج کے تمام مکینوں کو کتنا پریشان دیکھ کر آیا ہوں ہیبہ کا بخار ایک سو چار سے تجاوز کیے جا رہا ہے نہ وہ کچھ بولتی ہے نہ ہوش میں آتی ہے نیم غنودگی میں ہے لے بارہ گھنٹوں سے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"کیا؟"

بابا نے جیسے کوئی برسٹ دے مارا تھا اس کے سر پر۔

لاکھ غصہ سہی مگر صہیبہ کی سانسوں سے زندگی بندھی تھی اس کی' بابا نے جس سرد اور سخت لہجے میں اس کی گوشمالی کی وہ بے چین سا ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بابا۔ کیا صہیبہ کی حالت......"

"آج رات تک اگر اس کی کنڈیشن بہتر نہ ہوئی تو اسے ہاسپٹلائز کرنا پڑے گا اینڈ یو ول بی ہیلڈ فار دیٹ۔"

اس کے نادم اور تشویش زدہ لہجے میں کیے گئے استفسار کو مکمل ہونے کا موقع دیے بغیر بابا نے بہت کڑے تیوروں میں سنجیدگی سے اس سے کہا تو جواباً وہ تفکر سے انہیں دیکھنے لگا۔

● ● ●

"اب میری طرف اس طرح کیا دیکھ رہے ہو۔ چلو میرے ساتھ تمہاری بی بی جان صہیبہ کو دیکھنے سفینہ لاج جا رہی ہیں۔"

ہمدانی صاحب نے اس کے چہرے پر تاسف اور تفکر کا دبیز رنگ دیکھا تو بے اختیار نرم پڑ گئے۔

"کیا بات بہت سیریس ہو گئی ہے بابا۔"

ان کی نرمی نے حوصلہ دیا تھا اسے' جھجکتے ہوئے لہجے میں پوچھا تو ہمدانی صاحب خاموش ہو گئے ایزد کے لیے ان کی خاموشی میں ہی کلام تھا پلٹ کر کارنس سے گاڑی کی چابی اٹھاتے ہوئے وہ بغیر کچھ کہے باہر نکلا تو بی بی جان سے سامنا ہو گیا۔

ان کی نظروں میں انتہائی سخت فہمائش اور غصہ تھا وہ نظر چراتا آگے بڑھ گیا۔

"خیریت' کیا صاحبزادے جانے کے لیے تیار ہو گئے ہیں؟"

وہ ہمدانی صاحب سے مخاطب تھیں انہوں نے سر کی خفیف کی جنبش سے جواب دیا۔

"اب جانے کی کیا ضرورت ہے اسے جب سارا معاملہ ہی بگاڑ دیا۔ سمجھایا بھی تھا میں نے کہ صہیبہ کے ساتھ ایسا ویسا کچھ مت کرنا اپنی دادی کی زندگی نے اس کی سوچ پر ضرور اثر کیا ہو گا مگر ایزد اور آپ نے ناحق اس بچی کا دل دکھایا۔ اسے سب کچھ بتانے کا مشورہ آپ نے ہی تو دیا تھا۔"

بیگم ہمدانی کے تیکھے تیوروں کا رخ اب شوہر کی طرف ہو گیا تھا۔

"مگر میرا مقصد صہیبہ کو ہرٹ کرنا نہیں تھا۔ اسے اعتماد میں لینا تھا۔"

"لیکن آپ کے بیٹے تو یہ گل کھلا آئے ہیں ناں۔" ان کے بردباری سے دیئے گئے جواب کے نتیجے میں بیگم ہمدانی چیخ پڑی تھیں۔

"اوہ بیگم سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ ذرا حوصلہ رکھیں۔ ہر مسئلہ کا کوئی نہ کوئی حل ہوتا ہے۔ صہیبہ ابھی کم عمر اور جذباتی ہے ایزد میاں بھی جوشیلے ہیں جوان خون ایسا ہی ہوتا ہے۔ وقت اور تجربہ سب سکھا دیتا ہے۔ انہیں بھی سمجھ آ جائے گی۔" وہ اطمینان سے تسلی دیتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"اور اگر اس وقت تک دیر ہو گئی تو؟" بیگم ہمدانی کے خدشے سوا تھے۔

"انشاءاللہ ایسا نہیں ہو گا تاہم ہمیں اس وقت بہت دیر ہو رہی ہے۔ ایزد کار کے ہارن پر ہارن دے رہے ہیں آپ چلیے۔"

یقین سے کہتے ہوئے وہ متردد اور فکرمند بیگم ہمدانی کو لے کر باہر نکل آئے۔

سفینہ لاج میں سب ہی پریشان تھے ایزد جیسے شرمندہ ہو کر رہ گیا اور یہ ندامت صہیبہ کو دیکھ کر دوچند ہو گئی۔ زرد رنگت اور سیاہ حلقوں والی وہ لڑکی صہیبہ تو نہیں تھی۔ بی بی جان نے اس پر نظر ڈالنے کے بعد ایزد کو جن نگاہوں سے دیکھا وہ نعیم بھائی کے ساتھ باہر نکل گیا۔

"ان فیکٹ صہیبہ بہت بچی قسم کی لڑکی ہے بظاہر جتنی کیئر فری نظر آتی ہے اتنی ہے نہیں۔ دا جان کی بیماری اور ایگزامز کی ٹینشن کے علاوہ اسے دا جان کے اکیلے پن اور زوہا کی بدائی نے بھی خاصا ڈسٹرب کر دیا تھا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جانے اس کے چہرے کے تاثرات سے نعیم بھائی نے کیا سمجھا تھا کہ بے ساختہ بولے وہ محض سر جھکا گیا تھا۔ درحقیقت حالات یہ رخ اختیار کر جائیں گے اس کے گمان میں نہ تھا۔

صہیبہ جیسی پر اعتماد اور مضبوط لڑکی یوں ڈھے گئی اگر پہلے اندازہ ہوتا تو شاید بہت سوچ سمجھ کر اسے ڈیل کرتا مگر اب تو تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

زوہا بھی یہیں موجود تھی ایک بار اس نے بھی ایزد کو دیکھا تھا اس کی نظریں اسے بی بی جان سے مختلف نہیں لگی تھیں وہی شاکی پن اس کی آنکھوں سے چھلکا تھا۔

تھوڑی دیر بعد مدحت اور فوزیہ چلی آئیں جن سے بات کرتے ہوئے پتا چلا کہ صہیبہ قدرے ہوش میں ہے تو وہ کسی کی بھی فکر کیے بغیر اس کے کمرے میں چلا آیا تھا۔

زوہا اور دادی جان اس وقت وہاں موجود تھیں جبکہ بابا جان اور بی بی جان صہیبہ کے والدین کے ساتھ ڈرائنگ روم میں جا بیٹھے تھے۔

دروازے پر ہلکی سی ناک کر کے وہ تیزی سے اندر داخل ہوا تو سامنے بیٹھی دادی جان کو دیکھ کر قدم سست پڑ گئے۔

”السلام علیکم دادی جان۔“

وہ ان کے نزدیک چلا آیا تھا سر جھکایا تو دادی جان نے اسے دست شفقت سے نواز دیا تھا۔

”کیسے ہو بیٹا یہاں بیٹھو میرے پاس۔“

اس کے چہرے سے تردد محسوس کر کے انہیں ایک عجیب سی خوشی ہوئی تھی۔ وہ پھیکی سی مسکراہٹ لبوں پہ سجا تا صہیبہ پر نظر ڈالتے ہوئے بیٹھ گیا تھا۔

وہ غالباً جاگ رہی تھی مگر شدید بخار کے باعث نقاہت سے آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔

”ٹھیک ہوں میں' آپ سنائیے کیسی ہیں؟“

”بس جی رہے ہیں بیٹا۔ صہیبی نے تو سمجھو پورے گھر کو ہلا ڈالا ہے۔ ایسی بیمار تو یہ کبھی بچپن میں بھی نہیں ہوئی تھی۔ خدا خیر کرے ڈاکٹر نے کہا ہے اگر شام تک بخار نہ اترا تو اسے اسپتال لے جانا پڑے گا۔“

دادی جان کے لہجے سے بے انتہا تردد اور تشویش جھلک رہی تھی۔ ایزد نے نظر چرا لی۔

”بہر حال اللہ بہتر کرے گا تم بیٹھو بیٹا میں ذرا مدحت وغیرہ سے پوچھوں اب تک چائے کا کیا انتظام کیا۔“

وہ اسے ان ایزی محسوس کر رہی تھیں اس لیے بردباری سے کہتی باہر نکل گئیں۔ ایزد نے بے ساختہ ان کو ممنونیت سے دیکھا تھا پھر اٹھ کر زوہا کے نزدیک والی کرسی پر آ بیٹھا یہاں سے صہیبہ کا چہرہ صاف نظر آیا تھا ورنہ سٹرڈ بلینکٹ میں لپٹا اس کا وجود جیسے گم تھا۔

”صہیبہ۔“

زوہا کے اشارے پر اس نے پکارا تو صہیبہ نے ہلکی سی جھری سے اسے دیکھا اور پھر پلکیں موند لیں۔

”شاید سو گئی ہے۔ ان فیکٹ ابھی ابھی میڈیسن دی ہے نا اسے۔“ زوہا نے ایزد کے چہرے پر شدید جھنجلاہٹ اور تاسف کا رنگ اترتے دیکھا تو بے اختیار صفائی میں بولی تھی۔

”کیا ہو گیا ہے اسے' لگتا ہے میری وجہ سے......“

”نہیں ایزد بھائی یہ بات نہیں۔ دراصل صہیبہ کے لیے آپ کے بتائے ہوئے حقائق بہت غیر متوقع تھے اس لیے انہیں برداشت کرنے میں اسے دقت ہو رہی ہے۔ بہت ساری باتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں عقلی دلائل سے سمجھایا اور سمجھا نہیں جا سکتا۔ صہیبی کا ریسپانس اور ری ایکشن بھی اسی طرح کا معاملہ ہے جسے آپ کسی بھی زاویے سے دیکھ سکتے ہیں۔“

اسفنجنگ کرتے ہوئے زوہا بہت ٹھہر ٹھہر کر بولی تھی۔

ایزد نے لب بھینچ کر دونوں کو بغور دیکھا اور پھر بے چین ہو کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

”کیا ہوا آپ جا رہے ہیں۔“ زوہا بھی ساتھ اٹھ گئی تھی۔

”ہوں کیونکہ یہاں رہ کر میں سخت گلٹی فیل کر رہا ہوں مگر زوہا یقین کریں جو کچھ ہوا اس میں میری کوئی پلاننگ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شامل نہیں تھی۔ یہ سب تو آل آف دی سڈن all of the sudden ہوا بلیوی اس کا مجھے بے حد قلق ہے کہ صہیبہ نے مجھے سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔"

اندرونی احساسات اس وقت اس کے چہرے سے ہویدا تھے۔ زوہا نے متاثر ہو کر اسے دیکھا۔

"آپ صہیبہ کی فیلنگز کو ٹھیک سے جج نہیں کر پا رہے ایزد بھائی۔ لڑکیاں بہت نازک دل کی مالک ہوتی ہیں خصوصاً "شوہر" سے متعلق ان کے احساسات صرف ایک لڑکی ہی سمجھ سکتی ہے۔ صہیبہ ان لوگوں میں سے ہے جو رشتے کو اساس بنا کر محبت کرتے ہیں اور جب محبت کرتے ہیں تو حق بھی رکھتے ہیں اور اس کا ادراک بھی۔"

زوہا نے جہت کچھ جتا دیا تھا ایزد نے سادہ سی نظر سے اسے دیکھا۔

"یہ میں اس لیے کہہ رہی ہوں ایزد بھائی کہ میں بھی ایک لڑکی ہوں۔ صہیبہ کی فیلنگز اچھی طرح جج کر سکتی ہوں۔ آپ بھی پلیز ساری ناراضگی دل سے نکال دیں۔ اس کی طرف سے میں آپ سے ایکسکیوز کرتی ہوں۔ وہ جذباتی ہے اور جو فضول گوئی اس نے آپ سے کی اس پر بے حد شرمندہ بھی میرا یقین کریں مگر یہ بھی سچ ہے کہ وہ آپ کو کسی کے ساتھ شیئر نہیں کر سکتی۔"

قدرے نظر جھکاتے ہوئے وہ حقیقت بیان کر رہی تھی۔ ایزد کے چہرے پر اس کی باتوں کا واضح تاثر نظر آ رہا تھا۔

"ہوں تو گویا صبیی نے آپ کو سب کچھ۔۔۔۔"

"پلیز ایزد بھائی آپ اس بات پر خفا مت ہوئیے گا۔ میں نے خود اس سے زبردستی پوچھا تھا ورنہ میں تو ہرگز تیار نہ تھی بتانے پر۔" زوہا نے اس کے لہجے سے کچھ اور ہی سمجھا تھا بے اختیار صفائی دینے لگی تھی۔

"میں نے آپ کو ڈانٹا تو نہیں نہ ہی صبیی سے شکایت کی ہے زوہا۔" اسے زوہا کا انداز ایسا لگا کہ بلا ارادہ وہ کہہ گیا تھا وہ جھینپ کر سر جھکا گئی۔

"جی وہ تو ہے۔۔۔۔ مگر میں دراصل آپ سے کچھ اور کہنا چاہتی تھی اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو۔"

"جی کہیے۔"

"آپ نے نرمین کی فیملی کے ساتھ جو ہمدردی کی وہ قابل تحسین ہے۔ بلیوی میں اور صبیی خود بہت متاثر ہوئی ہے مگر اب جبکہ یاور انکل کی طبیعت بہتر ہو گئی ہے آپ کو اس سلسلے میں فائنل ڈیسیژن لے لینا چاہیے۔ شاید آپ کو معلوم نہ ہو مگر یاور انکل نے نرمین کے لیے سمعان بھائی کا پرپوزل قبول کر لیا ہے۔"

مرعوب انداز میں کہتے ہوئے اس نے جلدی جلدی اسے معلومات فراہم کیں تو وہ کچھ متحیر رہ گیا۔

"اوہ۔" وہ ذرا سا مسکرایا۔

"تو گویا جبھی نرمین کے چہرے پر شگفتگی اور مسرت نے گلاب کھلا دیے ہیں۔

کیا نرمین اور سمعان کے درمیان کوئی کمٹ منٹ۔۔۔۔ آئی مین کیا آپ کچھ جانتی ہیں ان کے متعلق۔"

"فرہاد سمعان بھائی کے بہت قریبی دوست ہیں۔ ان سے سمعان بھائی کبھی کچھ نہیں چھپاتے البتہ نرمین کا معاملہ الگ ہے۔ غالباً ان کے درمیان ایک خاموش کمٹ منٹ ضرور ہے۔ وہ خاصی ریزرو سی لڑکی ہے آپ تو انہیں جانتے ہی ہیں۔"

زوہا نے صاف گوئی سے کہا تو جواباً وہ سر ہلا کر رہ گیا۔ باہر نکلتے ہوئے صہیبہ پر نظر ڈالی وہ اب سو رہی تھی۔ جانے اس نے کیا سنا تھا کیا نہیں البتہ ایزد کو لگا اس کے آنے سے صہیبہ پر خوشگوار اثر پڑا تھا۔

● ● ●

"فرہاد نے آج تک میری ہر بات کو رد کیا ہے اور اس کا سارا کریڈٹ آپ کو جاتا ہے احتشام۔ اب اسے اتنی چھوٹ مل گئی ہے خود سامان سمیٹ کر علیحدہ شفٹ ہو گیا ہے۔ نہ مجھ سے پوچھا نہ بتایا۔ یہ ڈھنگ ہوتے ہیں گھروں میں رہنے کے۔ کیا شادی کے بعد بچے والدین سے زیادہ بڑے ہو جاتے ہیں۔"

ثمر بیگم کا غصہ آج بھی ساتویں آسمان پر تھا جس روز سے فرہاد زوہا سمیت یہاں سے گیا تھا ان کی شام اسی ذکر سے آباد رہتی تھی۔

احتشام صاحب نے نیوز کا چینل ٹیون کر رکھا تھا ناگواری سے ان کی طرف دیکھ کر بولے تو لہجے میں سخت بے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

زاری تھی۔

"اپنی شادی کے بعد جب تم مجھ سے الگ لے کر آگئی تھیں اس وقت تو تم نے کسی سے اجازت لینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ جبکہ میں تو اپنی والدہ کا اکلوتا بیٹا تھا پھر آج وہ کام تمہیں غلط ہی لگ رہا ہے جو کل تم نے خود کیا ہے۔"

"بس ہر بات اسی طرح ہی ٹالا کریں آپ۔ گڑے مردے اکھاڑنے میں تو آپ کے خاندان کا جواب نہیں۔ اپنی اولاد کی کوتاہیاں نظرانداز کر کے مجھے عدالت میں گھسیٹ لاتے ہیں۔ آپ کی ان ہی باتوں کی وجہ سے بچوں نے اب جوتے میں پہننا شروع کر دیا ہے مجھے۔"

ثمر بیگم اس قدر صاف گوئی کی متحمل نہ تھیں مشتعل ہو اٹھیں۔ احتشام صاحب نے طنزیہ مسکراہٹ سمیت ان کی طرف دیکھا۔

"انسان اپنا بویا ہی کاٹتا ہے' جو تم نے ہم نے کل کیا وہ آج ہماری اولاد ہمارے ساتھ کر رہی ہے۔ تو اس میں برا کیا۔ مکافات عمل کا یہ سلسلہ تو ابدی ہے۔ میں تم اس سے بچ تو نہیں سکتے۔"

"مجھے فضول لفاظی میں مت الجھایا کریں۔ بات فرہاد کی ہو رہی تھی آپ ابدی قوانین گھسیٹ لائے بیچ میں دیکھنے میں کہے دیتی ہوں مجھے فرہاد اور زوہا کا اس طرح گھر سے جانا ایک آنکھ نہیں بھایا ہے۔ مجھ سے نہ سہی انہیں آپ سے تو پوچھنا چاہیے تھا مگر یہ فرہاد۔ نجانے آپ کی والدہ نے کیا تربیت کی تھی اس کی کسی پونہ ٹو بات کی امید ہی نہیں کی جا سکتی اس سے۔"

احتشام صاحب کے طعنے کا فوری جواب آیا تھا۔ وہ جلتی ہوئی نظر ان پر ڈال کر ٹی وی کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ پھر شروع ہو گئیں۔

"اسی دن کے لیے میں نہیں چاہتی تھی کہ سفینہ لاج کی لڑکی اس گھر کی بہو بنے۔ آپ نے کبھی زونیہ کو میری مرضی کے خلاف ایک کام بھی کرتے دیکھا مگر یہ زوہا بظاہر جتنی سیدھی بنتی ہے اتنی ہے نہیں۔ آخر کو بھتیجی بھی تو آپ کی ہے۔"

"ہاں ٹھیک کہا تم نے بھتیجی تو میری ہے تمہاری تو صرف بہو ہے اسی لیے اس سے دوبارہ clashes شروع کر دیئے ہیں تم نے۔ زونیہ اس کی جگہ ہوتی تو تم خود اس کی ہر بات کا خیال رکھتیں مگر میں نے یہ نوٹ کیا ہے کہ تم دن بدن اس سے ایک بار پھر بے زار ہونے لگی ہو۔ دادی بننے کی خبر سن کر جو تم میں پوزیٹو چینج آیا تھا وہ ایک بار پھر نگیٹو ہو گیا ہے۔ غالباً" تمہیں اس بات کا دکھ ہے کہ تمہاری بھانجی سے اس گھر کو وہ خوشی نہیں مل سکی جو زوہا نے ہمیں دی ہے۔"

احتشام صاحب کا تجزیاتی انداز ثمر بیگم کے چہرے کے رنگ کو متغیر کر گیا۔

"آپ بلاوجہ میری بھانجی کو مورد الزام ٹھہرا رہے ہیں اگر بابر اپنی فیملی نہیں بڑھانا چاہتا تو زونیہ کیا کر سکتی ہے۔"

"ہاں تو اس میں زوہا کا بھی کیا قصور کہ اس نے آپ کی بھانجی کو اس مقام پر پیچھے چھوڑ دیا ہے۔" ترکی بہ ترکی احتشام صاحب نے کہا تو ثمر بیگم ایک لمحے کو چپ سی ہو گئیں اور اسی خاموشی کا فائدہ اٹھا کر وہ دوبارہ کہنے لگے تھے۔

"میں جانتا ہوں ثمر کہ محبت ایک فطری اور غیر اختیاری جذبہ ہوتا ہے۔ تمہیں اپنی بھانجی سے ایک نیچرل اٹیچمنٹ ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ انصاف کو نظرانداز کر دیا جائے۔ غیر جانبداری سے سوچو تو تمہیں احساس ہو گا کہ زونیہ ہو یا زوہا دونوں تمہارے بیٹوں کی خوشی ہیں۔ انہیں عزت اور محبت دے کر تم اپنے بیٹوں کی زندگی سنوار سکتی ہو۔"

"ساری عزت اور محبت دینا میرا ہی فرض ہے اور وہ جو فرہاد کی انگلی تھام کر فوراً" آپ کے والد کے گھر جا بیٹھی اس نے ایک بار بھی مجھ سے کہا میں جا رہی ہوں۔ اجازت نہ سہی گھر کے بڑوں کو انفارم تو کیا جا سکتا ہے نا یا شاید سفینہ لاج والے اس روایت سے بھی ناواقف ہیں۔"

احتشام صاحب کا نرم لہجہ اور پر تاثیر کلام بھی ان کے اندر کی آگ کو ٹھنڈا نہیں کر سکا تھا وہ ہنوز طنزیہ اور تیکھے تیوروں سمیت ہمکلام تھیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

احتشام صاحب نے انہیں یوں دیکھا جیسے کہہ رہے ہوں۔ "تمہارا کوئی علاج نہیں ثمر بیگم۔"

"اب اس طرح میری طرف کیا دیکھ رہے ہیں۔ میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ مجھے اپنے بچوں کا کسی اور کے گھر جانا یا رہنا بالکل پسند نہیں تو بس آپ فرہاد کو واپس بلوائیں۔"

جھنجلاہٹ سے کہتے ہوئے انہیں ہٹ دھرمی سے فیصلہ سنا دیا تھا۔ جسے سن کر احتشام صاحب کی آنکھوں میں یکدم سرخی اتر آئی۔

"وہ صرف تمہاری اولاد نہیں میرا بھی بیٹا ہے ثمر اینڈ مائنڈ یو اسے میں نے پاپا کے پاس بھیجا ہے۔ مجھ سے پوچھ کر گیا ہے وہ میں نے اجازت دی ہے اسے میں اپنے بوڑھے والد کو اس طرح اکیلے بیماری اور زندگی سے جنگ لڑتا نہیں دیکھ سکتا۔ تمہارے طفیل جو گناہ مجھ سے سرزد ہو گیا ہے اس کا کفارہ ادا کرے گا فرہاد اور یہ سن لو کہ میری والدہ نے ہی تربیت دی ہے اسے کہ بزرگوں کا خیال کرو ان کی صحبت سے فیض اٹھاؤ بشرطیکہ وہ اس قابل ہوں۔"

انتہائی غصے سے کہتے وہ اگلے پل کمرہ چھوڑ کر جا چکے تھے۔ ثمر بیگم غصے سے بل کھا کر رہ گئیں۔ البتہ یہ ضرور ہوا کہ وہ خاموش ہو گئی تھیں۔

احتشام صاحب کے تیوروں سے واضح ہو گیا تھا کہ وہ اس ضمن میں کچھ اور سننے کو تیار نہیں اس لیے بمشکل خود کو کنٹرول کرتی نیچے آئیں تو لاؤنج میں زونیو کو بے زاری سے ٹہلتے دیکھ کر اس کے پاس چلی آئیں۔

"کیا بات ہے زونی۔ تم یہاں کیا کر رہی ہو بابر تو غالباً اپنے کمرے میں ہے۔"

"جی آنٹی اور اسی وجہ سے میں کمرے سے باہر ہوں۔" ادھر سے صاف جواب آیا تھا ثمر بیگم ایک لمحے کو بھونچکا سی رہ گئیں۔ زونیو نے اس لہجے میں آج پہلی بار بات کی تھی ان سے۔

"کیا بات ہے کیا جھگڑا ہوا ہے تم دونوں کا۔"

اسے بغور دیکھتے ہوئے انہوں نے پریشانی سے سوال کیا تھا۔

"اس چھت کے نیچے اور ہو بھی کیا سکتا ہے جہاں دو مختلف سوچوں والے انسانوں کو جمع کر دیا گیا ہو۔ ساری زندگی ہی تو تو میں میں چلتی رہتی ہے۔"

غصیلہ لہجہ ہٹ دھرمی کی علامت بنا ہوا تھا ثمر بیگم نے شدید حیرت اور غصے سے زونیو کی طرف دیکھا تھا۔ احتشام صاحب اور اپنی ذات پر یہ پہلا طنز تھا جو احتشام ہاؤس میں ان کے کانوں نے سنا تھا۔

"یہ کس لہجے میں بات کر رہی ہو زونیو آر یو ان یور سینسز۔"

"پلیز آنٹی میں اس وقت کسی بحث کے موڈ میں نہیں اگر میں آپ کو اپنے سینس میں نہیں لگ رہی تو پلیز لو می الون چلی جایئے آپ یہاں سے اور ہاں سمجھا دیں بابر کو انہیں اگر میری ذرا برابر بھی پروا ہے تو میری لاہور کے ٹکٹ منگوا دیں میں ممی کے پاس جانا چاہتی ہوں ایز سون ایز پاسیبل as soon as possible"

اکھڑ لہجے میں جس طرح اس نے ثمر بیگم سے بات کی تھی وہ بری طرح ہل کر رہ گئی تھیں جب سے بابر اور زونیو کے درمیان بچوں کی بات کو لے کر جو اختلاف چل رہا تھا، اس نے اب نئے نئے رنگ دکھانے شروع کر دیے تھے۔ زونیو کو بھی بات بات پر غصہ آنے لگا تھا اور یہ اس کا ردعمل تھا کہ وہ اس وقت شدید بدتہذیبی کا مظاہرہ کر گئی تھی۔

ثمر بیگم کتنے ہی لمحے لب بھینچے خود کو کنٹرول کرتی کھڑی رہیں اور جب پلٹیں تو احتشام صاحب سامنے ہی کھڑے تھے بے ساختہ نظر چرائی تھی ثمر بیگم نے۔

"گھر کے بڑے اگر ہر لحہ برسرپیکار رہیں تو چھوٹوں کی زبانیں یوں ہی کھل جاتی ہیں ثمر۔ تم اپنی بہوؤں کو جو تربیت نادانستہ طور پر دے رہی ہو وہ اسی طرح کی ہٹ دھرمی اور سرکشی کی صورت سامنے آ سکتی ہے۔ شکر کرو کہ زوبا تمہارا ادب و احترام کرتی ہے جبکہ تمہارا رویہ اس کے ساتھ ہمیشہ ناروا رہا ہے۔ مگر اب وقت آ گیا ہے کہ حالات اور رشتوں کی نزاکت کو سمجھو ثمر یہ ہی تمہارے اور ہمارے حق میں بہتر ہے۔ اٹس نیور ٹو لیٹ too late Its never ابھی بھی بہت کچھ بگڑنے سے رہ گیا ہے احد کی بیوی کے آنے سے پہلے اپنے گھر میں سازگار ماحول بنانا اب تمہارا کام ہے ثمر۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ذرا دیر پہلے والے غصے کو فرو کیے وہ بہت سنجیدگی اور جہاندیدگی سے کہہ رہے تھے ثمر بیگم نہ چاہتے ہوئے بھی قائل ہونے لگیں کیونکہ ابھی چند لمحے پیشتر زونیو نے انہیں جس لہجے میں مخاطب کیا تھا اس نے ان کی "جانبداری" سخت گزند پہنچائی تھی۔

صرف زونیو کے مقابلے میں انہوں نے ہر بار زوہا کو نیچا دکھایا تھا اسے ہر طرح سے ڈی گریڈ کیا تھا۔ اس کی عزت نفس کو کئی بار دھچکا لگایا تھا مگر معلوم نہ تھا کہ وہی زونیو کل کو انہیں طعنے دینے لگے گی۔

آج پہلی بار انہیں احساس ہوا تھا کہ ان کے بیٹے خواہ ان کی کتنی ہی عزت کرلیں ان کے سامنے زبان نہ کھولیں مگر اب گھر میں بہوویں آچکی ہیں سو انہیں اپنے شوہر کی عزت کرنی ہی پڑے گی کہ اسی میں ان کی اور ان کے بیٹوں کی بھلائی ہے۔ بہوؤں کو ادب کا پاس اسی وقت ہوگا جب وہ ساس کو اس قابل سمجھیں گی۔

اور اب انہیں اپنے آپ کو اس قابل بنانا تھا۔

● ● ●

فون کی بیل بج رہی تھی مگر اس کا کسی سے بات کرنے کو مطلق دل نہیں چاہ رہا تھا مگر کب تک نظرانداز کیا جا سکتا تھا۔ آج آفس میں اس کا ذہن کسی کام میں نہیں لگ رہا تھا۔ صہیبہ کی مخدوش حالت کے ساتھ ساتھ اسے بی جان اور بابا کے ناراضگی کا بھی شدید افسوس تھا اور ابھی یہ گتھی پوری طرح سلجھی بھی نہ تھی کہ جرمن ڈیلیگیشن کی آمد نے اسے مزید مصروف اور ڈسٹرب کردیا تھا۔

اس وقت وہ بمشکل ان سے جان چھڑا کر بیٹھا تھا کہ فون کی گھنٹی نے اسے متوجہ کرلیا۔

"ہیلو۔" بےزاری سے انٹرکام اٹھایا تو پتا چلا دوسری طرف سے یاور صاحب تھے۔

"ملائیں ان سے۔"

پی اے کے سوال کرنے پر اس نے فوراً کہا اور سر جھٹک کر متوجہ ہوگیا۔

"ہیلو ارزد۔"

"جی انکل اسلام علیکم۔"

"وعلیکم اسلام اس وقت ذرا ہاسپٹل آسکتے ہو؟"

وہ پوچھ رہے تھے۔ وہ سوچ میں پڑ گیا اس وقت اس کی ذہنی حالت ہرگز بھی ایسی نہ تھی کہ ان سے ملتا نجانے کیا ان سے پھسل جاتا۔ نرمین اور یاور صاحب دونوں کو وہ ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"کیا بزی ہو۔" اس کی خاموشی پر انہوں نے سوال کیا تو وہ چونکا تھا۔

"نہیں تو انکل۔"

"بس بیٹا زیادہ لمبا چوڑا کام نہیں، زیادہ سے زیادہ دس منٹ لوں گا تمہارے، تو پھر تم آرہے ہو نا۔"

"جی اگلے بیس منٹ میں پہنچ رہا ہوں میں۔"

راستے بھر وہ سوچتا آیا تھا۔ چنانچہ جس وقت یاور صاحب کے روم میں داخل ہوا ذہن مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

"اسلام علیکم۔" اس وقت وہاں سب ہی موجود تھے نرمین، ہمیرا اور زیرہ آنٹی بھی۔ اس نے بےساختہ نرمین کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا جو اس وقت بےحد سنجیدہ نظر آرہی تھی۔

"وعلیکم اسلام بیٹا اس طرف آجاؤ۔"

یاور صاحب نے اسے پکارا تو وہ ان کی طرف مڑا اور جونہی سیدھے ہاتھ کی طرف نظر گئی بابا اور بی جان کو دیکھ کر وہ ٹھٹک سا گیا جن کے تیور کافی بدلے ہوئے لگ رہے تھے۔

"بابا آپ لوگ یہاں کیسے، آج تو آپ کو داجان اور صہیبہ سے ملنے جانا تھا۔" وہ سوالیہ چہرہ لیے ہمدانی صاحب کے قریب ہی آٹکا تو وہ بردباری سے مسکرا دیئے۔

"ہاں جانا تو تھا مگر جب یاور نے ضروری کام کے لیے بلایا تو پہلے یہاں آنا پڑا۔"

"ہاں کیونکہ یہاں آنا اور تمام کاموں سے زیادہ ضروری تھا۔" یاور صاحب کے لہجے میں ہلکی سی مسکراہٹ تھی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تاہم ان کی آنکھوں میں عجیب سا تاثر تھا۔ ایزد سنجیدگی سے ان کی طرف متوجہ ہوا۔

"اور سناؤ ایزد جرمن ڈیلیگیشن کے ساتھ میٹنگ کیسی رہی۔"

"یونہی انکل۔ انشاء اللہ جب آپ آفس آئیں گے تو بڑا آرڈر دیکھ کر آپ کو خوشی ہوگی۔" بظاہر ان کی بات کا جواب دیتے ہوئے در حقیقت اس کا ذہن الجھاؤ کا شکار تھا کچھ دیر یونہی آفس اور بزنس کی باتیں ہوتی رہیں۔

کمرے میں صرف یاور صاحب کی آواز گونج رہی تھی کہ باقی سب بہت خاموش تھے۔

"ایزد بیٹا میں نے تمہیں ایک کام سے بلایا تھا۔"

ادھر ادھر کی باتوں سے نکل کر اچانک یاور صاحب نے کہا تو وہ ہلکے سے سہلا گیا۔

"کوئی ضروری کام ہے انکل۔"

"ہوں بہت ضروری مگر پہلے یہ بتاؤ کہ کیا تم نے کبھی ہمدانی یعنی اپنے بابا اور میرے احترام میں کوئی کمی رکھی ہے کوئی فرق روا رکھا ہے؟" عجیب سا سوال تھا۔

"نہیں انکل میں نے ہمیشہ بابا کی طرح آپ کی عزت کی ہے آپ کو اہمیت دی ہے۔" بے ساختہ کہتے ہوئے ایزد کے لہجے میں یقین اور سچائی تھی۔

"تو جبھی مجھ سے اتنی بڑی بات چھپائے رکھی، مجھے بتانے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔"

"کون سی بات؟"

"یہی کہ ہماری بہو، صہیبہ بیمار ہے اور اس کی اس مخدوش حالت کے ذمہ دار بھی ہم تم ہیں۔" اگلے لمحے جو کچھ انہوں نے کہا ایزد نے بے ساختہ بابا کی طرف دیکھا جو مطمئن تھے بی جان البتہ بے حد سنجیدہ اور تشویش زدہ نظر آرہی تھیں۔

"دیکھو برخوردار، یہ اسپتالوں کے بدبودار ماحول میں انسان سخت پریشان ہو جاتا ہے۔ ہم بوڑھے ہی یہاں سے فرار حاصل کرنے کی خواہش میں دن گزارتے ہیں تم کہاں جوانوں کو اس طرف دھکیل رہے ہو۔"

ان کے ہلکے پھلکے لہجے میں بڑی گہرائی تھی ایزد خود میں عجیب سا محسوس کرنے لگا۔ سب کی موجودگی میں اس تذکرے کو چھیڑنے سے ان کی کیا مراد تھی وہ سمجھنا چاہتا تھا اس لیے بات بڑھاتے ہوئے بولا۔

"تو پھر اور کیا کیا جائے انکل کہ ایک بندہ زندگی سے لڑنے کے بجائے صاحب فراش ہونے کو اہمیت دے رہا ہے۔ غیر معمولی حساسیت کے یہی نتیجے ہوتے ہیں۔"

"نہیں میاں یہاں تم بالکل غلط ہو، رشتے احساسات کی بنیاد پر ہی بنتے اور مضبوطی حاصل کرتے ہیں انہیں کمزوری یا نادانی سمجھنا بذات خود حماقت ہے۔ صہیبہ تمہاری منکوحہ ہے اس کا حق ہے کہ احتجاج کرے۔"

انہوں نے یکدم اسے ٹوک دیا تھا۔ وہ لب بھینچ گیا۔

"انسان کے کمزور اور بے اختیار ہونے کی اس سے بڑی دلیل کیا ہوگی کہ اس کے فیصلے کاتب تقدیر اس طرح رد کرتا ہے کہ وہ افسوس تک نہیں کر پاتا۔ تمہاری زندگی کو جس طوفان نے اپنے حصار میں لیا وہ ہمارا لایا ہوا تھا۔ سو میں اب چاہتا ہوں کہ تمہیں اس سے آزاد کر دوں۔"

اب کے ان کے لہجے میں تجربے کی گہرائی اور گمبھیر تاسف محسوس ہو رہا تھا۔ ایزد نے قدرے حیرت سے ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے زہرہ بیگم کو اشارہ کیا۔ اگلے لمحے ایک فائل ان کے حوالے کی گئی تھی۔

"ان پیپرز پر سائن کر دو بیٹا۔ وہ رشتے اور تعلق جو زندگی میں آزار اور بوجھ کی صورت گلے کا طوق بنے رہیں ان کا ٹوٹنا بہتر پھر رشتے کی اساس تو ہمارے جذبات ہوتے ہیں نا۔"

انہوں نے اس کی طرف کرے کلر کی بڑی سی فائل بڑھائی تو وہ چند سیکنڈز جیسے ساکت سا رہ گیا۔ نکاح کے دن سے لے کر اب سے چند لمحے پیشتر تک اس نے اس وقت کا بے حد بے چینی سے انتظار کیا تھا مگر اس وقت وہ بے حد متضاد احساسات کا شکار محسوس کر رہا تھا خود کو۔

اپنا اخلاقی فرض پورا کرنے کی خوشی تھی تو دوسری طرف کچھ کھو دینے کا احساس بھی تھا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شاید نرمین کے پرخلوص اور معصوم ساتھ نے اسے اندر کہیں ضرب لگائی تھی۔ یا شاید اپنے بے اعتبار ہو جانے کا دکھ تھا۔ صہیبہ کی نظروں اور دل میں اپنے لیے جو مقام اس نے بنایا تھا اس کے متزلزل ہو جانے کا تاسف تھا۔

یا غالباً بی بی جان اور بابا کو ہرٹ کرنے کا دکھ اور سفینہ لاج کے مکینوں کو پریشان کرنے کا رنج اس وقت خاموشی کی صورت پھیل گیا تھا۔

"نکاح کے وقت میں نے تم سے پوچھے بنا ہی اتنا بڑا فیصلہ کر ڈالا تھا مگر آج یہ سب میں نے سب کی ایما پر کیا ہے۔ ہمدانی میرا دوست ہے اور اس رشتے سے تم میرے بیٹے اور صہیبہ ہو ہے۔ میں تم سب کو خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس لیے ہم سب کی زندگی میں جو پھانس اس نکاح کی صورت چبھی ہوئی ہے اس کو آج نکال دینا چاہتا ہوں۔ اس یقین کے ساتھ کہ آج میں نے تمہاری خوشی کو بھی مدنظر رکھا ہے۔"

اس کے کندھے پر کسی جذبے کے تحت اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے یاور صاحب کی آنکھوں میں ہلکی ہلکی دھند پھیل رہی تھی۔

ایزد نے انھیں بغور دیکھا جنہیں اپنے فیصلے کے رائیگاں جانے کا دکھ تھا مگر پھر بھی اور سب کی خوشی میں وہ خوش ہونا چاہتے تھے۔

"سائن کر دو ایزد بیٹا' یاور کو اس ندامت سے نکالنے کا یہی واحد طریقہ ہے۔" بابا نے بھی اس کی پشت تھپتھپائی تو اس نے میکانکی انداز میں اپنا فاؤنٹین پین شرٹ کی اوپری پاکٹ سے کھینچ کر نکالا فائل کھولی اور یونہی دستخط کرنے لگا تھا نظر بے اختیار نرمین کی جانب اٹھ گئی تھی۔ جس کے چہرے پر بالکل ایزد کے دل کی طرح متضاد رنگ اترے ہوئے تھے۔

شاید لفظ طلاق ہوتا ہی اتنا برا ہے۔ بی بی جان کو اسی بات کا رنج تھا خود زہرہ بیگم سب کچھ جانتے ہوئے کچھ آبدیدہ ہو رہی تھیں۔

کمرے کی دبیز خاموشی نے بہت توجہ سے قلم چلنے کی آواز سنی تھی اور پھر یکدم سکتہ ٹوٹ گیا تھا۔ نرمین کے بے آواز قدم دروازے کی طرف اٹھے تو اسے روکنے کی کسی نے کوشش نہیں کی۔

"تھینکس ایزد میری روح پر پڑے بوجھ کو آج تم نے ہلکا کر دیا ورنہ یہ رنج مجھے کاٹے جا رہا تھا کہ میں نے اپنے عزیز دوست کے اکلوتے بیٹے کی زندگی کو طوفانوں سے ہمکنار کر دیا ہے۔ میں جانتا ہوں بگڑے ہوئے کو سنوارنا اتنا آسان نہیں ہوتا مگر امید کر سکتا ہوں کہ تم زندگی کے مجسمے کو ایک آذر کی مانند تراش لو گے۔"

اسے پراعتماد نظروں سے دیکھتے ہوئے انہوں نے کہا تو اسے سب بھول کر مسکرانا پڑا۔

"زندگی حادثوں سے عبارت ہے انکل۔ قسمت پر کسی کا زور نہیں چلتا' جو کچھ ہوا اس میں آپ کا کچھ قصور تھا نہ ہے' میں نے آپ کو کبھی بلیم نہیں کیا یہ سب شاید یونہی ہونا تھا بہت سے تعلق اس طرح آزمائش کی بھٹی سے گزر کر کندن بنتے ہیں۔ آپ نے مجھے بیٹا کہا ہے تو پھر یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ اولاد کی زندگیوں پر والدین کا بہت حق ہوتا ہے۔"

وہ مضبوط اور متوازن لہجے میں بولا تو بی بی جان نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی چوم لی۔

"یہاں تو اب سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے ایزد بھائی' اب ذرا بھابھی صاحبہ کو منائیں تو جانیں۔" سمیر کے شوخ جملے نے ماحول کو یکدم شگفتہ بنا دیا تھا۔

"تمہاری بھابھی خاصی پیچیدہ ہیں سمیر' بالکل ریاضی کے سوال کی مانند اور میرا مسئلہ یہ ہے کہ مجھے ریاضی کی مشقیں کرنے کی پریکٹس تقریباً چھوٹ چکی ہے۔"

اپنے ذہن کو وہ اب ایک مرکز پر لا چکا تھا کہ جو ہونا ہے ہو چکا ہے اور یہی بہتر ہے۔ اس لیے شگفتہ موڈ سے کہہ رہا تھا' سب ہنس پڑے۔

"کوئی بات نہیں ایزد بھائی' ہم سب ہیں نا آپ کے ساتھ آپ کے لیے گیس پیپرز تیار کر لیں گے آپ کمرہ امتحان میں بیٹھنے کے لیے تیار تو کریں خود کو۔" شرمین نے بھی ہنس کر حصہ لیا تو وہ سر کھجاتے ہوئے مصنوعی پریشانی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کا اظہار کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"تھینکس فار یور آفر ڈیئر برادر اینڈ سسٹر آپ لوگوں کی گڈ ول وشز میرے ساتھ رہیں تو انشاء اللہ اور مسئلے بھی حل ہو ہی جائیں گے۔"

اس نے کچھ سوچ کر بابا اور بی بی جان کی طرف دیکھا تھا اور بابا تو جیسے اس کے اندر اترے ہوئے تھے یقین دلانے کے سے انداز میں مسکرا دیئے نسوہ مطمئن سا باہر نکل آیا۔

کوریڈور کے آخری سرے پر اپنی مخصوص جگہ پر زمین اسے مل گئی تھی اس کی آنکھوں میں بھی نمی کی ہلکی سی تہ تھی اور چہرے پر احساسات کی دبیز دھند۔

"میں نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا زمین تاہم ایک بات پوری نہ کر سکا۔ امریکا سے چلتے وقت میں نے آپ سے کہا تھا کہ پاکستان میں ہم اب جب ملیں گے تو اپنی پرانی حیثیتوں کے ساتھ ملیں گے مگر اس میں کچھ وقت لگ گیا۔"

"اٹس آل رائیٹ ایزد' آپ نے ابی اور ہماری فیملی کے لیے جو کچھ کیا وہ اس قدر عظیم ہے کہ ہم اس کا ریٹرن دے ہی نہیں سکتے۔"

"ارے نہیں اب ایسی بھی بات نہیں۔ جو کچھ میں نے کیا وہ میرا اخلاقی فرض تھا پھر آپ یہ کیوں بھول جاتی ہیں زمین کہ انکل سے میرا بھی ایک رشتہ ہے۔ جس کے طفیل آپ سے ایک مضبوط تعلق تھا اور اب یہ تعلق بہت مضبوط رشتے میں ڈھل گیا اس کاغذی رشتے سے بھی زیادہ اٹوٹ رشتے میں۔"

کرے فائل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا تو زمین یونہی سر اٹھا کر اسے دیکھے گئی۔

"پر خلوص اور بے ریا دوستی کا' ہم اب بھی اچھے دوست ہیں زمین اور ہمیشہ رہیں گے۔" وہ یقین سے کہہ رہا تھا' زمین کو مسکرانا پڑا۔

"بشرطیکہ صہیبہ مائنڈ نہ کریں تو۔"

"بشرطیکہ سمعان بھی مائنڈ نہ کریں تو۔"

اس کے شگفتہ جملے کا بڑا واضح جواب آیا تھا' زمین بری طرح چونکی۔

"آپ یہ سب کیسے جانتے ہیں۔" الجھا الجھا انداز تھا اس کا۔

"میری سورس آف انفارمیشن بھی خاص ایکٹو ہے زمین' آپ نے تو دوست سمجھ کر بھی نہیں بتایا مگر مجھے بھی آپ کے چہرے پر کھلتے رنگوں کا اصل محرک معلوم ہو ہی گیا۔"

اس وقت وہ اپنے مخصوص رنگ سے ہٹ کر خاصے شگفتہ اور فریش موڈ میں تھا۔

زمین نے ایسا اسے صہیبہ سے نکاح کے بعد دیکھا تھا مگر جب سے یاور صاحب نے اسے اپنے فیصلے کا اسیر کیا تھا ایزد کی ذات کا یہ رنگ بہت سی پرتوں میں کہیں چھپ گیا تھا۔ اس نے بات ہی ایسی کی تھی کہ زمین کا جھینپنا فطری تھا۔

"اینی وے' وش یو گڈ لک زمین۔ آئی ہوپ آپ کی زندگی میں کوئی ناخوشگوار رت نہیں آئے گی۔" وہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"کاش ایسا ہو سکے۔" بے اختیار لبوں سے نکل گیا تھا' ایزد نے چونکتے ہوئے اسے دیکھا۔

"اینی پرابلم؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"نہیں کچھ نہیں' بس آپ یہ فائل مجھے دے دیجئے گا۔ صہیبہ کو دکھانے کے بعد۔"

"کیوں۔ آپ کیا کریں گی اس کا۔"

"وہی جو آپ کریں گے یعنی کسی کو حقیقت سے واقف کرنا ہے۔"

"اوہ۔" اس کے سنجیدہ اور واضح جواب پر ایزد کی بھنویں مخصوص زاویے پر آرکیں۔ "آپ کا مطلب سمعان سے ہے؟" جواباً اس کی خاموشی اثبات کا تاثر دے رہی تھی۔

"مگر کیوں زمین' جب سمعان کو اس معاملے کی خبر ہی نہیں تو انہیں یہ سب بتانے کی کیا ضرورت ہے۔ صہیبہ تو واقف ہو چکی ہے اسی لیے میں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"پلیز ایزد! میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ زندگی گزارنے کا سلیقہ میں نے آپ سے سیکھا ہے۔ تو یہ اصول بھی میں نے آپ سے ہی اپنایا ہے کہ نفع اور نقصان سے بے پروا ہو کر سچائی پر قائم رہنا چاہیے، مجھے نہیں معلوم کہ اس حقیقت سے باخبر ہو کر سمعان کیا ردعمل ظاہر کریں گے مگر میں انہیں دھوکے میں رکھنا بھی نہیں چاہتی۔" اس نے متانت سے جواب دیا تھا۔

"کیا آپ نے انکل آنٹی سے پوچھا ہے۔"

"میری زندگی کے تمام فیصلے دوسروں نے کیے ہیں آج تک، ایک فیصلہ تو میرا بھی ہونا چاہیے نا۔ تو یہ فیصلہ میرا ہے میرا اپنا۔"

سینے پر دایاں ہاتھ رکھتے ہوئے وہ کچھ ایسے لہجے میں بولی کہ ایزد ایک لمحے کو خاموش سا ہو گیا۔

"تو گویا آپ سمعان کو آزما رہی ہیں۔"

"نہیں میں تو شاید خود کو ہی آزما رہی ہوں یا غالباً" اپنے مقدر کو دیکھئے اب کے مقدر کی زنبیل سے میرے لیے کیا برآمد ہوتا ہے۔" اس کا لہجہ بظاہر بڑا بے خوف تھا مگر اس میں کچھ کھو دینے کا ڈر دراڑیں ڈال رہا تھا۔

"اگر آپ برا نہ منائیں تو میں بھی سمعان سے مل کر۔"

"نہیں پلیز۔" بڑی بے چینی سے نرمین نے اس کی بات کاٹی تھی۔ "اس مقدمے کی پیشی میں مجھے کسی وکیل صفائی کی ضرورت نہیں ایزد آج کا فیصلہ سمعان کریں گے۔ بالکل دوٹوک اور بلا جبر۔"

● ● ●

"اب کیسی ہے صبیحی، کچھ فرق پڑا ٹمپریچر میں۔"

فرہاد اور زوہا جس لمحے علی ولا لوٹے داجان خفگی کی پروا نہ کرتے ہوئے لان میں ہی ٹہلتے مل گئے تھے۔ چہرے سے تردد کا اظہار ہو رہا تھا۔

"آپ کو اس سے کیا فرق پڑتا ہے داجان اگر میں جھوٹ بھی کہہ دوں تو کیا کرلیں گے آپ اگر اس کی اتنی ہی فکر ہے تو آپ اسے جا کر دیکھتے کیوں نہیں۔ جنہیں چاہا جاتا ہے ان کے دکھوں میں ان کے ساتھ اسٹینڈ بائے ہوا جاتا ہے داجان۔ یہی سبق سکھایا ہے نا آپ نے ہمیشہ مجھے اور صبیحی کو اور آج جب وہ بستر پر بیمار اور لاچار پڑی ہے تو یہ کیسی محبت ہے آپ کی جو پرسش حال تک کے لیے تیار نہیں کرتی آپ کو۔"

زوہا اور داجان کی توقع کے برعکس فرہاد یکدم ہی شروع ہو گیا تھا۔ داجان اس کی بات پر یکلخت نادم نظر آنے لگے تھے مگر ساتھ ہی چہرے پر "مجبوری" کا عذر بھی لکھا نظر آ گیا تھا۔

"فرہاد کیسی بات کرتے ہیں آپ۔"

زوہا سے داجان کی پشیمانی دیکھی نہ گئی تو بے اختیار سرزنش کرتے لہجے میں بولی۔

"نہیں بیٹا! اسے کہنے دو ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے وہ۔" داجان تھکے تھکے لہجے میں کہتے لان کی کرسی پر ڈھے گئے تھے۔

"ہاں واقعی ٹھیک کہہ رہا ہوں میں، برسوں پرانی رنجشوں کو بھلانے کا جو سبق آپ نے ہم سب کو کروایا جو دادی جان نے انعام انکل اور تمام بچوں کو سمجھائے اس پر خود آپ لوگ آخر کیوں عمل نہیں کرتے کیا یہ قول و فعل کا تضاد نہیں۔"

فرہاد ان کے مقابل ہی آ بیٹھا تھا۔ سنجیدگی سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا تو زوہا پریشان ہو کر داجان کے پاس آ کھڑی ہوئی اور ان کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اس نے راستے میں صہیب و ایزد کے متعلق فرہاد کو بتایا تھا شاید اس کا ردعمل تھا۔

"تم ہماری مجبوریوں کو سمجھ نہیں سکتے بیٹا فرہاد۔ بعض تعلق اس طرح وقت کی ستم ظریفی کا شکار ہوتے ہیں کہ چاہنے پر بھی انہیں دوبارہ استوار نہیں کیا جا سکتا۔" ان کے لہجے میں بے پناہ دکھ تھا جسے محسوس کر کے زوہا اور فرہاد دونوں ہی آزردہ ہو گئے تھے۔

"مگر اسے مضبوط بنانے کی کوشش تو کی جا سکتی ہے نا۔" فرہاد اب بھی پرامید تھی۔ داجان نے پھیکی سی مسکراہٹ سمیت اس کی طرف یوں دیکھا جیسے وہ کوئی طفل نادان ہو۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"میاں بیوی کے رشتے میں ایک بار دراڑ آجائے تو اسے کسی سمجھوتے کی عذر اور کسی پچھتاوے سے بھرا نہیں جا سکتا۔ ہر گناہ کی معافی اور ہر نقصان کی تلافی نہیں ہوتی بیٹا فرہاد بعض رشتے شیشے کی طرح ہوتے ہیں ہاتھ سے گر کر چکنا چور ہو جائیں تو ان کی کرچیاں سمیٹنے کی کوشش میں انگلیاں فگار ہو جاتی ہیں۔"

"مگر ان کی موجودگی کو نظر انداز تو نہیں کیا جا سکتا ناں پر جب بات محض آپ اور دادی جان تک آکر رک جاتی ہے تو بقیہ لوگوں کو آپ کے بیٹوں اور بیٹی کو کس بات کی سزا مل رہی ہے۔ کیا آپ نے بھی سوچا ہے داجان کے سفینہ لاج کے مکینوں کو آپ کی ضرورت رہی ہے۔ دادی جان کو نہ سہی آپ کی اولاد اور ان کی اولاد نے تو آپ کی کمی کو محسوس کیا ہے نا۔"

وہ آج جیسے داجان کو باور کرانے پر تل گیا تھا۔ زوہا نے دھیرے سے نظر جھکالی تھی کہ اپنے والد اور چچا تایا کو اس نے کئی بار اس کمی کے احساس سے لڑتے دیکھا تھا۔ بلکہ سعدیہ پھپھو تو کبھی کبھار واشگاف کہہ بھی دیتی تھیں۔

داجان نے اس کی بات پر شرمندگی سے سر نیہوا ڑ لیا تھا۔

"یہ دکھ اور یہ تاسف میری زندگی کے ہر لمحے میرا پیچھا کرتا رہا ہے فرہاد مگر یہ ہی میری سزا ہے۔ دوسری شادی گناہ نہیں مگر انصاف اور عدل قائم نہ رکھنا میرا قصور ہے اور اس کی سزا میں نے اپنے ضمیر کی عدالت میں لمحہ بہ لمحہ بھگتی ہے مگر میں یہ بھی جانتا ہوں بیٹا کہ کچھ راستے بند گلیوں کی طرح ہوتے ہیں۔ پلٹنے کی راہ نہیں ہوتی اور اس کی کوئی منزل نہیں ہوتی۔ میں نے بھی کبھی ایسی ہی راہ کا انتخاب کر لیا تھا سو اب اسے ہی بھگتنا ہے۔"

وہ بہت آزردگی اور شکستگی سے اپنے گناہوں کا اعتراف کر رہے تھے۔

"لیکن اس سارے قصے میں صہیبہ کا کیا رول ہے داجان! اسے تو آپ کی محبت ملنی ہی چاہیے آپ کی ہر بیماری میں وہ سفینہ لاج کے مکینوں کے تیور نظر انداز کر کے یہاں بھاگی آتی تھی اب آپ کی باری ہے اصولاً آپ کو اس کی عیادت کے لیے جانا چاہیے۔"

آج ہی احتشام صاحب نے فرہاد سے اطلاع پا کر سفینہ لاج کا چکر لگایا تھا بس اس کے بعد سے ہی فرہاد کو داجان کے رویے کا احساس ہونے لگا تھا۔ صہیبہ نے بھی احتشام صاحب کو دیکھ کر بڑی آس سے دروازے کی جانب دیکھا تھا یقیناً وہ بھی ان کی منتظر تھی۔

داجان اس کی بات پہ دھیرے سے مسکرا دیے۔ مگر اس مسکراہٹ میں بے حد ملال گھلا ہوا تھا۔

"اپنی اولاد کے بعد اگر میں نے کسی کو بے حد چاہا ہے تو وہ تم اور صہیبہ ہی ہو فرہاد اور جنہیں چاہا جاتا ہے انہیں مایوس کرنا کتنا مشکل اور دشوار ہوتا ہے تم جان سکتے ہو میں بھی صہیبی سے ملنا چاہتا ہوں مگر سفینہ لاج میں نہیں۔ کیونکہ یہ طے ہے کہ میرا اور سفینہ لاج کا آپس میں کوئی تعلق نہیں بنتا۔ تمہاری شادی کی بات اور تھی جب میں تمہاری طرف سے شریک ہو گیا تھا مگر اب سچ تو یہ ہے کہ میں سفینہ بیگم سے نظر نہیں ملا سکتا نہ ہی اپنے بچوں کی محرومی کا ازالہ کر سکتا ہوں اس لیے اس راہ چلنا ہی نہیں چاہتا جو مجھے ان کی دنیا میں لے جاتی ہے۔ سو پلیز آئندہ مجھ سے ایسی توقع مت رکھنا بیٹا جسے میں پوری نہ کر سکوں۔"

رندھے ہوئے لہجے میں کہتے وہ اٹھ کھڑے ہوئے تو فرہاد طول نظروں سے انہیں دیکھنے لگا جو لرزیدہ قدم اٹھاتے تھکے تھکے اندر جا رہے تھے۔

"بہت عجیب ہے داجان کی کہانی بھی۔" ان کے جانے کے بعد اس نے گہری سانس بھر کر کہا تو زوہا نے سنجیدگی اور شاکی نظروں سے اسے دیکھا اور ناصحانہ لہجے میں بولی۔

"آپ نے بھی تو آج حد ہی کر دی نا کیا ہو جاتا جو آپ داجان کو تسلی دے دیتے۔ صہیبی اب کافی بہتر ہے داجان کی مجبوری بھی سمجھتی ہے وہ آپ نے ناحق انہیں ندامت میں مبتلا کیا۔"

● ● ●

زوہا کے ہاتھوں انتہائی رازداری کے ساتھ گرے فائل اس تک پہنچ چکی تھی اور ایک ایک صفحہ پلٹتے ہوئے اس کے نقاہت سے کانپتے ہوئے ہاتھ اور بھی لرز رہے تھے۔

زوہا نے محسوس کیا وہ شدید اعصابی تناؤ کا شکار ہے تو اس کے نزدیک آبیٹھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"تم نے کہا تھا نا صبی کہ تمہیں اس وقت تک یقین نہیں آئے گا جب تک زرمین ایزد بھائی کی زندگی سے نکل نہیں جاتی۔ تو دیکھو انہوں نے اپنی محبت اور حقیقت کا ثبوت پیش کر دیا ہے۔ اگر تم نے غور کیا ہو تو تمہیں پتا چلا ہو گا کہ اس طلاق نامے پر زرمین کے والد اور ایزد بھائی کے والد ہمدانی انکل کے بھی دستخط موجود ہیں جو اس بات کے گواہ ہیں کہ ایزد بھائی سچ کہہ رہے تھے۔"

زوہا رسانیت سے کہتے ہوئے صہیبہ کے گرد اپنا بازو حصار کر گئی تھی جسے اس وقت بھی ہلکی ہلکی حرارت تھی۔

صہیبہ نے خاموش نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"کچھ کہو نا صبی۔ کیا تمہیں اب بھی یقین نہیں آیا ہے۔ کیا اب بھی ایزد بھائی کی طرف سے تمہارا دل صاف نہیں ہوا۔"

اس کی خاموشی پر زوہا جیسے دہل سی گئی تھی۔ صہیبہ کے لبوں پر پھیکی سی مسکراہٹ تیر گئی تھی۔

"میرا دل صاف ہو جائے تو بھی جو دکھ ایزد کو میں نے اپنے لفظوں سے پہنچایا ہے اس کا ازالہ کسی طور ممکن نہیں زوہا۔" وہ بمشکل بولی تھی جیسے۔

زوہا نے خلاف توقع اس کے لہجے میں پشیمانی محسوس کی تھی چونک کر جھکا ہوا چہرا اونچا کیا۔

"نہیں صبی، ایزد بھائی تو بہت اچھے ہیں۔ تمہارے ردعمل کو انہوں نے تمہاری محبت کا تقاضا سمجھ کر نظر انداز بھی کر دیا ہو گا۔"

خوش آئند اور مثبت سوچ کا عکاس تھا اس کا فقرہ مگر صہیبہ اس وقت بہت سے خدشوں کے تاریک غاروں میں بھٹک رہی تھی۔ اس کی بات پر بے تاثر سی نگاہ اس پر ڈالی۔

"ایزد نے میری کسی بھی بات کو بھلایا نہیں اور شاید قصور اس میں میرا بھی ہے۔ میں نے سوچا ہی نہیں کہ ایزد کی بھی کوئی سوچ ہے کوئی احساس ہے، پے در پے ضرب لگاتی چلی گئی۔ بس اس وقت تو محض ایک ہی خیال حاوی تھا کہ انہوں نے مجھے دھوکا دیا ہے چیٹ کیا ہے مجھے۔ مگر اب میں سوچتی ہوں کہ زرمین کے اعتبار اور میری اعتباری نے انہیں یقیناً" دو خانوں میں بانٹ دیا ہو گا زوہا اور شاید اسی وجہ سے وہ ــــــ"

"تمہاری سوچ سے مجھے اختلاف نہیں مگر یہ محض یک طرفہ سوچ بھی ہو سکتی ہے صبی۔ کیونکہ جب ایزد بھائی نے یہ فائل مجھے دی تو یقین کرو ان کی آنکھوں میں خوشی تھی اگر وہ تم سے خفا ہوتے تو شاید یہاں آکر دس باتیں سناتے یہ فائل کسی طعنے کی طرح تمہاری طرف اچھال دیتے مگر انہوں نے پوری یکسوئی سے تمہیں سوچنے اور سمجھنے کا موقع دیا ہے۔ یقیناً" وہ منتظر ہوں گے اس وقت کے جب تم دل سے ساری کدورت نکال کر ان کی طرف بڑھو گی۔"

اس کی بات نرمی سے قطع کرتے ہوئے زوہا کچھ ایسی مضبوطی سے کہے گئی کہ صہیبہ کے دل میں امید کے بادل گھرنے لگے بے یقینی کے دشت کو سیراب کرنے والے تھے یہ بادل۔

"وقت کتنا بدل جاتا ہے نا زوہا، کل تک میں تمہیں تسلی اور دلاسا دیا کرتی تھی اور آج میں خود ایسے مقام پر آ گئی ہوں۔ جہاں سوچنے اور فیصلہ کرنے کے لیے جذباتی سہاروں کی متلاشی ہو گئی ہوں۔"

اس کی طرف محبت سے دیکھتے ہوئے وہ ایک بار پھر آزردہ ہو گئی تھی۔

اس کے ہاتھ کی پشت محبت سے تھپتھپا کر اس نے شوخی سے اسے چھیڑا تو وہ بلا ارادہ مسکرا دی تھی۔ پھر اس کے بعد زوہا نے اسے ایک منٹ کے لیے بھی کچھ اور سوچنے نہیں دیا۔

ذرا دیر بعد مسرت، سمرہ بھابھی، فوزیہ اور شفقت بھی اندر چلی آئیں تو زوہا نے گرے فائل واپس اپنے بیگ میں رکھتے ہوئے ان سب کو صبی کا ریکارڈ لگانے پر لگا دیا اور یوں ان سب کی شوخ باتوں اور شریر جملوں نے کسی حد تک اس کا دل مطمئن کر ڈالا۔

خصوصاً" اس کی بیماری پر ایزد کی تشویش اور پریشانی کا جو نقشہ مسرت نے کھینچا تھا اس نے اس کے اندر دور تک پھول کھلا دیئے تھے اور اس بات کی تو سمرہ بھابھی بھی گواہ تھیں ہنس ہنس کر اسے چھیڑتی رہیں

● ● ●

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"یہ تم کیا کر رہی ہو نرمین' کیوں اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنے پر تلی ہو۔" شرمین کو جب سے اس کے فیصلے کا پتا چلا تھا وہ سخت جھنجلاہٹ کا شکار تھی۔

"دوسروں کو دھوکے میں رکھنے سے تو یہی بہتر ہے کہ بندہ اپنا نقصان کر لے شرمین۔"

وہ کئی دن کی سوچ بچار کے بعد عزم صمیم کر چکی تھی اس لیے اطمینان سے بولی۔ ابی کے لیے پرہیزی کھانا بنانے وہ دونوں آج جلدی گھر آئی تھیں۔

کام کے دوران اس نے سمعان کو حقیقت حال سے واقف کرنے کا اپنا فیصلہ شرمین کے سامنے دہرایا وہ پہلے تو حیرت زدہ ہوئی پھر اسے سمجھانے لگی تھی۔

"اس میں دھوکے کی کیا بات ہے۔ محض کاغذ پر تین سائن ہی تو کیے تھے نا تم نے کون سی شادی رچالی تھی اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اس بندھن کو تم نے جبرا" باندھا تھا صرف ابی کی خاطر قبول کیا تھا اس میں نہ تمہاری رضا شامل تھی نہ خوشی۔"

شرمین کو اس سے سخت اختلاف ہوا تھا مگر وہ ہنوز سنجیدگی اور سکون سے کام کرتی رہی۔

"یہ سارے ایکسکیوزز تم مجھے یا اپنے آپ کو دے سکتی ہو شرمین کیونکہ تم نے وہ کڑا وقت میرے ساتھ گزارا تھا لیکن سمعان سے یہ توقع رکھنا کہ اگر کبھی زندگی میں انہیں یہ پتا چلا کہ میرے اور ایزد کے درمیان ایک ایسا بندھن بھی بندھا رہا ہے تو' وہ بالکل تمہاری طرح سوچیں گے محض ایک مفروضہ ہے۔ حالات اس سے مختلف بھی ہو سکتے ہیں۔"

"یہ بات صرف ہماری اور ایزد بھائی کی فیملی ہی جانتی ہے۔ پھر سمعان بھائی تک یہ خبر کون پہنچائے گا۔"

"خبریں اپنے راستے سفر کرتی ہیں۔ اگر قسمت میں دکھ لکھا ہو تو کسی صورت بھی مل سکتا ہے۔ نکاح جیسے رشتے کو میں نے کاغذ کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے۔ شرمین جذبوں کی اساس اعتبار اور اعتماد ہے۔ جب وہ ہی نہ رہے تو سب کچھ ریت کے گھروندے کی طرح نمکین پانی کی لہروں میں بہہ جاتا ہے رہ گئی پتا چلنے کی بات تو شاید تم یہ بھول گئی ہو کہ سمعان کے فرینڈ فرہاد علی' صہیبہ کے کزن اور اس کے بہنوئی بھی ہیں۔"

اس کے ٹھنڈے اور گہری سوچ کے غماز لہجے نے شرمین کو ایک لمحے کے لیے خاموش کر دیا۔ درحقیقت اس طرف تو اس کا دھیان ہی نہیں گیا تھا۔ کھوئے کھوئے لہجے میں سوال کیا۔

"تو تمہارے خیال سے احد کی بھابھی آئی مین زوبا بھابھی کو صہیبہ نے یہ بات بتادی ہو گی۔"

"کیا خبر۔ یوں بھی صہیبہ اور زوبا بہت قریبی دوستیں بھی ہیں۔ مجھے نہیں لگتا کہ ان میں کوئی پردہ داری ہو گی۔

"ویسے بھی یہ سب نہ ہوتا تو بھی میں اپنی زندگی کا اتنا بڑا حادثہ سمعان کے علم میں لائے بغیر کسی رشتے کی اساس رکھنے والی نہیں تھی۔ ایک طویل عرصے بعد مجھے ابی کی "خواہش" سے رہائی ملی ہے۔ میں کسی نئے دکھ کے جال میں پھنسنا نہیں چاہتی شرمین بلیومی۔ اب مجھ میں رشتوں کے بنتے بگڑتے کھیل دیکھنے کی سکت ہے نہ ہمت۔"

گہرا اضمحلال اس کے چہرے سے مترشح تھا۔ شرمین کے پاس الفاظ نہیں تھے کہ اسے تسلی دے سکتی۔ درحقیقت وہ اس کے فیصلے کی قائل ہو گئی تھی۔

سمعان کے ممکنہ ردعمل کے بارے میں اس کا ذہن پیش گوئی کرنے سے قاصر تھا کہ بہر حال اس کے ذہن کی رسائی سمعان کے دماغ تک نہیں تھی۔ شرمین کے لیے خصوصی جذبے رکھنے سے قطع نظر وہ ایک مرد تھا اور جس معاشرے میں انہوں نے آنکھ کھولی تھی وہاں مردوں کی محبت محض ایک شک کے آگے برف کی طرح پگھلتی دیکھی تھی انہوں نے۔

خود یاور صاحب نے ہاسپٹل میں اس بات کا اقرار کیا تھا کہ زہرہ بیگم کو انہوں نے ہمیشہ کسی "شخص" کی جیلسی میں دکھ دیے تھے۔

یہی کھیل دوبارہ دہرایا جائے وہ بھی نرمین کے ساتھ وہ گوارا نہیں کر سکتی تھی سو دل ہی دل میں دعائیں کرتی بالکل خاموش ہو بیٹھی کہ اس کے سوا چارہ نہ تھا۔

● ● ●

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یہ ایزد کے فیصلے کا اثر تھا یا ڈاکٹرز کی میڈیسن کا کہ تیسرے دن تک وہ خاصی سنبھل گئی تھی گو کہ ایزد نے اسے کال نہیں کیا تھا خود آیا بھی نہیں تھا مگر اس کے دل میں ویرانی پھیلاتے خدشے کمزور پڑنے لگے تھے۔

شاید اس لیے کہ سچائی واقعی آپ اپنا یقین ہوتی ہے۔

تاہم اس دوران بی بی جان اور بابا جب بھی آئے اس نے انہیں مطمئن دیکھا تھا۔ دبے دبے لہجے میں بی بی جان نے بہت کچھ سمجھایا بھی تھا البتہ بابا نے محض اس کے سر پر دست شفقت رکھ کر سینکڑوں الفاظوں کی کمی پوری کر دی تھی۔

یہی وجہ تھی کہ وہ پہلے سے بہت بہتر تھی۔ نروس بریک ڈاؤن نے البتہ اس کی صحت پر خاصا اثر ڈالا تھا مگر دادی جان اور رخسانہ بیگم کی سخت نگرانی اور بہترین ڈائٹ نے اسے کور کرنے پر مجبور کر دیا تھا' دوسری طرف دا جان فون پر مستقل اسے تاکیدیں کرتے رہتے تھے۔

اس دوران اسے اگلے ماہ ہونے والی سمسٹرز کی تیاری بھی کرنی تھی سو کتابیں بھی نکال لی تھیں۔ مگر یہ سچ تھا کہ اب پڑھائی میں اس کا دل نہیں لگتا تھا۔

کبھی وہ سوچتی اگر اس نے ماسٹرز کی شرط نہ لگا کر نکاح کی بجائے شادی کے لیے ہامی بھر لی ہوتی تو شاید یہ حالات در پیش نہ آتے۔ اس کی موجودگی میں ایزد کے لیے نرمین سے نکاح کرنا تقریباً" ناممکن ہوتا۔

مگر پھر اگلے لمحے وہ خود کو سمجھاتی کہ زندگی حادثوں سے عبارت ہے۔ یہ سب اسی طرح ہونا تھا' اسے یہ سبق ملنا ہی تھا کہ دادی جان نے کس المیے کی نذر کی تھی اپنی زندگی۔

اور اسے یہ دیکھ کر شدید حیرت ہوئی کہ ایزد اکیلا نہیں تھا۔ نرمین' یاور علی خان اور زہرہ بیگم کے علاوہ بی بی جان بھی موجود تھیں۔

سمرہ بھابھی اٹھ کر انہیں ڈرائنگ روم میں لے گئیں مگر نرمین رک گئی تھی۔ صہیبہ نے اسے دیکھا وہ سج سج قدم اٹھاتی اس کی طرف ہی آ رہی تھی۔ مدحت وغیرہ اس سے ہیلو ہائے کر کے اندر کی طرف بڑھ گئیں مگر وہ جیسے سنگی بنچ پر سنگی مجسمے کی مانند ساکت بیٹھی رہ گئی تھی۔ ایزد نے جاتے جاتے اس پر گہری نظر ڈالی تھی مگر وہ متوجہ نہ ہو سکی تھی۔

"ہیلو! کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں۔"

نرم تاثرات اور سنجیدہ سی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے نرمین اس تک آ رکی تھی۔

بہت عجیب سے احساسات میں گھرتے ہوئے اس نے بلا ارادہ گردن ہلائی تھی۔ اس لڑکی سے کل تک اسے شدید نفرت محسوس ہوتی تھی مگر آج عجیب سی خجالت اور تاسف ہو رہا تھا اس کے سامنے۔

دوسری طرف نرمین کسی جھٹکے سے دوچار تھی۔ چند دنوں میں کس طرح کملا کر رہ گئی تھی صہیبہ ایزد ہمدانی۔

کچھ لمحے دونوں طرف خاموشی سی چھائی رہی جسے بالآخر نرمین نے توڑا تھا۔

"ہیلو صہیبہ۔ میں کوئی صفائی کوئی عذر پیش کرنے نہیں آئی ہوں۔ بس آپ سے معذرت کرنا چاہتی ہوں۔ انجانے میں جو دکھ میری وجہ سے اور ابی کے فیصلے کے باعث آپ کو ملا اس کا قرض شاید تاعمر ہم چکا نہ سکیں گے' اسی لیے ڈاکٹرز کی سخت تاکید کے باوجود ابی یہاں آئے ہیں آپ سے ملنے' ایزد اور آپ کی زندگیوں کو جو دھچکا ہماری وجہ سے لگا اس کے لیے آپ سے......"

"پلیز... ایسے مت کہیں۔"

صہیبہ سے زیادہ برداشت نہ ہو سکا۔ شدید پشیمانی سے کہہ کر اسے چپ کرا دیا۔

"اتنا گناہ گار نہ کریں مجھے' آپ کے والد میرے بزرگ ہیں۔ انہوں نے یہاں آ کر میرا مان تو بڑھایا ہے مگر مجھے سخت شرمندگی سے بھی دوچار کیا ہے۔ بلیوی اپنی جذباتیت پر میں پہلے ہی بہت پشیماں تھی آپ نے میرا بوجھ دوگنا کر دیا ہے نرمین۔"

اس کی آنکھوں میں ستارے چمکنے لگے تھے۔

نرمین کے لیے یہ صورت حال بہت غیر متوقع تھی۔ وہ تو کچھ اور ہی امید رکھے بیٹھی تھی کہ شاید صہیبہ اسے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دیکھ کر منہ ہی پھیر لے گی مگر یہاں حالات مختلف ہو چکے تھے۔

ایزد کے خدشوں کے برخلاف صہیبہ تو خود نادم تھی بے ساختہ اس نے صہیبہ کے کندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"آپ کا ردعمل جذباتیت نہیں تھا صہیبہ۔ آپ کی محبت کا عکاس تھا۔ بلکہ مجھے ایزد کی قسمت پر رشک آتا ہے۔ سچی محبت ملنا ہی تو خوش نصیبی ہے۔"

وہ اس کی ندامت تو کم کرنا چاہ رہی تھی۔

"ہاں مگر میرے درشت رویے سے آپ بھی تو بہت ہرٹ ہوئی ہیں نازمین اور مجھے اس بات کا سخت تاسف ہے۔ کڑے وقت میں ایزد نے آپ لوگوں کا ساتھ دیا' دکھ بٹایا آپ کا مگر میں نے ہمدردی کو شک کے زہر سے آلودہ کر دیا۔"

ہاتھ مسلتے ہوئے وہ ایک بار پھر آزردگی میں گھر گئی تھی۔

"ایسی بات نہیں صہیبہ۔ ہم نے ایسا نہیں سوچا۔ آپ کا ری ایکشن بالکل نیچرل تھا۔ تاہم میں یہ ضرور کہوں گی کہ ایزد بہت اچھے ہیں بہت نفیس۔ ایسے لوگ نصیبوں والوں کے ہی ساتھی بنتے ہیں اور آپ ان ہی لکی لوگوں میں سے ایک ہیں۔"

وہ خلوص سے بولی تو صہیبہ نے چونک کر اس کے چہرے پر تفصیلی نظر ڈالی تھی مگر وہاں کسی قسم کا احساس محرومی یا دکھ کا شائبہ نہیں تھا۔

"اور آپ کیا آپ کو دکھ نہیں کہ ایزد۔۔۔"

"نہیں صہیبہ اگر ابا کی بیماری کا مسئلہ بیچ میں نہ آتا تو شاید اب تک میری شادی بھی ہو چکی ہوتی۔ آپ کی بیماری نے بالکل کھلا کر رکھ دیا ہے ایزد کو۔ اب پلیز ناراضگی بند کر دیں اور رخصتی کی تیاری کریں۔"

اس کی بات قطع کرتے ہوئے نازمین اطمینان سے بولتی چلی گئی تھی پورے راستے لفظ جمع کرتی آئی تھی صہیبہ کے رویے نے اور بھی حوصلہ افزائی کی تو وہ شوخی سے کہہ گئی تھی۔

صہیبہ جملے کے اختتام پر بے ساختہ جھینپی تھی۔ نظر اٹھائی تو ایزد انکل یاور کو سہارا دیتے وہیں چلا آرہا تھا۔ وہ سٹپٹا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

یاور صاحب نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

"بیٹا آئی ایم سوری' اپنی بہو دیکھنے اتنے عرصے بعد آیا ہوں' مگر کیا کرتا بہت سی پیچیدگیاں پیدا کر دی تھیں اپنی ناراضگی میں انہیں حل کرنے سے پہلے تمہارا سامنا کرنا دشوار تھا۔ میں واقعی معذرت خواہ ہوں۔"

وہ بڑی حلاوت سے کہہ رہے تھے اس کے آنسو بہہ کر رخساروں پہ ڈھلک آئے۔

"پلیز انکل شرمندہ مت کریں۔"

بمشکل وہ کہہ سکی تھی ایزد کے اندر تک اطمینان اتر گیا تھا۔

"کم آن بیٹا' روتے نہیں' غلطیاں انسانوں سے ہی ہوتی ہیں۔ ہمیں دیکھو بڑھاپے تک خطائیں کرتے چلے آرہے ہیں۔ تم تو پھر ابھی بچی ہو۔"

انہوں نے اس کا سر تھپکا تو نازمین نے آگے بڑھ کر اس کے آنسو صاف کر دیئے تھے۔ ایزد کا بس چلتا تو ان دو نفوس کی پروانہ کرتے ہوئے صہیبہ کے آنسو اپنی پوروں پہ اتار لیتا مگر وہ اس وقت سخت ندامت کے باعث سر جھکائے اس سے فاصلے پر کھڑی تھی۔

اس کے دل میں کھڑی شکایتوں کی ساری دیواریں ایک ساتھ منہدم ہو گئی تھیں۔ رخصتی کرانے کا فیصلہ اس کے اندر بڑی شدت سے پیدا ہوا تھا سو اس کے لبوں پر جاندار سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

یاور صاحب نے صہیبہ کے ہاتھ میں زبردستی محبت سے کئی نیلے نوٹ تھمائے تو وہ شرما سی گئی۔

● ● ●

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"چشم ما روشن دل ماشاد مجھے یقین نہیں آرہا زمین کہ آپ نے مجھے فون کیا ہے۔"

سمعان کا لہجہ پھول کھلا رہا تھا۔ شرمین کی کال اس قدر غیر متوقع تھی کہ وہ بے خود ہوئے جا رہا تھا۔ ایک لمحے کو اس کا دل تھم سا گیا۔

حقیقت سے واقف ہو جانے کے بعد اگر یہ لہجہ خاردار ہو گیا تو۔۔۔؟ خدشے اسے ہولانے لگے تھے بمشکل وہ خود کو سنبھال سکی۔

"کیا آپ ابھی مجھے گھر پر ملنے آسکتے ہیں۔"

اس کی شوخی کے جواب میں بڑا سنجیدہ لہجہ تھا اس کا' سمعان قدرے چونکا' اس کا یہ انداز بالکل انجان اور اجنبی تھا' ایسے تو اس نے کبھی بات نہیں کی تھی اس سے۔ پھر آج یہ دعوت بھی۔

"آزاویوری تھنگ آل رائیٹ زمین۔" تشویش فطری تھی۔

"ہاں شاید۔" گہری سانس بھر کر اس نے بے یقینی سے کہا تھا۔

"تو پھر میں آپ کا انتظار کروں نا۔" سمعان کی سوچوں کو اس نے پھر بریک لگایا تھا' وہ قدرے ٹھٹکا پھر کچھ سوچ کر "ہوں" کہا تو وہ ادھر سے فوراً "لائن کاٹ دی گئی تھی۔

"ایک بار پھر سوچ لو زمین جو کچھ تم کرنے جا رہی ہو اس کے نتیجہ ہولناک بھی نکل سکتا ہے۔"

ریسیور رکھ کر کتنی ہی دیر وہ اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے آنسو پینے کی کوشش کرتی رہی تھی۔ شرمین نے بے حد دکھ سے اسے دیکھ کر کہا تو جواباً "وہ اس کے کندھے سے سر ٹکا کر بے آواز رو دی تھی۔

"مجھے کمزور مت کرو شرمین۔ بڑی مشکل سے یہ فیصلہ کیا ہے میں نے۔"

آنسوؤں سے بھیگا لہجہ درد سے چور تھا۔ شرمین خاموش ہو گئی۔

● ● ●

وقت جیسے رک رک کر گزر رہا تھا اور سرکتے لمحوں کے ساتھ ساتھ زمین کا چہرہ بھی جیسے اپنی رنگت کھوتا جا رہا تھا۔

شرمین کا سہارا تھا ورنہ وہ تو کب کی حواس کھو چکی ہوتی۔

قسمت کیسے عجیب دوراہے پر لے آئی تھی اسے۔ جسے کھو دینے کا سامان کیے وہ بیٹھی تھی اسی سے بچھڑ جانے کا خوف سانسیں کم کیے جا رہا تھا۔

"ٹی ایزی زمین' انشاء اللہ جو ہو گا بہتر ہو گا۔ تم خدا پر بھروسہ رکھو۔ مجھے یقین ہے اس بار اللہ تعالیٰ تمہیں مایوس نہیں کرے گا۔"

اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ہلکا سا دباؤ ڈالتے ہوئے اس نے کہا تھا۔ جواباً "زمین نے اسے یوں دیکھا جیسے اس کے جملے کی تصدیق چاہ رہی ہو مگر اس سے پہلے کہ شرمین کچھ کہتی ڈور بیل بج اٹھی تھی۔

"اوہ۔" دونوں ہی بری طرح چونکیں تھیں۔

"بیگماں ذرا دیکھنا تو کون ہے۔"

شرمین نے اٹھنے میں پہل کی جبکہ زمین اپنی جگہ ساکت بیٹھی رہ گئی تھی۔

"کم آن زمین اٹھو' مجھے یقین ہے سمعان بھائی آگئے ہیں۔ اب انہیں بلایا ہے تو سامنا کرنے کی بھی ہمت کرو۔"

شرمین کی بات پر چند سیکنڈ وہ اسے اسی طرح ساکت نظروں سے دیکھتی رہی۔ ہمت کر کے اٹھ ہی گئی۔

بیگماں سمعان کو ڈرائنگ روم میں بٹھا آئی تھی۔

"تم جاؤ' میں کافی اور ریفرشمنٹ تیار کرا کے لاتی ہوں۔"

اسے مضطر نظروں سے اپنی جانب دیکھتا پا کر شرمین نے سنجیدگی سے کہا تو اسے ڈرائنگ روم کی طرف آنا ہی پڑا۔ دل بری طرح دھڑکے جا رہا تھا مگر وہ جانتی تھی کہ اسے اس پل صراط سے اکیلے ہی گزرنا ہے۔ سوچ کڑا کر کے اندر چلی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سامنے ہی صوفے کے نزدیک سمعان کارنر پر رکھے فریج کرسٹلز کے شوپیس دیکھتے ہوئے اس کے انتظار میں کھڑا تھا۔ اسے اندر داخل ہوتے دیکھا تو بے اختیار اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا تھا۔

"السلام علیکم۔"

جھجکتے ہوئے اس نے نظریں بمشکل اٹھائی تھیں۔

"وعلیکم السلام کیسی ہیں آپ۔"

دو قدم آگے بڑھا کر وہ اس کے نزدیک آگیا تھا۔ سرخ گلابوں کا خوبصورت بکے اس کی طرف بڑھایا تو وہ قدرے چونکی۔ حیرت سے کشادہ ہوتی سحر انگیز آنکھیں اس پر مرکوز کیں۔

"یہ کیا۔؟"

"آپ کے لیے ہے۔ ہمارے درمیان بننے والے نئے اور خوبصورت رشتے کی بنیاد میں پھولوں پر رکھنا چاہتا ہوں تاکہ تا عمر۔"

"پلیز آپ بیٹھ جائیے۔"

گمبھیر لہجے اور بھاری آواز میں کہے جانے والے جملے اس کے اعصاب پر ہتھوڑے کی طرح برس رہے تھے۔ سمعان اسے حجاب اور جھجک سمجھ کر بے اختیار مسکرا دیا۔

"انکل آنٹی کیسے ہیں۔؟"

اس کی مسکراہٹ گہری جذبوں سے پروالہانہ نظریں خود پر مرکوز محسوس کر کے وہ سخت نروس ہو رہی تھی۔

"اچھے ہیں بلکہ بہت اچھے ہیں۔ آپ نے دیکھا نہیں کیسے میری چوائس پر ہاں کہہ دی ہے انہوں نے۔

"آپ کافی پئیں گے۔"

اس درجہ الفت کا مظاہرہ اسے کمزور کر رہا تھا سو اسے روک کر خود کو دوبارہ کمپوز کیا۔

"نہیں اس ملاقات کی یاد کو میں کسی "تلخی" سے خراب نہیں کرنا چاہتا۔ آج تو آپ کوئی اچھی سی سوئیٹ ڈش منگوائیے۔ یوں بھی کل انکل کتنے عرصے بعد اپنے گھر دوبارہ لوٹ رہے ہیں۔ گویا ہماری "خوشیاں" واپس آرہی ہیں۔"

"کون جانے۔"

سمعان کے مضبوط اور قدرے شوخ لہجے پر بے ساختہ اس کے لبوں سے پھسلا تھا۔ کچھ تھا اس کے انداز میں سمعان بلا ارادہ چونکا تھا۔ گہری نظریں سنجیدگی سے اس کا حصار کر گئیں۔

"کیا مطلب ایسی کیا بات ہے نرمین۔ کیا آپ کو اب بھی میرا اعتبار نہیں۔" وہ جواب طلب کر رہا تھا۔ نرمین کی پلکوں سے ننھے ننھے آبی جگنو چمکنے لگے۔

"میں نے یہ کب کہا مگر کیا انسانوں پر اعتبار کرنے سے مقدر سنور جاتا ہے۔"

"نرمین پلیز اس طرف دیکھیں میری طرف دیکھیں۔ کیا بات ہو گئی ہے۔ کہیے کیا بات ہے۔ کیوں آپ اتنی پریشان نظر آرہی ہیں۔"

اس کا جملہ اس قدر درد میں ڈوبا ہوا تھا کہ سمعان بے اختیار اٹھ کر اس کے پاس آرکا۔ لہجے میں کچھ ایسا تھا جیسے کہہ رہا ہو کہ مجھے اپنا دکھ دے دو نرمین پیاری میرے سارے سکھ تمہارے ہیں۔

نرمین کیا کہتی۔ ڈبڈباتی نظروں سے اسے ایک نظر دیکھ کر سائیڈ پر رکھی فائل مرتعش ہاتھوں سے اٹھا کر اس کی طرف بڑھا دی۔

"بعض مرتبہ حالات کچھ ایسی شکل اختیار کر لیتے ہیں سمعان صاحب کہ انسان چاہنے پر بھی اپنی صفائی پیش نہیں کر سکتا۔ اس فائل کو پڑھ لیں پھر فیصلہ کیجیے گا۔ ممکن ہے آپ کے فیصلے سے مجھے دکھ ہو مگر اس بات کی خوشی ہوگی کہ میں نے آپ کو دھوکا نہیں دیا۔"

جھکی نظروں اور بھیگتے لہجے کو بمشکل کنٹرول کرتے ہوئے اس نے کہہ ہی ڈالا تھا۔

سمعان نے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو نظر انداز کر کے بے حد سنجیدگی سے اسے پکارا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اس میں کیا لکھا ہے زمین میں آپ کی زبان سے سننا چاہتا ہوں۔"

"جج ــــ جی۔"

"ہاں زمین کہیے۔ آخر ایسی کون سی بات ہے۔ ایسے کون سے حقائق ہیں جن کو تحریری طور پر دکھانے کی آپ کو ضرورت پڑ گئی ہے۔ میرا خیال ہے میرے اور آپ کے درمیان جو غیر مرئی رشتہ قائم ہے اسے ایسے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں۔ میں آپ کا اعتبار کرتا ہوں۔"

وہ تمکنت سے کہتا اس کے مقابل بیٹھ گیا تو وہ ہونٹ کاٹنے لگی۔ آنسو پلکوں کی باڑھ پر آ رکے تھے۔ سمعان نے اس کی مشکل سمجھی تو گہری سانس بھر کر فائل اس کے ہاتھ سے لے لی۔

اور ایک لمحے کو اسے یوں لگا جیسے جسم سے جان نکل گئی ہو۔

کمرے میں یکدم محسوس کیے جانے والا سکوت چھا گیا تھا۔ صفحے پلٹنے کی آواز تھی۔

زمین تو جیسے نیم غنودہ سی سر جھکائے بیٹھی اپنی قسمت کا "فیصلہ" سننے کی منتظر تھی۔

"اب کیا ہوگا ـــ سمعان نے اگر انکار کر دیا تو ــــ۔"

یہ سوال جیسے اندر توڑ پھوڑ مچا رہا تھا۔

اور اس توڑ پھوڑ میں اس وقت اضافہ ہوا جب فائل میز پر رکھ کر سمعان نے اس کی طرف پلٹتے ہوئے اسے پکارا تھا۔

"زمین۔"

لہجے میں عجیب سی سختی اور سرد پن تھا۔ اس کی ہمت ہی نہیں ہوئی کہ نظر اٹھاتی۔

"تو یہ تھے وہ ڈاکومنٹس جو آپ مجھے دکھانا چاہتی تھیں۔ اتنا سب ہو گیا اور آپ مجھے اب ــــ او مائی گاڈ۔"

جمے آنسو سیال بن کر بے اختیار گالوں پر پھسلتے چلے گئے تھے۔ وہی ہوا جس کا اسے ڈر تھا۔ بہت وقت سے اس نے سر اٹھایا تھا۔ چہرے پر تاسف دکھ اور شرمندگی جیسے رقم تھی۔

"جو کچھ ہوا اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ ابی کی زندگی کی خاطر یہ فیصلہ میں نے جن قیامت خیز لمحوں میں قبول کیا اس وقت ذہن میں صرف ابی کی زندگی اور موت کا فاصلہ تھا۔ میں نہیں جانتی کہ آپ مجھ سے اتنے خفا کیوں ہو رہے ہیں مگر یہ سچ ہے کہ آپ کو دھوکا نہیں دینا چاہتی تھی میں۔ بہت خوش تھی میں بھی مگر ایرو کے ایک فیصلے نے مجھے بھی خوش فہمی کی اس نیند سے جگا دیا۔ جبکہ ایک لڑکی ہو کر ان کی منکوحہ ہو کر ان سے کنارہ کش اور خفا ہو سکتی ہیں تو پھر آپ تو ایک مرد ہیں۔"

ٹوٹتی بکھرتی سسکیوں میں اس نے بمشکل اپنی بات پوری کی تھی۔

"تو کیا مرد کے سینے میں دل اور دماغ میں عقل نہیں ہوتی۔ کیا میں آپ کا اعتبار نہیں کرتا مگر آپ نے مجھے کبھی اس قابل جانا ہی نہیں۔" وہ مکمل طور پر ناراضگی کے تیور لیے ہوئے تھا۔

زمین نے بے اختیار نظر اٹھائی۔ سرخ انگارہ آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھیں۔

سمعان کا دل ایک بار جیسے ڈول ہی گیا۔

"مجھے آپ کا فیصلہ چاہیے سمعان! میں نہیں چاہتی کہ ابی ایک بار پھر خواب دیکھیں اور وہ بکھر جائے۔ ان کی کنڈیشن دوبارہ یہ دکھ دیکھنے اور برداشت کرنے کے لائق نہیں۔"

ہتھیلی کی پشت سے اس نے رخسار رگڑ ڈالے تھے۔

"تو کیا میری کنڈیشن ہے ایسی کہ میں اپنے خواب اجڑتے دیکھ لوں۔ نہیں زمین! نہیں اگر آپ یہ سمجھتی ہیں کہ اس طرح آپ مجھے خود سے دور کر لیں گی تو آپ غلطی پر ہیں۔ محترمہ کیونکہ جو حقائق آج آپ نے آشکار کیے ہیں، یاور انکل اور زہرہ آنٹی نے مجھے اول روز سے ہی بتا دیے تھے۔ جس روز ایرو نے ہاسپٹل میں پیپرز سائن کیے، یاور انکل نے مجھے اور پاپا کو بلا لیا تھا مگر پاپا نے ادھر آنا غیر ضروری اور نامناسب سمجھا۔ جانتی ہیں کیوں؟ تاکہ آپ ہرٹ نہ ہوں، شرمندہ نہ ہوں مگر آپ کو تو عقل نام کو نہیں ہے میڈم! نجانے میری آگے کی زندگی کیسے گزرے گی۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

غصے اور جھنجلاہٹ میں کہتے کہتے وہ شوخ ہو گیا تھا جبکہ زرمین اپنی جگہ پر یوں ساکت بیٹھی تھی جیسے شادی مرگ نے اسے بت بنا دیا ہو۔

"سس، سمعان آپ۔۔۔"

حیرت اور بے یقینی نے اسے گنگ کر ڈالا تھا۔

سمعان زیادہ دیر اسے ستا نہ سکا' بے اختیار اس پر ترس آ گیا تھا۔ اس کی جانب دو قدم اور بڑھا اور بلا ارادہ جھک کر اس کے ہاتھ تھامتے ہوئے اسے اپنے مقابل کھڑا کر لیا اور وہ اسی قدر حواس باختہ ہو رہی تھی کہ چاہنے کے باوجود اپنے ہاتھ چھڑا نہ سکی بلکہ اس درجہ قربت پر جیسے پگھلے ہی جا رہی تھی۔

"ہوں' اب کہیں' کیا بات ہے۔"

ذرا دیر پہلے والا پورا موڈ بدل گیا تھا اس کا' ایک بار پھر وہ شوخ ہو رہا تھا۔

زرمین نے حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ اب سمجھی تھی کہ سمعان اسے تنگ کر رہا تھا۔

"تو آپ اتنی دیر سے مجھے بے وقوف بنا رہے تھے۔"

دل پر سے جیسے کروڑوں ٹن وزنی سل سرکی تھی۔ اس کا اعتماد بحال ہو گیا تھا۔

"میڈم اس کے لیے مجھے کسی کوشش کی ضرورت نہیں تھی کہ آپ ماشاء اللہ بنی بنائی ہیں۔ مجھے تو فکر ہوتی ہے کہ آگے۔۔۔"

"اچھا اچھا۔ اب بس بھی کریں۔"

وہ جھینپ کر اپنے ہاتھ چھڑا کر آگے بڑھ گئی تھی۔ پھر جانے کیا سوچ کر مڑی تو سنجیدہ تھی۔

"کیا آپ کی ماما کو بھی پتا ہے سب۔۔۔؟"

"نہیں۔" جواباً وہ بھی سنجیدہ ہو گیا تھا۔ "نہ ہی انہیں بتانے کی ضرورت ہے کہ خواتین بالخصوص مائیں بڑی سینسٹو ہوتی ہیں ایسے معاملات میں۔"

اس کے انداز اور جملے پر زرمین کا دل جیسے کسی اتھاہ میں جا ڈوبا تھا۔ ہونٹ کاٹتے ہوئے اسے دیکھا۔

"مگر یہ بالکل غلط ہے۔ میں ساری زندگی ان کے سامنے سر نہیں اٹھا سکوں گی۔"

"یہی تو میں چاہتا ہوں۔ یوں بھی بہو میں سر جھکائے ہوئے ہی جچتی ہیں۔ ویسے بائی دا وے "ساری زندگی" سے آپ کا مطلب کیا واقعی آپ نے ساری زندگی میرے ساتھ گزارنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

وہ اسے زچ کیے دے رہا تھا۔ بات ہی ایسی تھی کہ وہ اپنی بے اختیاری اور اس کی شوخی پر کان کی لووں تک سرخ پڑ گئی تھی۔

"آئی وش کہ اس وقت میرے پاس کیمرہ ہوتا تو یہ منظر میں کہیں نہ جانے دیتا۔"

ٹراوزر کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے وہ اس کی طرف ذرا سا جھکا تھا۔

"ڈونٹ وری سمعان بھائی' اس کا انتظام ابھی کیا جاتا ہے۔ آپ کہیں تو ویڈیو بنوا دوں آپ کے لیے۔"

اچانک شرمین دروازے سے داخل ہوتے ہوئے شوخی اور بے حد خوشی سے بولتی چلی آئی' تو وہ بری طرح شرما گئی جبکہ سمعان کا خوبصورت قہقہہ ڈرائنگ روم میں گونج گیا تھا۔

"ارے نہیں' ویڈیو تو بہت جلد بننے والی ہے۔ بس ذرا کل انکل کو گھر آنے دو' ہم۔۔۔"

"پرسوں ہی بارات لے آئیں گے۔"

شرمین نے جملہ اچک لیا تھا۔ سمعان ایک بار پھر ہنس پڑا۔

"ویل سیڈ سسٹر۔ چلو اسی بات پر آج میں آپ دونوں کو زبردست ٹریٹ دیتا ہوں۔ کہیں کہاں چلیں گی۔"

وہ کھلی آفر دے رہا تھا۔ شرمین تو سچ مچ سوچنے میں لگ گئی تھی۔ زرمین نے بے اختیار اسے ٹھوکا دیا۔

"او ہو' ابھی سے اپنے مجازی خدا کے خرچ کی فکر لگ گئی ہے۔ تمہیں کیا اگر وہ ہمیں لے جا رہے ہیں۔"

شرمین نے بلند آواز میں یکدم اس سے کہا تو وہ سمعان کی نظریں محسوس کر کے شرم سے جیسے کٹ سی گئی اور پھر ان دونوں کی شوخی نے اسے کمرے میں ٹکنے نہیں دیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"بہت نازک ہے میری بہن سمعان بھائی! اس کا خیال رکھیے گا۔"

زرمین کے اس طرح ریلیں ہو جانے کے بعد شرمین نے بہت سنجیدگی اور آس سے کہا تھا۔

"مجھے اندازہ ہے شرمین! اینڈ بلیو می زرمین میری زندگی کی اساس ہے۔ وعدہ اور دعویٰ تو نہیں کرتا مگر جو دل میں بستے ہیں انہیں دکھ نہیں دیا جا سکتا اور زرمین میرے دل میں نہیں بستی بلکہ وہ تو سراپا میرا دل ہے۔"

وہ متانت سے کہتا چلا گیا تھا۔ شرمین کا دل خوشی سے دھڑک اٹھا تھا۔

"تھینکس سمعان بھائی! میری دعا ہے آپ دونوں تاعمر خوش رہیں ایک دوسرے کے ساتھ۔"

"اور تم کس کے ساتھ خوش رہو گی۔؟"

"کم آن بھئی! میں تمہارا بڑا بھائی ہوں اور احد میرے لیے سفیان جیسا ہے۔ میری بھابھی بنو گی تو مجھے بے حد خوشی ہو گی۔"

"سمعان بھائی! بس بھی کریں۔ آپ بھی بس۔"

وہ بولڈ اور کانفیڈنٹ سی لڑکی واقعی اس لمحے بری طرح شرمائی تھی۔ سمعان ہنستا چلا گیا۔

"کمال ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ تم اور زرمین ایک دوسرے سے مختلف ہو مگر آج پتا چلا مخصوص معاملات میں تمام لڑکیوں کا ری ایکشن سیم ہوتا ہے۔"

"اچھا! بس۔ ادھر ادھر کی باتوں میں بات نہ ٹالیں۔ میرا نیگ نکالیں۔ آپ کا سینٹ پرسنٹ دفاع کیا ہے میں نے۔" اگلے لمحے وہ اپنے ازلی روپ میں واپس آگئی تھی۔ سمعان ہنس کر اسے دیکھنے لگا۔

● ● ●

آج کئی دن بعد یونیورسٹی گئی تھی وہ۔ فائنل سمسٹرز اگلے ماہ سے شروع ہو رہے تھے۔ بخار نے اس کو کافی کمزور کر دیا تھا۔ داجان کے ہاں بھی ایک گھنٹے کے لیے گئی تھی مگر جلد واپس آگئی کہ آج کل دادی جان اور رخسانہ بیگم اس کے لیے بہت وہمی ہو گئی تھیں۔

"السلام وعلیکم بھابھی۔"

سمرہ بھابھی اسے لاؤنج میں ہی مل گئی تھیں۔

"وعلیکم السلام! آج بہت راہ دکھائی تم نے۔ کب سے ایزد بھائی کی امی آئی بیٹھی تھیں، تمہارا بہت پوچھ رہی تھیں۔ ابھی ابھی گئی ہیں۔"

بھابھی شوخ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ وہ مسکرا دی۔

"خیریت تو تھی؟ کیسے آنا ہوا ان کا۔"

جوگرز کے بند کھولتے ہوئے اس نے جھک کر پوچھا تھا۔

"تم سے۔ ملنے آئی تھیں غالباً۔" ویسے کافی دیر دادی جان کے پاس بیٹھی رہی ہیں۔ تمہاری صحت کی خاصی فکر ہے انہیں۔ غالباً "اپنے پوتے، پوتیوں کی ہیلتھ کے لیے ابھی سے۔"

"اف بھابھی۔" وہ بری طرح چڑ گئی تھی۔ تیزی سے ان کا جملہ کاٹا۔

سمرہ بھابھی قہقہہ لگا کر ہنس پڑیں۔

"شرما لو بیٹا! ابھی ہی دن ہیں شرمانے کے، اس کے بعد سب بے شرم بن جاتے ہیں۔"

"بھابھی آپ بھی بس۔"

وہ جھینپتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ سامنے نظر پڑی تو مدحت سیڑھیاں اترتی چلی آ رہی تھی۔ اسے دیکھ کر مسکرا دی۔

"ماشاء اللہ! غالباً" ساس صاحبہ کی سواری بادبہاری کی آمد کا سن کر چہرے پر گلال بکھر گیا ہے۔ نجانے ایزد بھائی کے آنے پر کیا حال ہو گا۔"

بھابھی کی معنی خیز شوخ نظروں سے مدحت کو اندازہ ہو گیا تھا کہ "اطلاع" دی جا چکی ہے۔ بھابھی کے بعد مدحت کا حملہ وہ قطعاً تیار نہ تھی۔ غصے سے اسے گھورنے لگی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"یہ تم سب میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔"

"کیونکہ تم ہی وہ شخصیت ہو جو جلد یہاں سے نکالی جانے والی ہو۔ تمہاری ساس صاحبہ شادی کے لیے کوئی اچھا سا دن منتخب کرنے کا مشورہ دے گئی ہیں۔"

مدحت نے مزید معلومات عطا کیں تو وہ کچھ سنجیدہ سی ہو گئی۔

"مگر اگلے ماہ تو میرے سمسٹرز ہیں۔"

"سو واٹ، وہ کوئی پرسوں تو بارات لے کر نہیں آ رہیں ناں۔ تیاری کرنے میں کچھ وقت تو لگے گا۔ ویسے اگر تم ہمدانی ہاؤس جا کر امتحان دینا چاہو تو اس کے لیے دادی جان سے بات کر لو۔ وہ آج کل تمہاری ہر بات سننے کو تیار رہتی ہیں۔ اچھا ہے ایزد بھائی کی دعائیں لگ جائیں گی تمہیں۔ بے چارے بڑے بے چین ہو رہے ہیں۔"

مدحت غیر معمولی حد تک خوش نظر آ رہی تھی۔

"تو بہ ہے تم سب لوگوں کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے۔"

ایزد کے ذکر پر اس کے رخسار کئی رنگ بدل گئے۔ بھابھی اسے مزید شوخ نظروں سے دیکھنے لگیں تو اس نے وہاں سے اٹھ آنے میں ہی عافیت جانی۔

جس وقت وہ دادی جان کے کمرے میں آئی وہ تنہا بیٹھی نہ جانے کس خیال میں گم تھیں۔ چہرے سے غیر معمولی پن کا احساس ہو رہا تھا۔

چھٹی حس نے اس کے قدم سست کر دیے۔ متلاشی نظریں ادھر ادھر دیکھنے لگیں اور اچانک ایک مرکز پر آ رکیں۔ گرے فائل گود میں رکھے اس پر دونوں ہاتھ دھرے دادی جان نہ جانے ضبط اور برداشت کی کن کڑی منزلوں سے گزر رہی تھیں۔

اس کے اعصاب پر یہ منظر کسی کوڑے کی طرح پڑا۔ بے ساختہ لپک کر وہ آگے بڑھی۔

"دادی جان! آپ نے مجھے بلایا تھا۔"

مرتعش آواز، لرزیدہ قدم، دادی جان نے اس کی طرف نظر اٹھائی۔

اسے لگا، نظر نہیں قیامت تھی۔ دکھ اور اذیت کا جلتا ہوا نشان تھی وہ۔

کوئی ہمارے دکھ میں دکھی ہو، یہ احساس اذیت کی شدت کو اور بڑھا دیتا ہے۔ اپنا دکھ باعث شرمندگی لگنے لگتا ہے۔ اسے لگا وہ دادی جان کے لیے باعث آزار رہی ہے۔ ننھے ننھے قطرے آنکھوں سے پھسل پڑے۔

"صبی میری بچی۔"

سفینہ بیگم نے بے ساختہ اسے سینے سے بھینچ لیا۔

"اتنا دکھ تم نے اکیلے ہی سہہ لیا میری جان۔ ہم سے کچھ نہ کہا۔ اتنا پرایا جانا ہمیں۔"

سفینہ بیگم کا لہجہ شدید ملال سے بھیگا جا رہا تھا۔

اس کی سسکیاں بے اختیار ہو گئیں تو وہ روتی چلی گئی۔

"بولو صبی بیٹا! کیوں کیا ایسا۔ دکھ سینے میں اتار لینے سے ناسور بن جاتے ہیں، جانتی نہیں تمہیں کیا اور ادھر ہم تمہاری بیماری کے نہ جانے کیا کیا جواز گھڑتے رہے۔" ان کا مضمحل لہجہ صبیحہ کو مزید نادم کر گیا۔ بمشکل سسکیاں ضبط کیں۔

"یہ سب میرے ساتھ تو ہونا ہی تھا دادی جان۔ یہی تو میری سزا تھی۔ میں نے ہمیشہ آپ کو غلط اور دا جان کو ٹھیک سمجھا۔ آپ ہمیشہ مجھے ظالم اور دا جان مظلوم نظر آئے۔ تو دیکھیں وقت نے ثابت کر دیا کہ عورت کے لیے اس کا شوہر کیا ہوتا ہے۔ انا اور خودداری کے علاوہ بھی کوئی جذبہ ہوتا ہے جو مجروح ہو جاتا ہے اس سارے کھیل میں۔ اس جذبے کی اساس کو میں تب ہی جان سکی جب۔۔۔"

ان سے الگ ہوتے ہوئے اس نے بدقت کہا تو سفینہ بیگم نے اسے دوبارہ خود سے لگا لیا۔

"نہ میری بچی! ایسے نہیں کہتے۔ ہمیں تمہارے دکھ کا شدید رنج ہوا ہے۔"

دادی جان نے اسے کھلے دل سے معاف کر دیا تھا جیسے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"یوں بھی ایزد میاں کا فعل بہ امر مجبوری تھا جس کا انہوں نے ثبوت بھی دے ڈالا ہے۔ آج تمہاری ساس آئی تھیں۔ ان کا ظرف اور خاندانی نجابت ہے کہ انہوں نے ہم سے کچھ نہ چھپایا۔ ایک ایک بات کہہ ڈالی۔"

ان کی بات پر صبیحہ نے نظر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا تو گویا وہ مطمئن تھیں۔

"کیا امی اور پاپا کو بھی پتا چل گیا ہے یہ سب۔ کیا تمام گھر والوں۔۔۔۔"

"بس بیٹا جو ہو گیا سو ہو گیا۔ اسے بھلا دو۔ اب تا عمر اس بات کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا' نہ ایزد سے' نہ ہی خود سے۔ یہی بہتری کی راہ ہے۔ ایزد میاں تو خیر بہت ہی نفیس طبیعت کے مالک ہیں مگر پھر بھی مرد تو مرد ہی ہوتا ہے۔ کبھی طعنہ نہ دینا انہیں کیونکہ عورت کی بدزبانی مرد کے دل سے اس کی عزت ختم کر دیتی ہے۔"

اس کا شانہ تھپکتے ہوئے وہ بہت آہستہ آہستہ اسے سمجھا رہی تھیں۔

اور اس کی آنکھیں سکون کا ابدی احساس اپنے اندر اتارتے ہوئے بند ہوئی جا رہی تھیں۔

"جاتے جاتے بیگم ہمدانی تاریخ کا بھی کہہ گئی ہیں۔ اگلے ماہ تمہارے سمسٹرز ہو جائیں تو انشاء اللہ اس کے ایک ہفتے بعد کی تاریخ دے دوں گی انہیں۔ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں۔"

وہ استفسار کر رہی تھیں۔ اس نے آنکھیں موند کر سر ان کی گود میں رکھ دیا۔ یہ ۔۔۔ اس کی مخصوص عادت تھی۔ اثبات کا تاثر وہ ہمیشہ اسی طرح دیا کرتی تھی۔

"شکر ہے میرے مالک تو نے میری بچی کی خوشیاں لوٹا دیں۔"

اس کے گھنے بالوں میں گردش کرتی' انگلیاں اس دعا کے ساتھ تھم گئی تھیں اور ادھر وہ سوچ رہی تھی کہ کیا واقعی قسمت اس پر مہربان ہو چکی ہے۔

ایزد کا ساتھ اور اس کی محبت و قربت کا خیال کسی نشے کی طرح ذہن و دل پر چھا گیا تھا۔

● ● ●

"احد ذرا ادھر آنا بیٹا۔"

لاؤنج سے گزرتے احد کو دیکھتے ہی انہوں نے پکار کر ٹی وی آف کر دیا تھا۔

احد جاتے جاتے بمشکل رکا تھا کہ اس وقت ثمر بیگم کا اسے پکارنا اسے ڈسٹرب کر گیا تھا۔

"جی ماما۔"

اپنے تاثرات چھپاتا وہ مؤدب سا ان کے پاس چلا آیا۔

ثمر بیگم نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ خاصے اہتمام سے تیار ہوا تھا۔ بیش قیمت فرنچ پرفیوم کی خوشبو اس کے اطراف پھیلی تھی۔

"کیا بات ہے ماما' نظر لگانے کا ارادہ ہے۔"

وہ ان کی نگاہوں سے توصیف کا رنگ جھلکتا محسوس کر کے بے اختیار مسکراتا ان کے کندھوں پر اپنا بازو پھیلا گیا۔

"ماشاء اللہ' میرا بیٹا ہے ہی اتنا ڈیشنگ اور اسمارٹ۔ نظر تو لگے گی ہی۔"

"تھینکس ماما' ویسے آپ کے اور آج کل کی لڑکیوں کے خیالات کتنے ملتے جلتے ہیں۔ وہ بھی یہی کہتی ہیں کہ "احد یو آر رئیلی اسمیشنگ (Smashing)۔"

وہ شریر ہوا تو ثمر بیگم مسکرا دیں پھر ٹھہر کر اسے بغور دیکھا۔

"بائی دا وے بیٹا! آپ جا کہاں رہے ہیں۔ آج تو خاص محنت کی گئی ہے خود پر۔"

عام دنوں سے بہت ہٹ کر بذلہ سنجی کا مظاہرہ کر رہی تھیں وہ۔ احد دل ہی دل میں حیران تو ہوا تاہم ظاہر کیے بغیر سر کھجاتے ہوئے ہنس پڑا۔

"وہ ان فیکٹ ماما میری کلاس فیلو ہے شرمین' فرہاد بھائی کی شادی پر آپ کو ملوایا تھا اس سے۔ میں اس کے گھر جا رہا ہوں۔"

"اس سے ملنے۔" ثمر بیگم برجستہ بولیں تو وہ ایک انداز سے ہنسا پھر سنجیدہ ہو گیا۔

"نہیں اس کے فادر سے ملنے۔ وہ کئی دن بعد ہاسپٹل سے گھر واپس آئے ہیں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"کون' وہی شیخ یاور علی خان۔" وہ سوالیہ ہوئیں۔

"جی' وہی۔"

"کتنی بیٹیاں ہیں ان کی۔"

"دو ہیں' ایک بیٹا بھی ہے سمیر چھوٹا ہے۔ شرمین سے بڑی نرمین ہیں جو کہ سمعان بھائی سے منسوب ہیں۔"

اس نے اطلاع بتایا تو ثمر بیگم نے بھنویں اچکائیں۔

"اچھا مگر یہ کب ہوا۔ سلمان بھائی یا مسز سلمان نے تو کبھی نہیں بتایا' نہ ہی فرہاد نے کوئی تذکرہ کیا۔ کیا اسے بھی انفارمیشن نہیں تھی۔"

سمعان کی نسبت کا سن کر وہ واقعی حیران ہوئی تھیں۔

"بھائی کو سمعان بھائی کے انٹرسٹ کا معلوم تھا۔ البتہ رشتہ تو ابھی اسی ہفتے طے ہوا ہے اس لیے باقاعدہ ڈکلیئر نہیں کیا ہے۔ پاسبل ہے کہ یاور انکل کے گھر آنے کے بعد وہ لوگ کوئی فنکشن ارینج کریں۔ اینی وے' آپ نے مجھے کیوں بلایا تھا۔"

بات مکمل کر کے وہ سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"اوہ ہاں' ان فیکٹ مجھے بھی کہیں جانا تھا۔ سوچا تم مجھے ڈراپ کر دو گے۔ بابر اور تمہارے پاپا اپنی گاڑیاں لے گئے ہیں۔ ادھر میرا ڈرائیور غائب ہے۔"

"علی ولا۔ خیریت تو ہے ماما۔ وہاں آپ کو کیا کام ہے۔"

اس کے سوال میں اتنی حیرت تھی کہ ثمر بیگم شرمندہ سی ہو گئیں۔ داجان سے ملنے وہ شاذو نادر ہی جایا کرتی تھیں۔ پچھلے دنوں بھی بس دوبار کھڑے کھڑے ہاسپٹل جا کر عیادت کر آئی تھیں۔

"تمہارے داجان سے ملنا ہے۔ اس کے علاوہ زوہا کو بھی دیکھنا ہے۔ ایسی کنڈیشن میں اسے تو خود ریسٹ کی ضرورت ہے۔ فرہاد کو دیکھو کس قدر کیئرلیس ہے۔ اسے وہاں کام کے لیے اٹھا کر لے گیا ہے۔ اس لڑکے کو پوری لائف کوئی سینس نہیں آئے گا۔"

وہ زوہا کے متعلق متفکر نظر آ رہی تھیں۔ احد کے لیے حیرت کا مقام تھا۔

"آپ بہت کنسرن ہو رہی ہیں بھابھی کے لیے۔ از ایوری تھنگ آل رائیٹ ماما۔؟" احد سنجیدہ تھا' اس لیے اس کا سوال انہیں طنزیا طعنہ نہیں لگا۔

اس کا سادہ سا استفسار انہیں برا محسوس نہیں ہوا تھا اس لیے جواباً بولیں۔

"ہاں سب ٹھیک ہے۔ بس ہمارے گھر میں وہ پہلا بے بی ہو گا جسے زوہا جنم دے گی۔ مجھے ماں اور بے بی دونوں کی فکر ہے۔ فرہاد اور احتشام تو بس اوٹ پٹانگ فیصلے کرتے رہتے ہیں۔"

"مگر داجان کو کسی نہ کسی کی ضرورت تھی ماما! ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ تنہائی اور بے تحاشا سوچوں نے انہیں بیمار کر دیا ہے۔ اسی لیے پاپا نے فرہاد بھائی اور بھابھی کو وہاں بھیجا ہے۔"

احد کی اطلاع پر وہ نادم سی ہو گئیں۔ اولاد کے ہوتے ایک باپ کو انہوں نے تنہا کر دیا تھا۔

"تو ٹھیک ہے۔ تمہارے داجان کو یہاں بلا لیتے' زوہا کو وہاں بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہمارے گھر کی پہلی خوشی ہے اس کے دامن میں۔ ہمیں اس کا خیال رکھنا چاہیے۔"

"تو کیا صرف اس وجہ سے آپ بھابھی کے لیے وری ہوتی ہیں ماما۔"

اب کے احد کے لہجے میں تاسف اور استفسار تھا۔

ثمر بیگم اس کی طرف سنجیدہ نظروں سے دیکھنے لگیں۔

"نہیں بلکہ اس لیے بھی کہ وہ میرے بیٹے کی خوشی ہے' اس کے دل کا اطمینان ہے۔ وہ لڑکی محض فرہاد کے بچے کے حوالے سے ہی نہیں' فرہاد کے حوالے سے بھی عزیز ہو گئی ہے مجھے۔"

آج پہلی بار انہوں نے زبان سے اقرار کیا تھا اس بات کا۔ وہ بھی احد کے سامنے۔ احد کا دل ماں کے اس بدلے ہوئے مثبت رویے پر کھل سا اٹھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہوں تو گویا میری وائف کا فیوچر بھی برائٹ ہے اب۔" وہ خوشی سے چہکا تھا۔

"مائی ڈیئر سن، تھوڑا بہت لحاظ بھی کرتے ہیں بڑوں کا۔"

ثمر بیگم اس کی آنکھوں سے جھلکتی خوشی محسوس کر کے دل سے مسرور ہو گئیں۔ تاہم اسے ہلکی سی چپت لگا کر مصنوعی تنبیہی نظروں سے گھورا۔

جواباً" وہ قدرے جھینپا پھر ان کے کندھے پر سر ٹکا کر ہنس پڑا۔

"سوری ماما! آج کئی سالوں بعد آپ سے کھل کر بات کرنے کا موقع ملا تو میں بہک سا گیا ہوں۔ بلیو می ماما! آج مجھے سچی خوشی ملی ہے آپ سے دل کی بات کرنے میں ہلکا ہو گیا ہوں۔ زوبا بھابھی اور زونیرہ بھابھی دونوں بہت اچھی ہیں۔ میں نے ان سے اپنی فیلنگز بھی شیئر کی ہیں مگر آپ کی بات اور ہے۔ آپ سے بات کرنے میں ایک طرح کی Satisfaction ہے۔"

کہتے کہتے وہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔ ثمر بیگم کو اس لمحے احساس ہوا کہ گزرا وقت ان سے کیا کچھ چھین لے گیا ہے۔ ان کی اپنی اولاد ان کے قریب ہوتے ہوئے ان کی قربت کی لاشعوری طور پر متلاشی رہی۔ شاید اس لیے فرہاد اور بابر کے رویے خاصے شدت پسندانہ ہیں۔

"چھا زیادہ بٹرنگ کی ضرورت نہیں۔ ہری اپ باہر نکلو اور ڈرائیونگ سیٹ سنبھالو۔"

"تھینکس ماما۔"

ان کے رخسار کو عقیدت سے چوم کر وہ باہر دوڑ پڑا تھا۔

زندگی کو اپنی منشا اور خوشی سے گزارنا سب کا حق ہے۔ احد کی خوشی میں ان کی خوشی تھی۔ اسے یوں توانائی اور تازگی سے سرشار دیکھ کر وہ اپنا خون بڑھتا محسوس کر رہی تھیں۔

پھر تمام راستے احد بولتا رہا اور وہ اسے سنتی رہیں۔ ثرمین اس کے لیے کیا ہے؟ اس کا اندازہ اس کے لہجے سے چھلکتے خمار آنکھوں سے جھلکتی بے پناہ محبت سے ہو رہا تھا۔

زہرہ بیگم کے لیے ان کی آمد بے حد خوشگوار تھی۔

ثمر بیگم کا محبت آمیز رویہ احد اور وہاں موجود تمام لوگوں کو مطمئن کر گیا، خاص طور پر یاور صاحب نے احد سے ادھر ادھر کی باتوں میں اس کی شخصیت کا خاطر خواہ اندازہ لگا لیا تھا۔ وہ شوخ اور خوش دل نوجوان انہیں پسند آیا تھا۔

سمعان اور احد دونوں انہیں بے حد پسند آئے تھے۔

جذبہ تشکر سے ان کی آنکھیں بھیگ چلیں۔

"یا میرے مالک تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ بلاشبہ تیرے فیصلے عظیم ہیں۔ میں نادان اپنی دانست میں اپنی بچیوں کا مستقبل محفوظ کرنے چلا تھا مگر تو نے میری نااہلی ثابت کر دی۔ یہ شاید زہرہ کے صبر اور قربانی کا نتیجہ ہے کہ آج اس کی بیٹیاں من چاہی بہو بن رہی ہیں۔"

ثمر بیگم سے بظاہر گفتگو کرتے ہوئے وہ دل میں سوچ رہے تھے۔

ثرمین اٹھ کر باہر آئی تو نجانے کس طرح احد نے زرمین سے کہہ دیا کہ وہ اس سے ملنا چاہتا ہے۔

"آیئے احد میں آپ کو میمر سے ملواؤں، وہ غالباً" اپنے روم میں ہے۔" زرمین کے لیے بہانہ بنانا سب سے مشکل کام تھا مگر وہ اس وقت بول ہی گئی۔ کمرے میں موجود بقیہ تین نفوس احمق اور نادان نہیں تھے مگر قصداً" نظر انداز کیے رہے حتیٰ کہ وہ دونوں بھی باہر چلے آئے۔

"احد میرا سب سے چھوٹا بیٹا ہے۔ شوخ ہے، بٹ بلیو می بہت کیئرفل اور آنسٹ ہے۔ میرے دونوں بڑے بیٹوں کی بھی لو میرج ہے۔ ان فیکٹ میں لو کم ارینج میرج میں ہی بلیو کرتی ہوں۔ بچوں کو زندگی گزارنی ہے تو ڈسیژن بھی ان ہی کا ہونا چاہیے۔"

ان کے جانے کے بعد وہ بولی تھیں۔

زہرہ بیگم اور یاور صاحب تائیدی انداز میں مسکرا دیے۔

وقت اور حالات نے فیچیا اور علی کے خیالات میں انقلاب برپا کر دیا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"کہاں ہیں محترمہ! اندر تو انہوں نے بوکھلاہٹ کے وہ ریکارڈ قائم کیے ہیں کہ الاماں۔"

احد نے اسے متلاشی نظروں سے ڈھونڈا تو ثرمین نے مسکرا کر لونگ روم کی طرف اشارہ کر دیا تو وہ تیزی سے آگے بڑھا پھر کچھ سوچ کر رکا اور مڑا۔

"آپ میرے ساتھ نہیں آئیں گی۔" سوالیہ نظریں بڑی سادہ تھیں۔ ثرمین کھل کر ہنس پڑی۔

"نہیں کیونکہ میں بے وقوف نہیں ہوں نہ ہی ہڈی کہلانا پسند کرتی ہوں۔"

"ویری ویری گڈ۔ سو نائس آف یو۔" جواباً وہ بھی شوخی سے ہنس دیا تھا۔ ثرمین اس کی آمد کی منتظر نہیں تھی اس لیے اسے اپنے سامنے پا کر حیران رہ گئی اور گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اف احد تم یہاں آ گئے ہو۔ جانتے ہو ابی گھر پر ہیں۔" وہ سخت متوحش ہو گئی تھی۔

"ڈونٹ وری ڈیئر ان کی اجازت سے ہی یہاں آیا ہوں۔"

اسے پرسکون ہونے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ اطمینان سے صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔

"واٹ! ابی نے ......" ثرمین کی کشادہ آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

"آف کورس میڈم" آخر کو مستقبل کے داماد کی خاطر تواضع تو کی جاتی ہیں نا اور تمہارے ابی بہت اچھی طرح جانتے ہیں کہ میری ریفرشمنٹ تم ہو۔ کچھ آئی سمجھ۔ اچھا اب جلدی سے بولو میرا ساتھ قبول ہے۔"

"پلیز احد! مجھے پزل مت کرو۔ اس وقت میں سخت ڈسٹرب ہوں۔"

"وہ تو ہے۔ بادولت کی پرمنلٹی ہے ہی اس قدر ڈیشنگ۔ تم ہی کیا لاکھوں لڑکیوں کو ڈسٹرب کر رکھا ہے میری وجاہت نے۔"

"اوہو خوش فہمی بڑی ہے جناب کو۔ کبھی آئینے میں بغور دیکھا ہے خود کو۔"

اس کے طیش دلانے والے لہجے پر وہ حسب توقع ایک جھٹکے سے مڑ کر بولی۔

"اس وقت دیکھ تو رہا ہوں۔ تمہاری آنکھوں کی شفاف جھیلیں بھی کسی آئینے سے کم نہیں اور ان میں صاف لکھا نظر آ رہا ہے کہ میں تمہیں قبول ہوں۔"

اس کے رخسار پر آئی لٹ کو شہادت کی انگلی سے چھیڑتے ہوئے وہ بولا تو ثرمین ساری طراری بھلا کر بے ساختہ خود میں سمٹ گئی۔

(توبہ یہ احد بھی بس۔)

جبکہ احد اسے نروس کر دینے والی نظروں سے دیکھتا رہ گیا تھا۔ حتیٰ کہ وہ اس کی سائیڈ سے نکل کر جانے لگی تھی کہ اچانک احد کے مضبوط سانولے ہاتھ کی گرفت اپنے بازو پر محسوس کر کے اسے رکنا پڑا۔ وہ بڑی آسانی سے اسے اپنے مقابل لے آیا تھا۔

"سچ کہو کیا میرا یقین جھوٹ ہے؟" بڑا گمبھیر اور گھمبیر لہجہ تھا۔

● ● ●

"پلیز فرہاد" انکار مت کیجیے گا۔ آج احتشام ہاؤس چلتے ہیں۔ چچا جان اور تمر آنٹی دونوں آپ سے ملنے کو بے چین ہوں گے۔"

اس رات تو زہرہ بیگم اور ریاور صاحب نے انہیں آنے نہیں دیا تھا سو رات کو وہ خاصی لیٹ ہو گئی تھیں اس لیے دوسرے دن ڈرائیور انہیں یہاں چھوڑ گیا تھا۔

چھٹی کا دن تھا۔ یوں بھی وہ کئی سالوں بعد اس طرف آئی تھیں۔

لاؤنج کی بجائے گیسٹ روم والے دروازے سے اندر داخل ہونے کا ارادہ تھا کہ اندر سے آتی آوازیں سن کر رک گئیں۔

زوہا کی جھلتی آواز بہت واضح تھی۔

"یہ کہو کہ تم ان لوگوں سے ملنے کو بے چین ہو۔ جانے کیوں تمہیں خود کو بار بار رد کروانے میں مزہ آتا ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فرہاد کا لہجہ بے زاری سے بھرپور تھا۔ تلخ حقیقت کے اس واضح اظہار نے جہاں زوہا کو ایک لمحے کے لیے خاموش کردیا وہیں باہر کھڑی ثمر بیگم بھی پشیمانی محسوس کیے بنا نہ رہ سکی تھیں۔

"آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں۔ پسند نہ پسند پر کسی کا اختیار تو نہیں ہوتا۔ آنٹی کا دل اگر مجھ سے صاف نہیں تو اس میں گنجائش پیدا کرنے کی کوشش تو کی جا سکتی ہے نا۔ بلیو می فرہاد مجھے ان سے کوئی شکایت نہیں۔

وہ میری بڑی ہیں۔ میں نے انہیں اپنا بزرگ سمجھا ہے۔ ہمیشہ میری خواہش ہے کہ میرے بچے کو دادی کی شفقت آمیز گود ضرور میسر آئے کیونکہ میں جانتی ہوں وہ مجھ سے لاکھ خفا سہی' آپ سے اور ہمارے بچے سے ناراض نہیں ہوں گی۔"

رکے رکے لہجے میں زوہا نے بہت یقین سے کہا تھا۔ فرہاد اس کے لہجے پر شرمندہ سا ہو گیا۔

"آئی ایم سوری زوہا' میرا مقصد تمہیں ہرٹ کرنا نہیں تھا مگر یہ سچ ہے کہ جب ماما تمہاری انسلٹ کرتی یا تمہیں نظرانداز کرتی ہیں تو مجھے ان کا رویہ سخت چوٹ پہنچاتا ہے۔ پتا نہیں کیوں وہ آج تک یہ بات سمجھ نہیں سکیں کہ تم مجھ سے علیحدہ نہیں ہو۔"

آگے بڑھ کر فرہاد نے اسے بازوؤں میں جکڑ لیا تھا جو اس کے جملے پر رنجیدہ سی ہو گئی تھی۔

"میرا تمہارا بندھن تو اس راقم التقدیر نے پہلے ہی باندھ دیا تھا۔ اس وقت جب ہم دونوں ہی ہست و نیست کے درمیانی مرحلے میں تھے۔ میں نے تمہیں' یا تم نے مجھے نہیں چنا بلکہ ہماری تقدیر نے ہمیں ملایا ہے۔ تم میری تمہیں سوچ مجھے ہی ملنی تھیں۔ تم میری خوشی' میری زندگی ہو۔"

اسے خود سے قریب کرتے ہوئے وہ بہت محبت سے کہہ رہا تھا۔

"کاش ماما نے اس نکتے پر غور کیا ہوتا کہ تم "میری" خواہش "میری" خوشی ہو تو شاید وہ اپنی نفرت پر قابو پالیتیں۔"

وہ بہت تاسف سے بولا تھا۔ زوہا نے سرشار سا ہو کر اس کے کندھے سے سر ٹکا دیا۔

"آپ کی محبت مجھے مل گئی تو مجھے اور کچھ چاہیے بھی نہیں' البتہ میں چاہتی ہوں ثمر آنٹی میری وجہ سے آپ سے دور نہ ہو جائیں کیونکہ مجھے علم ہے کہ آپ انہیں بہت چاہتے ہیں۔ اسی لیے جب سے ہم یہاں آئے ہیں آپ بہت بے چین ہیں۔ بات بے بات تلخ ہو جاتے ہیں۔ جانتے بھی ہیں کہ آج کل میرا دل کس قدر کمزور ہو گیا ہے مگر جب دل چاہے ڈانٹ دیتے ہیں۔ ایسے میں مجھے ثمر آنٹی بہت یاد آتی ہیں۔ میرے بچے کی وجہ سے ہی انہیں میرا خیال تو تھا۔"

محبت سے کہتے کہتے وہ خفگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی گرفت سے نکلنے لگی تو فرہاد نے ندامت سے ہنستے ہوئے اسے مزید قریب کر لیا۔

"آئی ایم سوری جان فرہاد' بلیو می مجھے احساس ہی نہیں کہ کب میں تم سے ہارش Harsh ہو گیا۔ سچ کہوں تو واقعی ماما کے رویے کی وجہ سے مجھے اپنی بھرپور زندگی میں ایک کمی کا شدت سے احساس ہوتا ہے۔ کاش بابر بھائی کی طرح ماما نے مجھے بھی میری خوشی سمیت قبول کر لیا ہوتا تو شاید یہ خلش نہ ہوتی۔"

اس کے لہجے میں انجانی تپش محسوس کرکے زوہا سخت دلگرفتہ ہو گئی تھی۔ بے اختیار اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے دل داری سے مسکرا دی۔ اس مسکراہٹ میں پھیکا پن تھا۔

"آئی ایم سوری فرہاد میں نے انجانے میں آپ کے زخم چھیڑ دیے۔"

"ارے نہیں مسز۔"

اسے نادم سا دیکھ کر وہ خود پر کنٹرول کر گیا تھا۔ مسکرا کر شوخ اور معنی خیز نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"تم نے تو میرے زخموں پر مرہم رکھا ہے۔ دیکھو نا' آج کتنے عرصے بعد تم یوں میرے نزدیک آئی ہو ورنہ تو داجان کا بہانہ کرکے ادھر ادھر بھاگنے میں تمہارا ثانی نہیں تھا۔ رات کو اتنے دیر سے کمرے میں لوٹتیں کہ میں سو چکا ہوتا تھا۔"

وہ والہانہ نظروں سے اسے دیکھتا اس پر جھکتے ہوئے بولا تو وہ فرار کی ساری راہیں مسدود پا کر بے اختیار اس کے سینے میں سر چھپا گئی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مگر باہر کھڑی ثمر احتشام کے اندر کوئی چیز دھیرے دھیرے پگھلنے لگی تھی۔

اسی دم کوئی ملازم اندر سے باہر نکلا تو انہیں دیکھ کر بے اختیار مودب ہو گیا اور ڈرائنگ روم کا دروازہ کھول کر انہیں اندر بلایا تو وہ مرے مرے قدموں سے اندر چلی آئیں۔ تھوڑی دیر بعد ہی زوہا وہاں دوڑی چلی آئی تھی۔ پیچھے پیچھے فرہاد بھی تھا۔

دونوں کے چہروں پر خوشی اور بے یقینی کا بڑا واضح رنگ تھا۔

"ماما' آپ۔ آئی کانٹ بلیو اٹ۔ کیسے آ گئی میری یاد آپ کو۔"

ابھی ابھی ان کا ذکر کرتے وہ ملول ہو رہا تھا سو انہیں سامنے پا کر بے اختیار سا ہو گیا جبکہ زوہا تیزی سے ان کی طرف بڑھتے بڑھتے قریب آ کر جھجک گئی تھی۔

ثمر بیگم نے دونوں کو بغور دیکھا۔ ان کی اولاد ان کی قربت کی خواہش مند تھی۔ یہ خیال انہیں بے حد ہلکا کر گیا۔

"تمہارے بغیر میرا دل لگنا تھوڑا مشکل تھا مگر اس لڑکی نے تو مجھے پریشان ہی کر ڈالا۔" ذرا سا توقف دے کر وہ کہنے لگی تھیں۔ مڑ کے زوہا کی طرف اشارہ کیا تو وہ دہل سی گئی۔

(نجانے اب کیا کہیں گی۔) اس نے بے چارگی سے فرہاد کی طرف دیکھا جو اسے ریلیکس رہنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ ثمر بیگم نے دیکھا ایک لمحے میں وہ زرد پڑ گئی تھی۔

"کیونکہ اس کے بغیر میرا گھر بالکل ویران ہو گیا ہے۔ بہوئیں ہی تو گھر کی رونق ہوتی ہیں اور تم میرے گھر کی رونق چرا لائے ہو یہاں۔"

زوہا البتہ ٹکر ٹکر ثمر بیگم کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔

"دیکھو تو یہاں لا کر اس کا کیا حال بنا دیا ہے۔ فرہاد تمہیں کب عقل آئے گی۔ یہ کنڈیشن اس کی تو ریسٹ کرنے کی ہے۔ تم اسے —————— یہاں لے آئے ہو۔"

اب کے انہوں نے خفگی سے اسے گھورا تو پہلے تو وہ مسکرایا پھر سنجیدہ ہو گیا۔

"ابھی آپ نے خود کہا تھا ناماما کہ بہوئیں ہی گھر کی رونق ہوتی ہیں۔ علی ولا کی بہو یہاں سے چلی گئی تو یہاں بھی ویرانی نے ڈیرہ جما لیا تھا۔ بس اسی لیے میں اسے یہاں لے آیا ہوں۔"

"مگر میں اپنے گھر کی رونق کہیں نہیں بھیج سکتی۔ تمہیں یہاں رہنا ہے تو شوق سے رہو مگر میں زوہا یعنی اپنی بہو اور بابا کو یہاں سے لے جا رہی ہوں پھر چاہو تو اس خالی گھر میں بیٹھ کر تم تالیاں بجانا۔"

وہ تیزی اور اطمینان سے کہہ گئی تھیں۔

اس بار تو زوہا سمیت فرہاد بھی چکرا گیا۔ اس اثنا میں داجان بھی اسٹک تھامے وہاں چلے آئے تھے۔ ثمر بیگم نے انہیں دیکھا تو ان کی طرف بڑھ گئیں۔

"کیوں بابا کیا آپ کو کوئی اعتراض ہے۔"

داجان کے لبوں پر دھیمی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"رات تم نے فون پر میرا ہر عذر اور پھر اعتراض رد کر دیا ہے تو اب کیا کہوں۔ یوں بھی احتشام اور تم نے جس طرح مجھے کنونس کیا ہے میں کہہ بھی کیا سکتا ہوں۔"

داجان کے لبوں سے نکلنے والے فقرے ان دونوں کو ششدر کر گئے۔

"لگتا ہے آج اعتراف شکست کا دن ہے۔ ہر کوئی اپنے اپنے محاذ پر پسپا ہو رہا ہے۔" فرہاد نے اب خود کو حیرت سے باہر نکال لیا تھا۔ ہنس کر بولا تو زوہا نے اس کی بات قطع کر دی۔

"اعتراف شکست نہیں اعتراف محبت کا دن ہے آج۔"

"ویل سیڈ' تم سے زیادہ انٹیلی جنٹ تو تمہاری وائف ہے فرہاد۔ تمہیں آج تک یہ نکتہ سمجھ نہیں آیا۔" ثمر بیگم نے شگفتہ لہجے میں کہا تو وہ سر کھجا کر مسکرا دیا۔

"یہ نکتہ غالباً مجھے آپ سے ہی سیکھنا تھا ماما! اور اس میں جتنی بھی دیر ہوئی اس کا میں واحد ذمہ دار نہیں۔" رکتے رکتے بھی وہ کہہ گیا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اونہوں' بیٹا فرہاد۔ اب آپ غلطی پر ہیں بقول شاعر

وہ مل گیا ہے تو کیا' قصہ فراق کہیں
خوشی کے لمحوں کو یوں بے مزہ نہیں کرتے

سو اب آپ بھی جلدی جلدی اپنا سامان سمیٹیں اور چلنے کی فکر کریں۔ احتشام بیٹا ہمارے منتظر ہوں گے۔"

ثمر بیگم کو پشیمانی میں گھرا محسوس کرکے دادی جان نے بڑے پن اور تمکنت سے کہا تو فرہاد نادم ہو کر چپ ہو گیا جبکہ زوہا خوشی سے چہکتی سامان سمیٹنے چل پڑی تھی۔ ساتھ ہی ثمر بیگم بھی تھیں۔

"اور گھر میں تو سب خیریت ہے نا آنٹی۔ احد تارہا تا زونی بھابھی خفا ہو کر میکے جارہی ہیں۔" سامان سمیٹتے ہوئے وہ سکون اور اپنائیت سے پوچھ رہی تھی۔

ثمر بیگم نے اس کے تیزی سے چلتے ہاتھوں اور چہرے کو بغور دیکھا۔

ماں بننے کا خوبصورت ممتا بھرا تاثر اس کے چہرے کو اور بھی پر نور بنا رہا تھا۔ اپنائیت بھرے لہجے نے اس کے انداز میں ایک بے ساختہ قسم کا الھڑپن پیدا کر دیا تھا۔ وہ بہت مدھم انداز میں مسکرائیں۔

"ہاں جا رہی تھی مگر میں نے بابر کو وارن کر دیا ہے کہ احتشام ہاؤس کو اب نئی نسل درکار ہے سو بے کار کی باتوں کو اشو نہ بنائے۔ بابر کے بچے دیکھنے کی جب مجھے اتنی خواہش ہے تو زونیو تو پھر بیوی ہے اس کی۔ وہ بھی چاہتی ہے کہ لائف کمپلیٹ اور سیٹل ہو۔ اس کا مطالبہ بے جا نہیں۔"

وہ کہہ رہی تھیں۔ زوہا کی پلکیں بوجھل سی ہو گئیں۔ درحقیقت اسے اس لمحے ان سے بڑی حیا آئی تھی۔ جھکی جھکی نظروں سمیت اس نے پوچھا۔

"تو اب کیا حالات ہیں۔ کیا بھابھی کی ناراضگی دور ہو گئی ہے۔"

"ہاں' بابر کل ہی اسے ڈاکٹر کے ہاں لے کر گیا ہے' ایک آدھ دن میں رپورٹ آجائے گی۔ دعا کرو پوزیٹو ہو۔"

وہ قدرے خوشگواریت سے بولیں تو وہ دل ہی دل میں شدت سے آمین کہہ گئی۔

● ● ●

ایزد اگلے ماہ اس کے سمسٹرز ختم ہونے تک کے لیے بمشکل راضی ہوا تھا لہٰذا دونوں طرف سے زبردست تیاریاں شروع ہو گئیں۔ اس دن کے بعد سے جب زرمین کی فیملی سفینہ لاج آئی تھی' ایزد اور صہیبہ کا پھر ایک دوسرے سے سامنا نہیں ہوا تھا۔

امتحانوں کی تیاری اس نے بمشکل کی تھی کہ ہمہ وقت ایزد کے حالیہ اور متوقع رویے کا خاکہ تراشتے تراشتے اس کا دم الجھنے لگتا تھا۔

ایزد نے پھر پلٹ کر خبر نہیں لی تھی۔ گھر میں گو کہ ہر طرح کی رونق جلوہ افروز ہو چکی تھی مگر اس کا دل خدشوں کے ہجوم میں بھٹکے جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ تیاریوں کے دن ایک ایک کرکے گزرتے چلے گئے۔

بے دلی سے تمام پرچے دے کر وہ فارغ ہوئی تو اسے پکڑ کر مایوں بٹھا دیا گیا۔ سفینہ لاج کو برقی قمقموں سے کسی دلہن کی طرح آراستہ کیا گیا تھا۔

مہندی اور بری کے فنکشن شاندار رہے تھے۔ اس کی بری بہت زبردست آئی تھی۔ اکلوتے بیٹے کی شادی پر بی بی جان نے دل کھول کر ارمان نکالے تھے۔

سفینہ لاج کے تمام مکینوں نے بہت سراہا تھا بی بی جان کو۔ ان کی خوشی دیدنی تھی' ایسے موقع پر زرمین اور شرمین' ایزد کی طرف سے بہت پیش پیش رہی تھیں۔

صہیبہ نے زرمین کے چہرے پر کھلتے گلابوں کی شادابی دیکھی تھی۔ زوہا سے پتا چلا تھا کہ سمعان اور اس کا رشتہ طے پا گیا ہے۔ اس کے دل کو ایک گونا سکون محسوس ہوا۔ کوئی بوجھ سا تھا دل پر جو اتر گیا تھا۔ ایک کانٹا تھا جس کی چبھن سے نجات مل گئی تھی۔

مدحت' زوہا اور فوزیہ وغیرہ نے بھابھی کی مدد سے خوب جما کے دار گانوں کا مقابلہ کیا تھا۔ جیت کر آنے کی خوشی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایزد کے خوشگوار رویے نے دوبالا کردی تھی۔

دوسرے روز شادی تھی۔ دادی جان اور رخسانہ بیگم کی لاکھ تسلیوں کے باوجود اس کے آنسو تھم نہیں رہے تھے۔ ایزد نے پچھلے دنوں میں ایک بار بھی اسے کال نہیں کیا تھا' نہ ملنے کی خواہش کی' نہ ہی کسی کے ذریعے کوئی پیغام بھجوایا تھا۔

میرون اور فان کلر کے دبکے اور تلے کے نفیس کام سے بوجھل عروسی جوڑے میں ہمدانی فیملی کے خاندانی طلائی زیورات سے آراستہ خوبصورت سنگھار اور گجروں سے مرصع بہت حسین — لگ رہی تھی۔ ایسا ملکوتی روپ اترا تھا اس پر کہ جس نے دیکھا اپنے اپنے طور نظر اتاری۔

سفینہ بیگم نے اس کا فوراً صدقہ اتروایا تھا۔

ہالی ڈے کراؤن پلازہ کے خوبصورت ڈیکوریٹڈ ماحول میں تمام مہمان آچکے تھے کہ بارات کا شور اٹھ کھڑا ہوا۔ شاندار بارات کا استقبال بھی شاندار تھا۔

آف وائٹ جیش قیمت شیروانی پاجامے اور سفید کلاہ میں ایزد کی شان کسی شہنشاہ جیسی ہی لگ رہی تھی۔ خاندان کا شاید ہی کوئی فرد ہو جس نے ان کی جوڑی پر رشک نہ کیا ہو۔

بی بی جان نے آتے ہی اسے بھی اسٹیج پر لانے کے لیے کہہ دیا تو ذرا دیر بعد ہی وہ وہاں لائی جارہی تھی۔ ایزد نے سامنے سے آتی ہستی پر نظر ڈالی تو جیسے دل پر کھلے بندوں ڈاکہ پڑا۔

اس کے لیے نظر ہٹانا مرحلہ بن گیا تھا جبکہ وہ اپنے حسین سراپے اور محشر بپا کردینے والی چھب سے بے خبر سخت نروس اور گم صم ہورہی تھی۔ چاروں طرف رنگین و حسین آنچلوں کی بہار خوشبو اور رنگوں کی برسات بکھری تھی۔ حسین سرگوشیاں' معنی خیز شوخیاں' شرارتیں تھیں مگر وہ ایک لمحے کے لیے بھی کسی بات کو انجوائے نہ کرسکی تھی۔ ایزد کے ساتھ جوں ہی اسے بٹھایا اس کے بقیہ اعصاب بھی جیسے سن ہوگئے۔

ایزد کی پرشوق والہانہ نظریں بھی پھر اسے متوجہ نہ کرسکی تھیں۔ مووی بنانے والے نے پھر جو بھی ڈائریکشن دی مدحت اور زویا اسے اس کے مطابق عمل کرواتی رہیں۔

اسے ہوش اس وقت آیا جب رخصتی کا وقت آپہنچا۔ کس نے اسے سراہا' کس نے رشک و حسد سے دیکھا اسے پتا تک نہ چلا تھا۔ یونیورسٹی کی ساری فرینڈز' کزنز وغیرہ سب اس پر رشک کررہی تھیں۔ وہ محض میکانکی انداز میں مسکراتی رہی۔ ساعتیں کچھ جذب نہیں کررہی تھیں۔

البتہ جب اسے رخصت کیا گیا اس کی سسکیاں سب کو رلا گئی تھیں۔

دادی جان' پاپا اور امی سے مل کر وہ داجان کے سینے سے جا لگی تھی۔

"سدا خوش رہو میری بچی۔ تمہیں خدا کی امان میں سونپا۔"

داجان کی مرتعش آواز اس کے اندر تک گونج گئی تھی پھر وہ ایزد کی طرف مڑے تھے۔

"اسے بہت خوش رکھنا بیٹا ایزد۔ بس تم سے یہی درخواست ہے۔"

اس کے شانے پر لرزتا ہاتھ رکھ کر انہوں نے بہت امید سے کہا تھا۔ ایزد نے مضبوط ہاتھوں میں ان کا ضعیف ہاتھ تھام کر دباؤ ڈالتے ہوئے تسلی کا احساس دلایا تھا۔

زویا اور مدحت کی حالت دیکھنے والی تھی۔ سمرو بھابی بھی جو کہ ہمہ وقت مسکراتی رہتی تھیں اس وقت ضبط نہ کرسکی تھیں۔

ایزد کے لیے یہ منظر کچھ عجیب سا تھا۔ اپنی شرعی منکوحہ کو ساتھ لے جاتے ہوئے سب کو آنسو بہاتا دیکھ کر وہ سنجیدہ ہوگیا تھا۔ اپنی کوئی بہن تو تھی نہیں کہ ایسا کوئی احساس سمجھ میں آتا۔

تاہم وہ سب کو حتی المقدور تسلی دے رہا تھا۔

"پلیز آنٹی خود کو سنبھالیں۔ صبیحہ وہاں خوش رہے گی بلیو می۔"

رخسانہ بیگم نے جب تیسری بار اسے خود سے لپٹایا تو وہ بول پڑا تھا۔

"واہ بھئی دولہا کو رخصتی کی جلدی ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کہیں سے فقرہ کسا گیا تھا۔ ایزد قدرے جھینپ سا گیا' تاہم اس کے بعد جلد ہی رخصتی کا سین مکمل کر دیا گیا تھا۔ بی بی جان روتی سسکتی صبیحہ کو سینے سے لگائے کار میں آ بیٹھی تھیں۔

مووی کیمرہ آف ہونے تک کار رینگتی رہی اس کے بعد اسپیڈ پکڑی تو ہمدانی ہاؤس جا کر ہی رکی تھی۔ وہاں بھی رسموں کا سلسلہ جاری رہا۔ ایزد کی شوخیاں عروج پر تھیں۔

ایزد کی کزنز وغیرہ نے خوب رونق لگائی تھی۔ زمین اور شرمین بھی تھیں۔

خدا خدا کر کے وہ سلسلہ بھی منقطع ہوا تو اسے حجلہ عروسی میں لا بٹھایا گیا۔ ایزد کے ارمانوں کا منہ بولتا ثبوت اس کمرے کو سجا کر پیش کیا گیا تھا۔

اصلی گلاب اور موتیے کی لڑیوں نے دیواروں کے رنگ چھپا دیے تھے۔ خوشگوار مہک اور خوبصورت منظر نے اسے مبہوت سا کر دیا اور جس لمحے ایزد اندر داخل ہوا اس کی سانس جیسے ساکت ہی رہ گئی۔ محض اس کے قدموں کی آہٹ سنائی دے رہی تھی۔ اسے لگا جیسے اس کا دل بھی دھڑکنا بھول گیا ہے۔

سب سے پہلے کلاہ اتار کر اس کے قریب لڑھکایا گیا تھا' اس کے بعد ایزد انگلیوں کی مدد سے بال سنوارتا اس کے پاس آ رکا۔ فطری طور پر وہ سمٹ سی گئی تھی۔ ایزد نے بلا توقف اس کا دوپٹہ پیچھے کھسکایا تو وہ باوجود کوشش کے خود پر قابو نہ پا سکی۔

دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر بے اختیار سسک اٹھی تھی وہ۔

"ارے ارے۔ صبیحی! واٹس ہیپن؟"

ایزد کے لیے بہت ہی غیر متوقع صورت حال تھی یہ۔ ابھی تو اس نے شکایتوں کی کوئی فہرست بھی مرتب نہیں کی تھی کہ ادھر سے آنسوؤں کی برسات شروع ہو گئی تھی۔

بے اختیار اس نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ چہرے سے ہٹا دیے تھے۔ جس کا حسن دو آتشہ ہو گیا تھا۔ گلاب کے پھولوں پر شبنم کی نمی کا سا منظر تھا وہ۔ ایزد مبہوت سا رہ گیا ایک لمحے کو۔

"کیا ہوا صبیحی' اس طرح کیوں رو رہی ہو تم؟"

لہجہ جذبوں کی آنچ سے بوجھل ہو گیا تھا۔ کہنی ٹکا کر وہ نیم دراز سا ہو گیا تھا۔

صبیحہ نے بمشکل آنکھوں کو جنبش دی۔ پلکیں اٹھانا محال ہو رہا تھا۔ ایزد نے اس کے دونوں یخ پڑتے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام رکھے تھے۔ وہ خاموش ہی رہی تو وہ بولا۔

"کیا نئی زندگی کی شروعات اس طرح کی جاتی ہے۔"

جھک کر اس کی گلابی آنکھوں میں جھانکا تھا اس نے۔

"اپنی غلطیوں کی معذرت کر کے نئی زندگی کا آغاز کرنے کی کوشش کی ہے میں نے۔"

بھیگے بھیگے لہجے میں اس نے اعتراف کیا تو ایزد بے اختیار مسکرا دیا تھا۔

"تو کیا صرف اس وجہ سے پچھلے تمام دن تم آتی اپ سیٹ رہی ہو۔"

بڑے جذب سے سوال ہوا تھا۔ وہ بری طرح چونکی۔ نظر اٹھا کر اسے حیرت سے دیکھا۔

"آپ کو کیسے پتا۔"

"دل کی خبر دل کو ہو ہی جاتی ہے۔ سنا لیا" دل سے دل کو راہ" والا مقولہ سنا نہیں تم نے۔"

وہ ہنس رہا تھا۔ وارفتگی سے اسے دیکھ رہا تھا مگر اس کا ذہن جیسے اٹک گیا تھا۔

"پلیز سچ کہیں' آپ کو یہ سب کیسے پتا اور اگر پتا تھا تو مجھے اتنے دن ستایا کیوں آپ نے' کیوں کانٹیکٹ نہیں کیا مجھ سے۔"

وہ اپنے روپ اور پوزیشن کی پروا کیے بغیر خفگی سے بول پڑی تھی۔

"اس لیے کہ تمہیں بھی تھوڑی بہت تو عقل آئے۔ پتا چلے کہ بے اعتنائی کیا ہوتی ہے' کیسے گھاؤ لگاتی ہے۔"

ایزد اب کے اٹھ بیٹھا تھا۔ لہجہ سنجیدہ تھا۔

اس کے جملے نے جانے کہاں ضرب لگائی تھی کہ وہ پھر رو پڑی۔

"اذیت صرف آپ نے نہیں، میں نے بھی اٹھائی تھی ایزد۔ کس طرح لمحہ لمحہ جی جی کر مری ہوں میں۔ آپ کو کیا پتا۔ ایک ایک پل میرے دل پر پاؤں رکھ کر گزرا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ آپ نے مجھے سزا دی تھی۔ کیا آپ کی آزمائش میری سزا نہیں تھی۔ کیا اتنا سب کچھ ہو جانے کے باوجود کوئی حسرت رہ گئی تھی آپ کے دل میں۔ کیا تھپڑ مار کر بھی دل کی لگی آگ نہیں بجھی تھی آپ کی۔"

وہ ٹوٹ کر روئی تھی۔ جو کچھ کہا ایزد کو پشیمانی کے دشت میں گھسیٹ لے گیا تھا۔ بے اختیار آگے بڑھ کر اسے خود سے قریب کر لیا اس نے۔ صہیبہ اس پیش قدمی کے لیے تیار نہ تھی، بری طرح سٹپٹائی تھی۔ مچل مچل گئی۔

"آئی ایم سوری صبی، ایکسٹریملی ویری سوری، اپنی ہر خطا اور ہر تقصیر کے لیے۔ بلیو می، تم کو ستا کر خوش تو میں بھی نہیں رہا۔ جانتی ہو کبھی کبھی دل تمہیں دیکھنے کو اس قدر مچل جاتا تھا کہ میں یونیورسٹی روڈ کے چکر لگا لگا کر پیٹرول پھونک ڈالتا مگر بس ایک ضد سی ہو گئی تھی۔ اگر زوہا تمہاری "حالت" کا نقشہ نہ کھینچتی تو سچ جھو میرے تو جارحانہ عزائم بہت ہی خطرناک تھے۔"

وہ جذبوں سے گندھے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ صہیبہ نے بمشکل نظر اٹھائی۔ وہ اس کے بے حد نزدیک تھا۔ اس کا دم الجھنے لگا، بے اختیار رخسار پر ہاتھ آ رکا۔ ایزد سمجھ رہا تھا بے تحاشا شرمندگی نے اسے گھیر لیا۔

"کہا نا معاف کر دو۔ اس رخسار پر میری انگلیوں کے نشان بنے تھے، کہو تو مٹا دوں انہیں۔"

وہ شرارت پر آمادہ ہوا تو وہ اپنے بچاؤ کے لیے تیزی سے اس کی گرفت سے نکل گئی۔

"منہ دھو رکھیں۔ اب میری ٹرن ہے۔ اپنے ایک ایک آنسو کا بدلہ نہ لے لیا تو صہیبہ نام مت لیجیے گا میرا۔"

وہ خاصے فاصلے پر جا رکی تھی۔ ایزد خوشگوار قہقہہ لگا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"کوئی پروا نہیں، تمہارے میں نے بہت سے نام سوچ رکھے ہیں۔ مثلاً" منے کی اماں، پپو کی والدہ، گڑیا کی۔"

"بس بس۔" کانوں پر ہاتھ رکھ کر چلائی۔

(اف توبہ کس قدر بے شرم ہیں ایزد۔ یہ ایسے تو کبھی نہ تھے) سارے جسم کا خون چہرے پر آ رکا تھا۔

"ارے تم ابھی سے گھبرا گئیں، ابھی تو میں نے شروعات کی تھی۔"

وہ فاصلے گھٹاتا چلا آ رہا تھا۔ صہیبہ نے اس کے عزائم محسوس کیے تو تیزی سے باتھ روم کے دروازے پر جا ٹھہری۔

"اسی کو انتہا سمجھ لیں، یہی کافی ہے۔"

دوسرے لمحے وہ غڑاپ سے باتھ روم میں گھس کر دروازہ لاک کر چکی تھی۔

"اور وہ تمام قصیدے جو پیچھے تمہاری شان میں کہے تھے۔"

وہ دروازے کے قریب کھڑا پوچھ رہا تھا۔ اندر سے اس کی مدھر ہنسی کی آواز سنائی دی۔

"کہتے رہیے، آواز آ رہی ہے مجھے۔"

برجستہ جواب آیا تھا۔ ایزد کی انگلیاں تیزی سے دروازے پر دستک دینے لگیں جسے کھلنا ہی تھا۔

(ختم شد)

● ● ● ● ●